اردو

کمال الدین و تمام النعمۃ

للشیخ الجلیل الاقدم

الصدوق

ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی

المتوفی سنہ ۳۸۱

ناشر

الکساء پبلیشرز

آر۔ ۱۵۱ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	کمال الدین و تمام النعمہ
تالیف	شیخ الصدوق علیہ الرحمہ
تصیح و تحقیق	علی اکبر غفاری
ترجمہ	گروہ مترجمین
نظر ثانی	سید عطا محمد عابدی
تزئین	سید فیضیاب علی رضوی
کمپوزنگ	شگفتہ کمپوزنگ اینڈ گرافک سینٹر
اشاعت اول	اگست 1999ء ربیع الثانی 1420ھ
اشاعت دوئم	جولائی 2002 ربیع الثانی 1423ھ
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۳۰۰ روپے

الکساء پبلشرز

آر۔۱۵۹ سیکٹر ۵ بی ۲ نارتھ کراچی

کمال الدین و تمام النعمت (جلد اول)

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	گفتار مصحح	۱
۲	تمہید۔ مولف کا تعارف اور ان کے مختصر حالات زندگی	۳
	قیمتی تالیفات	۸
	مولف کے اساتذہ اور شاگرد	۱۲
	وفات اور دفن گاہ (روضہ)	۱۲
۳	کمال الدین و تمام النعمت	۱۳
	اس کتاب کی طباعتیں	۱۴
	کتاب کی تصحیح میں جن اصولوں پر تکیہ کیا گیا	۱۴
	تصحیح اور تحقیق میں میری (علی اکبر غفاری) کی کاوش	۱۶
۴	مقدمہ	۱۸
	خلقت سے قبل خلافت	۲۱
	خلیفہ کی اطاعت کا وجوب	۲۲

خدائے عزوجل کے سوا کسی کو بھی خلیفہ چننے کا اختیار نہیں ہے	۲۶
ہر زمانے میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت	۲۷
وجود خلیفہ کی ضرورت	۲۷
عصمت امام کی ضرورت	۲۷
ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کے خدائی حکم کا راز	۳۱
حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی معرفت کا واجب ہونا	۳۸
غیبت کا اثبات اور اس کی حکمت	۳۹
ایک اعتراض کا جواب	۴۲
شباہت کے اثبات کی دوسری دلیل	۴۴
جواب اعتراض	۴۷
ان روایات میں سے بعض جو کہ محمد بن حنفیہ کی وفات سے متعلق ہیں	۵۵
غیبت کے بارے میں ناووسی اور واقفی فرقوں کے قول کا باطل ہونا	۵۶
بعض روایات جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی وفات کے بارے میں ہیں	۵۷
واقفہ فرقہ کا دعویٰ غیبت (امام) عسکری علیہ السلام کے بارے میں	۵۹
حضرت امام حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ عسکری کی وفات کے ثبوت میں بعض روایات	۶۰
ایک اعتراض کا جواب	۶۵
دوسرے اعتراض کا جواب	۶۸
ابن بشار کے اعتراضات	۷۲
زیدیہ فرقہ کی رد میں مشائخ میں سے ایک کا کلام	۸۵
عترت میں سے امامؑ غائب کے وجود پر استدلال جو ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا	۸۷

	زیدیہ فرقہ کا پہلا اعتراض	۸۹
	زیدیہ فرقہ کا دوسرا اعتراض	۹۰
	زیدیہ فرقہ کا تیسرا اعتراض	۹۲
	زیدیہ فرقہ کا چوتھا اعتراض	۹۶
	زیدیہ فرقہ کا پانچواں اعتراض	۹۹
	زیدیہ فرقہ کا چھٹا اعتراض	۱۰۰
	جواب	۱۰۰
	زیدیہ فرقہ کا ساتواں اعتراض	۱۰۱
	زیدیہ فرقہ کا آٹھواں اعتراض	۱۰۴
	مخالفین کے شبہات اور اس کا ازالہ	۱۰۵
	رکن الدولہ کے دربار میں مولف کا ایک ملحد سے مناظرہ	۱۱۰
۵	حضرت ادریس کی غیبت کے بارے میں	۱۵۶
۶	حضرت نوح کے ظہور کے بارے میں	۱۶۲
۷	حضرت صالح کے بارے میں	۱۶۶
۸	حضرت ابراہیم کی غیبت	۱۶۷
۹	غیبت حضرت یوسف	۱۷۱
۱۰	حضرت موسیٰ کی غیبت	۱۷۶
۱۱	حضرت موسیٰ کی وفات کا تذکرہ اور حضرت مسیح کے دور تک اوصیاء اور اللہ کی حجتوں کی غیبت کا تذکرہ	۱۸۴
۱۲	حضرت عیسیٰ بن مریم کا پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ کی آمد کی بشارت دینا	۱۹۱
۱۳	سلمان فارسی کو حضور اکرم کی آمد کی خبر ہونا	۱۹۳
۱۴	قس بن ساعدۃ الایادی کے بارے میں روایت	۱۹۸

۱۵	تبع کے بارے میں روایات	۲۰۲
۱۶	حضرت عبد المطلب اور حضرت ابو طالب علیہما السلام کے بارے میں روایات	۲۰۳
۱۷	سیف بن ذی یزن کے بارے میں	۲۰۹
۱۸	بحیریٰ راہب کے بارے میں	۲۱۳
۱۹	خالد بن اسید بن العیص اور طلیق بن سفیان بن امیہ کا بیان بزرگ راہب سے شام کے راستہ میں نبیؐ کے بارے میں	۲۱۸
۲۰	ابو المویہب راہب کی خبر	۲۱۹
۲۱	سطیح کاہن کی خبر	۲۲۰
۲۲	یوسف یہودی کا حضور اکرمؐ کی نبوت کی صفات و علامات کے ساتھ خبر دینا	۲۲۳
۲۳	شام سے ابن حواش المقبل کی خبر	۲۲۵
۲۴	زید بن عمرو بن نفیل کی خبر	۲۲۵
۲۵	ہر زمانے میں امام کا موجود ہونا	۲۲۷
۲۶	حضرت آدمؑ سے لے کر آخر حجت تک وصیت کا متصل ہونا اور زمین کا قیامت تک حجت خدا سے خالی نہ ہونا	۲۳۶
۲۷	عترت و آل و اہل و ذریت و سُلالہ کے معنی	۲۴۳
۲۸	امام زمانہؑ کے وجود اور ان کی امامت پر اللہ تعالیٰ کی نص	۲۷۰
۲۹	امام قائمؑ کی امامت پر رسول اللہؐ کے نصوص	۲۷۶
۳۰	غیبت قائمؑ سے متعلق حضور اکرمؐ کے ارشادات	۳۰۳
۳۱	غیبت امام قائمؑ سے متعلق امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ارشادات	۳۰۶
۳۲	جناب سیدہؑ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین اور امہات ائمہؑ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائمؑ ہیں	۳۲۱

۳۳	امام قائمؑ کا تذکرہ اس لوح میں جو حضورؐ نے جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا	۳۲۲
۳۴	غیبت امام قائمؑ کے بارے میں حضرت امام حسنؑ کا خبر دینا	۳۲۶
۳۵	غیبت امامؑ کے بارے میں حضرت امام حسینؑ کے ارشادات	۳۲۹
۳۶	غیبت امامؑ کے بارے میں حضرت امام زین العابدینؑ کے ارشادات	۳۳۰
۳۷	غیبت امامؑ سے متعلق حضرت امام محمد باقرؑ کے ارشادات	۳۳۴

کمال الدین و تمام النعمت (جلد دوم)

فہرست

باب نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۳۳	غیبت امام قائم علیہ السلام کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات	۳۴۲
۳۴	حضرت قائم علیہ السلام ، ان کی غیبت اور ان کی امامت کے بارے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ارشادات	۳۶۳
	ہشام بن حکم کا مناظرہ	۳۶۵
۳۵	امام قائم علیہ السلام ، ان کی غیبت اور ان کی امامت پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ارشادات گرامی	۳۷۰
۳۶	امام زمانہ علیہ السلام اور ان کی غیبت کے بارے میں حضرت امام محمد بن علی (محمد تقی) جواد علیہ السلام کے ارشادات گرامی	۳۷۶
۳۷	امام قائم علیہ السلام اور ان کے غیبت کے بارے میں حضرت امام علی بن محمد (نقی) علیہما السلام کے ارشادات گرامی	۳۷۷
۳۸	امام زمانہ اور ان کی غیبت کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ارشادات	۳۸۱
	وہ روایات جو حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں آئی ہیں۔	۳۸۲
	وہ روایات جو ذوالقرنین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔	۳۸۷
	وہ احادیث جو ذوالقرنین کے سیاق و سباق کے حامل روایات میں ملے ہیں۔	۳۸۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ الذی جعلنا من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصلی علی ھداۃ المھدیین ونجباء الاکرمین

اما بعد۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیبؐ اور ائمہ طاہرینؑ کے صدقے میں ہم گناہ گاروں پر ایک مرتبہ پھر ایک احسان عظیم کیا ہے جس کے لئے ہم اس کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم قطعاً اس قابل نہ تھے کہ وہ کچھ کرسکیں کہ صرف بڑے بڑے ادارے ہی جس کے اہل ہیں مگر پروردگار عالم نے ہم سے وہ کام لے لیا یعنی مذہب حقہ کی بنیادی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" (جو کتب اربعہ میں سے ایک ہے) اور "علل الشرائع" کہ دونوں کے مولف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ ہیں کا اردو ترجمہ شائع کروادیا۔ اس وقت انہی بزرگ کی ایک اور کتاب "کمال الدین و تمام النعمۃ" جو غیبت امام عصرؑ کے بارے میں ہے کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ ایران کے شہر قم کے ایک علمی اور دینی گھرانے میں جناب امام عصرؑ کی دعا سے ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور تقریباً ۷۵ سال کی عمر پاکر ۳۸۱ھ میں اسی شہر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ یہ بزرگ سرداروں کے سردار، دین حق کے مینار، نابغہ روزگار تھے۔ ان کی پیدائش سے پہلے ان کے بارے میں امام عصرؑ کی طرف سے ایک تحریر آئی تھی جس میں ان کے بارے میں لکھا تھا کہ یہ بہت نیک اور بابرکت فقیہ ہوں گے۔ اس تحریر کی بنیاد پر بعد کے تمام آنے اور لکھنے والوں نے ان کو سچا، اچھا، نیک اور مستند مانا ہے۔ انہوں نے تقریباً تین سو کتب تالیف و تصنیف کی ہیں۔ بے شک ہمارے بزرگ اہل دین اور اہل قلم نے ہر طرح کے مصائب و آلام برداشت کئے۔ اس پرآشوب اور شدید مخالفانہ دور میں جب کہ علیؑ اور اولاد علیؑ کا نام لینا بھی جرم اور سزا کا مستحق گردانا جاتا تھا، اشاعت اور طباعت کی اتنی آسانیاں بھی میسر نہ تھیں لیکن ان سب کے باوجود انہوں نے ہمیں مفلس و نادار نہیں چھوڑا بلکہ اتنا علمی اور دینی سرمایہ ہمارے لئے چھوڑ گئے جو کافی سے زیادہ تھا مگر افسوس کہ بہت سا علمی سرمایہ زمانے کے حادثات کی نذر ہوگیا اس کے باوجود ہمارے پاس اتنا دینی سرمایہ رہ گیا جو ہمارے لئے کافی ہے اور جس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔

وہ کتاب ہے جو امام عصرؑ کے حکم پر لکھی گئی ہے اور اس بات کا تذکرہ خود کتاب کے موقف جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے مقدمے میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ امام عصرؑ کا حکم اس کتاب کی اہمیت پر دلیل ہے اور جس بات کا حکم امامؑ دیں اس کی نشرواشاعت عالم اسلام میں کرنا ہر مسلم کا فرض عینی بنتا ہے۔ تاکہ وہ نہ صرف خود کو بلکہ دوسروں کو بھی جاہلیت کی موت مرنے سے بچاسکے۔ یہ کتاب غیبت کے ابتدائی دور میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے محتاط قلم سے تحریر ہوئی ہے اس وجہ سے اس کی روایات پر زیادہ اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ نیز ہمارا یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ جب امام عصرؑ نے اس کی فرمائش کی ہے تو اس کی تحریر کی بھی نگرانی یقیناً کی ہوگی۔ یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد، عدیم النظیر، اپنے ابواب میں ممتاز، کامل، مستند، شیریں اور پرکشش ہے۔ اس کتاب میں امام عصرؑ کی شخصیت، وجود اور غیبت کے بارے میں قرآن، حدیث اور اقوال معصومینؑ کے حوالے سے ثبوت فراہم کئے گئے ہیں۔ اس میں مخالفین، منکرین اور منافقین سے مناظرے ہیں ان کے شکوک و شبہات کو روشن اور واضح دلائل سے غلط اور باطل ثابت کیا گیا ہے یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ کسی فرقہ کے کسی فرد نے آج تک اس خاص موضوع یعنی "غیبت" پر اتنی ضخیم اور مستند کتاب تالیف یا تصنیف کرکے اپنی قوم کے حوالے نہیں کی سوائے ہمارے اہل قلم اور اہل حق بزرگ جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے امام عصرؑ کے بارے میں عوام الناس کی معرفت اور معلومات میں اضافہ ہوگا۔ غیبت کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلائے جارہے ہیں ان کا بھی بآسانی ازالہ ہوسکے گا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو ایسی احادیث نظر آئیں گی جن کی رو سے مسلمانوں بلکہ شیعوں تک میں سے اکثر لوگ غیبت کی طوالت کی وجہ سے امام عصرؑ کے وجود کے ہی منکر ہوجائیں گے گوکہ عقیدہ ظہور مہدیؑ متفق علیہ ہے۔ لیکن کچھ حلقوں سے یہ بات بھی کچھ عرصہ سے اٹھائی جارہی ہے کہ اب کوئی ہادی نہیں آئے گا بلکہ یہ عقیدہ اسرائیلی سازش کے تحت پھیلایا گیا ہے تاکہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اچھے دنوں کے انتظار میں بیٹھے رہیں اور ان میں تحرک کا جذبہ ختم ہوجائے۔ افسوس تو اس بات پر ہوتا ہے کہ جب منفی سوچ کے حامل افراد یہ کہتے ہوئے پائے جاتے ہیں کہ امام عصرؑ کا ظہور تو اس وقت ہوگا جب دنیا ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ چنانچہ ہم جو کچھ ناجائز اور غلط کام کررہے ہیں دراصل امام عصرؑ کے آنے کی راہ ہموار کررہے ہیں۔ ان لوگوں کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ کیوں امام عصرؑ کو پکارا جارہا ہے؟ بند کرو یہ ندبہ کے غلغلے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ امام عصرؑ آئیں اور ہماری سرکوبی اور سرزنش کریں۔ یہ دو الگ الگ متضاد فکریں ہیں جن کی جڑیں جہالت سے پھوٹی ہیں۔ اور اس جہالت کے پھیلانے کے ذمہ دار سب سے زیادہ قابضین منبر ہیں جن کے پاس اپنی بات پھیلانے کا سب سے موثر ذریعہ یہی منبر ہیں۔ اہل قلم کی تحریریں کم لوگوں تک پہنچ پاتی ہیں۔ اگر یہ لوگ دین و دیانت کی باتیں اپنے کثیر سننے والوں کے گوش گزار کرتے رہتے تو یقیناً یہ قوم اثر لیتی لیکن انہوں نے اپنے دنیاوی فائدوں کے لئے قوم کو خوف خدا، خوف آخرت اور خوف قبر سے بالکل بے پرواہ کردیا۔ اور اس حد تک غافل رکھا کہ وہ جو چاہیں

کریں۔ لوگوں کے حقوق غصب کریں، قطع رحم کریں اور اپنے گناہوں میں بے حیائی کی حدیں پار کرلیں۔ لیکن نعوذ باللہ گویا ائمہ کرام ان کے انتظار میں ہیں کہ جب ایسے لوگ قبر میں آئیں تو وہ نکیرین کو سوالات کرنے سے پہلے ہی پھٹکار کر بھگا دیں کہ دیکھتے نہیں یہ وہ ہیں جو ہمارے احکامات پر عمل تو نہیں کرتے تھے مگر ہمارا نام ضرور لیتے تھے۔

اس منفی سوچ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظار امام عصرؑ کا اہم ترین تقاضا یعنی تربیت ذات اور تربیت قوم پس پشت ڈال دیا گیا۔ بلکہ یہ بات پھیلائی گئی کہ امام عصرؑ تشریف لاکر معجزانہ طور پر دشمنان اسلام کو نیست و نابود کردیں گے۔ اس فکر کا منطقی نتیجہ یہ تھا کہ جب سب کچھ امام عصرؑ خود ہی کرلیں گے تو ہمیں کسی تیاری کی کیا ضرورت ہے؟

تاریخ پر نظر ڈالئے تو پروردگار عالم کی ایک سنت نظر آئے گی کہ کوئی تحریک افرادی قوت کے بغیر کامیاب نہیں ہوئی۔ کوئی بھی فرد خواہ وہ پیغمبر ہو یا امام اس وقت تک اس نے تلوار نہیں اٹھائی جب تک کوئی گروہ اس کی مدد پر تیار نہ ہوا چاہے وہ گروہ قلیل تعداد میں ہی کیوں نہ ہو۔ امام عصرؑ کی غیبت کو تقریباً بارہ سو سال گزر چکے ہیں اور یہ حقیقت افسوسناک بلکہ شرمناک ہے کہ ابھی تک یہ تعداد سامنے نہ آسکی یا تیار نہ ہوسکی جس کی بنیاد پر ظہور کا جواز ممکن ہوتا۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل حقیقت ہے کہ اہل تشیع میں سے اکثر لوگ قرآن و حدیث رسول اور تعلیمات ائمہ طاہرینؑ سے قطعاً ناواقف ہیں اور افسوسناک پہلو تو یہ ہے کہ انہیں اپنی لاعلمی کا ادراک بھی نہیں۔ ارشاد ربانی ہے **وماکان المومنون لینفروا کافۃً فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین و لینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون** (سورہ توبہ آیت ۱۲۲) "پس ان کے لئے ہر بڑے گروہ میں سے ایک چھوٹا سا جتھا اس غرض سے کیوں نہیں نکلتا کہ دین کا علم حاصل کرے اور جب اپنی قوم میں پلٹ کر آئے تو انہیں ڈرائے تاکہ وہ لوگ بھی بچیں" کیا یہ حقیقت اس بات کی متقاضی نہیں کہ ہم میں ایک تبلیغی جماعت ہو جو یہ بتائے کہ ہم کیا بھول گئے ہیں اور ہمیں کیا کرنا ہے؟ اور یہ کہ امام عصرؑ کی نصرت کے لئے رضاکار کس طرح تیار ہوں گے؟" ممکن ہے کہ ہماری موجودہ نسل اس طرح کے پروگرام سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکے مگر یہ بیج جب دلوں کی زمین میں بو دیا جائے گا تو ان شاء اللہ ایک دو نسلوں کے بعد بارآور ہوگا اور پھر اس سلسلے میں ابتداء کرنے والی یہ موجودہ نسل بھی مثاب ہوگی۔ پس آئندہ نسلوں کے لئے دنیا کو خوبصورت اور امن و عافیت کا مقام بنانے اور آخرت میں یقینی کامیابی کے لئے آگے بڑھیئے پروردگار عالم آپ کا حامی و ناصر ہوگا۔

ہم اہل تشیع کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن پاک پر مکمل ایمان رکھتے ہیں اور اس کے کل احکامات پر عمل کرتے ہیں جیسے امامت۔ خمس وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ دوسرے مسلمان نہیں مانتے مگر ہم لوگ مانتے ہیں۔ مزید کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر و احسن**

تاویلاً" اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور صاحبان امر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑا ہو کسی بات میں تو اس کو رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر۔ یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام" (سورہ نساء آیت ۵۹) دوسرے مسلمان صاحبان امر سے مراد حکومت کرنے والوں کو لیتے ہیں جبکہ ہمارے نزدیک صاحبان امر وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے امام بنائے گئے اور ہم تمام ائمہ کو صاحبان امر مانتے ہیں اور ان کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ بات ۲۵۶ھ تک تو تسلیم کی جاسکتی ہے کیونکہ اس وقت تک ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام بقید حیات اور ظاہر تھے عوام اور خواص دونوں ان تک کسی نہ کسی ذریعہ سے رسائی رکھتے تھے۔ اپنے خمس کا مال ان تک پہنچاتے تھے اور اپنے مسائل کا حل ان سے دریافت کرتے تھے۔ ۲۵۶ھ سے ۳۲۸ھ تک یعنی غیبت صغریٰ کے دور میں بھی جو تقریباً ۷۰/۷۲ سال کا دور تھا امام عصرؑ کے مقرر کردہ نائبین کے ذریعہ مال خمس آپؑ تک پہنچایا جاتا تھا اور اپنے مسائل کا حل اور اپنے سوالات کے جوابات حاصل کئے جاتے تھے۔ ۳۲۸ھ کے بعد امام عصرؑ نے اپنے نائبین مقرر کرنا موقوف کردیئے اور اپنے شیعوں کو ہدایت کردی کہ وہ مسائل کے حل کے لئے ان دین دار حضرات سے رجوع کریں جو مسئلہ کے حل کے لئے ہماری حدیثیں بیان کریں۔ وہ تم پر حجت ہیں اور میں ان پر حجت ہوں۔

حضور اکرمؐ کے بعد مسلمانوں نے دین کے معاملات میں اپنی عقل اور رائے کا استعمال شروع کردیا جس کے نتیجے میں واقعہ کربلا پیش آیا۔ چونکہ وہ لوگ امامت کے ایسے قائل نہیں ہیں جیسے ہم لوگ ہیں اس وجہ سے ہم ان کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتے مگر اہل تشیع جو امامت کے قائل ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور اللہ کے حکم سے پردہ غیبت میں ہیں اور اللہ ہی کے حکم سے ظہور کریں گے اور اس دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھردیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھرچکی ہوگی لیکن اہل تشیع نے بھی امام عصرؑ کے پردہ غیبت میں چلے جانے کے بعد وہی کام کیا جو مسلمانوں کے دوسرے فرقوں نے کیا تھا یعنی دین کے معاملات میں اپنی ناقص عقل اور رائے کا استعمال۔ جس کے لئے ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام نے سختی سے منع کیا ہے۔

یہ بات انتہائی افسوس سے کہنا پڑ رہی ہے کہ ایک طرف ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم لاوارث نہیں بلکہ ہمارا امام زندہ ہے اور ہماری اور ہمارے دین کی حفاظت کررہا ہے۔ اور دوسری طرف ہمارا عمل اس کے برعکس ہے کہ ہم دین کے معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کرنے کے بجائے اپنی عقل اور رائے سے کام لیتے ہوئے نہ صرف ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حکم کی خلاف ورزی کررہے ہیں بلکہ دین میں بھی بگاڑ پیدا کررہے ہیں۔ کیا ایسا کرنا منافقت نہیں ہے؟

پروردگار عالم نے گو صاحب الزماںؑ کو غیبت میں رکھا ہوا ہے لیکن وہ اہل ایمان کے مسائل اور پریشانیوں کو حل فرماتے رہتے ہیں۔ ہماری ذمہ داری امام عصرؑ سے رجوع کرنا ہے جس کا طریقہ شاید عوام الناس نہ جانتے ہوں مگر دین سے آگاہی رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں اور ہماری کتابیں ایسی باتوں سے بھری پڑی ہیں۔ کیا کوئی مسئلہ امام عصرؑ کے لئے مشکل

ہے ؟ کیا ہمارے کسی امامؑ نے کسی شخص کو کسی وقت یہ کہہ کر ٹال دیا ہو یا منع کر دیا ہو کہ یہ میں نہیں جانتا۔ ہمارے کسی امام نے کسی سوال کرنے والے کو کبھی مایوس نہیں کیا چاہے سوال کسی نوعیت کا ہو۔ دینی ہو یا دنیاوی، ریاضی کا ہو یا معاشیات کا، بیماری کا ہو یا صحت کا، سائنس کا ہو یا جغرافیہ کا۔ ایسے ان گنت واقعات کتابوں میں درج ہیں کہ لوگوں نے اپنی پریشانیوں اور مشکل حالات میں امام عصرؑ سے رجوع کیا اور آپؑ نے فوراً مدد کی۔ آپ کے اذہان عالیہ میں یقیناً بہت سے واقعات ہوں گے۔ صرف یاد دہانی کے لئے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ یہ کہ انگریزوں کے تسلط کے دوران بحرین کے ایک ناصبی وزیر نے والیٔ بحرین کی خدمت میں ایک انار پیش کیا جس پر کچھ نام ابھرے ہوئے تھے۔ اور کہا یہ دیکھیں یہ کتنی بزرگ ہستیاں تھیں جن کے نام اللہ تعالیٰ نے انار پر لکھے ہیں۔ آپ اہل تشیع کو بلا کر دکھائیں اور جواب طلب کریں اگر کوئی معقول جواب نہ ملے تو سب کو مذہب تبدیل کرنے کا حکم دیں بصورت دیگر انہیں قتل کرادیں والیٔ بحرین اس کی باتوں میں آگیا اور چند ذمہ دار اہل تشیع کو بلوا کر انار دکھایا اور وزیر کے حسب منشاء فیصلہ سنا دیا۔ شیعوں نے جواب کے لئے تین دن کی مہلت طلب کی اور پریشانی کے عالم میں امام عصرؑ سے رجوع کیا۔ آپؑ نے حقائق سے پردہ اٹھایا اور صحیح صورت حال سے ان لوگوں کو آگاہ کیا کہ مذکورہ وزیر نے مٹی کا سانچہ بنوا کر ایک انار پر باندھ دیا اور جب یہ انار بڑا ہوا تو یہ نام اس پر ابھر آئے۔ یہ سانچہ وزیر کے گھر کے فلاں کمرے میں ایک طاق میں ہے۔ حکمراں کو ساتھ لے جاکر یہ سانچہ دکھلا دینا تاکہ وہ خود تمام حالات کا مشاہدہ کرے۔ غرض حسب ہدایت ایسا ہی کیا گیا۔ جب حکمراں کے سامنے ساری حقیقت آگئی تو اس نے وزیر کو قتل کرادیا اور مذہب حقہ اختیار کر لیا۔ (حوالے کے لئے بحارالانوار جلد ۱۳۔ اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں)۔

جیسا کہ سطور بالا میں تحریر کیا گیا کہ امام عصرؑ نے حکم دیا کہ اپنے مسائل کے حل کے لئے ان لوگوں سے رجوع کرو جو ہماری حدیثیں بیان کریں۔ اس واضح ہدایت کی روشنی میں ہمیں دیکھنا ہے کہ وہ کون حضرات ہیں جو امامؑ کے اقوال سنا کر لوگوں کے مسائل حل کر رہے ہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے اور ابھی تک اس طریقۂ کار کو فروغ نہیں ملا تو پوری قوم مسئول اور ذمہ دار قرار پائے گی۔ خدا ہمیں کسی ابتلاء میں پڑنے سے محفوظ رکھے۔ حقیقتاً ہدایات و تعلیمات ائمہ علیہم السلام پر عمل کرنا دین و دنیا کی فلاح کا باعث ہے تو کیا یہ یقین رکھنے کے باوجود ہم معصومینؑ کی کچھ ہدایات پر عمل اور کچھ ہدایات سے روگردانی کرتے رہیں گے ؟ جو منافقت کے زمرہ میں آتا ہے۔

انسان حسب حیثیت کوشش کرتا ہے مگر مقصد میں کامیابی اس وقت ہوتی ہے جب پروردگار عالم چاہتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا معاملہ ہمارے ساتھ بھی گزرا ہے۔ " کمال الدین و تمام النعمہ " کے ترجمہ کرانے کے سلسلے میں جن مشکلات اور حالات کا سامنا ہمیں کرنا پڑا ان کی تفصیلات انتہائی افسوسناک ہیں۔ جنہیں سنا کر ہم آپ کو رنجیدہ نہیں کرنا چاہتے۔

حرف آخر کے طور پر آپ سے عرض ہے کہ ادارہ الکساء پبلیشرز کے ہر فرد نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بہترین طریقہ

سے بروئے کار لاتے ہوئے اس بات کی مکمل کوشش کی ہے اور پروردگار عالم سے ائمہ طاہرینؑ کے توسط سے دعا بھی کی ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی قسم کی خامی یا غلطی نہ رہنے پائے کیونکہ یہی ہمارے اختیار میں تھا اس کے باوجود اگر کوئی خامی یا غلطی رہ گئی ہو تو آپ ہماری معذرت قبول فرمائیں لیکن اس خامی یا غلطی کی طرف ہماری توجہ مبذول ضرور فرمائیں تاکہ آئندہ کی اشاعت میں آپ کے شکریہ کے ساتھ اس غلطی کا ازالہ کیا جاسکے۔

والسلام

خاکپائے اہلبیت

سید فیضیاب علی رضوی

سید اشتیاق حسین نقوی

جلد اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے

تمہید

مؤلف کا تعارف اور ان کے مختصر حالات زندگی

وہ شیخ اعظم ابو جعفر محمد بن علی بن الحسن بن بابویہ ہیں جو صدوق کے نام سے مشہور ہیں۔ چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ اثنا عشریہ کے اعلام میں سے تھے، طائفہ کے سرداروں کے سردار، حق اور دین کے مینار، نابغہ روزگار، اپنے ماسلف کے پیشوا، وصف و مدحت کا دائرہ ان کی شخصیت کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، زبان قلم ان کی توصیف بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پوری امت مسلمہ ان کی پیشوائی اور بلند مرتبتی کی قائل ہے۔ وہ حضرت صاحب الزماں عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی دعا سے پیدا ہوئے اور آپؑ کی جانب سے ایک تحریر ان کے بارے میں جاری ہوئی ہے کہ " وہ بہت ہی نیک اور بابرکت فقیہ ہیں " اس تحریر مقدس کے بعد ان کے بارے میں جو کچھ بھی زبان سے جاری ہو جائے یا نوک قلم سے ورق پر ثبت ہوجائے وہ یقیناً ان کی عظمت اور شان سے بہت کم ہوگا۔ ان کی برکات تمام لوگوں کا احاطہ کر چکی ہیں اور ان کی تالیفات اور کتابوں سے ہر خاص و عام نے نفع اٹھایا ہے۔ ان کے علم و عمل کے جس نمونے کی طرف بھی اشارہ کریں گے تو اس کو ان کے اعلیٰ مقام اور عظمت کی گواہی دیتے ہوئے پائیں گے۔ اور جو شخص کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کرے اور عظیم شخصیات کے حالات زندگی پر مبنی کتابوں کو پڑھے تو ان (شیخ صدوق) کو فضائل کی کثرت اور علم کی بہتات کی بناء پر اپنے بعد آنے والوں کا امام اور پیشوا پائے گا۔ فقہ کے وہ علمبردار ہیں، حدیث میں وہ درایت اور روایت کے امام ہیں اور علم کلام کے وہ رمز شناس ہیں۔

انہوں نے اپنے وجود میں علم کی کثرت، عقل کے کمال، حسن فہم، اعلیٰ یادداشت اور اعلیٰ ذکاوت کے ساتھ بلند ہمتی کو جمع کرلیا۔ انہوں نے احادیث کے حصول اور مشائخ سے بالمشافہ دیدار کے لئے اپنے جائے پیدائش سے دور دراز

علاقوں کی طرف سفر کیا ۔ ان میں رے ، استرآباد ، گرگان ، نیشاپور ، مرورود ، سمرقند ، فرغانہ ، بلخ ، ھمدان ، بغداد ، فید اور مکہ و مدینہ شامل ہیں ۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ سفر کے عظیم فوائد ہیں ۔ یہ عقل و ذہن کو مہذب کرنے اور علم میں نبوغ حاصل کرنے کا نزدیک ترین راستہ ہے ۔ اس کے علاوہ اس میں علم کی نشر و اشاعت ، مذہب کی ترویج اور حقائق کو پھیلانے جیسے امور بھی سرانجام پاتے ہیں ۔ اور اگر اس امت میں ایسی عظیم ہستیاں نہ ہوتیں جو راہ سفر اختیار کرتیں اور پہلے خود سرچشمہ علم سے سیراب ہوتیں پھر اسکو رواں کرتیں تو بہت سی اقوام جہالت اور گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکتی رہتیں اور فکر و عقل کی پستی میں پڑی رہتیں ۔ اور اگر راہِ سفر اختیار کرنے والی ہستی ہوشیار ، سعی و کوشش کرنے والی اور عارف ہو تو دوسرے علاقوں کے علماء سے علم و معرفت کی ایسی باتیں حاصل کرے گی جو اپنے علاقے کے علماء سے نہ ملتی ہوں اور بہت سی باتیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گی جو اپنے اساتذہ سے نہ ملتی ہوں ۔ اسی طرح ایسی ہستی سے بھی لوگ وہ چیزیں حاصل کریں گے جو اپنے ملک کے علماء سے حاصل نہیں ہوسکتیں اور ایسی باتیں سنیں گے جو اپنے مشائخ سے نہیں سنیں ۔ اور کتنے مناظرے اس مسافر عالم دین اور دوسرے ملکوں کے علماء کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور اس کے نتیجے میں فریقین پر حقیقت واضح ہوجاتی ہے اور مذہب حقہ ظاہر ہو جاتا ہے اور یوں ان کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے اسی طرح کے اور بھی فوائد ہیں ۔ چنانچہ خداوند کریم کا ارشاد ہے ۔ **فلو لا نفر من کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا فی الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون** (سورہ توبہ آیت ۱۲۲) [کیوں ہر گروہ میں سے ایک جماعت راہ سفر اختیار نہیں کرتی تاکہ علم دین حاصل کرے اور اپنی قوم کو (عذاب خدا سے) ڈرائے جب وہ اپنی قوم کی طرف پلٹ کرجائے ۔ شاید وہ خدا سے خوف کھائیں ۔]

ہمارے یہ بزرگوار (شیخ صدوق) اس میدان کے شہسوار ہیں ، جنہوں نے سب پر سبقت حاصل کی اور کوئی بھی شخص ان کی کامیابیوں کا دسواں حصہ بھی نہ پاسکا ۔ دراصل وہ اپنے سفروں کی محنتوں اور مشقتوں کو بہت ہی آسان گردانتے تھے اور راہ پیمائی کی تھکن کو غیر اہم سمجھتے تھے ۔ انہوں نے بے آب و گیاہ بیابانوں ، جنگلوں ، مختلف شہروں اور صحراؤں کو طے کیا اور دشوار گذار پہاڑوں کو سر کیا بڑے بڑے ملکوں سے گذرے اور اس حالت میں کہ اس زمانے میں ایک مسافر کے لئے کتنے ہی خطرات درپیش ہوتے تھے اور سواری اور سفر کی محنتوں کا حال ناگفتہ بہ تھا ۔

اگر آپ ان کی مسافرتوں کی تفصیلات جاننا چاہتے ہیں تو لیجئے بغور مطالعہ کریں :

وہ شہر قم میں پیدا ہوئے اور وہیں انہوں نے نشو نما پائی ۔ وہاں کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور علماء قم سے کسبِ فیض کیا ۔ اس کے بعد شہر " رے " کے باشندوں کی التماس اور درخواست کی وجہ سے اس طرف کا رخ کیا اور وہیں سکونت پذیر ہوئے ۔ اس کے بعد امام رضاؑ کے روضہ مطہرہ کی طرف سفر کیا وہاں سے واپس شہر " رے "

کی طرف آئے ۔ دوران واپسی راستہ میں نیشاپور کے بزرگوں نے انہیں گھیر لیا اور علماء ان کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہوئے ، ان کے انوار سے فائدہ حاصل کیا اور ان سے کسبِ فیض کیا اس طرح موصوف نے بھی اس شہر کے مشائخ عظام جن میں ابو علی حسین بن احمد بیہقی جیسے بزرگ شامل تھے سے ان کے گھر میں احادیث سنیں ۔ اسی طرح عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری ، ابو منصور احمد بن ابراہیم ابن بکر الخوری ، ابو سعید المعلم محمد بن الفضل بن محمد بن اسحاق مذکر نیشاپوری ، ابو طیب حسین بن احمد بن محمد رازی ، عبداللہ بن محمد بن عبدالوھاب سجزی اور ابو نصر احمد بن حسین بن احمد بن عبید سے احادیث سماعت کیں ۔

ان کے نیشاپور میں قیام کے دوران لوگ جوق در جوق ان کے پاس آتے تھے ۔ انہوں نے ان ملاقاتوں میں یہ محسوس کیا کہ ان میں سے اکثر حضرت حجت (عج) کے بارے میں شک و شبہ اور سرگردانی میں مبتلا ہیں اور دلائل کے قائل نہیں ہیں تو اپنی پوری جدوجہد اور کوشش اس راہ میں مرکوز کی کہ انہیں راہ راست کی طرف لائیں اور شک و شبہے کو زائل کردیں ۔ اور اپنے علم اور فضل کے ذریعے ان کی سماعتوں اور بینائیوں کو بہرہ مند کردیں ۔ یوں وہاں آپ کی برتری اور بزرگی پر سب متفق ہوئے اور مشائخِ خراسان کے سردار کا لقب آپ کو دیا گیا ۔ پھر وہاں سے " مروالروذ " کی طرف رخ کیا ، یہاں انہوں نے ایک جماعت سے احادیث سنیں ان میں ابوالحسین محمد بن علی بن الشاہ فقیہ اور ابو یوسف رافع بن عبداللہ بن عبدالملک شامل ہیں ۔ اس کے بعد انہوں نے بغداد کا رخ کیا یہاں لوگوں نے نہایت احترام اور اکرام کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور طائفۂ امامیہ کے بزرگوں نے ان سے احادیث سماعت کیں ۔ بغداد میں مشائخ کی ایک جماعت سے انہوں نے احادیث سنیں جن میں حسن بن یحییٰ علوی حسینی جو ابن ابی طاہر کے نام سے مشہور ہیں ، ابرھیم بن ہارون ہیتی ، علی بن ثابت دوالیبی اور محمد بن عمر الحافظ شامل ہیں ۔ بغداد میں آپ دو بار آئے پہلی بار ۳۵۲ ھ میں اور دوسری مرتبہ ۳۵۵ ھ میں ۔

بیت اللہ الحرام کی زیارت کے بعد واپسی میں جب آپ شہر فید میں پہنچے تو ابو علی احمد بن ابی جعفر بیہقی نے آپ کو احادیث سنائیں ۔ اس کے بعد آپ کوفہ میں داخل ہوئے وہاں کے مشائخ سے آپ نے احادیث سنیں جن میں محمد بن بکران نقاش ، احمد بن ابراہیم بن ہارون قاضی فامی (سبزی فروش) سے مسجد کوفہ میں ، حسن بن محمد بن سعید ہاشمی کوفی ابوالحسن علی بن عیسیٰ مجاور سے مسجد کوفہ میں ابوالقاسم حسن بن محمد السکری مذکر ، ابو ذر یحییٰ بن زید بن العباس بزاز (کپڑا فروش) اور ابو الحسن علی بن الحسین بن سفیان بن یعقوب الہمدانی سے ان کے گھر میں (حدیث سنی) شامل ہیں ۔ اسکے بعد ھمدان میں داخل ہوئے اور وہاں قاسم بن محمد بن احمد بن عبدویہ السراج ، فضل بن الفضل بن العباس کندی اور محمد بن الفضل بن زیتویہ جلاب ھمدانی سے احادیث سنیں ۔ اسکے بعد بلخ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں کے بزرگ علماء منجملہ حسین بن محمد اشنائی الرازی العدل ، حسین بن احمد استرآبادی حسن بن علی بن محمد بن علی بن عمر عطار ،

حاکم ابو حامد احمد بن الحسین بن علی، عبیداللہ بن احمد الفقیہ، طاہر بن محمد بن یونس بن حیوۃ الفقیہ اور ابوالحسن محمد بن سعید سمرقندی الفقیہ شامل ہیں سے احادیث سنیں اس کے بعد آپ ایلاق میں داخل ہوئے اور آپ کو محمد بن عمرو بن علی بن عبداللہ بصری، محمد بن الحسن بن ابراھیم الکرخی الکاتب، ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن الفضل الشاشی الحاکم اور ابوالحسن علی بن عبداللہ ابن احمد اسواری نے احادیث سنائیں۔ اس قصبہ میں شریف الدین ابو عبداللہ جو ابن نعمہ کے نام سے مشہور ہیں آپ سے ملاقات کے لئے آئے اور آپ سے درخواست کی کہ فقہ، حلال و حرام اور شرایع و احکام کے بارے میں ایک کتاب تصنیف کریں تو آپؒ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور ان کے لئے کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** تصنیف کی۔ اس کے بعد "سمرقند" میں داخل ہوئے اور وہاں ابو محمد عبدوس بن علی بن العباس الجرجانی اور ابو اسد عبدالصمد بن عبدالشہید الانصاری سے احادیث حاصل کیں۔ فرغانہ کے سفر میں تمیم بن عبداللہ القرشی ابو احمد محمد بن جعفر البندار الشافعی الفرغانی، اسماعیل بن منصور بن احمد القصار اور ابو احمد محمد بن ابو عبداللہ الشافعی نے آپ کو احادیث سنائیں۔

یہ سب کچھ صرف کتابِ خدا سے تمسک اور خاندانِ وحی سے رابطہ رکھنے، ان کے حریم سے دفاع کرنے، خدمت کے فرائض انجام دینے، حق کا فرض ادا کرنے، معارف کے پرچم گاڑنے اور مذہب کی ترویج کرنے کے لئے تھا۔

یقیناً انہوں نے (خدا کی رضوان ان پر ہو) تاریخ اسلام میں اپنی ذات کے لئے ایک روشن اور وسیع باب کھولا ہے اور اسکا دائرہ برج جوزاء کے برابر ہے۔ اور اس میں ان کی تالیفات اور آثار چمک رہے ہیں۔ زمانے کی گردش اسے مٹا نہیں سکتی۔ کیوں ایسا ہو وہ تو دریائے پر تلاطم و ذخار ہیں۔ حدیث اور روایات کے شیخ المشائخ ہیں۔ اپنی تالیفات سے انہوں نے گوشہ ہائے عالم کو منور کردیا، فتاویٰ میں وہ وسیع مرجعیت کے مالک تھے۔ عالم اسلام کے گوشہ و کنار سے اور علمی حلقوں کی طرف سے مختلف موضوعات سے مربوط سوالات ان کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے اور ان کی طرف سے جوابات دیئے جاتے تھے۔ اس بارے میں نجاشی نے اپنی کتاب رجال میں جوابات "المسائل" کے عنوان سے جو کچھ ضبط تحریر کیا ہے وہ آپ کی آگہی کا باعث ہوگا۔ نجاشی کہتے ہیں ان (صدوق) کی ایک کتاب "قزوین" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات، "مصر" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات، "بصرہ" سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات اور "مدائن سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات" کے عنوان سے ہے۔ ایک کتاب "نیشاپور کا سوال" اور ایک کتاب وہ ہے جو انہوں نے بطور خط ابو محمد فارسی کے لئے بھیجی، دوسرا خط بغداد کی طرف بھیجا اور یہ ایک خط کا جواب ہے جو ماہ رمضان المبارک کے بارے میں بھیجا گیا تھا اور ایک خط "رے" کے باشندگان وغیرہ کے لئے غیبت کے بارے میں بھیجا گیا تھا۔

اسی طرح مذہب حقہ کی حمایت اور باطل کے مقابلے کے سلسلے میں مناظرے اور تسلی بخش جوابات بھی موجود ہیں ان میں سے ایک مناظرہ وہ ہے جو بادشاہ رکن الدولہ بویہی دیلمی کے دربار میں واقع ہوا اور یہ اس وقت کی بات ہے

جب ان کی برتری کی خبر اور شہرت دنیا کے گوشہ و کنار تک پھیل گئی تھی ۔ بادشاہ نے ان کے پاس اپنا نمائندہ بھیجا اور ان سے التماس کی کہ وہ ان کے پاس تشریف لائیں ۔آپؒ جب دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے ان کا خود استقبال کیا ، اپنے پاس بٹھایا اور ان کی تعظیم و تکریم اور احترام بہت زیادہ کیا ۔ اور ان کے سامنے مذہب کے بارے میں نہایت پیچیدہ سوالات پیش کئے ۔آپ نے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے اور روشن دلائل کے ذریعے مذہب کی حقانیت ثابت کی بادشاہ اور حاضرین نے قبول کیا اور مخالفین کے لئے آپ کے دلائل کو تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار باقی نہ رہا ۔

نجاشی نے آپ کی کتابوں کے ضمن میں " رکن الدولہ کے حضور واقع ہونے والی محفل (مناظرہ) کا تذکرہ " ، " ایک اور محفل (مناظرہ) کا تذکرہ " ، " تیسری محفل مناظرہ کا تذکرہ " ، " چوتھی محفل مناظرہ کا تذکرہ " ، " پانچویں محفل مناظرہ کا تذکرہ " کے عنوان سے کیا ہے ۔ ان مجالس مناظرہ میں سب سے اہم بات مذہب امامیہ کی حقانیت کا اثبات بالخصوص مسئلہ غیبت کا اثبات تھا ۔

(مناظروں کا یہ اہتمام) اس لئے کیا گیا کہ جب سے شیعہ فرقہ اثناء عشریہ اپنے پیشوا سے جدا ہوا ان میں تفرقہ آیا وہ تنزلی کا شکار ہوئے اور حق کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے حیرت اور سرگردانی کا شکار ہوئے پس حضرت حجت (عج) کا معاملہ آپ کے پسندیدہ نائبین کے زمانے سے چوتھی صدی کے وسط تک غیب کے پردہ میں مخفی رہا کہ کبھی سرگوشی یا پس پردہ آواز کی طرح سنائی دیا کرتا تھا ۔ اس معاملہ سے سوائے گنتی کے چند افراد کے کوئی واقف نہیں تھا اور آپ کو شیعوں میں سے خاص خاص افراد کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا ۔ اور یہ لوگ بھی آپؑ کا نام یا آپؑ کی صفت (لقب وغیرہ) ظاہر نہیں کرسکتے تھے ۔ اپنے اجتماعات میں وہ آپؑ کو کبھی صاحب کبھی غریم کبھی رجل اور کبھی قائم بتاتے تھے ۔ اور اپنے آپس میں رمز کے طور پر (م ح م د) سے تعبیر کرتے تھے ۔یوں امامؑ کا معاملہ ان دنوں میں نہایت خفیہ تھا ۔ دوسری طرف شکوک و شبہات کی کثرت تھی جو مخالفین جیسے زیدیہ (اور یہ اس میں اہم کردار ادا کر رہے تھے) کیسانیہ ، اسماعیلیہ اور واقفہ جو امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کے بعد کے ائمہ کو نہیں مانتے تھے سے ظاہر ہو رہے تھے یہ لوگ باہم متحد ہوگئے اور پیہم آگے بڑھتے رہے اور روز بروز شدت پکڑتے گئے یہاں تک کہ معاملہ عقائد میں تزلزل اور امامؑ غائب کے بارے میں حیرت اور سرگردانی کی جانب بڑھا اور سادہ لوحوں کی جماعت کے دین و مذہب سے پھر جانے اور جن پر وہ اور ان کے آباء و اجداد قائم تھے اس سے ہٹ جانے پر منتج ہوا ۔

مؤلفؒ نے اس عظیم خطرے کو محسوس کیا اور اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تاکہ شیعوں کو اس وبائی شر اور یقینی نابودی اور حتمی ہلاکت سے محفوظ رکھا جاسکے ۔ اگر آپؒ کی کوششیں نہ ہوتیں اور ان کے مناظرے نہ ہوتے جو انہوں نے شہر " رے " میں مخالفین کے ساتھ رکن الدولہ بویہی کے سامنے اور نیشاپور میں ان کے حضور شرفیاب ہونے

والوں کے ساتھ اور بغداد میں ایک سے زیادہ منکرین کے ساتھ کئے تھے تو مذہب امامیہ کی رسی ٹوٹ جاتی اور حضرت حجتؑ پر ان کا اعتقاد زائل ہو جاتا ان کا نقش بھی باقی نہ رہتا اور ان کا انجام نابودی، خفت، ہلاکت اور انہدام ہوتا۔

حدیث و تاریخ کی یہ کتابیں ہمیں اس عظیم مجاہد اور مردان علم کی کثیر تعداد کے کردار کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ انہوں نے حق کی حمایت اور افکار عامہ کو روشن کرنے، مخالفین کے شبہات اور ان کے دشمنی پر مبنی فضولیات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور فرقہ حقّہ کو زوال کے خطرے اور نابودی سے نجات دلانے کے لئے کس طرح قیام کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین علماء کو بہترین جزا عنایت فرمائے۔

قیمتی تالیفات

شیخ صدوق رحمتہ اللہ علیہ نے تمام فنون اسلامی پر بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں ان کی تالیفات میں ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے جو امت مسلمہ کی تمام ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ تمام تالیفات نئے انداز اور جدید ترتیب کی حامل ہیں۔ ان کی تعداد جیسا کہ شیخ طوسیؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ تین سو ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر ضائع ہوگئیں اور ان کی تحریریں مٹ گئیں یا بوسیدگی کی نظر ہو گئیں یا کتب خانوں کے گوشوں میں پڑی پڑی خراب ہو گئیں اور وادی فراموش کے سپرد ہو گئیں۔ پس وہ مٹ گئیں اور جو باقی رہ گیا وہ صرف اس کا نقش ہے اور جو نابود ہو گئیں صرف ان کا نام باقی رہ گیا۔ ہاں ان میں سے کچھ صدیوں تک رہیں لیکن پھر اس طرح سے گم ہو گئیں کہ گویا آسمان کی طرف اٹھا لی گئیں۔ اور ان میں سے جو ہمارے پاس ہے وہ اس عظیم دولت میں سے بالکل تھوڑا سا ہے جس کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہے۔ لیکن یہ تعداد بھی اغلاط کی کثرت، نقائص اور تحریفات کی وجہ سے غیر معیاری طباعت کی بھینٹ چڑھ گئیں اور اسطرح سے اشاعت پذیر ہوئیں کہ جس سے نہ علم راضی ہے نہ اہل علم۔ کیونکہ ان کتب میں سے اکثر کتب کی طباعت کا اہتمام ان لوگوں نے کیا جو نہ علم کی قیمت سے واقف تھے اور نہ کتاب کی ارزش سے اور نہ ہی انہیں اس فن کا تجربہ تھا۔

یوں اس یکتائے زمانہ مؤلف کی کتب غارت شدہ ورثہ اور ضائع شدہ علم بن گئیں جبکہ وہ مفید علم، روشن دلیلیں نور، ہدایت، روشنی جو امت کے لئے باعث فخر ہی نہیں بلکہ اسکی ترقی اور پیشرفت پر گواہ اور اسکے رشد و تکامل کا معیار تھیں زمانے نے ان کتب کو نابود کر دیا اور ان کے اعلیٰ و ارفع اثرات کو مٹا دیا۔

یہ آفت صرف شیخ صدوقؒ کی کتب تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس نے بہت سی عظیم ہستیوں کی تالیفات کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ لیجئے ابن قولویہ کے بارے میں بتادوں کہ ان کی تالیفات میں سے سوائے کتاب " کامل الزیارات " کے اور کچھ بھی باقی نہ رہا جبکہ ان کی تعداد فقہ کے ابواب کے برابر ہے۔ شیخ مفیدؒ کی تقریباً دوسو تالیفات ہیں

ان میں سے معدودے چند کے باقی سب ناپید ہوگئیں ۔ اسی طرح شیخ طوسیؒ اور علامہ حلیؒ کی تالیفات کا حال ہے ۔ طریحی نے اپنے کتابی مجموعہ میں بعض اعلیٰ پایہ کے علماء سے نقل کیا ہے کہ علامہ حلیؒ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی پانچسو تصانیف ملی ہیں اور یہ علامہ کی ان کتابوں کے علاوہ ہیں جو دوسروں کے ہاتھوں لکھی گئی ہیں ۔ ان کی تصانیف میں سے نوے فیصد ضائع ہوگئیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ صدیوں میں مسلمانوں کی آپس میں خونریز جنگیں واقع ہوئیں ، فتنے برپا ہوئے اور اس دوران بہت سے کتب خانے غارت گری کا نشانہ بنے ۔ کبھی ان کتابوں کو جلایا گیا اور کبھی دریاؤں کے سپرد کردیا گیا ۔ اس کے بعد جو کتب بچ گئیں وہ تاتاریوں کے حملے کا شکار ہوگئیں ۔ پس ہمارے قلمی آثار ہمیشہ آفتوں اور حوادث کا نشانہ بنتے رہے ۔ حالیہ دور میں بھی جب ہم غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو دور دراز علاقوں سے کچھ لوگ جو کتاب کی قدر و قیمت ، علم کی روشنی اور قلمی آثار کی اہمیت سے واقف تھے ہمارے پاس آئے اور ہم سے عظیم علمی خزینوں کو چھین لیا اور اس کے بدلے ہمیں ناچیز معاوضہ دیا اور ہم اسی پر راضی رہے ۔

اب میں کلام کو طول دے کر آپ کو تھکانا نہیں چاہتا اور یہ میرا مقصد بھی نہیں ہے ۔ بلکہ ہم ان ناگوار باتوں کی طرف باتوں باتوں میں پہنچ گئے ۔ دراصل میں چاہتا ہوں کہ قارئین اس بات سے آگاہ ہوجائیں تاکہ حقیقت کی نگاہیں کھول کر غور و فکر کے ساتھ ان خطرات کو دیکھیں جو ہماری لاپروائی کی وجہ سے سر پر منڈ لارہے ہیں ۔ کیونکہ ہم اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی کوشش کرنے سے باز رہے ہیں ۔ حقیقتوں کا سامنا کرنا اور انہیں حقیقت کی نگاہ سے دیکھنا عیب اور برائی نہیں ہے ۔ یہ قلمی نسخوں کے انجام کے بارے میں مختصر سی گزارش تھی ۔

لیکن آیئے مطبوعہ کتب کے بارے میں بھی جان لیجئے ان کی تباہی کچھ اس طرح ہے کہ یہ بدترین صورت میں چھاپ کر شائع کی گئی ہیں ۔ ان کے نقائص میں تحریف ، اغلاط اور دوسری برائیوں کے علاوہ یہ برائی بھی ہے کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی اصل کیا ہے اور وہ کس نسخے کے مطابق ہے ، کس نے تصحیح کی اور اس نے اصل کے ساتھ اس کا موازنہ بھی کیا ؟ ان ساری باتوں سے چشم پوشی بھی کرلی جائے تو ان کتابوں کے بارے میں آپ کیا گمان رکھیں گے جن کے ساتھ پیشہ ور کتب فروش اور چھاپہ خانے والے بدترین سلوک کرتے ہیں ۔

ایسی کتابیں جب محقق کے ہاتھ لگتی ہیں تو اگر ایک جملہ ، ایک لفظ یا ایک سطر کو وہ سمجھنا چاہے تو حیران و پریشان رہ جاتا ہے کبھی کتاب کے متن کا مطالعہ کرتا ہے کبھی اس کے حاشیہ پر غور کرتا ہے پھر کافی غور کے بعد بھی اسے سمجھ میں نہیں آتا اور کف افسوس ملتا رہتا ہے ۔ اسطرح ایک ان پڑھ ناشر یا نادان کاتب کی سہل انگاریوں کے باعث محقق کی ساری محنتیں ضائع ہوجاتی ہیں ۔

ہاں ! اس غبار آلود فضا میں کچھ کتابیں ستاروں کی مانند چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں جن کی تصحیح بعض بزرگ علماء کرام نے کی ہے ۔ خدا ان کو اسلام کی خدمت کرنے کے عوض اجر عنایت فرمائے اور صرف یہی وہ کتب ہیں جن پر اعتماد کیا

جاتا ہے ۔

رہی کتب فروشوں کی بات تو یہ جماعت ایسی ہے کہ ان میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جو کتاب کی قدر و قیمت سے بالکل واقف نہیں ہیں ، وہ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ اپنے جرائم کا نام کتاب رکھ لیتے ہیں پھر انہیں شائع کرتے ہیں اور لوگ ان کتابوں کو احترام و تعظیم کے ساتھ لے لیتے ہیں وہ بے چارے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کتابیں صحیح ہیں اس لئے ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ان میں لکھے گئے مطالب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں صحیح کتب کی تعداد بہت کم ہوتی ہے ۔

جن علمی کتب پر یہ آفات نازل ہورہی ہیں ان میں خاص طور پر احادیث ، تفاسیر ، فقہ اور علم کلام شامل ہیں ۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چھپی ہوئی کتب اکثر ناقابل اعتماد ہوتی ہیں اور ان پر غفلت زدہ لوگ ہی اعتماد کرتے ہیں ۔ اس سلسلے میں بہت سی باتوں کی گنجائش موجود ہے اور میں اس مختصر وقت میں ان پر تفصیلی بات نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ تفصیلی گفتگو کا موقعہ ہے ۔ لہذا اس کو چھوڑ ہی دیتا ہوں ۔ مختصر کلام یہ ہے کہ مذہبی کتابوں کا امر سنگین ہے اس کے لئے وسیع کوششوں ، ہمہ پہلو صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی معارف کے سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں ۔ پس اس کے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے مردانِ علم ، علماءِ اسلام ، لغت سے واقف لوگ اور فن تصحیح کے ماہرین جو کتابوں کی تصحیح پر مکمل توجہ رکھتے ہوں اور انہیں موازنہ کرکے اصل کے ساتھ تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں ، سے رجوع کرنا چاہیئے ۔یہی وہ طریقہ اور روش ہے جو دنیا کی ہر قوم و ملت میں رائج ہے ۔ دوسری اقوام اپنی مذہبی کتابوں کو ایسے کتب فروشوں کے سپرد نہیں کرتیں جو ان کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھائیں ، ان کی طباعت سے تجارت کریں اور ان کی اشاعت سے اپنے خزانے بھریں ۔ وہ ناشرین جو اپنی دینی مطبوعات کی صحت کا مکمل خیال رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے ۔ ایسے ناشرین جو اپنی مطبوعات کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے پہچانتے ہوں محدود ہیں ۔ بعض فضلاء اور تصحیح کنندگان کی یہ روش رہی ہے کہ وہ حدیث کی کتابوں میں طبع شدہ بعض الفاظ کے بارے میں تحقیق کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر اور تاویل ان قرائن کے بناء پر کرتے تھے جو ان کے نزدیک اس کے لئے قرینہ کی حیثیت رکھتے تھے یا گمان اور دلائل جن معانی کی طرف اشارہ کرتے تھے ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کتابوں کے اصلی نسخوں کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے تاکہ ان کے اصل سے ان الفاظ کا ہونا یا نہ ہونا ثابت کرسکیں ۔

اور یہ کام حدیث کو اخذ کرنے اور اس کی بناء پر استدلال کرنے کے سلسلے میں لغزش کا باعث ہوتا ہے ۔ بلکہ ایسی لغزشیں حدیث کو نقل کرنے میں سرزد ہوجاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حرف یا لفظ چھپائی سے رہ جاتا ہے تو اس صورت میں حدیث کا معنی الٹ جاتا ہے اور اس کا مفہوم اپنی ضد میں بدل جاتا ہے اور پڑھنے والا ایسی

جاتا ہے۔

رہی کتب فروشوں کی بات تو یہ جماعت ایسی ہے کہ ان میں اکثریت ان پڑھ لوگوں کی ہے جو کتاب کی قدر و قیمت سے بالکل واقف نہیں ہیں، وہ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں بڑی بڑی غلطیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ وہ اپنے جرائم کا نام کتاب رکھ لیتے ہیں پھر انہیں شائع کرتے ہیں اور لوگ ان کتابوں کو احترام و تعظیم کے ساتھ لے لیتے ہیں وہ بے چارے یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ کتابیں صحیح ہیں اس لئے ان پر اعتماد بھی کرتے ہیں اور ان میں لکھے گئے مطالب کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں صحیح کتب کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔

جن علمی کتب پر یہ آفات نازل ہورہی ہیں ان میں خاص طور پر احادیث، تفاسیر، فقہ اور علم کلام شامل ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چھپی ہوئی کتب اکثر ناقابل اعتماد ہوتی ہیں اور ان پر غفلت زدہ لوگ ہی اعتماد کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سی باتوں کی گنجائش موجود ہے اور میں اس مختصر وقت میں ان پر تفصیلی بات نہیں کرسکتا اور نہ ہی یہ تفصیلی گفتگو کا موقعہ ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑ ہی دیتا ہوں۔ مختصر کلام یہ ہے کہ مذہبی کتابوں کا امر سنگین ہے اس کے لئے وسیع کوششوں، ہمہ پہلو صلاحیتوں کی ضرورت ہے اور یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے ہیں جو دینی معارف کے سلسلے میں مہارت رکھتے ہیں۔ پس اس کے متعلق امور کی انجام دہی کے لئے مردانِ علم، علماءِ اسلام، لغت سے واقف لوگ اور فن تصحیح کے ماہرین جو کتابوں کی تصحیح پر مکمل توجہ رکھتے ہوں اور انہیں موازنہ کرکے اصل کے ساتھ تطبیق کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، سے رجوع کرنا چاہیئے۔ یہی وہ طریقہ اور روش ہے جو دنیا کی ہر قوم و ملت میں رائج ہے۔ دوسری اقوام اپنی مذہبی کتابوں کو ایسے کتب فروشوں کے سپرد نہیں کرتیں جو ان کو اپنی خواہش کی بھینٹ چڑھائیں، ان کی طباعت سے تجارت کریں اور ان کی اشاعت سے اپنے خزانے بھریں۔ وہ ناشرین جو اپنی دینی مطبوعات کی صحت کا مکمل خیال رکھتے ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ ایسے ناشرین جو اپنی مطبوعات کی قدر و قیمت کو صحیح طریقہ سے پہچانتے ہوں محدود ہیں۔ بعض فضلاء اور تصحیح کنندگان کی یہ روش رہی ہے کہ وہ حدیث کی کتابوں میں طبع شدہ بعض الفاظ کے بارے میں تحقیق کرنے میں سہل انگاری سے کام لیتے ہوئے ان الفاظ کی تفسیر اور تاویل ان قرائن کے بناء پر کرتے تھے جو ان کے نزدیک اس کے لئے قرینہ کی حیثیت رکھتے تھے یا گمان آور دلائل جن معانی کی طرف اشارہ کرتے تھے ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرتے تھے اور اس سلسلے میں ان کتابوں کے اصلی نسخوں کی طرف رجوع نہیں کرتے تھے تاکہ ان کے اصل سے ان الفاظ کا ہونا یا نہ ہونا ثابت کرسکیں۔

اور یہ کام حدیث کو اخذ کرنے اور اس کی بناء پر استدلال کرنے کے سلسلے میں لغزش کا باعث ہوتا ہے۔ بلکہ ایسی لغزشیں حدیث کو نقل کرنے میں سرزد ہوجاتی ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی حرف یا لفظ چھپائی سے رہ جاتا ہے تو اس صورت میں حدیث کا معنی الٹ جاتا ہے اور اس کا مفہوم اپنی ضد میں بدل جاتا ہے اور پڑھنے والا ایسی

سرگردانی اور حیرت سے دوچار ہوجاتا ہے کہ جس سے نکلنااس کے لئے دشوار ہوتا ہے ۔ مثال کے طور پر مشہور حدیث نبویؐ جو کہ کتاب تحف (العقول) اور خصال میں مرویؔ ہے کہ **قال علیه السلام ثلاثة ان لم تظلهم ظلموک زوجتک وخادمک والسفلة** اس عبارت کے ساتھ اس حدیث کے معنیٰ یہ ہیں "تین ایسے ہیں اگرتو ان پر ظلم نہیں کرے گا وہ تجھ پر ظلم کریں گے ۔ تیری زوجہ ، خدمتگذار اور حقیر و پست لوگ "یہاں ایک واو چھپنے سے رہ گیا ہے جیساکہ تحف (العقول) میں ہے اور صحیح حدیث یہ ہے **ثلاثة وان تظلهم ظلموک ....** : " واو " کے ساتھ حدیث کے معنیٰ یہ ہیں "تین ایسے ہیں اگرچہ تو ان پر ظلم نہیں کرے گا وہ تجھ پر ظلم کریں گے ....."

اور کبھی ایک سطر یا شعر کا ایک مصرع گر جاتا ہے ایسے میں معنیٰ اور مفہوم قابل فہم نہیں رہتا تو بحث و تحقیق کرنے والا لفظ کے پیچ و خم میں پھنس جاتا ہے مختلف قسم کی تاویلات اور تفسیرات میں سرگرداں ہوتا ہے اور نہایت مشقت کے بعد اس ناقص عبارت کے لئے کوئی نہ کوئی مفہوم اور معنیٰ تلاش کرلیتا ہے جبکہ اس کا نفس ہنوز مطمئن نہیں ہوتا ۔ اس کی ایک مثال کتاب " معادن الحکمہ " کے مؤلف نے حکمین (ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص) کی خدمت کے بارے میں امیرالمومنینؑ کا ایک مرقومہ اپنے شیعوں کے نام اپنی کتاب میں اسطرح سے ذکر کیا ہے ۔ **فنبذا مافی الکتاب و خالفا مافی القرآن وکانا اهله** اس کے معنیٰ یوں ہیں "پس ان دونوں نے جو کچھ کتاب خدا میں تھا اسکو پھینک دیا اور قرآن میں جو کچھ تھا اسکی مخالفت کی اور وہ دونوں اسی کے اہل تھے "اس آخری فقرے کے معنیٰ کے سلسلے میں مؤلف نے پرتکلف توجیہ اور تاویل پیش کی ہے اور کہا ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ دونوں اپنے گمان میں اہل قرآن تھے یا نادان لوگوں کی نظر میں وہ اہل قرآن تھے یا وہ دونوں قرآن کی مخالفت کرنے کے اہل تھے ۔ حالانکہ اس مرقومہ شریفہ کی ایک سطر مؤلف کتاب سے چھوٹ گئی ہے ۔ اور صحیح عبارت دوسری کتابوں کے مطابق یوں ہے **وخالفا مافی الکتاب واتبعا هوا هما بغیر هدی من الله نجنبهما الله السداد واهویٰ بهما فی غمرة الضلال وکانا اهل ذلک** "یعنی ان دونوں نے کتاب خدا میں جو کچھ تھا اس کی مخالفت کی اور اللہ کی ہدایت سے ہٹ کر اپنی خواہشات کی پیروی کی پس اللہ نے ان دونوں کو ہدایت اور راستی سے کنارہ کش کردیا اور انہیں گمراہی میں پھینکدیا اور وہ دونوں اسی کے اہل اور اسی قابل تھے "۔

حافظ اپنی کتاب حیوان جلد ۱ ص ۷۹ طبع بیروت میں کہتا ہے " اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک مؤلف کتاب ایک غلطی کی اصلاح کرنا یا ایک چھوٹے ہوئے لفظ کو اپنے مقام پر لگانا چاہتا ہے مگر اس کمی اور نقص کو دور کرکے کلام کو متصل و مربوط بنانے سے دس ورق اس لفظ کی تفسیر و تشریح میں لکھنا اسے زیادہ آسان نظر آتا ہے ۔

اور کہا گیا ہے کہ " اگر کسی کتاب کی نقل بنائی جائے اور اس کی اصل سے مطابقت نہ کی جائے پھر دوبارہ اس نقل سے ایک اور نقل بنائی جائے اور اس کی اصل سے مطابقت نہ کی جائے تو وہ کتاب بالکل اصل سے اجنبی لگے گی "

اور یہی واضح حق ہے اور حق اتنا روشن ہوتا ہے کہ اسے ثابت کرنے کے لئے زیادہ دلائل کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

مؤلف کے اساتذہ اور شاگرد

شیخ صدوقؒ قدس سرہ نے اہم محدثین میں سے کافی بڑی تعداد سے روایات نقل کی ہیں ۔ ان محدثین کی تعداد ۲۵۰ تک پہنچ جاتی ہے اس سلسلے میں کتاب " معانی الاخبار " کی تمہید کی طرف رجوع کریں تو آپ ان کے اسماء گرامی اور حالات سے واقف ہوجائیں گے ۔

اسی طرح علم و فضل کے بہت سے علم برداروں نے ان سے احادیث نقل کی ہیں جن کی تعداد بیس (۲۰) تک پہنچتی ہے ۔ اس سلسلے میں کتاب **من لا یحضرہ الفقیہ** کے مقدمے کی طرف بھی رجوع کریں جو آپ کو ان بزرگوں سے واقف کرائے گا جنہیں آپ شاید نہیں جانتے ۔

وفات اور دفن گاہ (روضہ)

ماخوذ از مقدمہ معانی الاخبار بقلم استاد شیخ عبدالرحیم ربانی دام ظلہ

وہ (خدا ان کی روح کو پاکیزہ بنادے) ۳۸۱ھ ق کو وفات پاگئے ۔ ان کی عمر اس وقت ستر اور کچھ سال تھی ۔ ان کی قبر عبدالعظیم حسنیؑ کی قبر کے نزدیک شہر " رے " میں " طغرلیہ " نامی باغ کے نزدیک ایک نہایت عالیشان روضہ میں موجود ہے ۔ اس روضہ کے اوپر ایک بلند و بالا قبہ بنا ہوا ہے لوگ وہاں کی زیارت کرتے ہیں اور اسے متبرک سمجھتے ہیں اس روضہ کی تعمیر تو فتح علی شاہ قاچار نے تقریباً ۱۲۳۸ ہجری میں کی ۔ اور یہ اس کرامت کے ظاہر ہونے کے بعد تھا جو لوگوں کے درمیان مشہور ہوگئی اور بادشاہ اس کی ملکہ اور حکومتی اراکین پر اس کی حقانیت ثابت ہوگئی ۔ اسکی تفصیل بزرگان کی ایک جماعت نے نقل کی ہے جیسے خوانساری نے اپنی کتاب روضات میں ، تنکابنی نے " قصص العلماء " میں مامقانی نے " تنقیح المقال " میں خراسانی نے " منتخب التواریخ " میں ، قمی نے " فوائد الرضویہ " میں اور دوسروں نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ۔ خوانساری فرماتے ہیں " ان کی کرامات میں سے ایک جو موجودہ دور میں ظاہر ہوئی اور صاحبان بصیرت میں سے کثیر تعداد نے اپنی آنکھوں سے دیکھی اور دور دراز کے لوگوں نے بھی دیکھ لی وہ یہ ہے کہ ان کا روضہ شریف جو کہ شہر " رے " کے گوشے میں خراب شدہ علاقہ میں واقع تھا میں بارش کی بہتات کی وجہ سے ایک شگاف پڑگیا جب لوگوں نے اس کی تعمیر کی غرض سے اس شگاف کے بارے میں غور کیا تو اس شگاف کے راستے وہ ایک تہ خانے میں پہنچ گئے جو کہ آپ کی دفنگاہ تھا وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک نہایت پاکیزہ و خوبصورت جسد نیم برہنہ لیکن شرمگاہ مستور لحیم و شحیم ہے ناخونوں پر خضاب کے آثار ہیں اور اس کے اطراف میں ان کے خاک خوردہ کفن کے دھاگے

بتیوں کی طرح پڑے ہوئے ہیں ۔ یہ خبر تہران شہر میں پھیل گئی اور بات فتح علی شاہ قاچار اس دور کے بادشاہ ناصرالدین شاہ کے پردادا کے کانوں تک پہنچ گئی ۔ اور یہ تقریباً ۱۲۳۸ھ کی بات ہے ۔ پس بادشاہ نیک اندیش بذات خود اس واقعہ کو بچشم خود دیکھنے کے لئے حاضر ہوئے اور اپنے ملک کے بزرگوں اور علماء کو اس تہ خانے میں بھیجدیا اور یہ فیصلہ اس لئے کیا گیا کہ ان کی مقتدر حکومت کے اراکین نے حکومت کی مصلحت کے برخلاف جانا کہ بادشاہ بذات خود اس تہ خانے میں داخل ہوجائیں ۔ لیکن اس واقعہ کی خبر دینے والوں کی کثرت نے ان پر اس کی سچائی اور صدق کو عین الیقین کے مرحلہ تک پہنچادیا ۔ پس بادشاہ نے اس شگاف کو پر کرنے اور اس روضہ کی تعمیر نو کرنے اور روضہ کو بہترین زینوں کے ساتھ آراستہ کرنے کا حکم صادر کردیا ۔ اور میں بذات خود اس واقعہ کے بعض عینی شاہدوں سے ملاقات کرچکا ہوں ۔ ہمارے بعض بزرگ اساتذہ جو دین و دنیا کے سردار تھے اس حکایت اور واقعہ کو نقل کرتے تھے ۔

مامقانی نے اس واقعہ کو عدل و سچائی اور امانت کے پیکر سید ابراہیم لواسانی تہرانی قدس سرہ کی کتاب تنقیح المقال جلد ۳ صفحہ ۱۵۵ سے نقل کیا ہے ۔

کمال الدین و تمام النعمہ

یہ کتاب اپنے موضوع میں نہایت رسا اور اپنے باب میں ممتاز ہے اور اس موضوع میں اس کتاب سے زیادہ کامل تر، شیریں تر اور پر کشش تر کوئی اور کتاب دیکھی نہیں گئی ہے ۔ علماء متقدمین اور متاخرین میں سے کسی کی تالیف بھی اس کتاب کی مانند نہیں ہے جبکہ اس موضوع میں نہایت فکر انگیز اور گہری کتابیں کثرت سے لکھی گئی ہیں ۔ نہ ہی اس کتاب کے مؤلف کی تیز فہمی اور سمجھ بوجھ ان میں ہے ۔ ان کے محکم آراء اس میں چمکتے نظر آتے ہیں اور اس کے صفحات میں ان کے علوم کی بجلیاں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں ۔ علم میں ان کی برتری اور دسترسی پر ان کی خوش بیانی اور تمہید کی خوش اسلوبی دلالت کرتی ہیں ۔ اس کتاب میں امامؑ غائب کی شخصیت، آپؑ کے وجود، آپؑ کی غیبت اور جو کچھ آپؑ سے متعلق ہے کے بارے میں تجزیہ و تحلیل کے ساتھ بحث کرتے ہیں ۔ اور یہ سب کچھ معصومینؑ سے وارد احادیث کے ذریعہ ثابت کئے گئے ہیں ۔ اس میں امامؑ کے مخالفین اور منکرین سے مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے شبہات اور شک اندازیوں کو روشن براہین اور محکم دلائل کے ذریعہ باطل قرار دیتے ہیں ۔ منکرین کی رد میں طویل بحث کی ہے اور اس میں آپؑ کی امامت اور غیبت کو ثابت کرنے کے سلسلے میں ہمہ گیر بحث کی ہے ۔ اور دلائل سے ہمکنار مدعا کو قرآن کی آیات اور پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؑ کی برگزیدہ عترت کی احادیث سے پائیدار ترین بناکر پیش کرتے ہیں اس کتاب میں انہوں نے اس موضوع کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے اور لوگوں کے درمیان شہرت پاگیا ہے خواہ وہ صحیح ہو یا ضعیف، حسن ہو یا غیر حسن سب کو جمع کیا ہے ۔ لیکن مقام استدلال میں صحیح، اجماعی اور متواتر احادیث کا ہی

سہارا لیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے ایک سے زیادہ مقامات پر جیسا کہ صفحہ ۵۰۱ اور ۶۰۶ میں روایات کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے "یہ حدیث اور اس جیسی احادیث جو معمرین وغیرہ سے منقول ہیں ان چیزوں میں شامل نہیں ہیں جن کے ذریعے غیبت کی صحت ثابت کی جائے کیوں کہ غیبت کی سچائی اور درستی میرے نزدیک پیغمبرؐ خدا اور ائمہؑ کی ان احادیث اور روایات سے ثابت ہے جس طرح احادیث سے دین اسلام، اس کی شریعت اور اس کے احکام ثابت ہیں۔

اس کتاب کی طباعتیں

یہ کتاب دو بار ایران میں طبع حجری کے ساتھ چھپی اور ایک بار طبع حروفی کے ساتھ نجف اشرف میں چھاپی گئی اور ایک بار ترجمہ کے ساتھ چھاپی گئی اور یہ ساری طباعتیں نقص، تحریف اور غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں اور ان کی ایک سطر پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

کتاب کی تصحیح میں جن اصولوں پر تکیہ کیا گیا

کتاب کی تصحیح اور اس کے تقابل میں ہم نے اس کے سات قلمی نسخوں پر اعتماد کیا اور اب ہم آپ کو ہر ایک کے بارے میں بتائیں گے۔

۱۔ قیمتی قلمی نسخہ جس کی لال روشنائی کے ساتھ تصحیح کی گئی ہے حاشیہ سے پُر ہے۔ جس میں سے اکثر رجال کے بارے میں ہے۔ یہ نسخہ ۴۵۱ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۲۰ سطور اور اسکا سائز ۲۰ X ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ دو جزء ہیں جبکہ جلد ایک ہے۔ اس کے جزء اول کے اختتام کی تاریخ شب پنجشنبہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۰۷۹ھ ق ہے اور دوسرے جزء کا خاتمہ بروز اتوار ۹ رجب المرجب ۱۰۸۱ھ ق ہوا ہے۔ اس کے کاتب ابو طالب محمد بن ہاشم بن عبداللہ الحسینی فتال ہیں اس قلمی نسخہ کا چھ نسخوں کے ساتھ موازنہ کیا گیا ہے۔ کاتب نے موازنہ کی تاریخ ۱۰۸۱ھ لکھی ہے۔ جیسا کہ اس کی پشت پر یوں تحریر ہے۔

"وہ نسخے جن کے ساتھ اس نسخے کا موازنہ کیا گیا ہے۔"

۲۔ نفیس تصحیح شدہ قلمی نسخہ جس کی کتابت مختلف ہے۔ ایک نسخہ سے نقل کیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔ اس کی کتابت اور موازنہ سے فراغت کی تاریخ جمعرات کی سہ پہر ۴ صفر المظفر ۹۶۰ھ ہے یہ ۶۸۷ صفحات اور ہر صفحہ ۱۹ سطور پر مشتمل ہے اور اس کا سائز ۲۰ X ۱۵ سینٹی میٹر ہے۔ یہ ایک ہی جلد ہے لیکن دو حصوں پر مشتمل ہے

اس کے کاتب جیسا کہ اس کے دونوں حصوں کی پشت پر تحریر ہے ابراہیم بن محمد الحسینی ہیں ۔ اس کے اول سے ایک ورقہ گر گیا ہے ۔

۳ ۔ قیمتی قلمی نسخہ جو حصہ اول کے آخر سے کتاب کے خاتمہ تک ہے اس کا دوسرا حصہ ۲۶۵ صفحات ، ہر صفحہ ۲۱ سطروں میں اور سائز ۲۱ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے ۔ اس کا کاتب فضل اللہ بن حسین تائینی ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ جمادی الآخر ۱۰۷۸ ھ ق ہے ۔

یہ تینوں نسخے اس عمومی لائبریری کے ہیں جس کو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی دام ظلہ نے قائم کیا ہے ۔

۴ ۔ ایک نفیس تصحیح شدہ اور اعراب سے مزین نسخہ جو حاشیوں سے پُر ہے یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے یہ نسخہ عالم ، کامل ، فاضل میرزا حسن مصطفوی تبریزی دام مجدہ ساکن تہران کی لائبریری کا ہے یہ پانچسو (۵۰۰) صفحات اور ہر صفحہ ۲۵ سطور پر مشتمل ہے اور ۳۲ X ۱۸ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب ، تصحیح کنندہ ، موازنہ کرنے والا اور حاشیہ لکھنے والا ابن صفی الدین محمد احمد حسینی قمی ہے ۔ تاریخ فراغت بروز اتوار ۱۴ محرم الحرام ۱۰۹۰ ھ اس کے شروع اور درمیان کے کچھ اوراق گر چکے ہیں ۔

۵ ۔ نہایت قیمتی قدیمی نسخہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے ۔ یہ عالم کامل محقق ماہر شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی ساکن قم مقدسہ کی کتابوں کے خزینے کا حصہ ہے ۔ یہ ایک جلد میں تاریخ اور کاتب کے نام کے بغیر ہے ۔ ۱۹۷ صفحات ، ۱۳ سطروں اور ۲۶ X ۱۹.۵ سینٹی میٹر میں ہے اس کے اول سے ایک ورقہ اور درمیان سے چند اوراق غائب ہیں ۔

۶ ۔ نفیس نسخہ نستعلیق رسم الخط میں ہے اور یہ کتاب علل الشرائع کے ساتھ ایک جلد میں ہے ۔ یہ ہمارے عظیم استاد سید جلال الدین ارموی جو محدث کے نام سے مشہور ہیں کی لائبریری سے متعلق ہے یہ ۲۶۶ صفحات ۲۶ سطروں میں اور ۳۰ X ۲۰ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۰۶۹ ھ ہے اس کی کتابت کا ذکر نہیں ہے ۔

۷ ۔ نہایت قیمتی طلائی نسخہ جو خط نستعلیق سے مزین ہے اس کے عناوین لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں یہ فاضل صاحب ذکاوت حاجی باقر ترقی، خدا انہیں ہمیشہ تائیدات سے ہمکنار رکھے کے خزینہ کتب میں سے ہے ۔ یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ ۵۳۲ صفحات ۱۸ سطروں میں ۲۴ X ۱۵ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب محمد معصوم انجو حسنی حسینی ہیں ۔ اس کے جز اول پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے : بروز بدھ ماہ رجب المرجب ۱۰۵۴ ھ اور جز دوم پر روز سنیچر ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۴ ھ لکھا ہے ۔

ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ہمارے استاد جناب ربانی صاحب کا ہے ۔

اس کے کاتب جیسا کہ اس کے دونوں حصوں کی پشت پر تحریر ہے ابراہیم بن محمد الحسینی ہیں ۔ اس کے اول سے ایک ورقہ گر گیا ہے ۔

۳ ۔ قیمتی قلمی نسخہ جو حصہ اول کے آخر سے کتاب کے خاتمہ تک ہے اس کا دوسرا حصہ ۲۹۵ صفحات ، ہر صفحہ ۲۱ سطروں میں اور سائز ۲۱ X ۱۲ سینٹی میٹر ہے ۔ اس کا کاتب فضل اللہ بن حسین تائینی ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ جمادی الآخر ۱۰۷۸ ھ ق ہے ۔

یہ تینوں نسخے اس عمومی لائبریری کے ہیں جس کو آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی دام ظلہ نے قائم کیا ہے ۔

۴ ۔ ایک نفیس تصحیح شدہ اور اعراب سے مزین نسخہ جو حاشیوں سے پُر ہے یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے یہ نسخہ عالم ، کامل ، فاضل میرزا حسن مصطفوی تبریزی دام مجدہ ساکن تہران کی لائبریری کا ہے یہ پانچسو (۵۰۰) صفحات اور ہر صفحہ ۲۵ سطور پر مشتمل ہے اور ۳۲ X ۱۸ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب ، تصحیح کنندہ ، موازنہ کرنے والا اور حاشیہ لکھنے والا ابن صفی الدین محمد احمد حسینی قمی ہے ۔ تاریخ فراغت بروز اتوار ۱۴ محرم الحرام ۱۰۹۰ ھ اس کے شروع اور درمیان کے کچھ اوراق گر چکے ہیں ۔

۵ ۔ نہایت قیمتی قدیمی نسخہ جس پر تاریخ درج نہیں ہے ۔ یہ عالم کامل محقق ماہر شیخ عبدالرحیم ربانی شیرازی ساکن قم مقدسہ کی کتابوں کے خزینے کا حصہ ہے ۔ یہ ایک جلد میں تاریخ اور کاتب کے نام کے بغیر ہے ۔ ۱۹۷ صفحات ، ۱۳ سطروں اور ۲۹ X ۱۹.۵ سینٹی میٹر میں ہے اس کے اول سے ایک ورقہ اور درمیان سے چند اوراق غائب ہیں ۔

۶ ۔ نفیس نسخہ نستعلیق رسم الخط میں ہے اور یہ کتاب علل الشرایع کے ساتھ ایک جلد میں ہے ۔ یہ ہمارے عظیم استاد سید جلال الدین ارموی جو محدث کے نام سے مشہور ہیں کی لائبریری سے متعلق ہے یہ ۲۹۶ صفحات ۲۶ سطروں میں اور ۳۰ X ۲۰ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کی تاریخ ماہ شعبان المعظم ۱۰۶۹ ھ ہے اس کی کتابت کا ذکر نہیں ہے ۔

۷ ۔ نہایت قیمتی طلائی نسخہ جو خط نستعلیق سے مزین ہے اس کے عناوین لال روشنائی سے لکھے گئے ہیں یہ فاضل صاحب ذکاوت حاجی باقر ترقی، خدا انہیں ہمیشہ تائیدات سے ہمکنار رکھے کے خزینہ کتب میں سے ہے ۔ یہ ایک جلد میں دو حصوں پر مشتمل ہے ۔ ۵۳۲ صفحات ۱۸ سطروں میں ۲۴ X ۱۵ سینٹی میٹر کے سائز میں ہے ۔ اس کا کاتب محمد معصوم انجو حسنی حسینی ہیں ۔ اس کے جزاول پر یہ تاریخ لکھی ہوئی ہے : بروز بدھ ماہ رجب المرجب ۱۰۵۴ ھ اور جزدوم پر روز سینچر ۱۸ ماہ رمضان المبارک ۱۰۵۴ ھ لکھا ہے ۔

ایک مطبوعہ نسخہ اور بھی ہے جو ہمارے استاد جناب ربانی صاحب کا ہے ۔

تصحیح اور تحقیق میں میری (علی اکبر غفاری کی) کاوش

آگاہ ہوں کہ میں نے سب سے پہلے اس کے اصلی متون پہلا نسخہ، چوتھا نسخہ اور پانچویں نسخے کی طرف رجوع کیا پھر اس کو اس مطبوعہ نسخہ کے ساتھ موازنہ کیا جس کا ذکر میں نے سب سے آخر میں کیا ہے اور جس کا موازنہ بعض فضلاء کی کوششوں سے ایک قلمی نسخہ کے ساتھ کیا گیا۔ پھر میں نے باقی نسخوں کے اختلافی مواد کی طرف رجوع کیا اس سلسلے میں بحار الانوار نیا ایڈیشن حروفی طبع کی طرف بھی کثرت سے رجوع کیا۔ اور ان اصلی متون کے مطابق اس کتاب کو صحیح اور مکمل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

لیکن سابقہ مطبوعہ نسخے خواہ وہ حجری طبع ہو یا حروفی۔ خواہ وہ ترجمہ شدہ ہوں یا غیر ترجمہ شدہ یہ نہایت ناقابل اعتماد، تحریفات، غلطیوں، لفظی خطاؤں اور نقص سے پُر ہیں ان کی ایک سطر پر بھی مجھے اعتماد نہیں ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مؤلف کا مقدمہ جو کتاب کے ایک بڑے حصہ پر مشتمل ہے، گو کہ ایک خالص علم کلام کی بحث ہے لیکن علم کلام کے ماہرین کی روش سے ہٹ کر ہے اور نسخوں میں اس بارے میں کافی اختلاف ہے۔ اس حصہ کی تصحیح کے سلسلے میں میرے جلیل القدر استاد سید ابوالحسن مرتضوی موسوی دام ظلہٗ العالی نے میری مدد کی ہے۔ میں ان کے حسن تعاون اور مدد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

صرف اس حصہ کے لئے میں نے ہر موضوع کا ایک عنوان قرار دیا ہے تاکہ پڑھنے والا اس ہدف اور غرض سے آگاہ ہو جائے جو اس میں موجود ہے اور موضوع کو پہچاننے کے لئے ایک راہ بن سکے اور یہ اس لئے کیا گیا تاکہ بحث و تحقیق کرنے والوں کا وقت کتاب کے موضوعات اور اغراض کو تلاش کرنے میں ضائع نہ ہو جائے۔

رجال احادیث کے صحیح طور پر تحریر کرنے کے سلسلے میں ان نسخوں میں جہاں بھی مجھے خطا اور غلطی کا احساس ہوا وہاں میں نے تصحیح کی اور حاشیہ کتاب میں اس کا تذکرہ کیا تاکہ علم رجال سے ناواقف بعض لوگ اس کو دیکھ کر مجھ پر غلطی اور بے توجہی کا الزام نہ لگائیں جبکہ میں حق پر ہوں۔

کتاب کی تحقیق کی بات تو ایسی ہے کہ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہ شہود و عیاں سے سب پر واضح ہے۔ پس اے معزز قاری اس کتاب کو پیش کرنے کے سلسلے میں میری کاوشوں کے اس نتیجہ کو کم تر نہ سمجھیں خدائے پاک و منزہ ہی جانتا ہے کہ میں نے اس کی ترتیب میں کتنی زحمتیں اٹھائی ہیں اور اس کی غلطیوں کو صحیح کرنے میں کتنی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ لہذا اگر کسی سہو کا مورد آئے تو مصحح کو سرزنش کرنے میں عجلت سے کام نہ لیں۔ کیونکہ

اس نے تو اس کو نکھار نے میں اپنی کوشش مبذول کی ہے لیکن طباعت کی غلطیاں تو ایسی ہیں کہ اس سے بچاؤ نہیں ہے ۔ اور اس سلسلے میں اس طباعت کے ایک صفحہ کو اس سے قبل چھپنے والی کتابوں سے مقابلہ کرنا اس بات کے لئے کافی ہے کہ آپ حقیقت سے آگاہ ہوجائیں اور جو زحمتیں میں نے اٹھائی ہیں اس کا آپ کو احساس ہوجائے ۔

خاتمہ میں خدائے پاک و منزہ کی بارگاہ میں تضرع سے معمور دستِ سوال دراز کرتا ہوں اور اس سے اس کی قبولیت کا طلبگار ہوں بے شک وہ بہترین عطا کرنے والا اور اکرم ترین مسئول ہے ۔

دین و علم کا خادم

علی اکبر غفاری

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علیٰ محمد وآلہ الطاہرین

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو یکہ و یکتا اور فرد ہے ۔ بے نیاز، حی، قادر، علیم و حکیم ہے ۔ وہ مخلوقات کی صفت سے پاک، برتر اور بالاتر ہے ۔ صاحب جلالت و اکرام اور فضل و مقام ہے اٹل مشیت اور کامل ارادہ کا مالک ہے اس جیسا کوئی نہیں ۔ اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے ۔ آنکھیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور وہ آنکھوں کو درک کرلیتا ہے اور وہ مہربان اور نہایت باخبر ہے ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا اور لاشریک ہے ۔ ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک ہر چیز کا مقرر کرنے والا، ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والا اور ہر چیز کا پروردگار ہے ۔ اور یہ کہ وہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور فیصلہ کرنے میں عدل کرتا ہے اور قسط پر حکم کرتا ہے ۔ عدل و احسان اور ذی القربیٰ کے حق کی ادائیگی کا حکم دیتا ہے اور فحشاء و منکر اور ظلم سے منع کرتا ہے ۔ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دیتا اور اس کی طاقت سے بڑھ کر اس پر بوجھ نہیں ڈالتا اور اسی کے پاس حجتِ بالغہ ہے ۔ اگر وہ چاہے تو تمام لوگوں کو ہدایت کردے ۔ دارالسلام کی طرف لوگوں کو پکارتا ہے ۔ اور جسے چاہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کردیتا ہے ۔

عقوبت اور سزا دینے میں جلد بازی نہیں کرتا اور حجت اور برہان کی وضاحت کرنے اور اپنی نشانیاں اور تنبیہ پیش کئے بغیر عذاب نہیں دیتا ۔ اپنے بندوں سے ان موارد میں عبادت اور بندگی نہیں مانگتا جنہیں ان کے لئے بیان نہیں کیا ہے اور انہیں اس کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیتا جس کو اس نے ان کے لئے منصوب نہیں کیا ہے ۔ اور اپنی اطاعت کے سلسلے میں انہیں ان کے حال و اختیار اور رائے پر نہیں چھوڑا ہے اور اپنی خلافت کے سلسلے میں انہیں اختراع و ایجاد کرنے کا اختیار نہیں دیا ہے ۔ بہت ہی بلند ہے اس کی ذات ان باتوں سے ۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ، رسول اور امین ہیں ۔ اور آپؐ نے اپنے رب کی طرف سے کماحقہ تبلیغ کی ہے ۔ اور اس کی سبیل اور راہ کی طرف حکمت اور نیک موعظہ کے ذریعہ دعوت دی ہے ۔ اور کتاب پر عمل کیا ہے اور اس کے اتباع کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ اور اپنے بعد ائمہ اطہار صلوات اللہ علیہم کے ساتھ متمسک رہنے کی وصیت کی ہے ۔ اور یہ کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے جب تک آپؐ کے حضور حوض کوثر پر وارد نہ ہوں ۔ اور مسلمانوں کا ان دونوں کو تھامے رکھنا واضح دلیل کی بنیاد پر راہ مستقیم کی اساس پر اور روشن دین پر مبنی ہے ۔ جس کی شب دن کی مانند اور باطن ظاہر جیسا ہے ۔ اور کوئی ایسا برہان اور کوئی ایسی حجت آپ نے نہیں چھوڑی جس کی راہ نہ بتائی ہو اور مسلمانوں کے لئے اس پر دلیل قائم نہ کی ہو تاکہ رسولوں کے بھیجنے

کے بعد لوگوں کے لئے اللہ کے حضور کوئی ایسی حجت و دلیل اور قابل قبول عذر باقی نہ رہے ۔ تاکہ جو ہلاکت پائے وہ بھی دلیل واضح کے بعد ہی ہلاک ہو اور جو زندگی پائے وہ بھی روشن دلیل سے زندگی پائے ۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً کوئی انسان مومن یا مومنہ نہیں بن سکتا جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر میں فیصلہ کریں اور وہ اس امر میں اپنا اختیار اور مرضی اپنائے ۔ اور بے شک اللہ جو چاہے خلق کرتا ہے اور جو چاہے اختیار کرتا ہے ۔ اور وہ لوگ ایمان لا ہی نہیں سکتے جب تک رسول کو اپنے تنازعات میں حاکم اور فیصلہ کرنے والا نہ بنادیں اور اس کے بعد جو کچھ آپ نے فیصلہ کیا اس پر ان کے نفسوں میں تنگی نہ ہو اور اس کے سامنے اس طرح سر تسلیم خم کریں جو تسلیم کرنے کا حق ہے اور یقیناً جو شخص کسی حرام کو حلال اور کسی حلال کو حرام کردے یا کسی سنت کو بدل دے یا کسی واجب کو کم کردے یا کسی شرعی حکم کو بدل دے یا کوئی بدعت ایجاد کرے تاکہ اس کے ذریعے اس کی پیروی ہوجائے اور لوگوں کے رخ اس طرف موڑ دے تو اس نے اپنے آپ کو خدا کا شریک قرار دیا ہے اور جس نے ایسے شخص کی اطاعت کی یقیناً اس نے اللہ کے علاوہ ایک اور پروردگار کے ہونے کا دعویٰ کردیا اور وہ خدا کے غضب کا مستحق ٹھہرا اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کی منزل اور ٹھکانا بہت ہی برا ہے ۔ اس کے اعمال ضائع کئے گئے اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا ۔ اور درود ہو محمدؐ اور آپؐ کی پاکیزہ آل پر ۔

شیخ فقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی اس کتاب کے مصنف نے کہا (خدا اپنی اطاعت میں ان کی مدد کرے) مجھے اس کتاب کو تالیف کرنے پر جس چیز نے آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ جب میں (امام) علی بن موسیٰ الرضا صلوات اللہ علیہ کی زیارت کے شرف سے سرفراز ہوا تو میں نیشاپور واپس آیا اور وہاں ٹھہرا ۔ میں نے دیکھا (شیعوں میں سے) میرے پاس آنے جانے والوں کی اکثریت کو غیبت کے موضوع نے حیران کر رکھا ہے ۔ اور حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں ان کے دلوں میں شبہ داخل ہوگیا ہے اور صحیح نظریات اور معیاروں کو تسلیم کرنے کی راہ سے ہٹ گئے ہیں ۔ پس انہیں حق کی طرف ہدایت کرنے اور صحیح راستہ کی طرف پلٹانے کے لئے میں نے پیغمبر خداؐ اور ائمہ صلوات اللہ علیہم سے منقول روایت کے ذریعہ اپنی کوششیں شروع کردیں یہاں تک کہ بخارا سے فضل و علم اور ذکاوت کے مالک ایک بزرگ ہمارے پاس قم میں تشریف لائے ۔ ان کی دیانت ، مضبوط رائے اور روش کی درستگی کی بناء پر مجھے ان سے ملاقات کی بہت تمنا تھی اور ان کے دیدار کا میں بہت مشتاق تھا ۔ اور وہ شیخ نجم الدین ابو سعید محمد بن الحسن بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمی تھے خدا ان کی توفیق کو جاری رکھے ۔ میں اور میرے والد ان کے جد محمد بن احمد بن علی بن صلت (خدا ان کی روح کو پاکیزہ بنادے) سے روایت نقل کرتے تھے اور ان کے علم و عمل، زہد و فضیلت اور عبادت کے بارے میں بتاتے تھے ۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ اپنی تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کے ساتھ ابو طالب عبداللہ ابن صلت قمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے اور عبداللہ بن صلت باقی رہے یہاں تک کہ محمد بن الحسن صفار سے

ان کی ملاقات ہوئی اور ان سے روایت نقل کی ۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے رفیع و اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھنے والے ان شیخ سے ملاقات کرائی تو میں نے اس ملاقات کو آسان بنانے اور ان کی اخوت سے مجھے سرفراز کرنے اور ان کی محبت اور خلوص سے نواز نے پر ان کا شکر ادا کیا ۔ ایک دن انہوں نے مجھ سے بات چیت کے دوران ایک ایسے آدمی سے اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا جو بخارا کے بڑے فلاسفر اور منطقین میں سے تھا اور حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں اس کے ایک قول کو نقل کیا جس نے آپؑ کے بارے میں حیرت اور شک و شبہ میں ڈالدیا تھا آپؑ کی غیبت کے طولانی ہونے اور آپؑ کے بارے میں اخبار منقطع ہونے کی بناء پر ۔ پس میں نے آپؑ کے وجود کے بارے میں کچھ حقائق بیان کئے اور آپؑ کی غیبت کے بارے میں پیغمبر خداؐ اور ائمہ علیہم السلام سے کچھ روایت نقل کیں جس سے ان کے نفس کو سکون ملا اور ان کے دل میں جو شک و شبہ اور تردد داخل ہوا تھا وہ زائل ہو گیا ۔ اور جو کچھ روایاتِ صحیح میں سے انہوں نے مجھ سے سنا اس کو بغور سنا اور تہ دل سے تسلیم کرلیا ۔ اور مجھ سے درخواست کی کہ میں اس بارے میں (ان کے لئے) ایک کتاب تصنیف کروں ۔ میں نے ان کی اس درخواست کو مان لیا اور ان سے وعدہ کیا کہ جب اللہ تعالیٰ میرے لئے اپنے وطن اور قرار گاہ " رے " کی طرف لوٹنے میں آسانی کردے تو میں روایات میں سے جو کچھ چاہتا ہوں ان کو یکجا کروں گا ۔

ایک رات جب کہ میں اپنے اہل و عیال و برادران اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں ، جن کو میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا تھا کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا اور خواب دیکھا کہ گویا میں مکہ میں بیت اللہ الحرام کا طواف کر رہا ہوں اور ساتویں شوط کے ساتھ میں حجر اسود کے قریب ہوں اور اس کے پاس پہنچ کر اسے بوسہ دے رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں " میں نے اپنی امانت ادا کردی اور عہد و میثاق پوری کردی تاکہ تو عہد پر وفا کرنے پر گواہ بنے " اتنے میں ہمارے آقا صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے کعبہ کے دروازے پر ایستادہ حالت میں دیدار سے شرفیاب ہوتا ہوں ۔ دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی ہے اور فکر و پریشانی کی حالت میں آپؑ میرے چہرے سے میری دلی کیفیت سے باخبر ہوجاتے ہیں ۔ میں نے آپؑ کو سلام کیا آپؑ نے مجھ کو سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا کیوں غیبت کے بارے میں ایک کتاب تصنیف نہیں کرتے تاکہ تمہارے ہم و غم کو دور کردے ؟ میں نے عرض کیا اے فرزندِ رسولِ خدا میں نے غیبت کے بارے میں کئی کتابیں تصنیف کی ہیں ۔ آپؑ نے فرمایا اس روش پر نہیں میں حکم دیتا ہوں تمہیں کہ اب ایک ایسی کتاب تصنیف کرو غیبت کے بارے میں اور اس میں انبیاء علیہم السلام کی غیبتوں کا ذکر کرو ۔ اس کے بعد آپ صلوات اللہ علیہ تشریف لے گئے ۔ اب جو نیند سے میں چونکا تو طلوع فجر تک دعا و گریہ و زاری اور تفرع میں گزارا ۔ جب صبح ہو گئی تو ولیِ خدا اور اس کی حجت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کردیا ۔ درحالیکہ خدا سے مدد چاہتا ہوں اس پر توکل اور بھروسہ کرتا ہوں اور اپنی کوتاہی پر استغفار کرتا ہوں ۔ اور میری توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے اسی پر میرا

کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔" اور اگر خلافت کا معاملہ نبوت ہی ہوتا تو اس آیت کی رُو سے اللہ عزوجل پر واجب ہوتا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی مبعوث فرماتا اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صحیح نہ ہوتا کہ **وخاتم النبیین** (سورۃ احزاب آیت ۴۰) اور (محمدؐ) تمام نبیوں کا خاتم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کا وعدہ غیرِ نبوت کے بارے میں ہے اور ثابت ہوا کہ خلافت ایک صورت میں نبوت سے مختلف ہے اور کبھی کوئی غیر نبی خلیفہ بن سکتا ہے لیکن نبی سوائے خلیفہ کے نہیں ہو سکتا۔

ایک اور معنیٰ یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر منافق کے نفاق اور مخلص کے خلوص کو ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسا کہ زمانہ اور خبر نے ان دونوں کے چہروں سے پردہ ہٹا دیا ان دونوں سے مراد خدا کے ملائکہ اور شیطان ہیں۔ اور اگر یہ معنیٰ لئے جائیں کہ امام اور پیشوا کو چننے کا اختیار اس کے سپرد کر دیا جاتا جس کے دل میں برائی اور کھوٹ ہے تو زمانہ اس کو بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں منافق اسی کو چن لے گا جو اس کے نفس، اس کی اطاعت کرنے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ پس اس صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ دلوں میں مخفی اور پوشیدہ نفاق، خلوص یا حسد اور دوسری پوشیدہ بیماریوں تک پہنچ جائیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ الفاظ اور کلمات متکلم اور مخاطب کے رتبے کے اعتبار سے برتری اور فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ ایک آدمی کا اپنے غلام سے بات کرنا اس بات سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو وہ اپنے مولا سے کرتا ہے۔ یہاں مخاطب اللہ عزوجل ہے اور سامعین اس کے ملائکہ اول سے آخر تک ہیں۔ اور عمومیت رکھنے والے ایک لفظ میں ایک عمومیت رکھنے والی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح ایک خصوصیت رکھنے والے لفظ کی مصلحت بھی خاص ہوتی ہے۔ اور عمومیت رکھنے والی شے کا ثواب اس چیز کے ثواب سے زیادہ عظیم ہے جو خاص ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر توحید پر ایمان لانا جو تمام مخلوقات خدا پر مشتمل ہے یہ فریضہ حج، زکاۃ اور شریعت کے دوسرے ابواب سے مختلف ہے کیونکہ یہ چیزیں خاص ہیں۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ "جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں توحید کے معانی میں ایک معنیٰ مضمر ہے کیونکہ یہاں پر بھی لفظ کو عموم ہی لایا گیا ہے۔ اور جب ایک لفظ معنیٰ میں دوسرے لفظ کے قریب ہو جائے تو اگر دونوں کے معنیٰ ایک ہوں تو جو ایک لفظ کا لازمہ ہوگا وہ دوسرے کا بھی لازمہ ہوگا۔ یہاں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس کی مخلوقات میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس کی وحدانیت کا اقرار کریں گے اور اس کی اطاعت کریں گے اور اس گروہ کے ایسے دشمن بھی ہوں گے جو ان پر الزامات لگائیں گے اور ان کی حرمت کو پامال کریں گے اور خدائے عزوجل انہیں بزور اور جبراً روک لیتا تو خلقت کی حکمت پوری نہ ہوتی اور جبر و اکراہ ثابت ہو جاتا اور یوں ثواب و عقاب اور عبادات کا تصور بھی باطل ہو جاتا۔

اورجب یہ صورت ناممکن ہوئی تو ضروری ہوا کہ وہ اپنے اولیاء اور دوستوں کا دفاع اس صورت سے کرے کہ جس سے عبادات اور ثواب کا تصور باطل نہ ہوجائے اور وہ صورت حدود کا قائم کرنا تھی۔جیسے اعضاء کا قطع کرنا، پھانسی پر چڑھانا، قتل کرنا، قید کردینا اور حقوق کو لے لینا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ " سلطان اور حاکم جتنا قرآن منع کرتا ہے اس سے زیادہ منع نہیں کرتا ۔ اور اس بات کی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ۔ **لاانتم اشد رهبة فی صدورهم من الله** (سورۃ حشر آیت ۱۳) " (مومنوں) تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بڑھ کر ہے " پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ منصوب کرے جو دشمنوں کے ہاتھوں کو اپنے دوستوں تک پہنچنے سے روک لے اور وہ اس طرح سے کہ اس کے ساتھ ولایت اور سرپرستی پر کوئی اعتراض نہ آئے کیونکہ ولایت اسے نہیں ملتی جس نے حقوق سے غفلت برتی ہو اور واجبات کو ادا نہ کیا ہو اور عقلی لحاظ سے اس کا معزول کرنا ضروری ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ ایسی بات سے بہت بلند و بالا ہے ۔ اور خلیفہ ایک مشترک معنیٰ رکھنے والا اسم ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایک مسجد بنالے اور اس میں اذان نہ دے بلکہ اس میں ایک شخص کو مؤذن معین کرلے تو یہ شخص مؤذن ہی کہلائے گا لیکن اگر اس میں کچھ دن خود اذان دے پھر اس میں ایک شخص کو مؤذن مقرر کرلے تو دوسرا شخص اس کا خلیفہ اور جانشین کہلائے گا ۔یہی صورت معقولات اور معارف کے بارے میں بھی جاری ہوجاتی ہے مثلاً جب صاحب دیوان خراج یہ کہے کہ یہ شخص میرا جانشین ہوگا تو وہ شخص صرف خراج کی وصولیابی میں اس کا جانشین ہوگا قاصد (کے ذریعے) اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کی وصولیابی میں نہیں ۔ کہ یہی بات قاصد اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کے لینے والے کے بارے میں ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ خلیفہ مشترک اسماء میں سے ہے ۔ اور اللہ کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے مظالم کے سلسلے میں اپنے دوستوں کے لئے عدل و انصاف فراہم کرے ۔ پس اس سلسلے میں اپنے خلیفہ کو اختیار سپرد کردیا ۔ اس بناء پر خلافت اور جانشینی کا معنیٰ اس منتخب پر اطلاق ہوا اور معبود اور الوہیت میں شریک ہونے کا معنیٰ درست نہیں ۔اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا ۔ **یا ابلیس مامنعک ان تسجد لما خلقت** (سورۃ ص آیت ۷۵) " اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس کو سجدہ نہ کرے جسے میں نے خلق کیا " اس کے بعد ارشاد ہوا **بیدی استکبرت** جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے (پیدا کیا) تو نے تکبر کیا اور اس سے بہانہ اور عذر ختم ہوجاتا ہے اور یہ وہم و گمان رفع ہوجاتا ہے کہ وہ ایسا خلیفہ ہے جو اللہ کی وحدانیت میں اس کا شریک بنا ہے ۔ پس اللہ کا ارشاد یہ تھا کہ " تمہیں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کو اللہ نے خلق کیا ہے تو کس چیز نے سجدہ کرنے سے باز رکھا ۔ اور پھر کہا " **بیدی استکبرت** " یہ لغت میں کبھی نعمت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے ۔ اور اس پر اللہ کی دو نعمتیں ایسی تھیں جس نے بہت سی نعمتوں کو سمیٹ لیا تھا ۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے ۔ **واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة** (سورۃ لقمان آیت ۲۰) " اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کردیں ۔ اور دو نعمتیں ایسی تھیں کہ انہوں نے اتنی نعمتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا کہ

وہ ناقابل شمار ہیں ۔ پھر اس پر طرز تحکم کو سخت کرلیا **بیدی استکبرت** جیسا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم میری ہی تلوار سے مجھ سے جنگ کرتے ہو ۔ اور میرے تیر سے مجھ پر وار کرتے ہو ۔ اور یہ طرز گفتار قبیح اور برا بھلا کہنے میں زیادہ بلیغ اور رسا ہے ۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں ایک متشابہ کلام ہے اور اس کی تشابہ کی ایک صورت یہ ہے کہ جاہل کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ عزوجل ان باتوں میں جو اس پر مشتبہ ہوجاتی ہیں اپنی مخلوق کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور صاحب دلیل جبکہ وہ اللہ کے افعال کے محکم ہونے اور اس کی جلالت پر دلیل رکھتا ہے کے نزدیک اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے کہ اس پر کوئی بات مشتبہ ہوجائے یا کوئی صورت اس کو عاجز بنادے ۔ کیوں کہ وہ ذات ایسی ہے کہ آسمانوں اور زمین پر کوئی شے اسے عاجز اور ناتواں نہیں کرسکتی ۔ پس اس آیت متشابہ کو سمجھنے کی راہ وہی راہ ہے جو اس جیسی دوسری متشابہ آیات کے لئے متعین ہے یعنی ان کو محکم آیات کی طرف پلٹایا جائے گا جس سے یقین حاصل ہوجائے اور نادان اور کفر والحاد کی طرف جانے والوں کے لئے کوئی بہانہ نہ رہے ۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں " اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے کہ وہ انہیں ایک عظیم اطاعت جو توحید سے منسلک ہے کی طرف ہدایت کررہا ہے ۔ جس کے ذریعہ اللہ عزوجل سے ہر قسم کی خواہشات نفس کی پیروی ، ظلم ، حقوق کا ضائع ہونا اور ہر وہ چیز جس سے ولایت غیر صحیح ہو کی نفی ہوجائے ۔ پس اس صورت میں حجت کامل ہوجاتی ہے اور کسی کے لئے حق سے غفلت برتنے کی صورت میں کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہتا ۔

ایک اور بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ اس کا ایک بندہ اطاعتوں میں سے ایک چیز میں اپنی مرضی کے ساتھ عبادت کرتا ہے ، تاکہ اس کے ذریعہ بندگی حاصل ہو اور ثواب کا مستحق ٹھہرے اور اللہ اس سلسلے میں چشم پوشی اختیار کرے ۔ ایسی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر تو مخلوقاتِ اول سے آخر تک کے تمام حقوق کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی چشم پوشی کا امکان موجود ہے جبکہ اللہ اس چیز سے بلند و بالاتر ہے ۔ پس حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ذمہ دار کے لئے عظیم ثواب ہے اور جب کوئی غور و فکر کرنے والا اس پر فکر کرے گا اس کے بعض جزیات تک پہنچ جائے گا کیونکہ اس کی عظمت اور شان کی بلندی کی وجہ سے رب تک پہنچنا ناممکن ہے ۔ اور ان میں سے ایک معنیٰ جو اس کا ایک جزء ہے وہ یہ کہ امام عادل کے سبب سے چیونٹی ، مچھر اور تمام حیوانات بھی سعادت سے ہمکنار ہوجاتے ہیں اور اس پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **و ما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین** (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷) " اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر عالمین کے لئے رحمت بناکر " اور اس قول کی تائید کرتا ہے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد جو حضرت نوحؑ کی داستان میں ہے **فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفاراً ۔ یرسل السماء علیکم مدراراً** (سورۃ نوح آیت ۱۰ ۔ ۱۱) " پس آپ نے کہا اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت

کرنے والا ہے ۔ وہ آسمان سے تم پر مینہ برسائے گا ۔ اور مینہ اور بارش سے انسان اور ہر حیوان بہرہ مند ہوتا ہے ۔ اور یہ اللہ کے دین کی طرف دعوت کرنے والے اور حق اللہ کی طرف ہدایت کرنے والوں کے سبب سے نازل ہوتا ہے ۔ پس ثواب اور نوازش اپنی مقدار سے ہے اور عقوبت اور سزا بھی اس کے ساتھ عناد اور سرکشی کرنے والوں کے لئے اپنے حساب سے ہے ۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کی احتیاج اس لئے ہے تاکہ کائنات باقی رہے ۔

اس کتاب میں، میں نے اس معنیٰ کی طرف اشارہ کرنے والی روایات کو اس باب میں نقل کیا ہے جس کا عنوان ہے " وہ سبب اور علت جس کی وجہ سے وجود امام کی طرف احتیاج ہے "۔

خدائے عزوجل کے سوا کسی کو بھی خلیفہ چننے کا اختیار نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد **واذ قال ربک للملائکه انی جاعلٌ فی الارض خلیفة** . (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں " یہاں " جاعل " پر تنوین ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کردیا ہے ۔ اور اسی کے ساتھ اس کا ارشاد ہے **انی خالقٌ بشراً من طین** (سورۃ ص آیت ۷۱) " اور میں گارے سے بشر بنانے والا ہوں " یہاں بھی " خالق " کو تنوین کے ساتھ لایا ہے اور اس کو اپنے لئے صفت قرار دیا ہے ۔ اس بناء پر جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے لئے امام اور پیشوا انتخاب کرنے کا حق رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ پہلے گارے سے ایک بشر بھی پیدا کرے ۔ پس جب یہ چیز اس کے لئے ممکن نہیں ہے تو دوسرا بھی اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے ۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی منبع سے ہیں ۔

ایک اور معنیٰ یہ ہے کہ ملائکہ اپنی فضیلت ، برتری اور عصمت کے باوجود امام کے انتخاب کے لئے اہلیت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اس امر عظیم کو اللہ تعالیٰ ہی نے سرانجام دیا اور اس کے ذریعہ اپنی تمام مخلوقات پر یہ حجت قائم کردی کہ دیکھو انتخاب امام میں تمہارے لئے کوئی سبیل اور راہ نہیں ہے ۔ اس لئے کہ ملائکہ کے لئے اپنے خلوص ، صفا ، وفاداری اور عصمت کے باوجود اس سلسلے میں کوئی راہ اور سبیل نہیں ہے ۔ جبکہ آیات کثیرہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے **بل عباد مکرمون لایسبقونه بالقول وهم بامره یعملون** (سورۃ انبیاء آیت ۲۶ ـ ۲۷) " بلکہ وہ مکرم بندگان ہیں قول میں اس پر سبقت نہیں لیتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے **لایعصون الله ماامرهم ویفعلون مایؤمرون** (سورۃ تحریم آیت ـ ۶) " جو کچھ اللہ حکم دیتا ہے اس میں نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں "

اور پھر انسان کے اندر نقص عقل اور نادانی اور جہالت کے ہوتے ہوئے وہ کس طرح اس عظیم کام کو صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے ۔ دیکھئے امامت کے علاوہ احکام جیسے نماز ، زکوۃ ، حج وغیرہ کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز

اس کی مرضی اور منشاء پر نہیں چھوڑی ہے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ تمام احکام اور تمام حقائق کی جامع سب سے اہم چیز کو ان کے سپرد کردے۔

ہر زمانہ میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں " خلیفہ " اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک ہی خلیفہ ہوگا اور اس سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ثابت ہو جاتا ہے جو بات کرتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں کئی اماموں کا ہونا ممکن ہے۔ جبکہ اللہ نے صرف ایک ہی پر اکتفا کیا ہے۔ اور اگر ان لوگوں کی وہ دلیل صحیح ہوتی جو چند اماموں کے ہونے پر انہوں نے قائم کی ہے تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایک پر اکتفا نہ کرتا اور ہمارا دعویٰ ان کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہے اور قرآن ہمارے دعویٰ کو ترجیح دے رہا ہے نہ کہ ان کے قول کو۔ اور اگر دو کلام ایک دوسرے کے مد مقابل میں ہوں اور قرآن ان میں سے ایک کو ترجیح دے تو ترجیح پانے والا قول ہی قابل تسلیم ہے۔

وجودِ خلیفہ کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں " **واذ قال ربک للملائکه** (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا " جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو خطاب کیا ہے جہاں ارشاد فرماتا ہے **ربک** " یعنی تیرے پروردگار نے " یہ بہترین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معنیٰ کو آپ کی امامت میں قیامت تک جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے زمین امت محمدیؐ کے لئے خدا کی حجت سے کبھی خالی نہیں رہتی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں **ربک** یعنی " تیرے پروردگار " کہنے کی کوئی حکمت اور مصلحت نہ ہوتی اور ضروری ہوتا کہ وہ لفظ **ربھم** یعنی ان (ملائکہ) کے پروردگار استعمال کرتا اور جو حکمت اللہ تعالیٰ گذشتہ نسلوں کے لئے اختیار کرتا ہے وہی حکمت بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے بھی انتخاب کرتا ہے۔ اور اس کی حکمت اور مصلحت میں زمانے کے گزرنے اور گردش ایام کی وجہ سے تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ذات عزوجل عدل و حکمت والی ہے اس کا اپنی کسی مخلوق کے ساتھ کوئی خاص نسبت اور رشتہ نہیں ہے اور وہ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

عصمتِ امام کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد " اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں " کے لئے ایک معنیٰ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بناتا مگر اس کو جس کے باطن اور اندرون میں

طہارت اور پاکیزگی ہو، تاکہ وہ خیانت سے دور رہے۔ کیونکہ اگر کسی ایسے کو انتخاب کرے جس کا اندرون پاک اور طاہر نہ ہو تو اس نے (نعوذباللہ) اپنی مخلوقات کے ساتھ خیانت کی۔ جیسے اگر کوئی دلالی کرنے والا کسی تاجر کو کوئی قلی دیدے اور وہ قلی اس کے ساتھ خیانت کرے تو اس صورت میں دلالی کرنے والا خائن ہوگا پس کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرے جبکہ اس کا ارشاد ہے۔ اور اس کا قول حق ہے۔ ان اللہ لایھدی کیدالخائنین۔ (سورۃ یوسف آیت ۵۲) "بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا" اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ادب تعلیم فرما رہا ہے اپنے اس قول کے توسط سے کہ ولا تکن للخائنین خصیماً۔ (سورۃ نساء آیت ۱۰۵) "اور دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا پس کیوں کر اور کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کام کو کر ڈالے جسے خود نہیں کرتا ہے۔ جبکہ اس نے یہود کو ان کے نفاق کے سبب سے برابھلا کہا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتب۔ افلاتعقلون۔ (سورۃ بقرہ آیت ۴۴) "کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہو جبکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے"

اور اللہ تعالیٰ کے قول میں "اور جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا" میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں ایک محکم دلیل ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا" میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" اس کلام کے ساتھ ایک چیز کو واجب قرار دیا اور وہ یہ ہے کہ سب کے سب اس کی اطاعت کے معتقد ہوجائیں۔ اور دشمن خدا "شیطان" نے اس لفظ سے نفاق کو اپنے دل میں جگہ دی اور اسے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اسی کی وجہ سے وہ منافق بن گیا اور یہ تھا کہ جب بھی اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جائے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ پس اس کا نفاق بدترین نفاق تھا کیونکہ وہ پیٹھ پیچھے کا نفاق ہے۔ اس بناء پر وہ تمام منافقین میں سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہوگیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو اس (خلافت قائم کرنے) کے بارے میں بتایا تو ان کے دلوں میں اس کی اطاعت پر اعتقاد تھا اور وہ اس کے مشتاق تھے اور اسی کو اپنے دل میں پنہاں کئے ہوئے تھے بالکل اس چیز کے متضاد جو شیطان اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھا۔ اس بناء پر ملائکہ کے رتبے اور درجات میں دسیوں گنا اضافہ ہوگیا جتنا دشمنِ خدا کو ذلت اور حقارت کی مذلت سے دوچار ہونا پڑا۔ پس پیٹھ پیچھے کی اطاعت اور اتباع زیادہ ثواب اور مدح و تعریف کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی اطاعت شبہ اور مغالطہ سے دور ہے۔ اور اسی لئے رسولِ خداؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جو شخص اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرے تو آسمان سے ایک فرشتہ اسے ندا دیتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہوگی۔"

اور اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے اپنے دین کی ایمان بالغیب پر اور کہا ہے ھدی للمتقین۔ الذین

یومنون بالغیب ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲ ۔ ۳) "(قرآن) ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں"۔ پس غیب پر ایمان لانا صاحب ایمان کے لئے عظیم ترین ثواب کا باعث ہے کیونکہ ایسا ایمان ہر قسم کے عیب و شک و شبہ سے خالی ہے اس لئے کہ خلیفہ کی بیعت اس وقت جب وہ سامنے ہو تو بیعت کرنے والے کے بارے میں یہ وہم و گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ اس کی اطاعت کسی مفاد یا مال کی خاطر کر رہا ہے یا قتل وغیرہ کے خوف سے ایسا کر رہا ہے جیسا کہ دنیا والے اپنے اپنے بادشاہوں کی اطاعت اسی بناء پر کرتے ہیں جبکہ غیب پر ایمان لے آنا ان تمام باتوں سے محفوظ اور مبرا ہے اور ان جیسے عیبوں سے پاک ہے ۔ اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے **فلما راوا باسنا قالوا امنا باللہ وحدہ و کفرنا بما کنابہ مشرکین ۔ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا** ۔ (سورۃ مومن آیت ۸۴ ۔ ۸۵) "پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو کہنے لگے ہم خدائے یکتا پر ایمان لے آئے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا" اور جب اطاعت گزار بندوں کو ایمان بالغیب حاصل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو بھی ثواب سے محروم نہیں رکھا ۔ روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حضرت آدمؑ کی خلقت سے سات سو سال پہلے ہوا تھا ۔

اور اس مدت میں ملائکہ کو اطاعت کا ثواب اپنے اپنے حساب سے ملتا رہا ہے ۔ اور اگر کوئی شخص اس روایت کا اور اس میں مذکورہ مدت کا منکر ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایک لمحہ کے لئے غیب کا قائل ہو جائے اور ایک لمحہ بھی مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں رہتا ۔ اب جہاں ایک لمحہ اور ساعت میں ایک حکمت اور مصلحت ہو وہاں دو لمحوں اور دو ساعتوں میں دو حکمتیں ہیں اسی طرح لمحات اور ساعات میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں ۔ اور جتنا وقت اور مدت میں اضافہ ہوتا جائے گا اتنا ہی ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا اور جتنا ثواب میں زیادتی ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت سے پردے اٹھ جائیں گے اور اس کی عظمت اور جلالت پر دلالت کرے گی ۔ اس بناء پر یہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس میں حکمت اور ثواب کی تائید ہے اور حجت کی تبلیغ ہے ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں ۔ کئی پہلوؤں اور صورتوں سے امام علیہ السلام کی غیبت پر دلائل موجود ہیں ۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وجود سے قبل کی غیبت اپنی نوعیت میں سب سے کامل غیبت ہے کیونکہ ملائکہ نے اس سے قبل کسی خلیفہ کو نہیں دیکھا تھا ، لیکن ہم نے بہت سے خلفاء کو دیکھا ہے جن کے بارے میں قرآن نے ہمیں بتایا ہے اور روایات بھی متواتر ہیں جس سے یہ مشاہدہ کی صورت تک پہنچ چکی ہے ۔ اور ملائکہ نے ایک کو بھی نہیں دیکھا تھا پس اس بناء پر اس وقت کی غیبت اپنی نوعیت میں سے سب سے اکمل و اعلیٰ تھی دوسری بات یہ ہے کہ وہ

غیبت اللہ ہی کی طرف سے تھی اور موجودہ غیبت کا سبب اللہ کے دشمن ہیں۔ پس جب اس غیبت کی بناء پر جو کہ اللہ کی جانب سے تھی اس کے فرشتے اطاعت گزار اور عبادت گزار بن سکتے ہیں تو اس غیبت کے بارے میں جو کہ اللہ کے دشمنوں کی وجہ سے ہے کہ بارے میں کیسا گمان اور خیال ہونا چاہیئے۔ اور امام کی غیبت میں ایک خالص عبادت موجود ہے جبکہ اس غیبت میں موجود نہیں تھی اور یہ اس لئے کہ امام غائب علیہ السلام اپنے حق کے سلسلے میں مغلوب، مجبور اور مزاحمت کے شکار ہیں جنہیں بزور مغلوب کیا گیا ہے اور دشمنان خدا کی طرف سے ان کے پیروکاروں پر خونریزی، غارتِ اموال، احکامِ الٰہیٰ کا معطل کرنا، یتیموں پر ظلم و ستم کرنا، صدقات کو تبدیل کرنا اور ان جیسے مظالم جو پوشیدہ نہیں ہیں ڈھائے جارہے ہیں۔ اور جو شخص آپؑ کی حجت اور ولایت پر ایمان لے آیا تو وہ آپؑ کے ساتھ اجر اور جہاد میں شریک ہے اور جس نے آپ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت کی۔ اور آپ کے دوستوں کے لئے آپؑ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت میں اجر و ثواب ہے اور آپ کے دوستوں کی آپ سے دوستی اور ولایت کا اجر ملائکہ کے اپنے اس امام غائب جو عدم سے وجود میں نہیں آیا تھا پر ایمان لانے کے اجر سے بہت زیادہ ہے۔ اور اللہ نے حضرت آدمؑ کی خبر اس لئے دی تھی تاکہ ان کی توقیر اور تعظیم ہوجائے اور ملائکہ ان کی فرمانبرداری کریں اور ان کی اطاعت کا ارادہ کرلیں۔

اس کی مثال ہمارے پاس عرف عام میں یوں ہے کہ ایک بادشاہ اپنے دوستوں کے پاس ایک خط یا ایلچی اس پیغام کے ساتھ بھیجتا ہے کہ میں تمہارے پاس آنے والا ہوں تاکہ وہ لوگ اس کے استقبال کے لئے تیار ہوجائیں اور اپنے اپنے تحائف اس کے سامنے پیش کریں۔ اس طرح کہ اس کی خدمت کرنے میں کوتاہی کا ہر قسم کا عذر ان کے لئے باقی نہ رہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے خلیفہ کی جلالت اور مرتبت کو آشکار کرنے کے لئے اس کے تذکرہ سے خلقت کی ابتداء کی۔ اب خلیفہ کا معاملہ بعد میں آنے والوں کے لئے بالکل ویسا ہی ہے جیسا پہلے والوں کے لئے تھا۔ پس جب بھی اس نے اپنے کسی خلیفہ کو اس دنیا سے اٹھایا اپنی مخلوقات کو اس کے بعد آنے والے خلیفہ کی پہچان ضرور کرائی۔ اور اس بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ **افمن کان علی بینة من ربه و یتلوه شاهد منه**۔ (سورۃ ھود آیت ۱۷) "بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ (روشن دلیل) رکھتے ہوں اور ایک گواہ اس کی جانب سے اس کے بعد آئے گا۔" یہاں پروردگار کی طرف سے بینہ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وہ گواہ جو اس کے بعد آئے گا سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے **و من قبله کتب موسیٰ اماماً و رحمة**۔ (سورۃ ھود آیت ۱۷) "اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت ہے" اور وہ کلام اور قول جو کتاب موسیٰ میں اس معنیٰ پر مکمل طور پر بعینہ دلالت کرتا ہے۔ یہ ہے **و وعدنا موسیٰ ثلثین لیلة و اتممنها بعشر فتم میقات ربه اربعین لیلة وقال موسیٰ لا خیه**

ھٰرون اخلفنی فی قومی واصلح ولا تتبع سبیل المفسدین ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۴۲) " اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس راتیں ملا کر اسے پورا کر دیا اور اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہو گئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میرے بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو ان کی اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے رستے نہ چلنا ۔"

ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کے خدائی حکم کا راز

اللہ عزوجل نے ملائکہ کو آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم ان کی تعظیم کرانے کی خاطر دیا جب انہیں ان لوگوں کی آنکھوں سے غائب رکھا ۔ اور اللہ عزوجل نے انہیں آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم اس وقت دیا جب اپنی حجتوں کی مقدس ارواح کو ان کے صلب میں ودیعت کر دیا ۔ پس وہ سجدہ اللہ کے لئے عبادت کے طور پر، آدم کے لئے اطاعت کے طور پر اور ان ارواح کے لئے جو ان کے صلب میں تھیں تعظیم کے طور پر تھا ۔ پس ابلیس نے حسد کی بناء پر آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ آدمؑ کے صلب کو اللہ نے اپنی حجتوں کی امانت گاہ قرار دیا اور اس کے صلب میں ایسا قرار نہیں دیا ۔ پس اپنے حسد اور انکار کی وجہ سے راہ کفر اختیار کی اور اپنے پروردگار کے حکم کو ماننے کے راستے سے ہٹ گیا ۔ اور اس بناء پر جوارِ رب سے مطرود اور بھگایا گیا اس پر لعنت کی گئی اور اسے رجیم (ملعون) نام دیا گیا ۔ کیونکہ اس نے غیبت کا انکار کر دیا ۔ اور اس نے آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کے لئے یہ بہانہ پیش کر دیا کہ انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۲) " میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو گارے سے پیدا کیا ہے "۔ پس جو کچھ اس کی قدرتِ بصارت سے پوشیدہ تھا اس کا انکار کر دیا اور اس کی تصدیق نہیں کی ۔ اور آدمؑ کا ظاہری بدن جو اس کے لئے قابل مشاہدہ تھا کو بہانہ اور دلیل بنایا ۔ اور اس بات کا انکار کیا کہ اس کے صلب میں کوئی موجود ہے ۔ اور اس پر ایمان نہیں لے آیا کہ آدمؑ کو ملائکہ کے لئے صرف قبلہ بنایا گیا تھا اور فرشتوں کو ان کو سجدہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تھا تاکہ ان ہستیوں کی تعظیم عمل میں آئے جو ان کے صلب میں تھیں ۔ پس اس شخص کی مثال جو حضرت قائم علیہ السلام پر ان کی غیبت کے دنوں میں ایمان لے آتا ہے ان فرشتوں کی مثال ہے جنہوں نے آدم کو سجدہ کرنے کے ذریعے اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ۔

اور اس شخص کی مثال جو حضرت قائم علیہ السلام کی غیبت کے دنوں میں آپ کے وجود کا انکار کرے شیطان اور ابلیس کی مثال ہے جس نے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا ۔ حضرت امام جعفر بن محمد (صادق) علیہما السلام سے اسی طرح روایت کی گئی ہے ۔ اور اس روایت کو بتایا ہمیں محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں کہا کہ بتایا ہمیں محمد بن ابو عبداللہ الکوفی نے روایت کرتے ہوئے محمد بن اسماعیل برکی سے انہوں نے جعفر بن عبداللہ الکوفی سے

انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے محمد بن زیاد سے انہوں نے ایمن بن محرز سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی تمام حجتوں کے نام بتائے اس کے بعد انہیں جبکہ وہ بصورت ارواح تھے ملائکہ کے سامنے پیش کردیا اور کہا مجھے بتاؤ ان لوگوں کے نام اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ تم ہی زمین پر خلیفہ بننے کے آدم علیہ السلام سے زیادہ سزاوار ہو کیونکہ تم تسبیح و تقدیس کرتے ہو۔ انہوں نے کہا پاک ومنزہ ہے تیری ذات ہمیں کوئی علم ہی نہیں مگر وہ کچھ جو تو نے ہمیں سکھایا ہے بے شک تو ہی علیم وحکیم ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم بتاؤ انہیں ان لوگوں کے اسماء۔ پس جب آدمؑ نے انہیں بتایا تو وہ ان ہستیوں کی اللہ کے نزدیک عظیم رتبہ اور منزلت سے واقف ہوگئے اور یہ جان گئے کہ وہ لوگ ہی زمین پر اللہ کے خلیفے اور جانشین بننے اور اس کی مخلوقات کے لئے حجت قرار پانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس کے بعد اللہ نے ان ہستیوں کو فرشتوں کی نظروں سے مخفی کردیا اور انہیں ان کی ولایت اور حجت کا حکم دے دیا اور ان سے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے غیب جانتا ہوں اور جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔

بتایا ہمیں اس بارے میں احمد بن الحسن القطان نے انہوں نے کہا بتایا ہمیں حسین بن علی السکری نے انہوں نے کہا ہمیں بتایا محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا بتایا ہمیں جعفر بن محمد بن عمارہ نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے اور انہوں نے امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام سے روایت کرتے ہوئے۔

اور یہ اللہ عزوجل کا غیبت پر ملائکہ کو فرمانبردار بنانا ہے۔ اور آیت کی ابتداء خلیفہ کی بات سے ہوئی اور جب اس کی انتہا بھی اس کی مانند ہو تو کلام میں ایک ترتیب اور نظم پایا جاتا ہے اور نظم میں حجت اور برہان پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام بتائے جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں تو لامحالہ ائمہ علیہم السلام کے نام بھی اس میں شامل ہیں۔ پس جو کچھ ہم نے پہلے کہا تھا اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔ اور اس بات پر سب سے صحیح ترین دلیل یہ ہے کہ جب ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کی راہنمائی کی گئی تو لامحالہ اس سے انہیں عبادت مل گئی اور جب یہ عبادت ملی تو حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انہیں وہ کچھ بھی حاصل ہوجائے جو اس کے درجے میں ہے چاہے وہ اسی وقت ہو یا دوسرے اوقات میں ہو کیونکہ اوقات کی تبدیلی سے حکمت میں تبدیلی نہیں آتی نہ ہی حجت بدلتی ہے۔ ان میں اول آخر کی طرح اور آخر اول کی طرح ہے۔ حکمت الٰہیٰ میں یہ ناممکن ہے کہ وہ ثواب کی کسی قسم سے انہیں محروم رکھے اور ائمہ کے فیض وفضل وکرم میں سے کسی چیز کے بارے میں ان کے ساتھ بخل برتے۔ کیونکہ وہ سب کے سب برابر ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام انبیاء کے بارے میں جب کوئی شخص ان میں سے ایک پر ایمان لے آئے یا ان میں سے ایک گروہ پر ایمان لے آئے اور صرف ایک کا انکار کرے تو اس کا ایمان قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی بعینہٖ ائمہ علیہم السلام کے بارے میں ہے اول سے آخر تک سب ایک ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا" ہمارے آخر کا منکر

ایسا ہے جیسا کہ وہ ہمارے اول کا بھی منکر ہے" اور آپؑ نے فرمایا "اگر کوئی شخص زندوں میں سے ایک کا منکر ہوجائے تو وہ تمام اموات کا بھی منکر ہے۔"

اس بارے میں اپنے مقام پر اسی کتاب میں روایت کو سند کے ساتھ ذکر کروں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں "اور آدم کو تمام اسماء سکھائے" سے مراد ائمہ علیہم السلام کے اسماء ہیں اور اسماء کے بہت سے معانی ہیں اور اس کے معانی میں کسی کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں ہے۔ اور اسماء کے اور کوئی وصف دوسرے سے اولیٰ اور برتر نہیں ہے۔ پس یہاں اسماء کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اول سے آخر تک ائمہ علیہم السلام کے تمام اوصاف بتادیئے۔ اور ان کے اوصاف میں سے علم و حلم، تقویٰ، شجاعت، عصمت، سخاوت اور وفاء ہے۔ اور کتاب خدا نے انہیں اوصاف کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے ساتھ ذکر کی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے۔ واذکر فی الکتب ابراهیم۔ انه کان صدیقاً نبیاً۔(سورۃ مریم آیت ۴۱) "اور کتاب میں ابراہیمؑ کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے نبی تھے"۔

واذکر فی الکتب اسمعیل انه کان صادق الوعد و کان رسولاً نبیاً۔ وکان یامر اهله بالصلوٰة والزکوٰة و کان عندربه مرضیاً۔ واذکر فی الکتب ادریس انه کان صدیقاً نبیاً و رفعنه مکاناً علیاً۔(سورۃ مریم آیت ۵۴ تا ۵۷) "اور کتاب میں اسماعیلؑ کا بھی ذکر کرو وہ وعدہ کے سچے اور ہمارے فرستادہ نبی تھے اور اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔ اور کتاب میں ادریسؑ کا ذکر کرو وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اٹھالیا تھا۔"

واذکر فی الکتب موسیٰ انه کان مخلصاً و کان رسولاً نبیاً۔ ونادینه من جانب الطور الایمن و قربنه نجیاً۔ ووهبنا له من رحمتنا اخاه هرون نبیاً۔(سورۃ مریم آیت ۵۱ تا ۵۳) "اور کتاب میں موسیٰؑ کا ذکر کرو وہ بے شک مخلص اور نبی مرسل تھے اور ہم نے ان کو طور کی داہنی طرف سے پکارا اور باتیں کرنے کے لئے نزدیک بلایا اور اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون نبی عطا کیا۔"

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی تعریف و تمجید ان چیزوں کے ذریعے کی ہے۔ پسندیدہ خصلتیں اور پاکیزہ اخلاق ان میں موجود تھے۔ اور یہ ان کے اوصاف اور اسماء ہیں اسی طرح اللہ عزوجل نے آدمؑ کو تمام اسماء سکھائے۔

اور اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ اسماء سے واقف ہونے اور فرمانبرداری کے عوامل سے آگاہ ہونے کا راستہ صرف اور صرف سننا ہے۔ عقل اس بات کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر کوئی عاقل نزدیک یا دور سے ایک آدمی کو آتے ہوئے دیکھ لے تو اپنی عقل کے ذریعے اس کے نام سے واقف نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لئے سوائے سماعت کے راستے کے اور کوئی راہ نہیں ہے۔ پس اللہ عزوجل نے بھی خلیفہ کے سلسلے میں عمدہ وسیلہ کو سماعت اور سننا قرار دیا ہے

اور اسی لئے اس نے مخلوقات کے اس سلسلے میں اختیار اور انتخاب کو باطل قرار دیا ہے کیونکہ انتخاب کرنا آراء کے ذریعے ہوتا ہے ۔ اور خلیفہ کی بات اسماء کی بنیاد پر ہے اور اسماء سماعت کی راہ سے ہی قابل شناخت ہیں ۔ پس اس بناء پر امام کے سلسلے میں ہمارا راستہ ہی صحیح ہے کیونکہ ہم نص اور تعین کے ذریعے اطاعت کو ثابت کرتے ہیں ۔ اور تعین اور اشارہ کی بات اللہ کے اس قول میں مضمر ہے کہ **ثم عرضھم علی الملٰٓئکۃ** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱) " پھر انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کردیا " اور پیش کرنا وجودِ عینی اور اشارہ پر مبنی ہے ۔ اور اسم سماعت پر مبنی ہے تو یوں اشارہ اور نص دونوں کے معنی صحیح ثابت ہوئے ۔

اور لفظ عرض (سامنا کرنا) جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے " پھر انہیں ملائکہ کے سامنے پیش کردیا " کے دو معنی ہیں ایک تو یہ ہے ان کو بذات خود اور صورت میں دکھانا جیسا کہ ہم نے ذر اور اخذ میثاق کے باب کی روایات میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے انؑ کو صفت اور نسبت کی راہ سے ملائکہ کے سامنے کردیا جیسا کہ ہمارے مخالفین کا ایک گروہ کا قول ہے ۔ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کو ایمان بالغیب لانے کے امر کے معنی حاصل ہوجاتے ہیں ۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں کہ اور کہا کہ **انبئو نی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۱) " اگر سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ " بہت سی حکمت آمیز باتیں ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ اہلیت اور صلاحیت عطا کی کہ وہ ملائکہ کو ائمہ کے اسماء کی تعلیم دیں اور ملائکہ کو اس کا اہل اور قابل قرار دیا کہ وہ آدمؑ سے ان کے اسماء سیکھ لیں پس اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو سکھایا اور آدمؑ نے ملائکہ کو سکھایا ۔ پس آدمؑ کا درجہ استاد اور معلم کا ہے اور فرشتوں کا درجہ شاگرد اور متعلم کا ہے ۔ اور یہ وہ معنی ہے جس کی صراحت قرآن نے کی ہے ۔

اور ملائکہ کا یہ قول **سبحانک لاعلم لنا الا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم** (سورۃ بقرہ آیت ۳۲) " پاک و منزہ ہے تیری ذات ہمیں کوئی علم نہیں سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے اور تو ہی بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔ " اس بات پر بہترین دلیل اور واضح حجت ہے کہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ ائمہ کے اسماء اور اوصاف کے بارے میں کچھ کہے مگر یہ کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے تعلیم کردہ ہو ۔ اور اگر یہ بات کسی کے لئے جائز ہوتی تو اس سلسلہ میں ملائکہ کے لئے زیادہ جائز ہوتی ۔ اور جب انہوں نے خدا کی تسبیح کی تو ان کی تسبیح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس میں اپنی طرف سے کچھ کہنا توحید کے منافی ہے ۔ کیونکہ تسبیح کا مطلب اللہ عزوجل کی تنزیہ اور اس کو ہر عیب اور نقص سے پاک گردانتا ہے اور قرآن میں تنزیہ کا کوئی ایسا مورد نہیں ہے مگر یہ کہ وہ کسی منکر ، ملحد اور توحید کو باطل قرار دینے اور اس میں اعتراض کرنے کے درپے شخص کی بات کے بعد ہی آیا ہے ۔ پس فرشتوں نے اپنی

لاعلمی کے اظہار کے سلسلے میں غرور نہیں کیا اور کہا " ہمیں کوئی علم نہیں " پس جس شخص نے اس چیز کے بارے میں جسے وہ نہیں جانتا اپنے آپ کو عالم ظاہر کردیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اس موقف کے ذریعہ اس پر حجت قائم کردے گا اور وہی دنیا اور آخرت میں اس کے خلاف اللہ کے گواہ اور شاہد ہوں گے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی ناتوانی اور لاعلمیت کے اعتراف کے بعد اس قابل بنا دیا کہ انہیں زبانِ آدمؑ کے ذریعہ صاحب علم بنا دے ۔ اور ارشاد فرمایا **یا آدم انبئهم باسماء هم** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۳) " اے آدمؑ انہیں ان کے اسما سے آگاہ کرو "۔

ایک آدمی نے شہر سلام (بغداد) میں مجھ سے کہا ۔ غیبت (قائمؑ) طول پکڑ چکی ہے اور حیرانگی شدت پا چکی ہے ۔ اور مدت کے طویل ہونے کی وجہ سے بہت سے لوگ اطاعت کے عقیدہ سے پھر گئے ہیں تو بتایئے یہ کیا ہے ؟

میں نے اس سے کہا " سابقہ امتوں کی سنتیں اس امت میں ہو بہو اور ایک ایک کرکے جاری ہوجائیں گی جیسا کہ رسول خداؐ سے ایک سے زیادہ روایات میں منقول ہے ۔ اور حضرت موسیٰؑ اپنے پروردگار کے میقات پر چلے گئے تاکہ تیس راتوں کے بعد اپنی قوم کی طرف واپس پلٹیں پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں دس کا اضافہ کردیا اور میقات پروردگار چالیس راتوں میں پوری ہوگئی ۔ مقررہ مدت سے دس دن کی تاخیر اور زیادہ ہونے کو موسیٰؑ کی امت نے اس کوتاہ عرصہ کو بہت زیادہ گردانا اور ان کے دل سخت ہوگئے اور وہ اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰؑ کے حکم سے پھر گئے اور ان کے جانشین حضرت ہارونؑ کی نافرمانی کی ، انہیں کمزور بنایا اور قریب تھا کہ انہیں قتل کردیں ۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بیل کی آواز دینے والے ایک بچھڑے کے پتلے کی عبادت کی ۔ اور سامری نے ان سے کہا " یہی تمہارا معبود اور موسیٰؑ کا معبود ہے " اور حضرت ہارونؑ انہیں نصیحت کرتے رہے اور انہیں اس بچھڑے کی عبادت سے منع کرتے رہے ۔ اور فرمایا **ولقد قال لهم هٰرون من قبل یقوم انما فتنتم به و ان ربكم الرحمن فاتبعونی واطیعوا امری ۔ قالوا لن نبرح علیه عکفین حتیٰ یرجع الینا موسیٰ** ۔ (سورۃ طہٰ آیت ۹۰ ۔ ۹۱) " لوگوں اس سے صرف تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور تمہارا پروردگار تو خدا ہے تو میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو وہ کہنے لگے کہ جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آئیں ہم تو اس پر قائم رہیں گے " **ولما رجع موسیٰ الیٰ قومه غضبان اسفا قال بئسما خلفتمونی من بعدی اعجلتم امر ربكم والقی الالواح و اخذ براس اخیه یجره الیه** ۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۵۰) " اور جب موسیٰؑ اپنی قوم میں نہایت غصے اور افسوس کی حالت میں واپس آئے تو کہنے لگے تم نے میرے بعد بہت ہی بد اطواری کی ۔ کیا تم نے اپنے پروردگار کے حکم میں جلدی کی اور تختیاں ڈالدیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے " اور اس کی داستان بہت ہی مشہور ہے پس یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ اس امت کے جاہل لوگ بھی ہمارے امام زمانہؑ کی مدت غیبت کو طولانی گردانیں اور بغیر کسی بصیرت اور دلیل کے اس چیز سے منہ پھیرلیں جس کے وہ معتقد ہوچکے تھے ۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے درس عبرت حاصل

نہ کریں جہاں ارشاد فرماتا ہے **الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکراللّٰہ و مانزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیرمنھم فاسقون** ۔ (سورۃ حدید آیت ۱۶) "کیا ابھی تک مؤمنوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت اور جو حق سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہوجائیں اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو پہلے کتابیں دی گئی تھیں پھر ان پر طویل زمانہ گزر گیا تو ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں"۔

پس اس آدمی نے کہا " اس (یعنی حضرت قائمؑ) کے بارے میں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں کیا نازل فرمایا" میں نے کہا " اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **آلم ذلک الکتب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱ تا ۳) وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لے آتے ہیں" یعنی حضرت قائمؑ اور ان کی غیبت پر ایمان لے آتے ہیں۔

محمد بن موسیٰ بن متوکل رحمتہ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا اور کہا کہ مجھ سے بیان کیا محمد بن یحیٰ العطار نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد عیسیٰ نے۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے انہوں نے ایک سے زیادہ افراد سے انہوں نے داؤد ابن کثیر الرقی سے انہوں نے حضرت ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ، ہدایت ہے متقین کے لئے جو لوگ غیب پر ایمان لے آتے ہیں آپؑ نے فرمایا" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت قائمؑ کے قیام کا اقرار کرتے ہیں اور اسے حق سمجھتے ہیں۔

ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابو عبداللہ الکوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا موسیٰ بن عمران النخعی نے اپنے چچا حسین بن یزید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے یحیٰ بن ابو القاسم سے انہوں نے کہا میں نے جعفر صادق بن محمدؑ سے سوال کیا اللہ عزوجل کے اس قول کے بارے میں کہ **آلم ذلک الکتب لا ریب فیه هدی للمتقین الذین یومنون بالغیب** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۱ تا ۳) " وہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک ہی نہیں اور ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں" عزوجل کے اس قول کے بارے میں کہ آلم وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ھدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لے آتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا" متقین علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور غیب سے مراد حجت غائب ہیں۔ اور اس کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ **ویقولون لولا انزل علیه آیة من ربه فقل انما الغیب للّٰه فانتظروا انی معکم من المنتظرین** (سورۃ یونس آیت ۲۰) " اور وہ کہتے ہیں کیوں اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی نازل نہیں ہوتی۔ کہہ دو کہ غیب تو خدا ہی کا ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار

کرنے والوں میں سے ہوں"۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ غیب ہی اس کی نشانی ہے اور غیب ہی حجت ہے اور اس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے کہ جہاں ارشاد الٰہی ہے کہ **و جعلنا ابن مریم و امه آیة** ۔ (سورۃ مومنون آیت ۵۰) "اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اسکی ماں کو نشانی قرار دیا یعنی انہیں حجت قرار دیا۔

ہم سے بیان کیا ہمارے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن الحسین ابن ابی الخطابؒ سے انہوں نے ابن محبوب سے انہوں نے علی بن رئاب سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے کہ آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے بارے میں کہ "**یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل**"۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۹) "ایک دن تمہارے پروردگار کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی کا ایمان اس وقت فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لایا ہو"۔ آپؑ نے فرمایا آیات اور نشانیوں سے مراد ائمہ ہیں اور وہ آیت اور نشانی جس کا انتظار کیا جارہا ہے وہ حضرت قائمؑ ہیں۔ پس اس دن کسی انسان کا ایمان اسے فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل کہ وہ بوسیلہ تلوار قیام کریں ان پر ایمان نہ لے آیا ہو اگرچہ ان سے قبل ان کے آباء طاہرینؑ پر ایمان کیوں نہ لایا ہو۔

اور اللہ عزوجل نے حضرت یوسفؑ کو غیب کا نام دیا جب ان کی داستان اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنائی۔ اور ارشاد فرمایا **ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک وماکنت لدیهم اذ اجمعوا امرهم وهم یمکرون** (سورۃ یوسف آیت ۱۰۲) "اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپؑ پر وحی کرتے ہیں اور آپؑ ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے (برادران یوسفؑ نے) اپنی بات پر اتفاق کیا تھا"۔ مخالفین میں سے ایک نے اس آیت کے بارے میں مجھ سے بات کی اور کہا: اللہ عزوجل کے اس ارشاد "وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں" سے مراد دوبارہ زندہ کرنا اور قیامت کے حالات ہیں۔ میں نے اس سے کہا: تم نے اپنی اس تاویل میں جہالت سے کام لیا اور اپنے کلام میں گمراہی اختیار کی۔ کیا یہود و نصاریٰ اور بہت سے مشرک اور مخالفینِ دینِ اسلام فرقے قیامت پر اور حشر و نشر، حساب و کتاب، ثواب و عتاب پر ایمان نہیں رکھتے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کی تعریف ایک ایسی صفت سے کرے جس میں ان کے ساتھ کفر و الحاد کے فرقے شریک ہوں بلکہ اللہ عزوجل نے ان کی تعریف و تمجید ایک ایسی بات سے کی ہے جو انہی کے ساتھ مختص ہے اور ان کے علاوہ کوئی بھی ان کا شریک نہیں ہے۔

حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ کی معرفت کا واجب ہونا

کسی ایمان والے کا ایمان صحیح نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اس کے حال سے آگاہ اور واقف ہوجائے جس پر وہ ایمان لا چکا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **الا من شھد بالحق و ھم یعلمون** . (سورۃ زخرف آیت ۸۶) "مگر جو لوگ سمجھ بوجھ کر حق بات کی گواہی دیں" بنا برایں اللہ نے لوگوں کی گواہی کی صحت کو قبول نہیں کیا مگر ان کے علم و معرفت کے بعد۔ پس اسی طرح حضرت مہدی قائم علیہ السلام پر ایمان لانے والے کا ایمان اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا جب تک وہ آپؑ کے متعلق آپؑ کی غیبت کے بارے میں جاننے والا نہ ہو۔ اور وہ یہ کہ ائمہ علیہم السلام نے آپؑ کی غیبت کی خبر دی ہے اور ان سے منقول روایات میں اس غیبت کے واقع ہونے کو اپنے شیعوں سے بیان فرمایا ہے اور یہ چیزیں کتابوں میں محفوظ ہوگئیں اور کم و بیش غیبت کے واقع ہونے سے دوسو سال قبل کی تالیف شدہ کتابوں میں ثبت و تحریر ہوگئیں۔ ائمہؑ کے پیروکاروں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اپنی کتابوں اور روایات میں اس کا تذکرہ نہ کیا ہو اور اپنی تصنیفات میں اس کو ثبت نہ کیا ہو۔ اور یہ وہ کتابیں ہیں جو شیعیان آل محمدؐ کے نزدیک " اصول" کے نام سے پہچانی جاتی ہیں اور جو غیبت سے مذکورہ عرصہ سے قبل مدون اور محفوظ کرلی گئی ہیں۔ اور میں نے غیبت کے بارے میں مستند روایات میں سے جو کچھ میرے علم میں آتی تھیں ان کو اس کتاب میں اپنے اپنے مقام پر ذکر کیا ہے۔ اب ان کتابوں کے مؤلفین کی حالت دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس وقت جو غیبت واقع ہوئی اس کے بارے میں وہ قبل ازوقت از خود جان گئے اور اس کو اپنی تصنیفات میں اور کتابوں میں لکھ ڈالا جو کہ اصلِ عقل و علم کے نزدیک ناممکن چیز ہے۔ یا انہوں نے اپنی کتابوں میں ایک جھوٹی پیش گوئی کی بنیاد ڈالی اور پھر اچانک ان کی اس جھوٹی پیش گوئی نے بعینہٖ حقیقت کا جامہ پہن لیا اور جو کچھ ان سب نے ایک دوسرے سے دور ہونے ، نظریات کے مختلف ہونے اور ملکوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود گھڑلیا تھا وہ وقوع پذیر ہوا یہ صورت بھی پہلی صورت کی طرح بالکل محال ہے۔ بنابرایں اس بارے میں اس کے سوا کوئی صورت باقی نہیں رہتی کہ ان مؤلفین نے اپنے ائمہؑ جو رسول خداؐ کی وصیت کے محافظ ہیں سے غیب کے تذکرے اور اس کے ایک مقام کے بعد دوسرے مقام اور دیگر مقامات پر وقوع پذیر ہونے کو جس طرح انہوں نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے اور اپنے اصول میں ترتیب و تالیف دی ، اخذ کیا اور اس کو محفوظ کرلیا۔ پس اسطرح اور ان جیسی دلیلوں سے حق غالب آیا اور باطل مٹ گیا باطل کو تو مٹنا ہی ہے۔

اور ہمارے دشمنوں اور مخالفین نے جو گمراہ کن ارادے رکھتے ہیں حضرت قائم امامؑ کی غیبت کے بارے میں حق کو ٹھکرانے اور اس کے ساتھ دشمنی کرنے اور اس کی حقانیت پر مشاہدے کی حد تک دیکھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے پردے ڈالنے کا ارادہ کر لیا تاکہ اس طریقہ سے حقیقت ان لوگوں پر مشتبہ ہوجائے جن کی اس بارے میں معرفت مضبوط نہیں اور بصیرت مستحکم نہیں۔

غیبت کا اثبات اور اس کی حکمت

پس کہوں گا ۔ اور توفیق اللہ کی جانب سے ہے ۔ جب غیبت ہمارے امام زمانہؑ کے لئے واقع ہوئی اس کی حکمت اور مصلحت ثابت ، اس کی حقانیت آشکار اور اس کی دلیل غالب ہے کیونکہ ہم نے اللہ عزوجل کی حکمت کے آثار اور اس کی تدبیر کی صحت کو گذشتہ زمانے میں اسکی سابقہ حجتوں کے رھبران گمراہی کے بارے میں دیکھا ہے اور جان لیا ہے کہ خالی زمانوں میں سرکش لوگ ابھرتے ہیں اور فرعون صفتوں کو غلبہ ملتا ہے ۔ بالکل ویسا ہی جیسا کہ ہمارے زمانے میں ہورہاہے کہ رھبران کفر ، جھوٹ ، ظلم اور بہتان کے ذریعہ غالب ہیں ۔ اور وہ اس طرح کہ ہمارے مخالفین نے ہم سے امام زمانہؑ کے وجود کے بارے میں دوسرے گزشتہ ائمہ کی مانند دلیل کا مطالبہ کیاہے ۔ وہ کہتے ہیں " تمہارے بقول ہمارے نبیؐ کی وفات کے بعد سے گیارہ امام گذرے ہیں جن میں سے ہر ایک موجود تھے اور اپنے نام اور ذات سے خاص و عام میں پہچانے جاتے تھے اور اگر وہ اس طرح نہ ہوں تو اس صورت میں تمہارے گذرے زمانے کے ائمہ میں تمہاری دلیل اور تمہارا عقیدہ باطل ہے جس طرح تمہارے اس زمانے کے امام کے بارے میں ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں اور ان کا وجود ثابت کرنا بہت ہی مشکل ہے ۔ اس کے جواب میں ، میں یہ کہوں گا اور سب توفیق صرف اللہ کی جانب سے ہے ۔ ہمارے مخالفین ہر زمانے میں گمراہ رہنماؤں کی باطل ادوارِ حکومت میں خدا کی حجتوں کے بارے میں اللہ کی حکمت کے آثار کو نہیں جانتے اور حق کے موارد اور سیدھے راستے سے غافل ہیں کیونکہ یہ ثابت ہوگیاہے کہ باطل کی حکمرانی کے دوران اللہ کی حجتوں کا اپنے اپنے مقام میں ظہور کرنا ممکنہ صورت میں اور اہل زمان کی مصلحت کے مطابق انجام پاتا ہے ۔ پس بنابراین حجت خدا کا خاص و عام کے درمیان موجود ہونا اولیاء کی تدبیر ہے ۔ پس اگر حالات دوستداروں کی کارسازی کے لئے حجت خدا کے عوام و خواص کے درمیان موجود رہنے کیلئے سازگار ہوں تو اس صورت میں حجت کا ظہور لازمی ہوگا اور اگر دوستداروں کے امور کو چلانے کے لئے حجت خدا کے خواص و عوام میں موجود ہونا ممکن نہ ہو اور اس کا مخفی رہنا حکمت کے لوازمات میں سے ہو اور تدبیر کا تقاضا ہو تو اللہ تعالیٰ معینہ مدت کے آنے تک اس کو مخفی رکھے گا ۔ جیساکہ ہم نے اس سے قبل اللہ کی حجتوں حضرت آدم علیہ السلام کی وفات سے لے کر موجودہ دور تک دیکھا ہے ان میں سے بعض مخفی اور بعض ظاہر تھے اس سلسلے میں روایات نقل ہوچکی ہیں اور کتاب خدا نے بھی ہمیں بتایا ہے ۔

بیان کیا مجھ سے اس بارے میں میرے والدؒ نے ۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن خالد البرقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسحاق بن جریر سے انہوں نے عبدالحمید ابن ابی دیلم سے انہوں نے کہا کہ امام جعفر بن محمد الصادقؑ نے فرمایا " اے عبدالحمید اللہ کے کچھ رسول اعلانیہ اور ظاہر ہیں اور کچھ رسول مخفی اور پنہاں میں پس جب بھی تم اس سے ظاہر

رسول کے حق کا واسطہ دیکر سوال کرو تو اس سے مخفیٰ اور پنہاں رسولوں کے حق کا بھی واسطہ دیکر سوال کیا کرو۔"

اور کتاب خدا سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے **ورسلاً قد قصصنهم عليك من قبل ورسلاً لم نقصصهم عليك وكلم الله موسىٰ تكليماً**۔ (سورۃ نساء آیت ۱۶۴) "اور کچھ رسول وہ ہیں جن کی سرگزشت ہم نے پہلے تمہیں بتادی اور کچھ رسول ایسے بھی ہیں جن کی داستان ہم نے تمہیں نہیں بتائی اور اللہ نے موسیٰ سے تکلم کیا جس طرح تکلم کرنے کا حق ہے"۔ حضرت آدمؑ سے حضرت ابراہیمؑ کے ظہور کے وقت تک اللہ کی حجتیں اسی طرح سے وصیوں کی صورت میں ظاہر اور پوشیدہ رہیں اور جب حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو چھپا رکھا اور ان کی ولادت کو پنہاں کردیا۔ کیونکہ ان کے زمانے میں حجت کے ظہور کے امکانات نہیں تھے اور حضرت ابراہیمؑ نے نمرود کی بادشاہت میں اپنے کام کو چھپا رکھا اور اپنی ذات کو ظاہر نہیں کیا۔ اور نمرود حضرت ابراہیمؑ کی تلاش میں رعیت اور اہل مملکت کے ہر نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے آپ کو ظاہر کردیا اور اپنے کام کا آشکار کیا۔ اور یہ اس وقت جب غیبت انتہا کو پہنچی اور ان پر واجب اور ضروری ہوگیا اس چیز کا اظہار کرنا جس کا انہوں نے اظہار کرنا تھا تاکہ اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ حجت کے اثبات اور تکمیل دین کے سلسلے میں پورا ہوجائے۔ اور جب حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا وقت آیا تو ان کے بھی بہت سے وصی تھے جو اللہ عزوجل کی طرف سے اس کی زمین پر حجت تھے جو وصیت کے وارث تھے یہ بھی کچھ ظاہر بظاہر اور کچھ پنہاں اور مخفیٰ تھے۔ اور یہ سلسلہ حضرت موسیٰ کے وجود کے وقت تک جاری رہا۔ اس وقت فرعون حضرت موسیٰ کی تلاش میں بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا جن کی کہانی مشہور ہوگئی تھی اور ان کے آنے کی خبر پھیل گئی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش کو مستور رکھا اس کے بعد ان کی والدہ نے انہیں دریا کے حوالے کردیا جیسا کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں اس کی خبر دی ہے۔ **فالتقطه ال فرعون**۔ (سورۃ قصص آیت ۸) "پھر فرعون کے لوگوں نے انہیں اٹھالیا" اور حضرت موسیٰ فرعون کے دامن میں ہی پرورش پارہے تھے اور فرعون ان کو پہچانتا نہیں تھا۔ اور دوسری طرف فرعون انہی کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے اپنی دعوت کا اظہار کردیا اور اپنے آپ کو متعارف کرایا اور ان کی سرگزشت وہی ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ اور جب حضرت موسیٰ کی وفات کا وقت آگیا تو ان کے بھی بہت سے وصی تھے جو اللہ کی حجت تھے کچھ ظاہر اور کچھ پنہاں اور مخفیٰ اور یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ کے وقتِ ظہور تک جاری رہا۔

پھر حضرت عیسیٰ اپنی پیدائش کے وقت ہی ظاہر اور آشکار ہوگئے۔ انہوں نے اپنی ذات کو مخفیٰ نہیں رکھا کیونکہ ان کا زمانہ ہی ایسا تھا کہ اس زمانہ میں حجت کے اسی انداز میں ظاہر ہونے کے امکانات موجود تھے۔

اس کے بعد ان کے بھی اوصیاء تھے جو اللہ کی حجت تھے اسی طرح اعلانیہ اور مخفیانہ طور پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے وقت ظہور تک موجود رہے ۔ اللہ عزوجل قرآن کریم میں اپنے نبی سے ارشاد فرما رہا ہے **مایقال لک الاماقد قیل للرسل من قبلک** (سورۃ فصّلت آیت ۴۳) " تجھے وہی کہتے ہیں جو تجھ سے پہلے سب رسولوں سے کہہ چکے ہیں ۔" اور آپؑ سے کچھ نہیں کہا جائے گا مگر وہ جو ہم نے آپ سے قبل کے رسولوں کو کہا تھا ۔ پھر اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ **سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا** (سورۃ اسراء آیت ۷۷) " ان کی سنت جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا ہمارے رسولوں میں سے "۔ پس ان باتوں میں سے جو آپؑ سے کہی گئی تھیں اور آپؑ سے پہلے آنے والے رسولوں کی سنتیں جو آپ کے لئے بھی لازم قرار پائی تھیں میں سے ایک آپؐ کے لئے اوصیاء مقرر کرنا ہے جس طرح آپؑ سے پہلے آنے والوں کے لئے اوصیاء مقرر کئے گئے تھے ۔ بنابرایں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے اوصیاء مقرر کئے اور یہ بتا دیا کہ حضرت مہدی علیہ السلام تمام ائمہ علیہم السلام کے خاتم ہوں گے اور وہ زمین کو قسط و عدل سے بھر دیں گے جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوئی ہو گی ۔ اس کو پوری امت نے آپؑ سے روایت کیا ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپؑ کے ظہور کے وقت نازل ہوں گے اور آپؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے ۔ پس تمام اوصیاء کی پیدائش اور مقامات یکے بعد دیگرے حضرت صاحب الزمان علیہ السلام جن کا انتظار قسط و عدل کی خاطر ہورہا ہے کی ولادت تک محفوظ کرلی گئیں ۔ جس طرح حکمت اور مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ جن حجتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے ان کے وجود غائب رہے ۔

اس ملت کے افراد کے خاص و عام میں یہ بات مشہور اور مسلمہ ہے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کے والد حضرت امام حسن ابن علی علیہما السلام کے زمانے کا طاغوت آپؑ کی وفات تک آپؑ کی سخت نگرانی کررہا تھا ۔ اور جب آپ علیہ السلام وفات پاگئے تو ان کے متعلقین اہل خانہ پر نگرانی کی جانے لگی اور ان کے مقربین کو قید کردیا گیا اور آپؑ کے نومولود (امام زمانہ) کی سخت تلاش کی جانے لگی ۔ اور آپؑ کے اوپر موکل اور نگرانی کرنے والوں میں سے ایک آپؑ کا چچا جعفر (کذاب) تھا جو آپؑ کے والد حضرت امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام کا بھائی تھا جس نے اپنے لئے امامت کا دعویٰ کردیا تھا اور یہ امید کرتا تھا کہ امامت کے لئے اس کی آرزو اس کے بھتیجے حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی موجودگی میں پوری ہوجائے ۔ اس بناء پر آپؑ کی غیبت میں بھی وہی سنت جاری ہوگئی جو سنتیں ان حجتہائے خدا کے بارے میں جاری ہوئی تھیں جن کا ہم نے ذکر کیا تھا ۔ اور آپؑ کی غیبت میں یہی حکمت پوشیدہ ہے جو ان کی غیبت میں پوشیدہ تھی ۔

ایک اعتراض کا جواب

ہمارے دشمنوں کا ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ کیوں آپ لوگ ان چیزوں کو ائمہ کیلئے ضروری سمجھتے ہیں جو انبیاء کے لئے ضروری ہیں ۔ اور آپ نے یہ بھی انکار نہیں کیا ہے کہ یہ چیزیں انبیاء کے لئے ممکن ہیں اور ائمہ کے لئے ناممکن ۔ درحالیکہ ائمہ انبیاء جیسے نہیں ہیں اس لئے کہ یہ ممکن نہیں کہ ائمہ کا حال انبیاء کے حال جیسا ہو ۔ پس ہمارے لئے ایک مطمئن کرنے والی دلیل پیش کریں کہ وہ چیزیں ائمہ میں ہونا ممکن ہیں جو جن کا انبیاء اور رسولوں میں ہونا ممکن ہے جنہیں آپ لوگوں نے ائمہ کے مشابہ قرار دیا درحالیکہ وہ انبیاء اور رسولوں کے مشابہ نہیں ہیں کیونکہ ہر شکل کا اپنی جیسی شکل اور ہر مثل کا اپنے جیسے مثل سے موازنہ ہوتا ہے پس بنا برایں اس بارے میں تمہارا دعویٰ ثابت ہرگز نہیں ہوگا اور ائمہ کے حال کو انبیاء علیہم السلام کے حال کے ساتھ تشبیہ دینے کے سلسلے میں تمہارا قیاس صحیح نہیں مگر یہ کہ اس پر کوئی مطمئن کنندہ دلیل موجود ہو ۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہدایت کا طالب ہوں ۔ ہمارے دشمن نے جس چیز میں ہم سے معارضہ کیا ہے اس میں جہالت اور نادانی سے کام لیا ہے ۔ اور اگر یہ لوگ تشخیص دینے والے ، غوروفکر اور سوچ و بچار والے ہوتے اور اس کے ساتھ اپنے بزرگوں اور اپنے گزشتہ اسلاف کے بارے میں ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ دیتے تو یقیناً جان لیتے کہ جو کچھ انبیاء کے بارے میں ممکن حالات متصور ہیں اس کا ہو بہو ائمہ کے لئے ہونا ضروری اور واجب ہے ۔ اور وہ اس طرح کہ انبیاء ائمہ کی اصل بنیاد اور ان کا سرچشمہ ہیں اور انبیاء کے جانشین ان کے اوصیاء اور اللہ کی حجت کو قائم رکھنے والے ہیں ان لوگوں پر جو انبیاء کے بعد موجود ہوتے ہیں تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کے حدود اور شرائع باطل نہ ہوں جب تک بندوں پر تکلیف باقی ہے اور حکم کی تعمیل ان پر لازم ہے ۔ ممکن نہیں ہے کہ ائمہ اللہ کی حجت ہوں کیونکہ وہ نبی نہیں ہیں نہ ہی انبیاء جیسے ہیں ۔ اور یہ کہنا بھی ممکن ہوتا کہ اس بناء پر انہیں ائمہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ انبیاء ہی ائمہ تھے اور یہ لوگ تو نبی نہیں ہیں تاکہ انبیاء کی طرح ائمہ کہلا سکیں ۔ اور ان کے لئے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ جو کچھ رسول خدا فرماتے تھے جیسے جہاد ، امربالمعروف ونہی عن المنکر اور دیگر شریعت کے ابواب یہ لوگ ان کو قائم کریں ۔ کیونکہ نہ تو یہ رسول کے مانند ہیں نہ بذات خود رسول ہیں ۔ اور اسی طرح کے نامعقول اور ناممکن اعتراضات بہت ہی زیادہ ہیں جن کے ذکر سے کتاب طولانی ہوجائے گی ۔ پس جب یہ سارے اعتراضات نامعقول اور باطل ثابت ہوئے تو ہمارے مخالفین کا یہ تعارض اور مزاحمت بھی بذات خود باطل ہوئی ۔

اس کے علاوہ اب ہم ان تمام باتوں کے باوجود انبیاء اور ائمہ کے درمیان شباہت کے واضح اور روشن ہونے کی وضاحت کریں گے ۔ اور اس کے ساتھ خلق خدا پر ان کا حجت ہونا ثابت ہوجائے گا جس طرح انبیاء بندگان خدا پر اس کی

حجت ہیں ۔ اور ان کی اطاعت اس طرح فرض اور لازم ہے جس طرح انبیاء کی اطاعت فرض و لازم ہے ۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے ۔ **اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) " اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحبان امر ہیں "۔

پس صاحبان امر، رسول کے بعد آپ کے اوصیاء اور ائمہ ہی تو ہیں جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کو اللہ تعالیٰ نے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کا ہم پلہ قرار دیا اور بندوں پر واجب قرار دیا ان کے بارے میں اس فرض کو جس کو اس نے واجب قرار دیا تھا رسول کے بارے میں ۔ جس طرح اس نے بندوں پر واجب قرار دیا رسول کی اطاعت کو اسی طریقہ سے جس طرح اس نے اپنی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے ۔ اس کا ارشاد ہے ۔ " اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی ۔ " اس کے بعد ارشاد فرمایا ۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللّٰہ** (سورۃ نساء آیت ۸۰) " جس نے اطاعت کی رسول کی تو اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی ہے ۔"

اور جب ائمہ علیہم السلام ان لوگوں پر اللہ کی حجت ہیں جنہوں نے فرمان رسولؐ کو رد نہیں کیا اور آپؐ کو نہیں دیکھا اور آپؐ کے بعد دنیا میں آئے جس طرح رسول خود حجت تھے ان لوگوں کیلئے جو آپؐ کے زمانے میں تو موجود تھے لیکن آپؐ کی زیارت نہیں کی تھی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت جس طرح لازم اور فرض ہے اسی طرح ائمہ علیہم السلام کی اطاعت فرض اور لازم ہے ۔ بنابرایں دونوں ایک ہی جیسے ہیں اور جو شباہت ہم نے بتائی تھی وہ صحیح اور درست ثابت ہوئی ۔ اور رسول اللہ ائمہؑ سے افضل ہیں مگر حجت ہونے میں نام، کام اور فرض میں ایک جیسے ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو ائمہ کا نام دیا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے ۔ **انی جاعلک للناس اماما** (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴) "یقیناً میں تمہیں لوگوں کا امام قرار دینے والا ہوں"۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اس نے انبیاء اور رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے ۔ ارشاد ہورہا ہے **تلک الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض ۔ منھم من کلم اللّٰہ** ۔ (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳) " وہ فرستادے جنہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور انہی میں سے کچھ کے ساتھ اللہ نے کلام فرمایا" اور فرمایا ۔ **ولقد فضلنا بعض النبین علی بعض** ۔ (سورۃ اسراء آیت ۵۵) "اور یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت اور برتری دی ہے"۔

پس تمام انبیاء نبوت میں تو ایک جیسے ہیں اگرچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض سے افضل ہیں بالکل ویسی ہی ہے انبیاء اور ان کے اوصیاء کے درمیان شباہت اور مماثلت کی صورت ۔ جس نے ائمہ کے حال کو انبیاء کے حال کے ساتھ موازنہ کیا اور انبیاء کے فعل اور اعمال کے ذریعہ ائمہ کے اعمال اور فعل پر دلیل قائم کی تو اس نے بالکل درست موازنہ کیا اور اس کا استدلال بالکل صحیح ہے کیونکہ ہم نے پہلے ہی بیان کیا کہ انبیاء اور اوصیاء میں شباہت موجود ہے ۔

شباہت کے اثبات کی دوسری دلیل

ایک اور دلیل اس حقیقت پر جو انبیاء اور اوصیاء کے درمیان شباہت کے بارے میں ہم نے تشریح کی یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ** (سورۃ احزاب آیت ۲۱) "اور تمہارے لئے ہے رسول خدا میں ایک اچھا نمونہ ہے"۔ اور فرمایا۔ **و ماآتکم الرسول فخذوہ و مانھکم عنہ فانتھوا**۔ (سورۃ حشر آیت ۷) "جو کچھ رسول تمہیں دیدے وہ تم لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے اجتناب کرو"۔

بنا براین اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت سے راہنمائی حاصل کریں اور اپنے امور کو اس شکل و صورت میں چلائیں جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چلایا تھا خواہ وہ فعل ہو یا قول۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین میں سے ایک فرمان جو ہماری اس بات کی حقانیت کو ثابت کرتا ہے جو کہ ہم نے انبیاء اور ائمہ کے درمیان شباہت کے وجود کے بارے میں کہی تھی یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا "علیؑ کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتادیا کہ علی علیہ السلام تو نبی نہیں ہیں لیکن آپؐ نے ان کو ہارون سے تشبیہ دی جبکہ ہارون نبی اور رسول تھے۔ (اور) اسی طرح آپؐ نے علیؑ کو بعض دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی تشبیہ دی ہے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن موسی المتوکل رحمتہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن الحسین السعد آبادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابی عبداللہ البرقی نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد محمد بن خالد سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ الشیبانی نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے عبداللہ بن عباس سے انہوں نے کہا: ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے آپؐ نے فرمایا"جو شخص آدمؑ کو ان کے علم میں اور نوحؑ کو ان کی صلح جوئی میں اور ابراہیمؑ کو ان کے حلم میں اور موسیٰؑ کو ان کی ذہانت میں اور داؤدؑ کو ان کے زہد میں دیکھنا چاہتا ہے تو اس کی طرف دیکھ لے"۔ عبداللہ بن عباس کہتے ہیں جب ہم نے اس طرف دیکھا جس طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا تو ہم نے دیکھا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہماری طرف آرہے ہیں جبکہ اپنے قدموں کو بلند لیکن بغیر غرور وتکبر کے اٹھا رہے ہیں۔ پس جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ائمہ علیہم السلام میں سے ایک کو انبیاء اور رسولوں کے ساتھ تشبیہ دی ہے تو یہ دلیل قانع کنندہ اور مطمئن کرنے والی ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے (انبیاء) جن کی غیبت واقع ہوئی ہے سے شباہت رکھتی ہے۔ اور یہ کہ ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت طاغوتوں کی وجہ سے واقع ہوئی ہے اور شاید اس

رہیں گے ۔ رسول خدا ؟ آپؐ نے فرمایا تیس سال۔ تحقیق موسیٰ کے وصی یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے بعد تیس سال زندہ رہے اور ان کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ صفرا بنت شعیب نے بغاوت کی اور یہ کہا کہ میں زیادہ حقدار ہوں تم سے اس امر کے بارے میں ۔ پس انہوں نے اس کے ساتھ جنگ کی اور اس کے ماننے والوں کو قتل کردیا اور اس عورت کو اسیر اور قیدی بنا لیا لیکن اس کے ساتھ اچھا اور نیک سلوک کیا ۔ اور تحقیق ابو بکر کی بیٹی بھی علیؑ کے خلاف بغاوت کرے گی ۔ ایسی ایسی جگہ پر اور اس کے ساتھ میری امت میں سے ایک ہزار آدمی ہوں گے اور وہ علیؑ کے ساتھ جنگ کرے گی اور علیؑ اس کے جنگجوؤں کو قتل کریں گے اور اس کو قیدی بنائیں گے اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں گے اور اسی کے بارے میں اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی ہے ۔ **وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی** ۔ (سورۃ احزاب آیت ۳۳) "اور اپنے گھروں میں نچلی بیٹھی رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کی طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو"۔

یہاں اشارہ صفراء بنت شعیب کی سیرت کی طرف ہے ۔ پس یہ مشابہت ائمہ اور انبیاء کے درمیان اسم وصفت اور مدح و عمل میں ثابت ہو چکی ہے ۔ اس لئے ہر وہ چیز جو انبیاء کے لئے ممکن ہے اس کا ہو بہو ویسا ہی ائمہ کے بارے میں جاری ہونا ممکن ہے ۔ اور اگر حضرت امام زمانہ علیہ السلام کی غیبت کی وجہ سے ان کے وجود کا اس لئے انکار کرنا صحیح ہو کہ ان سے ماقبل آنے والے ائمہ میں سے کسی کے لئے غیبت واقع نہیں ہوئی تھی تو یہ بات لازم آتی ہے کہ ہم حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی بھی غیبت کی وجہ سے ان کی نبوت کا انکار کردیں کیونکہ تمام انبیاء کے لئے ایسا واقعہ پیش نہیں آیا ہے ۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت ان کی غیبت کی وجہ سے نشانہ اعتراض نہیں بنتی اور ان کی نبوت ان کی غیبت کے وقوع کے باوجود صحیح اور مسلم ہے جس طرح دوسرے انبیاء جن کے لئے کوئی غیبت واقع نہیں ہوئی ہے کی نبوت صحیح اور مسلم ہے اسی طرح حضرت امام زمانہؑ کی امامت آپؑ کی غیبت کے باوجود صحیح اور مسلم ہے جس طرح آپؑ سے پہلے آنے والے ائمہ کی امامت ان کی غیبت کے بغیر صحیح اور مسلم ہے ۔

اور جس طرح یہ ممکن ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دامن میں پرورش پائیں اور وہ ان کو نہ پہچانے اور ان کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کراتا رہے ۔ بالکل ویسے ہی یہ ممکن اور صحیح ہے کہ ہمارے امام زمانہ لوگوں کے درمیان موجود ہوں ، ان کے اجتماعات میں شرکت کریں ، ان کے بازاروں میں چلیں اور لوگ آپؑ کو نہ پہچانتے ہوں یہاں تک کہ مشیت الہیٰ میں یہ سلسلہ انتہا کو پہنچے ۔

امام جعفر بن محمد صادق علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ۔ قائمؑ میں ایک سنت موسیٰ کی ، ایک سنت یوسفؑ کی ، ایک سنت عیسیٰؑ کی ، ایک سنت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے ۔ پس موسیٰؑ کی سنت یہ ہے کہ ڈرے سہمے ہوئے تھے اور یوسفؑ کی سنت یہ تھی کہ ان کے بھائی ان کی بیعت کر رہے تھے اور ان سے باتیں

کررہے تھے جبکہ وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے اور عیسیٰ کی سنت سیاحت ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تلوار ہے۔

جواب اعتراض

مزید اعتراض جو ہمارے مخالفین نے ہم پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کا انکار تمہارے لئے ممکن نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کی طرح تمہارے امام کیلئے بھی غیبت ثابت ہوجائے اور اسی طرح دوسرے ائمہ کیلئے جن کی غیبت واقع ہوئی تھی مگر حضرت موسیٰ کی پیروی کسی پر لازم اور واجب تھی ہی نہیں جب تک کہ انہوں نے اپنی دعوت کا اظہار نہ کیا اور اپنے آپ کو نہ پہچنوایا اسی طرح تمہارے امام کی اطاعت اور اس کا حجت ہونا لازم نہیں ہے کیونکہ ان کی جگہ اور وہ خود مخفی اور پوشیدہ ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی دعوت کا اظہار کریں اور اپنے نفس اور ذات کو پہچنوائیں اس وقت ان کی حجت لازم قرار پاتی ہے اور اطاعت واجب ہوجاتی ہے اور جو عرصہ غیبت کے پردے میں گزاریں اس میں ان کی حجت لازم نہیں اور اطاعت واجب نہیں ہے۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ ہمارے مخالفین اس بات سے غافل ہیں کہ اللہ کی حجتوں کا بحالت ظہور یا غیبت حجت قرار پانا کس طرح لازم آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی کتاب میں حجت تمام کردی ہے اور انہیں بے لگام نہیں چھوڑا ہے۔ لیکن وہ لوگ ویسے ہی ہیں جیسا کہ ارشاد اللہ عزوجل ہے **افلا یتدبرون القران ام علی قلوب اقفالھا** (سورۃ محمدؐ آیت ۲۴) "کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر اور سوچ بچار نہیں کرتے یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں ہمیں بتایا ہے کہ ان کے کچھ شیعہ اور پیروکار تھے جو ان کے امر سے واقف تھے ان کی ولایت سے متمسک تھے اور ان کی دعوت اور پکار کے منتظر تھے اور یہ ان کی دعوت کے اعلان سے قبل کی بات ہے اور اس سے پہلے ہے کہ وہ اپنے آپ کو پہچنوائیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

و دخل المدینۃ علی حین غفلۃ من اھلھا فوجد فیھا رجلین یقتتلٰن ھذا من شیعتہ و ھذا من عدوہ۔ (سورۃ قصص آیت ۱۵) "اور ایک دن موسیٰ شہر میں ایسے وقت میں آئے کہ وہاں کے لوگ نیند کی غفلت میں پڑے ہوئے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں یہ ایک تو ان کے پیروکاروں میں سے تھا اور وہ دوسرا ان کے دشمنوں میں سے"۔

اور اللہ تعالیٰ موسیٰ کے پیروکاروں کی زبانی ارشاد فرمارہا ہے۔ **قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ماجئتنا۔** (سورۃ اعراف آیت ۱۲۹) "وہ کہنے لگے تمہارے آنے کے قبل ہی سے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ہم کو تو برابر تکلیف ہی پہنچ رہی ہے"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتادیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے کچھ پیروکار اس سے پہلے تھے کہ

وہ اپنی نبوت کا اظہار کریں ۔ اور اس سے قبل کہ وہ اپنی دعوت کا اعلان کریں وہ انہیں پہچانتے تھے اور موسیٰ بھی انہیں پہچانتے تھے اور وہ ایسے موسیٰ کی ولایت کے قائل تھے جو دعوت لے کر اٹھے گا درحالانکہ وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ فلاں شخص (جس کا نام موسیٰ ہے) وہی موسیٰ ہے ۔ حضرت موسیٰؑ کی نبوت اس وقت ظاہر اور اعلانیہ ہوگئی جب وہ حضرت شعیبؑ کے پاس سے اپنے اہل وعیال کے ساتھ برسوں بعد واپس چلے ان برسوں میں حضرت شعیبؑ کے بھیڑ بکریوں کی گلہ بانی کرتے تھے اس وجہ سے ان کی زوجہ ان پر حلال ہوگئی اور شہر میں داخل ہونے اور وہاں دو آدمیوں کو لڑتے پانے کا واقعہ شعیبؑ کی طرف جانے سے پہلے کی بات ہے ۔ اسی طرح ہم نے پایا ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کچھ اقوام اور گروہ آپؐ کی ولادت سے قبل اور آپؐ کی ولادت کے بعد آپ کے امر سے واقف تھے ۔ اور آپؐ کے مکانِ ظہور اور آپؐ کے مقامِ ہجرت سے بھی آگاہ تھے اور یہ اس سے قبل کہ آپؐ اپنی نبوت کا اظہار کردیں اور اپنی دعوت کا اعلان کریں ۔ اس ضمن میں سلمان فارسی رحمہ اللہ علیہ ، قیس بن ساعدہ ایادی ، تبع الملک ، عبدالمطلب ، ابو طالب ، سیف بن ذی یزن ، راہب بحیری ، سفر شام کے دوران ملاقات کرنے والے راہب ، ابی مویہب راہب ، سطیح کاھن ، یوسف یہودی ، ابو حواش الحبر جو شام سے آئے تھے ، زید بن عمرو بن نفیل اور ان جیسے بہت سے لوگوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی صفت اور اوصاف، نامِ مبارک اور نسب کے ساتھ آپؐ کی ولادت سے قبل اور بعد میں پہچان لیا تھا ۔ اور اس سلسلے میں روایات عامہ اور خاصہ دونوں کے پاس موجود ہیں ۔ اور میں نے ان روایات کو اسناد کے ساتھ اس کتاب میں اپنے مقام پر ذکر کیا ہے ۔ پس حجتِ خدا میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ مومنین نے ان کے وقتِ پیدائش کو یاد نہ رکھا ہو اور ہر عصر اور زمانہ میں ان کے والدین اور ان کے سلسلہ نسب کو نہ پہچانا ہو تاکہ اللہ کی حجتوں کے بارے میں ان کے ظہور اور غیبت کے دوران ان لوگوں پر کوئی بات مشتبہ اور مشکوک نہ رہ جائے اور منکرین ، گمراہ اور ناشکر گزار لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا تو ان کے پاس اپنے امر کے بارے میں کوئی علم نہ رہا ۔ بالکل اسی طرح ہمارے امام زمانہؑ کے بارے میں ہے کہ آپ کے مومن دوستداران جو اہل معرفت اور علم ہیں نے آپؑ کے وقت اور زمانہ کو یاد رکھا اور آپؑ کی علامتوں کو پہچانا اور آپؑ کے زمانہ کے آثار اور شواہد کو جان لیا اور آپ کے وجود میں آنے اور وقت پیدائش اور نسب سے واقف ہوگئے ۔ پس یہ لوگ آپؑ کے سلسلے میں یقین پر ہیں چاہے آپؑ غیبت میں ہوں یا ظاہر ہوں ۔ اور (اس زمانے کے) منکرین اور ہٹ دھرم لوگوں نے اس کو چھوڑ دیا اور ہمارے امام زمانہؑ کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ۔ **یوم یاتی بعض ایت ربک لاینفع نفسا ایما نها لم تکن امنت من قبل ۔** (سورۃ انعام آیت ۱۵۹) " ایک ایسا دن آئے گا جس میں تمہارے رب کی نشانیاں آئیں گی تو کسی نفس کو اس کا ایمان فائدہ نہیں پہنچائے گا جو اس سے قبل ایمان نہ لے آیا ہو " ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو آپؑ نے فرمایا نشانیاں ائمہ ہیں اور جس

آیت اور نشانی کا انتظار کیا جارہا ہے وہ قائم مہدی علیہ السلام ہیں ۔ پس جب وہ قیام فرمائیں گے تو کسی نفس کا ایمان لانا اس وقت قبول نہیں ہوگا جو آپ کے تلوار کے ساتھ قیام کرنے سے پہلے ایمان نہ لے آیا ہو چاہے آپؑ سے پہلے آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام پر ایمان کیوں نہ رکھتا ہو ۔ اس کے متعلق ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے ، انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن ابراهیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر اور حسن بن محبوب سے اور انہوں نے علی ابن رئاب وغیرہ سے کہ امام جعفر صادق بن محمد علیہما السلام نے یہ روایت کی ۔

اس کی تصدیق اور تائید (یعنی نشانیوں اور آیات سے مراد حجتہائے خدا ہیں) اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ **وجعلنا ابن مریم وامه آية** ۔ (سورۃ مومنون آیت ۵۰) "ہم نے مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو نشانی قرار دیا" یعنی انہیں حجت قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے جہاں حضرت عزیرؑ کو ایک سو (۱۰۰) سال موت دینے کے بعد جب دوبارہ زندہ کردیا تو فرمایا **وانظر الی حمارک ولنجعلک آية للناس** (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۹) "پس تم دیکھو اپنے گدھے کو اور ہم نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ تمہیں لوگوں کے لئے نشانی قرار دیں"۔ یعنی حجت قرار دیں پس اللہ عزوجل نے ان کو اپنی مخلوقات پر حجت قرار دیا اور انہیں نشانی کا نام دیا ۔ اور چونکہ لوگوں کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حجتِ خدا کی غیبت کا معاملہ بالکل مسلم اور درست متصور تھا اس لئے بہت سے لوگوں نے غیبت کو نامناسب مقامات پر جعل کرنے کی کوشش کی ان میں سب سے پہلے عمر بن الخطاب ہیں جنہوں نے اس وقت جب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض ہوئی تو یہ کہا "خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرے نہیں ہے بلکہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً آپ اپنی غیبت کے بعد تم پر ظہور فرمائیں گے"۔

مجھ سے بیان کیا احمد بن محمد بن صقر سنار نے جو کہ عادل ہیں ۔ انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن العباس ابن بسام نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا ابو جعفر محمد بن یزداد نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا نصر بن سیار بن داؤد اشعری نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن عبدربہ اور عبداللہ بن خالد السلولی نے ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو مشعر نجیح المدنی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن قیس اور محمد بن کعب القرظی اور عمارۃ بن غزیہ اور سعید بن ابی سعید المقبری اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے اور ان کے علاوہ اہل مدینہ کے بعض بزرگوں نے کہا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاگئے تو عمر بن الخطابؓ یہ کہتے ہوئے آئے کہ خدا کی قسم محمدؐ مرے نہیں ہیں بلکہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ غائب ہوئے ہیں جس طرح موسیٰ اپنی قوم سے غائب ہوئے تھے اور یقیناً وہ عنقریب ظاہر ہونگے اپنی غیبت کے بعد اور اس بات کو وہ اس قدر دہراتے رہے کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ ان کی عقل زائل

ہو گئی ہے ۔ پھر ابو بکرؓ ان کے پاس آئے جبکہ لوگ عمرؓ کی اس بات سے تعجب اور حیرت کرتے ہوئے ان کے اردگرد جمع ہو گئے تھے ابو بکرؓ نے کہا اے عمرؓ توقف کرو اور جس چیز کی تم قسم کھا رہے ہو اس سے رک جاؤ ۔ یقیناً اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے **انک میت وانھم میتون** ۔ (سورۃ زمر آیت ۳۰) "اے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم بھی مرجاؤ گے اور وہ بھی مرجائیں گے"۔

عمرؓ نے کہا ۔ کیا سچ مچ یہ آیت کتاب خدا میں ہے اے ابو بکرؓ؟ انہوں نے کہا ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً محمدؐ نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے ۔ حالت یہ تھی کہ عمرؓ پورے قرآن کو پڑھ نہیں چکا تھا یا یاد نہیں کیا تھا ۔

کیسانیہ فرقہ:

اس کے بعد کیسانیہ فرقہ نے اس بارے میں غلطی کی یہاں تک کہ انہوں نے محمد بن حنفیہ قدس اللہ روحہ کیلئے غیبت کا دعویٰ کر ڈالا اور سید بن محمد حمیری رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کو اپنا لیا اور اس سلسلے میں یہ اشعار کہے ۔

ألا إنَّ الائمّة من قریش ولاۃ الأمر اربعة سواء

آگاہ رہو یقیناً قریش میں سے جو ائمہ ہیں وہ چار صاحبان امر، جو سب کے برابر ہیں

عليٌّ والثلاثة مِن بنيه هُم أسباطنا و الأوصياء

علیؑ اور ان کے تینوں فرزند وہی ہمارے اسباط اور اوصیاء ہیں

فسبطٌ سبط إيمان وبرّ وسبطٌ قد حوته کربلاء

ایک سبط وہ ہے جو مجسمہ ایمان اور نیکی ہے اور ایک سبط وہ ہے جسے کربلاء نے اپنے دہن میں لیا

وسبطٌ لايذوق الموت حتّىٰ يقود الجيش يقدمه اللّواء

اور ایک سبط وہ ہے جو موت کا ذائقہ نہیں چکھے گا یہاں تک کہ ایک لشکر کی قیادت کرے جس کے آگے آگے پرچم ہوگا

يغيب فلايُرى عنّا زماناً برضوى عنده عسلٌ و ماء

وہ غائب ہوگا ایک زمانے تک اور ہمیں دکھائی نہیں دے گا اور رضویٰ میں اس کے پاس شہد اور پانی ہوگا

اور انہی کے بارے میں سید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اشعار بھی کہے ہیں ۔

أيا شعب رضوى مالمن بک لايُرى فحتّى متى يخفى وأنت قريبٌ

اے درہ رضویٰ کیوں وہ دکھائی نہیں دے رہا ہے جو تیرے یہاں ہے اور کب تک مخفی رہے گا جبکہ تو قریب ہے

فلوغاب عنّاعمر نوح لایقنت منّا النّفوس بأنّه سیؤوب

اگرچہ وہ نوح کی عمر کے برابر ہم سے غائب رہیں مایوس نہیں ہوں گے ہمارے دل اس بات سے کہ وہ واپس آئیں گے

اور سید نے ان کے بارے میں یہ بھی اشعار کہے ہیں۔

اُلاحیّ المقیم بشعب رضوی واھدله بمنزله السّلاما

اے درہ رضویٰ میں مقیم بستی والو اے اس کی منزل میں سلام کا تحفہ پیش کرو

وقل : یا ابن الوصیّ فدتک نفسی أطلت بذلک الجَبَل المقاما

اور کہو: اے وصی کے فرزند میری جان تم پر فدا ہو آپ نے اس پہاڑی پر اپنے قیام کو طول دیا

فمرّ بمعشر والوک مِنّا وسمّوک الخلیفۃ و الا ماما

اب ہم میں سے جو تم سے محبت رکھتے ہیں ان کے پاس آؤ جنہوں نے آپ کو خلیفہ اور امام کا نام دیا

فما ذاق ابن خولۃ طعم موت ولا وارت له أرض عظاما

خولہ کے بیٹے نے موت کا مزا ابھی تک نہیں چکھا ہے نہ ہی زمین نے اس کی ہڈیوں کو چھپایا ہے۔

موصوف سید غیبت کے معاملہ میں گمراہ ہی رہے اور اس کو محمد بن حنیفہ کے ساتھ متعلق سمجھتے رہے یہاں تک کہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے ان کی ملاقات ہوئی اس دوران آپؑ کے اندر امامت کی علامات اور وصایت کی نشانیوں کو پایا اور آپؑ سے غیبت کے بارے میں سوال کیا آپؑ نے فرمایا کہ یہ حق ہے لیکن یہ ائمہ علیہم السلام میں سے بارہویں فرد پر واقع ہوگی اور محمد بن حنیفہ کی موت کی آپؑ نے سید کو خبر دی اور اپنے پدربزرگوار (امام محمد باقرؑ) کو ان کے دفن ہونے کا گواہ بتایا۔ پس سید اپنی سابقہ باتوں سے پلٹ گئے اور اپنے عقیدہ سے توبہ کی اور حق کے واضح اور روشن ہونے کے بعد اس کی طرف واپس پلٹے اور امامت سے قریب ہوتے گئے۔

مجھ سے بیان کیا عبدالواحد بن محمد العطار نیشاپوریؒ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد قتیبہ نیشاپوری نے روایت کرتے ہوئے حمدان بن سلیمان سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے حیان السراج سے انہوں نے کہا: میں نے سید بن محمد حمری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: میں پہلے غلو کی باتیں کرتا تھا اور محمد بن علیؑ ابن حنیفہ کی غیبت پر اعتقاد رکھتا تھا اور یوں ایک عرصہ تک اس گمراہی اور ضلالت میں گزاری پس اللہ تعالیٰ نے جعفرؑ بن محمد صادقؑ کے توسط سے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھے جہنم کی آگ سے بچالیا۔ اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت

فرمائی۔ اس کے بعد میں نے آپؑ سے سوال کیا کہ میں نے آپؑ کے اندر ان علامات اور نشانیوں کو پایا جن سے آپؑ کا مجھ پر اور اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر خدا کی حجت ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ اور آپؑ ہی وہ امام ہیں جن کی اطاعت اللہ نے فرض قرار دی ہے اور پیروی کو واجب قرار دیا ہے کہ اے فرزند رسولؐ غیبت کے بارے میں آپؑ کے آباء طاہرین علیہم السلام سے کچھ روایات پہنچ چکی ہیں اور اس کے واقع ہونے کو صحیح قرار دیا گیا ہے تو فرمائیے یہ غیبت کس پر واقع ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: بے شک یہ غیبت میری نسل میں سے چھٹے فرزند پر واقع ہوگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ائمہ ھدیٰ میں سے بارھویں امام ہوں گے جن میں سب سے اول امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ اور آخر قائم بالحق زمین خدا پر بقیۃ اللہ اور صاحب الزماں ہونگے خدا کی قسم اگر آپؑ کی غیبت عمر نوحؑ کے برابر طولانی ہوجائے تو وہ دنیا سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ظہور نہیں فرمائیں گے اور زمین کو قسط اور عدل سے پُر نہیں کریں گے جس طرح ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ سید نے کہا جب میں نے اپنے مولا جعفرؑ بن محمد الصادقؑ سے یہ سن لیا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپؑ کے سامنے توبہ کی اور وہ قصیدہ کہہ ڈالا جس کی ابتداء یہ ہے۔

فلمّا رایت الناس فی الذین قدغووا	تجعفرت باسم اللّٰہ فیمن تجعفروا
جب میں نے دیکھا کہ لوگ دین کے سلسلے میں گمراہ ہورہے ہیں	تو میں اللہ کے نام کے ساتھ جعفری بننے والوں کے ساتھ جعفری بن گیا
ونادیت باسم اللّٰہ و اللّٰہ اکبر	وایقنت انّ اللّٰہ یعفو و یغفر
اور میں نے اللہ کا نام لے کر پکارا اور اللہ ہی بزرگ و برتر ہے	اور مجھے یقین ہوا کہ بے شک اللہ عفو اور درگزر کرتا ہے
و دنت بدین اللّٰہ ماکنت دیناً	بہ ونھانی سید الناس جعفر
اور میں نے دین خدا کو اپنا لیا اس کے بدلے جس کو میں نے اپنا دین بنایا تھا	اور جس سے تمام لوگوں کے مولا جعفرؑ نے مجھے منع کیا تھا
فقلت : فھبنی قد تھوّدت برھۃ	والّا فدینی دین من یتنصّر
اور میں نے کہا فرض کرو ایک عرصہ میں یہودی بنا رہا	یا میرا دین ان کا دین تھا جو نصاریٰ ہیں
وانّی الی الرّحمٰن من ذاک تائب	وانّی قداسلمت و اللّٰہ اکبر
اور میں رحمٰن کی بارگاہ میں اس سے توبہ کرنے والا ہوں	اور میں یقیناً اسلام قبول کرتا ہوں اور اللہ ہی بڑا ہے

فلست بغال ما حییت و راجع — الی ماعلیه کنت اخفی و اظهر

اور جب تک زندہ ہوں غلو نہیں کروں گا نہ میں پلٹوں گا — اس چیز کی طرف جس کو چھپاتا اور ظاہر کرتا رہتا تھا

ولا قائل حیّ برضویٰ محمد — وان عاب جهّال مقالی و اکثروا

نہ ہی اس بات کا قائل ہوں کہ رضویٰ میں محمد ہیں — اگرچہ جاہل لوگ مجھے برا بھلا کہیں اور اس میں زیادتی کریں

ولکنّه ممّن مضی لسبیله — علی افضل الحالات یقفی و یخبر

مگر وہ (محمد بن حنفیہ) ان میں سے ہیں جو گزر گئے — بہترین حالات کے ساتھ، پاک و پاکیزوں کے ساتھ

مع الطّیّبین الطّاهرین الا ولی لهم — من المصطفی فرع زکی و عنصر

پاک و پاکیزہ ہستیوں کے ساتھ۔ — جو حضور اکرمؐ کے پاکیزہ نسل سے ہیں

اس قصیدہ کے آخر تک (یہ بہت ہی طولانی ہے) اور اس کے بعد میں نے ایک اور قصیدہ کہا ہے۔

أیا راکباً نحو المدینة جسرة — عذافرة بطوی بها کل سبسب

اے مدینہ کی طرف دلیری کے ساتھ جانے والے سوار — جو شیر کی طرح بیابانوں کو طے کر رہے ہو

اذا ما هداک الله عاینت جعفراً — فقل لولیّ الله و ابن المهذّب

جب اللہ تجھے ہدایت دے اور تم جعفرؑ کو دیکھو — پس اس خدا کے دوست اور مہذب کے فرزند سے کہو

الا یا أمین الله و ابن امینه — اتوب الی الرحمن ثم تاوّبی

اے خدا کے امین کے فرزند اور خدا کے امین — میں بارگاہ خدائے رحمن میں توبہ کرتا ہوں پھر پلٹتا ہوں

الیک من الامر الذی کنت مطنباً — احارب فیه جاهداً کل معرب

تمہاری طرف اس امر سے جس میں مبالغہ کر رہا تھا — جنگ کروں گا اس میں مجاہدانہ طریقے سے ہر اس شخص سے جو غیر مہذب ہوگا

وما کان قولی فی ابن خولة مطنباً — معاندة منی لنسل المطیّب

فرزند خولہ کے بارے میں میرا مبالغہ آمیز قول — پاک و پاکیزہ ذریت کے عناد اور دشمنی پر مبنی نہیں تھا

ولکن روینا عن وصی محمّد — وما کان فیما قال بالمتکذّب

لیکن ہمیں محمدؐ کے وصی سے روایت ملی ہے — اور جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ جھوٹ پر مبنی نہیں ہے

بانّ ولیّ الامر یفقد لایری . ستیراً کفعل الخائف المترقّب

کہ صاحب امر پوشیدہ رہیں گے اور دیکھے نہیں جائیں گے
اس طرح چھپے ہونگے جیسے کوئی ڈرا سہما شخص ہے

فتقسم اموال الفقید کانّماً تغیّبه بین الصفیح المنصّب

اس فقید اور غائب کے اموال اس طرح تقسیم ہونگے جیسے
اس کی غیبت آسمان کی بلندیوں پر ہوئی ہے

فیمکث حیناً ثم ینبع نبعة کنبعة جدی من الافق . کوکب

ایک زمانہ وہ ٹھہریں گے اور اس کے بعد اس طرح ظاہر ہونگے
جیسے برج جدی افق پر ابھرتا ہے

یسیر بنصر الله من بیت ربّه علی سودد منه وامر مسبّب

اللہ کی نصرت اور مدد کے ساتھ اپنے پروردگار کے گھر سے چلیں گے
اور اسی کی طرف سے عطا کی ہوئی سرداری اور حکم مسبب کے ساتھ

یسیر الی اعدائه بلوائه فیقتلهم قتلا کحرّان مغضب

وہ بڑھیں گے اپنے دشمنوں کی طرف اپنے پرچم کے ساتھ
پس انہیں اس طرح مار ڈالیں گے جس طرح بے قابو اور غضبناک گھوڑے قتل کرتے ہیں

فلمّا روی انّ ابن خولة غائب . صرفنا الیه قولنا لم نکذّب

جب خبر دی گئی کہ خولہ کے فرزند غائب ہیں
ہم نے اپنے کلام کا رخ ان کی طرف پلٹ دیا اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا

وقلنا هو المهدی والقائم الذی یعیش به من عدله کلّ مجدب

اور ہم نے کہا یہ وہی مہدی اور قائم ہیں جن
کے عدل و انصاف کی بدولت ہر تشنہ کو زندگی ملے گی

فان قلت لا فالحق قولک والذی امرت فحتم غیر ما متعصّب

پس اگر تو نے اس کا انکار کیا تو تیرا قول حق ہے
جس کا تجھے حکم دیا گیا ہے وہ حتمی ہے اور اس میں تعصب نہیں ہے

واشهد ربّی ان قولک حجّة علی الناس طرّاً من مطیع و مذنب

اور اپنے پروردگار کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ تیرا قول حجت ہے
تمام لوگوں پر چاہے وہ اطاعت گزار ہوں یا گناہ گار

بانّ ولیّ الامر والقائمَ الذی تطلّع نفسی نحوه بتطرّب
یہ کہ صاحب امر اور وہ قائم جس پر میرا دل وجد میں آتا ہے

له غیبةٌ لا بدّ من ان یغیبها فصلّی علیه الله من متغیّب
اس کے لئے ایسی غیبت ہے کہ اس کے لئے غائب ہونا ضروری ہے اور اللہ نے اس غائب پر اپنی رحمت نازل فرمائی ہے

فیمکث حیناً ثمّ یظهر حینه فیملک من فی شرقها والمغرّب
کچھ عرصہ اور ٹھہریں گے پھر اپنے وقت پر ظاہر ہونگے اس کے بعد مشرق اور مغرب والوں پر حکومت کریں گے

بذاک ادین الله سرّاً و جهرة ولست وان عوتبت فیه بمعتب
اسی پر میرا عقیدہ و ایمان ہے خواہ ظاہر ہوں خواہ چھپے ہوئے اور اگرچہ اس میں میری سرزنش کی جائے لیکن سرزنش قبول نہیں کروں گا

حیان سراج جو اس حدیث کا راوی ہے وہ فرقہ کیسانیہ میں سے تھا پس جب بھی محمد بن حنفیہ کی موت واقع ہونا درست ثابت ہو جائے تو وہ اخبار اور روایات جن میں ان کی غیبت کے وقوع کی خبر دی گئی ہے کا غلط ہونا خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔

ان روایات میں سے بعض جو کہ محمد بن حنفیہؓ کی وفات سے متعلق ہیں

ان میں سے ایک وہ ہے جو محمد بن عصام رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا اسماعیل بن علی قزوینی نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا علی بن اسماعیل نے روایت کرتے ہوئے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے کہا حیان سراج ایک دفعہ جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ نے فرمایا اے حیان تمہارے ساتھی محمد بن حنفیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں اس نے عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور رزق پا رہے ہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ میرے والد علیہ السلام نے مجھ سے بیان کیا کہ آپؑ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اس کی بیماری میں عیادت کی اور اس کی موت کے بعد اس کی آنکھوں کو بند کر دیا اور اس کو قبر میں داخل کر دیا اور اس کی عورتوں کو دوسروں کے عقد میں دیدیا اور اس کی میراث تقسیم کی۔ اس نے کہا۔ اے

ابو عبداللہ محمد بن حنفیہ کی مثال اس امت میں عیسیٰ بن مریمؑ کی مثال ہے لوگوں پر ان کا معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اس کا معاملہ اس کے دوستوں پر مشتبہ ہوا ہے یا اس کے دشمنوں پر؟ اس نے عرض کیا۔ اس کے دشمنوں پر۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ ابو جعفر بن علی باقر علیہما السلام اپنے چچا محمد بن حنفیہ کے دشمن تھے۔ اس نے عرض کیا۔ نہیں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ اے حیان تم لوگوں نے اللہ کی نشانیوں سے منہ پھیر لیا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے **سنجزی الذین یصدفون عن ایتنا سوء العذاب بما کانوا یصدفون**۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۸) "جلد ہی ہم ان لوگوں کو جو ہماری ~~آیات اور~~ نشانیوں سے پھر گئے ہیں بدترین عذاب کی پاداش دیں گے اس کے سبب سے کہ وہ پھر جاتے ہیں"۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا محمد بن حنفیہ اس وقت تک نہیں مرے جب تک انہوں نے علی بن الحسین علیہما السلام کی امامت کا اقرار نہ کیا۔ اور ان کی وفات سنہ ۸۴ ہجری میں واقع ہوئی۔

مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا احمد بن ادریس نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ سے انہوں نے ابراہیم بن ہاشم سے انہوں نے عبدالصمد بن محمد سے انہوں نے حنان بن سدیر سے انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا۔ میں محمد بن حنفیہ کے پاس پہنچا اس وقت جب ان کی زبان بند ہوگئی تھی تو میں نے انہیں وصیت کرنے کا حکم دیا تو وہ بول نہ سکے آپؑ نے فرمایا پھر میں نے حکم دیا کہ تانبے کا ایک برتن لایا جائے جس میں عام طور پر ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اس میں ریت ڈال دی گئی پس اس کو ان کے قریب رکھا گیا میں نے ان سے کہا۔ اپنے ہاتھ سے اس پر لکھو امام فرماتے ہیں تب انہوں نے اپنی وصیت اپنے ہاتھ سے اس ریت پر لکھنی شروع کردی اور میں نے اس کو ایک کاغذ (صحیفہ) پر نقل کرلیا۔

غیبت کے بارے میں ناووسی اور واقفی فرقوں کے قول کا باطل ہونا

اس کے بعد ناووسی فرقہ غیبت کے معاملہ میں غلطی کا مرتکب ہوا جبکہ غیبت کا ایک حجتِ خدا پر واقع ہونا ان کے پاس ثابت ہوچکا تھا لیکن مورد کے بارے میں جہالت اور نادانی کی بناء پر وہ امام جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول کو آپ علیہ السلام کی وفات اور کاظم غیظ (غصہ کو پی جانے والے) اور حلیم و بردبار ہستی امام ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے امرِ امامت سنبھالنے کے ساتھ ہی باطل ثابت کردیا۔

اسی طرح واقفیہ فرقے نے امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے بارے میں ایسا ہی دعویٰ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپؑ

کی وفات اور آپؑ کے روضہ کے مقام کو ظاہر کر کے اور حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے آپؑ کے بعد امرِ امامت سنبھالنے اور آپؑ کی امامت کی نشانیوں کو ظاہر ہونے اور اس کے ساتھ آپؑ کے آباء طاہرین سے نص اور روایاتِ صحیحہ کے وارد ہونے کے ذریعے ان کے قول کے باطل ہونے کو ثابت کر دیا۔

بعض روایات جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی وفات کے بارے میں ہیں

ان روایات میں سے ایک وہ ہے جسے مجھ سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عمّار نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد قطعی نے انہوں نے حسن بن علی نخاس عدل سے انہوں نے حسن بن عبدالواحد خزاز سے انہوں نے علی بن جعفر سے انہوں نے عمر بن واقد سے انہوں نے کہا۔ سندی بن شاھک نے ایک رات مجھے بلا بھیجا جبکہ میں بغداد میں رہتا تھا مجھے خوف لاحق ہوا کہ کہیں وہ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ تو نہیں رکھتا اس لئے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی اور کہا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون اور اس کے بعد میں اس کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس نے مجھے آتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ اے ابو حفص شاید ہم نے تمہیں خوفزدہ اور مرعوب کر دیا تھا میں نے کہا ہاں پھر اس نے کہا اے ابو حفص کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا کیا تم موسیٰ بن جعفرؑ کو جانتے ہو میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں پہچانتا ہوں۔ اور میرے اور ان کے درمیان ایک عرصہ سے دوستی چلی آرہی ہے۔ اس نے کہا: یہاں بغداد میں کون لوگ انہیں پہچانتے ہیں جن کی بات معتبر اور قابل قبول ہے؟ میں نے بعض گروہوں کا نام لیا اور اس وقت میرے دل میں یہ بات آئی کہ آپؑ وفات پاچکے ہیں۔ اس کے بعد اس نے ان کو بلا بھیجا اور انہیں حاضر کر دیا گیا جس طرح مجھے حاضر کیا گیا تھا۔ پھر ان سے کہا: کیا تم لوگ ان لوگوں کو جانتے ہو جو موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہیں۔ ان لوگوں نے ایک گروہ کا نام لیا پھر انہیں بلا بھیجا اور یوں صبح تک پچاس مرد سے زیادہ اس گھر میں جمع ہوگئے جو موسیٰ کاظمؑ کو پہچانتے تھے اور ان کی صحبت سے شرفیاب ہوتے تھے۔ وہ کہتے ہیں: اس کے بعد سندی اٹھا اور اندر چلا گیا اور ہم نے نماز پڑھی۔ اب اس کا منشی ہاتھ میں ایک لمبا صحیفہ لے کر آیا اس پر ہمارے نام، پتے اور پیشے لکھ لئے اس کے بعد وہ سندی کے پاس گیا۔ وہ کہتے ہیں اس کے بعد سندی نکلا اور اپنے ہاتھ سے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے کہا اے ابا حفص اٹھ کھڑے ہو جاؤ پس میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میرے ساتھی بھی اٹھ گئے اور ہم (جیل میں) داخل ہوگئے۔ اس نے مجھ سے کہا: اے ابا حفص موسیٰ ابن جعفرؑ کے چہرے (مبارک) سے کپڑا ہٹاؤ۔ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ آپؑ وفات پاچکے ہیں پس میں رویا اور میں نے انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کہا اس کے بعد اس نے اس گروہ سے کہا: ان کو دیکھو پس ایک ایک کر کے سب

آگے بڑھے اور آپؑ کی زیارت کی ۔ پھر اس نے کہا سب لوگ یہ گواہی دیتے ہو کہ یقیناً یہی موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ ہیں سب نے کہا: ہاں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ ہیں ۔ پھر اس نے ایک غلام سے کہا ۔ اے غلام ان کی شرم گاہ پر کوئی رومال ڈالدو اور ان کے جسم کو برہنہ کردو ۔ پس اس نے ایسا ہی کیا ۔ پھر ہم سے کہا: کیا تم ان کے جسم پر کوئی ایسی چیز دیکھ رہے ہو جس کو تم برا سمجھتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں ہم ان پر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھ رہے ہیں اور ہم صرف یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپؑ وفات پاچکے ہیں ۔ اس نے کہا: پس تم یہاں سے نہیں جاؤگے جب تک تم انہیں غسل نہیں دوگے اور میں انہیں کفن پہنا کے دفن نہ کردوں ۔ وہ کہتے ہیں پس ہم وہیں رکے رہے جب تک آپؑ کو غسل و کفن دے کر آپؑ کا جنازہ اٹھایا نہیں گیا پھر سندی بن شاھک نے ان پر نماز پڑھی اور ہم نے آپؑ کو دفن کیا اور اپنے گھروں کو واپس لوٹے ۔ پس عمر بن واقد کہتا ہے: کوئی بھی موسیٰ بن جعفرؑ کے بارے میں مجھ سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے ۔ پس تم لوگ یہ کیسے کہہ رہے ہو کہ وہ زندہ ہیں جبکہ میں انہیں دفن کر چکا ہوں ۔

ہم سے بیان کیا عبدالوحد بن محمد العطارؒ نے اس نے کہا کہ بیان کیا ہم سے علی بن محمد بن قتیتبہ نے انہوں نے حمدان بن سلیمان نیشاپوری سے انہوں نے حسن بن عبداللہ صیرانی سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا: موسیٰ بن جعفرؑ سندی بن شاھک کے ہاتھوں وفات پاگئے اس کے بعد آپؑ کو ایک تابوت پر اٹھایا گیا اور یہ اعلان کردیا کہ یہ رافضیوں کے امام ہیں پس تم پہچان لو ۔ جب آپؑ کے تابوت کو فوجیوں کے درمیان لایا گیا تو اس کو چار آدمیوں نے اٹھایا اور یہ آواز دینے لگے: آگاہ ہوجاؤ! لوگوں جو خبیث کے خبیث بیٹے موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہے تو وہ باہر نکلے پس سلیمان بن ابو جعفر اپنے محل سے نہر کی طرف نکلا تو چیخ و پکار اور شور و غل سن لیا اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: سندی بن شاھک موسیٰؑ بن جعفرؑ کے جنازے پر شور و غل کررہا ہے ۔ پس اس نے اپنے بیٹوں اور غلاموں سے کہا: قریب ہے کہ نہر کے مغربی حصہ میں بھی اس جنازے کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے گا پس اگر وہ وہاں سے گزرے تو تم لوگ غلاموں کے ساتھ نیچے اترو اور جنازے کو ان کے ہاتھوں سے لے لو ۔ اور اگر وہ منع کریں تو تم انہیں مارو اور انہیں منتشر کردو وہ کہتے ہیں جب جنازہ کو لے کر وہ وہاں سے گزرے تو یہ لوگ ان کی طرف بڑھے اور جنازے کو ان کے ہاتھ سے لے لیا اور انہیں مارا پیٹا اور ان کو منتشر کردیا اور جنازہ کو ایک چوراہے پر رکھا اور کچھ پکارنے والے یوں پکارنے لگے آگاہ ہوجاؤ! جو شخص طیب و پاک کے فرزند طیب موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ باہر نکلے پس لوگ حاضر ہوگئے اور آپؑ کو غسل دیا، حنوط کیا، اور آپؑ کی تکفین ایک ایسے کفن سے کی گئی کہ جس میں ڈھائی ہزار دینار کی قیمت کی ایک یمنی چادر تھی جس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا ۔ پس وہ برہنہ پا آپؑ کے جنازے پر آیا اور پیچھے اس حالت میں چلا کہ ماتمی لباس پہنے ہوئے اور گریبان چاک کئے ہوئے تھا اور قریش کی قبور تک آیا اور آپ علیہ السلام کو وہاں دفن کردیا اور رشید (ہارون) کو یہ خبر لکھ کر بھیجدی ۔ پس اس نے سلیمان بن ابی جعفر کو یہ لکھا ۔ اے

چچا تم نے صلہ رحم کیا خدا تمہیں جزائے خیر دے۔خدا کی قسم جو کچھ سندی بن شاہک ، لعنۃ اللہ علیہ نے کیا ہے وہ ہمارے حکم سے نہیں کیا ہے۔

ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد ہمدانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد ابراہیم بن ھاشم سے انہوں نے محمد بن صدقہ عنبری سے انہوں نے کہا جب ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام وفات پاگئے تو ہارون الرشید نے طالبیہ کے بزرگوں ، عباسی سرداروں اور تمام اہل مملکت اور حکام کو جمع کیا اور ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے جسد کو سامنے کردیا اور کہا یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو طبعی موت مرے ہیں اور میرے اور ان کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں تھی جس کیلئے مجھے بارگاہ الہیٰ میں توبہ کرنے کی ضرورت پڑے یعنی ان کو قتل کرنے کی سازش ۔ پس ان کو آکر دیکھو پس آپؑ کے شیعوں میں سے ستر آدمی داخل ہوئے اور انہوں نے موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کو دیکھا جبکہ ان پر زخم ، زہر یا گلا دبانے کا کوئی اثر نہیں تھا اور آپ کے ہاتھوں پر مہندی کے اثرات تھے پس سلیمان بن ابو جعفر نے آپؑ کے جسد کو اٹھا لیا اور آپ کے غسل و تکفین کا ذمہ لے لیا اور آپ کے جنازے میں برہنہ پا اور بغیر عمامہ کے برہنہ سر چلا۔

ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن مسرور رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے حسین بن محمد بن عامر نے روایت کرتے ہوئے معلی بن محمد بصری سے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا علی بن رباط نے انہوں نے کہا میں نے علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے عرض کیا ہمارے پاس ایک ایسا مرد ہے جو یہ کہتا ہے کہ آپؑ کے والد بزرگوار علیہ السلام زندہ ہیں جبکہ آپؑ اس بارے میں بہتر جانتے ہیں ؟آپ علیہ السلام نے فرمایا **سبحان اللہ** رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو مرگئے جبکہ موسیٰ بن جعفرؑ نہیں مرے ہیں ۔ہاں خدا کی قسم بے شک وہ مرے ہیں اور ان کے اموال تقسیم کئے گئے اور ان کی کنیزوں نے دوسروں سے نکاح کیا۔

واقفہ فرقہ کا دعویٰ غیبت (امام) عسکری علیہ السلام کے بارے میں

پھر واقفہ فرقہ نے حسن بن علی بن محمد علیہما السلام کے بارے میں یہ دعویٰ کیا کہ غیبت ان پر واقع ہوئی ہے۔ اور یہ اس لئے تھا کہ غیبت کا معاملہ ان کے نزدیک صحیح تھا لیکن مورد کے بارے میں وہ نادانی کر گئے اور آپؑ ہی کو مہدی قائم سمجھتے رہے پس جب آپ علیہ السلام کی وفات ثابت ہوگئی تو آپؑ کے بارے میں ان کا نظریہ باطل ہوگیا۔ اور صحیح روایات سے جن کا ذکر ہم نے اس کتاب میں کیا ہے یہ ثابت ہوگیا کہ غیبت آپؑ کے فرزند کے ذریعے واقع ہوئی ہے نہ کہ آپؑ کے ذریعے۔

حضرت امام حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ عسکری کی وفات کے ثبوت میں بعض روایات

ان میں سے ایک وہ ہے جسے ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے۔ ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ان لوگوں نے جو حسن بن علی بن محمد العسکری علیہم السلام کی وفات اور آپؑ کی تدفین میں حاضر تھے اور جن کی تعداد کو شمار نہیں کیا جاسکتا اور یہ ناممکن ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹ پر متفق ہوجائیں۔ اور اس کے بعد ہم ماہ شعبان سنہ ۲۷۸ (ہجری) میں یعنی ابو محمد حسن بن علی عسکری علیہما السلام کی وفات کے اٹھارہ سال یا اس سے زیادہ کے بعد احمد بن عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کے دربار میں پہنچے وہ ان دنوں بادشاہ کی طرف سے ضلع قم میں ٹیکس جمع کرنے پر مامور تھا۔ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ناصبی اور ان (اہلبیتؑ) کے ساتھ بہت زیادہ دشمنی رکھنے والا تھا۔ وہاں آل ابو طالب میں سے جو لوگ سرمن رائے (سامراء) میں مقیم تھے ان کے عقیدے، مسلک، نیکی اور بادشاہ کے نزدیک ان کی منزلت کے بارے میں بات چھڑ گئی تو احمد بن عبیداللہ نے کہا میں نے علوی خاندان میں سے سرمن رائے (سامراء) میں کسی کو نہیں دیکھا نہ ہی پہچانا جو حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام کی طرح ہو۔ نہ ہی کسی ایسے شخص کے بارے میں سنا جو آپؑ کی طرح سیرت، سکون، پاکدامنی، ذہانت کی بدولت اپنے اہل بیت اور بادشاہ اور تمام بنی ہاشم کے نزدیک صاحب عزت ہو۔ نہ ہی اس بات میں کہ وہ لوگ اپنے عمر رسیدہ اور ذی قدروں پر آپ کو ترجیح دینے میں آپ کی طرح ہوں اسی طرح فوج کے سردار، وزراء، دربار کے کاتب اور عوام الناس بھی۔ ایک دن میں اپنے والد کے سرہانے کھڑا تھا وہ دن ان لوگوں کے ساتھ دربار لگانے کا دن تھا اتنے میں انکے دربان آئے اور ان سے کہا کہ ابن الرضا دروازے پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ انہیں اجازت دے دیں پس ایک ایسا مرد داخل ہوا جو گندم گوں جن کی پتلی بڑی اور چوڑی تھی خوبصورت قد، حسین چہرہ، بہترین جسم اور نوجوان تھے وہ جلالت اور ہیبت کے مالک تھے۔ جب میرے والد کی نظر ان پر پڑی تو وہ اٹھے اور ان کی جانب چند قدم چلے اور میرے علم میں نہیں ہے کہ انہوں نے اس طرح کا سلوک بنی ہاشم میں سے یا فوج کے سرداروں میں سے یا ولی عہدوں میں سے کبھی کسی کے ساتھ کیا ہو۔ جب وہ ان کے قریب پہنچے تو انہیں گلے لگایا ان کے چہرے اور ان کے دونوں پہلوؤں کو بوسہ دیا اور ان کے ہاتھ کو پکڑ کر انہیں اس جائے نماز پر بیٹھا دیا جس پر وہ خود بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خود ان کے پاس بیٹھ گئے جبکہ اپنا چہرہ ان کی جانب کیا ہوا تھا اور ان سے باتیں کرنے لگے اور ان کو کنیت سے پکارتے رہے اور بار بار یہ کہتے تھے کہ میری جان اور میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں۔ حالانکہ میں اس منظر سے بہت متعجب ہوا تھا اتنے میں دربان داخل ہوئے اور کہنے لگے کہ موفق آیا ہے۔ (موفق: خلیفہ معتمد علی اللہ احمد بن المتوکل کا بھائی اور اس کی فوج کا سردار تھا) اور جب بھی موفق کا میرے والد کے پاس آنا ہوتا تھا

تو یہ معمول تھا کہ اس کے دربان اور اس کے خاص سرداران فوج پہلے داخل ہوجاتے اور گھر کے دروازے سے لے کر میرے والد کے دربار تک صف لگائے کھڑے ہوجاتے تھے۔یہاں تک کہ وہ دربار میں داخل ہوجائے اور جب تک وہ داخل نہ ہوجاتا وہ ایسے ہی کھڑے رہتے تھے میرے والد لاپرواہی کے ساتھ ان کے (امام عسکریؑ) سامنے بیٹھے رہے اور باتیں کرتے رہے۔یہاں تک کہ اپنے خاص غلاموں کی طرف دیکھا پھر ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو تشریف لے جایئے خدا مجھے آپ پر قربان کردے اے ابو محمد! پھر اپنے غلاموں سے مخاطب ہوئے کہ ان کو صف میں کھڑے لوگوں کے پیچھے لے جاؤ تاکہ امیر یعنی موفق انہیں دیکھ نہ لے ۔ پس وہ کھڑے ہوگئے اور میرے والد بھی کھڑے ہوگئے اور ان کے ساتھ گلے ملے اور چہرے کا بوسہ لیا اور وہ چلے گئے ۔ میں نے اپنے والد کے دربان اور غلاموں سے پوچھا ۔ تمہیں ہلاکت ہو یہ کون ہیں جن کے ساتھ میرے والد نے ایسا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا یہ علوی خاندان کا ایک مرد ہے جن کو حسن بن علی کہا جاتا ہے اور ابن الرضا کے نام سے پہچانے جاتے ہیں پس میرے تعجب میں اور اضافہ ہوگیا ۔ پس وہ پورا دن ان کے بارے میں اور اپنے والد اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا کے بارے میں بے چین اور مضطرب رہا۔یہاں تک کہ رات آگئی ان کی عادت یہ تھی کہ عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد امور مملکت سے متعلق جن باتوں کی ضرورت تھی اور جو کچھ بادشاہ کو پیش کرنے ہوتے تھے پر نظر ڈالنے کیلئے بیٹھ جاتے تھے جب انہوں نے نماز پڑھ لی اور دوسرے کاموں سے فارغ ہوگئے تو میں ان کے پاس گیا اور ان کے سامنے بیٹھ گیا ۔ انہوں نے مجھ سے کہا ۔ اے احمد کیا تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہے ؟ میں نے کہا ہاں اے بابا اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کے بارے میں آپ سے سوال کروں گا ؟ انہوں نے کہا ۔ اے میرے بیٹے میں نے تجھے اجازت دے دی اب جو تو پسند کرتا ہے مجھ سے کہو میں نے ان سے کہا اے بابا وہ مرد کون تھا جو صبح آپ کے پاس آیا تھا اور آپ نے تکریم و تجلیل اور احترام کا سلوک ان کے ساتھ کیا اور آپ بار بار اپنے آپ کو اور اپنے والدین کو ان پر قربان ہونے کی تمنا کررہے تھے ۔ انہوں نے کہا اے بیٹا وہ رافضیوں کے امام ہیں ۔ وہ ابن الرضا ہیں پھر ایک لمحہ خاموش رہے اور اس کے بعد بولے ۔ اے بیٹا اگر خلافت بنی العباس کے خلفاء سے زائل ہوجائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں ہوگا سوائے ان کے ۔ یہ تو اپنی فضیلت ، پاکدامنی ، وقار ، تسلط بر نفس ، زہد ، عبادت ، خوش اخلاقی اور نیکی کی بناء پر اس کے مستحق ہیں ۔ اگر تو ان کے پدر بزرگوار کو دیکھتا تو انہیں بھی ایک جلیل القدر ذہین ، نہایت نیک اور فاضل مرد پاتا ۔ اپنے بابا سے ان کے بارے میں یہ سنکر میری بے چینی اور فکر مندی اور باپ کے خلاف غم و غصہ میں اضافہ ہوا اب اس کے بعد میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور مقصد نہیں تھا کہ میں ان کے بارے میں پوچھوں ، ان کے بارے میں تحقیق کروں پس میں نے بنی ہاشم سے اور قائدین فوج ، کاتبین ، قاضیوں فقہاء سے اور تمام لوگوں میں سے جس سے بھی ان کے بارے میں پوچھا میں نے یہی پایا کہ وہ ان کے نزدیک نہایت معزز اور مکرم اور اعلیٰ مقام اور حسن کلام والے ہیں اور وہ لوگ ان کو ان کے گھر والوں اور بزرگوں اور سب پر ترجیح

دیتے ہیں اور ہر ایک یہی کہتا ہے وہ رافضیوں کے امام ہیں پس ان کی منزلت میری نگاہ میں عظیم ہوگئی کیونکہ میں نے نہیں پایا ان کے کسی دوست یا دشمن کو مگر یہ کہ وہ ان کے بارے میں اچھی باتیں کرتا اور ان کی مدحت کرتا تھا۔

اس دوران اہل دربار میں بعض اشعرین نے ان سے کہا اے ابابکر ان کے بھائی جعفر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو اس نے کہا جعفر کون ہے جس کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہو یا اس کا ان کے ساتھ موازنہ کیا جائے۔ یقیناً جعفر علی الاعلان فسق وفجور کرنے والا، لاپرواہ اور بدترین شرابی ہے۔ اس جیسا آدمی میں نے کم ہی دیکھا ہے جو اپنی عزت کو پامال کرنے والا ہو۔

وہ احمق شرابی ہے، احساس حقارت میں گرفتار ہے اور نہایت ہلکی عقل کا ہے۔ خدا کی قسم حسن بن علی علیہما السلام کی وفات کے وقت جب وہ بادشاہ اور اس کے ساتھیوں پر وارد ہوا تو مجھے بالکل اس سے حیرت نہیں ہوئی اور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ اس طرح کرے گا۔ ہوا یہ تھا کہ جب وہ (امام) بیمار ہوگئے اس نے میرے والد کے پاس آدمی بھیجا کہ ابن الرضا بیمار ہوگئے ہیں۔ پس اسی لمحہ وہ سوار ہوگئے اور دارالخلافہ کی طرف چل پڑے پھر نہایت عجلت میں واپس آگئے جبکہ ان کے ساتھ امیرالمومنین کے پانچ نوکر تھے سب کے سب اس کے معتمد اور خواص تھے ان میں سے ایک نحریر تھا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ حسن بن علی علیہما السلام کے گھر پر پہرہ دیں اور ان کے حال چال سے باخبر رہیں اور اطباء کے ایک گروہ کو بلا بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ مسلسل ان کے پاس آتے جاتے رہیں اور صبح و شام ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔ اس کے دو دن کے بعد ایک آدمی یہ خبر لے کر آیا کہ وہ نہایت ضعیف اور کمزور ہو چکے ہیں تو وہ ان کے پاس جانے کیلئے چل پڑے یہاں تک کہ صبح تک ان کے پاس رہے پھر اطباء کو حکم دیا کہ وہ ان کے پاس رہیں۔ اس کے بعد قاضی القضات (چیف جسٹس) کو بلا بھیجا وہ دربار میں حاضر ہوا تو اسے حکم دیا کہ وہ ان کے اصحاب میں دس آدمی جن کی دیانت، امانتداری اور پرہیزگاری، قابل اعتماد ہو کا انتخاب کرے۔ پس انہیں حاضر کیا گیا اور انہیں (امام) حسن (عسکری) علیہ السلام کے گھر بھیجا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ دن رات وہ وہیں رہیں۔ یعنی وہ وہاں رکے رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام وفات پاگئے۔ اور یہ ۲۶۰ھ ماہ ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد کی بات ہے۔

پس پورے سرمن رائے (سامراء) میں یہ پکار تھی کہ ابن الرضا فوت ہوگئے بادشاہ نے ان کے گھر تفتیش کیلئے آدمی بھیجے تاکہ وہ ایک ایک کمرہ کی تفتیش کریں۔ اور وہاں ہر چیز پر ان لوگوں نے مہر لگادی اس دوران ان لوگوں نے ان کے وارث اور بیٹے کو دیکھنا چاہا پس ایسی عورتوں کو لے کر آئے جو حاملہ عورت کی تشخیص کر سکتی تھیں پس وہ عورتیں آپ کی کنیزوں پر وارد ہوئیں انہوں نے ان کا معائنہ کیا ان میں سے بعض نے یہ بتایا کہ وہاں ایک کنیز ایسی ہے جو حاملہ ہے چنانچہ اس کو لانے کا حکم دیا گیا پس اس کو ایک کمرہ میں رکھ دیا گیا اور اس پر نحریر نامی خادم اور اس کے ساتھی اور چند عورتوں کو نگران قرار دیا گیا۔ پھر اس کے بعد آپ کی رسومات کی ادائیگی کیلئے تیاری شروع ہوگئی۔ تمام بازاروں کو

بند کردیا گیا۔ میرے والد اور دیگر بنی ہاشم کے افراد، فوج کے قائدین اور دربار کے کاتب اور تمام لوگ آپ کی تشیع جنازے میں شریک ہوئے پس اس دن سرمن رائی (سامراء) میں قیامت جیسا منظر برپا تھا۔ جب وہ رسومات سے فارغ ہوگئے تو بادشاہ نے ابو عیسیٰ ابن متوکل کو بلا بھیجا اور ان سے کہا گیا کہ وہ نماز جنازہ ادا کریں۔ پس جب جنازے کو نماز کیلئے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ اس سے نزدیک ہوئے اور آپؑ کے چہرے سے کفن ہٹا کر بنی ہاشم کے افراد، یعنی علوی اور عباسی خاندان کے افراد فوج کے قائدین، دربار کے کاتب، تمام قاضیوں، فقہاء اور معتبرینِ قوم کے سامنے پیش کیا اور کہنے لگا۔ یہ حسن بن علی بن محمد بن الرضا ہیں جو اپنے بستر پر طبعی موت مرے ہیں اور امیرالمومنین کے نوکروں اور خادموں اور ان کے قابل اعتماد لوگوں سے فلاں فلاں اور اطباء میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں اس وقت موجود تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ان کے چہرے کو ڈھانپ دیا اور کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور پانچ تکبریں کہیں پھر جنازے کو اٹھانے کا حکم دیا گیا پس ان کے گھر سے جنازہ اٹھالیا گیا اور وہاں دفن کردیا گیا جہاں ان کے والد دفن کئے گئے تھے۔

جب دفن کے بعد لوگ منتشر ہوگئے تو سلطان اور اس کے ساتھی ان کے فرزند اور بیٹے کی تلاش میں بے چین ہوگئے۔ اور گھروں پر چھاپہ مارا گیا۔ پھر ان کی میراث کو تقسیم کرنے کے سلسلے میں توقف کیا گیا۔ اور وہ کنیز جس کے بارے میں حاملہ ہونے کا شبہ اور وہم انہیں لاحق ہوگیا تھا اس کی دو سال سے زیادہ نگرانی وہی لوگ کرتے رہے جو اس کام پر مامور کئے گئے تھے اس کے بعد ان کی میراث کو ان کی والدہ اور انکے بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کیا گیا تو ان کی والدہ نے میراث کے بارے میں وصیت کا دعویٰ کیا اور یہ بات قاضی کے پاس ثابت ہوگئی۔ اور بادشاہ اس بہانہ ان کے بیٹے کی تلاش میں مسلسل رہا۔میراث کی تقسیم کے بعد جعفر میرے والد کے پاس آئے اور ان سے کہا مجھے میرے والد اور میرے بھائی کا درجہ اور مقام دے دو میں ہر سال بیس ہزار دینار تم کو پہنچاؤں گا تو میرے والد نے اسے ڈانٹ پلائی اور کہا جا بے وقوف اور احمق کہ بادشاہ، خدا اسے عزت دے ان لوگوں پر تلوار اور کوڑے برسائے جو یہ گمان رکھتے تھے کہ تیرا والد اور تیرا بھائی امام ہیں تاکہ اس طرح انہیں اس بات سے پلٹا دے تو وہ اس بات پر قادر نہ ہوا اور وہ انہیں ان دونوں کے بارے میں اس عقیدہ اور نظریہ سے روگرداں نہ کرسکا اور اپنی سی کوشش بھی کرڈالی کہ تمہارے باپ اور بھائی کو اس مرتبہ اور منزلت سے ہٹا دے پس وہ ایسا نہ کرسکا۔ اگر تم اپنے باپ اور بھائی کے پیروکاروں کے نزدیک امام ہو تو تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ بادشاہ یا کوئی اور تمہیں ایسا رتبہ اور مقام دیدے۔ اور اگر ایسا رتبہ اور منزلت تمہیں ان کے پاس حاصل نہیں ہے تو ہمارے ذریعے بھی تمہیں یہ چیز حاصل نہیں ہوگی۔ (میرے والد) نے اس کے بعد اسے پست اور بے حیثیت قرار دیا اور حکم دیا کہ دوبارہ اسے دربار میں آنے سے منع کیا جائے پس اسے میرے والد کے پاس آنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی یہاں تک کہ میرے والد مرگئے اور ہم وہاں سے نکل گئے۔

صورتحال ویسی کی ویسی رہی اور بادشاہ آج تک حسن بن علی علیہما السلام کے بیٹے کی تلاش میں لگا ہوا ہے۔

پس موت کے واقع ہونے میں اس سے بالاتر اور کوئی چیز ہے ؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ آنکھوں دیکھے کو مسترد کریں اور اس کو جھٹلائیں۔ اور بادشاہ ان کے بیٹے کی تلاش میں اس لئے باز نہیں آتا تھا کیونکہ اس کے کان میں یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ ان کا کوئی بیٹا ہو چکا ہے۔ اور وہ اپنے والد کی وفات سے چند سال پہلے پیدا ہوا ہے اور انہوں نے اپنے اصحاب کے سامنے بیٹے کو پیش کر کے ان سے کہا ہے کہ یہ میرے بعد تمہارا امام ہوگا اور تم پر میرا جانشین ہوگا پس اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد متفرق نہ ہونا اگر ایسا کرو گے تو اپنے دین کے بارے میں ہلاکت میں پڑ جاؤ گے اور یہ بھی کہ تم لوگ اس کے بعد ان کو نہ دیکھو گے۔ پھر انہیں غائب کر دیا اور ان کو ظاہر نہیں کیا اسی لئے بادشاہ اس کی تلاش سے باز نہیں آتا تھا۔

اور مروی ہے کہ اس امر (غیبت) کا مالک وہی ہے جس کی ولادت لوگوں پر مخفی اور پوشیدہ ہو گئی اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گئے تاکہ جب وہ ظہور کریں تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہو اور وہ وہی ہیں جن کی وراثت تقسیم ہوگی جبکہ وہ خود زندہ ہونگے۔ اور ہم نے اس سلسلے میں روایت کو اس کتاب میں اپنے مقام پر سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس روایت کو بیان کرنے سے ہماری مراد یہ تھی کہ ہم حسن بن علی علیہما السلام کی موت کے واقع ہونے کو ثابت کریں۔ پس جب غیبت کے واقع ہونے کے سلسلے میں محمد بن حنفیہ، امام جعفر بن محمد الصادق، امام موسیٰ بن جعفر اور امام حسن بن عسکری علیہم السلام کے بارے میں جو کچھ دعویٰ کیا گیا تھا وہ غلط اور باطل ثابت ہوا اور وہ اس طرح کہ ان کی وفات کا وقوع پایہ ثبوت کو پہنچا تو ثابت ہوا کہ یہ غیبت ان پر واقع ہوئی ہے جن کے بارے میں پیغمبرِ خدا اور گیارہ ائمہ علیہم الصلوۃ والسلام نے نص اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور وہ حجتہ بن الحسن بن علی بن محمد العسکری علیہم السلام ہیں اور میں نے اس بارے میں روایات کو سند کے ساتھ اس کتاب میں آپ صلوات اللہ علیہ کے بارے میں بیان شدہ نصوص کے ابواب میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں ہم سے سوال کرنے والا ان دو باتوں سے خالی نہیں ہے یا تو وہ ہمارے گیارہ اماموں علیہم السلام کو ماننے والا ہے یا ان کے امامت کا قائل نہیں ہے ؟ اگر وہ ان کی امامت کا قائل ہے تو اس کے لئے ضروری اور واجب ہے کہ بارہویں امام کی امامت کا بھی قائل ہو جائے کیونکہ آپؑ کے پدران جو ائمہ علیہم السلام ہیں کی طرف سے آپ کے نام اور نسب کے متعلق نصوص موجود ہیں۔ اور ان کے شیعوں کا بھی اس بات پر اجماع ہے کہ وہ امام ہیں اور وہی قائم ہیں جو اپنی طویل غیبت کے بعد ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل و قسط سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اگر پوچھنے والا گیارہ اماموں کو ماننے والوں میں سے نہ ہو تو ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بارہویں قائم امام علیہ السلام کے بارے میں اس کو کوئی جواب دیں بلکہ اس کے اور ہمارے

درمیان آپؑ کے گیارہ آباء جو ائمہ علیہم السلام ہیں کی امامت کو ثابت کرنے کے بارے میں بات ہوگی اور یہ اس طرح ہے جیسے اگر کوئی یہودی ہم سے پوچھے کہ کیوں ظہر کی نماز چار رکعت، عصر کی چار رکعت، عشاء کی چار رکعت، صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعتیں ہوگئیں؟ تو ہم پر اس بارے میں کوئی جواب دینا ضروری نہیں ہے بلکہ ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ہم اس سے کہیں کہ تم تو اس نبی کی نبوت کے منکر ہو جس نے یہ نمازیں اور ان کی رکعتوں کی تعداد ہم تک پہنچائی ہے پس تم ہم سے اس کی نبوت کے بارے میں بات کرو اگر نبوت ثابت نہیں ہوگی تو یہ نمازیں بھی ثابت نہیں ہونگی اور اسکے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور اگر ان کی نبوت ثابت ہوگئ تو تمہیں ان نمازوں کا انہی تعداد کے ساتھ فرض ہونے کا اقرار کرنا پڑے گا کیونکہ ان کو لانے والے کی درستگی ثابت ہوچکی ہے اور اس کی امت کا بھی اس پر اتفاق رائے ہے خواہ تم اس بارے میں علت کو جانو یا نہ جانو اور یہی جواب ہو بہو حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں پوچھنے والے کے لئے ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

کبھی حکمت کے آثار سے نابلد ملت کے مفاد میں اور صحیح تدبیر سے غافل اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کرے کہ غیبت تمہارے زمانہ کے امام کے ذریعے کیوں واقع ہوئی اور کیوں ان کے گزشتہ آباء جن کو تم ائمہ گمان کرتے ہو کے ذریعے واقع نہیں ہوئی؟ حالانکہ ہم آل محمد علیہم السلام کے شیعوں کو اس زمانے میں بہتر حالت میں پاتے ہیں اور ان کی زندگی فراخی میں ہے بہ نسبت بنی امیہ کے زمانے کے جب کہ اس دوران ان کو اس بات پر مجبور کیا جارہا تھا کہ وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بیزاری کا اظہار کریں اور اسی طرح کے ناگوار حالات جیسے قتل اور دھمکی سے دوچار تھے۔ اور وہ ان حالات میں محفوظ اور سلامتی کے ساتھ ہیں اور ان کے پیروکار زیادہ ہورہے ہیں اور ان کے انصار کثرت پارہے ہیں اور حکومتوں کے اکابرین اور بادشاہوں کے قرابتداروں کے ان سے محبت کی وجہ سے ان کے نام ظاہر اور آشکار ہیں۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ اور اللہ ہی سے توفیق ملتی ہے۔ یقیناً جہالت غافلوں اور جھٹلانے والوں اور شک و شبہ میں مبتلا لوگوں سے زائل نہیں ہوتی۔ ہماری گزشتہ گفتگو میں یہ بات گزر گئ کہ اللہ کی حجتوں علیہم السلام کا ظہور اور ان کا پوشیدہ ہونا حکمت کے مطابق ہوتا ہے اور یہ اہل ایمان کے لئے امکان اور تدبیر کے حساب سے ہوتا ہے۔ اور جب معاملہ ایسا ہے تو صاحبان رائے اور تمیز یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت معاملہ، اگرچہ صورتحال ویسی ہے جیسی بیان کی گئ، گزشتہ ائمہ علیہم السلام کے زمانوں سے زیادہ سخت اور شدید ہے اور وہ اس طرح کہ گزشتہ ائمہ ہر وقت اپنے شیعوں اور اپنی ولایت کے ماننے والوں اور لوگوں میں سے جو ان کی طرف مائل تھے کو خفیہ طور پر یہ بات بتاتے

بتایا جاتا۔ پھر تو ان کے دشمن ان کو مہلت ہی نہیں دیتے اور انتظار بھی نہیں کرتے۔ جیسے فرعون کا فعل بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کے سلسلے میں اور وجہ یہ تھی کہ ان کے پیروکاروں سے یہ بات ظاہر ہوگئی اور ان کے درمیان پھیل گئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں گے اور فرعون اور اس کی حکومت کی نابودی انہی کے ہاتھوں ہوگی۔ اور اس طرح اس سے قبل نمرود کا کام اپنی رعیت اور اہل مملکت کے بچوں کو ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں قتل کرنے کے سلسلے میں جب ان کی پیدائش کے وقت کی خبر پھیل گئی اور یہ بات منتشر ہوگئی کہ نمرود اور اس کی اہل مملکت اور دین انہی کے ہاتھوں نابود ہوں گے۔ اس طرح امام حسن بن علی (ہمارے امام زمانہ کے والد گرامی) علیہما السلام کی وفات کے زمانے کے طاغوت کا حال ہے کہ وہ ان کے فرزند کی تلاش میں رہا اور ان کے گھر کی نگرانی کی گئی اور ان کی کنیزوں کو حبس میں رکھا گیا اور اس بات کا انتظار کیا گیا کہ جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے وہ ظاہر ہو جائے۔ پس اگر ان کے ارادوں اور نیت میں یہ بات نہ ہوتی جو ہم نے حضرت ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے بارے میں بتائی ہے تو وہ کبھی ایسا اقدام نہ کرتے۔ درحالیکہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے پیچھے اپنے اہل وعیال اور اپنے فرزند کو چھوڑ گئے تھے۔ جبکہ وہ لوگ یہ جانتے تھے کہ ان کے مذہب اور دین کے مطابق بیٹا اور والدین کی موجودگی میں سوائے شوہر اور بیوی کے کوئی اور شخص میراث کا مستحق نہیں ہوتا۔ پس ہرگز اس کے علاوہ کوئی اور بات کسی عاقل کے ذہن میں آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے بغیر وہ کچھ اور سمجھ سکتا ہے اس کے علاوہ تدبیر اور حکمت صحیح کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ظہور اور غیبت کی مدت اپنی انتہا کو پہنچ جانی چاہیے۔ پس اگر یہ بات ہے تو غیبت واقع ہوتی ہے اور امام ان سے پوشیدہ ہوگیا ہے۔ اور وہ ان کی جگہ سے ناواقف ہیں۔ اس حالت میں ان کے شیعوں میں سے کوئی شخص ان کے معاملہ میں کوئی بات پھیلا دیتا ہے جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ہے۔ درحالیکہ وہ پوشیدگی کی حالت میں ہیں ایسے میں زمانہ کے طاغوت یا عوام میں سے ایک فتنہ پرور جماعت ان کی پوشیدگی کے بارے میں وارد شدہ چیزوں اور ذکر شدہ روایات کی بناء پر جستجو اور تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو اسے کوئی ایسی حقیقت ہاتھ نہیں آتی جس کی طرف اشارہ کرکے کہا جاسکے کہ یہ وہی ہے نہ ہی کوئی ایسا شبہ نظر آتا ہے جو اس سے متعلق ہو تو یہ جماعت منتشر ہوجائے گی اور فتنہ خاموش ہوجائے گا اور غصہ ختم ہوجائے گا۔ پس ایسی صورت میں ان کے شیعوں کے خلاف اور نہ ہی ان سے متعلق چیزوں کے خلاف ان کے دشمنوں کے پاس اقدام کرنے کا بہانہ ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی راہ ہوگی۔ اور ایسے میں دشمنی اور عداوت کی آگ بجھ جائے گی اور دشمنی سے وہ جماعت باز آجائے گی یوں ان کے حالات ظاہر ہوجائیں گے ان پر جو ان کے بارے میں غوروفکر کرتے ہیں اور ان کے معاملہ میں سوچنے والے پر وضاحت ہوجائے گی اور ان کے مسلک اور راہ کے بارے میں ایک مؤمن اور مفکر شخص تحقیق کرے گا پس وہ شخص جو جہل کے میدان میں سرگردان تھا حجت خدا کے دوستوں سے ملحق ہوجائے گا اور ان پر ظالموں کے حق پر پردہ ڈالنے کی سازشیں حق کے بارے میں غوروفکر کے دوران روشن دلائل اور شواہد کے ذریعے

کشف ہوجائے گی جس طرح ہماری اس کتاب میں غور وفکر کرنے والے پر واضح اور کشف ہوجائیں گی جبکہ وہ نجات کا خواہاں، گمراہی کے راستوں سے بھاگنے والا اور ان سے ملحق ہونے والا ہو جن کو اللہ کی طرف سے نیکی اس سے قبل عنایت ہوچکی ہو اور یوں وہ گمراہی پر ہدایت کو ترجیح دیتا ہو۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اور ان چیزوں میں سے جن کے بارے میں حق سے عناد رکھنے والوں نے سوال کیا ہے وہ یہ ہے کہ تم ہمیں بتاؤ کہ کیا اس وقت کا امام اپنی امامت کا دعوی کرتا ہے یا کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرتا؟ اور ہم ان کے پاس جائیں گے اور ان سے اپنے دین کے راستوں کے بارے میں سوال کریں گے اگر وہ ہمیں جواب دیں اور امامت کا دعویٰ بھی کریں تو ہم جان لیں گے کہ وہ امام ہیں اور اگر وہ امامت کا دعویٰ نہیں کرتے اور ہمیں ہمارے سوالوں کا کوئی جواب بھی نہیں دیتے جب ہم ان کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ اور دوسرے لوگ جو امام نہیں ہیں ایک ہی جیسے ہوں گے۔

ان کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ کے سچے اور صادق امام کے بارے میں ان سے پہلے گزرنے والوں نے اشارہ کیا ہے اور انہیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اس بات کا دعویٰ کریں کہ وہ امام ہیں مگر یہ کہ وہ اس بات کو یاد دہانی یا تاکید کیلئے کہیں۔ لیکن اس طرح دعویٰ کریں کہ اس کے بعد انہیں دلیل لانے کی ضرورت پڑے ایسا نہیں ہے۔ کیوں ان سے قبل کے صدق گو نے ان پر نص کی ہے اور ان کے امر کو روشن اور واضح کردیا ہے۔ اور دعویٰ کرنے کی ضرورت سے انہیں بے نیاز کردیا ہے۔ اور اس بارے میں ہمارا قول اس قول کی طرح ہے جو ہم علی بن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر نص کی ہے اور وہ اس بات سے بے نیاز تھے کہ اپنی ذات کیلئے امامت کا دعویٰ کرتے پھریں۔ رہی یہ بات کہ وہ تمہارے دین کے معاملات کا جواب دیں تو اگر تم ان کے پاس رشد وہدایت حاصل کرنے اور علم پانے کی غرض سے اور ان کے مقام و منزلت کی معرفت کے ساتھ اور ان کی امامت کا اقرار کرتے ہوئے جاؤ گے تو وہ تمہیں ضرور پہنچوائیں گے اور تعلیم دیں گے اور اگر تم ان کے پاس دشمنی کے ساتھ جاؤ گے اور اس تاک میں کہ ان کے دشمنوں سے ان کے بارے میں چغلی کرو گے اور حق کے دشمنوں کے پاس ان کی بدی چاہتے ہوئے ان کے گرد جمع ہوگے اور دین کے پوشیدہ معاملوں کو پہچاننے کے بعد اس کو فاش کرنے کی غرض سے جاؤ گے تو وہ تمہیں جواب نہیں دیں گے کیونکہ وہ تم سے اپنی جان کے بارے میں خوف رکھتے ہیں۔ اگر یہ اس اعتراض کا جواب کسی کو قائل کرنے کیلئے کافی نہیں ہے تو ہم سوال کا رخ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف موڑ دیں گے کہ جب وہ غار میں چھپے ہوئے تھے تو اگر لوگ انہیں دین کے بارے میں پوچھنا چاہتے تو کیا وہ ان سے ملاقات کرسکتے تھے اور کیا وہ ان تک پہنچ جاتے یا نہیں۔ اگر ان کا پہنچنا ممکن تھا تو ان کا غار میں روپوش ہونا

غلط اور باطل ثابت ہوگا اور اگر وہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تو تمہاری بیان کردہ وجہ اور دلیل کی بناء پر ان کا ہونا اور نہ ہونا اس دنیا میں برابر ہے۔ اگر تم یہ کہو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپوش ہونا عارضی تھا، تو کہا جائے گا کہ اسی طرح امام علیہ السلام کا اس وقت روپوش رہنا عارضی ہے۔ اگر تم لوگ یہ کہو گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ظاہر ہوئے (یعنی غار سے نکلے) اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہم جواب میں کہیں گے اس سے کیا فرق پڑتا ہے کیا غار سے نکلنے اور ظاہر ہونے سے پہلے وہ نبی نہیں تھے یعنی اس دوران جب وہ غار میں روپوش تھے لیکن ان کی نبوت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اسی طرح امام کے بارے میں بھی ہے کہ وہ امام ہیں اگرچہ اپنی امامت کو ان لوگوں سے چھپا رہے ہیں جن سے اپنی زندگی اور نفس کے متعلق خوف لاحق ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فاضل ترین اور ان میں سے سچائی میں مقدم ترین لوگوں کے بارے میں جب مشرکوں کے کسی گروہ سے ان کی ملاقات ہوتی اور وہ ذات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں ہوتے لیکن وہ آپؐ کو نہیں پہچانتے تو اصحاب سے پوچھتے کہ کیا وہ یہ شخص ہیں؟ جبکہ آپؐ ان کے سامنے ہوتے۔ یا وہ کیسے روپوش ہوئے یا وہ کہاں ہیں؟ تو وہ لوگ کہتے کہ ہم ان کی جگہ کو نہیں پہچانتے یا یہ وہ شخص نہیں ہیں۔ کیا خیال ہے کہ وہ اصحاب جھوٹے اور قابل مذمت اور سچ سے رخ موڑنے والے اور ناپسندیدہ تھے یا نہیں؟ اگر تم یہ کہتے ہو کہ وہ جھوٹے تھے تو تم دین اسلام سے خارج ہوئے کیونکہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا قرار دیا اور اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ ایسی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کلام میں تحریف کردی اور الفاظ سے ایسے معانی مراد لئے کہ ان کی بات جھوٹ ہونے سے نکل گئی اگرچہ اس کا ظاہر جھوٹ ہو؟ پس اس بنا پر وہ قابل مذمت نہیں ہیں بلکہ وہ پسندیدہ ہیں کیونکہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قتل ہونے کو دفع کردیا۔

ان کے جواب میں کہا جائے گا اسی طرح امام کے بارے میں بھی ہے اگر وہ یہ کہیں کہ میں امام نہیں ہوں اور اپنے دشمنوں کو ان کے سوالوں کا جواب نہ دیں تو ان کی امامت زائل نہیں ہوئی کیونکہ وہ اپنے نفس کے بارے میں خوفزدہ ہیں۔ اور اگر ان کا اپنے دشمنوں کے سامنے خوف کی حالت میں اپنے امام ہونے سے انکار کرنا اس بات کا موجب ہے کہ ان کی امامت باطل ہوجائے تو یہاں بھی اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب میں سچا ہونا باطل ثابت ہوجائے گا اور اگر یہ چیز صحابہ کی صداقت پر کوئی آنچ نہیں آنے دیتی تو یہاں امام کا اپنی امامت کو پوشیدہ رکھنا بھی ان کی امامت کو زائل نہیں کرتا۔ اور ان دونوں پر کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان شخص ایسے کافروں کے ہاتھوں اسیر ہوجائے جو مسلمانوں کو قتل کرتے ہوں تو اس حالت میں اگر اس شخص سے پوچھا جائے کیا تم مسلمان ہو؟ اور اس نے کہا نہیں تو یہ بات اس کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے والے نہیں ہے۔ اس طرح امام اگر اپنے دشمنوں کے سامنے اور جن سے اپنی ذات کے بارے میں خوف رکھتا ہے اپنی امامت کا انکار کرے تو یہ بات اس کو امامت سے خارج

نہیں کرے گی۔

اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ ایک مسلمان کو دنیا میں لوگوں کو تعلیم دینے اور حدود نافذ کرنے کے لئے قرار نہیں دیا گیا ہے اس لئے ان دونوں کے احکام مختلف اور جدا ہیں پس امام پر ضروری ہے کہ وہ اپنی ذات کو کبھی پوشیدہ نہ رکھے ان سے کہا جائے گا ہم نے یہ نہیں کہا امام اپنی ذات کو تمام لوگوں سے پوشیدہ اور مخفی رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے انہیں منصوب کردیا ہے اور اپنے بندوں کو ان کے مقام اور منزلت اس سچے امام کے قول جو ان سے پہلے آئے ہیں اور ان کی طرف سے منصوب کئے گئے ہیں کے ذریعے سے پہنچوائی ہے۔ ہم نے تو صرف یہ کہا ہے کہ یقیناً امام اپنے دشمنوں کے سامنے اس بات کا اقرار نہیں کرتے اور وہ بھی اس ڈر سے کہ کہیں وہ انہیں قتل نہ کر ڈالیں۔ لیکن یہ بات کہ وہ پوشیدہ رہیں تمام مخلوقات سے یہ بات نہیں ہے کیونکہ تمام لوگ اگر ان سے پوچھا جائے کہ امامیہ فرقے کا امام کون ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ فلاں بن فلاں ہیں۔ اور یہ پوری امت کے نزدیک مشہور ہے۔ ہم نے بات صرف اس بارے میں کی تھی کہ آیا وہ اپنے دشمنوں کے سامنے بھی اقرار کرتے ہیں یا اقرار نہیں کرتے۔ اور اس سلسلے میں ہم تمہارے لئے غار میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روپوش ہونا تقابل کے طور پر لائے درحالیکہ آپ مبعوث ہوچکے تھے آپ کے ساتھ معجزات بھی تھے اور ایک نئی شریعت کے ساتھ آئے تھے اور سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کرچکے تھے اور ہم نے تمہیں دکھا دیا کہ جب وہ خوفزدہ ہوجائیں تو ان کے لئے یہ ممکن اور جائز ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے سامنے اپنے امام ہونے کا انکار کردیں اور ان کے سوالات کا کوئی جواب نہ دیں اور یہ بات انہیں امام ہونے سے خارج نہیں کرتی اور ان دونوں موارد میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ اگر تم یہ جائز سمجھتے ہو امام کے لئے کہ وہ خوف کی صورت میں اپنے دشمنوں کے سامنے اپنی امامت کا انکار کریں تو کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بھی یہ جائز ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے خوف کی صورت میں اپنی نبوت کا انکار کردیں؟ ان سے کہا جائے گا اہل حق میں سے ایک گروہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امام کے درمیان فرق کا قائل ہے اور وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رسالت کی طرف دعوت دینے والے اور بذاتِ خود لوگوں کے سامنے اس کو بیان اور واضح کرنے والے ہیں پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں اور تقیہ کی وجہ سے اس کو چھپائیں تو حجت باطل ہوجائے گی اور ان کی طرف سے بیان کرنے والا کوئی اور نہیں ہوگا جبکہ امام کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجت پوری کردی ہے ان کی امامت کے معاملے کو واضح کردیا ہے۔ پس اگر وہ خاموش ہوجائیں یا انکار کریں تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معاملے میں بات پوری کردی ہے۔ لیکن ہمارا یہ جواب نہیں ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تقیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بالکل ایک ہی جیسا ہے جب وہ اللہ کے حکم کو ظاہر کرچکے ہوں اور اس کی رسالت کو پہنچا چکے ہوں اور معجزات کو دکھا چکے ہوں۔ لیکن ان باتوں سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اور صلح حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیفہ سے اپنا نام مٹا دیا جب سہل بن

عمرو اور حفص بن الاحنف نے آپ کی نبوت کا انکار کردیا اور حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ اس کو مٹاؤ اور لکھو ؟ یہ وہ ہے جس پر مصالحت کی محمد بن عبداللہ نے ۔ پس یہ بات آپؐ کی نبوت کے لئے مضر نہیں ہوئی جبکہ اس سے قبل دلائل محکم اس بات پر ثابت ہوچکے تھے ۔ اسی طرح اللہ عزوجل نے عمار کے اس عذر کو قبول کیا جب مشرکین نے انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب و شتم کرنے پر مجبور کیا اور اس کے بغیر وہ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے رسول کی شان میں سب کیا ۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس واپس لوٹے تو آپؐ نے فرمایا "اے عمار کامیاب و رستگار ہوچکے ہو ؟" عرض کیا "میں رستگار نہیں ہوا کیونکہ میں نے آپؐ کو سب کیا ہے اے رسول خدا" آپؐ نے فرمایا "کیا اس وقت تمہارا دل ایمان پر مطمئن نہیں تھا" انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول بس اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یہ نازل ہوا ۔ **الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالا یمان** ۔ (سورۃ نحل آیت ۱۰۶) "مگر وہ جس کو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے ۔" اور یہ بات شریعت کے منافی ہے کہ ایک مقام پر اس کی اجازت دے اور دوسرے مقام پر اس سے منع کرے ۔ اور جب امام کیلئے اپنی امامت کا انکار کرنا جائز ہوا تو یہ بھی ان کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی ذات کو پوشیدہ رکھیں جب بھی حکمت ان کی روپوشی اور غیبت کی متقاضی ہو ۔ اور اگر ایک دن کسی بناء پر ان کی غیبت جائز ہوئی تو ایک سال بھی جائز ہوسکتی ہے اور اگر ایک سال جائز ہوسکتی ہے تو سو سال بھی جائز ہوسکتی ہے اور اگر ایک سو سال جائز ہوسکتی ہے تو اسے سے زیادہ بھی غائب رہنا جائز ہوسکتا ہے یہاں تک کہ حکمت ان کے ظہور کی متقاضی ہو جس طرح ان کی غیبت کو ضروری قرار دے چکی تھی ۔ اور نہیں ہے کوئی طاقت مگر اللہ کے ذریعے سے ۔

اور ہم کہتے ہیں اس کے ساتھ امام کے ساتھ روپوشی اور ظہور میں سے جو کچھ بھی پیش آتا ہے وہ نہیں آتا مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ایک عہد کے وسیلے سے آتا ہے جیسا کہ اس بارے میں ہمارے ائمہ علیہم السلام کی طرف سے روایات وارد ہوئی ہیں ۔

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکل رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے عبدالسلام بن صالح الہروی سے انہوں نے ابوالحسن علیؑ بن موسیٰؑ الرضا سے انہوں نے اپنے والد بزرگوارؑ سے انہوں نے اپنے آباء طاہرین سے انہوں نے علی علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے یقیناً میرے فرزندوں میں سے امام قائم غائب ہوجائے گا میری جانب سے ایک عہد کی بناء پر یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ کہیں گے کہ اللہ کو آل محمدؐ سے کیا کام ہے ۔ اور کچھ دوسرے ان کی ولادت کے متعلق شک کریں گے بس جو شخص ان کے زمانہ میں پہنچے تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے دین کا دامن تھامے رکھے اور اپنے شک کی بناء پر شیطان کیلئے کوئی راستہ نہ قرار دے نہیں

تو وہ اس کو میری ملت اور راہ سے ہٹا دے گا اور میرے دین سے خارج کردے گا اور اس سے قبل تمہارے ماں باپ (آدمؑ و حوا) کو جنت سے نکال چکا ہے ۔ اور یقیناً اللہ عزوجل نے شیاطین کو ان لوگوں کا سرپرست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں ۔

ابن بشار کے اعتراضات

ابوالحسن علی بن احمد بن بشار نے غیبت کے خلاف باتیں کی ہیں اور ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قتیبہ رازی نے اس کو جواب دیا ہے ۔ علی بن احمد بن بشار کی ہمارے خلاف غیبت کے بارے میں باتوں میں سے ایک یہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے ۔ وہ کہتا ہے : میں کہتا ہوں : یقیناً تمام اہل باطل جس چیز کے لئے دعویٰ کرتے ہیں اور اس سے تمسک کرتے ہیں اور جس پر قائم ہیں اور اس سے وابستہ ہیں اس بات سے بے نیاز ہیں کہ اس کے وجود کو ثابت کریں کیونکہ وہ بذات خود موجود ہیں اور اس کی موجودگی ثابت ہے ۔ اور یہ لوگ یعنی ہمارے ساتھی (شیعہ) محتاج اور دست نگر ہیں اس چیز کی طرف جس سے بے نیاز ہے ہر اہل باطل جن کے لئے اطاعت کے فرض کو ثابت کرنے پر مجبور ہوں ۔ پس یہ لوگ اس بات کی طرف نیازمند ہیں جن سے تمام اہل باطل بے نیاز ہیں اور ان لوگوں نے ایک اور خاص بات میں اختلاف کیا جس کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ باطل کی طرف چلے گئے ۔ اور یوں وہ سارے اہل باطل کے مقابلے میں پست ہوگئے کیونکہ باطل کی کثرت انحطاط اور پستی لاتی ہے اور خیر اور سچائی کی کثرت بلندی عطا کرتی ہے اور ساری تعریفیں پروردگار عالمین کے لئے مختص ہیں اس کے بعد اس نے کہا : اور میں ایسی بات کہوں گا جس میں تم ہماری طرف سے زیادہ انصاف پاؤ گے اگرچہ یہ بات ہم پر واجب نہیں ہے ۔ میں کہتا ہوں : یہ بات بالکل واضح اور معلوم ہے کہ ہر مدعی اور مدعیٰ علیہ کا حق پر ہونا ضروری نہیں ہے ۔ اور ہر وہ شخص جو مدعی سے اپنے دعویٰ کی صحت اور درستی کو ثابت کرنے کا سوال کرتا ہے وہ منصف ہی ہوتا ہے ۔ اور اس گروہ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسی ہستی ہے جس کی امامت کا معاملہ ان پر صحیح ثابت ہوا ہے اور لوگوں پر اس کی پیروی اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا واجب قرار پایا ہے ۔ اور ہم اس گروہ کے اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنے آپ کا باطل پر ہونے کا اقرار کرتے ہیں ۔ اگرچہ یہ بات نہایت ناممکن ہے ۔ لیکن اس شرط پر کہ وہ جس کے لئے امامت کا دعویٰ کررہے ہیں اس کا وجود اور ذات ہمیں دکھائیں اس صورت میں ہم ان سے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے بھی نہیں کہیں گے ۔ پس اگر ہماری اس بات میں انصاف سے بھی بڑھ کر بات ہے تو ہم نے اپنا وعدہ پورا کردیا ہے ۔ پس اگر وہ ہمارا مطالبہ پورا کرسکے تو انہوں نے ہماری بات کو باطل قرار دیا اور اگر اس بات سے عاجز اور ناتواں رہے تو یہ بات واضح ہوگئی جو ہم نے ان کے بارے میں کی تھی کہ وہ ہر اہل باطل سے جو اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں عاجز ہے زیادہ عاجز اور ناتواں ہیں ۔ اور یہ لوگ

باطل کی ہر قسم میں ایک خاص بات کے ساتھ بھی مخصوص ہیں جس کی وجہ سے وہ تمام اھل باطل سے پست تر ہو گئے ہیں کیونکہ گذشتہ ہر باطل والا اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے سلسلے میں اس بات کا حق رکھتا ہے کہ جس کے لئے وہ دعویٰ کر رہے ہیں اس کے وجود کو پیش کریں۔ اور یہ لوگ اس بات سے بھی عاجز ہیں جس پر ہر اھل باطل قادر ہے۔ مگر یہ کہ ہم اس بات کی طرف پلٹیں جو وہ کہتے ہیں کہ: بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی حجت جس کے ذریعہ واجب قرار پائے اس کا ہونا ضروری ہے۔ ہاں اس کا موجود ہونا ضروری ہے چہ جائے کہ اس کا صرف ہونا (عقلی طور پر) ضروری ہو۔ پس تم لوگ اس کے وجود کو پیش کرو ہمیں تمہارے دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے۔

اور مجھے بتایا گیا ابو جعفر بن ابو غانم کے بارے میں کہ انہوں نے بعض پوچھنے والوں کے اس سوال کہ: کس کے ذریعہ تم ان لوگوں کے سامنے اپنے مدعیٰ کو جہاں تم اور تم لوگ کہتے ہو کہ " اس خاندان سے ایک شخص کا ہونا ضروری ہے " ثابت کروگے۔ اس نے کہا: میں ان سے کہوں گا کہ یہ جعفر ہے؟ بڑی عجیب بات ہے کہ یہ شخص لوگوں کی بات کو اس بات سے غلط ثابت کر رہا ہے جس سے خود اس کا دامن پاک نہیں ہے۔ ایک بزرگ اس علاقہ میں رہتے تھے وہ کہتے تھے کہ: میں ان لوگوں کو " لابدیہ " کا نام دیتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی پناہ گاہ اور مضبوط ستون نہیں ہے مگر یہ کہ وہ یہ کہیں کہ ضروری ہے اور اس سے ناچار ہیں کہ اس کا ہونا جس کا کائنات میں کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ پس اس نے ان کا نام ہی یہ رکھا۔ اور ہم بھی ان کو یہی نام دیتے ہیں یہ لوگ ہر اس گروہ سے بھی الگ اور جدا ہیں جو ناچاری کے نام پر کسی کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ بت پرستوں میں سے ایک گروہ جن کو " بد " کہا جاتا تھا وہ بھی کسی وجود رکھنے والی چیز کے سامنے جھکے اگرچہ وہ اہل باطل تھے جبکہ یہ لوگ ایک ایسے عدم سے مربوط ہو گئے جو بالکل نہیں ہے اور باطل محض ہے اور یہ حقیقتاً لابدیہ کہنے کے قابل ہیں۔ یعنی وہ اس بات سے ناچار ہیں کہ وہ اس کے سامنے جھک جائیں کیونکہ ہر وہ جس کی اطاعت کی جائے وہ درحقیقت معبود ہی ہوتا ہے۔ اور یوں ہماری یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ باطل کی ہر قسم میں سے ایک خاص قسم کے ساتھ مختص ہیں جس کی وجہ سے وہ زیادہ پستی میں گرے ہوئے ہیں۔ الحمد للہ۔

پھر وہ کہتا ہے: ہم اس کتاب کا خاتمہ اس بات سے کرتے ہیں کہ: ہمارا مناظرہ اور ہماری بات اس سے ہے جو اس سے پہلے ہم سے یہ اتفاق رائے رکھے کہ اس خاندان (اہلبیت) سے ایک امام قائم کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ذریعے خدا کی حجت ہم پر واجب ہو جائے اور جس کے ذریعے خلق خدا کا فقر اور فاقہ ختم ہو جائے، اور جو شخص اس بات میں ہم سے اتفاق نہیں رکھتا وہ ہماری کتاب کو دیکھنے سے خارج ہے۔ چہ جائے کہ ہم اس سے یہ مطالبہ کریں۔ اور ہم کہتے ہیں ہر اس شخص سے جو ہمارے ساتھ مذکورہ بات میں اتفاق رائے رکھتا ہے اور ہم سے پہلے اس بات کا قائل ہے کہ: دیکھیں ہمارا اور آپ کا اس بات پر اتفاق ہو جائے کہ کسی گھر کا ایک کمرہ اس کے بغیر خالی نہیں ہے کہ اس میں ایک

چراغ اور روشنی موجود ہے ۔ پھر ہم اس گھر میں داخل ہوگئے اور ہم نے وہاں ایک کمرے کے علاوہ کوئی اور نہیں پایا اس بناء پر ضروری ہوا اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس گھر میں ایک چراغ موجود ہے ۔ **والحمد للّٰہ رب العالمین**

ابو جعفر محمد بن عبدالرحمٰن بن قبہ رازی نے اس کا جواب دیا ہے ۔ انہوں نے کہا ہے (اور توفیق اللہ سے ہے):

دعویٰ میں اسراف کرنا اور مخالف پر جھوٹ باندھنا ان چیزوں میں سے نہیں ہے جن سے حجت ثابت ہوجائے اور اگر ایسا ہی ہوتا تو اختلاف کرنے والوں کے درمیان جھگڑا ہی ختم ہوجاتا ہے اور ہر شخص اپنے مخالف کے بارے میں جو برا نظریہ اس کے ذہن میں آتا ہے اسی پر اعتماد کر بیٹھے گا ۔ جبکہ اختلاف اور تضاد کی وجہ سے لوگوں میں مباحثہ اور مناظرہ کی بنیاد رکھی گئی ہے اور انصاف کرنا وہ بہترین کردار ہے جو اہل دین اپناتے ہیں اور ابوالحسن کا قول نہ ہماری پناہ گاہ ہے جس کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں نہ کوئی درست قول ہے جس کی طرف ہم مائل ہوجائیں نہ ہی کوئی سند اور ستون ہے جس سے ہم ان کے قول کو حجت سمجھ کر تمسک کریں ۔ کیونکہ ان کا یہ دعویٰ دلیل و برھان سے خالی ہے ۔ اور جب کوئی دعویٰ برھان و دلیل سے الگ ہو تو وہ صاحبان عقل و فکر کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا اور ہم یہ کہنے سے ناتوانی کا احساس نہیں کرتے کہ: ہاں ہمارے پاس الحمدللہ وہ ذات ہے جس کی طرح ہم رجوع کرتے ہیں اور ان کے حکم پر چلتے ہیں جن کا حجت ہونا ثابت ہو چکا ہے اور اس کے دلائل روشن ہوچکے ہیں ۔ اگرچہ یہ پوچھیں گے کہ وہ کہاں ہیں ہمیں بتادیں ؟ تو ہم کہیں گے ۔ کس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں تمہیں دکھا دیں ۔ کیا تم ہم سے یہ چاہتے ہو کہ ہم انہیں حکم دیں کہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تمہاری طرف آجائیں اور خود کو تمہارے سامنے پیش کریں یا تم یہ مطالبہ کر رہے ہو کہ ہم ان کے لئے ایک گھر بنائیں اور ہم انہیں اس میں منتقل کریں اور تمام مشرق و مغرب والوں کو اس سے باخبر کریں ۔ اگر تم یہ چاہتے ہو تو ہم اس بات پر قادر نہیں ہیں اور نہ ہی ان پر یہ کام کرنا لازم اور ضروری ہے ۔ اور اگر تم یہ کہو گے: تو پھر کس طرح تم ان کی حجت کو ہم پر لازم قرار دیتے ہو اور ان کی امامت کو واجب ٹہراتے ہو ؟ ہم کہیں گے ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ ابوالحسن علی بن محمد عسکریؑ کے فرزندوں میں سے ایک رجل اور مرد کا ہونا ضروری ہے جن کے ذریعے سے اللہ کی حجت ہم پر لازم ہوجائے ہم نے تمہیں اس کی طرف راہنمائی کی تاکہ تم اگر صاحب انصاف ہو اور سب سے پہلی چیز جو ہم اور تم دونوں پر واجب ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس بات سے تجاوز نہ کریں جس پر صاحبان غور و فکر راضی ہوئے ہیں اور اس کو بروئے کار لائے ہیں اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ جو شخص اس کی مخالفت کرے تو بے شک اس نے علماء کی روش چھوڑ دی ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم کسی ایسے فرع اور شاخ کے بارے میں بات ہی نہیں کرتے جس کی اصل (جڑ) ثابت نہ ہو اور یہ رجل اور ہستی جن کے وجود کے تم منکر ہو اس کے لئے اپنے پدر کے بعد حق ثابت کیا جاتا ہے اور تم وہ گروہ ہو جو ان کے پدر کے وجود کے متعلق ہم سے کوئی اختلاف نہیں رکھتے ہو ۔ پس یہ بات کوئی معنیٰ نہیں رکھتی کہ تم ان کے والد کے لئے حق امامت کے بارے میں غور و فکر کرنے کو ترک کردو ۔ پس اگر حق ان کے

والد کے لئے ثابت ہوجائے تو اس صورت میں تمہارے ہی اقرار کے مطابق یہ بات ثابت ہوجاتی ہے اور اگر ان کے والد کے لئے کوئی حق ثابت نہیں ہوتا تو اس صورت میں معاملہ کا رخ تمہارے قول کی طرف مڑجاتا ہے ۔ اور ہم باطل پر ہیں ۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ حق کی طاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور باطل کمزور سے کمزور ہوتا جاتا ہے ۔ اگرچہ اہل باطل اس کو آراستہ و پیراستہ کرکے پیش کیوں نہ کریں ۔ ان کے والد کے معاملہ کے صحیح ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ہم اور تم اس بات پر اتفاق رائے رکھتے ہیں کہ ابوالحسنؑ کے بیٹوں میں سے کسی ایک مرد کا ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے حجتِ خدا ثابت ہوجائے اور مخلوقات اور بندگان کے لئے کوئی عذر اور بہانہ باقی نہ رہے اور اس رجل اور مرد کو حجت ہونا لازم ہوگا ہر اھل اسلام پر خواہ وہ ان سے دور ہی کیوں نہ ہو، جس طرح لازم ہے اس شخص پر جس نے انہیں دیکھا ہو اور مشاہدہ کیا ہو ۔ اور ہم اور بندگان میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جن پر حجت لازم قرار پائی ہے بغیر مشاہدہ کے ۔ پس ہمیں غور کرنا پڑے گا اس وجہ اور دلیل کے بارے میں جس کی بناء پر ہم پر حجت لازم ہوچکی ہے کہ وہ کیا ہے ؟ پھر یہ دیکھنا پڑے گا کہ ان دونوں فرزندوں میں سے جن کے سوا ابوالحسن (امام علی نقیؑ) کا کوئی وارث نہیں ہے کون اس بات کی اہلیت رکھتا ہے ۔ پس ان میں سے جو بھی اولیٰ اور برتر ہوگا وہی حجت اور امام ہوگا اور اس بات کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں ہے ۔ پھر ہم اس بات پر سوچیں گے کہ کس دلیل اور وجہ کی بناء پر حجت لازم قرار پاتی ہے ان اشخاص پر جو رسولؐ اور اماموںؑ سے دور ہیں ۔ پس اس کا جواب تو یہ ہے کہ ان روایات سے ثابت ہے جو حجت کو لازم قرار دیتے ہیں اور ان روایات کی تعداد اور کیفیت ایسی ہے کہ اس کی نقل کرنے والوں پر سے جھوٹ پر اتفاق کرنے کی تہمت اور الزام رفع ہوجاتا ہے ۔ اور ان روایات کا ان سب کے مل کر گھڑنے کے بہتان کو زائل کردیتا ہے ۔ پھر ہم تحقیق کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ نقل کرنے والے خود دو گروہ ہیں ان میں سے ایک یہ گمان رکھتا ہے کہ گذشتہ امام نے حسن العسکریؑ پر نص کیا ہے اور ان کی طرف اشارہ کیا ہے اور وصیت اور ان کے بڑے فرزند ہونے کی خاصیت کے ساتھ بعض دلائل کا بھی تذکرہ کرتے ہیں اور علائم اور نشانیاں بھی بتاتے ہیں ۔ اور ہم نے دیکھا کہ دوسرا گروہ ایسی ہی باتیں جعفر کے بارے میں ذکر کرتا ہے ۔

اب ہم دیکھتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ جعفر کے بارے میں روایات نقل کرنے والی جماعت بہت کم تعداد میں ہے اور ایک چھوٹی جماعت اور قلیل گروہ کے بارے میں یہ کہنا ممکن ہے کہ انہوں نے روایتیں گھڑنے پر اتفاق رائے کیا ہے ایک دوسرے سے ملے ہیں اور ایک دوسرے کو خط و کتابت کے ذریعے اس بات سے آگاہ کیا ہے ۔ پس ان کی منقولہ روایتیں شبہ کے موقع پر واقع ہوگئیں نہ کہ حجت کا مقام انہیں حاصل ہوا اور خدا کی حجتیں شبہوں کے ذریعے ثابت نہیں ہوتیں ۔ اور دوسرے فریق کی روایات پر ہم نے نظر ڈالی تو ہم نے یہ پایا کہ یہ ایسے کئی گروہ ہیں جو ایک دوسرے سے دور دراز علاقوں میں الگ تھلگ ہیں ۔ اور ان کے مقاصد الگ الگ ہیں اور ان کے آراء اور نظریات مختلف ہیں ۔ پس

جھوٹ کا صادر ہونا ان سے ممکن ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے سے دور دور ہیں اور نہ ہی اتفاق رائے یا ایک دوسرے کو خط و کتابت کرنا یا لکھتے ہونا تاکہ کسی روایت کو جعل کریں اور گھڑلیں ان کے حق میں صحیح ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سے منقول روایتیں ہی صحیح ہے اور حق پر یہی لوگ ہیں کیونکہ اگر ہم ان کی نقل شدہ روایات کو ان کے مذکورہ خصوصیات کے ساتھ جھٹلائیں اور باطل قرار دیں تو روئے زمین پر کوئی بھی روایت یا نقل ہونے والی خبر صحیح نہیں ہو سکتی۔ پس غور کرو۔ خدا تمہیں اپنی توفیقات سے نوازے۔ پس ان دونوں گروہوں کے بارے میں تم حق کو اس میں پاؤ گے جس کو ہم نے بیان کیا ہے۔ اور روایات کو باطل قرار دینے میں اسلام کی نابودی مضمر ہے اور اخبار کو صحیح قرار دینے میں ہماری روایات کا صحیح ہونا ثابت ہوجاتا ہے۔ اور اس میں ہماری بات کی صحت کی دلیل موجود ہے۔

والحمد للہ رب العالمین۔

اور پھر آپ نے دیکھا کہ جعفریہ فرقہ والے خود اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ جعفر کی امامت کس بناء پر واجب قرار پائی ہے۔ پس ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہیں۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ اپنے بھائی حسن العسکریؑ کے بعد امام ہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے موقف پر ڈٹا ہوا ہے جبکہ ہم نے ان کے گذشتگان اور اپنے اسلاف کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اس حادثہ کے واقع ہونے سے قبل ہی ایسی روایات نقل کی ہیں جو حسن العسکریؑ کی امامت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ یہ ہے جو امام ابو عبداللہ (جعفر صادقؑ) سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا " جب تین نام یعنی محمد، علی اور حسن ایک دوسرے کے بعد آجائیں تو چوتھا قائمؑ ہوگا " اور ان جیسی روایات جن میں سے ایک یہ ہے جو امام حسن عسکریؑ کی امامت کو ثابت کرتی ہے۔ اور امام حسنؑ (عسکری) اور جعفر کے سوا کوئی تیسرا نہیں ہے۔ پس اگر امام حسن عسکری کے زمانے میں جعفر کیلئے حجت ثابت نہ ہوجائے ان لوگوں پر جنہوں نے اس کو دیکھا جبکہ امام وہ ہوتا ہے جس کیلئے حجت ثابت ہوجائے اس پر جس نے اس کو دیکھا ہے اور جس نے اس کو نہیں دیکھا ہے تو معلوم ہوا اس وقت امامت حسن العسکریؑ کیلئے ثابت ہے۔ پس جب امام حسن عسکریؑ کیلئے امامت ثابت ہوگئی اور جعفر تمہارے نزدیک وہ ہے جس سے بیزاری کا اظہار کیا گیا ہے اور امام کبھی دوسرے امام سے بیزاری اور برائت کا اظہار نہیں کیا کرتا اب حسن (عسکریؑ) تو وفات پاگئے پس اس بناء پر تمہارے اور ہمارے دونوں کے نزدیک یہ طے شدہ ہے کہ ایک مرد کا ہونا ضروری ہے جو حسن علیہ السلام کا فرزند ہو جس کے توسط سے خدا کی حجت ثابت ہوجائے۔ پس اس بنا پر ثابت ہوا کہ حسن کیلئے ایک بیٹا ہے جو قائم علیہ السلام ہیں۔

میں کہوں اے ابا جعفر۔ خدا تمہیں سعادتمند بنا دے۔ ابوالحسن، اعزہ اللہ سے کہ محمد بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ ہم نے جس کے بارے میں دعویٰ امامت کیا ہے اس کا وجود ہم نے تمہارے سامنے پیش کردیا پس اب کہاں بھاگو گے؟ کیا تم اپنے باطل پر ہونے کا اقرار کرتے ہو جیسا کہ تم نے ہم سے وعدہ کیا ہے یا یہ کہ تمہاری خواہش نفس تمہیں اس

بات سے روک دیتی ہے۔ اس صورت میں تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق بنو گے۔ ان کثیراً لیضلون باھوا ہھم بغیر علم۔ (سورۃ انعام آیت ۱۲۰) "اور یقیناً بہت سے ایسے ہیں جو اپنی مذموم خواہشات کی وجہ سے علم و یقین کے بغیر گمراہ ہوجاتے ہیں۔"

"اہل حق کو "لابدیہ" کا نام دینا ان کے اس قول کی بناء پر کہ؟ لابد اور ضروری ہے ایک ہستی کا ہونا تاکہ اس کے توسط سے خدا کی حجت لازم قرار پائے بڑی عجیب بات ہے۔کیا خود ابوالحسن یہ نہیں کہتا کہ ضروری اور لابد ہے اس کا ہونا جس کے ذریعے خدا کی حجت واجب قرار پائے؟ اور کیوں نہیں کہتے وہ درحالیکہ انہوں نے ہماری طرف سے حکایت کرتے ہوئے کہا ہے "ہاں لابد اور ضروری ہے اس کا وجود چہ جائیکہ اس کا ہونا" پس اگر وہ اس بات کا قائل ہے تو وہ اور اس کے ساتھی بھی لابدیہ میں سے ہیں اور اس صورت میں اس نے اپنے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے اور اپنے ہم مسلکوں کی برائی ظاہر کی ہے اور اگر وہ اس بات کا قائل نہیں ہے تو اس صورت میں ہمیں اس کی اس مثال کا جو اس نے کسی گھر کے کمرے میں چراغ کی صورت میں دی تھی کا جواب دینے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ اور ایسی ہی بری صورتحال سے دوچار ہوتے ہیں تمام وہ اشخاص جو اولیاء اللہ سے دشمنی رکھتے ہیں اپنی ہی برائی کر بیٹھتے ہیں جبکہ اپنے خیال میں وہ اپنے مخالف کی برائی بیان کررہے ہوتے ہیں۔ اور ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو اپنے دلائل اور نشانیوں کے ذریعے حق کی تائید کرنے والا ہے اور ہم ان لوگوں کو "بدیہ" کا نام دیتے ہیں کیونکہ یہ لوگ بد کے بندے ہیں اور اس کے سامنے جھک رہے ہیں جو نہ تو سنتا ہے نہ کچھ دیکھتا ہے اور انہیں کسی چیز سے بے نیاز نہیں کرتا۔ اور یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں اے ابوالحسن خدا تمہیں ہدایت دے۔ یہ (امام زمانہ) جن و انس پر اللہ کی حجت ہیں اور جن کا خلقِ خدا پر حجت ہونا ثابت نہیں ہوا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتانے اور بیان کرنے سے آپؑ نے اپنی ذات کو غار میں مخفی رکھا تاکہ ان کے مقام روپوشی سے سوائے پانچ اشخاص کے وہ لوگ باخبر نہ ہوجائیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ذریعے اپنی حجت قائم کی۔ اگر یہ اعتراض کروگے کہ یہ غیبت ایک ظہور کے بعد ہے اور اس کے بعد ہے کہ ان کہ بستر پر ان کا کوئی جانشین موجود ہے۔ اس کا جواب ہم یوں دیں گے کہ ہم ان کے ظہور یا اپنا جانشین مقرر کرنے کو اپنی دلیل قرار نہیں دے رہے ہیں اس کیلئے جو یہ نہیں جانتا کہ خود کیا کہہ رہا ہے۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ کیا ان کا حجت ہونا ثابت نہیں ہوتا اس دوران جب وہ غیبت کی حالت میں ہیں اس شخص پر جو ان کے مقام اور جگہ کو کسی وجہ سے نہیں جانتا۔یہاں آپ کو اثبات میں جواب دینا پڑے گا۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ ہم بھی امام کے حجت ہونے کو ثابت کرتے ہیں اگرچہ وہ کسی وجہ سے غائب ہوں؟ مگر ان دونوں میں کیا فرق ہے؟ اور یہ امامؑ بھی غائب نہیں ہوئے ہیں جب تک ان کے آباء طاہرین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کے کانوں کو اس بات سے نہ بھر دیا کہ ان کی غیبت واقع ضرور ہوگی اور انہیں یہ بتادیا کہ ان کی غیبت کے دوران انہیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے اور کیسا عمل کرنا چاہیئے پس اگر

آپ ان کی ولادت کے بارے میں بات کریں گے تو ہم جواب دیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے مسئلہ کو لے لیں فرعون جس سختی سے ان کی تلاش میں تھا اور جو کچھ اس سلسلے میں اس نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ کیا اس کے باوجود وہ زندہ رہے یہاں تک کہ اللہ نے انہیں ظاہر ہونے کی اجازت دے دی ۔ اور امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ان کے وصف میں ، میرے باپ اس پر قربان وہ میرا شبیہ ہے اور میرے جد بزرگوار کا ہمنام ہے اور موسیٰ بن عمران کا بھی شبیہ ہے "۔

ہم ایک اور دلیل تمہیں دیتے ہیں اے ابوالحسن کیا تم یہ اقرار کرتے ہو کہ شیعوں نے غیبت کے بارے میں روایات نقل کی ہیں ۔ اگر وہ کہے نہیں تو ہم ان روایات کو اس کے سامنے پیش کریں گے ۔ اور اگر کہے ہاں تو ہم اس کو کہیں گے کہ جب لوگوں کا امام غائب ہوگا تو ان کی حالت کیسی ہوگی ؟ اور غیبت کے دوران کس طرح ان پر حجت لازم قرار پائے گی ۔ اگر وہ یہ کہے کہ اس صورت میں وہ اپنا ایک جانشین مقرر کرے گا ۔ پس ہم یہ کہیں گے کہ تمہارے اور ہمارے دونوں کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے کہ امام کا جانشین بھی امام ہی ہوسکتا ہے پس وہ جانشین ہی جب کوئی امام موجود ہو تو اس صورت میں غیبت کوئی معنی نہیں رکھتی اور اگر اس کے علاوہ اس غیبت کے متعلق کوئی دلیل پیش کرے تو وہ ہماری ہی دلیل اور حجت جیسی ہوگی اور اس میں کوئی فرق اور فاصل نہ ہوگا اور ایک دلیل جو جعفر کے معاملے کی خرابی کو واضح کرتی ہے کہ وہ ہے فارس بن حاتم لعنتہ اللہ علیہ سے موالات رکھنا اور اس کو پاک قرار دینا ہے درحالیکہ اس کا باپ اس سے بیزاری اور برائت کرچکا تھا ۔ اور یہ بات شہروں میں پھیل گئی جس کی وجہ سے مخالفین بھی اس کی اس حالت سے باخبر ہوگئے چہ جائیکہ دوست ۔

اور دلیلوں میں سے ایک اس کے معاملے کی خرابی پر اس کا مدد طلب کرنا جن سے اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سے ارث حاصل کرنے کے لئے مدد لی ۔ درحالیکہ شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس کے آباء طاہرین علیہم السلام کا اتفاق ہے کہ ماں کی موجودگی میں بھائی کو حق ارث نہیں ہوتا ۔ اور دلیلوں میں سے ایک جو اس کے معاملے کی خرابی کو ظاہر کرتی ہے اس کا یہ کہنا کہ میں اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہوں ۔ کاش میں یہ جان سکتا کہ کس وقت اس کے بھائی کی امامت ثابت ہوتی ہے درحالیکہ وہ اپنے پدر بزرگوار سے پہلے وفات پاگئے تھے ۔ تو کس طرح ایسے شخص کے خلیفہ کی امامت ثابت ہوسکتی ہے ۔ اور کیا ہی عجیب بات ہے کہ اگر محمد اپنا جانشین بنانے لگیں اور اپنے بعد امام مقرر کریں جبکہ ان کے والد زندہ اور قائم ہوں ۔ اور وہ خود خدا کی حجت اور امام ہوں تو اس صورت میں ان کے والد کا کیا کام ہے ؟ اور کب سے ایسی روایت ائمہ اور ان کے فرزندوں کے درمیان رائج ہوگئی ہے ۔ تاکہ ہم اس کو آپ سے مان لیں ۔ پس آپ ہمیں بتادیں وہ چیز جس کی بناء پر محمد کی امامت واجب ہوجاتی ہے تاکہ ہمارے سامنے اس کے جانشین کی امامت بھی ثابت ہوجائے اور حمد ہے خدا کیلئے جس نے حق کو مضبوط اور طاقتور قرار دیا اور باطل کو کمزور اور

زائل ہونے والا قرار دیا۔
اور جو کچھ ابن ابی غانم رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ پس ان کی باتوں سے ہمارے نزدیک جعفر کی امامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ پوچھنے والے کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ اس خاندان کے افراد نیست و نابود نہیں ہوئے ہیں کہ ان میں سے کوئی فرد ہمیں نہ ملے۔
لیکن اس کا یہ کہنا کہ " ہر وہ جس کی اطاعت کی جائے وہ معبود ہے۔" یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ ہم خدا کے سوا کسی کو معبود نہیں جانتے جبکہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں ان کی بندگی نہیں کرتے۔
لیکن ان کا کہنا ہے " اب ہم اس کتاب کا خاتمہ اس بات سے کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بحث کرتے اور مخاطب قرار دیتے ہیں اس کو جو اس بات سے متفق ہو کہ اس خاندان کے افراد میں سے ایک امام کا قائم ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے حجتِ خدا واجب اور لازم قرار پائے اور یہ بھی درست ہے کہ اس کمرہ میں ایک ہی چراغ ہے اور ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم اس میں داخل ہوجائیں۔ خدا آپ کو توفیق دے۔ ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے اور یہ ضروری ہے کہ اس خاندان سے ایک امام قائم ہو تاکہ حجتِ خدا اس کے واسطے سے واجب اور لازم قرار پائے بلکہ ہمارا اعتراض اور مخالفت اس بارے میں ہے کہ وہ امام کس طرح قیام اور ظہور کرے گا اور کیونکر غائب ہوگا۔
اور وہ جو مثال انہوں نے کمرہ اور روشنی کی دی تھی وہ تو صرف ایک ناکام سی آرزو ہے اور کہا گیا ہے کہ تمنا اور آرزو مفلسوں کا سرمایہ ہے۔ اب ہم ایک مثال حقیقت پر مبنی پیش کریں گے جس میں نہ ہم اپنے کسی مخالف پر دباؤ ڈالیں گے اور نہ ہی کسی دشمن سے ناانصافی کریں گے بلکہ ہمارا مقصد اس میں صرف حق کو پانا ہوگا۔ پس ہم کہتے ہیں ہم اور ہمارے مخالفین اس بات پر متفق ہیں کہ فلاں شخص وفات پاگیا ہے اور اس کے دو لڑکے ہیں اور اس کا ایک ہی گھر ہے اور فرض کرلیں کہ اس گھر کا مستحق ان دونوں میں سے وہ ٹھہرتا ہے جو اپنے ایک ہاتھ سے ایک ہزار رطل بوجھ اٹھالے اور یہ کہ وہ گھر اسی شخص کی اولاد کے پاس رہے گا جو اس بوجھ کو اٹھانے والا ہوگا اور فرض کرلیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے ایک اٹھانے پر قادر ہوگا اور دوسرا اس سے عاجز اور ناتواں رہے گا۔ پھر ہمیں ضرورت پڑی کہ یہ جان لیں کہ ان دونوں میں سے کون بوجھ کو اٹھانے والا قرار پاچکا ہے۔ اس کو جاننے کیلئے ہم ان کی جگہ کی طرف چل پڑے لیکن ایک روکنے والے نے ہمیں ان دونوں کو دیکھنے سے روک دیا مگر ہم نے بہت سے لوگوں کے گروہ کو دیکھا جو مختلف دور دراز علاقوں میں رہتے ہیں جو ایک دوسرے سے دور ہیں اور وہ گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے خود دیکھا کہ ان دونوں میں سے بڑے بیٹے نے بوجھ کو اٹھالیا اور دوسری طرف ایک قلیل جماعت اور گروہ کو دیکھا جو ایک جگہ پر جمع تھے وہ گواہی دینے لگے کہ چھوٹے بیٹے نے اس کام کو انجام دیا۔ اس کے ساتھ اس گروہ کے پاس کوئی ایسی خاص دلیل بھی نہیں تھی جس کو وہ پیش کرتے۔ اس صورت میں یہ حکم عقل اور تقاضائے انصاف اور جو کچھ لوگوں میں معمول

ہے اور جو تجربہ سے ثابت ہے کے برخلاف ہے کہ ہم ان کثیر گروہوں کی گواہی کو تو مسترد کردیں اور اس قلیل جماعت
کی گواہی کو قبول کریں ۔ بلکہ جھوٹ باندھنے کی تہمت اس قلیل گروہ پر عائد ہوگی اور کثیر جماعت اس الزام سے دور
ہوگی ۔

اگر ہمارے مخالفین یہ کہیں کہ پس تم کیا کہتے ہو سلمان و ابوذر وعمار مقداد کی گواہی کے بارے میں جو وہ
امیرالمومنین علیہ السلام کے حق میں دے چکے تھے اور اس کثیر گروہ اور اس بڑی تعداد کی گواہی کے بارے میں جو
دوسرے کے بارے میں دے چکے تھے ان میں کونسا صحیح اور درست ہے ؟

ہم کہیں گے " امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کے اصحاب اپنے مد مقابل کے مقابلہ میں کچھ
اور کے ساتھ مختص تھے اور وہ خصوصیات انہیں کیلئے تھی اگر تم ایسی ہی خصوصیات یا اس سے نزدیک خصوصیات کو
اپنے لئے ثابت کرو تو ہم تمہیں حق پر مانتے ہیں ۔ سب سے پہلی خصوصیت تو یہ تھی کہ خود آپؑ کے دشمن آپ کی برتری ،
پاکیزگی اور علم کے معترف تھے ۔ یہ بات ہماری روایات کے ساتھ ان کی طرف سے منقولہ روایات میں ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوستی اور محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ جو اِن (علیؑ) سے محبت رکھے اور
دشمنی رکھتا ہے اس کے ساتھ جو اِن سے دشمنی اور عداوت رکھتا ہے پس اس بناء پر ان کے سوا کسی کی پیروی جائز نہیں
ہے ۔ اور دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ نبی خدا صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ایک مخصوص شخص کی طرف امام ہونے کا عندیہ دیا ہے یا اسے بندگانِ خدا کیلئے حجت مقرر کیا ہے ۔
جیسا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ انہوں نے اسے خود اپنے لئے منصوب کیا ہے اس بناء پر کہ انہیں اس بات کا
اختیار حاصل ہے ۔ اور تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمن امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اصحاب
میں سے ایک کے بارے میں یہ گواہی دیتے تھے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے کیونکہ خود آپؐ ارشاد فرما چکے تھے کہ
آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی ایسا صاحب زبان نہیں ہے جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو " اس بناء پر صرف اکیلے ان
کی گواہی کو ان تمام کی گواہی پر برتری حاصل ہے ۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے بھی انہی روایات کو
نقل کیا ہے جنہیں ان کے دوستوں نے کیا ہے اور جس سے حجت لازم قرار پائی ہے ۔ لیکن اس سے وہ تاویل کی خرابی کے
باعث پھر گئے ہیں ۔ اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ ان کے دشمنوں نے روایت نقل کی ہے کہ حسن اور حسین جوانان
جنت کے سردار ہیں اور یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " جو جان بوجھ کر میری طرف
کوئی جھوٹ منسوب کرے تو جہنم کو اپنا ٹھکانا قرار دے " ۔ پس جب ان دونوں نے اپنے پدر بزرگوار کے حق میں گواہی
دی اور یہ بھی درست ہے کہ وہ دونوں رسولؐ کی گواہی کے مطابق اہل جنت میں سے ہیں تو ان کو سچا ماننا واجب قرار
پایا ۔ کیونکہ اگر وہ اس بات میں جھوٹے ہوں تو اہل بہشت میں سے نہیں ہونگے بلکہ اہل دوزخ میں ہوں گے اور وہ

دونوں ہستیاں اس بات سے منزہ ہیں کیونکہ وہ دونوں پاک وپاکیزہ، طیب اور سچے ہیں۔ اب جعفر کذاب کو امام ماننے والے ان کے لئے کچھ ایسی خصوصیات کو بیان کریں جو ان کے مخالفین میں پائی نہیں جاتیں تاکہ ان کی بات کو قبول کیا جاسکے۔ اس کے بغیر ایک خبر متواتر کو جو کہ نقل اور ناقل دونوں لحاظ سے ہر قسم کے الزام سے مبرا ہے کو ترک کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی اس خبر اور روایت کو قبول کرنا کوئی معنی رکھتا ہے جن کے نقل کرنے والے جھوٹ پر متفق ہونے کے الزام سے بری نہیں ہیں۔ جبکہ ان کے ساتھ کوئی ایسی خصوصیت بھی نہیں جس کے ذریعے ان کا مدعیٰ ثابت ہوجائے۔ اور ایسا فعل صرف ایک سرگردان اور گمراہ ہی سے سرزد ہوسکتا ہے۔ پس غور کرو۔ خدا تمہیں سعادت نصیب فرمائے۔ جو کچھ میں نے تمہارے لئے لکھا ہے اور جس کے بارے میں ایک غور وفکر کرنے والا اپنے دین کے معاملے میں غور وفکر کرتا ہے اور قیامت کے بارے میں کفر و انکار کے عواقب سے خوف اور ڈر کی نگاہ سے غور وفکر کرتا ہے موفق قرار پاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ خدا تمہاری عمر کو طول دے اور تمہیں قوت اور تائید عنایت فرمائے اور تمہیں ثابت قدم قرار دے اور تمہیں اہل حق میں سے قرار دے اور اس کی طرف ہدایت کرے اور تمہیں ان لوگوں میں سے قرار نہ دے جن کی کوششیں دنیا کے زندگی میں بے کار ہوگئیں جبکہ وہ خود یہ اچھا گمان کررہے تھے اور ان میں سے بھی قرار نہ دے جنکو شیطان اپنے مکر و فریب، دھوکہ اور گمراہ کرنے کے ذریعے سے لغزش میں مبتلا کردیتا ہے۔

اور بعض امامیہ نے ابو جعفر بن قبہ کے نام ایک خط لکھا ہے جس میں وہ چند مسائل کے متعلق ان سے سوال کرتے ہیں پس اس کے جواب میں آیا ہے۔ "لیکن تمہارا قول، خدا تمہاری تائید کرے، جو تم معتزلہ کی زبانی نقل کررہے ہو کہ وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ امامیہ یہ گمان رکھتے ہیں کہ امام کے بارے میں نص ہونا عقلی لحاظ سے واجب ہے تو اس بات میں دو احتمال اور امکان موجود ہیں اگر وہ اس سے مراد یہ لیتے ہیں کہ یہ چیز اللہ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کی آمد اور شریعتوں کے آنے سے پہلے عقلی لحاظ سے واجب ہے تو یہ غلط ہے۔ اور اگر اس سے مراد وہ یہ لیتے ہیں کہ انسانوں کی عقل اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی آمد کے بعد امام کا ہونا ضروری ہے تو یقینی اور عقلی دلائل کے ذریعے وہ یہ جان گئے ہیں اور اس روایت اور خبر کے ذریعے سمجھ گئے ہیں جو اس ہستی سے منقول ہے جس کی امامت کے وہ قائل ہیں۔"

اور معتزلہ کا یہ قول "کہ ہم نے یقین کے ساتھ جان لیا ہے کہ حسن بن علی علیہما السلام وفات پاگئے جبکہ انہوں نے کسی کی امامت پر نص قائم نہیں کی تو ان کی یہ بات ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی مخالفت کی جائے گی اور وہ لوگ اس بات کے محتاج ہوں گے کہ اپنے دعویٰ کے درست ہونے پر دلیل قائم کریں۔ اور وہ کونسی چیز ہے جو انہیں اپنے دعویٰ میں اپنے ان مخالفین سے ممتاز کردیتی ہے جو اس بارے میں اس بات پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے اس دعویٰ کے بالکل برعکس اور ضد ہے۔

اور دلائل میں سے ایک جو حسن بن علی علیہما السلام کی امامت کے ثبوت پر نص کے بارے میں ہے اور شیعوں ...روایات ان ہستیوں سے جن کی تصدیق کرنا اور ان کو سچا بنا کر دلائل کے ذریعے سے جواب قرار دینا ہے یہ ہے کہ ...وفات نہیں پاتا یا اپنے بعد کسی کی امامت پر واضح اشارہ نہیں کرتا جیساکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا ... کیونکہ لوگ ہر زمانے میں ایک ایسی ہستی کی طرف محتاج ہیں جس کی باتیں اور خبریں متضاد اور ایک دوسرے کو ...لانے والی نہ ہوں جیساکہ امت کی روایات اور اخبار ہمارے مخالفین کے پاس مختلف ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو ...لاتی ہیں ۔ اور امام کو ایسا ہونا چاہیئے کہ جو وہ حکم دیں تو ان کے حکم کی تعمیل ہوجائے اور کوئی ان سے برتر اور اولیٰ ...ہو ۔ وہ نہ سہو و غلطی کرتا ہو اور نہ خطا ۔ اور اسے عالم ہونا چاہیئے تاکہ لوگوں کو ان چیزوں کی تعلیم دے جس سے ...جاہل ہیں اور ایسا عادل ہونا چاہیئے جو حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے اور جو ہستی ان صفات کی حامل ہو ضروری ...کہ خود خداوند علام الغیوب اس کے بارے میں نص قائم کرے اس کی زبان سے جس کے ذریعے وہ اپنی حجت تمام ...ہے جب کہ اس کی ظاہری خلقت میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو اس کی عصمت پر دلالت کرتی ہو ۔

اگر معتزلہ ہم پر یہ اعتراض کریں کہ یہ تو تمہارے دعوے ہیں جن کی درستگی ثابت کرنے کے لئے تمہیں دلیل ...م کرنا پڑے گی تو ہم کہیں گے ہاں دلائل کا ہونا ضروری ہے ان باتوں کے درست ہونے کے بارے میں جن کا ہم نے ...یٰ کیا ہے ۔ اور تم لوگوں نے ہم سے ایک فرع کے بارے میں پوچھا ہے اور فرع کے درست ہونے پر اشارہ نہیں ...مگر یہ کہ اس کے اصل کے درست ہونے پر دلیل قائم ہوجائے ۔ اور ہمارے اصول کے درست ہونے پر دلائل ہماری ...وں میں موجود ہیں اور اس کی مثال یوں ہے کہ کیا پوچھنے والا ہم سے شریعتوں کی درستگی اور حق ہونے کے بارے ...دلیل مانگے تو اس صورت میں ہم اس بات کی طرف محتاج ہوں گے کہ ہم وحی کے درست ہونے ، نبی صلی اللہ علیہ ...وسلم کی نبوت کے برحق ہونے اور آپؐ کی طرف سے اس شریعت کے حکم پر فرمان جاری ہونے کو صحیح ثابت کریں ۔ ...اس سے پہلے ہمیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اللہ عزوجل ایک ہے اور مصلحتوں کا جاننے والا ہے اور یہ اس بات کے بعد ...کہ ہم عالم اور کائنات کے حادث ہونے پر دلیل قائم کریں ۔ اور ہو بہو اسی قسم کا سوال ہم سے انہوں نے پوچھا ہے ۔ ...جب میں نے اس سوال کے مقصد اور غرض کے بارے میں غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کی غرض و غایت نہایت ...دہ ہے ۔ اور وہ یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر حسن ابن علی علیہما السلام نے جن کی امامت کے تم دعویدار ہو ان کی امامت ...نص قائم کی ہے تو غیبت کا معاملہ باطل ثابت ہوگا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یقیناً غیبت ، عدم اور نیستی کا نام نہیں کبھی انسان ایک ایسی سرزمین کی طرف جاتا ہے ...ں وہ معروف اور مشہور ہے اور لوگ اسے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور اس وقت دوسرے شہر اور سرزمین سے وہ غائب ...تا ہے ۔ اسی طرح کبھی انسان ایک گروہ کی نظروں سے غائب ہوتا ہے لیکن دوسرے گروہ سے غائب نہیں ہوتا ۔ اور

کبھی اپنے دشمنوں سے مخفی ہوتا ہے اپنے دوستوں سے نہیں ہوتا۔ پس کہا جاتا ہے کہ وہ غائب اور مستور اور روپوش ہے اور حضرت حجت کے بارے میں غائب جو کہا جاتا ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے اور اپنے ان دوستوں سے جو انکے راز کو چھپا کر رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے غائب ہیں۔ اور یہ بھی کہ وہ اپنے آباء طاہرین علیہم السلام کی طرح خاصہ اور عامہ اور اپنے دوستوں پر ظاہر نہیں ہیں۔ اس کے باوجود ان کی موجودگی اور وجود اور ان کے امر و نہی کو نقل کرتے ہیں اور وہ ہمارے نزدیک وہ ایسے لوگ ہیں جن کے نقل سے حجت لازم قرار پاتی ہے جب کہ ان کی کثرت اور ان کے مقاصد کا مختلف ہونا اور ان کے خبر دینے سے قبول کرنا ضروری قرار پانے کی وجہ سے ہر قسم کا عذر منقطع ہوجاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں نے یہ بات نقل کی ہے جیسا کہ آپؑ کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کے بارے میں نقل کیا ہے۔ اگرچہ ان کے مخالفین نے اس بارے میں ان کی مخالفت کی ہے۔ جس طرح مسلمانوں کے بیان کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دوسری نشانیاں سوائے قرآن کے ثابت ہوجاتی ہیں اگرچہ ان کے دشمن اہل کتاب، مجوس زنادقہ اور دھریہ میں سے اس کی مخالفت کیوں نہ کریں اور ان نشانیوں کا انکار کیوں نہ کریں۔ اور یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو تم جیسے آدمی پر مشتبہ ہوجائے جبکہ میں تمہارے غور و فکر کی خوبی کو جانتا ہوں۔

لیکن ان کا یہ کہنا کہ جب وہ ظہور کریں گے تو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ یہ وہی محمد بن الحسن بن علی علیہم السلام ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عمل ان کے دوستوں کے بیان کرنے سے ممکن ہوگا جن کے بیان کرنے سے حجت واجب ہوجاتی ہے جس طرح آپؑ کی امامت انہی لوگوں کے بیان کرنے کی بناء پر ہمارے نزدیک ثابت ہوچکی ہے۔

ایک اور جواب یہ ہے " ایسا بھی ممکن ہے کہ وہ ایک معجزہ ظاہر کردیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ یہ وہی ہیں اور یہ دوسرا جواب ہی وہ چیز ہے جس پر ہم اعتماد کرتے ہیں اور اپنے مخالفین کو جواب کی صورت میں پیش کرتے ہیں اگرچہ پہلا جواب ہی صحیح ہے۔ لیکن معتزلہ کا یہ قول کہ پس کیوں شوریٰ کے دن علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے مخالفین کے سامنے معجزہ دکھا کر دلیل قائم نہیں کی۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یقیناً انبیاء اور خدا کی حجتیں علیہم السلام دلائل اور براہین میں سے صرف اسی کو ظاہر کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق ہو اور جس کو اللہ اپنے بندوں کیلئے مفید اور مصلحت آمیز قرار دے۔ پس اگر دلیل اور حجت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد اور نص سے ان کے بارے میں ثابت ہوجائے تو اس صورت میں وہ معجزات دکھانے سے بے نیاز اور مستغنی ہیں۔ ہاں اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یقیناً معجزوں کا دکھانا اس وقت اور اس صورتحال میں زیادہ بہتر تھا تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے تمہاری اس بات کے درست ہونے پر دلیل کیا ہے اور یہ بھی کہ مخالف اس بات کا بھی منکر نہ ہوگا کہ ان کا معجزہ دکھانا شاید قرین مصلحت نہ ہو اور یہ کہ اللہ عزوجل اگر ان کے ہاتھوں کوئی معجزہ اس وقت دکھا دے تو وہ اس کے بعد زیادہ کفر کے مرتکب ہوجائیں گے اور ان کے خلاف جادو اور ٹونے کا الزام لگائیں گے۔ اور جب یہ بات قرین امکان ہو تو یہ بات

...ت نہیں ہوتی کہ اس وقت معجزہ دکھانا بہتر تھا۔
اور اگر معتزلہ یہ کہے: پس تم کس بناء پر یہ سمجھتے ہو کہ جن کیلئے تم امامت کے دعویدار ہو انہیں خود کو حسن ...ن علی علیہما السلام کے فرزند ثابت کرنے کیلئے معجزہ قائم کرنا بہتر ہے۔ ہم ان سے کہیں گے ہم تو یقین نہیں رکھتے کہ ...س حالت میں معجزہ دکھانا ضروری ہے بلکہ ہم اس کو امکانی صورت سمجھتے ہیں۔ مگر یہ کہ معجزے کے علاوہ کوئی اور ...یل موجود نہ ہو تو اس صورت میں حجت کے اثبات کے لئے اس کا ہونا ناگزیر ہے۔ اور جب یہ ناگزیر ہو تو معلوم ہوا ...ہ یہ ضروری اور واجب ہے اور جب معلوم ہوا کہ واجب ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بہتر اور مصلحت کی بناء پر ہے نہ کہ فساد ...ر خرابی کی بناء پر۔ اور ہم یہ جانتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام نے کبھی معجزات دکھائے ہیں اور کبھی نہیں۔ انہیں ہر ...ز ہر وقت ہر لحہ اور ہر آن اور ہر اس شخص کے سامنے جو ان سے دلیل مانگتا ہو تاکہ اسلام میں وارد ہوجائے نہیں ...ھایا ہے بلکہ کبھی دکھایا اور کبھی نہیں اس وجہ سے کہ جسے اللہ عزوجل بہتر سمجھتا تھا۔ اور اللہ عزوجل نے مشرکین ...ے بارے میں حکایت کی ہے کہ انہوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ آسمان کی طرف پرواز ...ریں اور آسمان کو ان پر ٹکڑے کرکے گرادیں یا ان پر ایسی کتاب نازل کریں جس کو وہ پڑھیں وغیرہ جو آیت میں ...ذکور ہے۔ پس آپؐ نے ان میں کوئی بھی کام انجام نہیں دیا۔ اور آپؐ سے سوال کیا کہ وہ قصی بن کلاب کو ان کے ...ئے زندہ کردیں اور ان کے شہر سے تہامہ کی پہاڑیوں کو دور کردیں پس آپؐ نے ان کی اس بات کو قبول نہیں کیا۔ ...گرچہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کے علاوہ دیگر معجزات لوگوں کے لئے ظاہر کئے۔ اور بالکل ایسا ہی ہے اس ...ا معاملہ جو معتزلہ نے پوچھا ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا جیسا کہ انہوں نے ہم سے کہا ہے یہ کہ ہم نے واضح ترین دلائل ...ھی پیش کئے ہیں اور روشن ترین دلائل بھی جن کے سلسلے میں معجزات کی تکرار اور دلیلوں کی کثرت سے مدد لی گئی ہے۔

لیکن معتزلہ کا یہ قول کہ اس دلیل میں اس بات سے مدد لی گئی ہے جس میں تاویل کا احتمال ہے۔ پس کہا ...جائے گا ہمارے نزدیک شوریٰ والوں کے سامنے جو دلیل قائم کی گئی ہے وہ نہیں مگر نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ...جو کچھ نص میں آیا تھا اسی کی مدد سے کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ سرداران ایسے نہیں تھے جو حقیقت سے ناواقف ہوں اور ان ...کو ہم دوسروں یعنی تابعین کے ساتھ ایک صف میں نہیں رکھ سکتے۔ اب ہم اسی بات کو معتزلہ کی طرف پلٹائیں گے اور ...ان سے کہا جائے گا کہ اللہ عزوجل نے انبیاء میں جن کو مبعوث فرمایا ہے اس تعداد کے کئی گنا کیوں مبعوث نہیں کئے ...اور کیوں ہر گاؤں میں اور ہر زمانہ میں ایک یا ایک سے زیادہ نبی مبعوث نہیں کیا۔ یہاں تک کہ قیامت برپا ہوجائے ...اور کیوں قرآن کے معانی کو بیان اور واضح نہیں کیا تاکہ اس میں کوئی شک کرنے والا شک نہ کرے اور کہیں اس کو ...اس طرح چھوڑا کہ اس میں تاویل کا امکان باقی رہا۔ اور یہ مسائل ایسے ہیں جن کا جواب دینا ان پر ضروری ہے۔

یہاں تک ابن جعفر بن قبہ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام تھا۔

زیدیہ فرقہ کے رد میں مشائخ میں سے ایک کا کلام

ان کے علاوہ فرقہ امامیہ کے بزرگ متکلمین میں سے ایک نے کہا ہے: ہمارے اکثر مخالفین اس موضوع میں ہم سے ایسے مسائل کے بارے میں سوال کرتے ہیں درحالیکہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ یہ جان لیں کہ صاحب الزمان علیہ السلام کی غیبت کا قائل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ ہم ان کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کے قائل ہو جائیں اور آپ کے آباء طاہرین علیہم السلام کی امامت کا قائل ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور ان کی امامت اور پیشوائی کو مان لیں۔ کیونکہ یہ ایک شرع سے متعلق موضوع ہے اور یہ خالص عقلی موضوع نہیں ہے اور شرعی معاملات میں گفتگو کتاب اور سنت پر مبنی ہونی چاہیئے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے **فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول**۔ (سورۃ نساء۔ آیت ۵۹) "اگر تم کسی چیز میں (یعنی شرعیات میں) اختلافات اور جھگڑا کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹا دو"۔

پس جب بھی کتاب و سنت اور عقلی دلیل ایک بات کی درستگی کی گواہی دیں تو اس صورت میں ہماری بات پسندیدہ ہوگی۔ اور ہم کہتے ہیں کہ زیدیہ اور امامیہ کے تمام گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: بے شک میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت اور اہلبیتؑ اور یہ دونوں میرے بعد میرے جانشین ہونگے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہونگے، اور فریقین نے اس حدیث کو صحیح اور درست قبول کیا ہے۔ اس بناء پر یہ ماننا ضروری ہے کہ کتاب کے ساتھ عترت میں سے ایک ایسا فرد ہو جو تنزیل اور تاویل کے بارے میں علم یقین رکھتا ہو اور اللہ عزوجل کی مراد سے لوگوں کو باخبر کرتا ہو۔ جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی معانی و مراد سے باخبر کرتے تھے۔ اور اس کی معرفت اس طریقہ سے نہ ہو کہ وہ تاویل کتاب استنباط اور استخراج کے ذریعے کرے جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت نہ استخراج سے تھی نہ استنباط سے اور نہ استدلال سے نہ ہی اس بناء پر جس پر لغت اور زبان یا لوگوں کے درمیان گفتگو اور بات چیت کے اصول جاری ہیں بلکہ وہ اس طرح مراد خدا بتا دیتے تھے اور اللہ کی جانب سے بیان فرماتے تھے کہ آپؐ کے ارشاد کے ساتھ ہی لوگوں پر حجت لازم ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ضروری ہے کہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب سے معرفت یقین اور بصیرت کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ اللہ عزوجل رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ **قل ھذہٖ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ انا و من اتبعنی**۔ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۸) "اور کہہ دیجئے یہ میرا راستہ ہے اللہ کی

طرف دعوت دیتا ہوں پوری بصیرت کے ساتھ میں اور جو میری پیروی کرنے والے ہیں۔"

پس ان کے پیروکار ان کے خاندان اور ذریت اور عترت میں سے ہیں اور یہ وہی ہیں جو اللہ عزوجل کی جانب سے یقین معرفت اور بصیرت کے ساتھ اس کی کتاب سے اس کی مراد بیان کریں گے اور جب اللہ عزوجل کی طرف سے اس کی مراد کی خبر دینے والا ظاہر اور آشکار نہ ہو تو ہم پر واجب ہوگا کہ ہم یہ عقیدہ رکھیں کہ کتاب کبھی بھی اس حال سے خالی نہیں ہوگی کہ عترت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک ہستی سے وابستہ ہوگی جو تاویل و تنزیل کی معرفت رکھتی ہو۔ کیونکہ حکمت اس بات کو ضروری اور لازم قرار دیتی ہے۔

علماء امامیہ نے کہا ہے "اللہ عزوجل نے کہا ان اللّٰہ اصطفیٰ آدم و نوحاً و آل ابراهیم و آل عمران علی العالمین ذریۃ بعضھا من بعض. (سورۃ آل عمران آیت ۳۳) "بے شک اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو عالمین پر منتخب کیا ہے بعض کی اولاد کو بعض سے ہو۔"

پس اس آیت میں عمومیت کی بناء پر لازم قرار پاتا ہے کہ آل ابراہیم میں سے اب تک اور ہمیشہ کے لئے ایک منتخب اور برگزیدہ کا ہونا ضروری ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کو اپنی اس کتاب میں دو صنفوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے ایک صنف کو برگزیدہ قرار دیا ہے ان میں انبیاء، رسولوں اور خلفاء علیہم السلام ہیں اور ایک صنف وہ ہے جس کو ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس جب تک زمین پر ایسے لوگ ہوں جنہیں مدبر راہنمائی کرنے والے تعلیم دینے والے اور سدھارنے والے کی ضرورت ہوگی اس وقت تک ان کے مقابلہ میں آل ابراہیم میں سے ایک برگزیدہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ آل ابراہیم سے بعض اولاد بعض پر برگزیدہ ہو جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے" "ذریۃ بعضھا من بعض" اور یہ بات درست اور ثابت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین اور حسن و حسین صلوات اللہ علیہم آل ابراہیم میں سے برگزیدہ تھے۔ اس آیت کی بناء پر حسین علیہ السلام کے بعد برگزیدہ ہستی کا ان کی ذریت میں سے ہونا ضروری ہے۔ اور اگر یہ ان کی ذریت میں سے نہ ہو تو اس صورت میں ذریۃ بعضھا من بعض صادق نہیں آئے گا اور یہ کہ ان میں سے کسی کے بطن سے نہ ہو۔ اور امامت امام حسن علیہ السلام سے ان کے بھائی حسین علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گئی ہے۔ پس اس بناء پر انہی کی ذریت اور صلب میں سے ان کے جانشین کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہی اس آیت کے معنی ہیں ذریۃ بعضھا من بعض واللّٰہ سمیع علیم پس یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ اور دلالت کر رہی ہے جس کی طرف سنت اور حدیث نے دلالت کی ہے۔

" عترت میں سے امام غائب کے وجود پر استدلال جو ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل سے بھر دے گا"

بعض علماء امامیہ نے کہا ہے ہم پر اور ہر اس عاقل پر جو اللہ اور اس کے رسول، قرآن اور تمام انبیاء جو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے آئے ہیں پر ایمان رکھنا لازم اور واجب ہے کہ وہ گزشتہ امتوں اور گزری ہوئی صدیوں کے بارے میں غور وفکر کرے۔ جب ہم اس بارے میں غور کرتے ہیں تو رسولوں اور گزشتہ امتوں کے حالات کو اپنے زمانے کی امت کی تشبیہ پاتے ہیں۔ اور وجہ شباہت یہ کہ ہر دین کی شان و شوکت اور قوت اپنے انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں اس بات پر موقوف تھی کہ جب بھی امتیں ان رسولوں پر ایمان لائیں اور اس کے زمانے اور عصر میں پیروکاروں کی کثرت ہوئی۔ پس کوئی ایسی امت اپنے رسول کی اطاعت گزاری میں اس امت سے آگے نہیں تھی البتہ یہ اس کے بعد کہ جب اس امت کے رسول کا معاملہ مضبوط اور مستحکم ہوا کیونکہ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جو انبیاء مرکز کی حیثیت رکھتے تھے جیسے نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام یہ وہی رسول ہیں جن کے آثار اور ان کی خبریں اور باتیں امتوں کے پاس موجود ہیں اور ہم نے دیکھا ان امتوں کی حالت کو کہ ان ادیان سے متمسک رہنے والوں کے اندر اپنے دین کے معاملے میں سستی آگئی کیونکہ انہوں نے بہت سی ایسی چیزوں کو چھوڑ دیا جن کی حفاظت کرنا اور ان پر پابند رہنا ان کے رسولوں کے دور میں اور ان کی وفات کے بعد بھی ان پر واجب قرار پایا تھا۔

چنانچہ اللہ عزوجل کا بھی ارشاد ہے۔ **قدجاء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما کنتم تخفون من الکتاب ویعفوا عن کثیر** ۔ (سورۃ مائدہ آیت ۱۵) " اور تحقیق آیا ہے تمہارے پاس ہمارا رسول جو بیان کرتا ہے تم پر بہت سی ایسی چیزوں کو جسے کتاب میں سے تم چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے عفو اور درگزر کرتا ہے"۔

اللہ عزوجل نے ان امتوں کی حالت کو یوں ہی بیان فرمایا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔ **فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوٰت فسوف یلقون غیاً** ۔ (سورۃ مریم آیت ۵۹) " پھر ان کے بعد کچھ ناخلف ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازیں کھوئیں اور اپنی شہوتوں کی پیروی کرنے لگے پس جلد ہی یہ لوگ اپنی گمراہی کے خسارے پائیں گے"۔

اور اللہ عزوجل نے اس امت کے بارے میں فرمایا۔ **ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم** ۔ (سورۃ حدید آیت ۱۶) " اور وہ ان لوگوں کے سے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی تو جب ایک زمانہ طول پکڑا تو ان کے دل سخت ہوگئے"۔

اور روایت میں ہے کہ یقیناً لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں ان کے درمیان اسلام میں سے سوائے

اس کے نام کے کچھ نہیں باقی رہے گا اور قرآن میں سے سوائے اس کے اسم اور نقش و نگار کے کچھ باقی نہیں رہے گا" اور نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" بے شک اسلام اجنبی اور غریب شروع ہوا ہے اور غریب ہی واپس پلٹے گا۔ پس خوش حال ہو ان غریبوں کا۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ان امتوں کے واسطے ایک رسول بھیجتا تھا تاکہ دین کے آداب و رسوم میں سے جو کچھ مٹ گیا ہو اس کو دوبارہ زندہ کردے اور پوری امت اس بات پر اتفاق رائے رکھتی ہے سوائے ایک گروہ کے جن کی مخالفت قابل التفات و توجہ نہیں ہے اور عقلی دلیلوں نے بھی دلالت کی ہے کہ اللہ عزوجل نے انبیاء اور رسولوں کا اختتام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ کردیا پس ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور ہم نے دیکھا اس امت کی حالت کو کہ وہ باطل کے لئے حق پر بلندی چاہتے ہیں اور گمراہی کے لئے حق پر غلبہ چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ بہت سے لوگ اس گمان اور تجسس میں پڑگئے کہ آج کا دور اور زمانہ کفر کا دور ہے نہ کہ اسلام کا۔ پھر اس کے بعد شریعت اسلام کے اصولوں میں سے جو ناگفتہ بہ حالت امامت پر گذری دوسری چیزوں پر نہیں گذری ہے۔ کیونکہ یہ امت کہنے لگی کہ شہادت اور قتل حسین علیہ السلام کے بعد ان کی قیادت کرنے کے لئے کوئی بھی امام عادل نہیں آیا نہ بنی امیہ میں سے اور نہ بنی عباس میں سے جن کے احکام اکثر خلق خدا پر نافذ کئے جاتے تھے۔ اور ہم، زیدیہ اور عام معتزلہ اور اکثر مسلمان یہ کہتے ہیں کہ۔ یقیناً امام سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتا جس کا ظاہر عدل اور انصاف کا مظہر ہو۔ اور امت کی حالت یہ تھی کہ وہ ظالم اور جابر لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بنی ہوئی تھی جو ان کے اموال اور ان کی جان کے بارے میں حکم خدا سے ہٹ کر اپنے احکامات جاری کرتے تھے اور یوں فتنہ و فساد پرور لوگ اہل حق پر غالب آئے اور لوگوں میں یگانگت اور ایک ہی قول پر اتفاق کرنا معدوم ہوا پھر ہم نے دیکھا کہ امت کے مختلف طبقات اور گروہ سب کے سب ایک دوسرے کو کافر قرار دینے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرنے لگے۔

پھر ہم نے رسولؐ کی احادیث میں غور کیا تو دیکھا کہ ان میں یہ بات بھی وارد ہوئی ہے کہ یہ تحقیق زمین قسط و عدل سے پر ہوجائے گی جس طرح ظلم وجور سے پر ہوگئی ہوگی اور یہ آپ کی عترت میں سے ایک رجل اور مرد کے ذریعہ ہوگا۔ پس یہ حدیث ہمیں اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ اس امت پر قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین عدل و انصاف سے بھر نہ جائے۔ چونکہ یہ دین جس میں نسخ اور تبدیلی ممکن نہیں ہے اس کا ایک ایسا ناصر اور مددگار ہوگا جس کی اللہ عزوجل تائید فرمائے گا جس طرح اس نے انبیاء اور رسولوں کو جب شریعتوں کی تجدید اور ظالموں کے کرتوتوں کو زائل کرنے کے لئے بھیجا تھا تو ان کی تائید کی تھی۔ اس بناء پر ان دلائل کا ہونا ضروری ہے جو اس عظیم کام کو انجام دینے کے بارے میں ہیں۔ ہم نے امت کے تمام مختلف اقوال کا علم حاصل کیا اور تمام فرقوں کے حالات کا کھوج لگایا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حق ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کو ماننے والوں کے ساتھ ہے نہ کہ امت کے دوسرے فرقوں کے ساتھ۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس زمانہ کا امام وہ ہے جو ان میں سے بارھواں ہے اور وہ وہی ہیں جن کے

بارے میں رسول خدا نے خبر دی اور ان پر نص قائم فرمائی ۔ اور عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں ہم ان روایات کو بیان کریں گے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ائمہ علیہم السلام کی تعداد کے بارے میں مروی ہیں اور یہ کہ وہ بارہ ہیں اور بارہویں امام قائمؑ پر آپؐ کی طرف سے نص ہے ۔ اور ایسی روایات بھی جو آپؑ کے ظہور اور قیام بالسیف سے پہلے آپؑ کی غیبت سے متعلق ہیں ۔

زیدیہ فرقہ کا پہلا اعتراض

بعض زیدیہ کا کہنا ہے کہ وہ روایت جو اماموں کی تعداد کو بارہ بتاتی ہیں وہ ایک ایسی بات ہے جسے کچھ عرصہ پہلے امامیہ فرقے کے لوگوں نے گھڑ لیا ہے اور جھوٹی احادیث پیدا کی ہیں ۔

ہم کہتے ہیں ۔ اور توفیق صرف خدا سے ہے ۔ یقیناً اس موضوع پر اخبار اور روایات بہت زیادہ ہیں اور اس سلسلے میں ہماری تکیہ گاہ اور اعتماد احادیث کو نقل کرنے والوں پر ہے ۔ اور تحقیق ہمارے مخالفین میں سے جو حدیث بیان کرنے والے ہیں، انہوں نے بھی اس سلسلے میں استفاضہ کی حد تک روایات نقل کی ہیں ۔ عبداللہ بن مسعود کی احادیث میں سے ایک جسے بیان کیا ہے ہم سے احمد بن الحسن القطان معروف بہ ابی علی بن عبدربہ الرازی اور وہ اصحاب حدیث کے بزرگ مشائخ میں سے ہیں انہوں نے کہا: بیان کیا ہم سے ابو یزید محمد بن یحیٰ بن خلف بن یزید المروزی نے شہر رے میں ۳۰۲ھ کے ماہ ربیع الاول میں اسحاق بن ابراھیم حنظلی سے جو ۲۳۸ھ میں تھے اور اسحاق بن راھویہ کے نام سے مشہور تھے انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ سے انہوں نے ھشام سے انہوں نے مجالد سے انہوں نے شعبی سے انہوں نے مسروق سے انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے اور اپنے مصاحف (قرآن) کے غلطیوں سے پاک ہونے کے بارے میں تصدیق کے لئے ان کے سامنے پیش کر رہے تھے اس دوران ایک جوان نے پوچھا: تمہارے نبیؐ نے تمہیں یہ بات بتائی ہے کہ اس کے بعد اس کے کتنے جانشین ہوں گے ۔ اس نے کہا: تم تو بالکل کم عمر ہو اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے بارے میں تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا ہے، اب میں تمہیں بتاتا ہوں ۔ ہاں ہمارے نبیؐ نے ہمیں بتایا ہے کہ تحقیق ان کے بعد ان کے بارہ جانشین ہونگے اور یہ تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہوگی ۔

اس حدیث کی بعض اسناد کو ہم نے اس کتاب میں اور بعض دیگر کو ہماری دوسری کتاب بنام "النص علی الائمۃ الاثناعشر علیہم السلام بالامامۃ" میں بیان کیا ہے اس طرح ہمارے مخالفین میں سے بعض اصحاب حدیث نے ظہور والی روایات استفاضہ کی حد تک نقل کی ہیں ان میں سے جابر بن سمرۃ کی روایت جسے ہم سے بیان کیا ہے احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری نے اور وہ اصحاب حدیث میں سے تھے انہوں نے کہا ۔ مجھ سے بیان کیا ابو بکر بن ابی داؤد نے روایت کرتے ہوئے اسحاق بن ابراھیم بن شاذان سے انہوں نے الولید بن ھشام سے انہوں نے محمد بن ذکوان سے انہوں نے

کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے ابن سیرین سے انہوں نے جابر بن سمرۃ السوائی سے انہوں نے کہا ہم نبی خداؐ کے حضور شرفیاب تھے۔ آپؐ نے فرمایا اس امت کی سرپرستی بارہ کریں گے۔ انہوں نے کہا پس لوگوں کا شور و غل بلند ہوا تو اس کے بعد مجھے کچھ سنائی نہیں دیا۔ میں نے اپنے والد سے کہا جو مجھ سے زیادہ رسول خداؐ سے نزدیک تھے کہ رسول اللہؐ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا آپؐ نے فرمایا سب کے سب قریش سے ہونگے اور سب ایسے ہوں گے جن کی مثل دیکھی نہیں جائے گی۔

اور میں نے اس حدیث کے مختلف سند کو بھی ذکر کیا ہے بعض نے روایت کی ہے "بارہ امیر ہونگے" اور بعض نے روایت کی ہے کہ بارہ جانشین ہونگے۔ پس یہ دلالت کرتی ہے کہ جو روایات امامیہ کے پاس ہیں جو نبی خداؐ اور ائمہؑ سے ائمہ اثنیٰ عشر کے بارے میں ہیں وہ صحیح روایات ہیں۔

زیدیہ کہتے ہیں اگر رسول خداؐ نے اپنی امت کو بارہ اماموں کے نام پہچنوائے ہیں تو کیوں یہ امت ان سے ہٹ کر ادھر ادھر چلی گئی اور اس عظیم پامالی اور انحراف کا شکار ہو گئی۔ ہم ان سے کہیں گے تم لوگ یہ کہتے ہو کہ رسولؐ نے علیؑ کو اپنا جانشین بنایا اور اپنے بعد آپؑ کو امام قرار دیا ان پر نص کیا اور ان کی طرف اشارہ کیا اور ان کے امر کو واضح اور روشن کردیا اور انہیں معروف و مشہور کر دیا۔ اور اس امت کو کیا ہوگیا تھا جو علیؑ سے منہ موڑ گئی اور ان سے دور ہو گئی یہاں تک کہ آپؑ مدینہ سے ینبع (بعض نسخوں میں بقیع) کی طرف نکلے اور ان کے اوپر وہ کچھ گزرا جو گزر گیا۔ اور اگر تم یہ کہوگے کہ علیؑ کو رسول اللہؐ نے جانشین نہیں بنایا ہے تو ہم کہیں گے کہ تم کیوں اس کو اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہو اور ان کے بارے میں گفتگو کر رہے ہو۔ لوگ حق سے پھر جاتے ہیں اگرچہ حق واضح اور روشن کیوں نہ ہو اور بیان سے منہ پھیر لیتے ہیں اگرچہ مفصل اور شرح کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ جیساکہ لوگ توحید سے الحاد کی طرف جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کے اس قول سے کہ۔ **لیس کمثلہ شیء**۔ نہیں ہے اس جیسا کوئی۔ اللہ کے لئے شبیہ اور مثل کے قائل ہوگئے ہیں۔

زیدیہ فرقہ کا دوسرا اعتراض

اور ان دلائل میں سے جو امامیہ کے دعویٰ کو جھٹلاتے ہیں یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ (امام) جعفر صادقؑ نے اسماعیل پر نص کی اور ان کی طرف ان کی زندگی میں امام ہونے کا اشارہ کیا پھر اس کے بعد اسماعیل ان کی زندگی میں ہی چل بسے پس انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شئے میں بداء نہیں کیا جیساکہ میرے فرزند اسماعیل کے بارے میں کیا۔ پس اگر امام کے بارہ ہونے کی روایت صحیح ہوتی تو کم سے کم جعفر بن محمدؑ اس سے واقف ہوتے اور اپنے پیرو کاروں میں سے خاص خاص کو بتادیتے تاکہ نہ وہ غلطی کریں نہ یہ لوگ اس عظیم غلطی کے مرتکب ہوں۔

اس کے جواب میں ہم نے ان سے کہا۔ تم لوگ کس بنیاد پر یہ کہتے ہو کہ جعفر بن محمدؑ نے اسماعیل کی امامت پر نص کیا ہے۔ اور یہ کیسی روایت ہے۔ اور کس نے اس کو نقل کیا ہے اور کس نے اس کو مان لیا ہے۔ تو ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا بلکہ یہ ایک ایسی حکایت اور داستان تھی جسے اس گروہ نے گھڑ لیا جو اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں۔ اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ کیونکہ ائمہ اثنا عشر کے بارے میں جو روایات ہیں وہ خاص و عام (شیعہ اور سنی) دونوں نے نبیؐ اور ائمہؑ سے نقل کی ہیں۔ اور جو کچھ اس بارے میں ان سے منقول اور مروی ہیں ان کو میں نے اس کتاب میں نقل کیا ہے۔ لیکن آپؑ کا یہ ارشاد کہ "اللہ تعالیٰ نے کسی چیز میں بداء نہیں کیا جس طرح میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں کیا" پس اس کا معنی یہ ہے کہ وہ فرمارہے ہیں کہ امر خدا میں سے کوئی ایسا امر مجھ پر ظاہر اور منکشف نہیں ہوا جس طرح میرے بیٹے اسماعیل کے بارے میں ہوا کہ اسے میری ہی زندگی میں موت دے دی تاکہ اس سے یہ معلوم رہے کہ وہ میرے بعد امام نہیں ہے۔ اور ہمارے عقیدے کی بنا پر جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ عزوجل کے لئے آج ایک ایسی چیز منکشف اور معلوم ہوجائے جس کو وہ گذشتہ کل نہیں جانتا تھا تو وہ کافر ہے اور اس سے بیزاری اور برائت کرنا واجب ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے محمد بن یحییٰ العطار سے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو عبداللہ الرازی نے حسن بن الحسین لولوی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے عمار سے انہوں نے ابی بصیر اور سماعہ سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے آپؑ نے فرمایا "جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ کے لئے آج کوئی چیز کشف ہوجاتی ہے جس کو وہ گذشتہ کل نہیں جانتا تھا تو اس سے بیزاری اور برائت کرو"۔

لیکن وہ بداء جو امامیہ کی طرف منسوب ہے اس پر عقیدہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا امر ہم سے پوشیدہ تھا جو ظاہر ہوا۔ عرب یہ کہتے ہیں "بدالی شخص" مجھ پر ایک شخص ظاہر ہوا "لا بدا ندامۃ" اس نے کوئی پشیمانی کا اظہار نہیں کیا۔ اور خدا کی ذات اس سے بہت ہی بلند و برتر ہے۔

اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ امام جعفر صادقؑ اسماعیل کی امامت پر نص قائم کریں جبکہ آپؑ اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ وہ گنہگار ہے نہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے اور نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی ایک کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن المتوکلؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ العطار نے نقل کرتے ہوئے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے حسن بن راشد سے انہوں نے کہا میں نے ابا عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے اسماعیل کے بارے میں پوچھا آپؑ نے فرمایا:

و معصیت کار ہے نہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا حسن بن احمد بن ادریسؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید اور برقی سے انہوں نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے انہوں نے حماد سے انہوں نے عبید بن زرارہ سے انہوں نے کہا میں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں اسماعیل کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم نہ مجھ سے شباہت رکھتا ہے نہ میرے آباء طاہرین میں سے کسی کے ساتھ شباہت رکھتا ہے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولیدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عبدالجبار سے انہوں نے ابن ابی نجران سے انہوں نے حسین بن مختار سے انہوں نے ولید بن صبیح سے انہوں نے کہا۔ ایک مرد میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا۔ آؤ تاکہ تجھے رجل (امام) کا بیٹا دکھادوں۔ وہ کہتا ہے میں اس کے ساتھ چل پڑا وہ کہتا ہے وہ مجھے ایک ایسی جماعت اور گروہ کے پاس لے کر آیا جو شراب پی رہے تھے ان میں اسماعیل بن جعفر بھی تھا۔ وہ کہتا ہے میں وہاں سے مغموم نکلا پس میں حجراسود کے پاس آیا اتنے میں میں نے دیکھا اسماعیل بن جعفر کو جو خانہ خدا سے لپٹا ہوا تھا اور پردہ کعبہ اس کے آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ وہ کہتا ہے: پس میں وہاں نکلا تو اچانک دیکھا اسماعیل اسی گروہ شرابی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ میں واپس کعبہ کی طرف پلٹا تو دیکھا وہ پردہ خانہ خدا سے لپٹا ہوا ہے اور اس کے آنسوؤں سے وہ تر ہو چکا ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے ذکر کیا تو آپؑ نے فرمایا تحقیق میرے بیٹے پر ایک ایسا شیطان مسلط ہوا ہے جو اس کی شکل میں آتا ہے۔

اور روایت کی گئی ہے کہ شیطان ہرگز کسی نبی یا نبی کے وصی کی شکل اپنا نہیں سکتا۔ پس کیونکر ممکن ہے کہ آپؑ اس کی امامت پر نص کریں جبکہ اس کے متعلق آپ کا یہ صحیح ارشاد ہے۔

زیدیہ فرقہ کا تیسرا اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں کس دلیل سے تم اسماعیل کی امامت کو ٹھکراتے ہو اور فرقہ اسماعیلیہ جو اس کو امامت کا قائل ہے کے خلاف تمہارے دلیل اور حجت کیا ہے؟

ہم ان سے کہیں گے۔ اس کی امامت کے دعوے کو ہم ان روایات کے ذریعے ٹھکراتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور ان روایات کے واسطے سے جو ائمہ اثنیٰ عشر پر نص کی صورت میں وارد ہوئی ہیں اور ان روایات سے جو باپ کی زندگی ہی میں اس کی موت کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

وہ روایات جو ائمہ اثنیٰ عشر پر بصورت نص وارد ہوئی ہیں ان کو ہم نے اسی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ وہ روایات جو اس کے باپ کی زندگی ہی میں مرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے جس کو مجھ سے بیان کیا

میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن سعید سے انہوں نے فضالہ بن ایوب اور حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے یونس بن یعقوب سے انہوں نے سعید بن عبداللہ الاعرج سے انہوں نے کہا ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ جب اسماعیل مرگیا تو میں نے حکم دیا کہ اس کے چہرے پر سے کپڑا ہٹا دیا جائے۔ پس میں نے اس کی پیشانی ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصے کا بوسہ لیا۔ اس کے بعد اس کے اوپر کپڑا ڈالنے کا حکم دیا پھر میں نے کہا۔ اس کے چہرے پر سے کپڑا ہٹالو تو دوبارہ میں نے اس کی پیشانی، ٹھوڑی اور سینے کے اوپر والے حصے کا بوسہ لیا پھر میں نے حکم دیا کہ اس پر کپڑا ڈالدیا جائے۔ پھر میں نے حکم دیا تو اسے غسل دیا گیا پھر میں اس کی لاش پہ آیا جبکہ اس کی تکفین ہو چکی تھی پس میں نے کہا اس کے چہرے کو ظاہر کرو۔ پھر میں نے اس کی پیشانی، ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصے کو بوسہ دیا۔

اس کتاب کا مصنف کہتا ہے اس حدیث میں کئی فوائد ہیں ایک تو یہ ہے کہ میت کی پیشانی، ٹھوڑی اور اس کے سینے کے اوپر کے حصے کا اسے غسل دینے سے پہلے اور بعد میں بوسہ لینا جائز ہے۔ مگر یہ کہ جس نے میت کو مس کیا اس کو غسل دینے سے پہلے جبکہ اس کا جسم گرم ہو تو اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہے اور اگر اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے کے بعد مس کرے تو اس پر غسل واجب ہے۔ اور اگر اس کو غسل کے بعد مس کرے تو اس پر کوئی غسل واجب نہیں ہے۔ پس اگر اس روایت میں یہ بات ہوتی کہ امام جعفر صادقؑ نے اس کے بعد غسل کیا یا نہیں کیا تو ہمیں اس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ آپؑ نے اسے غسل سے پہلے گرمی کی حالت میں مس کیا ہے یا ٹھنڈا ہونے کے بعد مس کیا۔

اس روایت کا ایک اور فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں نے حکم دیا اس کو غسل دیا جائے اور آپؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے اس کو غسل دیا اور اس حدیث میں وہ بات بھی ہے جو اسماعیل کی امامت کے غلط ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ چونکہ امامؑ کو سوائے امام کوئی اور غسل نہیں دیتا جب وہ موجود ہوں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے ایوب بن نوح اور یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے محمد بن شعیب سے انہوں نے ابی کہمس سے وہ کہتے ہیں۔ میں اسماعیل کی موت کے وقت موجود تھا جبکہ ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ اس کے پاس تشریف فرما تھے جب اس کو موت آگئی تو آپؑ نے اس کے جبڑوں کو باندھ دیا اور ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو ڈھک دیا پھر اس کے بعد حکم دیا اس کو تجہیز و تکفین کیا جائے۔ جب اس کام سے فارغ ہوئے تو اس کے کفن کو لانے کا حکم دیا اور کفن کے کنارے پر یہ لکھا۔ "اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے"

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے روایت کرتے ہوئے

ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے محمد بن ابی حمزہ سے انہوں نے محمد بن خالد کے غلام مرہ سے نقل کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا۔ جب اسماعیل وفات پاگئے تو ابو عبداللہ (امام جعفرصادقؑ) قبر تک آئے اور اب قبر کی ایک جانب بیٹھ گئے۔ قبر کے اندر نہیں اترے پھر آپؑ نے فرمایا۔ اور ایسا ہی رسول اللہؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے ساتھ کیا تھا۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے حسین بن حسن بن ابان نے روایت کرتے ہوئے حسین بن سعید سے انہوں نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حسین بن عمر سے انہوں نے بنی ہاشم کے ایک مرد سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ جب اسماعیل مرگئے ابو عبداللہؑ امام جعفرصادقؑ ہمارے ساتھ آئے اور جنازے کے آگے پابرہنہ اور عبا کے بغیر چلنے لگے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے اپنے بھائی علی بن مہزیار سے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے انہوں نے جریر سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور ابو عبداللہ (امام جعفرصادقؑ) کے چچازاد بھائی ارقط سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا ابو عبداللہ امام جعفرصادقؑ اسماعیل کی قبض روح کے وقت اس کے پاس تھے جب ارقط نے آپؑ کی بے تابی کو دیکھا تو عرض کیا اے ابا عبداللہ یقیناً رسول اللہؐ بھی دنیا سے رحلت فرماگئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ آپؑ نے بے تابی چھوڑدی اور اس کے بعد فرمایا۔ تم نے سچ ہی کہا آج میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے انہوں نے کہا۔ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے ابراہیم بن ہاشم اور محمد بن حسین بن ابی خطاب سے انہوں نے عمرو بن عثمان ثقفی سے انہوں نے ابی کہمس سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ میں اسماعیل ابن ابو عبداللہ (امام جعفرصادقؑ) کی موت کے وقت حاضر تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ ابا عبداللہ (امام جعفرصادقؑ) سجدہ میں گئے اور دیر تک سجدہ کی حالت میں رہے۔ اس کے بعد آپؑ نے سر اٹھایا اور کچھ دیر اس کی طرف دیکھتے رہے۔ اور اس کے چہرے پر نظر ڈالے رکھی۔ راوی کہتا ہے اس کے بعد آپؑ پھر سجدہ میں گئے اور اب یہ سجدہ پہلے والے سجدے سے زیادہ طویل تھا۔ پھر اس کے بعد اپنا سر اٹھایا اس وقت اس کو موت آگئی تھی تو آپؑ نے اس کی آنکھیں بند کردیں اور دونوں جبڑوں کو مضبوطی سے باندھا اور ایک کپڑے سے اس کے چہرے کو ڈھک دیا پھر آپؑ کھڑے ہوگئے اور میں نے ان کے چہرے پر ایک ایسا تاثر دیکھا جس کو اللہ ہی جانتا ہے یہ کیا تاثر تھا۔ راوی کہتا ہے۔ پھر آپؑ کھڑے ہوئے اور اپنے کمرے میں چلے گئے اور چند لمحے وہاں رکے اور پھر دوبارہ ہماری طرف اسی حالت میں آئے کہ آپؑ نے بالوں کو تیل لگایا ہوا تھا اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا اور آپؑ کے تن کے کپڑے بدلے ہوئے تھے اور آپؑ کے چہرے کا حال بھی ویسا نہیں تھا جیسا کمرے میں داخل ہوتے وقت تھا پھر آپؑ نے

اس کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں لوگوں کو ہدایات دینا شروع کردیں یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو اس کے کفن کو لانے کے لئے کہا اور اس کے کنارے پر عبارت لکھی۔ اسماعیل گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے روایت کرتے ہوئے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے انہوں نے ابوالحسن ظریف بن ناصح سے انہوں نے حسن ابن زید سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا ابو عبداللہؑ کی ایک بیٹی مرگئی تو آپؑ اس پر ایک سال تک نوحہ اور گریہ کرتے رہے پھر اس کے بعد ایک اور بیٹا مرگیا تو آپؑ اس پر بھی ایک سال تک نوحہ و گریہ کرتے رہے پھر اس کے بعد اسماعیل مرگئے تو آپؑ سخت غمگین اور بے تاب ہوگئے اس کے بعد گریہ و بکا بند کردیا۔ راوی کہتا ہے ابو عبداللہؑ سے پوچھا گیا خدا آپؑ کی اصلاح فرمائے کیا آپؑ کے گھر میں اس طرح گریہ اور نوحہ برپا ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا۔ رسول اللہؐ نے جب حمزہ اس دنیا سے چل بسے تو فرمایا حمزہ پر رونا چاہیئے کیونکہ ان پر گریہ کرنے والا کوئی نہیں۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن متیل دقاق (آٹا بیچنے والا) نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا یعقوب بن یزید نے روایت کرتے ہوئے حسن بن علی بن فضال سے انہوں نے محمد بن عبداللہ کوفی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا جب اسماعیل ابن ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) کی وفات ہوئی تو ابو عبداللہؑ سخت بے تاب اور غمگین ہوگئے۔ راوی کہتا ہے: پھر جب اس کی آنکھوں کو بند کردیا اور ایک ایسی قمیض کو پہنے لئے منگوایا جو یا تو دھلی ہوئی تھی یا بالکل نئی تھی۔ پھر آپؑ نے اس کو زیب تن کیا پھر آپؑ کمرے سے نکلے اور اسماعیل کی تجہیز و تکفین کے سلسلے میں ہدایت کرنے لگے۔ راوی کہتا ہے آپؑ کے بعض اصحاب نے آپؑ سے عرض کیا ہم آپ پر فدا ہوجائیں جب سے ہم نے آپؑ کی بے تابی اور بے قراری کو دیکھا تو ہمارا گمان یہ تھا کہ آپؑ سے ایک عرصہ تک ہم استفادہ نہیں کرسکیں گے اور آپؑ حالت تعزیت میں ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا ہم اہل بیت اس وقت تک جزع اور بے قراری کا اظہار کرتے ہیں جب تک کہ مصیبت نازل نہیں ہوتی اور جب مصیبت نازل ہوجاتی ہے تو صبر کرلیتے ہیں۔

ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن محمد دقاقؒ نے انہوں نے کہا۔ ہم سے بیان کیا محمد بن عبداللہ کوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل برکی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسین بن ہیثم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عباد بن یعقوب اسدی نے انہوں نے کہا بیان کیا ہم سے عنبسہ بن بجاد عابد نے انہوں نے کہا جب اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ مرگئے اور ہم ان کے جنازے سے فارغ ہوگئے تو امام صادق جعفر بن محمدؑ بیٹھ گئے اور ہم بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا اے لوگوں یقیناً یہ دنیا فراق اور جدائی کا گھر ہے یہ ناہموار مکان ہے، ہموار نہیں، مانوس کی فرقت ایک ایسا سوز ہے جس کو دفع نہیں کیا جاسکتا اور ایک ایسی تپش غم ہے جس کو رد

نہیں کیا جاسکتا اور لوگ ایک دوسرے کی مصیبت میں حسن تعزیت اور صحیح تفکر کے سلسلے میں ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری رکھتے ہیں ۔ پس جس شخص کو اپنے بھائی کے غم میں گریہ و زاری نہ کرنا پڑے اس سے پہلے موت کا مزہ چکھے گا اس کے بعد امام' ابو خراش ہذلی کے اس شعر کو بیان فرمایا جو اس نے اپنے بھائی کے مرثیہ اور غم میں کہا۔

ولا تحسبی انی تناسیت عہدہ ولکن صبری یا امام جمیل

اور یہ گمان نہ کرو کہ میں نے پیران برادری کو فراموش کردیا ہے ۔ لیکن اے پہلے جانے والے میرا صبر جمیل ہے۔

زیدیہ فرقہ کا چوتھا اعتراض

زیدیہ یہ کہتے ہیں اگر اماموں کے بارہ ہونے کی روایت صحیح ہوتی تو لوگ امام جعفر صادقؑ کی امامت میں شک نہ کرتے یہاں تک کہ شیعوں میں سے ایک گروہ عبداللہ کی امامت کا قائل ہوگیا اور کچھ اسماعیل کی امامت کے معتقد ہوگئے اور کچھ حیران و سرگرداں رہے ۔ اور حالت یہاں تک پہنچی کہ شیعوں میں سے کچھ تو ایسے بھی تھے کہ جنہوں نے عبداللہ بن امام صادقؑ کا امتحان لیا اور جب انہوں نے اس میں وہ کچھ نہیں پایا جس کے وہ متلاشی تھے تو وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے کہ اب کہاں جائیں؟ مرجئہ کی طرف یا حروریہ کی طرف اور موسیٰ بن جعفرؑ نے یہ سن لیا تو آپؑ نے ان سے کہا نہ مرجئہ کی طرف جاؤ نہ قدریہ کی طرف اور نہ حرویہ کی طرف بلکہ میری طرف آؤ ۔ پس یہ دیکھو کہ کتنی باتوں کی وجہ سے اماموں کے بارہ ہونے کی روایت اور خبر باطل قرار پاتی ہے ۔ ایک تو عبداللہ مسند امامت پر بیٹھا ہے اور دوسرا یہ کہ شیعہ اس کی طرف رخ کرتے ہیں اور تیسرا یہ کہ اس کے امتحان لینے کے بعد وہ حیرت اور سرگردانی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور چوتھا یہ کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کا امام موسیٰ بن جعفرؑ ہے اور حالت یہ ہے کہ (موسیٰ بن جعفرؑ) مجبور ہوجاتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں ۔ اور اس دوران ان کا فقیہ زرارۃ ابن اعین اس حالت میں مرجاتا ہے کہ یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ جبکہ اس کے سینے پر ایک مصحف بھی ہے : بارالہا میں اس کی امامت کا قائل ہوں جس کی امامت اس مصحف سے ثابت ہے ۔

ہم ان کے جواب میں کہیں گے ۔ یقیناً یہ ساری باتیں گمراہ کن اور کذب آمیز ہیں اس لئے کہ ہم نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ تمام شیعوں نے اس زمانہ میں بارہ اماموں کے اسماء مبارک سے پہچان لیا بلکہ ہم نے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردی کہ آپؐ کے بعد امام بارہ ہونگے جو آپؐ کے جانشین ہونگے اور یہ کہ شیعہ علماء نے اس حدیث کو ان کے نام کے ساتھ نقل کیا ہے ۔ اور اس سے انکار بھی نہیں کہ شیعوں میں ایک دو یا اس سے زیادہ افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے اس حدیث کو نہیں سنا ہے ۔ لیکن زرارۃ بن اعین کا معاملہ ایسا ہے کہ وہ اس سے قبل وفات

بلکہ یہ کہ وہ شخص آجاتا جو انہیں خبر سے آگاہ کر دیتا اور انہوں نے موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت پر نص کو نہیں سنا تھا۔ اور چونکہ خبر اور روایت ان تک پہنچی نہیں تھی اور یوں ان کا عذر قابل قبول تھا تو انہوں نے مصحف جو کہ قرآن ہے کو اپنے سینے پر رکھا اور کہا: بارالٰہا میں اس کی امامت کا قائل ہوں گا جس کی امامت یہ مصحف ثابت کر دے۔ اور کیا ایک متدین فقیہ اس وقت جب اس پر امر مشتبہ اور مورد اختلاف ہو تو اس کے علاوہ کچھ کرتا ہے جو زرارہ نے کیا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زرارہ بالیقین امام موسیٰؑ بن جعفرؑ اور ان کی امامت کے متعلق جانتے تھے اور انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو امام موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ آپؑ کی امامت کے متعلق جو کچھ جانتے ہیں اس کا اظہار کریں یا اس کو پوشیدہ رکھنے کے لئے تقیہ کا طریقہ استعمال کریں؟ اور یہ بات زرارۃ بن اعین کی شان پر منطبق اور ان کی معرفت کے مقام کے لئے قابل قبول ہے۔

ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر الہمدانیؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ابراہیم بن محمد الہمدانیؒ سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا میں نے امام رضاؑ سے عرض کیا اے فرزند رسول خداؐ مجھے آگاہ کیجیے کیا زرارہ آپؑ کے والد بزرگوارؑ کے حق امامت سے واقف تھا؟ آپؑ نے فرمایا "ہاں" میں نے عرض کیا پس کس لئے انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجا کہ امام صادق جعفر بن محمدؑ نے کس کو اپنا وصی بنایا ہے؟ آپؑ نے فرمایا یقیناً زرارہ میرے والد بزرگوارؑ کے معاملہ سے اور میرے جد امجد کا میرے والد کی امامت پر نص اور واضح اشارہ کرنے کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ اور یہ کہ جب اس کے بیٹے نے دیر کردی تو زرارہ سے درخواست کی گئی کہ وہ میرے والدؑ کے بارے میں اپنی بات کا اظہار کریں۔ پس انہیں یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میرے والد کے حکم کے بغیر اس سلسلے میں سبقت کریں اس لئے مصحف کو اٹھایا اور کہا بارالٰہا میرا امام جعفر بن محمدؑ کے بیٹوں میں سے وہ ہے جس کی امامت کو یہ مصحف ثابت کر دے۔

اور یہ روایت جس کو زیدیہ نے بطور دلیل پیش کی ہے اس میں یہ بات نہیں ہے کہ زرارہ موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت سے بے خبر تھا بلکہ اس میں یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبید کو بھیجا تاکہ وہ کسی بات کے بارے میں سوال کرے۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری سے انہوں نے احمد بن ہلال سے انہوں نے محمد بن عبداللہ بن زرارہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا: جب زرارہ نے اپنے بیٹے عبید کو مدینہ کی طرف بھیجا تاکہ خبر کے بارے میں سوال کرے اور یہ ابو عبداللہ (امام جعفر صادقؑ) کی وفات کے بعد ہے پس جب ان پر حالت شدید اور سخت ہوگئی تو انہوں نے مصحف کو اٹھایا اور کہا "جس کی امامت کو یہ مصحف ثابت کرے گا وہی میرا امام ہے" اور یہ روایت اس بات کو لازم اور قطعی نہیں ٹھہراتی کہ

وہ معرفت نہیں رکھتے تھے۔ علاوہ بریں اس روایت کا راوی احمد بن ہلال ہے اور یہ شخص ہمارے مشائخ کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

ہم سے بیان کیا ہمارے استاد محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے کہا انہوں نے کہا، میں نے سنا کہ سعد بن عبداللہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے نہیں دیکھا نہ ہی سنا کہ کوئی شیعہ مذہب تشیع سے ناصبیت کی طرف جاتے سوائے احمد بن ہلال کے۔ اور ان لوگوں کا نظریہ ہے "کہ جو روایت صرف اور صرف احمد بن ہلال سے ہی منقول ہو اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ جان لیا ہے کہ پیغمبر خدا اور ائمہ صلوات اللہ علیہم شفاعت نہیں کریں گے مگر اس کی جس کے دین کو اللہ پسندیدہ قرار دے۔ اور جو امام کی امامت میں شک کرے وہ دین خدا کے علاوہ کسی اور دین پر ہے۔ اور یہ مروی اور مذکور ہے کہ امام موسیٰ بن جعفرؑ قیامت کے دن اپنے پروردگار سے اس کو مانگیں گے۔

ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار نے روایت کرتے ہوئے محمد بن ابی الصہبان سے انہوں نے منصور بن العباس سے انہوں نے مروک بن عبید سے انہوں نے درست ابن ابی منصور واسطی سے انہوں نے ابوالحسن امام موسیٰؑ بن جعفرؑ سے نقل کرتے ہوئے۔ راوی کہتا ہے آپؑ کے حضور میں زرارہ بن اعین کا ذکر آگیا۔ تو آپ نے فرمایا واللہ میں قیامت کے دن اپنے پروردگار سے اس کو اپنے لئے مانگوں گا تو وہ اس کو مجھے عطا فرمائے گا۔ ہلاکت ہو تجھ پر یقیناً زرارہ بن اعین نے ہمارے دشمن سے خدا کی خاطر بغض و عداوت کی اور ہمارے دوستوں کو خدا کی خاطر چاہا اور ان سے محبت کی۔

ہم سے بیان کیا میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا، ہم سے بیان کیا احمد بن ادریس اور محمد بن یحیی عطار دونوں نے روایت کرتے ہوئے محمد بن احمد سے انہوں نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابو العباس فضل بن عبدالملک سے انہوں نے ابو عبداللہ امام جعفر صادقؑ سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ آپؑ نے فرمایا چار افراد میرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔ برید العجلی اور زرارہ بن اعین اور محمد بن مسلم اور احول (محمد بن نعمان بجلی مومن طاق) یہ میرے لئے لوگوں میں سب سے محبوب ترین ہیں۔

پس امام صادقؑ سے یہ ممکن نہیں کہ وہ زرارہ کے بارے میں یہ فرماتے کہ وہ لوگوں میں میرے لئے سب سے زیادہ محبوب ہیں جبکہ وہ موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کو نہیں جانتا ہو۔

زیدیہ فرقہ کا پانچواں اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ انبیاء کے قول میں سے ہو کہ امام بارہ ہیں ۔ کیوں کہ اس امت پر خدا کی حجت قیامت کے دن تک باقی رہے گی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ میں سے گیارہ تو گزر گئے اور وفات پاگئے درحالیکہ امامیہ کا یہ گمان اور عقیدہ ہے کہ زمین کبھی بھی حجت سے خالی نہیں رہتی ۔

اس کے جواب میں کہا جائے گا اماموں کی تعداد یقیناً بارہ ہے اور بارہویں امام ہی وہ ذات ہیں جو زمین کو قسط اور عدل سے بھر دیں گے اور پھر اس کے بعد وہ ہوگا جو وہ بتائیں گے کہ ان کے بعد کوئی اور امام ہوگا یا قیامت برپا ہوگی اور ہم اس بارے میں سوائے اس کے کوئی اور اقرار نہیں کرتے کہ امام بارہ ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو بارہویں امام بتائے گا وہی اس کے بعد ہو جائے گا ۔

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابراہیم بن فہد نے روایت کرتے ہوئے محمد بن عقبہ سے انہوں نے حسین بن حسن سے انہوں نے اسماعیل بن عمر سے انہوں نے عمر بن موسیٰ وجیہی سے انہوں نے منہال بن عمرو سے انہوں نے عبداللہ بن الحارث سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا ۔ میں نے علی علیہ السلام سے عرض کیا ۔ یا امیرالمومنین مجھے خبر دیجئے ان واقعات کے بارے میں جو آپؑ کے قائم کے بعد ظاہر ہوں گے ۔ تو آپؑ نے فرمایا اے ابن حارث یہ ایسی بات ہے جس کا ذکر کرنا انہی کے سپرد کیا گیا ہے ۔ اور رسول اللہؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں سوائے حسنؑ اور حسینؑ کے ۔

ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے انہوں نے کہا ۔ ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن یحییٰ الجلودی نے انہوں نے حسین بن معاذ سے انہوں نے قیس بن حفص سے انہوں نے یونس بن ارقم سے انہوں نے ابو سنان شیبانی سے انہوں نے ضحاک بن مزاحم سے انہوں نے نزال بن سبرہ سے انہوں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کرتے ہوئے ایک ایسی حدیث میں جس میں دجال کے بارے میں ذکر ہے ۔ اور اس کے آخر میں آپؑ فرماتے ہیں ۔ مجھ سے یہ نہ پوچھو کہ اس کے بعد کیا ہوگا کیونکہ میرے حبیبؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس کے بارے میں کسی کو نہ بتاؤں سوائے اپنی عترت کے ۔ نزال بن سبرہ نے کہا ۔ میں نے صعصعہ ابن صوحان سے کہا امیرالمومنینؑ نے اس قول سے کیا معنیٰ مراد لئے ہیں ؟ تو صعصعہ نے کہا اے ابن سبرہ بے شک وہ معنیٰ جس کے پیچھے عیسیٰ بن مریم نماز پڑھیں گے وہ میری عترت میں سے بارہویں ہونگے ۔ حسین بن علیؑ کے نویں فرزند ہونگے اور وہ ایسا سورج ہوگا جو اپنے مغرب سے طلوع کریگا ۔ رکن اور مقام کے پاس ظہور فرمائے گا ۔ پس وہ زمین کو پاک کرے گا اور میزان کو عدل و انصاف پر قائم کرے گا ۔ پس کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہیں کرے گا ۔ پھر امیرالمومنینؑ نے یہ بتایا کہ آپؑ کے حبیب رسول خداؐ

نے ان سے عہد لیا ہے کہ آپؐ کے بعد رونما ہونے والے حوادث کے بارے میں کسی کو نہیں بتائیں گے سوائے آپکی عترت میں سے اماموں کو۔

اور زیدیہ سے کہا جائے گا۔ کیا رسول اللہؐ کو آپؐ کے اس ارشاد میں کہ "ائمہ بارہ ہیں" جھٹلایا جاسکتا ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ رسول اللہؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہی نہیں ہے تو ان سے کہا جائے گا۔ اگر تمہارے لئے یہ ممکن ہو کہ اس روایت کو تم اس کی شہرت اور استفاضہ اور فرقہ ہائے امامیہ کی طرف سے اس کو قبول کرنے کے باوجود ٹھکرا دیں تمہارے لئے یہ انکار بھی ممکن نہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ: رسول اللہؐ کا یہ ارشاد کہ **"من کنت مولا"** حقیقت میں بھی آپؐ کا قول نہیں ہے۔

زیدیہ فرقہ کا چھٹا اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں۔ جب امام حسن بن علی (عسکری) کا انتقال ہوا تو امامیہ فرقہ میں اختلاف پڑ گیا۔ بس کچھ لوگوں نے کہا کہ ان کا بیٹا سات سال کا ہے اور ان میں سے کسی نے کہا کہ وہ بچہ تھے یا شیرخوار تھے اب بات جو بھی ہو مذکورہ حالات میں وہ امامت اور امت کی ریاست کرے اور یہ کہ وہ سرزمین خدا پر اس کا جانشین ہو اور اس کے بندوں پر اس کا قیم اور سرپرست ہو۔ اور جب مسلمانوں پر جنگ طاری ہوجائے تو ان کی پناہ گاہوں اور ان کے لشکر کا تدبیر کرنے والا ہو اور ان کی طرف سے جنگ کرنے والا ہو اور ان کی سرحدوں کی حفاظت کرنے والا ہو اور ان کے حریم کا دفاع کرنے والا ہو۔ ان باتوں کی صلاحیت سے وہ عاری ہے کیوں کہ ایک شیرخوار بچہ یا طفل ایسے امور کی انجام دہی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور یہ خواہ ماضی میں ہو یا حال میں معمولات میں سے نہیں ہے کہ دشمنوں کا مقابلہ بچوں کے ساتھ کیا جائے جو نہ سواری اچھی طرح کرسکتے ہیں نہ زمین پر ٹھہر سکتے ہیں اور نہ لگام پکڑنے سے واقف ہیں نہ ہی تلوار کی پیٹی کو اٹھا سکتے ہیں نہ نیزہ چلانے پر قادر ہیں اور نہ جنگ کی گرماگرمی میں دشمنوں پر حملہ کرنا ان کے بس کی بات ہے۔ درحالیکہ امام کے اوصاف میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو تمام لوگوں سے زیادہ بہادر اور شجاع ہونا چاہیئے۔

جواب

جس نے بھی یہ بات کہی ہے اس سے کہا جائے گا۔ تم لوگوں نے اللہ عزوجل کی کتاب کو بھلا دیا ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو فرقہ امامیہ پر یہ الزام نہ لگاتے کہ وہ کتاب خدا کو یاد نہیں کرتے اور تم نے عیسیٰؑ کی کہانی کو فراموش کردیا ہے۔ آپؑ گہوارہ میں تھے جب آپؑ نے یہ کہا تھا۔ **انی عبداللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا**

وجعلنی مبارکا این ماکنت۔ (سورۃ مریم آیت ۳۰/۳۱) بے شک میں بندہ خدا ہوں اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی قرار دیا ہے اور مجھے بابرکت قرار دیا ہے جہاں بھی ہوں۔

۱ ہمیں جواب دو اے اعتراض کرنے والے اگر بنی اسرائیل ان پر ایمان لے آتے اور دشمن کی طرف سے ان پر کوئی ناگوار حادثہ پیش آتا تو حضرت مسیحؑ اس موقع پر کیا کرتے۔ اور یہی بات حضرت یحییٰؑ کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایام طفولیت میں حکومت دے دی۔ اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے قرآن کا انکار کر دیا اور جو شخص اپنے دشمن کو شکست دینے پر قادر نہ ہو مگر یہ کہ وہ کتاب خدا کا انکار کرے تو اس کے قول کا باطل ہونا بالکل آشکار اور واضح ہے۔

اور اس فصل کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ معاملہ جو انہوں نے بیان کیا ہے موجودہ زمانہ کے لوگوں کے ساتھ پیش آئے تو اللہ تعالیٰ قانون طبیعت اور معمولات کو ختم کر دے گا اور ان کو ایک بالغ، کامل، شہسوار، شجاع اور پہلوان مرد کی صورت میں قرار دیگا جو دشمنوں کا مقابلہ کر سکے۔ اسلام کی حفاظت کر سکے اور اسلام کی سرحدوں سے دشمنوں کو دور بھگا سکے۔ البتہ یہ جواب ابوالقاسم بلخی کے اعتراض پر بعض امامیہ نے دیا ہے۔

زیدیہ فرقہ کا ساتواں اعتراض

زیدیہ کہتے ہیں: لوگ یقیناً اس مولود کے نسب کے سلسلے میں شک و شبہ میں مبتلا ہیں کیونکہ لوگوں میں سے اکثر اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ حسن بن علی العسکریؑ کا کوئی نرینہ فرزند تھا۔

انہیں یہ کہا جائے گا: بنی اسرائیل حضرت مسیحؑ کے بارے میں شک کر گئے اور حضرت مریمؑ پر الزام لگایا جو انہوں نے کہا ہے اے مریم تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ پس حضرت مسیحؑ نے اپنی والدہ کی بے گناہی کے حق میں بات کی اور فرمایا یقیناً میں خدا کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے۔ اور مجھے نبی قرار دیا ہے۔ پس اہل عقل پر یہ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل رسالت کی ادائیگی اور پہنچانے کے لئے نہ مجہول النسب کو منتخب کرتا ہے نہ غیر صاحب عزت و کرامت کو۔ اسی طرح امامؑ کا معاملہ ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو آپؑ کے ساتھ ناقابل تردید نشانیاں ہوں گی اور واضح دلائل ہوں گے جن سے یہ معلوم ہوگا یہ ذات وہی ہستی ہے یہ لوگوں سے مختلف ہیں اور یہی حسنؑ بن علیؑ کے جانشین اور خلف ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ اس پر کیا دلیل ہے کہ حسنؑ بن علیؑ وفات پا گئے؟ ان سے کہا جائے گا وہ روایات جو آپؑ کی وفات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ زیادہ واضح زیادہ مشہور اور زیادہ تعداد میں ہیں ان روایات سے جو ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ کی وفات کے بارے میں وارد ہوئی تھیں کیونکہ ابوالحسن (امام کاظمؑ) علیہ السلام دشمنوں کے ہاتھوں وفات پا گئے اور ابو محمد الحسن بن علیؑ اپنے گھر میں اپنے بستر پر وفات پا گئے اور اس بارے میں وہ واقعات پیش آئے جو احادیث میں مذکور ہیں جن کو بطور سند میں نے اس کتاب میں پیش کیا ہے۔

پس اگر ان میں سے کوئی کہنے والا یہ کہے کیا تمہیں امام حسن (عسکری) کی والدہ اور جعفر کی میراث کے سلسلے
میں منازعہ کرنا اس بات کی طرف راہنمائی نہیں کرتا کہ ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ کیونکہ ہم ان جیسی باتوں سے یہ جان
لیتے ہیں جو شخص مرگیا ہے اس کی کوئی پشت نہیں ہے اور جب اس کا کوئی بیٹا ظاہر نہ ہو اور اس کی میراث اور وراثت
کو دوسرے وارثوں میں تقسیم کردیا جائے تو کیا سمجھ میں آتا ہے؟

تو اسے جواب دیا جائے گا یہ حالت کثرت سے پائی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے انبیاء، رسولوں اور
صفات کے بارے میں اللہ کی حکمت کبھی معمول کے مطابق ہوتی ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ معمول سے ہٹ کر یہ عمل انجام
دیتا ہے۔ جیسا کہ ان کے معاملہ کو ہر حالت میں عام حالات پر منطبق نہیں کیا جاسکتا جس طرح حضرت مسیحؑ کے معاملے کو ہم
عام حالات پر نہیں پاتے۔

وہ کہتا ہے اگر یہ صحیح ہو کہ ان کی کوئی پشت کے ہونے کے بارے میں ہم گمان کریں تو کیوں یہ بات صحیح نہیں
ہے کہ بہرحال اس شخص کے ظاہری طور پر پشت ہونے کے بارے میں اس کا کوئی فرزند ہونے کا گمان کریں۔

اس سے کہا جائے گا۔ ہم اس بات میں شک نہیں کرتے کہ امام حسن عسکریؑ کا ایک خلف اور پشت موجود ہے
اور یہ حسن و حسینؑ کے فرزندوں میں سے ان فضلا کی شہادت اور گواہی ہے جنہوں نے ان کے لئے فرزند ہونے کو ثابت
کیا ہے۔ اور سابقہ ہی شیعوں میں سے بہت سے لوگ بھی شامل ہیں۔ کیونکہ وہ گواہی جس کا قبول کرنا ضروری ہے وہ وہ
گواہی ہے جو کسی چیز کو ثابت کرتی ہو نہ کہ وہ گواہی جو کسی چیز کی نفی کرتی ہو چاہے نفی کرنے والوں کی تعداد ثابت
کرنے والوں کی تعداد سے زیادہ کیوں نہ ہوں۔ اور ہم نے دیکھا ہے اس موضوع کے لئے جیسا کہ گذر گیا ایک مثال اور
نمونہ اور وہ ہے حضرت موسیٰ کی داستان۔ کیونکہ جب اللہ سبحانہ نے بنی اسرائیل کو غلامی اور بندگی سے نجات دلانے کا
ارادہ کیا اور اپنے دین کو ان کے ہاتھوں دوبارہ تروتازہ، تجدید اور زندہ کرنا چاہتا تھا ان کی ماں کو وحی کی **فاذا
خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولاتخافی ولاتحزنی انا رآدوہ الیک وجاعلوہ من
المرسلین** (سورہ قصص آیت ۷) "پس جب تم اس کے متعلق خوف کھاؤ تو اس کو دریا میں ڈالدو اور اس سے نہ
ڈرو اور نہ غم کھاؤ ہم بے شک اس کو تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس کو مرسلین میں سے قرار دینے والے ہیں"
پس اگر اس وقت ان کے والد عمران وفات پاجاتے تو ان کی میراث کا حکم اور صورت حال ویسی ہی ہوتی جیسے امام حسن
عسکریؑ کی میراث کی صورت حال اور حکم ہے اور اس میں کوئی ایسا اشارہ بھی نہیں ملتا کہ ان کا کوئی فرزند نہیں ہے۔
اور یہ حقیقت ہمارے مخالفین پر پوشیدہ رہی اس لئے انہوں نے کہا موسیٰ تو اس وقت حجتِ خدا نہیں تھے جبکہ
ہمارے نزدیک امام اس وقت حجت تھے اور ہم نے امام کی ولادت اور غیبت کو (موسیٰ کی) ولادت اور غیبت سے تشبیہ دی
اور یوسف کی غیبت تو سب سے زیادہ عجیب ہے ان کے والد ان کے بارے میں بے خبر ہیں جبکہ ان کے درمیان جو فاصلہ تھا

وہ ایسا نہیں تھا کہ طے نہ کیا جا سکے اور یہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اللہ عزوجل کی تدبیر اپنی مخلوقات اور بندوں کے بارے میں یہ تھی کہ ان کے بارے میں ان کے والد بے خبر رہیں۔ اور ان کے بھائیوں کا یہ حال ہے کہ وہ ان کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور وہ ان کو پہچان لیتے ہیں لیکن یہ لوگ انہیں نہیں پہچانتے۔

اور ہم نے آپ کی زندگی کے معاملہ کو اصحاب کہف کی داستان کے ساتھ تشبیہ دی کیونکہ یہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال رہے جبکہ وہ سب زندہ رہے۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ ایسے امور ہیں جو واقع تو ہوئے ہیں اور ہمارے پاس تمہاری باتوں کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

تو ان سے کہا جائے گا کہ ہم نے ان مثالوں کے ذریعہ اپنے نظریات کو حدودِ محال اور عدمِ امکان سے نکال کر حدِ امکان میں داخل کر دیا اور ہم نے اپنے قول کی صحت پر دلائل قائم کئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کتاب خدا کبھی بھی عترت رسولؐ سے جدا نہیں ہے جو اس میں بیان شدہ حلال و حرام اور محکم و متشابہ کی پہچان کرائے بعد اس کے اس کتاب میں جو روایات ہم نے پیغمبرِ خدا اور ائمہؑ سے مع ذکرِ سند تذکرہ کی ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ ان سے تمسک کیوں کر ممکن ہے؟ جبکہ ہم نہ ان کی قیام گاہ سے واقف ہیں اور نہ ہی کوئی شخص اس بات پر قادر ہے کہ انہیں ہمارے سامنے لا سکے؟ تو اس سے کہا جائے گا کہ ہم اس طرح ان سے تمسک کرتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ وہ موجود ہیں اور ان کی امامت برحق ہے اور ساتھ ہی ان لوگوں سے تمسک کرتے ہیں جو شریف، نیک، فاضل اور سچے ہیں، آپؑ کی امامت کے قائل ہیں اور آپؑ کی ولادت اور ولایت کے برحق ہونے کو ثابت کرتے ہیں یعنی شیعوں میں سے وہ لوگ جو نبیؐ اور ائمہؑ کی جانب سے آپؑ کے نام گرامی اور نسب کے متعلق جو نصوص وارد ہوئے ہیں ان کی مکمل تصدیق کرتے ہیں۔ (اور یہ کہ) وہ کتاب (قرآن) و سنت کے عالم ہیں، خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا عرفان رکھتے ہیں اور محدثین کی طرف سے وارد شدہ مشتبہ احادیث کی نفی کرتے ہیں، قیاس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور نبیؐ اور ائمہؑ کی طرف سے جو صحیح ارشادات وارد ہوئے ہیں ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے اگر یہ صحیح ہو کہ ہم ان لوگوں سے تمسک کریں جن کے اوصاف آپ نے بیان کئے ہیں اور ہمارا یہ تمسک گویا امام غائب کے ساتھ تمسک شمار ہو گا پس کیوں جائز اور صحیح نہیں ہے کہ رسول خداؐ خود تو دنیا سے وفات پا جائیں لیکن اپنے پیچھے کسی کو جانشین نہ بنائیں؟ اور آپؐ کی امت عقلی، قرآنی اور سنت کے دلائل پر اکتفا کرے؟ اس کے جواب میں کہا جائے گا خداوند عزوجل کے انتخاب کے سلسلے میں ہمیں دخل اندازی کا حق نہیں ہے بلکہ ہمارے اوپر یہ فرض ہے کہ وہ جو کچھ ہمیں حکم دیں ہم اس پر عمل کریں اور دلیلوں نے یہ دلالت کی ہے کہ یہ گیارہ ائمہ علیہم السلام جو گزر گئے کی اطاعت فرض ہے۔ اگر وہ بیٹھ جائیں اور سکوت اور خاموشی اختیار کریں تو ہم پر خاموشی اختیار کرنا واجب ہے اور ان کے ساتھ قیام کرنا اور اٹھ کھڑا ہونا واجب ہے جب وہ قیام کریں اور اٹھ کھڑے ہوں اور ان کے

کلام کو سنتا ہے جب وہ نطق اور بیان کریں ۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم ہر وقت و ہر لحہ وہ کام کریں جن کی طرف دلائل ہماری راہنمائی کرتے ہیں ۔

زیدیہ فرقہ کا آٹھواں اعتراض

بعض زیدیہ نے کہا فرقہ واقفہ وغیرہ کو تمہارے اس دعوے پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام وفات پاگئے اور تمہیں یہ آگاہی عرف، عام حالات اور مشاہدہ کے ذریعے حاصل ہوگئی ہے ۔ اور وہ یہ کہ اللہ عزوجل نے حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں یہ بات بتا دی جہاں ارشاد فرمایا **وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم** ۔ (سورۃ نساء آیت ۱۵۷) "اور انہوں نے نہ اس کو مارا نہ سولی چڑھایا بلکہ (یہودیوں کے لئے) ایک شخص کو ان کی شبیہ بنادیا گیا"۔ پس اس بناء پر اس گروہ نے مشاہدہ اور عام حالات کے بناء پر یہ دیکھا کہ حضرت عیسیٰ سولی پر چڑھائے گئے اور مقتول ہوئے پس اس بناء پر یہ بات جتنے ائمہ کی غیبت کے بارے میں بعض لوگوں نے کہی ہے وہ بری اور نامعقول نہیں ہے ۔

اس کے جواب میں ان سے کہا جائے گا یہاں ائمہ علیہم السلام کی مثال حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرح نہیں ہے ۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے بارے میں یہود نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ قتل کئے گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد **وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم** ۔ کے ذریعہ انہیں جھٹلا دیا کہ نہ مار ڈالا انہوں نے اس کو نہ ہی سولی پر چڑھایا بلکہ وہ اشتباہ میں پڑ گئے ۔ اور ہمارے ائمہ علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی خبر وارد نہیں ہوئی ہے کہ وہ دوسروں پر مشتبہ ہوگئے ۔ ہاں یہ بات غلو کرنے والے گروہوں میں سے ایک گروہ نے کہی تھی ۔ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ "یقیناً ان کی یہ اس سے رنگین ہوجائے گی" یعنی داڑھی سر کے خون سے رنگین ہوجائے گی ۔ اور آپؑ کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام نے بھی آپ کی شہادت کی خبر دی ہے ۔ اس طرح امام حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرئیل سے نقل کرتے ہوئے خبر دی کہ وہ دونوں عنقریب قتل کئے جائیں گے اور ان دونوں نے بھی اپنے بارے میں یہ خبر دی ہے اور یہ کہ یہ بات ان کے بارے میں سچ ہو کر رہے گی ۔ اور ان دونوں کے بعد آنے والے ائمہ علیہم السلام نے بھی یعنی علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین سے لے کر حسن عسکری علیہم السلام تک پہلے والے نے اپنے بعد آنے والے کے اوپر گزرنے والی باتوں کی خبر دی ہے اور بعد میں آنے والے نے اپنے سے پہلے والے پر گزرے ہوئے حالات کی خبر دی ہے ۔ پس ائمہ علیہم السلام کی وفات کی خبر دینے والے خود پیغمبر خدا اور ائمہ علیہم السلام میں ایک کے بعد دوسرے نے پے در پے خبر دی ہے ۔ اور قتل عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دینے

والے بیہود تھے ۔ پس اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ پر گزرے ہوئے حالات حقیقت اور صحت پر مبنی ہیں نہ کہ گمان اور شک و شبہ اور حیلہ پر ۔ کیونکہ ان کی اپنی موت پر خبر دینے والوں سے جھوٹ ناممکن ہے کیونکہ یہ سب کے سب معصوم ہیں جبکہ بیہود سے جھوٹ کا صادر ہونا ممکن ہے ۔

مخالفین کے شبہات اور اس کا ازالہ

ہمارے مخالفین کہتے ہیں دنیا میں مروجہ حالات اور مشاہدات ، غیبت کے بارے میں تمہارے عقیدہ کو غلط ثابت کرتے ہیں ۔ ہم ان سے یہی بات کہیں گے:

برہمنہ کے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اور نبوت کے آثار کے بارے میں مسلمانوں کو یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم میں سے سب کے سب نے ان نشانیوں اور معجزات کو نہیں دیکھا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ تم اس کی پیروی کے مرتکب ہورہے ہو جس کی تقلید اور پیروی تم پر واجب نہیں ہے یا تم ایک ایسی خبر اور بات پر ایمان لائے ہو جس سے قیامت کے دن تمہارا عذر خدا کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوگا ۔ اس تعارض اور اشکال کی وجہ سے اکثر معتزلہ فرقے کے لوگ جیسا کہ ان کے بارے میں بتایا جاتا ہے یہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن کے علاوہ کوئی اور معجزہ نہیں ہے ۔ لیکن وہ شخص جو قرآن کے علاوہ آپ کے معجزات اور نبوت کی نشانیوں کے صحیح اور سچ ہونے کا اعتراف اور اقرار کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس موضوع کے بارے میں بات کرے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کا صادر ہونا ممکن ہے ۔ کیونکہ وہ اس پر قادر ہے ۔ اور اس کے بعد بات کرے ان چیزوں کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں جن کی صحت اور درستی سے ہم بہت ہی کم روایت کرنے والوں کے ذریعے واقف ہوئے ہیں ۔

امامیہ کہتے ہیں ۔ اب ہم ان اخبار اور روایات کے صحیح ہونے کو ثابت کریں گے جو صرف ہمارے پاس ہیں اور ہمارے ائمہ علیہم السلام نے جن کا ذکر فرمایا ہے اور یہ دلالت کرتی ہیں کہ یہ چیز ممکن ہے اس وصف کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے ۔ اور دلائل عقلیہ اور قرآنیہ اور وہ روایات جو اہلسنت کے راویوں کے نزدیک قابل قبول اور مقبول ہیں کی بنا پر ان کا ہونا صحیح اور درست ہے ۔

اب مجادلہ کرنے والا یہ کہے گا کہ ہمارے مقابلے میں کوئی ایسی جماعت نہیں ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی ایسی روایت نقل کرتی جو اس روایت کے متضاد اور اس کو باطل قرار دینے والی ہو یا یہ دعویٰ کرتی ہو کہ ہمارا اول ہمارے آخر کی مانند نہیں ہے ؟

تو اس سے کہا جائے گا ۔ پھر تم نے برہمی کے اس قول کا انکار کیوں کیا جس نے تم سے کہا تھا کہ دنیا میں مروجہ

۱۔ وہ فرقہ جو اس بات کا معتقد ہے کہ اللہ کیلئے رسولوں کو مبعوث کرنا جائز نہیں ہے ۔

حالات اور مشاہدات اور قدرتی قوانین اس بات کو ناممکن قرار دیتے ہیں کہ ایک مسموم اور جلا ہوا ہاتھ بات چیت کر سکتا ہے اور کیونکر ممکن ہے کہ چاند کے ٹکڑے ہوجائیں اور اگر چاند کے ٹکڑے ہوجائیں تو کائنات کا نظم وضبط ختم ہوجائے گا۔ لیکن اس کا یہ کہنا ہے کہ ان کے مقابلہ میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس بات کی تردید کرے کہ ہمارا اور ہمارے خبر کی مانند نہیں ہے۔ اس بارے میں جن سے کہا جائے گا اس بات کی سختی سے تردید کی جائے گی پس اگر ان آیات اور نشانیوں کو بہت سے لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے تو اس کی سچائی کا حکم بالکل قرآن کی سچائی کے حکم کی طرح ہوگا پس اس طرح معلوم ہوا کہ جدلی صاحب مغالطہ کر رہے ہیں۔ کہ جس میں فرق نہیں ہونا چاہیے تھا اس میں فرق ڈال دیا ہے۔

جدلی کہتا ہے۔ کیا تم ہمارے قول کو یوں باطل قرار دیتے ہو کہ ہمارے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اور آپؐ کی وفات کے بعد آپ کے پیروکاروں کی لاتعداد جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان معجزات اور نشانیوں کو دیکھا ہے جیسے بادل کا سایہ کرنا اور بوسیدہ ہاتھ کا بات کرنا اور درخت کے تنے کا آہ وزاری کرنا اور اسی قسم کے معجزات۔ یہ تو پوری امت کہتی ہے کہ یہ نشانیاں اور معجزات ایسے ہیں کہ اصل اور حقیقت میں اس کو بہت ہی کم لوگوں نے نقل کیا ہے۔ پس آپ نے یہ دعویٰ کیوں کیا کہ کوئی شخص تمہارے اس دعویٰ کو رد نہیں کر سکتا۔

جدلی کہتا ہے۔ جب یہ موضوع اس طرح ہو تو ہماری وہ روایات جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ ان روایات کی طرح ہیں جو حضرت موسیٰ کے اور حضرت مسیح کے معجزات کے متعلق ہیں جن کا نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ مجوس اور براہمہ کی روایات ور اخبار کی طرح ہیں جو وہ اپنے آباؤاجداد اور گزشتگان کے ماضی کے بارے میں بتاتے ہیں۔ ہم جواب دیں گے۔ ہم نے یہ جان لیا کہ براہمہ فرقے کے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد ور گزشتگان کی مثالیں موجود اور نظریں قابل مشاہدہ ہیں اس لئے انہوں نے اس بات کو خوشی سے قبول کیا ہے۔ اور یہ بات ایسی ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔

جدلی کہتا ہے کہ اس فرقہ اور گروہ کے مقابلہ میں ایسی جماعتیں ہیں جن کو ان پر برتری حاصل ہے اور بعض جماعتیں اسی کی طرح روایت کرتی ہیں ان سے جو اپنی خبر کو اسناد کرتے ہیں ان کی طرف جن سے وہ روایت کرتے ہیں اور ان کی روایت نص کے لحاظ سے اس گروہ کے بالکل متضاد ہے۔ اس سے کہا جائے گا۔ وہ جماعتیں اور گروہ کون ہیں جنہیں برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ اور یہ لوگ خدا کی زمین میں کس مقام پر رہتے ہیں۔ اور کہاں ان کی سکونت ہے کیا تم پر یہ لازم نہیں ہے کہ یہ جان لو کہ تمہاری یہ کتاب پڑھی جائے گی اور یہاں تک کہ جو فن جدل سے باخبر نہ ہو وہ بھی تمہارے اس مغالطہ کے استعمال کو سمجھ جائے گا۔

جدلی نے کہا۔ اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ کوئی بھی مسلمان اپنے آپ کو یہ اجازت دے کہ وہ روایات جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں ہیں ان کو ان روایات کی نظیر اور شبیہ قرار دے جو غیبت ابن الحسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کو ثابت کرتی ہیں اور ان دونوں میں تواتر کا ایک جیسا ہونے کا دعویٰ کرے۔ اور خدا سے ہی مدد طلب کی جائے گی۔

اس سے کہا جائے گا کہ ہم نے یقیناً بیان کیا ہے اس وجہ اور علت کو جس کی وجہ سے ہم نے اس موضوع میں مشابہت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور ہم نے بتادیا کہ وہ چیز جسے ہم خبر کا متواتر نام دیتے ہیں وہ خبر ہے جسے تین یا تین سے زیادہ لوگ نقل کریں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کے بارے میں جو روایات ہیں دراصل کم تعداد لوگوں نے روایت کی ہیں۔ اور تمہارے اور ہمارے درمیان آزمائش اور مقابلہ اس میں ہے کہ ہم اصحاب حدیث کی طرف رجوع کریں اور ان سے یہ چاہیں کہ کس نے شق القمر اور بوسیدہ ہاتھ کے تکلم اور اس قسم کے معجزات کی روایات کو نقل کیا ہے۔ پس اگر اس کیلئے یہ ممکن ہو کہ ان معجزات اور نشانیوں میں سے ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایسے دس اشخاص جنہوں نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے سے نقل کرے تو اس صورت میں اس کی بات ہی صحیح اور درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو موافق نے تو برابری کا دعویٰ اس طرح سے کیا ہے کہ جہاں وہ دونوں ایک جیسے ہوں اور ایک دوسرے کی نظیر ہوں۔ والحمدللہ۔

اور میں کہتا ہوں۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے۔ ہم نے امام کے معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ بھی ہے۔ اور عصمت ظاہری خلقت میں نہیں ہے جو دیکھی جائے اور قابل مشاہدہ ہو اور اگر ہم نے کسی بھی امام کی امامت کا اقرار کیا اور یہ انکار کیا کہ وہ معصوم ہیں تو گویا ہم نے ان کی امامت کا ہی اقرار نہیں کیا ہے۔ پس جب یہ جائز اور صحیح اور ممکن ہو کہ ہم ہر امام کی اس چیز کا اقرار کریں جو ہماری نگاہوں سے غائب ہے تو یہ بھی جائز ہے کہ ہم اس امام کی امامت کا اقرار کریں جو ہماری نگاہوں سے غائب ہیں اور یہ غیبت بھی کسی نہ کسی حکمت اور مصلحت کی وجہ سے ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جانتا ہے۔ چاہے ہم اس حکمت اور مصلحت کی تہہ تک پہنچ جائیں یا نہ پہنچیں اس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور کہتا ہوں۔ یقیناً آج ہمارے امام علیہ السلام کی غیبت کا حال نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی حالت کی مانند ہے۔ اور وہ اس طرح کہ آنحضرتؐ جب مکہ میں تھے تو مدینہ میں حاضر نہیں تھے اور جب مدینہ میں تھے تو مکہ میں نہیں تھے۔ اور جب سفر میں تھے تو حضر میں نہیں تھے اور جب حضر میں تھے تو سفر میں نہیں تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام حالتوں میں ایک جگہ حاضر تھے اور دوسری جگہوں میں حاضر نہیں تھے اس کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ان لوگوں سے ساقط نہیں ہوئی جہاں آنحضرت غائب تھے اور حاضر نہیں تھے۔ اسی طرح امام کی حجت ساقط نہیں ہوتی اگرچہ وہ ہم سے غائب کیوں نہ ہوں جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت ان پر ساقط نہیں ہوئی جن کی نظروں سے آنحضرتؐ غائب تھے۔ اسلام کے شرائط اور شرائع میں سے جس بات کو

لوگوں کیلئے سب سے زیادہ باعث بندگی قرار دیا ہے وہ غیبت امام کا اقرار ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کی تعریف غیب پر ایمان لانے پر پہلے کی ہے اس سے قبل کہ ان کی تعریف اس بات سے کرے کہ وہ نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے اور جو کچھ اللہ عزوجل نے اپنے نبی پر اور آپؐ سے قبل کے انبیاء صلوت اللہ علیہم اجمعین پر نازل کیا ہے اور روز قیامت ور آخرت پر ایمان لانے پر کی ہو۔ پس ارشاد فرمایا ہے۔ هدى للمتقين O الذين يومنون بالغيب ويقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون O والذين يومنون بما انزل اليک وما انزل من قبلک و بالاخرة هم يوقنون O اولئک علی هدے من ربهم واولئک هم المفلحون O (سورۃ بقرہ آیت ۲ تا ۵) "یہ کتاب ہدایت ہے متقین کیلئے جو ایمان لے آتے ہیں غیب پر اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے رزق عطا کیا ہے اسے خرچ کرتے ہیں اور وہ جو ایمان لے آتے ہیں جو کچھ تم پر نازل کیا گیا اور جو کچھ تم سے قبل والوں پر نازل کیا گیا۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ہدایت یافتہ ہیں اور وہ لوگ رستگار اور سعادت اور فلاح پانے والے ہیں"۔ اور یہ کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی اپنے اصحاب کے درمیان ہوتے تو آپؐ پر بے ہوشی طاری ہو جاتی اور آپؐ کا پسینہ جاری ہو جاتا ور جب آپؐ ہوش میں آتے تو ارشاد فرماتے اللہ عزوجل نے یہ فرمایا اور تمہیں یہ حکم دیا ہے اور اس چیز سے منع کیا ہے۔ اور ہمارے اکثر مخالفین کہتے ہیں۔ یہ بات صرف اس وقت تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپؐ پر نازل ہوتے تھے۔ پس امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا اس بے ہوشی کے بارے میں جو نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طاری ہوتی تھی کہ آیا یہ حالت صرف اور صرف جبرئیل علیہ السلام کے نزول کے وقت ہی پیش آتی تھی تو آپؐ نے فرمایا نہیں جبرئیل علیہ السلام جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور شرفیاب ہوتے تھے تو جب تک اجازت نہیں لیتے تھے داخل نہیں ہوتے تھے اور جب وہ داخل ہوجاتے تھے تو آپؐ کے سامنے اس طرح بیٹھ جاتے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے سامنے بیٹھ جاتا ہے۔ اور وہ حالت صرف اس وقت طاری ہوتی تھی جب اللہ عزوجل بغیر کسی ترجمان اور واسطہ کے آپؐ سے مخاطب ہوتا تھا۔

ہم سے یہ بیان کیا حسن بن احمد بن ادریس رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے اپنے والد سے انہوں نے جعفر بن محمد بن مالک سے انہوں نے محمد بن حسین بن زید سے انہوں نے حسین بن علوان سے انہوں نے عمرو بن ثابت سے انہوں نے حضرت جعفر بن محمد الصادق علیہما السلام سے نقل کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا لوگوں نے یہ تو نہیں دیکھا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرتا ہے اور مخاطب ہوتا ہے نہ ہی انہوں نے وحی کو دیکھا ہے جبکہ ان پر واجب قرار دیا ہے کہ وہ غیب کا اقرار کریں جس کا انہوں نے مشاہدہ نہیں کیا ہے۔ اور اس سلسلے میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کریں اور آپؐ کو سچا مانیں۔ ور اللہ عزوجل نے اپنی محکم کتاب

میں ہمیں بتا دیا ہے کہ **مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید** (سورہ ق آیت ۱۸) " کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو کوئی بات منہ سے نکالے مگر یہ کہ ایک بالکل مستعد نگران اس کے قریب ہوگا۔" اور ارشاد رب العزت ہے۔ **وان علیکم لحفظین O کراما کاتبین O یعلمون ماتفعلون O** (سورہ انفطار آیت ۱۰ تا ۱۲) " اور بے شک تم پر محافظ و نگران ہیں، بہت ہی کریم لکھنے والے، جانتے ہیں جو کچھ تم انجام دیتے ہو۔"

اور ہم نے نہ انہیں دیکھا ہے نہ مشاہدہ کیا ہے اور اگر ہم اس کی تصدیق نہ کریں تو اس صورت میں دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے قول کو مسترد کرنے والے ہوں گے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان کے فریب سے بچے رہنے کا حکم دیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ **یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنة** (سورہ اعراف آیت ۲۷) " اے آدم کے فرزندو ایسا کہیں نہ ہو کہ شیطان تمہیں فریب دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔

ہم شیطان کو تو دیکھ نہیں رہے ہیں جبکہ ہم پر واجب ہے کہ اس کے وجود پر ایمان رکھیں اور اس سے ہوشیار رہیں۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر کے مسئلہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میت سے کوئی سوال کیا جائے اور وہ صحیح اور درست جواب نہ دے تو منکر اور نکیر عذاب خدا کی ایک ضرب اسے ماریں گے اور اس ضرب سے سوائے ثقلین کے باقی جو کچھ خدا نے خلق فرمایا ہے وہ کانپ اٹھے گا۔ اور ہم نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی ہے نہ مشاہدہ کیا ہے اور نہ سنا ہے۔ اسی طرح ہمیں بتادیا گیا ہے اور نقل کیا گیا ہے آنحضرتؐ سے کہ آپؐ معراج پر تشریف لے گئے اور ہم نے نہیں دیکھا (اس میں سے) کچھ (نہ ہی مشاہدہ کیا اور نہ آپؐ کی زبان مبارک سے سنا) اور ہمیں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے (مومن) بھائی کی خدا کی مرضی کیلئے زیارت کی تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے سعادت مند ہو تم اور جنت تمہارے لئے خوشگوار ہو۔ جبکہ ہم نہ انہیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کی بات کو سن رہے ہوتے ہیں اور اگر ان جیسی باتوں میں وارد شدہ روایات کو ہم تسلیم نہ کریں اور سچ نہ مانیں اور ان امور اسلام پر جو اس سے شباہت رکھتے ہیں ایمان نہ رکھیں تو یقیناً ہم ان امور کے منکرین میں شمار ہوں گے اور دائرہ اسلام سے خارج ہوں گے۔

رکن الدولہ کے دربار میں مؤلف کا ایک ملحد سے مناظرہ

اور مجھ سے ملحدین میں سے ایک نے باسعادت امیر رکن الدولہ رضی اللہ عنہ کی محفل میں گفتگو کی اور اس نے مجھ سے کہا تمہارے امام پر واجب ہوگیا ہے کہ وہ خروج اور ظہور کریں کیونکہ روم والے مسلمانوں پر غلبہ پانے کے نزدیک پہنچ چکے ہیں ۔ میں نے اس سے کہا ۔ یقیناً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے دوران اہل کفر کی تعداد آج کی بہ نسبت زیادہ تھی اور اس وقت آنحضرتؐ نے حکم خدا سے اپنے امر کو چالیس سال تک چھپائے رکھا ۔ اور اس کے بعد ان پر ظاہر کردیا جن پر آپؐ کا اعتماد تھا اور تین سال تک ناقابل اعتماد لوگوں سے پھر بھی چھپائے رکھا ۔ اور پھر کام یہاں تک پہنچا کہ کفار نے آپس میں معاہدہ کیا کہ وہ آنحضرتؐ ، بنی ہاشم اور آپ کی حمایت کرنے والوں کا بائیکاٹ کریں ۔ پس وہ شعب (ابی طالب) میں چلے گئے اور اس میں تین سال تک رہے ۔ پس اگر کوئی کہنے والا اس دوران یہ کہتا کہ کیوں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خروج نہیں کرتے کیونکہ مشرکین مسلمانوں پر غلبہ کئے ہوئے ہیں ۔ تو اس صورت میں اس کے لئے ہمارا جواب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ آنحضرتؐ جب شعب کی طرف نکلے تو اللہ کے حکم سے نکلے اور اس کی اجازت سے غائب رہے اور جب اس نے ظہور اور خروج کا حکم دیا تو آپؐ خارج اور ظاہر ہوئے ۔ کیونکہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی مدت شعب ابی طالب میں رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپؐ پر وحی بھیجی کہ اس نے اس عہد نامہ پر دیمک کو بھیجا ہے جو قریش نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام بنی ہاشم سے بائیکاٹ اور قطع تعلق کرنے کے لئے لکھا تھا اور جس پر چالیس (۴۰) مہریں لگی ہوئی تھیں اور جو زمعہ بن الاسود کے پاس حفاظت کیلئے رکھا گیا تھا پس اس دیمک نے اس میں سے جو کچھ قطع رحم کے متعلق تھا اس کو کھا لیا اور اللہ عزوجل کا نام جہاں جہاں تھا اس کو چھوڑ دیا ہے ۔ اس وقت ابو طالبؑ شعب سے نکل کر مکہ میں داخل ہوئے جب قریش نے انہیں دیکھا تو یہ فرض کرلیا کہ اب وہ آئے ہیں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حوالے کردیں تاکہ وہ قتل ہوجائیں یا دعویٰ نبوت کو واپس لے لیں اس گمان کے ساتھ انہوں نے ابو طالبؑ کا استقبال کیا اور بڑے احترام اور تعظیم ادا کی جب وہ ان کے درمیان بیٹھ گئے تو ان سے کہا ۔ اے قریش کی جماعت یقیناً میرے بھتیجے محمدؐ کے بارے میں آج تک میں جھوٹ بولنے کا تجربہ نہیں رکھتا اور اس نے مجھے خبر دی ہے کہ اس کے پروردگار نے اسے وحی بھیجی ہے کہ اس نے اس کاغذ پر جو تمہارے درمیان بطور معاہدہ لکھا گیا تھا دیمک کو بھیجا ہے پس اس نے جو کچھ قطع رحم کے بارے میں تھا اس کو کھا لیا ہے اور جو اللہ عزوجل کے ناموں میں سے مکتوب تھا اس کو باقی چھوڑ دیا ہے ۔ ان لوگوں نے جب اس کو کھول کر دیکھا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ انہوں نے کہا تھا اس وقت ان میں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض اپنے

کفر پر باقی رہے۔ اور یوں ہی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبی ہاشم کہ واپس پلٹے۔ اسی طرح امامؑ (غائب) کی بات ہے کہ جب اللہ آپؑ کو اجازت دے گا تو آپؑ خروج فرمائیں گے۔

ایک اور چیز اور وہ یہ کہ بے شک اللہ تعالیٰ امامؑ سے بھی زیادہ کفار پر غلبہ اور قدرت رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی یہ کہے کہ کیوں اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو مہلت دے رہا ہے اور انہیں نیست و نابود نہیں کرتا جبکہ وہ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک قرار دیتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ڈر نہیں ہے کہ وہ لوگ اس کے قبضہ قدرت سے نکل جائیں گے تاکہ عقوبت اور سزا دینے میں جلد بازی سے کام لے اور جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی جبکہ ان لوگوں سے ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور اس سے اس قسم کا سوال نہیں کرسکتے کہ کیوں اور کیسے ۔ اسی طرح امام کو ظاہر کرنے کے بارے میں اللہ پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتے جس نے ان کو غائب کیا ہے اور جب وہ چاہے گا اجازت دے گا تو وہ ظاہر ہو جائیں گے۔

ملحد نے کہا میں کسی ایسے امام پر ایمان نہیں لاتا جس کو میں دیکھ نہ سکوں اور جب تک میں اس کو نہ دیکھ لوں میرے اوپر اس کی حجت لازم قرار نہیں پاتی۔ میں نے اس سے کہا پس یہ کہنا بھی تم پر ضروری ہے کہ اللہ کی حجت بھی تم پر لازم قرار نہیں پاتی کیونکہ تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو نہ ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجت تم پر لازم ہے کیونکہ تم نے آنحضرتؐ کو بھی نہیں دیکھا ہے پس وہ امیر باسعادت رکن الدولہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا اے امیر دیکھو یہ شیخ کیا کہہ رہا ہے یہ کہتا ہے امام غائب ہوئے اور دیکھے نہیں جاتے کیونکہ اللہ عزوجل بھی دیکھا نہیں جاتا۔ تو امیر رحمتہ اللہ نے جواب دیا کہ تم نے ان کی بات کو غلط انداز سے پیش کیا ہے اور ان پر الزام لگایا ہے اور یہی تمہاری شکست کی علامت اور عجز و ناتوانی کا اقرار ہے۔

اور یہی معاملہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرنے والے ہر شخص کا ہے جو ہمارے امام زمانہ علیہ السلام کے بارے میں ہم سے بحث کرتا ہے وہ لوگ آپ کے وجود کے انکار کے سلسلے میں جو کچھ کہتے ہیں وہ ہذیانی تشویش آمیز اور بیہودہ باتیں ہی ہوتی ہیں۔

ابو سہل اسماعیل بن علی نوبختی نے اپنی کتاب "تنبیہ" کے آخر میں بتایا ہے: اور ہمارے مخالفین اکثر یہ کہتے ہیں۔ اگر نص کے بارے میں تمہارا دعویٰ حق پر مبنی ہوتا تو علی علیہ السلام وفاتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس کا دعویٰ ضرور کرتے ۔ ان سے کہا جائے گا وہ کیونکر یہ دعویٰ کرتے اور اپنے آپ کو ایک مدعی کی حیثیت سے پیش کرتے جس کو اپنے دعویٰ کی سچائی کے ثبوت کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے جبکہ ان لوگوں نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو قبول نہیں کیا ہے پس کیوں کر ان کے اپنے حق میں دعویٰ کو قبول کرتے۔ اور آپؑ کا ابوبکر کی بیعت سے الگ رہنا اور حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تجہیز و تدفین اس طرح سے کرنا کہ ان میں سے کسی کو آگاہ تک نہ

رنا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کو مخفی طور پر دفن کرنا سب سے بہتر دلیل ہے اس بات پر کہ آپؑ ان کے عمل سے راضی نہیں تھے۔ پس اگر وہ کہیں کہ کیوں آپ نے عثمان کے بعد (خلافت کو) قبول کیا تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ چونکہ ان لوگوں نے آپؑ کو اس میں سے کچھ جو آپ کیلئے واجب تھا دیدیا تھا اس لئے اس کو قبول کیا اور اس ضمن میں آپ کی مثال نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین اور مؤلفۃ قلوبہم کو قبول کیا تھا۔

اور کبھی ہمارے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اگر ان لوگوں پر یہ حجت لازم قرار پائے کہ ایک ایسے امام کا ہونا ضروری وہ لازمی ہے جو منصوص علیہ ہو یعنی اس کے بارے میں نص وارد ہو نیز کتاب اور سنت کا جاننے والا اور ان دونوں کے سلسلے میں امانت دار ہو نہ ان دونوں کو بھولتا ہو اور نہ ان میں غلطی اور سہو کا مرتکب ہوتا ہو پس اس کی مخالفت بھی جائز نہیں ہے۔ اور وہ واجب الاطاعت ہے اس بناء پر کہ پہلے والے نے اس پر نص کی ہے۔ پس ہمیں یہ بتاؤ کہ وہ امام کون ہے اس کا نام ہمیں بتاؤ اور اس کی طرف ہماری راہنمائی کرو؟

ان سے کہا جائے گا کہ یہ بات تو روایات سے متعلق ہے اور یہ درحقیقت جس چیز کے بارے میں ہم بات کررہے ہیں اسے دوسری جگہ منتقل کرنا ہے کیونکہ ہمارا موضوع سخن تو یہ تھا کہ جب نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر جائیں تو عقل انسانی کس بات کو ضروری اور واجب قرار دیتی ہے۔ اور کیا یہ ممکن ہے کہ آپؑ کسی کو اپنا جانشین مقرر نہ کریں اور ایک ایسے امام پر نص نہ کریں جس کے اوصاف ہم نے بیان کئے؟ پس جب دلائل کے ذریعے یہ ثابت ہوجائے کہ ایسا ہونا چاہیے تو ہم پر اور ان پر واجب اور ضروری ہے کہ ہم ہر زمانہ کے امام کے بارے میں روایات کے ذریعے تحقیق کریں اور شیعوں نے علی علیہ السلام کے بارے میں نص کو نقل کیا ہے۔ اور اس وقت وہ کثرت اور وطنوں کے مختلف ہونے کے باوجود جس بات پر قائم ہیں یہ ہمارے لئے علم اور اس پر عمل کا موجب بنتا ہے۔ خاص کر جبکہ ان کے مقابلے میں کوئی اور فرقہ اور گروہ نہیں ہے جو کسی شخص کیلئے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نص کا دعویٰ کرتا ہو سوائے علی علیہ السلام کے۔ پس اگر وہ ہمارے ساتھ تعارض کریں اس چیز سے جس کا دعویٰ زرادشت (حق کے مخالفین) کے ساتھی اور دیگر اہل باطل کرتے ہیں تو ان سے کہا جائے گا:

کیونکہ اس وقت شیعوں کی صورتحال ایسی ہے کہ کثرت اور ایک دوسرے سے دور ہونے کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کی طرح ہیں پس وہ ایک دوسرے کو پہچانتے نہیں ہیں اس بناء پر ان کے گزشتگان اور سلف کی صورتحال بھی یقیناً ایسی ہونی چاہیئے بلکہ شیعوں کی روایات اور احادیث اور اخبار سچائی کے اعتبار سے زیادہ مضبوط ہیں کیونکہ نہ تو کوئی حکومت ان کے ساتھ ہے نہ ہی کوئی زور شمشیر نہ کوئی ڈر اور خوف اور نہ ہی طمع و لالچ۔ جھوٹی روایات اور احادیث وہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ جہاں یا طمع و لالچ ہو یا خوف موت ہو، یا کسی حکومت نے اس کو مسلط کیا ہو۔

جبکہ شیعوں کے اخبار اور روایات میں اس قسم کی کوئی چیز پائی نہیں جاتی پس اگر نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے علی علیہ السلام کے بارے میں جو نص شیعوں کی طرف سے منقول ہے وہ درست ہے تو اس صورت میں علی علیہ السلام کی طرف سے حسنؑ اور حسنؑ کی طرف سے حسینؑ پر اور پھر علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین پر یہاں تک کہ امام حسنؑ بن علیؑ العسکری پر اور پھر آپ کے بعد امام غائبؑ پر نص صحیح اور درست ہوگی۔ کیونکہ آپؑ کے پدر بزرگوار حسن عسکری علیہ السلام کے تمام ثقہ اصحاب نے آپؑ کی امامت کی گواہی دی ہے اور آپ علیہ السلام غائب ہوگئے کیونکہ بادشاہ آپؑ کو سختی سے تلاش کر رہا تھا اور اس نے آپؑ کے گھر پر اور اہل حرم پر دو سال تک پہرے بٹھائے رکھا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ کیا اس زمانے میں غیبت امام علیہ السلام آپؑ کی امامت کی صحت اور درستگی پر سب سے بہترین دلیل ہے؟ ہم جواب دیں گے کہ ہاں کیونکہ وہ روایات جو اس بارے میں گزری ہیں وہ صدق وسچائی پر مبنی ہیں اور مشہور بھی ہیں۔

شیعوں میں سے ایک شخص جو امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام کی خدمت میں شرفیاب تھا اور ثقات میں سے تھا نے بتایا ہے کہ اس کے اور حسن بن علی العسکری علیہما السلام کے درمیان رابطہ کا سلسلہ جاری رہا اور آپؑ کے خطوط اور امرونہی اس کے ہاتھوں آپؑ کے پیروکاروں اور شیعوں تک پہنچ جاتے تھے یہاں تک کہ وہ وفات پاگیا اور اس کے بعد ایک اور شیعہ جو کہ مخفی اور پوشیدہ تھا کو وصیت کی گئی اور وہ اس کام کی انجام دہی کے لئے اس کا جانشین بنا اور ہم سے پوچھا گیا ہے اس غیبت کے بارے میں کہ جب امام کا تیس سال یا اس طرح کی مدت غائب رہنا ممکن اور صحیح ہو تو اس بات کا کیسے انکار کرسکتے ہو کہ شاید دنیا سے اس کا وجود ہی ختم ہوچکا ہو؟ تو ان سے کہا جائے گا۔ ان کے وجود کا ختم ہوجانا اس بات کا مترادف ہے کہ زمین پر سے حجت خدا ختم ہوجائے اور شریعتیں ساقط ہوجائیں کیونکہ اب ان کا محافظ کوئی نہیں رہا۔ لیکن اگر امام اللہ عزوجل کے حکم سے اپنی جان کے بارے میں خوف اور ڈر کی وجہ سے چھپے رہیں اور اس کا جاننا پہچاننا اور مربوط سبب موجود ہو اور حجت قائم ہو کیونکہ دنیا میں وہ بنفس نفیس موجود ہیں اور آپؑ کا در، دہ اور سبب دونوں معروف ہیں۔ لیکن ظاہری طور پر آپؑ کا فتویٰ نہ دینا اور امرونہی نہ کرنا اس بات کا سبب نہیں ہے کہ حجت باطل ہوگئی ہے۔ اور اس کی مثالیں موجود ہیں نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طویل مدت تک شعب میں سکونت پذیر رہے اور آپؑ لوگوں کو ابتدائے کار میں پوشیدہ طور پر دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ آپ کو اطمینان حاصل ہوا اور آپ کی ایک جماعت بن گئی۔ اور آپؑ ان تمام حالات میں نبی مرسل اور مبعوث تھے اور آپؑ کی احتیاطی تدابیر اور بعض لوگوں سے دعوت کے سلسلے میں پوشیدہ طرز عمل نے آپؑ کی نبوت کو باطل قرار نہیں ہونے دیا نہ ہی آپؑ کے حجت ہونے کو ختم کیا۔ پھر اس کے بعد آپؑ غار میں داخل ہوگئے اور اس میں مقیم رہے پس کوئی ان کے مقام کو نہیں جانتا تھا پس اس چیز نے آپ کی نبوت کو باطل نہیں کیا۔ لیکن اگر آپؑ کا وجود ختم ہوجاتا تو آپ کی نبوت بھی ختم

باقی ۔ اس طرح امام کے بارے میں ہے کہ یہ ممکن ہے کہ بادشاہ وقت ایک طویل مدت تک انہیں قید میں رکھے اور
ان کی ملاقات سے منع کرے جس کی وجہ سے وہ نہ فتویٰ دے سکیں نہ کسی کو تعلیم دے سکیں نہ حکم خدا بیان کر سکیں
حالانکہ حجت قائم اور ثابت اور واجب رہے گی اگرچہ وہ فتویٰ نہ دیں اور حکم خدا بیان نہ کریں ۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں
بنفس نفیس موجود ہیں ۔ اور اگر کوئی نبی یا امام حکم خدا بیان نہ کرے اور تعلیم نہ دے اور فتویٰ نہ دے تو اس کی
نبوت اور امامت اور حجت ختم نہیں ہوتی لیکن اگر ان کی ذات اور وجود ہی اٹھ جائے تو حجت بھی اٹھ جائے گی اور ختم
ہو جائے گی ۔ چنانچہ یہ ممکن اور جائز ہے کہ امام ایک طویل مدت تک چھپے رہیں اگر آپ کو کسی چیز کا ڈر اور خوف ہو اور
اس سے خدا کی حجت باطل نہیں ہوتی ۔

پس اگر وہ یہ اعتراض کریں کہ وہ شخص کیا کرے جس کو ایک مسئلہ کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت پڑجائے
تو اس سے کہا جائے گا ۔ وہ شخص وہی کام کرے گا جو وہ شخص کرے گا جو اسلام قبول کرنے اور سیکھنے کے لئے نبی خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا جب وہ غار میں چھپے ہوئے تھے اگر حکمت خدا میں وہ جائز ہو تو اس صورت میں یہ
بھی جائز اور ممکن ہے ۔

اور واضح ترین دلائل میں سے جو امامت کے بارے میں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی نشانیوں اور معجزات میں سے ایک یہ قرار دیا کہ گزشتہ تمام انبیاء علیہم السلام کی داستانوں اور جو کچھ علم تورات
انجیل اور زبور میں تھے سب کو آپؑ نے پیش کر دیا جبکہ آپ ظاہری طور پر لکھنا بھی نہیں جانتے تھے ۔ یا کسی نصرانی یا
یہودی سے آپؐ کی ملاقات بھی نہیں ہوتی تھی ۔ اور یہ آپؐ کے عظیم ترین معجزات اور نشانیوں میں سے تھا ۔ حسین بن
علی علیہما السلام شہید کر دیئے گئے اور علی بن الحسین علیہما السلام کو اپنا جانشین چھوڑ گئے ۔ جبکہ آپؑ نوجوان تھے اور آپؑ
کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی پھر آپؑ لوگوں سے کنارہ کش رہے اور کسی سے ملاقات نہیں کرتے تھے اور آپؑ سے
ملاقات نہیں ہوتی تھی سوائے آپؑ کے خاص اصحاب کے ۔ اور آپؑ عبادت کے سلسلے میں نہایت اعلیٰ مقام پر تھے اور
آپؑ سے علم میں سے قلیل کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکا کیونکہ زمانہ بڑا سخت اور دشوار تھا اور بنی امیہ کے ظلم وجور کا دور
دورہ تھا ۔ پھر آپؑ کے بعد آپؑ کے فرزند محمدؑ بن علیؑ ظاہر ہوئے جن کا نام باقر علیہ السلام ہے کیونکہ وہ علم کو شگافتہ
کرنے والے تھے پس آپؑ نے دین ، قرآن ، سنت و سیرت اور جنگی واقعات کے بارے میں علوم میں سے نہایت عظیم
چیزیں پیش کئے ۔ اور ان کے بعد جعفر بن محمد علیہما السلام سے بھی علم کے چشمے پھوٹے اور علوم و فنون میں سے کوئی
بھی ایسا نہ تھا جس کے لئے آپؑ نے سرمایہ علم نہ فراہم کیا ہو ۔ پس آپؑ نے قرآن و سنت کی تفسیر کی اور ان جنگوں اور
واقعات کے تذکرے کئے جنہیں نہ آپؑ نے دیکھا تھا نہ آپؑ کے والد محمدؑ ابن علیؑ نے ، نہ آپؑ کے دادا علیؑ ابن حسینؑ نے ،
اور عامۃ المسلمین کی کسی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپؑ نے کسی سے اس کا علم حاصل کیا اور یہ اس بات کی سب سے

بڑی دلیل ہے کہ یہ علم نبیؐ سے علیؑ تک اور پھر ایک امام سے دوسرے امام تک پہنچا۔ اس کے بعد انہی چیزوں میں سے اتنے لے آئے کہ وہ اس قدر منتشر اور ظاہر ہو گئے کہ علم کے فنون میں سے کوئی فن ایسا نہ رہا مگر یہ کہ اس میں سے بہت سی چیزوں کو آپؑ نے وضع کر لیا۔ قرآن اور سنت کی تفسیر کردی اور ان سے روایت کی گئی ہے جنگوں اور انبیاء کے داستانوں کے بارے میں اس لئے کہ اہلسنت کے راویوں یا فقہاء میں سے کوئی یہ دیکھ لے کہ آپؑ اور آپؑ کے والد محمدؑ بن علیؑ یا دادا علیؑ بن الحسین علیہم السلام ان سے کوئی چیز سیکھ رہے ہیں اور تعلیم پا رہے ہیں۔ اور اس میں سب سے بہترین دلیل پوشیدہ ہے کہ انہوں نے ان علوم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر علی علیہ السلام سے اور دوسرے ائمہ سے یکے بعد دیگرے حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ائمہ علیہم السلام کی سنت اور روش یہی رہی کہ ان سے حلال و حرام کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ یک ہی قسم کا جواب دیتے۔ بغیر اس کے کہ انہوں نے عام لوگوں میں سے کسی سے علم حاصل کیا ہو۔ پس کون سی دلیل اس سے بہتر ہو سکتی ہے ان کی امامت ثابت کرنے کیلئے اور یہ کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں منصوب فرمایا ہے اور انہیں سکھایا ہے ور اپنے اور پؐ سے قبل کے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے علوم انہیں ودیعت کر دیئے۔ اور کیا ہم نے عام حالات میں کبھی وہ کچھ کسی سے ظاہر ہوتے دیکھا ہے جو محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام سے ظاہر ہوا جبکہ انہوں نے ان میں سے کسی چیز کو لوگوں میں سے کسی سے نہیں سیکھا۔

اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ شاید وہ یہ چیزیں پوشیدہ طریقے سے سیکھتے تھے تو ان سے کہا جائے گا۔ بالکل یہی بات دہری اور مادہ پرستوں نے نبی خداؐ کے بارے میں کہی تھی کہ آپؐ لکھنا سیکھ رہے ہیں اور قرآن کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہم محمد بن علی اور جعفر بن محمد بن علی علیہم السلام کے بارے میں یہ گمان کرلیں جبکہ جو کچھ علوم انہوں نے ظاہر کئے ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر کی معرفت اور پہچان صرف ان سے ہی حاصل ہوئی ہے اور ان کے علاوہ کسی دوسرے سے سنی نہیں گئی ہے۔

اور ہم سے سوال کیا گیا کہ حسن عسکریؑ کے فرزند نہ کسی شیعہ پر نہ ہی کسی اہلسنت پر کبھی مکمل طور پر ظاہر ہوئے ہیں تو تم لوگوں نے یہ کیسے جان لیا کہ وہ دنیا میں موجود ہیں اور کیا تم نے انہیں دیکھا ہے یا کسی گروہ اور جماعت نے تمہیں ان کے بارے میں خبر دی جس کی خبر متواتر یہ تھی کہ انہوں نے ان کو دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے؟

پس ان سے کہا جائے گا کہ یقیناً دین کے تمام معاملات استدلال کے ذریعے معلوم ہو جاتے ہیں پس ہم نے اللہ عزوجل کو دلیلوں کے ذریعے پہچان لیا ہے اور ہم نے خدا کو دیکھا نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہمیں کسی ایسے شخص نے خبر دی ہے جس نے خدا کو دیکھا ہے۔ اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا اور آپؐ کے اس دنیا میں وجود کو اخبار اور روایات کے ذریعے جان لیا اور آپؐ کی نبوت اور سچائی کو استدلال کے ذریعے پہچان لیا اور یہ بھی جان لیا کہ آپ نے اپنے بعد علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو استدلال کے ذریعے جانشین مقرر کیا۔ اور یہ جان بھی لیا کہ نبی خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد تمام ائمہ کتاب اور سنت کے عالم ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کے بارے میں ان سے غلطی، فراموشی اور جھوٹ بولنا سرزد ہو جائے اور یہ بھی استدلال کے ذریعے ہے۔ اور اسی طرح ہم نے جان لیا کہ حسن بن علی علیہما السلام امام مفترض الطاعۃ ہیں اور اخبار متواترہ کے ذریعے صادق اور سچے ائمہ علیہم السلام سے یہ جان لیا کہ امامت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بعد نہیں ہوتی مگر امام ہی کے فرزند میں اور یہ نہ بھائی کو ملتی ہے ور نہ ہی کسی اور قرابت دار اور رشتہ دار کو۔ اس بناء پر یہ ضروری قرار پایا کہ کوئی امام دنیا سے نہیں جائے گا مگر یہ کہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو بطور امام چھوڑ جائے گا پس جب امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت ثابت ہو گئی اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپؑ اس دنیا سے وفات پا گئے ہیں پس یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ انہوں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کو بطور امام اپنا جانشین چھوڑا اور یہ امام قائمؑ کے وجود پر ایک دلیل ہے۔

اور مذکورہ بالا اعتراض کا ایک اور جواب یہ بھی ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام ایک قابل اعتماد اور ثقہ جماعت بھی اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے جو آپؑ سے حلال و حرام کو نقل کرتے تھے اور آپؑ کے شیعوں کے خطوط اور ان کے اموال کو آپ تک پہنچاتے تھے اور ان کے (مسائل کے) جوابات آپؑ سے لیتے اور وہ ایک پوشیدہ موضع میں تھے اور ان کی عدالت تو اس سے ثابت ہے کہ آپؑ ہی نے اپنی حیات کے دوران انہیں عادل قرار دیا تھا۔ جب آپؑ وفات پا گئے تو وہ سب کے سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ آپؑ نے ایک فرزند اپنے بعد چھوڑا ہے اور وہی امام ہیں اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے نام کے بارے میں نہ پوچھیں اور ان کو ان کے دشمنوں سے چھپا کے رکھیں۔ بادشاہ نے سختی اور نہایت شدت سے آپ کو تلاش کیا اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر اور آپ کی حاملہ کنیزوں پر پہرہ بٹھا دیا اور نگرانی کی گئی۔ اور امام حسن عسکریؑ کے بعد آپ علیہ السلام کے جانشین بیٹے کے خطوط امرونہی کے سلسلے میں شیعوں تک ان میں سے زیادہ قابل اعتماد لوگوں کے ذریعے پہنچ جاتے تھے جو آپؑ کے والد کے اصحاب میں سے تھے۔ پھر اس کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ منقطع ہو گیا کیونکہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے اکثر وفات پا گئے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپؑ کے بعد امر امامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان میں سے صرف ایک آدمی باقی رہ گیا جس کی عدالت اور ثقہ ہونے پر سب متفق تھے۔ پس اس نے لوگوں کو خاموشی اختیار کرنے اور امام کے معاملہ کو لوگوں کے درمیان شائع نہ کرنے کا حکم دیا۔ اور خط وکتابت کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ پس جس دلیل کا میں نے ذکر کیا ہے اس کی بناء پر امام کا وجود ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب کے سلسلے میں جو کچھ میں نے بیان کیا اور ان کا آپؑ کے بارے میں روایتوں کا نقل کرنا اور آپؑ کی غیبت کا مشہور اخبار اور روایات کے ذریعے جو غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں منقول ہیں کے ذریعے سچا ہونا اور یہ بھی کہ آپؑ کی دو غیبتیں ہوں گی۔ ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ سخت ہو گی۔

در ہمارا عقیدہ اور مسلک اس وقت امام کی غیبت کے بارے میں واقفیہ مذہب جو امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے غیبت کے معتقد ہیں سے کوئی شباہت نہیں رکھتا کیونکہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام علی الاعلان وفات پاگئے اور لوگوں نے آپ کو مردہ حالت میں دیکھ یا اور انہیں آشکارا طریقے سے دفن کردیا گیا اور آپ کی موت سے ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے بھی زیادہ مدت گزر گئی ہے۔ ور اس دوران کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ اس نے آپ کو دیکھا ہے یا آپ سے خط و کتابت کی ہے۔ اور ان کا یہ دعویٰ کہ وہ زندہ ہیں اس بات میں ان خواص کو جھٹلانا مقصود ہے جنہوں نے آپ کو مردہ حالت میں دیکھا تھا جبکہ آپ کے بعد کئی اور ائمہ آئے اور انہوں نے علوم میں سے وہ چیزیں پیش کیں جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پیش کرچکے تھے۔ اور ہمارے اس دعویٰ میں غیبت امام نہ کسی مشاہدہ اور حس کی تکذیب ہے نہ کوئی ناممکن دعویٰ ہے اور کوئی ایسا دعویٰ بھی نہیں ہے جس کا عقل انکار کرے اور نہ ہی یہ معمولات زندگی کے خلاف ہے۔ آپ کے بارے میں آپ کے معتبر اور ثقہ شیعوں میں سے اب تک یہ دعویٰ کرنے والے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ وہی ان تک پہنچنے کی راہ ہیں اور ایک ایسا ذریعہ ہیں جن کے سبب آپ کے شیعوں تک آپ کے امرونہی پہنچ جایا کرتے ہیں اور اس وقت تو غیبت کی مدت بھی اتنی طولانی نہیں ہوئی ہے جو ایک غائب کے معمول کے برخلاف ہو۔ پس ان روایات کی تصدیق کرنا فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت پر اعتقاد رکھنے کا موجب بنتا ہے جیسا کہ میں نے اس کی تشریح کردی ہے۔ اور یہ کہ آپ غائب ہوئے ہیں جیسا کہ غیبت کے متعلق روایات میں آیا ہے۔ ور یہ اخبار اور روایات مشہور بھی ہیں اور متواتر بھی۔ اور شیعہ اس کی توقع بھی رکھتے تھے اور اس کی امید بھی انہیں تھی جیسا کہ وہ اس کے بعد یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ قائم علیہ السلام قیام فرمائیں گے حق کے ساتھ اور عدل کو غلبہ دیتے اور ظاہر کرنے کے ساتھ۔ اور خداوند عزوجل سے ہم توفیق اور اس کی رحمت کے وسیلے سے صبر جمیل کا سوال کرتے ہیں۔

ابو جعفر محمد بن عبدالرحمن بن قبہ الرازی، ابوزید علوی کی کتاب الاشہاد کے رد میں کہتے ہیں: اس کتاب کے مالک نے بہت سی غیر متنازعہ چیزوں کو بتانے کے بعد یہ کہا اور (زیدیہ اور مؤتمہ (امامیہ) نے یہ کہا ہے کہ حجت خدا فاطمہ (علیہا السلام) کے فرزندوں میں سے ہوگا اور یہ بات رسول کے اس ارشاد کے وسیلے سے ہے جس پر حجۃ الوداع میں سب کے سب متفق ہیں۔ اور اس دن بھی جب آپ نماز کیلئے نکلے اس بیماری کی حالت میں جس میں آپ کی وفات واقع ہوئی (آپ نے فرمایا) اے لوگوں میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت۔ یاد رکھو یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں۔ یاد رکھو تم کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے۔ پھر اس کتاب کے مالک نے اس روایت پر تاکید کی ہے اور اس کے بارے میں وہ کچھ کہا ہے جس میں کوئی اختلافی بات نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد کہا کہ امامیہ نے اجماع کی مخالفت کی

ہے اور وہ امامت کو عترت میں سے صرف ایک ہی سلسلہ اور (بطن) کے ساتھ مختص ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور عترت میں سے دیگر تمام کیلئے واجب قرار نہیں دیتے اور پھر صرف ایک مرد کیلئے امامت مختص کرتے ہیں اور وہ بھی مرتے دم کیلئے۔

میں کہتا ہوں اور اللہ پر ہی بھروسہ ہے۔ بے شک قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں امامیہ کے نظریہ کی صحت اور درستی پر واضح اشارہ اور دلالت موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً میں تمہارے درمیان کچھ چھوڑے جارہا ہوں جب تک تم ان سے متمسک رہو گے کبھی بھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ ہیں کتاب خدا اور میری عترت اور اہل بیت۔ یہ دلالت کرتی ہے کہ آپؐ کے بعد حجت نہ عجم میں سے ہوگا نہ ہی قبائل عرب میں سے کوئی دوسرا ہوگا اور پھر اپنے قول کو ایک ایسی پابندی سے مشروط کردیا جو آپ کے ارشاد کے معنی اور مراد کو واضح کردیتی ہے پس آپ نے فرمایا۔ یاد رکھو یہ دونوں آپس میں جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوجائیں۔ پس آپؐ نے ہمیں بتا دیا کہ حجت آپ کی عترت میں سے کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوگی اور ہم جب بھی اس سے تمسک کریں جو کتاب خدا سے مفارقت اور جدائی اختیار نہیں کرتی تو کبھی بھی گمراہ نہیں ہونگے اور وہ اسی جو کتاب سے جدا نہیں ہوگی اور جس سے متمسک رہنے کو امت پر فرض قرار دیا گیا ہے عقلاً ضروری ہے کہ سے کتاب کا مکمل علم ہو، امین اور محافظ کتاب ہو، ناسخ اور منسوخ سے واقف ہو خاص کو عام سے جدا کرسکے اور واجب کو مستحب سے فرق کرسکے اور محکم سے متشابہ کو الگ کرسکے تاکہ ان میں سے ہر چیز کو اپنے اس مناسب مقام پر رکھے جس پر اللہ عزوجل نے رکھا ہے۔ نہ کسی مؤخر کو مقدم کرے نہ ہی کسی مقدم کو مؤخر کرے۔ اور ضروری ہے کہ وہ کل علم دین کا جامع ہو تاکہ اس سے تمسک کرنا ممکن ہو اور اس کے قول کو اخذ کرنا اور جہ درست ہو جہاں کتاب اور سنت کی تاویل کے متعلق امت میں اختلاف اور تنازع ہو۔ کیونکہ اگر علم دین میں سے کچھ حصہ ایسا ہو جسے وہ نہیں جانتا ہو تو اس سے تمسک کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور پھر جب اس کی حیثیت ایسی ہو تو کتاب خدا کے بارے میں وہ مامون اور قابل اعتماد نہیں ہوگا۔ اور اس بات سے محفوظ نہیں ہوگا کہ وہ غلطی کا ارتکاب کرے اور ناسخ کو منسوخ کی جگہ محکم کو متشابہ کی جگہ اور مستحب کو واجب کی جگہ اور اس جیسی دوسری بہت سی چیزوں کا مرتکب ہوجائے۔ پس جب ایسی بات ہوجائے تو اس صورت میں حجت اور جس پر حجت قائم کی گئی ہے دونوں ایک جیسے ہوجائیں گے۔ پس جب یہ بات غلط اور باطل ہو تو اس کا لازمہ ہے کہ امامیہ نے جو کچھ کہا ہے وہی صحیح ہے۔ اور وہ یہ کہ حجت عترت میں سے ہوگی اور یہ کہ وہ علم دین کا جامع ہو، معصوم ہو، اور کتاب خدا کے مسئلے میں مامون اور قابل اعتماد ہو۔ پس اگر زیدیہ فرقے کے لوگ اپنے امور میں ایسی صفت پائیں تو ہم ان کی پیروی کرنے والوں میں سب سے آگے ہوں گے اور اگر ایسا نہ ہو تو حق اس بات کا زیادہ سزاوار ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے۔

امامیہ کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ نے کہا ہے کہ ہم نے جو کہا کہ حجت فاطمہؑ کے فرزندوں میں سے ہونگے ہمارا یہ قول اور کہاوت مطلق نہیں ہے بلکہ اس میں بھی قید و شرط موجود ہے اور اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے صرف اس ایک روایت سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس کے ساتھ دوسری روایات سے بھی استدلال کیا ہے۔ ان میں سے سب سے پہلا تو یہ ہے کہ ہم نے نبیؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنی عترت اور اہلبیت میں سے امیرالمومنینؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو بعض چیزوں کے ذریعہ خصوصیت دی اور اللہ عزوجل کے نزدیک ان کے علوئے مرتبت، عظمت شان اور رفعت مقام کو بتلایا اور وہ بھی اپنے ان افعال سے جو ہر موقف اور مقام پر وہ کرتے تھے جس کی شہرت اتنی ہے کہ ہمارے اور زیدیہ کے درمیان اس کے تذکرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ان کی اعلیٰ شان کے بارے میں جو کچھ ہم نے بتایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی بارے میں اپنے اس ارشاد کے ذریعے راہنمائی کی بس فرمایا **انما یرید اللّٰہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراً** (سورۃ احزاب آیت نمبر ۳۳) اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ارادہ کرتا ہے کہ تم اہلبیت سے رجس کو دور رکھے اور تمہیں ایسا پاکیزہ اور طاہر بنادے جو پاکیزہ بنانے کا حق ہے۔ اور اسی طرح سورہ ھل اتی کے ذریعہ اور جو کچھ اس موضوع سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس جب رسول خداؐ نے ان امور کو پیش کیا اور اپنی امت پر واضح کردیا کہ آپؐ کی عترت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ان سے منزلت اور بلندی میں مقدم اور آگے ہو اور آپؐ ایسی ہستی نہیں ہیں جن کی طرف جانبداری اور قرابتداری کی نسبت دی جائے اور نہ ہی آپؐ ان میں سے ہیں جو کسی کو مقدم یا کسی کو موخر کردیں مگر یہ کہ دین کی بنیاد پر ہو۔ پس ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ ائمہؑ استحقاق کی بناء پر اس مقام پر فائز ہوئے ہیں اور جو کچھ خصوصیت ان میں تھی اس بناء پر وہ اس کے مستحق ٹھہرے اور جب آپؐ نے ان تمام باتوں کے بعد یہ فرمایا" یقیناً میں نے تمہارے لئے دو چیزیں چھوڑی ہیں ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت" اس سے ہم نے یہ جان لیا کہ آپؐ نے انہی (ائمہ) کو ہی مراد لیا ہے نہ کہ دوسروں کو۔ کیونکہ اگر آپؐ کی عترت میں سے کوئی ایسا فرد بھی ہوتا جو یہ منزلت اور بلندی رکھتا تو آپؐ اس کو بھی معین کرتے اور اس کی مرتبت کی طرف اشارہ کرتے اور اس کے مقام اور مرتبہ کی طرف راہنمائی کرتے تاکہ آپ کا وہ عمل جو امیرالمومنین اور حسن و حسین علیہم السلام کے ساتھ انجام پاتا تھا وہ جانبداری کے زمرے میں شامل نہ ہوجائے اور یہ بالکل واضح اور روشن ہے۔ اور خدا ہی کیلئے ساری تعریفیں ہیں۔ پھر اس کے بعد ہماری راہنمائی ہوگئی اس بات کی طرف کہ امیرالمومنینؑ کے بعد امام حسنؑ ہی امام ہیں کیونکہ امیرالمومنین علیہ السلام نے انہیں اپنا خلیفہ بنایا اور آپؑ کے بھائی (امام حسینؑ) نے پورے اختیار کے ساتھ اپنے بھائی کی پیروی کی۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ" تم لوگ اجماع کے مخالف ہوئے اور امامت کو عترت میں سے صرف ایک ہی بطن اور شکم کیلئے مخصوص کردیا" تو اس سے کہا جائے گا وہ کونسا اجماع ہے جس کی ہم نے مخالفت کی ہے ہم تو اس کو نہیں

چاہئے ۔ ہاں مگر یہ کہ امامیہ کا زیدیہ فرقہ کی مخالفت کرنے کو اجماع سے خارج اور اس کی مخالفت کرنا قرار دیا جائے ۔
پس اگر تمہارا اشارہ اس بات کی طرف ہے تو امامیہ کیلئے تمہاری طرف اس چیز کو نسبت دینا جس کو تم ان کی طرف دے رہے ہیں کوئی مشکل نہیں ہے اور جو اجماع قرآن کیلئے قرار دے رہا تھا وہی تمہارے لئے بھی اجماع قرار دے سکتا ہے ۔ کیا تم یہ نہیں کہتے کہ امامت حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں کے سوا کسی دوسرے کیلئے جائز نہیں ہے ۔ پس بتاؤ کیوں تم نے ان دونوں کے فرزندوں اور ذریت کو اس چیز کیلئے مختص کر دیا اور عترت کے دوسرے افراد کو اس سے مستثنیٰ کر دیا یہ بتاؤ تاکہ ہم تمہاری دلیل اور حجت سے بہتر جو کچھ ہم نے کہا ہے اس بارے میں تم پر واضح کر دیں اور دلیل و برہان ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئیں گے ۔

صاحب کتاب بعد میں کہتا ہے ۔ زیدیہ فرقہ کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ امامت پوری عترت کیلئے جائز ہے ۔ کیونکہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمومیت ہے جس میں آپؐ نے کسی کو دوسرے پر تخصیص نہیں دی ہے ۔ اور اللہ عزوجل نے ان سب کے بارے میں ان کے غیر کو چھوڑ کر یہ ارشاد فرمایا ہے ۔ **ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا** ۔ (سورۃ فاطر آیت ۳۲) "پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا تھا" ۔

میں کہتا ہوں ۔ اور توفیق خدا ہی سے ہے ۔ اس کتاب کے مالک نے غلطی کی ہے اس میں جو اس نے بتایا ہے کیونکہ زیدیہ امامت کو صرف اور صرف حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں کیلئے مختص قرار دیتے ہیں اور عترت لغت میں چچا کے فرزندوں کے لئے آتا ہے یعنی جو رشتے میں جتنا نزدیک ہوگا وہ اس میں داخل ہوگا اور اہل لغت کے نزدیک یہ بات جانی پہچانی نہیں اور نہ ہی ان سے یہ بات حکایت اور نقل کی گئی ہے کہ ان میں سے کسی نے یہ کہا ہو کہ عترت میں کوئی شامل نہیں مگر وہ بیٹا جو چچا زاد بھائی کی بیٹی کا ہو ۔ اور یہ وہ بات ہے جس کی زیدیہ تمنا اور آرزو رکھتے تھے اور اس بات سے اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں اور اس دعوے میں وہ تنہا ہیں جس کی نہ تو کوئی وضاحت ہے اور نہ ہی دلیل و برہان کیونکہ جو کچھ وہ دعوی کر رہے ہیں وہ نہ تو عقل کے نزدیک صحیح ہے نہ کتاب اور نہ سنت اور نہ ہی لغت میں سے کسی چیز میں یہ بات موجود ہے ۔ یہ لغت تمہارے سامنے ہے اور اس کے ماہرین تمہارے سامنے ہیں ان سے پوچھ لو وہ تمہیں وضاحت کے ساتھ بتا دیں گے کہ عترت لغت میں چچا اور چچازادوں میں سے زیادہ سے زیادہ قریب تر کو کہا جاتا ہے ۔

اگر صاحب کتاب یہ کہے ۔ پس تم یہ کیوں گمان کرتے ہو کہ امامت فلاں شخص اور اس کے بیٹوں میں نہیں ہوگی درحالیکہ وہ تمہارے نزدیک عترت ہی میں سے ہیں ۔

تو ہم کہیں گے کہ ہم نے یہ بات جو کہی ہے وہ قیاس کے بناء پر نہیں کہی ہے بلکہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے عترت میں سے ان تینوں حضرات کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کیا تھا اس کو اتباعاً نقل کیا ہے ۔ پس اگر آنحضرتؐ کسی اور کے ساتھ یہی سلوک اور رویہ اختیار فرماتے تو ہمارے پاس سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے اور کوئی راستہ نہیں ہوتا ۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے **ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا** ۔ (سورۃ فاطر آیت ۳۲) پس اس سے یہ کہا جائے گا کہ معتزلہ وغیرہ میں سے تمہارے مخالفین نے اس آیت کی تاویل کے سلسلے میں تمہاری مخالفت کی ہے ۔ اور امامیہ بھی تمہارے مخالف ہیں ۔ اور تم جانتے ہو کہ امامیہ میں سے کون نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں ۔ اور کمترین چیز جو تمہارے لئے ضروری اور واجب تھی جبکہ تم نے اس کتاب کو تالیف کیا تاکہ حق کو بیان کرو اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دو کہ اپنے دعویٰ کی حجت کے ذریعے تائید اور تصدیق کرو ۔ اور اگر حجت نہ ہو تو مطمئن کرنے اور قانع کرنے والی دلیل کے ذریعے ۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اس چیز کے ذریعے اعتراض و احتجاج اور استدلال کرنا جس کے ذریعے تمہارے لئے یہ ممکن ہو کہ تم حجت کو اپنے مخالفین پر ثابت کرو ، ورنہ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے ۔ کیونکہ قرآن کی تلاوت کرنا اور اس کی تاویل کا بغیر برہان و دلیل کے دعویٰ کرنا ایک ایسا کام ہے جس سے کوئی شخص بھی عاجز نہیں ہے ۔ اور یقیناً ہمارے اور تمہارے دشمنوں نے دعویٰ یہ کیا ہے کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس** " تم بہترین امت ہو جو لوگوں کیلئے بنائے گئے ہو " (سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰) سے مراد امت کے تمام علماء ہیں اور عترت میں سے جو علماء ہیں اور مرجئہ کے علماء ایک ہی جیسے ہیں اور ایک راہ رکھتے ہیں اور اجماع قائم نہیں ہوتا اور حجت ثابت نہیں ہوتی مگر عترت کے علم سے ۔ تو کیا تمہارے درمیان اور اس بات میں کوئی فاصلہ اور جدائی اور فرق ہے ۔ اور کیا جس چیز کا دعویٰ کیا گیا ہے اس سے تم مطمئن ہو یا ان سے برہان و دلیل مانگو گے ؟ اگر وہ کہے کہ میں دلیل مانگوں گا تو اس سے کہا جائے گا پس تم بھی اس آیت کے بارے میں جو کہتے ہو کہ اس سے مراد عترت ہے دلیل لے آؤ ۔ اور عترت وہی ذریت ہے اور ذریت سوائے حسن و حسین علیہما السلام کے کوئی اور نہیں یعنی جعفر وغیرہ کی اولاد جن کی والدہ فاطمہؑ نہیں ہیں ۔

پھر اس نے کہا ۔ اور موتمہ (امامیہ) سے کہا جائے گا ۔ تمہاری دلیل کیا ہے کہ امامت ایک کا حق ہے دوسروں کا نہیں اور دوسرے اس سے روک دیئے گئے ہیں ۔ پس اگر وہ وراثت اور وصیت کو علت اور دلیل کے طور پر پیش کریں تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ مغیریہ امامت کو امام حسن علیہ السلام کے فرزندوں کیلئے دعوے کرتے ہیں ۔ اور نسل در نسل ہر زمانہ میں امام حسنؑ اور ان کے بعد ان کے بیٹے حسن وغیرہ میں سمجھتے ہیں اور وہ بھی اپنے پدربزرگوار کی وراثت اور وصایت کے ذریعے ۔ اور یوں تمہاری مخالفت کر رہے ہیں اس بات میں جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو جس طرح تم دوسروں کی مخالفت کر رہے ہو جس میں وہ دعویٰ کرتے ہیں ۔

پس میں کہتا ہوں ۔ اور خدا پر ہی اعتماد ہے ۔ اس بات پر دلیل کہ امام کو ایک ہی ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ یقیناً

امام کوئی نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ سب سے افضل فرد ہو اور افضل اور برتر ہونا دو صورتوں سے ممکن ہے یا یہ کہ سب سے افضل ہو یا سب میں سے ہر ایک سے افضل ہو۔ پس جیسے بھی ہو پس افضل نہیں ہوگا مگر ایک۔ کیونکہ یہ ناممکن اور محال ہے کہ پوری امت میں سب سے افضل ہو یا امت میں سے ہر ایک سے افضل ہو اور امت میں افضل اور برتر ہو کوئی دوسرا جو امام سے افضل و برتر ہو۔ پس جب یہ ناممکن ہوا اور یہ صحیح ثابت ہوا اس دلیل کے ذریعے جس کا اقرار اور اعتراف خود زیدیہ کرتے ہیں کہ امام کوئی نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ وہ سب سے افضل ہو۔ پس اس بناء پر یہ درست ثابت ہوا کہ امامت ہر زمانہ میں سوائے ایک کے دوسروں کیلئے نہیں ہوتی۔ ہمارے اور معتزیہ کے درمیان فرق بالکل واضح اور آسان ہے اور اللہ ہی کی طرف سے احسان ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علیہما السلام کی طرف واضح طور پر دلالت اور راہنمائی کی اور پوری عترت سے ان دونوں کی تخصیص کردی جس کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا اور بیان کیا۔ پس جب حسن علیہ السلام وفات پاگئے تو حسین علیہ السلام اس مقام کیلئے زیادہ حقدار اور اولیٰ تھے چونکہ خود امام حسن علیہ السلام نے ان کی طرف اشارہ فرمایا تھا کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسینؑ کی امامت کی طرف دلالت کی تھی اور مختص فرمایا تھا اور اشارہ فرمایا تھا۔ پس اگر امام حسن علیہ السلام نے اپنے فرزند کیلئے امامت کی وصیت کی ہوتی تو اس صورت میں یہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں ہوتی۔ اور امام حسن علیہ السلام اس بات سے پاک و مبرا ہیں اور پھر ہم نہ شک کرتے ہیں نہ ہی تردید کہ امام حسین علیہ السلام حسن مثنیٰ ابن امام حسنؑ بن علیؑ سے افضل ہیں اور حقیقت میں ہمارے نزدیک اور زیدیہ کے نزدیک افضل ہی امام ہوتا ہے۔ پس جو کچھ ہم نے بیان کیا اور واضح کر دیا اس سے معتزیہ کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا اور وہ بنیاد جس پر انہوں نے اپنے عقیدہ اور رائے کی عمارت کھڑی کی تھی وہ ختم ہو گئی اور ہم نے علی بن الحسین بن علی علیہم السلام کو جس بات سے تخصیص دی وہ جانبداری کی بناء پر نہیں تھی نہ ہی ہم نے اس میں کسی کی پیروی اور تقلید کی ہے۔ لیکن آپ کے بارے میں روایات اور احادیث ہمارے کانوں تک پہنچ گئیں جبکہ حسن بن مثنیٰ الحسن کے بارے میں کوئی روایت سننے میں نہیں آتی۔ اور ان کے حلال و حرام کے علم کے بارے میں جو کچھ نقل ہوا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس سے ناعلم ہیں اسی طرح آپ کے جانشین کی جانب سے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف سے اور ہم نے حسن ابن الحسنؑ سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جس کے ذریعے ہم اس بات کا تقابل اور مقابلہ کریں اس بات سے جو علم علی بن الحسین علیہما السلام کے بارے میں ہم نے سنا ہے۔ اور دین کا جاننے والا امامت کا زیادہ حقدار ہے اس سے جس کے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ پس اے گروہ زیدیہ اگر تم تک حسن بن الحسن سے حلال و حرام کے بارے میں کوئی علم پہنچا ہے تو اس کو ظاہر و آشکار کرو اور اگر نہیں جانتے ہو تو اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق غور و فکر کرو۔ **افمن يهدي الى الحق احق ان يتبع امن لا يهدي الا ان يهدي فما لكم كيف تحكمون** (سورۃ یونس

آیت ۳۵) "کیا جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے یا وہ جو خود ہدایت نہیں پاتا۔ مگر یہ کہ اس کی ہدایت کی جائے پس تم کس قسم کے فیصلے کر بیٹھتے ہو۔"

ہم حسن مثنیٰ بن امام حسنؑ کی فضیلت، طہارت، اعلیٰ مرتبت اور پاکیزگی اور عدالت کا انکار نہیں کرتے لیکن امامت نہیں ملتی مگر دین کے علم، پروردگار عالمین کے احکام کی معرفت اور اس کی کتاب کی تاویل کو جانے بغیر اور ہم نے آج تک یہ نہیں دیکھا ہے نہ سنا ہے کہ زیدیہ فرقہ کسی کی امامت کا معتقد ہو اور وہ شخص تاویل یعنی تاویل قرآن کے بارے میں تفسیر بالرائے اور احکام میں اجتہاد اور قیاس کا قائل ہو۔ جبکہ تاویل قرآن کی معرفت بغیر استنباط کے ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کا اس وقت قوی امکان تھا کہ اگر قرآن ایک ہی لغت میں نازل ہوجاتا اور اس لغت اور زبان کے علماء اس سے مراد کو جان لیتے لیکن قرآن تو بہت سے لغات (عرب) میں نازل ہوا ہے اور اس کے معانی اور مرادوں کو پہچان نہیں سکتے مگر یہ کہ شارع خود بیان فرمائے جیسے صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج اور جو کچھ اس سلسلے میں ہے۔ اور اس میں کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے معنی اور مراد معلوم ہوتے ہی نہیں مگر توقیف سے (یعنی شارع کی وضاحت سے) جس میں سے ہم بھی جانتے ہیں اور تم بھی جانتے ہو کہ ان سے مراد توقیف سے ہی معلوم ہوتی ہے کسی دوسری چیز سے نہیں۔ پس اس بناء پر اس کو لغت پر عمل کرنا اور اس کی طرف پلٹنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے تم سب سے پہلے اس بات کی طرف محتاج ہو کہ یہ جان لو کہ یہ کلام جس کی تم تاویل کرنا چاہتے ہو اس میں ہرگز توقیف (اور شارع کی طرف سے وضاحت) کی ضرورت نہیں ہے نہ اجمالی طور پر نہ تفصیلی طور پر۔

اگر ان میں سے کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اس سے انکار نہیں کہ جو کچھ توقیف کی راہ سے معلوم ہونا چاہیئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اس سے واقف کرایا ہے۔ اور جو کچھ استخراج کے ذریعے معلوم ہونا ہے اسے علماء کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور قرآن میں سے بعض کو بعض کے لئے دلیل اور راہنما قرار دیا گیا ہے۔ پس اس طرح ہم اس دعویٰ کا جواب دینے سے مستثنیٰ اور بے نیاز قرار پائے جو آپ توقیف اور موقف کے بارے میں دعویٰ کررہے ہیں۔

اس سے کہا جائے گا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ بات اس طرح سے ہو جس طرح سے تم بیان کررہے ہو کیونکہ اس صورت میں ہم ایک ہی آیت کے لئے دو قسم کی ایک دوسرے سے متضاد تاویلیں پائیں گے اور لغت میں دونوں صحیح ہیں اور دونوں کی پیروی اور اس کے ذریعے اللہ کی بندگی کی جاسکے گی۔ اور ایک حکیم متکلم کے لئے یہ صحیح نہیں ہے کہ اس کا کوئی کلام ایسا ہو جس میں دو متضاد مرادیں پائی جائیں۔

اگر کوئی کہے کہ کوئی اس بات کا انکار نہیں کررہا ہے کہ قرآن میں دونوں معنوں میں سے صرف ایک ہی پر دلالت کی جاری ہے لیکن بات یہ ہے کہ قرآن کا علم رکھنے والے جب بھی اس میں تدبر کریں تو وہ اسی اصل مراد اور معنی کو بعینہٖ جان لیں گے۔

پس اس شخص سے کہا جائے گا کہ ہم تمہاری اس بات کا انکار کرتے ہیں اور اس کی وجہ بھی آپ کو بتائیں گے اور وہ یہ ہے کہ وہ دلالت جو قرآن میں دو معنوں میں سے ایک کی طرف ہے وہ دو باتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس میں تاویل کا امکان اور احتمال موجود ہے یا قابل تاویل نہیں ہے۔ اگر یہ تاویل کے قابل ہے اور اس میں اس چیز کا احتمال ہے تو اس صورت میں اس کے بارے میں بات وہی ہوگی جو مذکورہ آیت کے بارے میں ہو چکی ہے۔ اور اگر تاویل کا احتمال اس میں موجود نہ ہو تو یقیناً وہ توقیف ہے اور اپنے معنی میں نص (اور واضح دلالت رکھنے والی ہے) اور یہ ضروری ہے کہ لغت اور زبان سے واقف کسی بھی شخص پر اس کے معنی کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے۔ اور یہ بات ایسی ہے کہ عقل اس کا انکار نہیں کرتی۔ اور ایک حکیم سے اس طرح کے فعل کا صادر ہونا صحیح اور اچھا ہے۔ لیکن اگر ہم قرآن کی آیت میں تدبر کریں تو ہم ان کو ایسا نہیں پائیں گے بلکہ ہم یہ پائیں گے کہ دین اور لغت و زبان کے علم رکھنے والوں کے درمیان ان کی تاویلات کے بارے میں اختلاف اپنی جگہ قائم ہے۔ اور اگر اس میں کچھ آیات ایسی ہوں جو دوسری آیات کی تفسیر اور وضاحت کرتی ہوں اس طرح سے کہ تاویل کا اس میں کوئی امکان اور احتمال موجود نہ ہو تو اختلاف کرنے والا ایک گروہ ہٹ دھرم ہوگا اور ادنیٰ کوشش کے ساتھ ان کی غلطی کا انکشاف کرنا ممکن ہے۔ اور جس نے آیت کی تاویل کی ہے وہ زبان سے ناواقف اور اہل زبان سے خارج کوئی شخص ہوگا۔ کیونکہ جب کوئی کلام تاویل کا احتمال اور امکان نہ رکھتا ہو اور تم نے اس پر ایسے انکار اور احتمال کو مسلط کر دیا جس کا وہ احتمال نہیں رکھتا تو اس صورت میں وہ کلام اس زبان سے خارج ہو جائے گا جس میں تکلم واقع ہوا ہے۔ پس اے زیدیہ گروہ کے لوگو تم کوئی ایک آیت ایسی قرآن میں سے بتاؤ جو نص یا توقیف کے طور پر تاویل پر دلالت کرتی ہو اور اہل علم اس کی تاویل کے بارے میں اختلاف کر چکے ہوں۔ اور یہ بات بہت مشکل ہے اور اس کا مشکل ہونا بذات خود اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے ایک ایسے ترجمان کا ہونا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقصد اور مراد کو جانتا ہو اور اس کی خبر دیتا ہو اور یہ مجھ پر بالکل واضح اور روشن ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے کہ یہ خطابیہ گروہ امامت کو جعفر بن محمدؑ کے لئے دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ انہیں اپنے پدر بزرگوار سے وراثت اور وصایت کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے اور ان کی رجعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور ہر اس شخص کی مخالفت کرتے ہیں جو (امام جعفر صادقؑ کے بعد) امامت کا قائل ہے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ تم (امامیہ) لوگوں نے جعفر الصادقؑ کی امامت کے سلسلے میں ان سے موافقت کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کے بارے میں تم سے وہ اختلاف کرتے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں اور خدا پر ہی اعتماد ہے کہ کسی کی موافقت یا مخالفت سے امامت ثابت نہیں ہوتی بلکہ حق پر مبنی دلائل براہین کے ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ اس صاحب کتاب نے مغالطہ سے کام لیا ہے

کیونکہ خطابیہ غلو کرنے والا ایک گروہ ہے اور غلو کرنے اور امامت کے قائل ہونے کے درمیان کوئی ایسا ربط اور کوئی ایسی نسبت نہیں ہے۔ پس اس کا وہ یہ جواب دے کہ میں نے اس سے وہ گروہ اور فرقہ مراد لیا ہے جو امام جعفرصادقؑ کی امامت پر ٹھہر گیا ہے اور دوسرے ائمہ کا قائل نہیں۔ تو اس فرقہ سے کہا جائے گا کہ ہم یہ جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ (امام) موسیٰ(امام) جعفرصادقؑ کے بعد امام ہیں جس طرح تم یہ جان چکے ہو کہ محمد بن علی (الباقرؑ) کے بعد امام جعفرصادقؑ امام ہیں۔ اور ہم یہ جان چکے ہیں کہ امام جعفرصادقؑ وفات پاچکے۔ جب کہ ہم یہ جانتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار بھی وفات پاچکے۔ اور ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی اور فرق بالکل ویسا ہی ہے جیسا فرق اور جدائی سبائیہ اور اس گروہ میں جو امیرالمومنینؑ صلوات اللہ علیہ کی امامت پر ٹھہر گئے کے درمیان ہے۔ پس جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہدو۔

اور صاحب کتاب سے کہا جائے گا کہ آپ یہ سن لیں کہ آپ اور ان لوگوں کے درمیان کیا فرق ہے جو امامت کو عباسؑ، جعفرؑ اور عقیلؑ کے فرزندوں کا حق سمجھتے ہیں یعنی ان میں سے جو اہل علم اور فضیلت ہیں اور اس سلسلے میں سنت کے ذریعے دلیل پیش کرتے ہیں کہ وہ لوگ بھی عترت رسولؐ میں سے ہیں اور کہتے ہیں کہ یقیناً رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری عترت کو مراد لیا ہے اور مخصں نہیں کیا ہے امامت کو تین کے ساتھ اور وہ ہیں امیرالمومنینؑ اور حسنؑ و حسینؑ جن کے بارے میں ہم نے تمہیں پہلے بتایا تھا اور واضح کردیا تھا۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے اور شمطیہ گروہ دعویٰ کرتا ہے کہ امامت اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے عبداللہ بن جعفرؑبن محمدؑ میں منتقل ہوگئی ہے۔ اور فطحیہ گروہ اسماعیل بن جعفرؑ کی امامت کا دعویٰ کرتا ہے کہ ان کو اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے ملی ہے اور اس سے قبل وہ لوگ عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل تھے۔ اور آج ان لوگوں کو اسماعیلیہ کہا جاتا ہے کیونکہ عبداللہ بن جعفرؑ کی امامت کے قائل لوگوں کی نسل اور پشت ختم ہوگئی اور فطحیہ میں سے ایک گروہ وہ ہے جنہیں قرامطہ کہا جاتا ہے اور وہ لوگ محمد بن اسماعیل بن امام جعفرصادقؑ کی امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں اسے اپنے والد سے وراثت اور وصیت کے ذریعے ملی ہے۔ اور ایک واقفہ گروہ ہے جو امام موسیٰ بن جعفرؑ کی امامت کے دعویدار ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ وہ واپس لوٹیں گے۔

لیکن فطحیہ گروہ کے باطل ہونے کی دلیل بقدر واضح اور روشن ہے کہ وہ مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اسماعیل، ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام سے پہلے مرگئے اور ایک میت اور مردہ انسان کسی زندہ انسان کا جانشین نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس کے برعکس زندہ شخص میت اور مردہ کا خلیفہ اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ لیکن اس گروہ نے اپنے سرداروں اور سرگروہوں کی اندھی تقلید کی اور دلیل و حجت اور جو کچھ اس موضوع کو واضح کرنے کے متعلق تھا اس سے احتراز کیا اور منہ پھیر لیا۔ اور یہ بات زیادہ وضاحت کی ضرورت سے بے نیاز ہے کیونکہ اس کا باطل ہونا بالکل ظاہر اور اس کا قائل ضعیف ہونا روشن ہے۔

لیکن قرامطہ! اس گروہ نے تو اسلام کی حرف بحرف مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے اعمال شریعت کو مسخ کر دیا اور ہر قسم کی خرافات بجالائے اور اپنے فرقہ میں اس کو شامل کر لیا۔ دراں حالیکہ امام کی ضرورت اس لئے ہے کہ دین کی حفاظت ہو اور حکم شریعت قائم اور نافذ ہو جائے پس اگر قرامطہ اس بات کا دعویٰ کرے کہ جعفر بن محمدؑ یا ان کے وصی نے ایک ایسے شخص کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے جو اسلام اور شریعت کی مخالفت کرنے اور امت مسلمہ جس صحیح روش پر چل رہی ہے اس سے خارج ہونے کی طرف دعوت کرے اور پکارے تو ان کے باطل ہونے کو معلوم کرنے کے لئے ہمیں اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہیں کہ ہم ان کے اسلام کے مخالف اور باطل اور رکیک دعویٰ کو دیکھ لیں۔
اور ہمارے اور دوسرے تمام فرقوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ہمارے پاس روایات کو نقل کرنے اور احادیث اور آثار کو نقل کرنے والے ایسے راوی موجود ہیں جو ایک دوسرے سے دور شہروں اور سرزمینوں میں رہتے ہیں اور ان سب نے جعفر بن محمد علیہما السلام سے حلال و حرام کے بارے میں علم نقل کیا ہے۔ اور یہ اس طرح سے ہے کہ عام حالات میں اور صحیح تجزیہ کی بنیاد پر یہ ناممکن ہے کہ وہ سارے کا سارا پیدا کردہ جھوٹ ہو۔ انہی لوگوں نے حکایت کی ہے اپنے اسلاف سے نقل کرتے ہوئے کہ اباعبداللہ امام جعفر صادق علیہ اسلام نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کی وصیت کی ہے۔ پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی فضیلت اور برتری اور علم کے بارے میں ایسی باتیں منقول ہوئیں جو کہ راویان احادیث کے نزدیک مشہور و معروف ہیں۔ اور ہم نے دوسرے فرقوں کے بارے میں دعویٰ کے علاوہ کچھ نہیں سنا ہے۔ روایات متواترہ اور اس کے اہل کا روایات غیر معتبر سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ پس تم روایات اور احادیث کے بارے میں غور و فکر کرو تو معلوم ہو جائے گا۔ حضرت موسیٰ کاظمؑ اور امام جعفر صادقؑ کے دوسرے دو بیٹے محمد اور عبداللہ کے درمیان فرق تمہیں معلوم ہو جائے گا اور تو ہم اس امر میں ان پانچ حلال و حرام کے متعلق مسائل سے آزماتے ہیں جن کا جواب حضرت موسیٰ کاظمؑ نے دیا ہے۔ اگر ہم نے ان چیزوں کے بارے میں ان دونوں کی امامت کے قائل کسی ایک سے بھی جواب پایا تو ان کی بات درست ہے۔ امامیہ نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؑ سے سوال کیا گیا دوسو درہم میں زکوۃ کی مقدار کیا ہے تو اس نے کہا۔ پانچ درہم پھر اس سے کہا گیا۔ ایک سو درہم میں مقدار زکوۃ کیا ہے تو اس نے جواب دیا ڈھائی درہم۔
اگر کوئی اعتراض کرنے والا اسلام اور اہل اسلام پر اعتراض کر بیٹھے اور یہ دعویٰ کرے کہ ہمارے پاس ایک ایسا شخص موجود ہے جس نے قرآن کی مثل اور نظیر بنائی ہے اور ہم سے سوال کر بیٹھے کہ اس کی پیش کردہ کتاب اور قرآن میں فرق کیا ہے۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ قرآن تو آشکار اور سامنے موجود ہے تم اپنا لکھا ہوا پیش کرو تاکہ ہم اس کی پیش کردہ کتاب اور قرآن کے درمیان فرق کو واضح کر سکیں۔ بالکل اسی طرح ہم بھی امامیہ اور دوسرے فرقوں کے درمیان فرق کے بارے میں کہتے ہیں۔ ہماری روایات اور احادیث تو مختلف سرزمین میں بسنے والے شیعہ علماء کے پاس

محفوظ اور موجود ہیں ۔ لیکن تم اپنی وہ روایات اور احادیث ظاہر اور آشکار کرو جن کے تم دعویدار ہو تاکہ ہم ان دونوں میں فرق کو واضح کر سکیں یا کہ تم ایسی روایت کی موجودگی کا دعویٰ کرو گے جسے کسی بھی سننے والے نے نہیں سنا اور نہ ہی کسی شخص نے اس کو جانا ہے ۔ پھر تم اس غیر مشہور اور غیر معروف خبر کا دوسری مشہور و معروف روایات سے فرق ہم سے پوچھتے ہو تو یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کے پیش کرنے سے کوئی بھی شخص عاجز نہیں ہوگا اور اگر اس قسم کے دعوے فرقہ امامیہ یعنی اہل حق کی روایات اور پکی احادیث کو باطل کر سکتے ہیں تو اسی نوعیت کے حامل براہمہ فرقہ کے دعوے مسلمانوں کی روایات اور اخبار اور وقایع کو باطل ثابت کر سکتے ہیں ۔ اور یہ بات بالکل واضح ہے اور خدا کا ہم پر احسان ہے ۔

اور ثنویہ فرقہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کے سرکردہ مانی نے معجزات دکھائے اور ان کے پاس ایسی باتیں ہیں جو ان کی سچائی پر دلالت کرتی ہیں پس توحید پرستوں نے ان سے کہا کہ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے اظہار سے عاجز و قاصر نہیں ہے ۔ پس تم وہ بات اور خبر ہمیں بتاؤ تاکہ ہم تمہیں اس بات کی طرف راہنمائی کریں کہ یہ کسی قسم کے عذر کو رفع نہیں کر سکتا اور نہ اس سے کسی بھی قسم کی حجت واجب قرار دی جا سکتی ہے اور یہی بات ہماری اس کتاب کے مالک کے جواب کی شبیہ اور نظیر ہے ۔

اس کتاب کے مالک سے کہا جائے گا کہ بکریہ اور اباضیہ فرقے نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر کی خلافت پر نص کی تھی اور تم نے ان کے اس دعویٰ کا انکار کر دیا جس طرح ہم نے تمہارے اس دعوے کا انکار کر دیا کہ ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے ان دونوں کی امامت کے بارے میں وصیت کی ہے ۔ پس تم اپنی دلیل پیش کرو اور اپنے اور بکریہ اور اباضیہ فرقے کے درمیان فرق کو واضح کرو تاکہ ہم تمہیں بتا دیں کہ ہمارے اور ان لوگوں میں جن کا نام تم نے لیا ہے فرق کیا ہے ۔

اور اس کتاب کے مالک سے کہا جائے گا کہ تم ایک ایسے شخص ہو جو اس بات کا مدعی ہے کہ جعفر بن محمدؑ الصادقؑ زیدیہ مذہب پر تھے ۔ اور انہوں نے اس جہت اور لحاظ سے جو امامیہ فرقہ بتاتا ہے اپنی امامت کا دعویٰ نہیں کیا ہے ۔ درں حالیکہ محمد بن اسماعیل بن جعفر بن محمدؑ نے تمہارے ساتھیوں کے دعوے کے برخلاف ایک دعویٰ کیا ہے اور وہ لوگ یہ بتاتے ہیں کہ ہم اپنے اسلاف اور گذشتگان سے نقل کر رہے ہیں ۔ پس تم اپنے اور ان کے درمیان فرق کو بتاؤ تاکہ ہم اس سے بہتر کو تمہارے سامنے پیش کر سکیں اور یہ چیز عدل و انصاف کے مطابق اور تمہارے لئے بہتر اور اولیٰ ہے ۔

ایک اور فرق وہ یہ کہ محمد بن جعفر اور عبداللہ بن جعفر کی امامت کو ماننے والے اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ حسینؑ نے علیؑ (زین العابدین) پر نص کی اور علیؑ نے محمدؑ (باقرؑ) پر نص کی اور محمدؑ نے جعفرؑ پر نص کی اور ہماری دلیل

اس بارے میں کہ جعفرؑ نے موسیٰ کاظمؑ پر نص کی ہے بعینہ وہی دلیل ہے جو ہم پیش کر رہے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حسینؑ نے علیؑ (زین العابدین) پر نص کی ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر امام ظاہر ہو اور ان کی طرف شیعوں کی آمد ورفت شروع ہوجائے تو اس وقت ان کا علم آشکار اور ظاہر ہوجائے گا اور ان کی دین سے معرفت اور آگاہی واضح اور روشن ہوجائے گی۔ اور ہم نے یہ پایا ہے کہ روایتوں کو نقل کرنے والے اور احادیث کے بار کو اٹھانے والوں نے حضرت موسیٰ کاظمؑ سے حلال و حرام کے علم کی نقل کی ہے جو کہ تدوین شدہ اور مشہور و معروف ہے اور ذاتی فضیلت آپ کی اس قدر ظاہر ہوچکی ہے جو کسی بھی خاص و عام (شیعہ و سنی) پر پوشیدہ نہیں۔ اور یہی امامت کی علامات اور نشانیاں ہیں جب ہم نے ان چیزوں کو حضرت موسیٰ کاظمؑ میں پایا اور دوسروں میں یہ چیز نہیں دیکھی تو ہم نے یہ جان لیا کہ وہی امام ہیں اپنے والد گرامی کے بعد نہ کہ آپؑ کے بھائی۔

ایک اور چیز وہ یہ کہ عبداللہ بن جعفر مرگئے اور انہوں نے کوئی نرینہ فرزند اپنے بعد نہیں چھوڑا نہ ہی انہوں نے اپنے بعد کسی پر نص قائم کی۔ پس ان کی امامت کے قائل لوگ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت کے اعتقاد پر پلٹ گئے۔ اور اس کے بعد ہماری روایات اور اخبار اور ان کی روایات اور اخبار کے درمیان فرق یہی ہے کہ روایات اور اخبار اس وقت تک علم و یقین کا موجب نہیں بنتے جب تک کہ اس کو نقل کرنے کی راہ میں اور اس کے واسطوں میں ایسے گروہ اور جماعت ہوں کہ اگر وہ کوئی خبر دیں اور روایت نقل کریں تو عذر اور بہانہ ختم ہوجائے۔ اب ہم ان کے اسلاف کے بارے میں بحث و مباحثہ نہیں کرتے بلکہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ موجودہ دور میں اخبار و روایات کو نقل کرنے والے اپنے مذہب کی ایسی تعداد دکھائیں جن سے روایات کا تواتر ثابت ہوجائے۔ جس طرح یہ چیز ہم ان پر ثابت کرسکتے ہیں۔ پس اگر وہ اس بات پر قادر ہیں تو وہ اس کو آشکار اور ظاہر کریں۔ اور اگر وہ اس سے عاجز رہیں تو ہمارے اور ان کے درمیان جو فرق ہے وہ واضح اور آشکار ہے **والحمدللہ**۔

اور جو لوگ امام موسیٰ کاظمؑ پر توقف کرچکے ہیں تو ان کی راہ اور مسلک بھی ابو عبداللہ جعفر صادقؑ پر توقف کرنے والے لوگوں کی راہ ہے۔ ہم نے تو کسی سلف کی موت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے۔ بلکہ ان کی موت کی تصدیق ہمیں خبر اور روایت کے ذریعہ ہوئی ہے۔ پس کوئی کسی بھی امام کی امامت پر توقف کرنے والا ہو ہم اس سے پوچھیں گے کہ تمہارے اور ان کے درمیان فرق کیا ہے جو دوسرے کسی امام کی امامت پر توقف کرتا ہے۔ اور اس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے کہ ان میں سے ایک فرقہ اور گروہ ایسا بھی ہے جو حضرت موسیٰ کاظمؑ کے بعد ان کے فرزند علی بن موسیٰؑ کی امامت کا قائل ہے اور موسیٰ کاظمؑ کے دوسرے نرینہ فرزندوں میں سے کسی کو بھی امام نہیں مانتا۔ اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے امامت کا استحقاق وراثت اور وصیت کے ذریعے اپنے والد سے حاصل کیا ہے۔ پھر

اس کے بعد امامت ان کے بیٹوں میں منتقل ہو گئی یہاں تک کہ یہ سلسلہ حسنؑ بن علیؑ (العسکریؑ) تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر ان کے لئے ایک فرزند کے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اس کا نام خلف صالح رکھتے ہیں۔ جو اپنے والد سے قبل وفات پا گئے چنانچہ ان کے بھائی حسن کی طرف پلٹ گئے۔ پس وہ چیز باطل ثابت ہو گئی جو کچھ وہ محمد کے بارے میں وہم و گمان رکھتے تھے۔ اور اس بارے میں کہنے لگے اللہ نے محمد سے حسن کی طرف بدا کیا ہے جس طرح اسماعیل بن جعفر سے موسیٰ بن جعفر کی طرف بدا کیا تھا۔ جبکہ اسماعیل (امام جعفر صادقؑ) کی زندگی ہی میں مرگیا تھا۔ یہاں تک کہ حسن بن علی العسکریؑ ۲۶۳ھ میں وفات پا گئے پس آپ کے بعض اصحاب نے جعفر بن علیؑ کی امامت کی طرف رجوع کیا جس طرح اصحاب محمدؑ بن علیؑ نے آپؑ کی وفات کے بعد حسن العسکریؑ کی طرف رجوع کیا تھا۔ اور ان میں سے کچھ نے گمان کیا کہ جعفر بن علیؑ (نقی) اپنے والد بزرگوار سے وراثت اور وصایت کی بنیاد پر امامت کے حقدار بنے ہیں نہ کہ ان کے بھائی حسن بن علی العسکریؑ۔ پھر اس کے بعد جعفر کے بیٹوں میں امامت کو وراثت اور وصایت کی بنیاد پر منتقل کرتے گئے۔ اور یہ تمام فرقے امامت کے سلسلے میں ایک دوسرے سے تنازعہ اور جھگڑا کرتے آرہے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہیں ایک دوسرے کی امامت سے بیزاری اور برائت کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ اپنے امام کی امامت کی وراثت اور وصایت کے واسطے سے اور غیب کے علم جیسی چیزوں کی بنیاد پر دعویدار ہے جبکہ خرافات اس سے بہتر ہے۔ اور کسی بھی فرقے کے پاس اپنے مدعیٰ کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور ہر فرقہ دوسروں سے مختلف ہے لیکن وراثت اور وصایت کے دعوے میں سب ایک جیسے ہیں۔ ان کی دلیل اپنے دعویٰ کے ثبوت میں اپنی ہی گواہی ہے دوسروں کی گواہی نہیں۔ یہ ایسی بات ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں اور ایسا دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر اس مقام پر وراثت اور وصایت کے علاوہ کوئی دوسری دلیل ان دعویداروں کے پاس ہوتی تو اس کو ضرور پیش کرتے اور اگر امامت کے اثبات کے لئے وراثت اور وصایت کے علاوہ کوئی دوسری دلیل نہیں ہے تو امامت ہی باطل اور غیر صحیح ہے کیونکہ وراثت اور وصایت کی بنیاد پر دعویٰ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اور ایک گروہ کے دعویٰ کو قبول کرکے دوسرے گروہ کے دعویٰ کو ٹھکرانے کی کوئی راہ نہیں ہے جبکہ مورد اور موضوع دعویٰ ایک ہے۔ المختصر وہ سب کے سب ایک دوسرے کو جھٹلانے پر متفق ہیں۔ اور ہر فرقہ اور گروہ اپنے دعوے میں دوسروں سے بالکل منفرد اور الگ ہے۔

پس میں اس کے جواب میں کہتا ہوں۔ اور خدا ہی صحیح راستہ کی توفیق دینے والا ہے۔ اگر امامت اس وجہ سے باطل اور غیر صحیح ثابت ہو جاتی ہے کہ اس کے مدعی اور دعویٰ کرنے والے زیادہ ہیں تو نبوت کے بارے میں بھی ایسی ہی دلیل کو صحیح مان لو۔ اور ہم یہ تحقیق جانتے ہیں کہ بہت سے انسانوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس کتاب کا مؤلف امامیہ کی طرف ایسی بے بنیاد باتیں منسوب کرچکا ہے کہ ان سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ سب کے سب اس بات

کے قائل ہیں ۔ اور ان فرقوں میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جو بدا کا قائل نہیں ہے ۔

اور جس نے یہ کہا اللہ کے لئے حادثات ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا علم استفادہ ہے وہ کافر باللہ ہے ۔ اور اس کے علاوہ کوئی اور بات ہو تو وہ مفوضہ فرقہ کا عقیدہ ہے ۔ اور اگر کوئی شخص ائمہ کی طرف علم غیب کی نسبت دے تو یہ کفر باللہ ہے اور ہمارے نزدیک اسلام سے خارج ہوتا ہے ۔

اس مؤلف پر کمتریں انصاف یہ تھا کہ وہ اہل حق کی بات کو بعینہ بیان کرتا اور اس بات پر اکتفا نہ کرتا کہ یہ سارے فرقے آپس میں اختلاف کرچکے پس یہ دلیل ہے کہ امامت پر اعتقاد ہی باطل عقیدہ ہے ۔

اور پھر ہمارے نزدیک امام چند طریقوں سے پہچانا جاتا ہے جن کا ہم عنقریب تذکرہ کریں گے پھر غور کریں گے ان لوگوں کی باتوں کے بارے میں پس اگر ہم نے یہ دیکھا کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے تو اس صورت میں ہم اس عقیدہ اور مسلک کے باطل ہونے کا فیصلہ دیں گے ۔ پھر مؤلف کتاب سے سوال کریں گے ان اقوال اور آراء و عقائد میں سے کونسا عقیدہ صحیح اور حق ہے " اس کا یہ کہنا کہ ان میں سے ایک فرقہ موسیٰ (کاظم علیہ اسلام) کی طرف گیا اور ان کے بعد ان کے بیٹے علی بن موسیٰ کو امام مان لیا " یہ بات ایک ایسے شخص کی بات لگتی ہے جو امامیہ کی تاریخ اور روایات سے واقف نہیں ہے ۔ کیونکہ سوائے معدودے چند کے جنہوں نے امام موسیٰ کاظمؑ کی امامت پر توقف کیا اور اسماعیل اور عبد اللہ بن جعفر کی امامت کے قائل ہوگئے باقی تمام امامیہ علی بن موسیٰ کی امامت پر متفق ہوگئے ۔ اور آپؑ کے بارے میں روایات نقل کیں جو کتابوں میں مدون اور مرتب ہیں ۔ اور صاحبان اخبار اور ناقلان روایات میں سے صرف پانچ افراد ایسے تھے جو اس حادثہ کے آغاز میں ان مذاہب و عقائد کی طرف مائل ہوگئے اور بعد میں ان کی تعداد زیادہ ہوگئی ۔ پس مؤلف کتاب نے کس طرح یہ مناسب سمجھا کہ یہ کہے " کہ ایک گروہ موسیٰ کاظمؑ کی طرف کٹ گیا " اور اس بات سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اس نے کہا " یہاں تک کہ وہ حسن عسکریؑ پر پہنچ گئے اور ان کے لئے ایک بیٹے کے ہونے کا دعویٰ کیا " جبکہ امام علیؑ بن محمدؑ کی حیات طیبہ کے دوران فارس بن حاتم کے ساتھیوں میں سے صرف ایک گروہ ایسا تھا جو کہ آپ کے بیٹے محمد کی امامت کا قائل تھا ۔ پس عقلمند کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے مخالف کو ایک ایسی باطل بات سے طعن و تشنیع کرے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہے ۔

اور جو چیز محمد کی امامت کے قائل لوگوں کے عقیدہ کے باطل ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ بعینہ وہی بات ہے جو ہم نے اسماعیل بن جعفر کے بارے میں کہی تھی کیونکہ دونوں کی داستان ایک ہے اور ان میں سے دونوں اپنے والد کی وفات سے پہلے مرگئے تھے ۔ اور یہ محال اور ناممکن ہے کہ زندہ شخص کسی مردہ کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنائے اور اس کی امامت کی وصیت کردے ۔ اور اس بات کا باطل ہونا اس قدر واضح ہے کہ اس مسئلے میں مزید گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

اور فرق ہمارے اور جعفر (کذاب) کی امامت کے قائل لوگوں کے درمیان یہ ہے کہ اس کی امامت کے قائل لوگوں کی باتوں میں تضاد اور اختلاف ہے۔ کیونکہ اسی کے ساتھیوں میں سے اور ہمارے ہم عقیدہ لوگوں سے یہ بات اس کی زبانی منقول ہے کہ "میں اپنے بھائی محمد کے بعد امام ہوں" اور ان میں سے بعض نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا "میں امام ہوں اپنے بھائی حسن عسکریؑ کے بعد" اور بعض نے یہ بھی نقل کیا کہ اس نے کہا "میں امام ہوں اپنے والد علی بن محمدؑ کے بعد"

اور یہ روایات جیسے کہ آپ دیکھ رہے ہیں ایک دوسرے کو جھٹلا رہی ہیں۔ اور ہماری روایت ابی محمد حسن بن علی عسکریؑ کے بارے میں ایسی روایت اور خبر ہے جو متواتر ہے اور اس میں کوئی تضاد اور تناقض نہیں ہے۔ اور یہی واضح اور روشن فرق ہے ہمارے اور ان کے درمیان پھر ہم پر یہ بھی آشکار ہوا کہ جعفر (کذاب) اللہ عزوجل کے احکامات سے ناواقف اور جاہل تھا۔ کیونکہ وہ ابو محمد (امام حسن عسکریؑ) کی والدہ سے بھائی کی وراثت اور میراث کا مطالبہ کرنے آیا دراں حالیکہ اس کے آباء طاہرین کے احکام کے مطابق میت کی ماں کی موجودگی میں بھائی کو ورثت نہیں ملتی پس جب جعفر (کذاب) علم فقہ کے متعلق اتنا بھی نہ جانتا ہو جس کی وجہ سے اس میں نقص و جہالت واضح ہو گئی تو پھر وہ کیونکر امام ہو سکتا ہے؟ ہمیں ان امور میں ظواہر پر اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔ اور اگر ہم چاہیں کہ اس بارے میں وضاحت سے کچھ کہیں تو کہہ سکتے ہیں لیکن جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کی دلیل کافی اور وافی ہے اس بات پر کہ جعفر (کذاب) امام نہیں تھا۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "ان لوگوں نے حسن عسکریؑ کے لئے ایک بیٹے کے ہونے کا دعویٰ کیا ہے" پس اس قوم اور گروہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے بلکہ یہ بات اسلاف کے ذریعے نقل ہوئی (نہ صرف یہ بلکہ اس فرزند کے) احوال غیبت وغیرہ اور بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کئے۔ پس جو شخص دیکھنا چاہتا ہے تو ان کی کتابیں حاضر ہیں وہ ان میں یہ سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ "یہ تمام فرقے ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں" پس اس نے بالکل صحیح کہا ہے اور مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ پس اس سلسلے میں جو کچھ پسند کرتا ہے وہ کہہ ڈالے اور طعن و تشنیع کرے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ پس براہمہ بھی اس سلسلے میں اس سے ہم آہنگ ہے اور اسلام کے بارے میں انہی باتوں کے ساتھ طعن و تشنیع کر رہا ہے۔ یعنی جس شخص سے بھی اس کا مخالف کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کرے اور اس کا مطلب یہ ہو کہ اس کے مذہب اور عقیدے پر اعتراض وارد کرے اگر سوال کرنے والے کی طرف اس کو پلٹایا جائے تو اس کے اپنے مذہب اور عقیدے پر وہی اعتراض وارد ہو جاتا ہے جو اس نے اپنے مخالف فرقہ پر کیا تھا۔ پس وہ شخص ایسا ہے جیسے کہ اپنے آپ سے سوال کرے اور اپنے قول اور عقیدے کی

تنقیص کرے۔ اور یہی بات اس کتاب کے مؤلف کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔ اور نبوت اصل ہے اور امامت اسکی فرع ہے۔ پس جب مؤلف کتاب نے اصل کا اقرار کرلیا تو فرع جو اصل کی طرف پلٹتا ہے کو طعن و تشنیع کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

پھر وہ کہتا ہے اگر وراثت اور وصایت کے ذریعے سے کسی متفق علیہ دلیل کے بغیر امامت اس شخص کے لئے ثابت ہوجاتی جس کے لئے دعویٰ کیا جارہا ہے تو مغیریہ اس بارے میں سب زیادہ حق پر ہیں کیونکہ حسنؑ بن علیؑ کی امامت کے سلسلے میں سب کے سب متفق ہیں اور سب کا اجماع ہے۔ اور حسنؑ بن علیؑ کی امامت کے سلسلے میں مغیریہ کی دلیل بھی یہ ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے بعد وصایت اور وراثت کے ذریعہ سے اس کے مستحق ٹھہرے ہیں۔ اور اس فرقہ نے امام حسنؑ کی امامت پر سب کے اتفاق اور اجماع کے بعد کسی دوسرے کے لئے امامت کو صحیح اور جائز قرار نہیں دیا ہے بلکہ اسی دلیل کے ذریعے امامت کو آپؑ کے فرزندوں میں قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ امامیہ فرقے اپنے دین و مذہب کے سلسلے میں اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے بعض جسمانیت کے قائل ہیں اور بعض تناسخ ارواح کے قائل ہیں اور ان میں سے بعض توحید کے مجرد ہونے اور بعض عدل خدا کے قائل ہیں اور ساتھ ہی سزا اور جزاء کو ثابت کرتے ہیں اور بعض قدر کے قائل ہیں اور سزا و جزاء کو باطل سمجھتے ہیں اور بعض رؤیت خدا کے قائل ہیں اور ان میں سے کچھ رؤیت کی نفی کرتے ہیں لیکن بداء کے قائل ہیں اور اس قسم کی چیزیں جن کی تفصیلات بیان کرنے سے کتاب طولانی ہوجائے گی یوں یہ لوگ ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے دین اور عقیدہ سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر فرقے کے لئے ان کے اپنے گمان کے مطابق کچھ قابل اعتماد راوی اور ناقل احادیث موجود ہیں۔ جنہوں نے ان کے اپنے اپنے اماموں سے ان تک یہ عقائد پہنچائے ہیں اور وہ اس سے متمسک ہیں۔

پھر مؤلف کتاب کہتا ہے کہ جب یہ صحیح ہو تو وہ بھی صحیح ہے اور یہ ایسی چیز ہے کہ ہمارے نزدیک صحیح اور ممکن نہیں ہے۔ اور ہم نے نقل قول سے زیادہ کچھ اضافہ نہیں کیا ہے۔ پس کتاب کو اس کے تذکرے سے جس میں نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی فائدہ طولانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

پس میں کہتا ہوں اور خدا ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ اگر حق ایک متفق علیہ دلیل کے بغیر ثابت نہیں ہوتا تو کوئی حق کبھی ثابت نہیں ہوسکتا اور سب سے پہلے زیدیہ مذہب کا باطل ہونا ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ ان کی دلیل متفق علیہ نہیں ہے۔ اور مغیریہ کے بارے میں جو کچھ اس نے کہا ہے یہ دلیل ایسی ہے جسے اس نے یہود سے لیا ہے کیونکہ ہمیشہ وہ اس بات کو اپنی حقانیت کے لئے بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم اور وہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر متفق ہیں اور اجماع رکھتے ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے بارے میں وہ ہم سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن اس کا ہماری اس لحاظ سے برائی کرنا کہ ہمارے عقیدے اور مسلک مختلف ہیں اور یہ کہ ہم میں سے ہر گروہ

اپنے امام سے جو کچھ روایت کرتا ہے اسی سے متمسک ہے پس یہ روش اس نے براہمہ سے لی ہے کیونکہ وہ لوگ بالکل اسی انداز سے اسلام کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔

اور امامت، خدا تمہیں سعادت سے ہمکنار فرمائے۔ ہمارے نزدیک نص کے ذریعے دین کے بارے میں اور فضل و علم کے ظاہر ہونے کے ذریعے سے، ساتھ ہی سماعت پر موقوف فرائض اور انکے فروعات میں قیاس اور اجتہاد سے بے نیاز ہونے کے ذریعے سے ثابت ہوجاتی ہے۔ اور ہم نے کسی بھی امام کی امامت کو اس وجہ اور صورت سے جان لیا ہے۔ اور عنقریب شیعوں کے درمیان اختلاف کے بارے میں مطمئن کنندہ ایک دلیل پیش کریں گے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے اور پھر ان کا اختلاف اس بات سے خالی نہیں ہے کہ ان کا یہ اختلاف یا تو ان کی اپنی ذات کی طرف سے ہے یا روایت نقل کرنے والوں کی طرف سے ہے یا ان کے اماموں کی طرف سے ہے۔ پس اگر یہ اختلاف ان کے ائمہ کی طرف سے ہو تو ہم یہ کہیں گے کہ امام وہ ہوتا ہے جو سب کو ایک بات پر متفق کرلے نہ کہ وہ جو امت کے درمیان اختلاف اور افتراق کا سبب بنے خاص کر جبکہ وہ اور اس کے ماننے والے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں قلت میں ہیں اور ان کے درمیان ایک دوسرے سے محفوظ رہنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اور امامیہ اور امت کے دوسرے فرقوں کے درمیان فرق کیا ہے جبکہ اپنے اماموں کے اور حجت ہائے خدا کے ساتھ ہونے کے باوجود اس امت سے زیادہ برائی اور عیب کا حامل ہے جس کا کوئی امام نہیں ہے دراں حالیکہ دین میں اختلاف اور ایک دوسرے کی تکفیر کے سلسلے میں امامیہ سے کمتر ہیں اور اگر یہ اختلافات ان کی جانب دین کو منتقل کرنے والوں کی طرف سے ہوں (یعنی ناقلانِ احادیث) تو اس امامت کے صحیح ہونے کی ضمانت کیا ہے جو ایسے لوگوں کی طرف سے ان تک پہنچ چکی ہے۔ خصوصاً جس کے لئے امامت کا دعویٰ کیا جارہا ہے اس کا وجود معدوم اور اس کی ذات قابل مشاہدہ نہ ہو۔ اور وہ ان پر حجت ہو اور یہ بھی ان کا دعویٰ ہے کہ ان کا امام علم غیب رکھتا ہے۔ پس جب اس کے بہترین ساتھی اور ترجمان جو اس کے اور اس کے پیروکاروں کے درمیان واسطہ بھی ہوں جھوٹ بولنے والے ہوں اور اس کی طرف جھوٹی نسبت دیتے ہوں اور اس علم غیب رکھنے والے کو ان کی اس بات کے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ یہ اختلاف مؤتمہ کے دین میں خود انہی کی طرف سے ہے، نہ کہ ان کے اماموں کی جانب سے۔ پس مؤتمہ کو اماموں کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بذات خود بے نیاز اور صاحبان علم و فہم ہوں دراں حالیکہ ان کا امام ان کے پیچھے ہو اور کوئی منع اور نہی نہیں کرتا ہو اور وہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے دین کا ترجمان اور حجت ہو۔ اور یہ بھی بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ وہ معدوم ہے اور اس کو وہ علم غیب حاصل نہیں جس کا دعویٰ کیا جارہا ہے کیونکہ اگر وہ موجود ہوتے تو اس کے بیٹے اپنے شیعوں کو احکام خدا بیان کرنے سے اجتناب کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ جیساکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **وما انزلنا علیک الکتب الالتبین لھم الذی اختلفوا فیہ** (سورۃ نحل آیت ۶۴) اور ہم نے آپ

پر کتاب نازل نہیں کی مگر اس لئے کہ آپ بیان اور واضح کریں اس چیز کو جس کے متعلق وہ لوگ اختلاف رکھتے ہیں پس جس طرح رسولؐ نے اپنی امت کے لئے بیان فرمایا اس طرح امام پر بھی واجب ہے کہ اپنے شیعوں کے لئے بیان کرے۔

پس میں کہتا ہوں ۔ اور خدا پر توکل اور بھروسہ ہے کہ امامیہ کے درمیان اختلاف ان جھوٹوں کی طرف سے ہے جو ہر زمانے میں ان کے درمیان گھس گئے یہاں تک کہ مصیبت بہت بڑی ہو گئی ۔ اور شیعوں کے اسلاف ایسے لوگ تھے جو متقی ، کوشش کرنے والے اور باکردار لوگوں کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ لوگ ایسے نہیں تھے کہ خود صاحب نظر یا تمیز ور فرق کرنے والے ہوں اس لئے انہوں نے ایسے شخص سے بھی روایت قبول کر لی جس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈالا ہوا تھا اور اس پر نیک گمان کیا ۔ جب یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور لوگوں پر حقیقت بے نقاب ہو گئی تو انہوں نے اپنے اماموں سے اس کی شکایت کی تو اماموںؑ نے انہیں حکم دیا کہ ان روایات اور احادیث کو لے لیں جن پر سب متفق ہوں ۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا ور اپنی عادت اور طبیعت کو جاری رکھا ۔ پس خیانت انہی کی طرف سے تھی نہ کہ ان کے ائمہ کی طرف سے ۔ اور امام بھی سچی اور جھوٹی روایتوں میں سے جو آپس میں مخلوط ہو گئی تھیں اور جو نقل کی گئی تھیں واقف نہیں ہوئے کیونکہ وہ علم غیب نہیں جانتے (یعنی بذات خود نہیں جانتے بلکہ منجانب اللہ جب بھی اللہ ارادہ فرمائے جان لیتے ہیں ۔) اور وہ ایک بندہ صالح ہے جو کتاب و سنت کا علم رکھتا ہے اور شیعوں کی خبروں میں سے صرف انہی سے واقف ہو جاتا ہے جو اس تک پہنچ جاتی ہیں ۔ لیکن اس کا یہ کہنا کہ " پس کونسی چیز انہیں محفوظ رکھ سکتی ہے کہ امامت کے معاملہ میں بھی ان کا راستہ یہی ہو۔" تو ہم کہیں گے کہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ امامت تواتر کے ذریعے ان تک پہنچ جاتی ہے ۔ اور تواتر میں جھوٹ نہیں ہوتا ۔ دراں حالیکہ غیر امامت کے سلسلے میں جو روایات ہیں ، ان میں سے ہر ایک خبر واحد ہے اور خبر واحد سے یقین اور علم حاصل نہیں ہوتا اور خبر واحد کبھی سچ اور کبھی جھوٹ ہو سکتی ہے ۔ اور یہ چیز تواتر میں نہیں ہے ۔ اور یہ ہمارا جواب ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہا جائے وہ باطل اور غیر معتبر ہوگا ۔ پھر اس پر ہمارا اعتراض ہوگا کہ بتائیں کیا امت کا اختلاف ان اقسام سے جو تو نے تقسیم کئے ہیں خالی ہو سکتا ہے یا نہیں اگر وہ کہے کہ نہیں تو ہم کہیں گے کیا رسولؐ سب کو متفق کرنے کے لئے مبعوث نہیں کئے گئے ہیں ، تو وہ ضرور کہے گا ہاں پھر اس سے کہا جائے گا کیا خدا وند عزوجل نے یہ نہیں فرمایا ہے **وما انزلنا علیک الکتب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ** (سورۃ نحل آیت ۶۴) " اور ہم نے آپؐ پر نازل نہیں کیا ہے کتاب کو مگر اس لئے کہ آپؐ بیان کریں وہ چیز جس میں وہ اختلاف کر چکے" تو وہ ضرور جواب میں کہے گا " ہاں " پھر اس سے پوچھا جائے گا " کیا انہوں نے بیان کیا ہے؟" تو وہ ضرور کہے گا " ہاں " تو اس سے پوچھا جائے گا " تو بتاؤ اب اختلاف کا سبب ور اس کی وجہ کیا ہے اور ہمیں مطمئن اور قائل کرو۔"

اور اس کا یہ کہنا "پس مؤتمہ (امامیہ) کو ائمہ کی ضرورت ہی کیا ہے جب کہ وہ بذات خود بے نیاز اور مستغنی ہوں اور امام ان کے پیچھے ہو اور انہیں نہی اور منع نہ کرتا ہو" پس اس سے کہا جائے گا" اہل دین کے ساتھ سب سے مناسب ترین چیز انصاف ہے۔ وہ کونسی بات ہے جو ہم نے اپنی طرف سے کہی ہو اور ہم نے یہ اشارہ دیا ہو کہ ہم اپنی ذات کے لحاظ سے مستغنی اور بے نیاز ہیں تاکہ مؤلف کتاب اگر ہمیں اسکی طرف متوجہ کرے اور اس کے ذریعے ہمارے خلاف دلیل قائم کرے اور وہ کونسی دلیل اور حجت ہے جو اس کی طرف سے پیش کی گئی ہو جس کی وجہ سے وہ یہ بات کہہ رہا ہے۔ در حقیقت جو شخص اپنے حریف اور مخالف کا مقابلہ کرتے ہوئے اس بات کا خیال نہ رکھے کہ وہ کس چیز سے مقابلہ کر رہا ہے تو اس صورت میں اس پر سوالات اور جوابات کی بوچھاڑ ہو جاتی ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ اور یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ وہ موجود نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ موجود ہوتے تو اپنے شیعوں کے اختلاف ختم کرانے کے لئے حق بیان کرتے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے "اور ہم نے نازل نہیں کیا ہے آپ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ بیان کریں ان کے لئے وہ چیز جس میں وہ اختلاف کر چکے ہیں"۔ تو مؤلف کتاب سے کہا جائے گا: ہمیں ہدایت کنندہ عترتِ نبیؐ کے بارے میں بتاؤ کیا ان کے لئے یہ ممکن ہے کہ وہ امت کے لئے حق کو پورا کا پورا بیان نہ کریں۔ اگر وہ کہے۔ ہاں، تو اس صورت میں اس نے اپنی ذات پر جرح کی ہے اور اس کی بات خود اسی کے لئے وبال جان بن جاتی ہے۔ کیونکہ امت نے ان کے باوجود اختلاف کیا ہے اور ایک دوسرے سے متفرق ہو چکی ہے اور بعض نے بعض کی تکفیر کی ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ نہیں، تو اس صورت میں اس سے کہا جائے گا تو یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ عترت موجود نہیں ہے اور اسی سے زیدیہ کے دعوے کا باطل ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عترت جس طرح زیدیہ بتاتے ہیں موجود ہوتی تو وہ امت کے لئے ضرور حق کو بیان کرتی اور ان کے لئے سکوت اور خاموشی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اور ہم نے نازل نہیں کیا ہے آپ پر کتاب کو مگر اس لئے کہ آپ ان کے لئے بیان کریں وہ چیز جس میں یہ لوگ اختلاف کر چکے ہیں"۔ اور اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ عترت نے حق کو بیان کیا ہے امت کے لئے لیکن امت نے حق کو قبول نہیں کیا ہے اور اپنی خواہش اور ہوائے نفس کی طرف راغب ہو چکی ہے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ یہی بعینہ وہ بات ہے جو امامیہ فرقہ اپنے امام اور آپ کے شیعوں کے بارے میں کہتا ہے اور عقیدہ رکھتا ہے۔ اور اللہ سے توفیق کا طلبگار ہے۔

پھر مؤلف کتاب کہتا ہے۔ ان سے کہا جائے گا کیوں تمہارے امام اپنے مریدوں سے چھپے ہوئے ہیں۔ اگر وہ جواب میں یہ کہیں کہ اپنی ذات کو بچانے کے لئے اور اس کی حفاظت کیلئے تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر اس کے مرید اور ہدایت کے طلبگار کے لئے بھی جائز ہوگا کہ امام کی تلاش کے سلسلے میں تقیہ اور اپنی جان کی حفاظت کی فکر میں رہے۔ خاص کر جب کہ مرید اور ہدایت کا طلبگار امید اور خوف میں ہو اور اپنے امام کے بارے میں علم ہی نہ ہو تو وہ بھی تقیہ میں

ہوگا۔ اور اگر تقیہ امام کے لئے جائز ہو تو عوام کے لئے بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔ وہ امام کو کیا ہوگیا ہے جو اپنے پیروکاروں کی ہدایت سے تقیہ کرتا ہے اور اپنی جان کے خوف سے چھپ جاتا ہے لیکن ان کے اموال کے کھانے کے سلسلے میں کوئی تقیہ نہیں کرتا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **اتبعوا من لا یسئلکم اجراً** (سورہ یسین آیت ۲۱) "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کسی اجر کا سوال نہیں کرتا۔" اور فرمایا **ان کثیراً من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللّٰہ** (سورۃ توبہ آیت ۳۴) "احبار اور رہبان (علماء یہود و نصاریٰ) میں سے کثر ایسے ہیں جو لوگوں کے مال و دولت کو باطل کرکے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ میں رکاوٹ ڈالتے ہیں" اور یہ دلالت کرتا ہے کہ اہل باطل دنیا کے طلبگار ہیں۔ اور جو لوگ کتاب سے متمسک ہیں وہ لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر کہتا ہے اگر وہ کچھ اور کہیں گے تو ہم بھی اس کا جواب دیں گے۔ پس ناقص جاہل جو کچھ کہے گا وہی یہ کہیں گے۔

اس سوال کا جواب۔ یقیناً امام اپنے ہدیت کے طلبگاروں اور مریدوں سے مخفی نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنی جان کے متعلق ظالمین کے خوف سے چھپے ہیں۔ اور اس کا یہ کہنا کہ "اور جب تقیہ امام کیلئے جائز ہو تو یہ کام ماموم کیلئے بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔" تو اس سے کہا جائے گا۔ اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ ماموم کیلئے جائز ہے کہ وہ ظالم سے اپنے آپ کو بچائے اور اس سے دور بھاگے جب بھی اپنی جان کے بارے میں خوف اور ڈر رکھتا ہو جس طرح امام کیلئے جائز ہے تو یہ میری جان کی قسم جائز ہے۔ اور اگر تمہاری مراد یہ ہے کہ ماموم کیلئے جائز ہے کہ امام کی امامت کا معتقد نہ رہے کیونکہ اسے تقیہ کرنا چاہیے پس یہ جائز نہیں ہے۔ جب کہ روایات اور اخبار نے اس بارے میں متوجہ کریں۔ کیونکہ خبر صحیح اور صحیح روایت مشاہدہ کی جگہ لیتی ہیں۔ اور دلوں پر کوئی تقیہ نہیں ہے۔ اور خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے۔

لیکن اس کا یہ کہنا کہ امام کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ لوگوں کی رشد و ہدایت کے سلسلے میں تقیہ کررہا ہے جبکہ ان کے اموال کے کھانے میں کوئی تقیہ نہیں کرتا جبکہ اللہ کا ارشاد ہے **اتبعوا من لا یسئلکم اجراً** (سورہ یسین آیت ۲۱) اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام لوگوں کی رشد و ہدایت سے تقیہ میں نہیں ہے اور کیوں کر یہ ہوسکتا ہے جبکہ اس نے حق کو ان کیلئے بیان کیا ہے اور انہیں اس کی طرف ترغیب دلائی ہے اور اس کی طرف دعوت دی ہے۔ حلال و حرام کی تعلیم دی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اسی وجہ سے مشہور ہوگئے اور اس سے وہ پہچانے جانے لگے۔ وہ لوگوں کے مال نہیں کھاتے بلکہ ان سے اس خمس کو لیتے ہیں جسے اللہ نے ان پر فرض اور واجب قرار دیا ہے۔ تاکہ اس کو اس موضع اور مقام پر خرچ کریں جس کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اور خمس کا حکم جس نے پیش کیا ہے وہ ذات گرامی رسولؐ ہیں۔ اور قرآن نے بھی اس کے بارے میں بیان کیا ہے جیسا کہ ارشاد خدا عزوجل ہے

واعلموا انما غنمتم من شیء فان للّٰہ خمسہ و للرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ

والمسکین و ابن السبیل (سورۃ انفال آیت ۴۱) "اور جان لو جو کچھ تم غنیمت اور فائدہ حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ خدا، رسول، ذالقربیٰ، یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کیلئے ہے" اور فرمایا ہے **خذ من اموالھم صدقۃ** (سورہ توبہ آیت ۱۰۳) "لے لیں ان کے اموال میں سے صدقہ۔"

پس اگر مال کے لینے میں کوئی عیب اور برائی ہو تو اس کیلئے ہے جو اس سلسلے میں بذات خود پہل کرے اور بغیر حکم خدا کے یہ کام انجام دے۔ اور اللہ سے ہی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

اور مؤلف کتاب سے کہا جائے گا۔ ہمیں بتاؤ کیا جب تمہارا امام قیام کرے اور غلبہ پائے تو کیا وہ خمس لے گا یا نہیں؟ خراج لے گا یا نہیں۔ مال غنیمت اور ان جیسی چیزوں میں سے کچھ لے گا یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ نہیں تو اس صورت میں اس کے امام نے حکم اسلام کی مخالفت کی ہے۔ اور اگر وہ کہے ہاں تو اس سے کہا جائے گا۔ اگر تمہارے جیسا کوئی شخص تم پر اللہ عزوجل کے قول "اور پیروی کرو اس کی جو تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا" کے ذریعے اور اللہ تعالیٰ کے دوسرے ارشاد "اور بہت سے احبار و رہبان (علماء یہود و نصاریٰ) کے ذریعے اعتراض کرے تو کس چیز سے اس کا جواب دو گے تاکہ تم یہ توقع رکھو کہ فرقہ امامیہ تمہیں اسی جیسا جواب دے۔ اور یہ وہ چیز ہے، خدا تمہیں توفیق سے نوازے کہ جس کے ذریعے ملحدین اور کافرین مسلمانوں کو طعن و تشنیع کرتے تھے۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ کس نے انہیں اس دھوکے میں رکھا ہے۔ اور جان لو خدا تمہیں نیکی کا علم دے اور تمہیں اس کے اہل میں سے قرار دے۔ صرف اور صرف کتاب اور سنت پر عمل ہونا چاہیے اور ان کی مخالفت نہیں کی جانی چاہیے۔ پس اگر ہمارے مخالفین یہ ثابت کرسکے کہ جو کچھ ہم نے لیا ہے اس کے لینے میں ہم نے کتاب اور سنت کی مخالفت کی ہے تو اپنی جان کی قسم ان کی دلیل روشن اور واضح ہے۔ اور اگر ان کے لئے یہ ممکن نہ ہو تو وہ یہ جان لیں کہ کتابِ خدا اور سنت کے مطابق عمل کرنے میں کوئی عیب اور قباحت نہیں ہے اور یہ بات بالکل روشن ہے۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے۔ اور ان سے کہا جائے گا "ہم امامت کو اس کیلئے جائز نہیں سمجھتے جو پہچانا نہ جاتا ہو پس کیا تمہارے پاس کوئی ایسی راہ ہے جس سے تمہارے امام کی معرفت حاصل ہو جائے جس کی امامت کے تم دعویدار ہو تاکہ ہم بھی اس کے لئے امامت کو ممکن اور جائز مان لیں جس طرح سے عترت میں سے جو موجود ہیں ان کیلئے ہم جائز قرار دیتے ہیں اور اگر تم ایسا نہ کرسکو تو کوئی راہ ایسی نہیں ہے جو امامت کو معدوم لوگوں کیلئے جائز اور ممکن بناتی ہو۔ اور ہر وہ شخص جو موجود نہیں ہے وہ معدوم ہے۔ پس جس کیلئے امامت کے تم دعویدار ہو اس کیلئے امامت کا جائز ہونا باطل ثابت ہوا۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور اللہ سے مدد کا طلبگار ہوں۔ اس کتاب کے مؤلف سے کہا جائے گا کیا تم علی بن حسین [illegible] علی [illegible] کی امامت ہیں کے وجود کے بارے میں شک کرتے ہو۔ پس اگر وہ کہے کہ نہیں تو

اس سے کہا جائے گا تو کیا یہ جائز ہے کہ وہ امام ہوں؟ تو اگر کہے ہاں تو اس سے کہا جائے گا۔ پس شاید تمہیں یہ نہیں معلوم کہ ہم ان کی امامت پر اعتقاد کے سلسلے میں حق پر ہوں اور تم غلطی پر ہو اور تم پر حجت قائم کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ "نہیں" تو اس سے کہا جائے گا۔ پس ہمارے امام کے وجود پر دلیل قائم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ جبکہ تم علی بن حسین علیہما السلام کی امامت کے معترف اور اقرار کرنے والے نہ ہو باوجودیکہ مخالف اور موافق دونوں کے نزدیک آپ کا علمی اور فضیلت کا مقام و منزلت واضح اور روشن ہے۔ پھر اس سے کہا جائے گا ہم نے حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیش کی تھی کے ذریعے عترت میں سے ان ہستیوں کو پہچان لیا ہے جو تاویل سے واقف اور احکام خدا کو جانتے ہیں۔ اس حدیث کے علاوہ اس لحاظ سے بھی ہمیں ایسی ہستیوں کی ضرورت ہے جو ہمیں قرآن کے معانی و مفاہیم سے واقف کرائیں اور احکامِ خدا اور احکام شیطان کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ پھر ہمیں معلوم ہوا کہ حق حسین علیہ السلام کے فرزندوں میں سے اس گروہ کے ساتھ ہے۔ کیونکہ ہم نے دیکھا عترت میں سے جو بھی فرد ان کی رائے کا مخالف ہے وہ حکم خدا کے بیان اور تاویل کے سلسلے میں اسی روش اور طریقہ کو اپناتا ہے جس کو علماء عامہ (اہلسنت) اپناتے ہیں یعنی خدا کی طرف سے بیان کرنے کی ضرورت پر مبنی فرائض جس کو تعبداً مانتے میں سوائے مصلحت اور منفعتِ بندگان کے علاوہ کچھ نہیں ہے کے سلسلے میں اپنی ذاتی رائے، اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے ہیں۔ پس اس ذریعے سے ہم نے جان لیا کہ ان کے مخالفین ہی باطل پر ہیں۔ اس کے علاوہ عترت میں سے اس پاک گروہ سے ہم پر حلال و حرام اور احکام الٰہی میں سے وہ کچھ آشکار اور روشن ہوا جو دوسروں سے ہم پر کبھی ظاہر نہیں ہوا پھر اس کے بعد روایات میں ایک امام اپنے جانشین کے بارے میں واضح نص کرتا گیا۔ یہاں تک کہ حسن بن علی عسکری علیہما السلام تک نوبت پہنچ گئی جب آپؑ وفات پا گئے اور ہم پر کوئی نص ظاہر نہ ہوا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہے؟ تو ہم نے اپنے اسلاف کی کتابوں کی طرف رجوع کیا ان کتابوں کو انہوں نے غیبت امام سے پہلے ہی نقل کیا تھا پس ہم نے ان کتابوں میں جو کچھ پایا اس بات پر دلالت کرتا تھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین اور خلف کا معاملہ کس طرح کا ہوگا۔ اور یہ کہ وہ لوگوں سے غائب رہیں گے اور مخفی ہوجائیں گے اور یہ کہ شیعوں میں اختلاف پڑجائے گا اور لوگ آپؑ کے معاملے میں حیرت اور سرگردانی سے دوچار ہوں گے۔ پس ہم نے جان لیا کہ ہمارے اسلاف اور گزشتگان کو علم غیب تو نہیں تھا اور یقیناً ہمارے ائمہ ہی نے انہیں رسول کی حدیث اور خبر کے ذریعے اس بات سے آگاہ اور واقف کردیا تھا۔ اور اس طرح ہمارے نزدیک آپؑ کا وجود اور آپ کی غیبت پایہ ثبوت تک پہنچ گئی۔ پس اگر اس مقام پر کوئی ایسی دلیل اور حجت موجود ہو جو ہماری ان باتوں کو غلط ثابت کرتی ہو تو ہم زیدیہ سے چاہتے ہیں کہ وہ اس کو واضح اور آشکار کردے۔ کیونکہ ہماری حق کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اور خدا کا شکر ہے۔

پھر اس کے بعد کتاب کا مؤلف ہم پر وہ اعتراض کرنے لگا جو موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کی امامت پر ٹھہرنے والے

اپنی حقانیت کے لئے دعویٰ کرتے ہیں ۔ اور ہم تو کسی کی امامت پر ٹھہرے نہیں اور ان ٹھہرنے والے تمام فرقوں کے درمیان فرق اور جدائی کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ ان میں فرق کیا ہے ؟ اور ہم نے پہلے ہی بیان کردیا کہ ہمیں علم اور یقین ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام وفات پاگئے ہیں ۔ جس طرح ہمیں معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام وفات پاگئے اور ان دونوں ہستیوں میں سے ایک کی وفات کے بارے میں شک کرنے سے دوسرے کی وفات کے بارے میں شک ہو ہی جاتا ہے ۔ اور یہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت پر ٹھہرنے والے گروہ کی حقانیت کا اس گروہ نے انکار کردیا ہے جو کہ موسیٰ کاظم علیہ السلام کی امامت پر ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ اور اسی طرح انہوں نے اس فرقہ کے عقیدے کو ٹھکرا دیا ہے جو امیرالمومنین کی امامت پر متوقف اور ٹھہر گئے ہیں ۔ پس ہم ان سے کہیں گے تمہارے عقیدے کے باطل ہونے پر ہماری دلیل بعینہ وہی دلیل ہے جس سے تم اپنے مخالف فرقے کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہو ۔ پس بتاؤ کس طرح تم اپنے خلاف دلیل پیش کروگے ۔

اس کے بعد ہماری زبانی حکایت اور نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم لوگ واقفہ فرقوں سے یہ کہتے آرہے ہیں کہ " امام تو وہی ہوتا ہے جو ظاہر اور موجود ہو " اس کی یہ بات اس شخص کی بات ہے جو اپنے مخالف کے اقوال اور عقائد سے واقف نہیں ہے ۔ اور امامیہ فرقہ کا ہمیشہ سے یہی عقیدہ رہا ہے کہ امام وہی ہے جو یا تو ظاہر اور آشکار ہو یا باطن اور مخفی ہو ۔ اور ان کی روایات اور اخبار اس سلسلے میں اتنی مشہور اور واضح ہیں کہ وہ چھپ نہیں سکتیں ۔ اور اپنے مخالفین کیلئے جعلی اور باطل عقائد کا گھڑنا ایسا کام ہے کہ کوئی بھی شخص اس کے انجام سے عاجز نہیں ہے ۔ لیکن ایسا کام صاحب دین اور علم و فضیلت کیلئے قبیح ہے ۔ اور اس سلسلے میں کمیل بن زیاد سے منقول روایت کے علاوہ کوئی اور روایت ہمارے پاس نہ ہوتی تو یہی کافی ہوتی ۔

پھر وہ کہتا ہے ۔ " اگر وہ ایسا کہیں تو ان کا اس طرح سے جواب دیا جائے گا ۔ وہ چیز جس کے ہم قائل نہیں ہیں ۔ اور ہماری دلیل وہی ہے جو آپ نے سن لیا اور یہی کافی ہے ۔ **والحمدللہ**۔

پھر وہ کہتا ہے اور جیسا کہ تم وہم و گمان کررہے ہو کہ امامت بنی ہاشم کیلئے نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ، بنی امت کی اپنی عترت کی طرف راہنمائی کی ہے ۔ اور اس پر تمہارا اور ہمارا دونوں کا اجماع ہے ۔ اور وہ عترت ہے جو آپؐ کے خواص میں سے ہیں ۔ اور جن سے قریب تر کوئی نہیں ہے ۔ پس امامت ان کیلئے ہے نہ کہ (فتح مکہ کے) آزاد شدگان اور ان کے فرزندوں کیلئے ۔ اور عترت میں سے بھی ہر زمانہ میں صرف ایک ہی فرد اس کا مستحق قرار پاتا ہے کیونکہ امام ایک ہی ہوسکتا ہے تاکہ وہ کتاب خدا کے ساتھ لازم ہو اور ساتھ رہے اور کتاب کے احکام کو نافذ کرنے کی طرف دعوت دے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے کہ " بے شک وہ کتاب سے جدا نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوجائیں " ۔ اور اس پر اجماع قائم ہے اور جو تم بنی ہاشم کو

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اے زیدیہ فرقہ کی طرف سے دلیل پیش کرنے والے یہ (امامت) ایسی چیز نہیں ہے جو قرابتداری کی بنیاد پر کوئی اس کا حقدار بن جائے بلکہ اس کے استحقاق کا معیار فضیلت اور علم ہے۔ جو روایت صریح اور شریعت کی طرف سے بیان کرنے سے ثابت ہوجاتی ہے۔ پس اگر امامت اس کے لئے جائز ہوجاتی جو عترت میں سے سب سے زیادہ قریب ہو کیونکہ وہ قرابت دار ہے تو ان میں سے دور کے رشتہ دار کے لئے بھی جائز ہوجاتی پس اب تم فرق بیان کرو اپنی اور ان لوگوں کی بات اور عقیدہ میں جو اس طرح کے دعویٰ کررہے ہیں۔ اور اپنی دلیل پیش کرو اور فرق بیان کرو اپنے اور اس کے درمیان جو یہ کہتا ہے کہ اگر حسنؑ کے فرزندوں کے لئے امامت جائز اور صحیح ہو تو جعفرؑ کے فرزندوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیئے۔ اور اگر جعفرؑ کے فرزندوں کے لئے جائز ہو تو عباس (نبی کے چچا) کے فرزندوں کے لئے بھی جائز ہونا چاہیئے۔ اور فرقہ زیدیہ کے لئے ہرگز یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان باتوں میں کوئی فرق بیان کرے مگر یہ کہ وہ ہمارے عقیدہ کی طرف پلٹ جائے اور وہ یہ ہے کہ روایت صریح اور نص کے ذریعے ایک امام اپنے بعد کے امام کی نشاندہی کرے اور حلال و حرام کے بارے میں علم اس سے آشکار اور ظاہر ہوجائے۔

پھر وہ کہتا ہے۔ اگر وہ لوگ علی علیہ السلام کی امامت کی علت ہم سے پوچھیں اور یہ کہیں کہ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو کیا وہ عترت میں سے تھے یا نہیں؟ تو ان سے کہا جائے گا کہ عترت میں سے نہیں تھے لیکن وہ عترت اور دوسرے تمام قرابتداروں سے ممتاز ہیں۔ کیونکہ روز غدیر کی روایات اور نص جس پر اجماع ہے آپ کی امامت کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

اس کے جواب میں کہتا ہوں اور خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ صاحب کتاب سے کہا جائے گا۔ روز غدیر کے بارے میں روایات اور نصوص بالکل صحیح ہیں لیکن تمہارا یہ انکار کرنا کہ امیرالمومنین علیہ السلام عترت کے زمرے میں شامل نہیں ہیں تو یہ بہت سنگین بات ہے۔ ہم تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اپنے اس دعوے کے سلسلے میں تم کوئی دلیل پیش کرو۔ جبکہ اہل لغت چچا اور چچا کی اولاد کو انسان کی عترت میں سے شمار کرتے ہیں۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ صاحب کتاب نے اپنی اس بات کے ذریعے اپنے عقیدے اور مذہب پر اشکال وارد کیا ہے۔ کیونکہ وہ تو اس بات پر عقیدہ رکھتا ہے کہ امیرالمومنینؑ ان میں سے ہیں جن کو رسولؐ اپنی امت میں چھوڑ کر گئے ہیں اور اس سلسلے میں یہ کہتا ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت میں کتاب اور عترت کو چھوڑ دیا ہے اور ادھر سے کہہ رہا ہے کہ امیرالمومنینؑ عترت میں سے نہیں ہیں تو اگر وہ عترت میں سے نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امیرالمومنینؑ ان دو چیزوں کے زمرے سے خارج ہوئے جنہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ ہاں صرف ایک صورت یہ ہے کہ وہ یہ کہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ آپ نے امیرالمومنین علیہ السلام کے قتل اور شہادت کے بعد عترت

کو چھوڑنے کا کہا ہے۔ تو ہم ان سے پوچھیں گے کہ اس کا کیا جواب دو گے جو کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کتاب کو بھی ای وقت (یعنی شہادت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے بعد) سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ گئے کیونکہ کتاب اور عترت تو ایک ہی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اور روایت بھی یہی کہتی ہے اور اس کی گواہی دے رہی ہے۔ اور احسان صرف خدا کا ہے۔

پھر صاحب کتاب نے اس بات کی طرف رخ کیا ہے جو اس کے خلاف جاتی ہے پس وہ کہتا ہے۔ اور ہم سوال کرتے ہیں ان سے جو عترت میں بعض کے لئے امامت کے قائل ہیں اور بعض کے لئے نہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ کی سچائی پر دلیل قائم کریں۔ جبکہ یہ شخص یہ بھول بیٹھا ہے کہ وہ خود امامت کو حسن اور حسین علیہما السلام کے فرزندوں میں منحصر سمجھتا ہے اور عترت میں سے دوسروں کو اس کا حقدار قرار نہیں دیتا۔ اس کے بعد کہتا ہے پس اگر وہ لوگ بطور دلیل ایسی باطل چیزوں کو پیش کریں جیسے علم غیب کا ہونا اور ان جیسی بیہودہ باتیں جن پر کوئی دلیل نہیں ہے اور یہ صرف محض دعویٰ ہے تو دوسروں کے لئے بھی ایسے ہی دعوے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ پس اگر دعویٰ ہی دلیل ہو تو عترت کا شمار ان میں ہوگا جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔

صاحب کتاب سے کہا جائے گا۔ آپ علم غیب کی بات کثرت سے کر رہے ہیں اور سوائے اللہ کے غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ اور انسانوں میں سے کوئی بھی اس کا دعویٰ کرے تو وہ مشرک اور کافر ہے۔ اور ہم نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بتا دیا کہ ہم جس چیز کا دعویٰ کر رہے ہیں اس کی دلیل صرف اور صرف علم و فہم اور کچھ بوجھ ہے۔ اگر تمہارے پاس اس جیسی کوئی شے موجود ہے تو اس کو ظاہر اور آشکار کرو اور اگر نہیں ہے تو طعن و تشنیع کرنا، تہمت لگانا اور الزام لگانا اتنا آسان کام ہے کہ کوئی بھی غلو کرنے والا گروہ تمام لوگوں کے خلاف انجام دے سکتا ہے۔ اور خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے۔

اور اس کے بعد صاحب کتاب کہتا ہے۔ اس کے بعد ہم پلٹتے ہیں زیدیہ کی دلیل کی وضاحت کے لئے جسے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے توسط سے پیش کرتے ہیں **ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا** (سورہ فاطر آیت ۳۲) "اور پھر ہم نے کتاب کا وارث بنا دیا اپنے بندوں میں ان کو جن کو ہم نے برگزیدہ کیا تھا۔"

تو اس سے کہا جائے گا کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ آیت عترت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پس تمہارے پاس دلیل اور برہان کیا ہے اور اس بات پر کہ نیکیوں میں سبقت لینے والے صرف حسنؑ اور حسینؑ کی اولاد ہیں اور عترت میں سے دوسرے اس کے مصداق نہیں ہیں؟ ہم جانتے ہیں کہ تم صرف یہ چاہتے ہو کہ اپنے مخالفین کو طعن و ملامت کا نشانہ بناؤ۔ جبکہ جس چیز سے تم اپنے مخالف کی سرکوبی کرنا چاہتے ہو اس کے تم خود دعویدار ہو۔

پھر وہ کہتا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کی امت کے خاص و عام کو مخاطب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ **واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً** (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) خدا کی رسی کو سب کے سب مل کر تھامے رہو پھر وہ کہتا ہے۔ اس کے بعد عام مسلمانوں کو مخاطب قرار دینے کا سلسلہ منقطع ہوا اور اس کے بعد خاص لوگوں کو مخاطب قرار دینا شروع کر دیا اور ارشاد فرمایا۔ **ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر** (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴) اور ہونا چاہیئے تم ہی سے ایک ایسی امت اور گروہ جو نیکی کی طرف لوگوں کو دعوت دیں اس کتاب کی اس عبارت تک کہ اور خاص لوگوں کے لئے۔ **کنتم خیر امت اخرجت للناس** (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے چنے گئے ہو۔ اور وہ کہتا ہے۔ اور یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی ذریت ہیں دوسرے لوگ اس میں شامل نہیں ہیں۔ اور ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے بھی وہ ہیں جو مسلمان ہوئے نہ کہ وہ لوگ جو مشرک تھے اور انہیں لوگوں کے اوپر گواہ بنا دیا۔ پس اس کا ارشاد ہے **یایھا الذین امنوا ارکعوا واسجدوا واعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون ۝ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہٖ ھو اجتبکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراہیم ھو سمکم المسلمین . من قبل وفی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم وتکونوا شھدآء علی الناس** (سورہ حج آیت ۷۷-۷۸) اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو۔ اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسے کہ چاہیئے اس کے واسطے محنت اور اس نے تم کو پسند کیا۔ اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ مشکل۔ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا۔ اسی نے نام رکھا تمہارا مسلمان پہلے سے اور اس قرآن میں۔ تاکہ رسول ہو بتانے والا تم پر اور تم ہو بتانے والے لوگوں پر۔ اور یہ خاص سبیل اور راہ ذریت ابراہیم علیہ السلام میں سے ہے۔ پھر اس مؤلف نے قرآن کریم کی انہی آیات سے شباہت رکھنے والی آیتوں کے ذریعے سے اپنے مدعیٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس کو کہا جائے گا۔ اے دلیل پیش کرنے والے تم یہ جانتے ہو کہ معتزلہ اور امت کے تمام فرقے اور مذاہب ان آیات کی جو تم نے تاویل پیش کی ہے اس میں تم سے شدید اختلاف کر رہے ہیں۔ پس تمہارا یہ حال ہے کہ تم دعویٰ سے زیادہ کچھ پیش نہیں کر رہے ہو ہم تو تمہارے دعویٰ کو قبول کر لیتے ہیں لیکن اس کے ساتھ اس دلیل کے بارے میں تم پر اعتراض کرتے ہیں جس میں تم اکیلے اور منفرد ہو یعنی اس بات کے اثبات میں کہ اس آیت کے مصداق صرف حسن اور حسین علیہم السلام کے فرزندان ہیں اور ان کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔ پس کب تک دعویٰ ہی کو پیش کرتے رہو گے اور دلیل لانے سے گریز کرتے رہو گے۔ اور قرآنی آیات پیش کر کے ہمیں مرعوب کرتے رہو گے اور یہ غلط فہمی پیدا کرتے رہو گے کہ ان میں تمہاری حقانیت کی کوئی دلیل ایسی ہے جو تمہارے مخالف کے حق میں

نہیں ہے۔ اور ہم خدا سے ہی مدد چاہتے ہیں۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے۔ عترت میں سے خیر اور نیکی کی طرف دعوت کرنے والے۔ جیسے کوئی امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ عترت کے دوسرے افراد کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے خیر کی طرف دعوت دی نہ ہی راہ خدا میں اس طرح جہاد کیا جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے۔ وہ ایسا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب میں سے کسی کو ایسا مقام نہیں دیا ہے۔ وہ اور دوسرے اہل کتاب برابر ہیں۔ اگرچہ اعمال کو ترک کرنے والا فاسق اور عابد کیوں نہ ہو کیونکہ عبادت سنت اور جہاد فرض و لازم ہے دوسرے فرائض کی طرح کیوں کہ اس فریضہ کو انجام دینے والا تلوار کے ساتھ تلوار کے مقابلے کے لئے آگے بڑھتا ہے۔ اور دشمنوں پر خوف طاری کردیتا ہے پھر (صاحب کتاب نے) سورہ واقعہ کی بعض آیات کو جو کہ جہاد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہیں کا تذکرہ کیا ہے اور ان آیات کے بعد اپنے دعویٰ کو پیش کردیا ہے اور اپنے دعوؤں کو انہی کی بناء پر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ان میں سے کوئی بھی دلیل نہیں بن سکتی تو ہم سب سے پہلے اس سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تم پہلے اپنے دلائل کو صحیح ثابت کرو۔

پس میں کہتا ہوں۔ اور اللہ سے مدد چاہتا ہوں۔ اگر جہاد کی کثرت فضیلت علم اور امامت کی دلیل بن سکتی تو امام حسین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام سے زیادہ امامت کا مستحق قرار پاتے ہیں۔ کیونکہ حسن علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ صلح کرلی اور امام حسین علیہ السلام نے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوگئے۔ پس اس کتاب کا مؤلف یہ کس طرح کہہ سکتا ہے؟ اور اس اعتراض کو کس طرح رد کرسکتا ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہم جہاد کے فرض ہونے کا انکار نہیں کرتے نہ اس کی فضیلت کے منکر ہیں لیکن ہم نے دیکھا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے جنگ نہیں کی جب تک آپ کو اعوان و انصار حاصل نہیں ہوئے اور جب آپ نے کفار سے جنگ کی اور ہم نے یہ بھی دیکھ لیا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے بھی بعینہٖ یہی سنت اختیار کی ہے۔ اور ہم نے دیکھا کہ امام حسن علیہ السلام نے جہاد کا ارادہ کیا لیکن جب آپؑ کے اصحاب نے آپؑ کو چھوڑ دیا تو آپؑ نے صلح کی اور گوشہ نشین ہوگئے۔ پس ہم نے جان لیا کہ جہاد کرنا اس وقت فرض ہے جب اعوان و انصار موجود ہوں۔ اور عالم، تمام عقلاء کے نزدیک اس مجاہد سے افضل ہے جو کہ عالم نہیں ہے۔ اور ایسا بھی نہیں ہے کہ جو بھی شخص جہاد کی طرف بلائے وہ جہاد کے احکام سے واقف ہو کہ قتال اور جہاد کب واجب ہے اور کب اور کن حالات میں صلح و صفائی بہتر ہے۔ اور رعیت کے امور کے سلسلے میں کیا موقف اختیار کرے۔ اور لوگوں کے جان و مال اور آبرو کے بارے میں کیا کرے؟ اس کے بعد ہم اپنے ان بھائیوں سے ایک چیز کے خواہشمند ہیں کہ وہ عترت نبیؐ میں سے ایک ایسے فرد کی طرف ہماری رہنمائی کریں جو ذات خدا سے تشبیہ اور جبر کی نفی کرے اور شارع کی طرف سے بیان کرنے پر موقوف احکام کے سلسلے میں اجتہاد بالرائے اور قیاس سے اجتناب کرے

اور دین کے سلسلے میں ذاتی طور پر عالم اور باکفایت ہو تاکہ ہم بھی اس کے ساتھ جہاد کی صورت میں قیام کریں کیونکہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر ایک ایسا فریضہ ہے جو قدرت اور امکانات پر موقوف ہے۔ کیونکہ انسانی عقل یہ گواہی دیتی ہے کہ طاقت اور قدرت سے زیادہ ذمہ داری اور تکلیف دینا غلط اور باطل ہے۔ اور اپنے نفس کو دھوکہ دینا قبیح اور برا ہے۔ اور دھوکہ دینے کی مصادیق میں سے ایک مصداق یہ ہے کہ ایک قلیل اور چھوٹی جماعت جس نے نہ کوئی جنگ دیکھی ہے اور نہ جنگی مشقیں ان لوگوں سے سیکھی ہیں جو کہ اس میں مہارت رکھتے ہیں یہ جماعت ایک ایسے گروہ اور جماعت کے مقابلے کے لئے اٹھ کھڑی ہو جو کہ جنگی مشقیں دیکھ چکی ہے اور پورے ملک پر حکومت کر رہی ہے اور بندگان خدا میں سے بہت سوں کو قتل کر چکی ہے اور جنگوں کے ذریعے مہارت حاصل کر چکی ہے۔ اور ان کے پاس افرادی، ہتھیاری اور سواری کی قوت بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ عام لوگوں جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو ان کے خلاف تلوار اٹھائے وہ واجب القتل ہے، کے اندر ان کے حامی فوجی سپاہیوں کے مقابلے میں کئی گنا افرادی قوت موجود ہے۔ ایسی صورت حال میں صاحب کتاب کس طرح ہم پر یہ واجب قرار دے رہا ہے کہ ہم ایسے لوگوں کے صف سے ملحق ہو جائیں جو جنگی لحاظ سے بالکل ناتجربہ کار اور ناواقف ہیں۔ اور اگر کوئی عالم کے خلاف جنگ کرنے کی طرف دعوت دے تو جنگی حربوں سے واقف کتنی تعداد جمع ہونے کی امید ہے؟ نہیں نہیں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو بغیر خدائے عزیز و علیم و حکیم کی نصرت کے زائل نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد کتاب کا مؤلف قرآنی آیات میں سے کچھ کی تلاوت کرنے اور اس کی تحت متنازعہ تاویل پیش کرنے کے بعد جبکہ اپنی اس تاویل کے سلسلے میں نہ کوئی عقلی دلیل پیش کرتا ہے نہ ہی کوئی شرعی دلیل، کہتا ہے۔ پس سمجھ لو خدا کی تم پر رحمت ہو کہ کون کون اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے گواہ بنے وہ جو خیر اور نیکی کی طرف دعوت دے جیسا کہ اس کا حکم ہے اور منکر سے منع کرے اور معروف اور نیکی کا حکم دے اور اللہ کی راہ میں اس طرح جہاد کرے جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے یا وہ جس کا چہرہ کسی نے نہیں دیکھا ہے نہ ہی اس کی ذات کو کسی نے پہچانا ہے۔ پس کیونکر خدا اس کو اپنا گواہ بنا سکتا ہے۔ اس بات پر جس کی طرف اس نے اس کے بندگان کی راہنمائی کی ہے نہ انہیں منع کیا ہے نہ ہی انہیں حکم دیا ہے۔ پس اگر وہ اس کی اطاعت کریں تو انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا جو ان پر واجب تھا اور اگر اسے قتل کر دیا تو اللہ عزوجل کی طرف گواہ بنا کر چلا گیا اور اگر کوئی شخص ایک گروہ سے گواہی طلب کرے ایک ایسے حق کے مطالبہ پر کہ ان لوگوں نے اس کو نہ دیکھا ہے اور نہ ہی گواہی دی ہے تو کیا وہ گواہ شہید کہلا سکتا ہے؟ اور کیا اس صورتحال کے ساتھ کسی چیز کا حقدار ٹھہرایا جائے گا مگر یہ کہ وہ لوگ ایسی بات کی گواہی دیں جس کو انہوں نے دیکھا ہی نہیں ہے تو اس صورت میں وہ جھوٹے اور خدا کے نزدیک اہل باطل قرار پائیں گے۔ جب یہ بات ایک عام بندے کے لئے جائز اور مناسب ہو تو ایک حاکم عادل جو ظالم و ستم نہیں

کرتا کے بارے میں کیسے ممکن اور جائز ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس نے ایک ایسے گروہ سے گواہی طلب کی جنہوں نے دیکھا اور سنا اور انہوں نے گواہی دی۔ ایسی صورت میں کیا وہ حق پر نہیں ہوگا اور کیا گواہی دینے والے سچے نہیں ہوں گے اور اس کے مخالف باطل نہیں ہوں گے؟ کیا گواہی قابل قبول نہیں ہوگی اور فیصلہ ان کے حق میں نہیں ہوگا۔ اور یہی بات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی ہے **الا من شہد بالحق وھم یعلمون** (سورہ زخرف آیت ۸۶) "مگر وہ لوگ جو حق کی گواہی دیں اس حالت میں کہ وہ جانتے ہیں" کیا تم نہیں دیکھتے کہ گواہی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں بلکہ عیاں اور قابل مشاہدہ باتوں پر جاری ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا ارشاد ہے **وکنت علیھم شھید مادمت فیھم** (سورہ مائدہ آیت ۱۱۷) "اور جب تک میں ان کے درمیان ہوں ان پر گواہ رہوں گا۔"

اس کے جواب میں میں کہتا ہوں اور اللہ سے پناہ مانگتا ہوں صاحب کتاب سے کہا جائے گا" یہ بات تمہاری نہیں بلکہ معتزلہ وغیرہ کی ہے جو ہمارے اور تمہارے خلاف ہیں۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں عترت ظاہر اور آشکار نہیں ہیں اور ان میں سے جن کو ہم نے دیکھا ہے وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتے اور یہ ناممکن اور جائز نہیں ہے کہ اللہ عزوجل ہمیں ان سے تمسک کرنے کو کہے جن کو نہ ہم پہچانتے ہوں نہ دیکھ رہے ہوں اور نہ ہمارے گذشتگان نے انہیں دیکھا ہے۔ اور ہمارے اس دور میں ہم نے عترت میں سے اس کو نہیں دیکھا ہے جو کہ مسلمانوں کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور جو غائب ہیں وہ ہمارے لئے حجت نہیں ہیں۔ اور یہ بہترین دلیل ہے اس بات پر کہ رسول خداؐ کے اس ارشاد کے معنی جہاں ارشاد فرمایا ہے " میں تمہارے درمیان ایسی دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں جن کو تھامے رہوگے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت" اس کے معنی وہ نہیں ہے جو فرقہ امامیہ اور زیدیہ کے دل میں آتے ہیں اور نظام ابو اسحاق ابراہیم بن سیار بن ہانی بصری، شیخ معتزلہ ابی ہذیل علاف کی بہن کا بیٹا اور ان کے ساتھیوں کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے " ہم سے وہ چیز جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوتی پائی ہے وہ وہ سنت جو عذر کو قطع کرنے والی ہے۔ کیونکہ سنت اتنی ظاہر اور واضح ہے جیسے کتاب ظاہر ہے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اور اس کا اتباع بھی ممکن ہے اور اس سے تمسک بھی ہے۔ لیکن عترت وہ ہے جس میں ہم نے ایسا کوئی عالم نہیں پایا جس کی اقتداء اور پیروی کی جاسکے۔ اور اگر ان میں سے ایک سے ہمیں کوئی مسلک حاصل ہوجائے تو دوسرے سے ہمیں اس کا متضاد مسلک مل جاتا ہے۔ اور اختلاف رکھنے والوں کی پیروی کرنا غلط ہے۔ پس صاحب کتاب یہ بات کیونکر کہہ رہا ہے؟

اور پھر جان لو کہ جب نبی خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عترت سے تمسک کرنے کا حکم دیا تو عقل، عرف اور سیرت انسانی کے لحاظ سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپؐ نے عترت میں سے اہل علم کو ہی مراد لیا ہے نہ کہ ان میں سے جاہلوں کو۔ اور نیک اور متقی لوگوں کو مراد لیا ہے نہ کہ ان کے علاوہ دوسروں کو۔ پس ہم پر جو واجب اور لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہم یہ دیکھ لیں کہ کس میں دین کے علم کے ساتھ عقل و فضیلت، حلم اور دنیا سے روگردانی اور

فیصلہ میں استقلال جمع ہیں تاکہ اس کی اقتداء کریں اور کتاب خدا کے ساتھ اس سے متمسک ہوجائیں۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ اگر یہ اوصاف دو شخصوں میں جمع ہوجائیں اور ان میں سے ایک ایسا ہو جو مذہب زیدیہ کو مانتا ہو اور دوسرا مذہب امامیہ کو تو اس صورت میں ان دونوں میں سے کس کی اقتداء کی جائے اور کس کی پیروی کی جائے۔ ہم اس کا جواب دیں گے۔ کہ ایسا نہیں ہوتا۔ اور اگر ایسا ہو بھی جائے ظاہری طور پر تو ایک واضح اور آشکار دلالت ان کے درمیان فرق کو واضح کردے گی۔ اور وہ یہ کہ یا ان سے قبل کے امام کی طرف ایک کی امامت پر نص یا کوئی ایسی چیز جو اس کی عصمت کو واضح کردے جیسا کہ امیرالمومنینؑ سے یوم النہر کے موقع پر ظاہر ہوا تھا جہاں آپؑ نے ارشاد فرمایا" خدا کی قسم ان لوگوں نے نہر کو پار نہیں کیا ہے نہ ہی وہ اس کو پار کرسکیں گے۔ اور خدا کی قسم تم میں سے نہ وہ دس کو قتل کریں گے اور نہ ہی ان میں سے دس بچ پائیں گے" اور یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے ایک ایسا مذہب اور مسلک ظاہر ہوجائے جو اس بات پر دلالت کرے کہ اس کی پیروی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ فرقہ زیدیہ کے بارے میں ظاہر ہوا کہ وہ اللہ کی طرف سے بیان کے محتاج فرائض اور احکام کے بارے میں اجتہاد بالرائے اور قیاس کو سرچشمہ اور منبع سمجھتے ہیں۔ پس ایسی باتوں سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ایسے اشخاص امام نہیں ہوسکتے۔ جہاں میری ان باتوں کا نشانہ اور ہدف زید بن علی یا ان کی طرح کی دیگر ہستیاں نہیں ہیں کیونکہ ان لوگوں سے قابل انکار چیز ظاہر نہیں ہوئی ہے نہ ہی انہوں نے اپنی امامت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے کتاب خدا کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے اور آل محمدؐ میں سے امام رضا کی طرف دعوت دی ہے اور یہ حقانیت پر مبنی دعوت ہے۔

اس کا کہنا" اللہ کیونکر اس کو گواہ بنائے گا جس نے نہ بندگان کو دیکھا ہے نہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا ہے۔ اس کے جواب میں کہا جائے گا جہاں شہید کے معنی تمہارے مخالفین کے نزدیک وہ نہیں ہیں جس کو تم خیال کررہے ہو۔ لیکن اگر فرقہ امامیہ کی اس بات سے عیب جوئی کرتا ہے کہ جس کا چہرہ نظر نہیں آتا نہ ہی اس کی ذات پہچانی جاتی ہے اس کا ایسے منصب پر فائز ہونا ممکن نہیں جس کا یہ فرقہ دعویدار ہے تو ہم تم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ اس وقت عترت میں سے وہ کون ہے جو گواہ امام کا عہدہ رکھتا ہے۔ پس اگر وہ کہے کہ میں اس کو نہیں جانتا تو وہ بھی انہی میں شامل ہوجائے گا جن کی وہ خود برائی کررہا ہے۔ اور وہی اعتراض اس پر بھی ہوگا۔ اور اگر یہ کہے کہ فلاں شخص امام ہے تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہم نے تو نہ اس کا چہرہ دیکھا ہے نہ اس کی ذات کو پہچانا ہے۔ پس وہ کیونکر ہمارا امام بن سکتا ہے۔ اور کیونکر ہم پر گواہ بن سکتا ہے۔ اگر وہ کہے کہ اگرچہ تم اس کو نہیں پہچانتے لیکن وہ ذات موجود ہے اور جانا پہچانا ہے۔ پس جو اس کو جانتا ہے وہ اس کے بارے میں جانتا ہے اور جو اس کو نہیں پہچانتا وہ اس کے وجود سے لاعلم ہے اس سے اس کی ذات پر کوئی ضرر نہیں پہنچتا۔ ہم اس کے جواب میں کہیں گے۔ ہم تمہیں خدا کی قسم دیکر سوال کرتے ہیں بتاؤ کیا تم یہ گمان بھی کرتے ہو کہ معتزلہ خوارج مرجیہ اور امامیہ فرقے کے لوگ اس شخص کو پہچانتے ہیں یا

اس کے بارے میں انہوں نے سنا ہے یا اس کے بارے میں کوئی بات ان کے ذہنوں میں نقش ہو چکی ہے۔ پس اگر وہ کہے یہ بات نہ اس کی امامت کے لئے کوئی نقصان دہ ہے نہ ہی ہمارے اوپر کوئی اعتراض ہے کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ ملک پر ظالموں کا غلبہ ہے اور انصار و اعوان کی کمی ہے اس لئے وہ پہچانا نہیں گیا ہے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے اب تم پر وہی برائی لازم آتی ہے اور وہی اعتراض تم پر وارد ہوتا ہے جس کو تم اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔ اور جو غیبت تم نے اپنے امام کے بارے میں بیان کی ہے فرقہ امامیہ کے عقیدہ غیبت امام سے کتنی مشابہ اور قریب ہے لیکن تم انصاف اور حق گوئی سے دور ہو۔

پھر کہا جائے گا تم نے جہاد کے تذکرے اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا بہت ذکر کیا ہے یہاں تک کہ تم نے اس وہم میں ڈالدیا کہ جو شخص تلوار کے ساتھ قیام نہ کرے وہ حق پر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو تمہارے مذہب کے ائمہ اور علما کو اس وقت کیا ہو گیا ہے جو خروج اور قیام نہیں کرتے، اور کیوں اپنے گھروں میں گوشہ نشین ہو کر اس بات پر اکتفا کر چکے ہیں کہ صرف اپنے مذہبی اعتقادات پر قائم رہیں، پس وہ اس کے جواب میں جو کچھ کہے ویسا ہی جواب فرقہ امامیہ کا بھی ہوگا پھر اس سے نرمی سے یہ کہا جائے گا یہ جو تم نے فرقہ امامیہ پر کیچڑ اچھالی ہے اور جس کے ذریعے تم نے انہیں اعتراض کا نشانہ بنایا ہے۔ اور ان کے اماموں کو طعن و تشنیع کا ہدف بنایا ہے اور اپنی کتاب میں جس نتیجے پر پہنچے ہو بالآخر تم خود اس میں پھنس گئے ہو اور اس کے صحیح ہونے کو مان چکے ہو۔ اور اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے تم نے انہی باتوں کا سہارا لیا ہے۔ پس خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو اپنے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کی ہے۔

پھر اس سے کہا جائے گا بتاؤ کیا آج کے دور میں عترت میں کوئی ایسا فرد بھی ہے جو امامت کے منصب پر فائز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، پس وہ ضرور جواب دے گا کہ ہاں تو اس سے کہا جائے گا کیا اس کی امامت نص کے بغیر جس کا فرقہ امامیہ معتقد ہے صحیح ہو سکتی ہے، یا نص کے ساتھ کوئی ایسی دلیل موجود ہو جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ امام ہیں، اور پھر تمہارے پاس کوئی دوسری راہ بھی نہیں ہے جیسے امت میں سے اہل حل و عقد کا اجتماع کرنا اور اس بات پر مشورہ کرنا اور پھر اس کو چن کر اس کی بیعت کرنا یہ راہ بھی تمہارے لئے بند ہے۔ پس اگر وہ کہے کہ ہاں تو اس سے کہا جائے گا پس اس کی معرفت اور اس کو پہچاننے کی راہ کیا ہے، پس اگر وہ کہے کہ اس کی امامت عترت کے اجماع سے معلوم ہو جائے گی۔ ہم ان سے کہیں گے عترت اس طرح اس پر اجماع کر سکتی ہے اگر وہ امامیہ فرقہ کا ہو تو زیدیہ اس پر راضی نہیں ہونگے اور اگر زیدیہ فرقہ کا ہوگا تو امامیہ اس سے راضی نہیں ہونگے۔ پس اگر وہ کہے کہ ان جیسی باتوں میں امامیہ کی بات قابل قبول نہیں ہے۔ تو ہم ان سے کہیں گے کہ زیدیہ بھی تو دو قسم کے ہیں ایک معتزلہ اور دوسرا مثبتہ ہیں اگر وہ کہے کہ اس سلسلے میں مثبتہ کی بات نہیں مانی جائے گی تو اس سے کہیں گے کہ معتزلہ بھی تو اور

قسم کے ہیں ایک گروہ وہ ہے جو احکام اور فروعات دین کے سلسلے میں اجتہاد بالرائے کرتا ہے اور ایک گروہ وہ ہے جو اجتہاد بالرائے کو گمراہی سمجھتا ہے۔ پس اگر یہ کہا جائے کہ اس کی بات معتبر اور قابل قبول نہیں ہے جو اجتہاد کی نفی کررہا ہے تو اس سے کہا جائے گا۔ پس اجتہاد کے قائل لوگوں میں سے سب سے افضل باقی رہیں اور دوسری طرف اجتہاد کی نفی کرنے والوں میں سے سب سے افضل باقی رہیں اور صورتحال یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے سے برائت اور بیزاری کا اظہار کررہے ہیں تو ہم کس سے تمسک کریں اور کس طرح یہ جانیں کہ ان دونوں میں سے کون حق پر ہے۔ کیا ہم اس کو حق پر جانیں جس کی تم اور تمہارے ساتھی پیروی کررہے ہیں اور دوسرے کو چھوڑ دیں۔ پس اگر وہ جواب میں کہے کہ یہ دیکھا جائے گا کہ اصول دین میں کون حق پر ہے اور اس کی پیروی کی جائے گی۔ تو ہم اس سے کہیں گے اگر اختلاف بڑھ جائے اور حقیقت ہم پر مشتبہ ہوجائے تو ہم کیا کریں گے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ میں تمہارے درمیان دو اسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ جب تک تم ان سے متمسک رہو گے کبھی گمراہ نہیں ہوگے خدا کی کتاب اور میری عترت اور اہلبیت۔ کی کس طرح اتباع کی جائے اور آپ کی عترت میں سے جو حجت ہے اس کی معرفت حاصل کرنا اور اس کو پہچاننا کسی کے لئے ممکن نہیں جب تک کہ اصول میں غور نہ کرے اور اس بات کا علم نہ ہوجائے کہ اس کا مذہب اور مسلک پورے کا پورا درست اور صحیح ہے۔ اور جو اس کی مخالفت کرے وہ غلطی پر ہے۔ پس جب اس کی راہ یہی ہے تو ہر اہل کی راہ میں اور اس کی راہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پس یہ بتاؤ عترت کی اس سلسلے میں خصوصیت کیا ہے۔ اور ان تمام باتوں سے ہمیں آگاہ کرو کہ جس سے ہم عترت میں سے عالم اور غیر عالم کے درمیان واضح فرق اور جدائی کو جان سکیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ہم ان سے کہیں گے کہ ہمیں آج کے دور کے امام کے بارے میں بتاؤ۔ کیا اس کے پاس حلال و حرام کا علم موجود ہے۔ اگر وہ یہ کہے کہ ہاں موجود ہے تو ہم اس سے کہیں گے ہمیں اس کے پاس موجود علوم میں سے وہ کچھ بتاؤ جو روایت متواترہ میں نہیں ہے۔ کیا وہ بالکل ویسا ہی ہے جیسے شافعی ابو حنیفہ اور ان جیسے لوگوں کے پاس ہے یا اس کے برخلاف ہے۔ اگر وہ کہے ہاں بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ان دونوں اور ان جیسے لوگوں کے پاس موجود ہے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ ایسی صورت میں تمہارے اس امام کے علم کی طرف لوگوں کو کیا ضرورت ہے جس کو انہوں نے سنا بھی نہیں ہے۔ درانحالیکہ شافعی اور ابو حنیفہ کی کتابیں بالکل آشکار ہیں اور لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پس اگر وہ دوسرا جواب دے اور کہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ جو ان دونوں کے پاس ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ تو ان دونوں کے خلاف اگر ہیں تو اس صورت میں یا تو معتزلہ میں سے بعض بزرگوں کے دعوے کے مطابق استدلال عقلی سے حاصل کردہ نص ہوں گے اور یہ کہ ہر چیز کے بارے میں حکم عقل معتبر ہے مگر وہ چیزیں جن کے بارے میں ایسی روایت وارد ہوئی ہیں جو عذر کو رفع کرتی ہیں جیسا کہ نظام اور

اس کے پیروکاروں کا مسلک ہے ۔ یا مذہب امامیہ کی طرح ہوگا کہ تمام احکام منصوصہ یعنی منقولہ ہیں اور یہ جان لو کہ ہم جب منصوصہ کہتے ہیں تو اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ منصوص سے مراد وہ ہے جس کے معنی فوری طور پر دل و دماغ میں آجاتے ہیں بلکہ منصوص سے مراد یہ ہے کہ اپنے ۔جملات کے ضمن میں مروی اور منقول ہے کہ اگر کوئی شخص ان جملات کو سمجھے تو وہ احکام کی معرفت حاصل کر لے گا ۔ اور ان کو سمجھنے کے سلسلے میں اسے قیاس اور اجتہاد کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ پس اگر وہ یہ کہیں کہ : ہمارے امام کے پاس ان تمام صورتوں کے برخلاف چیز موجود ہے تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ وہ عرف عام اور معصوم کے حالات سے خارج ہیں اگرچہ اپنے آپ کو کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ کیوں نہ کئے ہوں تو ان سے کہا جائے گا کہ وہ علم کہاں ہے جس کے تم دعویدار ہو ؟ کیا تمہارے امام سے کسی ایسے شخص نے نقل کیا ہے جس کی دیانت ور امانتداری پر ہمیں اعتماد ہو ؟ اگر وہ کہیں کہ ہاں تو ان سے کہا جائے گا ۔ ہم ایک طویل عرصے سے تمہارے ساتھ رہ رہے ہیں لیکن اب تک ہم نے اس علم کا ایک حرف بھی نہیں سنا ہے ۔ دراں حالیکہ تم ایک ایسا گروہ اور فرقہ ہو جو کہ تقیہ کو جائز نہیں سمجھتے ہو نہ ہی تمہارا امام تقیہ کو صحیح سمجھتا ہے ۔ پس اس کا وہ علم کہاں ہے ۔ اور اس کو کیوں ظاہر اور منتشر نہیں کرتا ۔ اس کے علاوہ یہ بتاؤ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ تم نے اپنے امام پر جھوٹ نہیں باندھا ہے جیسا کہ تم یہ دعویٰ اور الزام لگا رہے ہو کہ امامیہ جعفر بن محمد علیہما السلام پر جھوٹ باندھتے ہیں ؟ اور ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

ایک اور مسئلہ اور وہ یہ کہ اس سے کہا جائے گا ۔ کیا جعفر بن محمدؑ (الصادق) تمہارے نزدیک ایسی ہستی نہیں تھی جو کہ اس بات کی قائل نہیں تھی جس کا امامیہ فرقہ دعویدار ہے اور وہ خود تمہارے مذہب اور دین کے پیروکار تھے ؟ اس کے جواب میں وہ ضرور کہیں گے ، کہ ہاں ! یا دوسری صورت تو صرف یہ ہے کہ تم ان سے بیزاری اور برائت کا اظہار کرو پس ان سے کہا جائے گا کہ امامیہ نے جو کچھ ان سے نقل کیا ہے اس میں جھوٹ اور کذب سے کام لیا ہے ۔ اور کیا یہ جو کتابیں ان کے پاس ہیں وہ سب کی سب جھوٹوں کی تالیفات ہیں ؟ اگر وہ یہ کہیں کہ ہاں تو ان کے کہا جائے گا اگر یہ ممکن ہو تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہارا امام بھی مذہب امامیہ کا پیروکار تھا اور ان کے دین کا معتقد تھا اور تمہارے اسلاف اور بزرگان ان سے جو کچھ نقل کررہے ہیں وہ سب کے سب جعلی اور جھوٹ ہے اور اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے پس اگر وہ یہ کہیں کہ ہمارے پاس اس وقت ایسا کوئی امام نہیں ہے جس کو بعینہٖ پہچانتے ہوں اور اس سے حلال و حرام کا علم نقل کرتے ہوں لیکن اتنا ہم جانتے ہیں کہ عترت میں کوئی فرد ایسا ہے جس کو یہ مقام حاصل ہے اور وہ اس کی اہلیت رکھتا ہے ۔ یہاں ہم ان سے کہیں گے کہ اب تک تم جس چیز کو نقص و عیب کی صورت میں امامیہ پر تھوپتے تھے اس میں تم خود داخل ہوگئے ہو اور اس کے علاوہ امامیہ کے ناموں کی روایات اس صاحب غیبت کے بارے میں اشارہ اور اس کے ظہور کی بشارت وغیرہ کو ملائیں تو حق واضح ہوجاتا ہے ۔ اور وہ سب کچھ جو تم نے جہاد اور

مر بمعروف نہی عن المنکر کی صورت میں داستانیں سنائی تھیں باطل ثابت ہوگئیں ۔ اور نتیجہ کار یہی ہوا کہ تمہیں امام کا نہ مشاہدہ ہوسکتا ہے نہ اس کی معرفت ممکن ہے پس بتاؤ تم کیا ارادہ رکھتے تھے اور کیا ہوا ؟ اور خدا کی پناہ ذلت اور خواری سے ۔

پھر صاحب کتاب کہتا ہے ، اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے عترت کو خیر کی طرف دعوت دینے کا حکم دیا ہے ۔ اسی طرح ان میں سے سبقت لینے والوں کی مدحت کی ہے اور انہیں گواہ قرار دیا ہے اور انہیں عدل و انصاف کا حکم دیا ہے ۔ اور ارشاد فرمایا ہے **یایھا الذین امنوا کونو اقوامین للہ شھدآء بالقسط** (سورہ مائدہ آیت ۸) " اے ایمان والو کھڑے ہوجایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی " پھر اس کے بعد اس آیت کی ایک قسم کی تاویل پیش کی ہے اور قرآن کی بعض آیات کو پیش کرکے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ ساری آیات عترت کے بارے میں ہیں اور جو کچھ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے وہ سوائے دعوے کے اور کچھ نہیں ۔ اور پھر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر امرونہی کو ترک کرنے کا حکم دیا جب تک کہ آپ کے لئے مددگار اور اعوان و انصار آمادہ ہوئے اور اس وقت یہ فرمایا **واذا رایت الذین یخوضون فی آیتنا فاعرض عنھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ واما ینسینک الشیطن فلاتقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین ○ وما علی الذین یتقون من حسابھم من شیء و لکن ذکریٰ لعلھم یتقون ○** (سورہ انعام آیت ۶۹ ۔ ۶۸) " اور جب ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری نشانیوں کے بارے میں گفتگو میں مشغول ہیں تو ان سے اعراض کرو جاؤ جب تک وہ دوسری بات میں غور نہ کرنے لگیں ۔ اور اگر شیطان تم کو بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھو ۔ اور جو لوگ متقی ہیں تو ان کے ذمے ظالموں کے حساب کا کوئی جزو نہیں ہوتا ۔ لیکن اتنا کہ یاد دلاتے ہیں تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں ۔ "

پس جو لوگ نیکیوں میں سبقت لینے والے نہیں ہیں ، نہ وہ خدا میں جہاد کرنے والے ہیں اور نہ امرونہی میں جب انصار و اعوان کی ضرورت ہو تو احتیاط سے کام لینے والے تو وہ ضرور ان میں شامل ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور یہی وہ طریقہ ہے جو ہم سے پہلے والے انبیاء علیہم السلام کی ذریتوں نے بنایا تھا پھر صاحب کتاب نے کچھ اور آیت کا بھی سہارا لیا ہے ۔

پس اس سے کہا جائے گا کہ یہ بات ہمارے خلاف نہیں جاتی اور اس بات سے مراد کون ہے ؟ لیکن ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں کہ عترت میں سے تمہارے نزدیک جو امام ہے بتاؤ وہ ان اصناف میں سے کس صنف سے ہے ؟ اگر وہ کہے کہ وہ مجاہدین میں سے ہے ۔ تو اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ کون ہے ؟ کس نے جہاد کیا ؟ ہمارے علم میں لاؤ کہ کس نے قیام کیا ؟ اور کہاں ہیں اس کی جنگی سواریاں اور اس کی فراوانی قوت ؟ اگر وہ کہے کہ وہ امام ان میں سے ہے جو امر و نہی

میں صرف وعظ و نصیحت پر اکتفا کرتا ہے جب اس کو اعوان و انصار کی ضرورت ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ کس نے اس کے امر و نہی کو سنا ہے۔ اگر وہ کہے۔ اس کے دوستوں اور خواص نے سنا ہے تو ہم اس سے کہیں گے۔ پس اگر اس نے یہ روش اور طریقہ اختیار کیا اور اس سے اعوان و انصار کی ضرورت کی وجہ سے دوسرے فرائض ساقط ہوئے اور اس کے لئے یہ جائز ہوا کہ اپنے امر و نہی صرف اپنے دوستوں کے سوا کسی اور کو نہ سنائے پس سوال یہ ہے کہ اب فرقہ امامیہ پر نقص اور اعتراض کس چیز کا ہے۔ اور اس کتاب کو تالیف کرنے کا تمہارا مقصد کیا تھا۔ اور کس کا مقابلہ کیا۔ کاش میں یہ جان سکتا اور کس کو قرآنی آیات کے ذریعے مرعوب کر دیا اور اس پر جہاد کو واجب قرار دیا اور پھر اس سے اور پورے زیدیہ فرقہ سے یہ کہا جائے گا۔ ہمیں بتاؤ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے رحلت فرمائیں اور امیر المومنین علیہ السلام کی امامت پر نص قائم نہ کریں نہ آپ کی طرف رہنمائی کریں اور نہ آپ کی طرف واضح اشارہ کریں تو کیا آپ کا ان چیزوں کو ترک کرنا صحیح تھا۔ اور کیا اس کو حسن تدبیر میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ ہاں تو ہم ان سے کہیں گے۔ اگر آپ عترت کے بارے میں لوگوں کو کچھ نہ بتاتے تو کیا یہ کام صحیح اور جائز تھا۔ اگر وہ کہیں کہ ہاں تو ہم ان سے کہیں گے اگر آپ عترت کے بارے میں نہ بتاتے تو تمہیں معتزلہ مرجئہ اور خوارج پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے۔ اور اگر نص نہ ہونا جائز ہو جاتا تو اس صورت میں معاملہ اہل حل و عقد کے درمیان مشورت اور شوریٰ کے ذریعے حل کیا جاتا اور یہ ایسی چیز ہے کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر وہ یہ کہیں نہیں امیر المومنین صلوات اللہ علیہ پر نص ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عترت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کریں تو ان سے کہا جائے گا کیوں؟ تو جب وہ اس کی صحیح دلیل اور حجت پیش کریں گے تو ہم اس دلیل کو ہر زمانے کے امام کی طرف منتقل کریں گے کیوں اگر نص ایک زمانے میں واجب اور ضروری ہو تو ہر زمانے میں اس کا واجب ہونا ضروری ہے کیونکہ نص کو واجب قرار دینے کی علت ہمیشہ اور ابدالآباد ضروری ہے۔ اور ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں رسوائی سے۔

ایک اور مسئلہ وہ یہ کہ ان سے پوچھا جائے گا اگر ایسی روایت متواتر حجت ہو جس کو عترت اور امت دونوں نے نقل کیا ہو اور عترت سے نقل شدہ خبر واحد بالکل ویسی ہو جیسی امت سے منقول خبر واحد ہے یعنی عترت کے کسی فرد پر جان بوجھ کر غلط بیانی کرنے یا سہو و خرش کا امکان موجود ہو جس طرح امت کے کسی فرد سے ان چیزوں کا صادر ہونا ممکن ہے۔ اور جو نہ خبر متواتر میں پایا جائے اور نہ خبر واحد میں اس کے لئے تمہارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے استخراج اور تم میں سے جو تاویل کرنے والا ہے اس سے ان چیزوں کا صادر ہونا ممکن ہو جو امت کے کسی عام فرد سے صادر ہو جاتی ہیں تو اس صورت میں بتائیں عترت کس طرح حجت بن سکتی ہے۔ اگر صاحب کتاب یہ جواب دے کہ اگر وہ اجماع اور اتفاق رائے کر لیں تو ان کا اجماع حجت ہوگا۔ تب اس کو کہا جائے گا پس اگر امت بھی کسی بات پر

اجماع کرے تو اس کا بھی اجماع حجت ہے۔ اور یہ اس بات کا موجب ہے کہ عترت اور امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اور ایسی بات ہے تو حضور کے اس ارشاد میں کہ "میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت کو چھوڑے جا رہا ہوں" کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر یہ کہ عترت میں کوئی ایسا فرد موجود رہا جو دین میں حجت ہو۔ اور یہی امامیہ فرقہ کا قول اور عقیدہ ہے۔

اور جان لو، خدا تم لوگوں کو سعادت سے ہمکنار فرمائے۔ کہ اس کتاب کے مولف نے اپنے آپ کو قرآنی آیات کو پیش کرنے اور اس کی اپنی من پسند تاویلیں کرنے میں مشغول و مصروف رکھا ہے۔ اور اس بارے میں کوئی خاص بات پیش نہیں کی ہے۔ اور صرف یہ کہا ہے کہ میری ان باتوں کی صحت اور درست ہونے کی دلیل یہ اور یہ ہیں۔ اور یہ ایسی بات ہے کہ جس سے بچے بھی عاجز اور ناتواں نہیں ہیں۔ اور اس کا ارادہ صرف اور صرف امامیہ پر عیب و نقص وارد کرنا تھا کہ یہ فرقہ، جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قائل نہیں ہے جبکہ وہ غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔ کیونکہ فرقہ امامیہ ان فرائض کو طاقت کے اندازے سے وابستہ سمجھتا ہے۔ اور اس بات کا قائل ہے کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہیں ڈالنا چاہیئے۔ اور اس کے ساتھ قیام اور جہاد کرنے کے لئے اٹھ کھڑا نہیں ہونا چاہیئے جو نہ کتاب خدا اور نہ ہی سنت سے واقف ہو نہ ہی رعیت میں عدل اور حق کی بنا پر حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

اور اس سے عجیب تر بات یہ کہ ہمارے ہی یہ فرقہ کے ساتھی اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ امر بالمعروف کر رہے ہیں اور نہ نہی عن المنکر کر رہے ہیں اور نہ ہی تلوار سے جہاد کر رہے ہیں اور اسی بات پر وہ ہمیں برا بھلا بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت ہی سنگین بات اور تعصب کی ایک واضح دلیل ہے۔ خدا سے پناہ مانگتے ہیں ہم خواہش نفس کی پیروی کرنے سے اور وہی ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین سہارا ہے۔

ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ صاحب کتاب سے کہا جائے گا کیا ائمہ برحق میں امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ سے افضل کوئی موجود ہے؟ پس وہ کہے گا نہیں تو اس سے کہا جائے گا شرک اور کفر کے بعد کیا اس عمل سے بدتر کوئی عمل موجود ہے جو اہل سقیفہ نے انجام دیا تھا؟ پس وہ کہے گا نہیں۔ پس اس سے کہا جائے گا تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور جہاد کے بارے میں زیادہ علم رکھتے ہو یا امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ؟ وہ ضرور کہے گا امیرالمومنین۔ تو اس سے کہا جائے گا پھر کیوں آپ نے اس وقت اس قوم سے جہاد نہیں کیا۔ پس اگر وہ اس کے جواب میں کوئی بہانہ تراشے تو اس سے کہا جائے گا تو پھر فرقہ امامیہ والے اسی نوعیت کے دلائل پیش کر رہے ہیں اس کو بھی قبول کر لو۔ کیونکہ لوگ سب کے سب یہ جانتے ہیں کہ باطل آج کے دور میں زیادہ طاقتور ہے بہ نسبت اس دن کے اور شیطان کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہے پس تم جہاد کا تذکرہ کر کے ہمیں مرعوب اور خوفزدہ کرنا چھوڑ دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کو کچھ شرائط کے ساتھ فرض قرار دیا ہے اور اگر تم ان شرائط سے واقف ہوتے تو تمہاری باتیں کم ہوتیں اور کتاب چھوٹی ہو جاتی تھی

اور ہم خدا سے توفیق کے طلبگار ہیں۔

ایک اور مسئلہ جو صاحب کتاب سے کہا جائے گا وہ یہ ہے کہ کیا تم حسنؑ بن علیؑ کی معاویہ کے ساتھ صلح کو ایک صحیح عمل سمجھتے ہو یا آپؑ کو اس میں خطا اور غلطی کا مرتکب قرار دیتے ہو۔ اگر وہ کہیں کہ ہم انہیں درستکار قرار دیتے ہیں۔ تو ان سے کہا جائے گا تم آنجنابؑ کے عمل کو صحیح قرار دے رہے ہو حالانکہ انہوں نے جہاد کو چھوڑ دیا ہے اور امر بمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیا ہے جبکہ تم ان کی بجاآوری کی صورت میں انہیں امام مانتے ہو۔ اگر وہ کہیں ہم صرف اس لئے انہیں صحیح کار سمجھتے ہیں کیونکہ لوگوں نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا اور اپنی جان کے بارے میں ان لوگوں سے آپ کو امن حاصل نہیں تھا۔ اور آپ کے ساتھ اہل بصیرت میں سے اتنے لوگ نہیں تھے جو آپؑ کو معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل بناتے۔ پس اگر وہ اس بات کو درست سمجھیں تو ان سے کہا جائے گا پس جب حسن ابن علی علیہما السلام کے لئے ترک جہاد کا عذر قابل قبول ہے حالانکہ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے والد کا لشکر تھا جبکہ آپ نے منبروں پر لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنی تلوار کو نیام سے کھینچ لیا اور خدا کے دشمن اور اپنے دشمنوں کی طرف جہاد کی غرض سے چلے لیکن ترک جہاد کے سبب جو کچھ تم نے بیان کیا اس کی وجہ سے ان کا عذر قابل قبول ہوا تو جعفر بن محمد علیہ السلام کے عذر کو ترک جہاد کے سلسلے میں کیوں قبول نہیں کر رہے ہو حالانکہ آپ کے دشمنوں کی تعداد معاویہ کے زمانہ کے دشمنوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور آپؑ کے پیروکاروں میں سے آپؑ کے ساتھ (ایک سو نفر بھی، جنگی طریقوں سے واقف نہیں تھے بلکہ آپؑ کے ساتھ ایک ایسا گروہ تھا جو اہل راز تھا نہ انہوں نے آج تک کوئی جنگ دیکھی تھی نہ کوئی مقابلہ دیکھا تھا۔ پس اگر انہوں نے اپنا عذر پیش کر دیا تو اس میں وہ بالکل انصاف کے ساتھ ہیں۔ اگر زیدیہ میں سے کوئی اس بات کو نہ مانے تو ان دونوں میں کوئی فرق بتائے اور یقیناً ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس کے بعد اگر زیدیہ کا قیاس درست اور صحیح ہو تو اس کا مطلب یہ ہے زید بن علیؑ امام حسنؑ بن علیؑ سے زیادہ افضل تھے کیونکہ امام حسنؑ نے صلح کی اور زید نے جنگ کی یہاں تک کہ قتل ہوگئے۔ اور ایک مذہب اور مسلک کی برائی اور قباحت کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ زید بن علیؑ کو حسنؑ بن علیؑ سے افضل اور برتر قرار دے اور خدا ہی سے مدد کے طلبگار ہیں اور خدا ہی ہمارے لئے کافی ہے۔ اور وہی بہترین سہارا ہے۔

ہم نے ان موضوعات کو اپنی کتاب کے آغاز میں اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ زیدیہ سے متعلق تمام باتیں اور ان پر وارد کئے جانے والے اعتراضات ہیں اور یہ فرقہ ہمارا سب سے زیادہ مخالف فرقہ ہے۔ ہم نے اس کتاب میں انبیاء اور اللہ کی حجتوں صلوات اللہ علیہم میں سے جن پر غیبت واقع ہوئی ہے ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور آخر کتاب میں طویل عمر پانے والوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ تاکہ جو کچھ غیبت اور طویل عمر کے بارے میں ناممکن تصور کیا جاتا ہے اس کو ممکن ثابت کریں۔ پھر اس کے بعد ہم نے ائمہ اثنا عشر میں سے قائم آل محمد علیہم السلام کے بارے میں وارد ہونے والے نصوص کی

صحت اور درست ہونے کو ثابت کردیا ہے وہ نصوص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور گیارہ ائمہ صلوات اللہ علیہم سے منقول ہیں اور جو انہوں نے غیبت کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں خبر دی تھی۔ اس کے بعد ہم نے آپ علیہ السلام کی ولادت کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جن لوگوں نے آپ کی زیارت کی ہے ان کا بھی تذکرہ کیا ہے اور جو کچھ آپ کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور علائم میں سے جو صحیح ہیں ان کا بھی ذکر کیا ہے اور جو کچھ آپ کے دستخط مبارک کے ساتھ ہے کا تذکرہ کیا ہے تاکہ ولی خدا اور سر خدا میں غیب کے پردے میں موجود ہستی کے انکار کرنے والوں پر حجت اور دلیل مضبوط تر ہو جائے اور خدا ہی توفیق دینے والا اور بہترین مددگار ہے۔

باب (۱) "حضرت ادریس علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں"

غیبتوں میں سب سے پہلی غیبت ادریس علیہ السلام کی مشہور ہے۔ آپ کی غیبت اتنی طولانی ہوگئی کہ آپ کے پیروکاروں پر تنگدستی کی نوبت آگئی اور اس وقت کے جابر حکمران نے ان میں سے بعض کو قتل کیا، بعض کو غربت اور تنگدستی کا شکار بنایا اور باقی لوگوں کو خوف زدہ کردیا۔ پھر آپ ظاہر ہوئے اور اپنے فرزندوں میں سے ایک فرزند کے قیام اور جہاد کے ذریعے اپنے شیعوں کی پریشانیوں کے ازالہ کا وعدہ کیا۔ اور یہ کہ وہ نوح علیہ السلام ہونگے۔ پھر اللہ عزوجل نے ادریس علیہ السلام کو اپنی طرف بلند کر یا۔ پس آپ کے پیروکار صدیوں تک نوح علیہ السلام کے قیام کا انتظار کرتے رہے۔ ایک نسل سے دوسری نسل تک اور اس دوران طاغوتوں کے رسوا کنندہ مظالم اور عذاب پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ظاہر ہوگئی۔

۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید اور محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبد اللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے انہوں نے ابراہیم بن ابی البلاد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت ادریس علیہ السلام کی نبوت کا آغاز تھا اس وقت ایک جابر بادشاہ حکمران تھا اور وہ ایک دن اپنے عمدہ آب و ہوا والے مقام کی تفریح کے لئے نکلا اس دوران وہ ایک ایسی زمین سے گزرا جو نہایت سرسبز اور حسین تھی اور وہ ایک مومن بندہ خدا کی تھی جو رافضی تھا (یعنی بادشاہ کے دین کا تابع نہیں تھا) اسے وہ سرزمین پسند آئی پس اس نے اپنے وزیروں سے پوچھا کہ یہ زمین کس کی ہے؟ انہوں نے کہا ایک مومن بندے کی ہے۔ جو بادشاہ کے غلاموں میں سے ہے۔ اور وہ فلاں رافضی ہے۔ پس بادشاہ نے اسے بلایا اور اس سے کہا مجھے اپنی اس زمین سے لطف اندوز ہونے دو تو اس نے کہا میرے اہلخانہ تم سے زیادہ اس کے محتاج (ضرورت مند) ہیں۔ بادشاہ نے کہا اسے میرے ہاتھ فروخت کردو میں اس کی قیمت تمہیں دیدوں گا۔ اس نے کہا نہ تمہیں بخشوں گا اور نہ اسے فروخت کروں گا اس کا تذکرہ چھوڑ دو۔ پس بادشاہ غضبناک ہوا اور غمزدہ حالت میں واپس پلٹا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا درآں حالیکہ مغموم اور اس معاملہ کے بارے میں فکرمند تھا۔ بادشاہ کی ایک بیوی نیلی آنکھوں والی قوم میں سے تھی اور بادشاہ اس کی عقلمندی اور ذکاوت سے نہایت متاثر تھا اور اس سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتا تھا۔ جب وہ اپنے دربار میں پہنچا تو اس کو بلوایا تاکہ اس سے اس زمین کے مالک کے بارے میں مشورہ کرے۔ پس جب وہ دربار پہنچی تو دیکھا کہ بادشاہ کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار ہیں۔ اس عورت نے کہا کس چیز نے تمہیں اتنا پریشان کردیا ہے کہ

تمہارے چہرے سے غیض و غضب نمودار ہے (مجھے بتاؤ) اس سے قبل کہ تم کچھ کر بیٹھو۔ پس بادشاہ نے اسے زمین کے بارے میں بتایا اور جو کچھ اس نے اس کے مالک سے کہا تھا اور اس کے جواب کے بارے میں بتایا۔ پس اس عورت نے کہا اے بادشاہ غصہ و پریشانی اس کا حصہ ہے جو کسی حالت کو اپنی پسند کے مطابق بدل نہیں سکتا اور نہ ہی انتقام لے سکتا ہے۔ پس اگر تم اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ بغیر کسی بہانے کے اس کو قتل کرو تو اس کا کام میں کر دوں گی اور اس کی زمین کو تمہاری ملکیت میں تبدیل کر دوں گی۔ اور یہ کام اس طرح سے ہوگا کہ تمہارے رعیت تمہیں حق بجانب سمجھے گی۔ اس نے پوچھا وہ بہانہ کیا ہوگا؟ اس نے کہا میں اپنے ازارقہ (نیلی آنکھوں والی قوم) میں سے چند گروہوں کو اس کی طرف بھیجوں گی تاکہ وہ اس کو تمہارے پاس لے کر آئیں اور وہ لوگ تمہارے سامنے اس کے خلاف یہ شہادت اور گواہی دیں گے کہ یہ شخص تمہارے دین اور مسلک سے بیزار ہے تو اس بات سے تمہارے لئے اس کے قتل اور اس کی زمین چھیننے کا جواز پیدا ہوجائے گا۔ بادشاہ نے کہا تم یہ کام کرلو (امام محمد باقرؑ) فرماتے ہیں۔ اس عورت کی قوم ازارقہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو اس عورت کے ہم عقیدہ و مسلک تھے اور وہ ان مؤمنین جو بادشاہ کے دین کے منکر تھے کے قتل کو جائز تصور کرتے تھے پس اس عورت نے ازارقہ کے ایک گروہ کو بلا بھیجا وہ لوگ حاضر ہوگئے تو اس نے انہیں حکم دیا کہ تمہیں فلاں رافضی کے بارے میں بادشاہ کے سامنے یہ گواہی دینی ہے کہ یہ شخص بادشاہ کے دین کا منکر ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ گواہی دی کہ یہ شخص دین بادشاہ سے بیزار ہوچکا ہے۔ تو بادشاہ نے اسے قتل کردیا اور اس کی زمین پر قبضہ کرلیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ اس مومن کے لئے غضبناک ہوا اور حضرت ادریسؑ کو وحی فرمائی کہ جاؤ میرے اس جابر بندے کے پاس اور اس سے کہو کیا اتنی بڑی سلطنت پر تم راضی نہیں ہوئے کہ تم نے میرے اس مومن بندے کو ظلم سے قتل کردیا اور اس کی زمین کو اس سے چھین کر اپنی ملکیت بنا لیا۔ اور یوں اس کے بعد اس کے اہل و عیال کو محتاج اور نادار کردیا اور انہیں بھوک اور افلاس میں مبتلا کردیا۔ مجھے قسم ہے میری عزت کی کہ اس کا انتقام تجھ سے لوں گا اور تیری سلطنت اور بادشاہت کو تجھ سے جلد ہی چھین لوں گا اور تیرے شہر کو تباہ و برباد کردوں گا اور تیری عزت کو ذلت میں تبدیل کردوں گا اور تیری عورت کے گوشت کو کتوں کا لقمہ بنا دوں گا۔ تجھے میرے حلم و بردباری نے مغرور کردیا ہے۔

پس حضرت ادریسؑ اپنے پروردگار کے پیغام کے ساتھ اس کے دربار میں داخل ہوئے اس حالت میں کہ اس کے ساتھی اس کے گرد حلقہ زن تھے۔ پس انہوں نے کہا اے جابر میں اللہ کی طرف سے تیرے پاس بھیجا گیا ہوں اور اس کا ارشاد تیرے لئے ہے کہ کیا تو اتنی بڑی سلطنت پر راضی نہیں ہوا کہ تو نے ظلم سے میرے بندہ مومن کو قتل کردیا اور اس کی زمین چھین کر اپنی ملکیت میں شامل کرلی اور اس کے اہل وعیال کو محتاج بنا دیا اور انہیں بھوک کا شکار بنادیا۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت کی کہ میں اس کا انتقام تجھ سے جلد لوں گا اور تیری سلطنت اور بادشاہت چھین لوں گا اور تیرے

شہر کو ویران و برباد کردوں گا اور تیری عزت کو ذلت میں بدل دوں گا اور تیری عورت کا گوشت کتوں کا لقمہ بنادوں گا۔ اس جابر حکمران نے کہا اے ادریس میرے دربار سے نکل جاؤ اور ایسا کام نہ کرو کہ تمہاری جان میرے ہاتھوں ضائع ہوجائے۔

اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بلوایا اور ادریسؑ کا پیغام اسے سنا دیا تو اس عورت نے کہا ادریسؑ کے خدا کا پیغام تجھے خوفزدہ نہ کردے۔ ادریسؑ کے معاملے سے نمٹنے کے لئے میں ہی کافی ہوں۔ میں اسے قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجوں گی تو وہ اس کو قتل کردیں گے اور یوں اس کے خدا کا پیغام اور جو کچھ وہ لے کر آیا تھا وہ سب غلط ثابت ہوجائے گا۔ تو اس نے کہا پس تم اس کام کو کر ڈالو۔ ادھر حضرت ادریسؑ کے کچھ مومن اصحاب تھے جو بادشاہ کے دین کے منکر تھے وہ حضرت ادریسؑ کے پاس آکر بیٹھتے تھے اور ان سے مانوس تھے اور حضرت ادریسؑ بھی ان لوگوں سے مانوس رہتے تھے۔ انہوں نے اپنے اصحاب کو اللہ عزوجل کی وحی اور اس جابر حکمران کے لئے اس کے پیغام کے بارے میں بتایا اور یہ بھی بتایا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے پیغام کو اس جابر تک پہنچایا ہے۔ یہ سنکر ان لوگوں نے ادریسؑ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں خطرے سے دوچار ہونے کا اندیشہ کیا اور ان کے بارے میں قتل سے خوف زدہ ہوئے۔

ادھر اس جابر حکمران کی عورت نے ازرقہ قوم کے چالیس مردوں کو حضرت ادریسؑ کی طرف بھیجا تاکہ وہ ان کو قتل کردیں۔ وہ لوگ اس جگہ آئے جہاں ادریسؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن وہ موجود نہ تھے تو واپس چلے گئے۔ مگر ادریسؑ کے اصحاب نے انہیں دیکھ لیا تھا انہوں نے یہ جان لیا کہ یہ لوگ ادریسؑ کو قتل کرنے کیلئے آئے تھے پس وہ ادریسؑ کی تلاش میں منتشر ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان سے ملاقات ہوگئی انہوں نے حضرت ادریسؑ سے کہا اے ادریسؑ آپ ہوشیار رہیں کیونکہ جابر حکمران آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے اس نے ازارقہ میں سے چالیس آدمیوں کو آپؑ کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ اس بستی سے نکل جائیں۔ پس ادریسؑ اس بستی سے اسی دن نکل گئے جبکہ آپؑ کے ساتھ آپؑ کے اصحاب میں سے کچھ تعداد بھی تھی۔ جب اس رات سحر کا وقت آیا تو ادریسؑ نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں مناجات کی اور عرض کیا۔ اے میرے پروردگار تجھے تو نے اس جابر حکمران کے پاس اپنا پیغام پہنچانے کیلئے بھیجا اور میں نے تیرا پیغام پہنچایا (نتیجتاً) اس جابر نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے۔ بلکہ اگر وہ مجھ پر قابو پالے تو مجھے قتل کر ڈالے گا۔ اس وقت اللہ عزوجل کی وحی آئی کہ اس سے دور رہو اور اس کی بستی سے نکل جاؤ۔ اور اس کے معاملے کو میرے سپرد کردو مجھے میری عزت کی قسم ہے میں اپنا فیصلہ اس پر ضرور جاری کروں گا۔ اور تمہاری بات کو اور جو کچھ تم پیغام لے کر گئے تھے اس کو سچ کر دکھاؤں گا۔ پس ادریسؑ نے عرض کیا اے پروردگار میری ایک حاجت ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا مجھ سے مانگو میں عطا کروں گا۔ عرض کیا میرا سوال یہ ہے کہ اس بستی اور اس کے اردگرد جو کچھ اس میں ہے اس پر اس وقت تک بارش نہ برسے جب تک میں اس کا سوال نہ کروں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ اے ادریسؑ ایسی

صورت میں یہ بستی تباہ و برباد ہوجائے گی اور اس کے ساکنین پر مشقت اور سختی آئے گی اور بھوک طاری ہوجائے گی۔ ادریسؑ نے عرض کیا اگرچہ یہ برباد ہوجائے اور لوگوں کو مشقت اور بھوک کی سختی اٹھانی پڑے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا تحقیق میں نے عطا کردیا جو کچھ تم نے مانگا ہے اور یہ آسمان ان پر اس وقت تک بارش نہیں برسائے گا جب تک تم مجھ سے اس کا سوال نہ کرو گے۔ اور میں اپنا وعدہ پورا کرنے کے بارے میں زیادہ پکا ہوں۔

پس ادریسؑ نے اپنے اصحاب کو جو کچھ ان پر بارش کی بندش کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا اس سے باخبر کردیا اور وہ کچھ جو اللہ نے ان پر وحی کی تھی اور وعدہ کیا تھا کہ جب تک وہ سوال نہیں کریں گے اللہ بارش نہیں برسائے گا (پھر کہا) اے مومنین اس بستی سے نکل کر دوسری بستیوں میں چلے جاؤ۔ پس وہ لوگ وہاں سے نکل گئے اور ان دنوں ان لوگوں کی تعداد بیس تھی۔ پس وہ دوسری بستیوں میں چلے گئے۔ ادھر بستیوں میں ادریسؑ کے اللہ سے کئے گئے سوال کی خبر پھیل گئی۔ اور خود حضرت ادریسؑ ایک بہت بلند پہاڑ کے غار میں پناہ لینے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو ان پر موکل کیا کہ وہ ہر شام کو ادریسؑ کے لئے کھانا فراہم کرے۔ دن کو وہ روزہ رکھتے تھے اور ہر شام کو فرشتہ ان کے لئے کھانا لے کر آتا تھا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے اس جابر بادشاہ سے سلطنت چھین لی اور اسے قتل کرادیا اور اس کے شہر کو ویران و تباہ کردیا اور اس کی عورت کا گوشت کتوں کو کھلا دیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کے بارے میں اس پر غضبناک ہوا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اس شہر میں ایک اور جابر اور فاسق حکمران ظاہر ہوا۔ ادریسؑ کے وہاں سے نکلنے کے بعد اس شہر کے لوگوں نے بیس سال اس حالت میں گزارے کہ آسمان سے ان پر بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسا وہ لوگ مشقت اور سختی میں مبتلا ہوئے اور ان کی حالت اور صورتحال شدید ہوگئی اور دور دراز بستیوں سے اشیائے خوردونوش لانے کی نوبت آگئی۔ جب سختی انتہا کو پہنچی تو وہ مل کر بیٹھے اور آپس میں کہنے لگے۔ جو کچھ اس وقت ہم پر نازل ہوا ہے جسے ہم سب محسوس کررہے ہیں یہ ادریسؑ کے اس سوال کے سبب سے ہے جو انہوں نے اپنے پروردگار سے کیا تھا کہ جب تک بارش کے لئے وہ دعا نہ کریں ہم پر باران رحمت بند رہے گا۔ اور اس وقت حضرت ادریسؑ ہم سے پوشیدہ اور مخفی ہیں اور ہمیں ان کی سکونت کی جگہ کے متعلق کوئی علم نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ ہم پر رحم کھانے والا ہے۔ اس کے بعد وہ سب اس بات پر متفق ہوگئے کہ اللہ کی بارگاہ میں توبہ کریں اور اس سے دعا کریں اور اس کی بارگاہ میں فریاد کریں اور اس سے اپنے شہر اور اردگرد کی بستیوں پر آسمان سے بارش برسانے کا سوال کریں۔ پس وہ خاکستروں پر کھڑے ہوئے۔ سخت اور جسم کو تکلیف پہنچانے والے لباس پہنے اور اپنے سروں پر مٹی ڈالنے لگے اور بارگاہ الٰہی میں توبہ و استغفار کے لئے نالہ وزاری کی آواز بلند کی اور اس کے حضور گڑگڑانے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ ادریسؑ پر وحی نازل کی کہ اے ادریس تمہاری بستی کے لوگ میری بارگاہ میں توبہ و استغفار کی فریاد کرنے لگے ہیں اور گریہ وزاری و تضرع کرنے لگے ہیں اور میں اللہ رحمن و رحیم ہوں، توبہ قبول کرتا ہوں اور گناہ معاف کردیتا ہوں۔ اور

میں نے ان پر رحم کیا ہے اور ان کے بارش کے متعلق سوال اور دعا کو قبول کرنے میں کوئی چیز حائل نہیں سوائے اس کے کہ تم نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ان پر آسمان سے بارش نہ برساؤں جب تک تم خود مجھ سے اس کا سوال نہیں کرو گے پس اے ادریسؑ مجھ سے سوال کرو تاکہ ان کی فریاد رسی کروں اور آسمان سے بارش برساؤں ۔ ادریسؑ نے عرض کیا بار الہا! میں تجھ سے اس کا سوال نہیں کروں گا ۔ اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا تھا اور میں نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اب میں تم سے سوال کر رہا ہوں کہ مجھ سے بارش کا سوال کرو اور تم میرے سوال پر لبیک نہیں کہہ رہے ہو ۔ ادریسؑ نے عرض کی بار الہا! میں تجھ سے یہ سوال نہیں کروں گا ۔ پس اللہ عزوجل نے اس فرشتہ کو جو شام کو حضرت ادریسؑ کے لئے کھانا فراہم کرتا تھا حکم دیا کہ ادریسؑ کے لئے کھانا بند کر دو اور اس کے لئے کھانا لے کر مت جاؤ ۔ اس دن جب شام ہوگئی اور ادریسؑ کے لئے کھانا نہ پہنچا تو محزون اور بھوکے رہے لیکن صبر کیا ۔ جب دوسرا دن بھی کھانا نہیں آیا تو ان کا غم اور بھوک شدید ہوگئے ۔ تیسرے دن شام کو پھر کھانا نہیں آیا تو تکلیف و بھوک اور غم زیادہ ہوگئے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا پس اپنے پروردگار کو پکارا ۔ اے پروردگار کیا تو نے میری روح اور جان کو قبض کرنے سے قبل ہی میرے رزق کو مجھ پر بند کر دیا ۔ پس اللہ عزوجل کی طرف سے وحی آئی کہ اے ادریس تین شب و روز میں نے تم پر کھانا بند کر دیا تو تم نے اپنی بیتابی کا اظہار کر دیا لیکن تمہیں اس بات نے بیتاب نہیں کیا اور تم نے یہ دیکھا نہیں کیا کہ تمہاری بستی کے لوگ بیس سال سے تکلیف اور بھوک سے دوچار ہیں ۔ پھر میں نے تم سے ان کی مشقت اور تکلیف اور ان لوگوں پر اپنی رحمت کرنے کے لئے یہ کہا کہ تم مجھ سے سوال کرو کہ ان پر آسمان سے بارش برساؤں پس تم نے مجھ سے سوال نہیں کیا اور اس سلسلے میں مجھ پر سوال کرنے سے کنجوسی اختیار کی پس میں نے بھوک کے ذریعے تمہاری تادیب کی اور سزا دی پس صبر تمہارے پاس کم ہوگیا اور تمہاری بیتابی ظاہر ہوگئی پس اپنی جگہ (غار) سے نیچے اترو اور اپنا معاش خود تلاش کرو کیونکہ میں نے اب تمہارے معاش کی تلاش اور اس کا حصول تمہارے ہی حال پر چھوڑ دیا ہے ۔

پس حضرت ادریسؑ اپنی جگہ سے نیچے اترے اور ایک بستی میں کھانے کی تلاش میں نکلے ۔ جب وہ اس بستی میں داخل ہوئے تو اس کے ایک گھر سے دھواں اٹھتا ہوا نظر آیا پس اسی طرف چل پڑے اور ایک بڑھیا کے گھر میں داخل ہوگئے جو توے پر دو روٹیاں پکا رہی تھی ۔ اس سے کہنے لگے اے عورت مجھے کھلاؤ کیونکہ میں بھوک سے بے حال ہو چکا ہوں ۔ پس اس نے کہا اے بندہ خدا ادریسؑ کی بددعا نے ہمارے لئے رزق کی اتنی گنجائش بھی نہیں رکھی ہے کہ ہم کسی اور کو کچھ کھلا سکیں ۔ اور قسم کھا کر کہنے لگی کہ ان دو روٹیوں کے سوا میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔ پس جاؤ اور اس بستی کے دوسرے لوگوں سے معاش طلب کرو ۔ انہوں نے کہا مجھے اتنا کھلا دو کہ میں اپنی جان بچا سکوں اور اپنی جگہ سے چلنے کی مجھ میں سکت آجائے تاکہ پھر میں اپنا معاش طلب کروں ۔ اس نے کہا یہ تو صرف دو ہی روٹیاں ہیں ایک میرے

ہے اور دوسری میرے بیٹے کے لئے ہے پس اگر میں نے اپنا حصہ تمہیں کھلایا تو میں مرجاؤں گی اور اگر اپنے بیٹے کا حصہ کھلادوں تو وہ مرجائے گا۔ اور یہاں اس سے زیادہ نہیں ہے کہ تمہیں اس میں سے کھلادوں پس انہوں نے کہا تمہارا بیٹا چھوٹا ہے اس کے لئے آدھی روٹی کافی ہے وہ اسی سے زندہ رہ سکے گا اور دوسری آدھی میرے لئے کافی ہے اور اس سے میں زندہ رہ سکوں گا۔ اور یوں ہم دونوں اپنا مقصد پاسکیں گے۔ چنانچہ عورت نے اپنی روٹی کھالی اور دوسری ادریسؑ اور اپنے بیٹے کے درمیان ادھی آدھی کرکے تقسیم کردی۔ جب اس کے بیٹے نے دیکھا کہ ادریسؑ اس کے حصہ کی آدھی روٹی کھا رہے ہیں تو اتنا بے چین ہوا کہ دم توڑ دیا۔ اس کی ماں بولی اے بندہ خدا تونے میرے بچے کو مجھ سے چھین لیا کیونکہ وہ اپنے حصہ کے لئے بے تاب ہوچکا تھا۔ ادریسؑ نے فرمایا میں اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کردوں گا پس تم بے تابی کا اظہار نہ کرو۔ پھر ادریسؑ نے اس بچے کے دونوں شانوں کو پکڑ لیا اور اس کے بعد کہنے لگے: اے وہ روح جو اس بچے کے جسم سے نکل چکی ہے اللہ کے حکم سے اسی بدن میں پلٹ آؤ اور میں ادریس پیغمبر ہوں پس اللہ کے اذن سے بچے کی جان واپس آگئی۔ جب عورت نے ادریسؑ کی یہ بات سن لی کہ "میں ادریس ہوں" اور یہ بھی دیکھ لیا کہ اس کا بیٹا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگیا ہے تو کہنے لگی میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ ادریسؑ پیغمبر ہیں اور گھر سے نکل کر بستی کے اندر چیخ چیخ کے کہنے لگی۔ خوشی کی بشارت سن لو بتحقیق ادریسؑ تمہاری بستی میں داخل ہوگئے ہیں۔ ادریسؑ وہاں سے چلے یہاں تک کہ وہاں ٹھہرے جو سابقہ جابر بادشاہ کے شہر کی جگہ تھی تو اسے ایک ٹیلے کی شکل میں پایا کیونکہ وہ تباہ وبرباد ہوچکا تھا۔ پھر ان کے اردگرد ان کی بستی کے لوگ جمع ہوکر کہنے لگے اے ادریسؑ آپ نے اس بیس سال کے عرصہ میں ہم پر رحم نہیں کھایا۔ اس عرصہ میں ہم نے کتنی تکالیف برداشت کیں اور بھوک کے شکار رہے پس اب دعا کریں کہ اللہ ہم پر آسمان سے بارش برسائے۔ انہوں نے کہا نہیں اس وقت تک دعا نہیں کروں گا جب تک تمہارا جابر حکمران اور تمہاری سارے بستی والے پا برہنہ چلتے ہوئے میرے پاس آکر اس بات کا سوال نہ کریں۔ جابر حکمران تک آپ کی یہ بات پہنچ گئی پس اس نے چالیس آدمیوں کو بھیجا تاکہ وہ ادریسؑ کو اس کے سامنے حاضر کریں۔ جب وہ ادریسؑ کے پاس پہنچے تو ان سے کہنے لگے۔ اس جابر حکمران نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کو اس کے پاس حاضر کردیں۔ پس انہوں نے ان پر نفرین اور بددعا کی تو وہ سب مرگئے یہ بات جابر کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اب اس نے پانچ سو آدمی بھیجے اس غرض سے کہ وہ ادریسؑ کو لے کر آئیں۔ اور وہ ادریسؑ سے کہنے لگے اے ادریسؑ اس جابر نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ ہم آپ کو اس کے پاس لے کر حاضر ہوجائیں۔ ادریسؑ نے ان سے کہا اپنے ساتھیوں کے انجام کی طرف دیکھو تو کہ یہ کس طرح موت کے گرداب میں چلے گئے ہیں۔ انہوں نے عرض کیا اے ادریسؑ بیس سال کی مدت تک آپ نے ہمیں بھوک کے ذریعے مار ڈالا آپ پھر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے خلاف بد دعا کریں اور ہمیں مار ڈالیں کیا آپ کے پاس رحم نہیں ہے؟ انہوں نے کہا میں تو تمہارے اس جابر کے پاس نہیں جاؤں گا اور نہ ہی آسمان سے

ش کا خدا سے سوال کروں گا جب تک تمہارا جابر حکمران اور تمہاری بستی کے سارے لوگ پا برہنہ میرے پاس نہ
ئیں ۔ پس وہ لوگ جابر حکمران کے پاس گئے اور اسے ادریسؑ کی باتیں بتا دیں ۔ اور اس سے یہ مطالبہ کرنے لگے کہ
ان کے ساتھ ادریسؑ کی طرف پا برہنہ چلے ۔ پس وہ راضی ہوا اور ان کی طرف آ گیا یہاں تک کہ وہ سب ان کے سامنے
ڑے ہوگئے اس حالت میں کہ ان کی گردنیں جھکی ہوئی تھیں اور ان سے یہ سوال کر رہے تھے کہ وہ خدا سے دعا کریں
وہ آسمان سے ان پر بارش برسائے ۔ پس ادریسؑ نے کہا۔ اب میں اللہ عزوجل سے دعا کروں گا ۔ اس وقت ادریسؑ نے
عزوجل سے ان پر اور ان کی بستی اور اس کے اطراف پر بارش برسانے کی دعا کی ۔ اتنے میں بادلوں سے آسمان بھر گیا
بجلی چمکنے لگی اور اسی لمحے سے بارش متواتر برسنے لگی یہاں تک کہ وہ یہ سوچنے لگے کہ کہیں غرق نہ ہو جائیں ۔ پس وہ
نے گھروں میں واپس جاتے ہوئے پانی کے سیلاب سے اپنی جان کے لئے خطرہ محسوس کر رہے تھے ۔

ب (۲)　　" حضرت نوح علیہ السلام کے ظہور کے بارے میں "

ـ　　ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ہمام نے
وں نے کہا ہم سے بیان کیا حمید بن زیاد کوفی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے
د بن حسن میثمی نے انہوں نے عبداللہ بن فضل ہاشمی سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا
جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی نبوت کو ظاہر کر دیا اور شیعوں کو غم کی دوری کا یقین ہوا تو آزمائش اور
یبت شدید تر ہو گئی اور بڑی تہمتیں لگائی جانے لگیں یہاں تک کہ صورتحال ایسی ہو گئی کہ شیعہ بدترین سختیوں سے دو
ہوگئے اور حضرت نوحؑ ناقابل برداشت مار کٹائی　کا سامنا کرتے　لگے اور کبھی نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ آپ تین
ن بے ہوش پڑے رہتے آپ کے کانوں سے خون بہنے لگتا تب ہوش میں آتے　　　اور یہ ان کے مبعوث ہونے کے
ن سو سال بعد کی بات ہے ۔ اور وہ اس دوران دن رات لوگوں کو حق کی طرف دعوت دیتے تو وہ لوگ بھاگ جاتے
۔ اگر پوشیدہ طریقہ سے دعوت دیتے تو کوئی مثبت جواب نہیں ملتا تھا ۔ اور اگر اعلانیہ پکارتے تو بھاگ جاتے تھے ۔
ں تین سو سال کے بعد ان لوگوں کی حق میں بددعا کرنے کا ارادہ کیا اور دعا کے لئے فجر کی نماز کے بعد بیٹھ گئے ۔ اس
ران آسمان ہفتم سے ایک وفد ان پر نازل ہوا اور وہ تین فرشتے تھے انہوں نے ان کو سلام کیا اور ان سے کہا اے خدا
ے نبی ہمیں آپ سے حاجت ہے ۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ ان لوگوں نے کہا۔ آپ اپنی قوم پر نفرین اور بددعا کرنے
ں تاخیر کریں کیونکہ آپ کا یہ اقدام زمین پر اللہ عزوجل کی طرف سے پہلی بار غضب نازل ہونے کا باعث بنے گا ۔ نوحؑ
ے کہا　میں نے مزید تین سو سال تک اپنی بددعا میں تاخیر کر دی ۔ پھر اپنی قوم کی طرف واپس پلٹے اور وہی کام کرنے
ے جو پہلے کرتے تھے اور وہ لوگ بھی آپ کی دعوت کے بدلے وہی کام دہرانے لگے جو وہ پہلے کرتے تھے ۔ یہاں تک کہ

یہ تین سو سال بھی گزر گئے اور آپ ان کے ایمان لانے کے متعلق مایوس اور ناامید ہوگئے۔ اس بار دن میں ظہر کے وقت ان پر بددعا کرنے کیلئے بیٹھ گئے اتنے میں آسمان ششم سے ایک وفد ان پر اتر آیا (اور وہ بھی تین فرشتے تھے) پس انہوں نے نوح کو سلام کیا اور کہنے لگے کہ ہم آسمان ششم سے ایک وفد ہیں ہم سویرے وہاں سے نکلے ہیں اور آپ تک ظہر کے وقت پہنچے ہیں۔ اس وفد نے بھی ان سے وہی سوال کیا جو آسمان ہفتم سے آنے ہوئے وفد نے کیا تھا تو آپ نے ان لوگوں کی درخواست کو قبول کیا اور وہی بات کہہ دی جو ان لوگوں سے کہی تھی اس کے بعد نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس چلے اور انہیں حق کی دعوت دینے لگے لیکن ان کی اس دعوت کا اثر ان لوگوں کی مزید دوری کا باعث ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ تین سو سال بھی پورے ہوگئے اور اس طرح نو سو سال پورے ہونے کو ہے اب تو آپ کے شیعہ آپ کے پاس آنے لگے اور عامہ اور طاغوتوں کی طرف سے جو مصائب ان پر ڈھائے جاتے تھے ان کی شکایت کرنے لگے اور آپ سے درخواست کرنے لگے کہ وہ غم اور پریشانی کے خاتمہ کے لیے دعا کریں۔ پس آپ نے ان لوگوں کی درخواست قبول کی اور نماز پڑھی اور اس کے بعد دعا کی۔ تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان سے کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کیا ہے پس آپ اپنے شیعوں سے کہیں کہ وہ کھجور کھائیں اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بوئیں اور اس کی دیکھ بھال کریں اور جب وہ درخت بن کر پھل دینے لگے تو ان کی پریشانیوں کا ازالہ ہوجائے گا۔ پس آپ اللہ کی حمد و ثناء بجا لائے اور ان لوگوں کو اس سے آگاہ کردیا چنانچہ وہ سب کے سب خوش ہوگئے۔ پس انہوں نے کھجور کھائی اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بو دیا اور اس کے پھل دینے تک اس کی دیکھ بھال میں مشغول رہے۔ پھر وہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس کھجور کے درخت کے پھل لے کر حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا کردیں انہوں نے اللہ عزوجل سے اس کا سوال کیا تو اللہ نے آپ پر وحی نازل کی کہ ان سے کہو اس کھجور کو بھی کھاؤ اور اس کی گٹھلی کو زمین میں بو دو جب یہ درخت بن جائے اور پھل دینے لگے تو تمہارے غم و اندوہ کا ازالہ ہوجائے گا۔ جب انہوں نے یہ بات سنی اور ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ وعدہ خلافی ہوگئی تو ان میں سے ایک تہائی تو مرتد ہوگئے اور اپنے دین سے پھر گئے اور دو تہائی ثابت قدم رہے۔ انہوں نے کھجوریں کھائیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بو دیا اور پھر جب وہ درخت بن کر پھل دینے لگے تو ان لوگوں نے حضرت نوحؑ کو اس کی خبر دی اور ان سے درخواست کرنے لگے کہ اپنا وعدہ پورا کریں پس حضرت نوحؑ نے خداوند عزوجل سے دعا کی تو اللہ نے ان پر وحی کی کہ ان سے کہدو کہ وہ اس کھجور کو بھی کھالیں اور اس کی گٹھلیوں کو بوئیں اس دفعہ پھر ایک تہائی ان میں سے مرتد ہوگئے اور صرف ایک تہائی تعداد رہ گئی اور اس باقی ماندہ ایک تہائی نے وہ کھجوریں کھالیں اور ان کی گٹھلیوں کو زمین میں بو دیا اور جب وہ درخت بن کر پھل دے چکے تو وہ کھجوریں لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور پھر ان سے عرض کیا ہم میں سے سوائے چند لوگوں کے اور کوئی باقی نہ رہا اور ہم لوگ بھی

پنے نفسوں کے بارے میں گمراہی سے خوف کھاتے ہیں اگر غم کی کشادگی میں تاخیر ہوجائے تو ہم ہلاک ہوجائیں گے ۔ ں حضرت نوح علیہ السلام نے نماز پڑھی اور پھر عرض کیا پروردگار میرے ساتھیوں میں سے سوائے اس گروہ کے اور ئی باقی نہ رہا اور میں ان کی بھی ہلاکت اور گمراہی کے بارے میں خوف محسوس کررہا ہوں اگر فرج اور فراخی میں اور شادگی میں تاخیر ہوجائے ۔ پس اللہ عزوجل نے وحی فرمائی کہ میں نے تیری دعا قبول کی پس کشتی بناؤ اور ان کی دعا کی ولیت اور طوفان کے درمیان پچاس سال کی مدت گزری ۔

۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ اور محمد بن موسیٰ بن متوکل اور احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے ا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن نان سے انہوں نے اسمٰعیل بن جابر اور عبدالکریم بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے ابو بد اللہ امام الصادقؑ سے نقل کرتے ہوئے کہ آپؑ نے فرمایا نوحؑ کشتی سے اترنے کے بعد پچاس سال تک زندہ رہے ں کے بعد جبرئیلؑ ان کے پاس آئے اور ان سے کہا اے نوحؑ (حکم خدا ہے کہ) آپ کی نبوت اختتام کو پہنچی اور آپؑ کے دن پورے ہوگئے پس اسم اکبر میراث علم اور علم نبوت کے جو آثار آپؑ کے پاس ہیں ان کو اپنے بیٹے سام کے والے کیجئے بے شک میں زمین کو نہیں چھوڑتا مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ایسا ہو جس کے ذریعے میری اطاعت پہچانی جائے اور ی ایک نبی کی رحلت اور دوسرے نبی کی بعثت تک کے درمیانی مدت میں نجات کا ذریعہ ہو ۔ اور میں لوگوں کو حجت ور اپنی طرف دعوت دینے والے اور میرے راستے کی طرف ہدایت کرنے والے کے بغیر نہیں چھوڑتا جو میرے امر کو پہچانتا ہو ۔ پس میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر قوم اور گروہ کے لئے ایک ہادی قرار دوں جس کے ذریعے سعادتمندوں کی دایت کروں اور وہی شقیاء پر میری حجت بھی ہو ۔ امامؑ فرماتے ہیں " پس نوحؑ نے اسم اکبر، میراث علم اور علم نبوت کے آثار اپنے بیٹے سام کے حوالے کردیئے ۔ لیکن حام اور یافث ان دونوں کے پاس کوئی ایسا علم نہیں تھا جس سے فائدہ ٹھایا جاسکے ۔ امامؑ نے فرمایا " نوحؑ نے لوگوں کو ہودؑ کے آنے کی بشارت دی اور ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ۔ اور یہ کہ وصیت کو ہر سال کھول کر دیکھیں وہ بھی ان کے لئے عید ہوگی جیسا کہ حضرت آدمؑ نے انہیں حکم دیا تھا ۔ امامؑ نے فرمایا " حام اور یافث کی اولاد میں سرکشی در غرور آگیا تو اولاد سام نے جو کچھ علم ان کے پاس تھا اس کے ساتھ پوشیدگی اور مخفیانہ زندگی اختیار کی ۔ اور یوں نوحؑ کے بعد سام پر حام اور یافث کی حکومت مسلط ہوگئی ۔ اور یہی اللہ عزوجل کا قول ہے " وتركنا عليه في الآخرين " (سورہ صافات آیت ۱۰۸) " اور ہم نے باقی رکھا اس پر پچھلے لوگوں میں " یعنی اللہ کا ارشاد ہے کہ میں نے جابروں کی دولت نوحؑ کے لئے قرار دی ۔ اور اللہ محمدؐ کو اسی کے ذریعے طاقت اور قوت دے گا ۔ آپؑ نے فرمایا " پس حام کے بیٹے اور اس کی نسل سندھی ہندی اور حبش کے لوگ ہیں اور سام کے بیٹے اور اس کی اولاد عرب اور عجم ہیں ان پر جابر حکومت کا تسلط باقی رہا اور ایک کے بعد دوسرا عالم وصیت کا وارث بنتا رہا یہاں

تک کہ اللہ عزوجل نے ہودؑ کو مبعوث فرمایا۔

۴۔ ہم سے بیان کیا، علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاقؒ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابی عبداللہ الکوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے انہوں نے اپنے چچا حسین ابن یزید نوفلی سے انہوں نے علی بن سالم سے انہوں نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ انہوں نے کہا امام صادق جعفر بن محمدؑ نے فرمایا جب نوحؑ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے شیعوں (پیروکاروں) کو بلایا اور ان سے کہا جان لو یہ کہ میرے بعد ایک ایسی غیبت واقع ہوجائے گی جس کے دوران طاغوت اور سرکش لوگ مسلط ہوجائیں گے اور اللہ عزوجل تم پر سے غم و اندوہ کو میرے ایک بیٹے کے ذریعے زائل کردے گا جو قیام کرے گا اور جس کا نام ہود ہوگا وہ صاحب ارادہ و اخلاق حمیدہ و وقار ہوگا اور مجھ سے خلق و صورت میں مشابہ ہوگا اور عنقریب اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو اس کے ظہور کے ساتھ ہوا کے عذاب کے ذریعے ہلاک کردے گا پس وہ لوگ ہودؑ کی تلاش میں رہے اور ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ مدت ان پر طویل ہوگئی اور ان میں سے اکثر کے دل سخت ہوگئے یعنی سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ہودؑ کو ظاہر کردیا جبکہ لوگ ان سے مایوس ہوچکے تھے اور بلاء ان پر انتہا کو پہنچی اور بے برکت آندھی کے ذریعے ان کے دشمنوں کو ہلاک کردیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا **ماتذر من شی اتت علیه الا جعلته کالرمیم** (سورہ ذاریات آیت ۴۲) "جس چیز پر چلتی تھی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کئے بغیر نہ چھوڑتی"۔

۵۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا۔ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے محمد بن سنان سے انہوں نے اسماعیل بن جابر اور کرام بن عمرو سے انہوں نے عبدالحمید بن ابی دیلم سے انہوں نے کہا امام صادق ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا جب اللہ عزوجل نے ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سام کی نسل نے ان کو تسلیم کرلیا لیکن دوسرے لوگ یہ کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے پس وہ ایک بے برکت آندھی کے ذریعے ہلاک کردیئے گئے اس کے بعد حضرت ہودؑ نے ان (اپنے اوپر ایمان لانے والوں) کو حضرت صالحؑ کے بارے میں وصیت کی اور ان کے مبعوث ہونے کی بشارت دی۔

باب (۳) حضرت صالح علیہ السلام کے بارے میں

۹ - ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے روایت کرتے ہوئے علی بن اسباط سے انہوں نے سیف بن عمیرہ سے انہوں نے زید شحام سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام نے فرمایا کہ صالح علیہ السلام اپنی قوم سے ایک عرصہ غائب رہے اور جس دن وہ ان سے غائب ہوئے اس دن وہ ادھیڑ عمر کے، کشادہ پیٹ والے، حسین بدن والے، گھنی داڑھی والے، نازک عارض کے مالک اور درمیانے قد کے تھے جب آپ اپنی قوم میں واپس آگئے تو انہوں نے چہرے سے انہیں نہیں پہچانا ۔ اور آپ نے انہیں تین گروہوں میں منقسم پایا ۔ ایک گروہ منکر بن چکا تھا جو اپنے انکار سے واپس لوٹنے کے لئے تیار نہیں تھا اور ایک ان کے بارے میں شک کرنے والوں کا تھا اور تیسرا گروہ اپنے ایمان پر باقی تھا پس آپ علیہ السلام نے شک کرنے والے گروہ کی طرف رجوع کیا اور ان سے فرمایا میں صالح ہوں تو انہوں نے آپ کو جھٹلایا اور برا بھلا کہا اور جھڑک دیا اور کہنے لگے خدا تم سے بیزار ہو صالح تو یقیناً تم سے مختلف چہرے کے حامل تھے امام فرماتے ہیں پس آپ منکرین کے پاس گئے تو انہوں نے آپ کی کوئی بات نہیں سنی اور آپ سے سخت نفرت کا اظہار کیا پھر آپ تیسرے گروہ کے پاس گئے اور وہ صاحبان یقین کا گروہ تھا اور ان سے فرمایا کہ میں صالح ہوں ۔ انہوں نے پوچھا ہمیں کوئی ایسی بات بتا دیجئے جس کی وجہ سے ہم آپ کے بارے میں کہ آپ صالح ہیں کوئی شک نہ کریں ۔ ہم اس بات میں کوئی بحث یا شک نہیں کرتے کہ بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ جو خالق ہے وہ کسی کو کسی بھی شکل وصورت میں تبدیل کر سکتا ہے ۔ جبکہ ہمیں بتایا گیا اور ہم نے قائم کے ظہور کے بارے میں علامات اور نشانیوں کے متعلق جستجو اور تحقیق کی ہے ۔ اور یہ اس وقت صحیح ہوگا جب وہ خبر آسمان سے لے کر آئے صالح نے ان سے فرمایا میں وہی صالح ہوں جو معجزے کے ذریعے اونٹنی لایا انہوں نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں ہم بحث کرتے تھے لیکن بتلایئے اس کی علامت اور نشانی کیا تھی ۔ آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کے لئے نہر سے پینے کا ایک دن اور تمہارے لیے پینے کا ایک دن معین اور معلوم تھا پس انہوں نے کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ آپ لے کر آئے اس پر بھی ایمان لائے ۔ اس وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ۔ بے شک صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجا گیا ہے اہل یقین نے کہا **انا بما ارسل بہ مومنون قال الذین استکبروا انا بالذی آمنتم بہ کافرون**، سورہ اعراف آیت ۷۵ - ۷۶ ۔ بے شک ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ۔ اور مستکبرین نے کہا (اور وہ شک کرنے والوں اور منکرین کا گروہ تھا) ہم اس چیز کے منکر ہیں جس پر تم ایمان لے آئے ہو"

زید شحام نے پوچھا۔ کیا اس دن کوئی ایسا شخص بھی تھا جو ان کو جانتا تھا اور اہل علم میں سے تھا؟ امام نے فرمایا خداوند عالم کا عدل اس سے زیادہ ہے کہ زمین کو کسی ایسے عالم کے بغیر چھوڑ دے جو اللہ عزوجل کی طرف راہنمائی کرتا ہو اس قوم نے صالح کے خروج اور ظہور کے بعد سات دن تک اس حالت میں گزارے کہ وہ اپنے لئے کوئی پیشوا اور امام کی معرفت نہیں رکھتے تھے مگر اس کے باوجود جو کچھ دین خدا میں سے ان کے ہاتھوں میں تھا اس پر قائم رہے ان کے عقائد ایک تھے اور جب حضرت صالح علیہ السلام نے ظہور فرمایا تو ان کے اردگرد جمع ہوگئے۔ اور اس میں شک نہیں کہ حضرت قائم (آل محمد) علیہ السلام کی مثال صالح کی طرح ہے۔

باب (۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی غیبت

لیکن اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم صلوات اللہ علیہ کی غیبت تو ہمارے قائم (آل محمد) صلوات اللہ علیہ کی غیبت سے کامل مشابہت رکھتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وجود کے آثار کو اس وقت مخفی رکھا جب آپؑ بطن مادر میں تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ذریعے سے آپؑ کو شکم مادر سے پشت مادر کی طرف منتقل کر دیا پھر آپؑ کی ولادت کے معاملے کو معینہ مدت کے پہنچنے تک چھپائے رکھا۔

۷۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے انہوں نے بیان کیا یعقوب بن یزید سے، انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے ابی عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نمرود بن کنعان کے دربار کے فلکیات شناس (نجومی) تھے اور نمرود کوئی حکم اور فرمان ان کی رائے اور مشورے کے بغیر صادر نہیں کرتا تھا۔ ایک رات وہ ستاروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے نمرود سے کہا میں نے گزشتہ رات عجیب چیز دیکھی ہے نمرود نے پوچھا وہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ ایک بچہ ہماری سرزمین میں پیدا ہوگا اور ہماری ہلاکت اور نابودی اسی کے ہاتھوں انجام پائے گی۔ اور اس کے بطن مادر میں منتقل ہونے میں تھوڑا عرصہ باقی ہے۔ نمرود کو اس بات سے تعجب ہوا اور ان سے کہا کہ کیا عورتوں میں سے کسی کے بطن میں وہ منتقل ہوگیا ہے۔ انہوں نے کہا ابھی تک تو نہیں ہوا ہے۔ ان کے علم میں یہ بات تو آگئی تھی کہ یہ بچہ آگ میں جلایا جائے گا لیکن یہ بات انہیں معلوم نہیں ہوسکی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو نجات دلائے گا۔ امام فرماتے ہیں کہ نمرود نے فرمان جاری کیا کہ عورتوں کو مردوں سے الگ کر دیا جائے۔ پس شہر میں عورتوں میں سوائے ایک عورت کے اور کوئی باقی نہیں رہی سب کو شہر بدر کر دیا گیا۔ تاکہ ان کے مرد اپنی عورتوں سے ملاپ نہ کر سکیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ کے والد نے اپنی زوجہ کے ساتھ مباشرت کی پس اس کے ساتھ ہی حمل ٹھہر گیا۔ ایسے میں انہیں گمان ہوا کہیں

ایسا نہ ہو کہ یہ بچہ وہی ہو۔ پس حمل شناس عورتوں کے ایک ٹولے کو مادر ابراہیم کے پاس لائے اور یہ عورتیں ایسی تھیں کہ اگر کسی عورت کے بطن میں کوئی حمل ہو تو وہ لازماً جان لیتیں۔ پس انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کی مادر کے حمل ہونے کے بارے میں کھوج لگایا۔ اور اللہ عزوجل نے جو کچھ ان کے رحم میں تھا اس کو ان کی پشت کی طرف منتقل کر دیا۔ ان حمل شناس عورتوں نے کہا ہم تو اس کے بطن میں کسی حمل کے ہونے کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ جب مادر ابراہیمؑ نے مولود کو جنم دیا پدر ابراہیمؑ نے چاہا کہ بچہ کو نمرود کے حضور پیش کر دیا جائے۔ اس وقت ان کی زوجہ نے کہا اپنے بیٹے کو نمرود کے پاس مت لے جاؤ کیونکہ وہ اس کو قتل کر دے گا۔ اس کو میرے حوالے کرو میں اسے کسی غار میں لے جاؤں گی اور وہیں رکھ دوں گی یہاں تک کہ اس کی اجل اور موت آجائے اور تم بھی اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے سے بچے رہو گے۔ انہوں نے کہا لے جاؤ۔ پس وہ آپ کو ایک غار میں لے کر آئیں پھر دودھ پلایا اس کے بعد غار کے دروازے پر ایک بہت بڑا پتھر رکھا اور وہاں سے دور ہو گئیں۔ اللہ عزوجل نے آپ کے رزق کا ذریعہ آپ کے انگوٹھے کو بنا دیا۔ پس آپ اپنے انگوٹھے کو چوستے تھے تو آپ کو اس سے دودھ مل جاتا تھا۔ اب حالت یہ تھی کہ آپ عام بچے جتنے ایک ہفتہ میں بڑے ہوجاتے آپ ایک دن میں پروان چڑھتے اور جتنا عام بچہ ایک مہینے میں نشوونما پاتا آپ ایک ہفتہ میں نشوونما پاتے اسی طرح جتنا ایک عام مولود ایک سال میں بڑا ہوجاتا آپ ایک مہینے میں بڑے ہوجاتے۔ پس آپ اس غار میں کچھ عرصہ رہے۔ پھر ایک دن ان کی والدہ نے ان کے والد سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بچے کو دیکھنے جاؤں۔ انہوں نے کہا اجازت دی۔ پس وہ غار میں آئیں تو غیر متوقع طور پر یہ دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام زندہ ہیں اور ان کی آنکھیں چراغوں کی مانند چمک رہی ہے پس انہوں نے آپؑ کو اپنی گود میں لیا اور سینے سے لگایا اور ان کو دودھ پلایا اور اس کے بعد وہاں سے چلی گئیں۔ پس ان کے والد نے بچے کے بارے میں سوال کیا تو جواب دیا کہ میں نے اسے سپرد خاک کر دیا۔ کچھ عرصے بعد تو یہ انکا معمول بن گیا کہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر گھر سے نکل جاتیں اور ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاتیں اور انہیں گود میں لے لیتیں پیار کرتیں دودھ پلاتیں پھر واپس چلی آتیں جب وہ اس قابل ہوگئے کہ چلنے پھرنے لگے تو انہی دنوں میں ایک مرتبہ ان کی والدہ حسب معمول ان کے پاس آئیں اور حسب معمول اپنے کام کرنے کے بعد جب جانے لگیں تو آپؑ نے ان کا دامن پکڑ لیا پوچھا بیٹا کیا بات ہے۔ آپؑ نے کہا مجھے اپنے ساتھ لے جایئے تو ماں نے کہا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ تمہارے والد سے اس کی اجازت لوں۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ذات کو پردہ غیب میں رکھا اور اپنے امور کو پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ ظاہر ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے امر کو عیاں کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اپنی قدرت کا اظہار کر دیا۔ پھر آپ علیہ السلام دوسری غیبت میں چلے گئے۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب طاغوتی اور جابر حکمران نے آپ کو مصر سے جلا وطن کر دیا۔ پس آپؑ نے فرمایا واعتزلکم وماتدعون من دون اللہ وادعوا ربی عسی

الاکون بدعآء ربی شقیاً (سورۃ مریم آیت ۴۸) "میں تم سے اور جن جن کو خدا کے سوا پکارتے ہو سے الگ ہوتا ہوں اور اپنے پروردگار سے دعا کروں گا امید ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا کرنے کے سبب ناکام نہ رہوں۔"

اللہ عزوجل نے فرمایا فلما اعتزلھم ومایعبدون من دون اللہ وھبنا لہ اسحاق ویعقوب و کلا جعلنا نبیاً O و وھبنا لھم من رحمتنا وجعلنا لھم لسان صدق علیاً (سورہ مریم آیت ۴۹ ـ ۵۰) "پس جس وقت وہ ان سے اور ان چیزوں سے جن کی وہ خدا کے سوا عبادت کرتے تھے الگ ہوگئے تو ہم نے انہیں اسحٰق و یعقوبؑ عطا کئے اور ہر ایک کو ہم نے نبی بنایا۔ اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے حصہ دیا اور ہم نے ان سب کے لئے ذکر خیر بلند مرتبہ کا مقرر کیا۔" یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ذریعے سے۔ کیونکہ ابراہیمؑ نے خداوند تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ آخرین میں ان کے لئے ایک زبان حق گو اور صادق قرار دے پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کے لئے علیؑ کو لسان صدق قرار دیا۔ پس خبر دی علی علیہ السلام نے کہ قائم (علیہ السلام) ان کی نسل میں سے گیارہویں فرزند ہیں اور وہی تحقیق کے ساتھ وہ مہدی ہیں جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح اس سے قبل ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔ اور یہ بھی کہ ان کے لئے ایک ایسی غیبت ہوگی اور لوگوں کو ان کے بارے میں سرگردانی ہوگی کہ جس کی وجہ سے بہت سے گروہ گمراہ ہو جائیں گے اور بہت سے گروہ ہدایت پائیں گے۔ اور یہ بالضرور واقع ہوگا جس طرح کہ اس نے خلقت کا جامہ پہن لیا ہے۔ اور آپ (حضرت امیر علیہ السلام) نے کمیل بن زیاد نخعی کی حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ "بے شک یہ زمین قائم رہے گی ایک حجت کے ذریعے سے جو ظاہر اور مشہور ہوگا یا مخفی اور پوشیدہ ہوگا۔ تاکہ اللہ کی حجتیں اور اس کی روشن دلیلیں باطل اور لغو نہ ہو جائیں۔ میں نے ان دو روایتوں کو اسی کتاب میں اسناد کے ساتھ اس باب میں ذکر کیا ہے جہاں حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام سے وقوع غیبت کے بارے میں روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور ان دونوں کا یہاں پر مکرر ذکر اس لئے کیا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داستان میں اس کو بیان کرنے کی ضرورت پڑی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک اور غیبت ہے جس میں نصیحت آموزی کے لئے انہوں نے دوسرے خطوں کا سفر کیا۔

۸۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے مالک بن عطیہ سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے انہوں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے آپ نے فرمایا: ایک دن حضرت ابراہیمؑ نصیحت آموزی کے لئے سفر میں نکلے اس دوران ان کا گزر ایک وسیع بیابان سے ہوا وہاں انہوں نے ایک آدمی کو کھڑے پایا جو نماز پڑھ رہا تھا اور اس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی اس کا لباس بالوں سے بنا ہوا تھا۔ پس ابراہیم

یہ السلام تعجب اور حیرانگی سے دوچار ہوئے چنانچہ توقف کیا اور بیٹھے رہے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہوجائے لیکن جب
نتظار کی مدت طویل ہوگئی تو اپنے ہاتھوں سے اس کو ہلایا اور فرمایا۔ مجھے تم سے ایک حاجت ہے۔ پس اس نے اپنی
ماز کی طوالت کو کم کردیا۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ اس آدمی نے نماز کو کم دیا اور حضرت ابراہیمؑ اس کے پاس بیٹھ گئے۔
براہیمؑ نے اس سے سوال کیا تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا میں ابراہیمؑ کے خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں آپؑ
نے پوچھا ابراہیمؑ کا خدا کون ہے۔ اس نے کہا وہ ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا۔ تمہارا طریقہ
عبادت مجھے بہت اچھا لگا اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے تم سے بھائی چارگی کا رشتہ قائم
رنا چاہتا ہوں۔ پس اگر میں تمہاری زیارت اور تم سے ملاقات کرنا چاہوں تو تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس آدمی نے کہا۔
یری قیام گاہ اس صاف ستھری نہر کے دوسری طرف ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے دریا کی طرف اشارہ کیا۔ اور میری نماز
پڑھنے کی جگہ یہی ہے اگر خدا نے چاہا تو تم مجھے یہاں پاؤ گے۔ پھر ابراہیمؑ سے اس آدمی نے سوال کیا: کیا آپ کو مجھ سے
کوئی حاجت ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا: وہ کیا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو اور میں آمین
ہوں گا یا میں دعا کروں گا اور تم آمین کہو۔ اس نے کہا: پر کس کے بارے میں دعا کریں گے؟ ابراہیمؑ نے اس سے کہا:
مومنین میں سے جو گناہگار ہیں ان کی مغفرت کے لئے۔ اس آدمی نے کہا: نہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے
کہا: میں اللہ کی بارگاہ میں تیس سال سے ایک ہی دعا کرتا آرہا ہوں اور اب تک میں اس کی قبولیت کو حاصل نہیں
کرسکا ہوں۔ اور مجھے بارگاہ الہٰی سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں ایسی دعا کروں جس کے استجابت اور قبولیت کا
مجھے یقین نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: تم نے کس سلسلے میں دعا کی تھی؟ اس آدمی نے کہا: میں ایک دن اپنی اس جائے
نماز پر تھا اچانک ایک خوبصورت نوجوان جس کی پیشانی سے نور افشانی ہورہی تھی یہاں سے گزرا۔ اس کے بال پیچھے
کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ گائیں تھی جس کو وہ چرارہا تھا اتنی تنومند جیسے ان کے جسموں پر تیل لگا ہوا ہو
اور ایک بھیڑوں کا گلہ بھی تھا جو پر گوشت اور موٹی تھیں۔ اس نے مزید کہا مجھے وہ منظر بہت پسند آیا پس میں نے اس
سے پوچھا: اے نوجوان یہ گائیں اور بھیڑیں کس کی ہیں؟ اس نے کہا: یہ میری ہیں۔ میں نے پوچھا. تم کون ہو؟ اس نے
کہا میں اللہ کے خلیل کا بیٹا اسماعیل ہوں۔ پس اس وقت میں نے دعا کی اللہ عزوجل سے کہ وہ مجھے اپنے دوست اور خلیل
کی زیارت کرائے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں اور وہ نوجوان میرا بیٹا
ہے۔ پس اس آدمی نے اس وقت یہ کہا: پروردگار عالمین کا شکر ہے کہ جس نے میری دعا قبول کی۔ پھر اس آدمی نے
حضرت ابراہیمؑ کے دونوں رخساروں کا بوسہ لیا اور ان سے گلے ملا۔ اس کے بعد کہا۔ اب میں آپؑ کی بات مان لوں گا۔
آپؑ دعا کیجئے میں آپ کی دعا پر آمین کہوں گا۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے مومنین ومومنات میں سے جو گنہگار ہیں ان
سب کے لئے تاقیام قیامت اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی دعا کی۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ پس اس آدمی نے اس دعا

یہ السلام تعجب اور حیرانگی سے دوچار ہوئے چنانچہ توقف کیا اور بیٹھے رہے تاکہ وہ نماز سے فارغ ہوجائے لیکن جب
نتظار کی مدت طویل ہوگئی تو اپنے ہاتھوں سے اس کو ہلایا اور فرمایا۔ مجھے تم سے ایک حاجت ہے۔ پس اس نے اپنی
ماز کی طوالت کو کم کردیا۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ اس آدمی نے نماز کو کم دیا اور حضرت ابراہیمؑ اس کے پاس بیٹھ گئے۔
براہیمؑ نے اس سے سوال کیا تم کس کے لئے نماز پڑھتے ہو؟ اس نے کہا میں ابراہیمؑ کے خدا کے لئے نماز پڑھتا ہوں آپؑ
نے پوچھا ابراہیمؑ کا خدا کون ہے۔ اس نے کہا وہ ہے جس نے تجھے اور مجھے پیدا کیا ہے ابراہیمؑ نے کہا۔ تمہارا طریقہ
عبادت مجھے بہت اچھا لگا اور میں تم سے محبت کرتا ہوں اور اللہ عزوجل کی رضا کے لئے تم سے بھائی چارگی کا رشتہ قائم
کرنا چاہتا ہوں۔ پس اگر میں تمہاری زیارت اور تم سے ملاقات کرنا چاہوں تو تمہارا گھر کہاں ہے۔ اس آدمی نے کہا۔
میری قیام گاہ اس صاف ستھری نہر کے دوسری طرف ہے۔ اور اپنے ہاتھوں سے دریا کی طرف اشارہ کیا۔ اور میری نماز
پڑھنے کی جگہ یہی ہے اگر خدا نے چاہا تو تم مجھے یہاں پاؤ گے۔ پھر ابراہیمؑ سے اس آدمی نے سوال کیا۔ کیا آپ کو مجھ سے
کوئی حاجت ہے۔ ابراہیمؑ نے فرمایا: ہاں اس نے پوچھا: وہ کیا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا کرو اور میں آمین
کہوں گا یا میں دعا کروں گا اور تم آمین کہو۔ اس نے کہا: پر کس کے بارے میں دعا کریں گے؟ ابراہیمؑ نے اس سے کہا:
مومنین میں سے جو گناہگار ہیں ان کی مغفرت کے لئے۔ اس آدمی نے کہا: نہیں حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا: کیوں؟ اس نے
کہا: میں اللہ کی بارگاہ میں تیس سال سے ایک ہی دعا کرتا آرہا ہوں اور اب تک میں اس کی قبولیت کو حاصل نہیں
کرسکا ہوں۔ اور مجھے بارگاہ الہیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس کی بارگاہ میں ایسی دعا کروں جس کے استجابت اور قبولیت کا
مجھے یقین نہ ہو۔ ابراہیمؑ نے پوچھا: تم نے کس سلسلے میں دعا کی تھی؟ اس آدمی نے کہا: میں ایک دن اپنی اس جائے
نماز پر تھا اچانک ایک خوبصورت نوجوان جس کی پیشانی سے نور افشانی ہورہی تھی یہاں سے گزرا۔ اس کے بال پیچھے
کی طرف لٹکے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ گائیں تھی جس کو وہ چرا رہا تھا اتنی تنومند جیسے ان کے جسموں پر تیل لگا ہوا ہو
اور ایک بھیڑوں کا گلہ بھی تھا جو پر گوشت اور موٹی تھیں۔ اس نے مزید کہا مجھے وہ منظر بہت پسند آیا پس میں نے اس
سے پوچھا: اے نوجوان یہ گائیں اور بھیڑیں کس کی ہیں؟ اس نے کہا: یہ میری ہیں۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے
کہا میں اللہ کے خلیل کا بیٹا اسماعیل ہوں۔ پس اس وقت میں نے دعا کی اللہ عزوجل سے کہ وہ مجھے اپنے دوست اور خلیل
کی زیارت کرائے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں اور وہ نوجوان میرا بیٹا
ہے۔ پس اس آدمی نے اس وقت یہ کہا: پروردگار عالمین کا شکر ہے کہ جس نے میری دعا قبول کی۔ پھر اس آدمی نے
حضرت ابراہیمؑ کے دونوں رخساروں کا بوسہ لیا اور ان سے گلے ملا۔ اس کے بعد کہا۔ اب میں آپؑ کی بات مان لوں گا۔
آپؑ دعا کیجئے میں آپ کی دعا پر آمین کہوں گا۔ پس ابراہیم علیہ السلام نے مومنین و مومنات میں سے جو گنہگار ہیں ان
سب کے لئے تاقیام قیامت اللہ کی طرف سے بخشش اور خوشنودی کی دعا کی۔ امامؑ فرماتے ہیں۔ پس اس آدمی نے اس دعا

پر آمین کہا (راوی کہتا ہے) پس امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا حضرت ابراہیمؑ کی دعا قیامت کے دن تک ہمارے شیعوں میں سے جو مومن اور مومنات ہیں ان کو شامل ہوجائے گی۔

باب (۵) غیبت حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کی غیبت کی مدت بیس سال تھی اس دوران آپ نے کبھی اپنے بالوں پر تیل نہیں لگایا نہ ہی سرمہ استعمال کیا اور نہ خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کیا اور نہ ہی کسی عورت کو مس کیا۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوبؑ کے لئے ان کے پراگندہ خاندان کو دوبارہ یکجا کردیا اور یوسفؑ اور ان کے بھائیوں اور والد اور خالہ کو جمع کردیا۔ان بیس سالوں میں سے تین دن تو کنوئیں میں تھے اور چند سال زندان میں تھے۔اور باقی سال سلطنت پر تھے۔آپؑ مصر میں تھے اور یعقوبؑ فلسطین میں تھے اور ان کے درمیان فاصلہ صرف نو دنوں کے سفر کا تھا۔آپؑ کی غیبت کے دوران آپؑ کے حالات مختلف تھے کبھی آپؑ کے بھائیوں نے آپؑ کو قتل کرنے پر اتفاق رائے کیا پھر اس کو بدل کر آپؑ کو کنوئیں میں پھینکنے کا فیصلہ کیا پھر آپؑ کو سستے داموں فروخت کردیا اس کے بعد عزیز مصر کی بیوی کے مکرو فریب سے دوچار ہونا پڑا پھر چند سال قید کی زندگی گزارنی پڑی پھر اس کے بعد آپؑ مصر کے بادشاہ بن گئے اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے خاندان کو دوبارہ یکجا کردیا اور جو خواب آپؑ نے دیکھا تھا اس کی تعبیر پوری کردی۔

۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے حسین بن حسن بن ابان سے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے احمد بن حسن میثمی سے انہوں نے حسن واسطی سے انہوں نے ہشام بن سالم سے انہوں نے ابو عبداللہ (امام جعفر صادق) علیہ السلام سے آپ نے فرمایا ایک بدو عرب حضرت یوسفؑ کے پاس کچھ کھانا خریدنے آیا آپ نے اس کے لئے فروخت کردیا۔جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے کہا: تمہاری قیامگاہ کہاں ہے۔اس نے کہا فلاں جگہ ہے۔راوی کہتا ہے انہوں نے کہا پس تم فلاں صحرا میں ٹھہر جاؤ اور اے یعقوبؑ اے یعقوبؑ کہہ کر پکارو پس ایک نہایت بزرگ خوبصورت لحیم شحیم شخص تمہارے پاس آئے گا۔اس سے کہہ دینا کہ مصر میں، میں نے ایک شخص سے ملاقات کی تھی اور وہ تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔وہ تجھ سے کہے گا: تمہاری یہ امانت اللہ عزوجل کے پاس ضائع نہیں جائے گی۔راوی کہتا ہے پس وہ اعرابی اس مقام تک پہنچ گیا۔اس نے اپنے غلاموں سے کہا کہ میرے اونٹ کا خیال رکھو۔اور پھر آواز دینے لگا اے یعقوبؑ اے یعقوبؑ پس ایک نابینا طویل قامت لحیم شحیم اور خوبصورت سا شخص نکل آیا جو دیوار کا سہارا لئے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔اس آدمی نے پوچھا کیا آپ ہی یعقوبؑ ہیں۔انہوں نے کہاں ہاں پس اس نے جو کچھ یوسفؑ نے کہا تھا وہ ان تک پہنچایا تو یعقوبؑ بے ہوش ہوکر گر پڑے پھر ہوش میں آئے تو انہوں نے کہا: اے اعرابی کیا تمہیں اللہ سے کسی چیز کی

رورت ہے ۔ اس نے کہا میں بہت مالدار شخص ہوں اور میری بیوی میرے چاچا کی لڑکی ہے ۔ مگر اس سے کوئی لڑکا
یں ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپؑ دعا کریں کہ خدا مجھے ایک بیٹا عطا کردے ۔ (راوی) کہتا ہے پس انہوں نے وضو کیا
ر دو رکعت نماز پڑھی پھر اللہ عزوجل سے دعا کی ۔ پس اس شخص کی بیوی نے چار مرتبہ جڑواں بچے دیئے ۔

پس یعقوبؑ جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور مزے میں ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی غیبت کے بعد ان کو
ہر کردے گا ۔ وہ اپنے بیٹوں سے یہی کہا کرتے تھے ۔ **انی اعلم من اللّٰہ مالا تعلمون** (سورہ یوسف آیت
۹)"جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے" ان کے گھر والے اور اقرباء یوسفؑ کو یاد کرنے پر انہیں ملامت کرتے تھے
اں تک کہ جب انہیں یوسفؑ کی خوشبو محسوس ہوئی تو انہوں نے کہا **انی لاجد ریح یوسف لولا ان
فندون O قالوا تاللّٰہ انک لفی ضلالک القدیم O فلما ان جاء البشیر** (**وھو
ہودا انبہ والقی قمیض یوسف**) **القہ علیٰ وجھہ فارتد بصیراً O قال الم اقل
کم انی اعلم من اللّٰہ ما لاتعلمون O** (سورہ یوسف آیت ۹۴ تا ۹۶) " بے شک میں یوسفؑ کی خوشبو کو
وس کررہا ہوں کیوں تم مجھے ملامت کرتے ہو ۔ وہ کہنے لگے خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ تم اپنی پرانی گمراہی پر
م ہو ۔ اور جب بشارت دینے والا آگیا اور (وہ ان کا بیٹا یہودا تھا اور یوسف کی قمیض کو) ان کے چہرے سے ملا تو ان
بینائی دوبارہ لوٹ آئی ۔ تو وہ کہنے لگے کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم
یں جانتے ۔"

۔ ہم سے بیان کیا محمد بن علی ماجیلویہ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یحییٰ عطار نے انہوں
نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے محمد بن اورمہ سے انہوں نے محمد بن اسماعیل بن
یع سے انہوں نے ابو اسماعیل سراج سے انہوں نے بشر بن جعفر سے انہوں نے مفضل سے گمان کرتا ہوں یہ مفضل
عفی ہیں ۔ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے تھے: کیا تمہیں معلوم ہے کہ یوسفؑ کی قمیض کیا
ی ۔ میں نے عرض کیا نہیں آپؑ نے فرمایا ۔ جب ابراہیمؑ کے لئے آگ بھڑکائی جارہی تھی تو جبرائیل علیہ السلام ان کے
ے جنت کے پیراہنوں میں سے ایک پیراہن لے کر آئے اور انہیں پہنایا پس اس کی وجہ سے نہ تو حرارت اور نہ ٹھنڈک
ہیں نقصان پہنچا سکی ۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اس کو ایک تھیلی میں ڈالا اور اسے
ضرت اسحاقؑ کے گلے میں ڈالدیا اور پھر حضرت اسحاقؑ نے حضرت یعقوبؑ کے گلے میں ڈالدیا اور جب یعقوبؑ کے گھر
سفؑ پیدا ہوئے تو انہوں نے اس کو یوسفؑ کے گلے میں ڈالدیا اور یہ ان کے پاس تھی ان تمام ادوار میں جب آپؑ پر
ت مراحل گزرے ۔ پس جب یوسفؑ نے تھیلی سے وہ قمیض نکالی تو یعقوبؑ کو اس کی خوشبو آئی جیسا کہ ان کا ارشاد
ہ **انی لا جد ریح یوسف لولا ان تفندون** "یقیناً میں یوسف کی خوشبو محسوس کررہا ہوں تم کیوں مجھے

سرزنش کرتے ہوئے۔ پس یہ وہی قمیض تھی جو جنت سے نازل کی گئی تھی (راوی) کہتا ہے میں نے پوچھا: میری جان آپؑ پر نثار پس اس قمیض کی داستان کہاں پر ختم ہوتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا وہ قمیض اپنے اہل اور مالک کے پاس ہے پھر فرمایا ہر وہ نبی جسے علم وراثت میں ملا یا کوئی اور چیز وہ اس کا اہل تھا یہاں تک کہ یہ قمیض آل محمد علیہم الصلوات والسلام تک پہنچ گئی۔

پس مروی ہے کہ جب حضرت قائمؑ ظہور فرمائیں گے تو یوسفؑ کی قمیض ان کے تن پر ہوگی اور ساتھ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری بھی ہوگی۔

اور اس بات پر دلیل کہ یعقوبؑ یہ جانتے تھے کہ یوسفؑ حیات ہیں اور یہ کہ وہ امتحان کی خاطر غائب کئے گئے ہیں یہ ہے کہ جب ان کے دوسرے بیٹے شام کو روتے ہوئے واپس آئے تو ان سے کہا کہ تم لوگ کیوں رو رہے ہو اور چیختے چلاتے ہو؟ اور میں اپنے محبوب اور عزیز یوسفؑ کو تمہارے درمیان کیوں نہیں پا رہا ہوں **قالوآ یا بانآ انا ذھبنا نستبق و ترکنا یوسف عند متا عنا فاکلہ الذنب ومآ انت بمومن لنا و لوکنا صادقین** O (سورہ یوسف آیت ۱۷) "وہ کہنے لگے اے بابا ہم کھیل اور مقابلہ کے لئے گئے اور یوسفؑ کو ہم اپنے سامان کے پاس چھوڑ گئے۔ پس ایک بھیڑیئے نے اسے کھا لیا۔ اور آپ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں۔" یہ اس کی قمیض ہے جو ہم آپ کے پاس لے کر آئے ہیں آپؑ نے کہا اسے میری جانب پھینک دو انہوں نے آپؑ کے حوالے کر دیا تو آپؑ نے اسے چہرے سے ملا تو فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے تو اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے فرزندوں کیا تم یہ گمان کر رہے ہو کہ میرے محبوب یوسفؑ کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں آپؑ نے کہا: تو پھر بتاؤ مجھے یوسفؑ کے گوشت کی بُو کیوں نہیں آ رہی ہے۔ اور کیوں ان کی قمیض کو بالکل صحیح و سالم پا رہا ہوں۔ چلو مان لیں کہ قمیض نیچے سے کھلی ہوئی تھی تو یوسف کے دونوں شانوں اور اس کے گلے تک پہنچنے کے لئے اس بھیڑیئے کو کیا اس قمیض کو پھاڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ایسے بھیڑیئے پر خواہ مخواہ تہمت لگائی جا رہی ہے۔ اور بے شک میرا بیٹا مظلوم ہے بلکہ تمہارے نفس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے۔ پس اچھی طرح صبر کرنے کی ضرورت ہے اور جو کچھ تم بیان کر رہے ہو اس میں اللہ سے ہی مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ اس رات وہ ان سے دور ہو گئے اور ان سے بات نہیں کی اور یوسفؑ کا مرثیہ پڑھنا شروع کر دیا اور یہ کہے جاتے تھے کہ: میرا محبوب یوسفؑ جس کو میں اپنی تمام اولاد پر ترجیح دیتا تھا لیکن وہ مجھ سے چھینا گیا۔ ہائے میرا محبوب یوسفؑ کہ اپنی تمام اولادوں میں مجھے اسی پر امید تھی وہ مجھ سے چھن گیا۔ میرا محبوب یوسف جس کو میں دائیں اور بائیں بازو پر سلاتا تھا مجھ سے چھن گیا۔ میرا محبوب یوسف جس کے ساتھ میں اپنی تنہائی کے خلاء کو پُر کرتا تھا مجھ سے چھن گیا۔ اے میرے محبوب یوسف کس سہارے پر مجھے چھوڑ گیا یا کس جگہ میں تجھے ڈھونڈوں۔ اے میرے حبیب یوسف کاش میں تیرے ساتھ ہوتا تاکہ جو کچھ تجھ پر بیت گئی وہی مجھ پر

بھی بیت جاتی ۔ اے میرے محبوب یوسف کاش میں یہ جان لیتا کہ کس پہاڑ پر تجھے چھوڑا ہے ۔ یا یہ کہ کس دریا میں تجھے ڈبویا ہے ۔ اے میرے محبوب یوسف کاش میں تیرے ساتھ ہوتا کہ مجھ پر بھی وہی مصیبت آجاتی جو تجھ پر آئی ہے ۔

اور یعقوبؑ کے پاس یوسفؑ ان دلیلوں میں سے کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور یہ کہ وہ غیبت میں ہیں ایک یہ ہے کہ انہوں نے یہ کہا **عسی اللّٰہ ان یاتینی بھم جمیعاً** (سورہ یوسف آیت ۸۳) "امید ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو مجھ تک پہنچائے گا ۔" اور یہ کہا کہ **یا بنی اذھبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تایئسوا من روح اللّٰہ انہ لا یایئس من روح اللّٰہ الا القوم الکافرون** (سورہ یوسف آیت ۸۷) "اے میرے بیٹوں جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا یقیناً کوئی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا سوائے کافروں کے ۔" حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: یعقوب علیہ السلام نے ملک الموت سے سوال کیا: یہ بتائیں آپ ارواح کو الگ الگ قبض کرتے ہیں یا ایک ساتھ قبض کرتے ہیں ۔ انہوں نے کہا: الگ الگ ۔ پس سوال کیا: کیا ان ارواح میں جنہیں آپ نے قبض کیا ہے یوسف کی روح بھی شامل ہے ۔ انہوں نے کہا: نہیں ۔ پس اس کے بعد اپنے بیٹوں سے کہا: اے میرے بیٹوں جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کے بارے میں خبر گیری کرو ۔ پس ہمارے زمانے میں غیب کے پردے میں مخفی صاحب الزماں علیہ السلام کے بارے میں جاننے والوں اور معرفت رکھنے والوں کی وہی حالت ہے جو حالت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسفؑ اور ان کی غیبت کے بارے میں تھی ۔ اور اس سلسلے میں نادان اور جاہل لوگوں اور انکار کرنے والوں کی وہی حالت ہے جو یعقوبؑ کے گھر والے اور ان کے اقرباء رکھتے تھے ۔ وہ تو یوسفؑ کے بارے میں اور ان کی غیبت کے متعلق اتنے جاہل تھے کہ اپنے باپ یعقوبؑ سے یہ کہتے تھے کہ "خدا کی قسم یقیناً آپ اپنی سابقہ گمراہی پر قائم ہیں" اور یعقوبؑ کا کہنا کہ جب بشارت دینے والے نے یوسفؑ کی قمیض ان کے چہرے پر مل دی اور ان کی بصارت لوٹ کر آئی کہ کیا میں تم سے یہ کہا نہیں کرتا تھا کہ میں اللہ کی جانب سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور یہ کہ انہیں امتحان کی خاطر غیبت سے دوچار کردیا گیا ہے ۔

۱۱۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے انہوں نے عبدالرحمن بن ابو نجران سے انہوں نے فضالہ بن ایوب سے انہوں نے سدیر سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپؑ فرماتے تھے کہ قائمؑ میں ایک سنت حضرت یوسفؑ کی بھی ہے ۔ میں نے کہا کہ شاید آپ ان کے بارے میں بتانا چاہتے ہیں یا ان کی غیبت کے بارے میں ۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اس امت کے مخالفین جو خنازیر سے مشابہ ہیں (قائمؑ کی غیبت کے بارے میں) مخالفت کرتے ہیں ۔ اور یوسفؑ کے بھائی تو اولادِ انبیاء میں سے تھے ۔ لیکن انہوں نے یوسفؑ کو بیچ ڈالا دراں حالیکہ وہ سب اس کے

ب (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت

۔ پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس رضی
عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو سعید سہل بن زیاد ادی
زی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن آدم نسائی نے انہوں نے اپنے والد آدم بن ابی ایاس سے انہوں نے کہا
ہم سے بیان کیا مبارک بن فضالہ نے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما
سلام سے انہوں نے اپنے پدربزرگوار سید الشہدا حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید الوصیین
المومنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
حضرت یوسفؑ کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے شیعوں اور اہلبیت کو یکجا کیا ۔ خدا کی حمد و ثناء بجا لائے پھر
یں بتایا کہ وہ شدت اور سختی اور مصیبت سے دوچار ہوجائیں گے جس میں ان کے مرد مارے جائیں گے اور حاملہ
توں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے ۔ بچے ذبح کئے جائیں گے ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد
سے ایک ظہور کرنے والے کے ذریعے غالب کردے گا ۔ اور وہ ایک گندم گوں بلند قامت شخص ہوگا اور اس کے
ت انہیں بتادیئے ۔ پھر آپؑ نے انہیں وصیت کی کہ اس سے تمسک رکھو پھر غیبت اور شدت دونوں بنی اسرائیل پر
ع ہوئیں اور وہ چار سو سال تک قائم کے ظاہر ہونے کے منتظر رہے ۔ یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں
گئی اور انہوں نے ظہور کے علامات دیکھے اور امتحان اور بلائیں ان پر شدید ہوگئیں ۔ اور لکڑیوں اور پتھروں سے ان پر
کئے گئے ۔ تو انہوں نے اس فقیہ اور عالم کو بلوایا جس کی باتوں سے انہیں آرام اور سکون ملتا تھا اور اس دوران
وں نے روپوشی اختیار کی ہوئی تھی پس انہیں خط لکھا کہ جب ہم پر سخت وقت گزرتا تھا تو ہم آپ کی باتوں سے سکون
آرام حاصل کرلیتے تھے ۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر دشت کی طرف نکلے اور قائم زمانہ کے بارے میں انہیں بتانے لگے کہ
ان کا ظہور قریب آچکا ہے ۔ وہ چاندنی رات تھی ۔ ایسے میں موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اس وقت آپ
وان تھے ۔ فرعون کے گھر سے نکلے تھے اور آپؑ سے پاکیزگی کا اظہار ہو رہا تھا ۔ پس آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر
کی طرف بڑھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور تن پر ریشم کی سبز چادر تھی جب فقیہ عالم نے انہیں دیکھا تو
مات کے ذریعے ان کو پہچان لیا ۔ پس وہ ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے ۔ اور ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کو
پھر کہا ۔ الحمدللہ جس نے مجھے موت نہیں دی جب تک آپ کی زیارت نہ کرلی جب شیعوں نے یہ جان لیا کہ
وہی ہیں جن کے وہ منتظر تھے تو اللہ عزوجل کے حضور شکرانہ کے طور پر زمین پر سجدہ ریز ہوگئے ۔ آپؑ نے اس سے
دہ اور کچھ نہیں کہا کہ: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش میں تعجیل فرمائے ۔ اس کے بعد وہ غائب

بھائی تھے اور وہ بھی ان کے بھائی تھے پھر بھی جب ملاقات ہوئی تو وہ انہیں پہچان نہ سکے یہاں تک کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو پہچنوایا اور فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ پس یہ امت کس طرح انکار کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں اپنی حجت ان سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور یوسف ایک دن اسی مصر کے بادشاہ بن گئے اور ان کے اور ان کے والد کے درمیان فاصلہ صرف اٹھارہ دن کے سفر کا تھا پس جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کی قدر ومنزلت کو پہچانا جائے تو خدا کی قسم ان کے گھر والوں نے اس فاصلہ کو بشارت اور خوش خبری ملنے کے بعد نو دن میں طے کیا۔ پس یہ امت کس طرح انکار کر سکتی ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حجت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اس نے یوسفؑ کے ساتھ کیا تھا کہ اس کی حجت ان کے درمیان چلے پھرے، بازاروں میں ان کے درمیان سے گزرے اور ان کے درمیان بیٹھے ہو اور وہ اسے نہ پہچان سکیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل یہ اجازت دے کہ حجتِ خدا اپنے آپ کو پہچنوائے جیسا کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی جب انہوں نے یہ کہا **ھل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیه اذ انتم جاھلون ○ قالوا انک لانت یوسف قال انا یوسف وھذا اخی** (سورہ یوسف آیت ۹۰ ۔ ۸۹) "کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل اور نادانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا آپ یوسفؑ ہیں انہوں نے فرمایا میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔"

بھائی تھے اور وہ بھی ان کے بھائی تھے پھر بھی جب ملاقات ہوئی تو وہ انہیں پہچان نہ سکے یہاں تک کہ خود انہوں نے اپنے آپ کو پہچنوایا اور فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ پس یہ امت کس طرح انکار کرتی ہے اگر اللہ تعالیٰ ایک زمانہ میں اپنی حجت ان سے مخفی رکھنا چاہتا ہے اور یوسف ایک دن اسی مصر کے بادشاہ بن گئے اور ان کے اور ان کے والد کے درمیان فاصلہ صرف اٹھارہ دن کے سفر کا تھا پس جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ چاہا کہ ان کی قدر ومنزلت کو پہچانا جائے تو خدا کی قسم ان کے گھر والوں نے اس فاصلہ کو بشارت اور خوش خبری ملنے کے بعد نو دن میں طے کیا۔ پس یہ امت کس طرح انکار کر سکتی ہے کہ اللہ عزوجل اپنی حجت کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا کہ اس نے یوسفؑ کے ساتھ کیا تھا کہ اس کی حجت ان کے درمیان چلے پھرے، بازاروں میں ان کے درمیان سے گزرے اور ان کے درمیان بیٹھے ہو اور وہ اسے نہ پہچان سکیں۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل یہ اجازت دے کہ حجتِ خدا اپنے آپ کو پہچنوائے جیسا کہ اس نے یوسف علیہ السلام کو اجازت دی تھی جب انہوں نے یہ کہا **هل علمتم ما فعلتم بيوسف واخيه اذ انتم جاهلون ○ قالوا انک لانت يوسف قال انا يوسف وهذا اخي** (سورہ یوسف آیت ۹۰ - ۸۹) "کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا جب تم جاہل اور نادانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے کہا کیا آپ یوسفؑ ہیں انہوں نے فرمایا میں یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔"

ب (۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت

پیغمبر خدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیبت کے بارے میں ہم سے بیان کیا حسین بن احمد بن ادریس رضی
عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابو سعید سہل بن زیاد ادمی
زی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن آدم نسائی نے انہوں نے اپنے والد آدم بن ابی ایاس سے انہوں نے کہا
ہم سے بیان کیا مبارک بن فضالہ نے انہوں نے سعید بن جبیر سے انہوں نے سید العابدین علی بن حسین علیہما
لام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار سید الشہدا حسین بن علی علیہما السلام سے انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید الوصیین
المومنین علی بن ابی طالب صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے آپؑ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
حضرت یوسفؑ کی وفات کا وقت آیا تو آپؑ نے اپنے شیعوں اور اہلبیت کو یکجا کیا۔ خدا کی حمد و ثناء بجا لائے پھر
ں بتایا کہ وہ شدت اور سختی اور مصیبت سے دوچار ہوجائیں گے جس میں ان کے مرد مارے جائیں گے اور حاملہ
توں کے پیٹ چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد
سے ایک ظہور کرنے والے کے ذریعے غالب کردے گا۔ اور وہ ایک گندم گوں بلند قامت شخص ہوگا اور اس کے
ات انہیں بتادیئے۔ پھر آپؑ نے انہیں وصیت کی کہ اس سے تمسک رکھو پھر غیبت اور شدت دونوں بنی اسرائیل پر
ع ہوئیں اور وہ چار سو سال تک قائم کے ظاہر ہونے کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں
گئی اور انہوں نے ظہور کے علامات دیکھے اور امتحان اور بلائیں ان پر شدید ہوگئیں۔ اور لکڑیوں اور پتھروں سے ان پر
کئے گئے۔ تو انہوں نے اس فقیہ اور عالم کو بلوایا جس کی باتوں سے انہیں آرام اور سکون ملتا تھا اور اس دوران
وں نے روپوشی اختیار کی ہوئی تھی پس انہیں خط لکھا کہ جب ہم پر سخت وقت گزرتا تھا تو ہم آپ کی باتوں سے سکون
آرام حاصل کرلیتے تھے۔ چنانچہ وہ انہیں لے کر دشت کی طرف نکلے اور قائم زمانہ کے بارے میں انہیں بتانے لگے کہ
ان کا ظہور قریب آچکا ہے۔ وہ چاندنی رات تھی۔ ایسے میں موسیٰ علیہ السلام ان کی طرف بڑھے اس وقت آپ
وان تھے۔ فرعون کے گھر سے نکلے تھے اور آپؑ سے پاکیزگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پس آپ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر
کی طرف بڑھے اس وقت آپ ایک خچر پر سوار تھے اور تن پر ریشم کی سبز چادر تھی جب فقیہ عالم نے انہیں دیکھا تو
ات کے ذریعے ان کو پہچان لیا۔ پس وہ ان کے احترام میں کھڑے ہوگئے۔ اور ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کو
ا پھر کہا۔ الحمدللہ جس نے مجھے موت نہیں دی جب تک آپ کی زیارت نہ کرلی جب شیعوں نے یہ جان لیا کہ
وہی ہیں جن کے وہ منتظر تھے تو اللہ عزوجل کے حضور شکرانہ کے طور پر زمین پر سجدہ ریز ہوگئے۔ آپؑ نے اس سے
دہ اور کچھ نہیں کہا کہ: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشائش میں تعجیل فرمائے۔ اس کے بعد وہ غائب

ہوگئے۔ اور اس کے بعد شہر مدین کی طرف نکل پڑے اور حضرت شعیبؑ کے پاس قیام فرمایا۔ پس آپؑ کے شیعوں پر دوسری غیبت پہلی غیبت سے بھی زیادہ شدید اور سخت تھی اور تقریباً پچاس اور چند سال تک یہ جاری رہی۔ اس دوران ان پر سختیاں بڑھ گئیں اس دوران وہ فقیہ (عالم دین) بھی مخفی رہا پس ان کو بلا بھیجا اور یہ پیغام بھیجا کہ ہمیں آپؑ کے مخفی ہونے پر بھی کوئی صبر اور سکون نہیں ہے۔ پس وہ ایک ریگستان میں نکلے اور انہیں یقین دلایا اور ان کے دلوں کو مطمئن کردیا اور انہیں بتلایا کہ اللہ عزوجل نے اس کی طرف وحی بھیجی ہے کہ چالیس سال کے بعد اللہ ان کے لئے کشائش اور مصائب کے خاتمہ کا سامان فراہم کردے گا پس سب نے مل کر کہا: **الحمدللہ** پس اللہ نے وحی بھیجی کہ ان سے کہدو ہم نے اس مدت کو کم کرکے تیس سال کردیا چونکہ انہوں نے (**الحمدللہ**) کہا تھا پس انہوں نے کہا: ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے۔ پس اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: میں نے مدت فرج کو بیس سال قرار دیا۔ پس انہوں نے کہا: خیر اور نیکی سوائے خدا کے اور کسی اور کی طرف سے نہیں آتی۔ پس اللہ عزوجل نے وحی بھیجی: میں نے اس کو کم کرکے دس سال کردیا انہوں نے کہا: برائی اور سختی کو نہیں ٹالتا سوائے اللہ کے۔ پس اللہ نے وحی بھیجی: ان سے کہدو تم انتظار نہ کرو پس میں نے اجازت دی ہے کہ تمہیں کشائش اور فرج کا سامان فراہم ہوجائے۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک گدھے پر سوار ہوکر ان کے سامنے ظاہر ہوگئے۔ پس مرد فقیہ نے چاہا کہ شیعوں کو وہ چیز بتلائے جس کو وہ دیکھ رہے تھے۔ اور موسیٰؑ آئے اور ان کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ اور ان پر سلام کیا۔ پس اس مرد فقیہ نے پوچھا: آپؑ کا نام کیا ہے؟ آپؑ نے کہا: موسیٰؑ۔ اس نے پوچھا: کس کے فرزند ہیں؟ آپؑ نے کہا: عمران کا فرزند ہوں۔ اس نے کہا: وہ کس کے فرزند تھے۔ آپؑ نے کہا: قاہت کے بیٹے جو کہ لاوی بن یعقوب کے فرزند ہیں۔ اس نے پوچھا: آپؑ کیا لے کر آئے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی جانب سے میں رسالت اور پیغمبری لے کر آیا ہوں پس وہ کھڑے ہوگئے اور ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا پھر آپؑ ان کے درمیان بیٹھ گئے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلایا اور کچھ احکامات دینے کے بعد انہیں منتشر کردیا۔ پس اس وقت اور غرق فرعون کے وقت کے درمیان کا فاصلہ چالیس سال تھا۔

۳۔ ہم سے بیان کیا میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے اور ان سب نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر البزنطی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے محمد حلبی نے ان سے ابی عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ نے فرمایا کہ جب حضرت یوسف بن یعقوب صلوات اللہ علیہما کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے آل یعقوب کے اسی (۸۰) آدمیوں کو جمع کیا اور فرمایا: یہ قبطی لوگ تم پر تسلط پائیں گے اور تمہیں بدترین عذاب دیں گے اور بے شک ان کے ہاتھوں سے تمہیں ایک ایسا مرد نجات دلائے گا جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہوگا جس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا اور بلند قامت نوجوان ہوگا اسکے بال گھنگریالے ہونگے

ور وہ گندم گوں ہوگا پس بنی اسرائیل کا ہر مرد اپنے بچے کا نام عمران رکھنے لگا اور عمران نام والا شخص اپنے بیٹے کا نام وسیٰ رکھنے لگا۔

ابان بن عثمان بیان کرتے ہیں ابی الحسین سے وہ ابی بصیر سے اور ابو بصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل رتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: موسیٰ کے ظہور سے قبل بنی اسرائیل میں پچاس جھوٹے موسیٰ ظاہر ہوئے اور سب یہی دعویٰ رتے تھے کہ ہم موسیٰ بن عمران ہیں۔ پس فرعون تک یہ بات پہنچ گئی کہ یہ لوگ اس کے لئے بے چین ہیں اور اس جوان کے ظہور کے انتظار میں ہیں۔ اور فرعون کے جادوگروں اور کاہنوں نے کہا کہ تمہارے دین اور تمہاری قوم کی بادی اسی نوجوان کے ہاتھ سے ہوگی جو بنی اسرائیل میں اسی سال پیدا ہوگا۔ پس اس نے عورتوں پر حمل شناس رتوں کا پہرہ بٹھا دیا اور یہ کہدیا: اس سال جو بھی بچہ پیدا ہوگا وہ ذبح کیا جائے گا اور حضرت موسیٰ کی ماں پر بھی ایک بلہ عورت کا پہرہ بٹھا دیا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ حالت دیکھی تو وہ کہنے لگے: جب ہمارے نرینہ بچے مار ڈالے جائیں لے اور عورتیں زندہ رکھی جائیں گی تو ہم تو نابود ہوجائیں گے۔ اور ہم باقی نہیں رہیں گے۔ پس یہ طے کرلو کہ ہم اپنی رتوں سے نزدیکی نہ کریں۔ لیکن موسیٰ کے والد عمران نے کہا: بلکہ اپنی عورتوں سے مقاربت کرو کیونکہ خدا کا حکم ظاہر کر رہے گا چاہے مشرک لوگ اسے ناپسند کیوں نہ کریں۔ بارالہا جس نے اس چیز کو حرام قرار دیا میں اس میں شریک یں ہوں اور میں اسکو حرام قرار نہیں دوں گا اور جو کوئی بھی اس کو چھوڑ دے لیکن میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا۔ س انہوں نے مادر موسیٰ سے مقاربت کی اور موسیٰ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہوگئے۔ فرعون نے ایک قابلہ رت کو مادر موسیٰ کی نگرانی پر مامور کردیا اس سختی کے ساتھ کہ اگر وہ کھڑی ہو جاتیں تو یہ بھی کھڑی ہوجاتی اور اگر ٹھ جاتیں تو وہ بھی بیٹھ جاتی۔ جب حمل ٹھہر گیا تو مادر موسیٰ کے دل میں ان کی محبت ابھر آئی اور خدا کی اپنے مخلوقات ہر حجت کا یہی حال ہوا کرتا ہے۔ اس دوران اس قابلہ عورت نے کہا: اے بیٹی تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ جو تمہارا چہرہ رد پڑجاتا ہے۔ اور پگھلتی جارہی ہو۔ انہوں نے کہا: مجھے سرزنش نہ کرو کیونکہ اگر میں کوئی بیٹا جنم دوں تو وہ ذبح کیا ئے گا اس نے کہا تم غم مت کھاؤ میں اس بات کو چھپالوں گی لیکن مادر موسیٰ کو اس کی بات پر اعتبار نہیں ہوا۔ ب مادر موسیٰ نے حضرت موسیٰ کو جنم دیا تو قابلہ عورت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور قابلہ کے فرائض انجام دینے لگی۔ ر کہنے لگی: ماشاء اللہ (کتنا پیارا بیٹا ہے) اس کے بعد کہا: میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں تمہاری اس بات کو راز میں ھوں گی پھر اس کے بعد ان کو اٹھایا اور اندرونی کمرے میں لے کر گئی۔ اور ان کی خدمت کی اس کے بعد وہ گھر سے ں اور دروازے پر موجود نگرانوں سے جبکہ وہ لوگ گھر کے دروازے پر پہرے دے رہے تھے کہا: تم لوگ جاؤ سوائے ن کے ایک لوتھڑے کے اور کچھ نہیں نکلا پس وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ پس مادر موسیٰ نے آپ کو دودھ پلایا لیکن ب ان کو یہ خوف لاحق ہوگیا کہ کہیں اس بچے کے بارے میں شہرت نہ ہوجائے تو اللہ نے انہیں وحی کی کہ ایک

صندوقچہ بناؤ پھر ان کو اس میں رکھدو پھر رات کے وقت اس کو نکالو اور مصر کے دریا نیل کے سپرد کردو۔ چنانچہ انہوں نے ان کو ایک صدوقچہ میں رکھا پھر اس کو دریا کے حوالے کردیا۔ پس وہ صندوقچہ بار بار ان کی طرف ساحل کی سمت واپس آنے لگا تو انہوں نے اس کو سمندر کی طرف دھکیل دیا پھر ہوا چلنے لگی اور یوں پانی اس کو لے کر آگے بڑھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ پانی انہیں لے کر جارہا ہے تو انہوں نے اپنے غم و اندوہ کے اظہار کے لئے چیخنے چلانے کا ارادہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کو تھام لیا۔

آپ نے فرمایا۔ اور فرعون کی بیوی صالحہ مومنہ عورت تھی اور وہ بھی قبیلہ بنی اسرائیل کی تھی۔ (اس نے) فرعون سے کہا: آج کل بہار کے دن ہیں دریائے نیل کے ساحل پر کوئی گنبد بنوالو تاکہ میں اس سے لطف اندوز ہوسکوں۔ فرعون نے یہ کام انجام دیا تھا اور وہ صندوقچہ پانی میں تیرتا ہوا اسی طرف آگے بڑھ رہا تھا۔ پس اس عورت نے کہا: کیا تم اس چیز کو دیکھ رہے ہو جس کو میں پانی کی سطح پر دیکھ رہی ہوں۔ اس نے کہا: ہاں خدا کی قسم اے ہماری ملکہ ہم کچھ دیکھ رہے ہیں۔ جب اس کے قریب وہ صندوقچہ پہنچ گیا تو وہ خود اٹھ کر پانی کی طرف گئی اور اپنے ہاتھوں سے اس کو اٹھالیا اور نزدیک تھا کہ پانی عورت کو بہا کر لے جائے لیکن غلاموں نے چلا کر اسے خبردار کیا تو اس نے اس صندوقچہ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور پانی سے اس کو نکال لیا پس اس کو لے کر اپنے دامن میں رکھا اور (جب صندوقچہ کو کھولا) تو ان لوگوں نے ایک خوبصورت ترین اور ذہین ترین لڑکے کو اس میں پایا۔ پس اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ گئی۔ اس نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور کہنے لگی: یہ میرا بیٹا ہے۔ سب غلاموں نے بھی کہا: ہاں خدا کی قسم اے ہماری ملکہ قسم بخدا نہ آپ کا کوئی بیٹا ہے نہ بادشاہ کا کوئی بیٹا ہے۔ پس اس کو اپنا بیٹا بنالیجئے۔ پس وہ فرعون کے پاس گئی۔ اور کہنے لگی: مجھے نہایت پاکیزہ خوبصورت بچہ ملا ہے۔ ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں گے تاکہ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔ پس اس کو قتل مت کرو۔ اس نے پوچھا: یہ بچہ کہاں سے ملا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم مگر یہ کہ پانی اس کو لے کر آیا ہے۔ پس اس عورت کے اصرار پر فرعون راضی ہوگیا۔ جب لوگوں نے یہ سن لیا کہ بادشاہ نے ایک بچہ کو اپنا بیٹا بنالیا ہے تو فرعون کے دربار کے سرکردوں میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں تھا جس نے اپنی بیوی کو بچہ کے لئے دایہ یا دودھ پلانے کے لئے نہ بھیجا ہو۔ ادھر حضرت موسیٰ نے کسی بھی عورت کا دودھ نہیں پیا۔ فرعون کی بیوی نے کہا: میرے بیٹے کے لئے کوئی دایہ تلاش کرو اور اس میں کسی عورت میں فرق نہ کرو چاہے وہ پست خاندان سے کیوں نہ ہو۔ لیکن آپ نے کسی عورت کو قبول نہیں کیا۔ مادر حضرت موسیٰ نے ان کی بہن سے کہا: جاکر اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ اس کے کوئی آثار اور نشان پائے جاتے ہیں پس وہ گئی اور بادشاہ کے دروازے پر پہنچ گئی دربانوں سے اس نے کہا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ کسی دودھ پلانے والی کی تلاش میں ہو اور یہاں نزدیک ہی ایک نیک عورت رہتی ہے تمہارے بیٹے کو لے گی اور اس کی دیکھ بھال کرے گی۔ پس فرعون نے کہا: اس کو

محل کے اندر آنے دو۔ جب وہ داخل ہو گئی تو فرعون کی عورت نے پوچھا: تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا بنی اسرائیل سے۔ عورت نے کہا: پس واپس جاؤ میری بیٹی ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ دوسری عورتوں نے کہا: خدا آپ کو سلامت رکھے اس کو بھی آزمالیجئے کہ بچہ قبول کرتا ہے یا نہیں پس فرعون کی عورت نے کہا: اگر بچہ بالفرض اس عورت کو قبول کر لے تو کیا فرعون یہ مان لے گا کہ بچہ بھی بنی اسرائیل کا ہو اور عورت بھی اسی قبیلہ سے ہو۔ پس یقیناً وہ اس بات پر راضی نہیں ہوگا۔ دوسری عورتوں نے کہا: اس کو بھی آزمالیجئے کہ وہ مانتا ہے یا نہیں۔ فرعون کی بیوی نے کہا: تم جاؤ اور اس کو بلا کر لے آؤ۔ پس وہ اپنی ماں کے پاس آگئی۔ اور کہا: بادشاہ کی بیوی آپ کو بلا رہی ہے۔ پس وہ چلی گئی جیسے ہی حضرت موسیٰ کو ان کے حوالے کر دیا گیا تو انہوں نے آپؑ کو اپنی گود میں لے لیا۔ پھر اپنے پستان ان کی طرف بڑھائے تو موسیٰ کا دہن دودھ سے پر ہو گیا۔ جب فرعون کی عورت نے یہ دیکھا کہ یہ بچہ اس عورت کو قبول کر چکا تو فوراً فرعون کے پاس گئی اور کہنے لگی میں نے اپنے بیٹے کے لئے ایک دایہ بلوائی ہے اور ہمارے بیٹے نے بھی اس کو قبول کیا ہے۔ اس نے پوچھا: اس کا تعلق کس قبیلہ سے ہے۔ انہوں نے کہا بنی اسرائیل سے فرعون نے کہا: کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ بچہ بھی بنی اسرائیل سے ہو اور عورت بھی بنی اسرائیل کی ہو۔ تو وہ اس سے باتیں کرتی رہی اور یہ کہتی رہی کہ کیا تم اس بچے کے بارے میں خوف نہیں کھاتے یہ تو تمہارا بیٹا ہے۔ اور تمہاری گود میں پرورش پائے گا عورت نے ان باتوں سے اس کی اپنی رائے کو تبدیل کروادیا اور وہ راضی ہو گیا۔

پس موسیٰ علیہ السلام آل فرعون میں بڑے ہوئے اور ان کی ماں بہن اور قابلہ عورت نے اس راز کو راز رکھا۔ یہاں تک کہ ان کی ماں فوت ہو گئیں اور قابلہ عورت بھی۔ پس آپ علیہ السلام بڑھتے گئے اور بنی اسرائیل کو اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا (امام نے) فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کو تلاش کرتے اور ان کی خبر پوچھتے رہتے اور خود بخود ان کی خبریں پوشیدہ رہ جاتیں۔ (امام نے) فرمایا یہ بات فرعون تک پہنچ گئی کہ وہ لوگ موسیٰ کی تلاش میں ہیں اور اس کے بارے میں معلومات کر رہے ہیں پس ان کی طرف اپنے کارکن بھیجے اور ان کے عذاب اور تکالیف میں اضافہ کر دیا اور انہیں الگ الگ کر دیا اور انہیں موسیٰ کی سراغ رسانی اور ان کے بارے میں سوالات کرنے سے منع کر دیا (امام نے) فرمایا ایک مرتبہ چاندنی رات میں بنی اسرائیل اپنے ایک بزرگ کے پاس گئے جو کہ کچھ علم رکھتے تھے اور کہنے لگے ہم بعض باتوں سے تسلی اور تشفی حاصل کر لیتے تھے لیکن کب تک اور کہاں تک یہ مصیبتیں ہم جھیلتے رہیں گے۔ اس نے کہا خدا کی قسم تم اسی حالت میں رہو گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک نوجوان کو بھیجے گا جو لاوی بن یعقوب کی نسل سے ہوگا اور اس کا نام موسیٰ بن عمران ہوگا وہ ایک ایسا نوجوان ہے جس کا قامت بلند اور بال گھنگریالے ہوں گے اس دوران کہ وہ لوگ ان باتوں میں مشغول تھے کہ اچانک دیکھا حضرت موسیٰ ایک خچر پر سوار ہو کر آرہے ہیں یہاں تک کہ ان کے پاس آکر ٹھہر گئے اس عمر رسیدہ شخص نے اپنا سر اٹھایا اور صفات اور نشانیوں کے ذریعے سے انہیں پہچان

لیا۔ اس نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے خدا کی رحمت ہو آپ پر آپؑ نے کہا: موسیٰ۔ اس نے پوچھا کس کے فرزند ہو۔ آپؑ نے کہا عمران کا بیٹا ہوں۔ پس وہ بوڑھا شخص ان کی طرف بڑھا اور ان کے ہاتھوں کے بوسہ لینے لگا اور لوگ ان کے قدموں پر گر پڑے اور ان کے بوسے لینے لگے پس آپؑ نے ان لوگوں کو پہچان لیا اور ان لوگوں نے آپؑ کو پہچان لیا۔ اور انہیں اپنا شیعہ قرار دیا۔

اس کے بعد ایک طویل مدت تک توقف اور ٹہراؤ کی حالت باقی رہی۔ پھر ایک دن وہ فرعون کے ایک شہر میں داخل ہوئے جہاں آپ کے شیعوں میں سے ایک شخص قبطی قبیلہ یعنی آل فرعون میں سے کسی آدمی سے لڑ رہا تھا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے ایک مکہ مارا اور اس کا کام تمام کردیا۔ اور حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے جسمانی کشادگی، ہیبت اور قوت عطا کی تھی۔ پس لوگوں میں یہ بات پھیل گئی۔ اور کہنے لگے موسیٰ نے آل فرعون میں سے ایک شخص کو مارا ہے۔ پس اس وجہ سے آپ شہر میں صبح تک خوف وہراس میں مبتلا رہے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا وہی شخص جس نے گزشتہ کل آپ سے مدد مانگی تھی اب کسی اور کے ساتھ لڑائی میں مدد طلب کررہا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا تم بہت ہی واضح جھگڑالو ہو کل ایک آدمی سے اور آج دوسرے آدمی کے ساتھ تم جھگڑا کررہے ہو اس کے بعد انہوں نے چاہا اس دشمن پر حملہ کریں اس نے کہا اے موسیٰ کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل تم ایک کو قتل کرچکے ہو۔ تم زمین پر ایک جابر شخص بننا چاہتے ہو۔ اور یہ نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والے بن جاؤ اور شہر کے دور دراز علاقے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسیٰ سرداران قوم اس بات میں مشورہ کررہے ہیں کہ تمہیں قتل کردیں پس یہاں سے نکل جاؤ میں تمہیں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں۔ پس آپ شہر سے گھبراتے ہوئے نکل پڑے۔ اور مصر سے اس حالت میں نکلے کہ نہ آپؑ کا کوئی ساتھی تھا نہ سواری تھی اور نہ کوئی خدمت گار۔ نشیب و فراز کو عبور کرتے ہوئے یہ سفر شہر مدین میں اپنے اختتام کو پہنچا۔ پس ایک درخت کے قریب پہنچے تو دیکھا اس کے نیچے ایک کنواں ہے۔ اور اس کے پاس لوگ کھڑے ہیں جو اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں اور ادھر دو کمزور لڑکیاں ہیں اور ان کے ساتھ ایک چھوٹی بھیڑ ہے۔ آپؑ نے پوچھا: تمہارا ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگیں: ہمارے والد نہایت سن رسیدہ شخص ہیں اور ہم دو کمزور لڑکیاں ہیں اور ہم ان مردوں کا مقابلہ نہیں کرسکتیں اس لئے جب لوگ اپنے اپنے گلوں کو پانی پلالیں گے تو پھر ہم آگے بڑھیں گے۔ اور اس کو پانی پلائیں گے۔ پس حضرت موسیٰ کو ان کی حالت پر رحم آیا۔ ان کے ڈول کو ان سے لے لیا اور ان سے کہا کہ تم اپنی بھیڑ کو آگے بڑھاؤ اور اسے سیراب کردیا۔ پس وہ دونوں دوسرے لوگوں سے قبل گھر واپس لوٹ گئیں پھر حضرت موسیٰ ایک درخت کے نیچے جاکر بیٹھ گئے۔ اور کہنے لگے: اے پروردگار تو جو بھی خیر نازل کرے گا اسی کا محتاج ہوں۔ پس روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے یہ کہا دراں حالیکہ وہ نصف دانہ خرما کے محتاج تھے۔ جب وہ دونوں لڑکیاں باپ کے پاس واپس پہنچ گئیں تو انہوں نے پوچھا: کس وجہ سے آج جلدی آگئیں؟ کہنے لگیں ہم نے ایک نیک مرد کو پایا اس نے

ر مہربانی کرتے ہوئے ہمارے جانور کو پانی پلایا۔ انہوں نے دونوں میں سے ایک سے کہا: جاؤ اور اس کو یہاں میرے
ں بلالو پس وہ حیاء کے ساتھ چلتی ہوئی آئی اور موسیٰ سے کہنے لگی: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ جو تم نے پانی
نے کا کام کیا ہے اس کی جزا تمہیں دیدیں۔ پس منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم مجھے راستہ بتلاتی جاؤ
میرے پیچھے پیچھے چلو کیونکہ ہم آل یعقوب کا یہ شیوہ نہیں کہ ہم عورتوں کی پشت پر نگاہ ڈالیں۔ جب وہ پہنچ گئے اور
داستان اور آپ بیتی سنائی تو حضرت شعیب نے کہا: ڈرو مت تم ظالم قوم سے نجات حاصل کرچکے ہو۔ لڑکیوں میں
ایک نے کہا: اے بابا اس کو مزدوری پر رکھ لو بے شک اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ نے ایک قوی اور ایماندار شخص
مزدوری پر رکھا۔ انہوں نے کہا: میں اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کو تمہارے بیاہ میں دینا چاہتا ہوں اس
ت پر کہ تم آٹھ سال تک میرے ملازم بنو اور اگر دس سال پورے کرلو گے تو یہ تمہاری طرف سے احسان ہوگا۔ پس
ول ہے کہ حضرت موسیٰ نے دس سال پورے کردیئے۔ کیونکہ انبیاءؑ کا یہ شیوہ ہے کہ وہ احسان اور اتمام کے بغیر
ئی چیز نہیں لیتے۔ جب موسیٰ نے مدت پوری کردی تو اپنے اہل وعیال کو لے کر بیت المقدس کی طرف چلے ایک رات
ستہ بھول گئے اچانک ایک جگہ انہیں آگ دکھائی دی پس اپنے اہل وعیال سے کہا: کہ تم یہاں ٹھہر جاؤ میں نے آگ
ھی ہے شاید تمہارے لئے اس میں سے کچھ لے کر آؤں یا راستہ کے بارے میں کوئی خبر لے کر آؤں جب آگ کے
ب پہنچے تو دیکھا کہ ایک درخت نیچے سے اوپر تک آگ میں جل رہا ہے۔ جب اس کے قریب پہنچے اور اس سے نزدیک
نا چاہا تو وہ درخت پیچھے ہٹ گیا تو آپ بھی واپس پلٹے اور اس سے خوف محسوس کرنے لگے۔ پھر درخت ان کے قریب
یا پس حضرت موسیٰ کو صحرا کے داہنے طرف کے کنارے سے اور اسی درخت سے ندا کی گئی کہ اے موسیٰ میں ہی عالمین
پروردگار ہوں۔ اور اپنے اس عصاء کو زمین پر پھینکو جب انہوں نے دیکھا کہ عصاء اژدھے کی طرح بل کھا رہا ہے تو
ف کے مارے پیچھے دیکھے بغیر بھاگے پس وہ ایک ایسے سانپ کی شکل اختیار کرچکا تھا جس کے دانت آواز دے رہے
ھے اور اس (کے منہ) سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ پس موسیٰ بھاگ نکلے تو ان کے پروردگار نے ان سے کہا: واپس
۔ جاؤ تو وہ واپس لوٹے جبکہ ان کی دونوں ٹانگیں اس طرح کانپ رہی تھیں کہ آپس میں ٹکرا رہی تھیں اور عرض کرنے
لگے: اے میرے معبود میں جو کلام سن رہا ہوں وہ تیرا ہی کلام ہے۔ فرمایا: ہاں پس تم ڈرو مت پس ان کو اس کا
حساس ہوا اور اپنے پاؤں کو اس کی دم پر رکھا پھر اس کے بعد اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑا تو دیکھا ان کے ہاتھ میں
صاء کا ایک کنارہ ہے۔ اور وہ عصاء کی حالت میں پلٹ گیا۔ اور ان سے کہا گیا: اپنے نعلین کو اتار دو یقیناً تم مقدس
ادی میں کھڑے ہو۔ منقول ہے کہ نعلین اتارنے کا حکم اس لئے انہیں دیا گیا کیونکہ وہ ایک مردہ گدھے کی کھال سے
بنے ہوئے تھے۔ اور روایت میں یہ بھی ہے۔ اللہ کا ارشاد "**فاخلع نعلین**" کے بارے میں یعنی اپنے دونوں خوف
لو دل سے نکال دو۔ ایک خوف تو گھر والوں کا کھوجانا اور دوسرا خوف آل فرعون سے۔

...ٰی کی سنت یہ ہے کہ آپ خائف اور منتظر رہیں گے اور یوسفؑ کی سنت قید ہے ۔ اور سنت عیسیٰؑ یہ ہے کہ ان کے ...ے میں کہا جارہا ہے کہ وہ مرچکے ہیں دراں حالیکہ وہ مرے نہیں ہیں ۔ اور سنت محمد تلوار ہے ۔

...ب (۷) حضرت موسیٰؑ کی وفات کا تذکرہ اور حضرت مسیح کے دور تک اوصیاء اور اللہ کی حجتوں کی غیبت کا تذکرہ

... ہم سے بیان کیا احمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا حسن بن علی سکری نے انہوں نے ...ا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن زکریا بحری نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا جعفر بن محمد بن عمارہ نے ان سے ان ...ے والد نے کہ میں نے امام صادق جعفر بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا کہ مجھے حضرت موسیٰ بن عمران کی وفات کی ...ر دیجئے تو آپؑ نے فرمایا کہ جب ان کی اجل آئی اور ان کی مدت حیات ختم ہوگئی ۔ تو ملک الموت علیہ السلام ان کے ...س آئے اور کہا السلام علیک یا کلیم اللہ ۔ موسیٰؑ نے کہا: وعلیک السلام آپ کون ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ میں ملک ...وت ہوں انہوں نے پوچھا کس لئے آئے ہو ؟ انہوں نے کہا: میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں موسیٰ علیہ السلام نے ...ا کہ کہاں سے میری روح قبض کروگے ۔ انہوں نے جواب دیا: آپ کے منہ سے ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: یہ کیسے ...سکتا ہے جبکہ میں نے اس کے ذریعے اپنے رب ذوالجلال سے کلام کیا ہے ۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کے ہاتھوں سے یہ ...م کروں گا ۔ انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں نے توریت کو ان ہاتھوں پر اٹھایا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ تو ...ر آپ کے پاؤں سے روح قبض کروں گا ۔ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ میں نے اس کے ذریعے طور سیناء پر ...ضری دی ہے ۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کی آنکھوں سے یہ کام کروں گا تو انہوں نے کہا: یہ کیوں کر ہوسکتا ہے جبکہ میری ...ہیں اس کی طرف نظرِ امید کئے ہوئے ہیں ۔ انہوں نے کہا: تو پھر آپ کے کانوں سے روح قبض کروں گا تو انہوں نے کہا ...ہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ میں نے ان سے اپنے پروردگار عزوجل کا کلام سنا ہے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی ...رمائی کہ ان کی روح قبض نہ کرو جب تک کہ وہ خود اس بات کو نہ چاہیں ۔ اس کے بعد ملک الموت واپس چلے گئے اور ...حضرت موسیٰ علیہ السلام کافی عرصہ تک زندہ رہے ۔ پھر اس کے بعد یوشع بن نون کو بلایا اور انہیں وصی بنایا اور انہیں ...کم دیا کہ اس راز کو مخفی رکھو اور اس کے بعد اس کی وصیت اپنے بعد والے وصی سے کردو ۔ ایک مرتبہ موسیٰؑ اپنی قوم ...ی نظروں سے پوشیدہ ہوگئے ۔ اور اس دوران ایک ایسے آدمی کے پاس سے ان کا گزر ہوا جو ایک قبر کھود رہا تھا ۔ حضرت ...وسیٰؑ نے اس سے کہا کیا میں تمہیں اس قبر کے کھودنے میں مدد کرسکتا ہوں ۔ اس آدمی نے کہا کیوں نہیں ؟ پس ...حضرت موسیٰؑ نے اس کی مدد کی اور لحد کو برابر کردیا پھر موسیٰؑ اس کے اندر پہلو کے بل لیٹ گئے تاکہ یہ دیکھ لیں کہ اس

میں کیسا لگتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت میں ان کے مقام کو دکھا دیا۔ پس انہوں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس بلا لے۔ پس ملک الموت نے اسی جگہ ان کی روح قبض کی اور اس قبر میں انہیں دفن کر کے مٹی برابر کردی۔ اور وہ شخص جو قبر کھود رہا تھا وہ حقیقت میں ملک الموت تھے لیکن انسان کی شکل و صورت میں تھے۔ اور یہ حادثہ نامعلوم جگہ پر واقع ہوا۔ پس آسمان سے ایک ندا دینے والے کی ندا آئی کہ کلیم اللہ موسیٰ فوت ہو گئے اور کونسا ایسا نفس ہے جس کو موت نہ آئے۔ پس مجھ سے بیان کیا میرے والد نے (روایت کرتے ہوئے) میرے دادا سے انہوں نے اپنے والد گرامی علیہم السلام سے انہوں نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ موسیٰ کی قبر کہاں ہے؟ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ ایک بڑے راستے میں اور لال رنگ کے ریت کے ٹیلے میں ہے۔

پھر اس کے بعد یوشع بن نون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین بن گئے اور ان کی ذمہ داریوں کو اپنے کاندھے پر لیا اس حال میں کے طاغوتوں کی طرف سے ڈھائے جانے والی سختیوں اور نقصانات اور مصیبتوں میں صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے تین طاغوتوں کا دور گزر گیا۔ اس کے بعد قومِ موسیٰ علیہ السلام میں سے دو منافق لوگوں نے صفراء بنت شعیب زوجہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ان کے خلاف تحریک چلائی اور اس کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے پس انہوں نے یوشع بن نون علیہ السلام سے جنگ کی اس میں انہوں نے باغیوں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کردیا اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے باقی لوگ بھاگ گئے اور صفراء بنت شعیب قیدی بن گئی۔ انہوں نے اس سے کہا کہ میں نے اس دنیا میں تجھ سے درگزر کیا یہاں تک کہ خدا کے نبی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کروں پس وہاں میں جو کچھ تم اور تمہارے گروہ سے مجھ پر وارد ہوا اس کی شکایت ان سے کروں گا۔

پس صفراء کہنے لگی: افسوس وا ویلا۔ خدا کی قسم اگر جنت میرے لئے حلال کردی جائے تو وہاں میں رسول خدا (حضرت موسیٰ) کا سامنا کرنے سے شرماؤں گی چونکہ میں نے ان کی حرمت کا خیال نہ رکھا اور ان کے بعد ان کے جانشین کے خلاف قیام کیا۔ پھر یوشع بن نون کے بعد آنے والے ائمہ اور رہنما حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے تک چار سو سال مخفی اور پوشیدہ رہے۔ اور وہ گیارہ تھے اور ان میں سے ہر ایک کی قوم ان کے دور میں ان کے پاس آتی تھی اور اپنے دین کے متعلق ہدایات ان سے لیتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے سب سے آخری کی باری آئی۔ پس وہ ان کی نظروں سے غائب رہے پھر اس کے بعد ظاہر ہو گئے اور انہیں حضرت داؤد علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری دی اور یہ بتایا کہ داؤد علیہ السلام ہی کی وہ ذات ہے جو زمین کو جالوت اور اس کے لشکر سے پاک کردے گی اور ان کی کشائش اور فرج آپ کے ظہور سے وابستہ ہے پس وہ ان کا انتظار کرتے رہے۔ جب داؤد علیہ السلام کا زمانہ آیا تو ان کے چار بھائی تھے اور ان کے والد نہایت بوڑھے تھے۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام ان میں پیغام اور رسالت کے حامل تھے اور اپنے بھائیوں میں سب

ے چھوٹے تھے جبکہ وہ لوگ اس بات سے انجان تھے کہ یہ وہی داؤد ہے جس کے وہ منتظر ہیں اور جو زمین کو جالوت اور
س کے لشکر سے پاک کردے گا۔ اور ان کے شیعہ یہ جان چکے تھے کہ وہ پیدا ہوگئے ہیں اور حد بلوغ کو پہنچ گئے ہیں جبکہ
ہ لوگ انہیں دیکھتے تھے اور مشاہدہ کرتے تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ وہی ہیں۔

ایک مرتبہ طالوت نے جنگ کی تیاری کی تو حضرت داؤد علیہ السلام کے والد اور ان کے بھائی اس جنگ میں
ریک ہوئے لیکن حضرت داؤد نہیں گئے اور کہنے لگے وہ اس صورت میں میرے خلاف کیا کرسکتا ہے۔ پس ان کے
ائیوں اور والد نے ان کا مذاق اڑایا۔ اور وہ اپنے والد کی بھیڑوں کو چرانے لے گئے۔ جب جنگ شدت اختیار کرگئی اور
گوں پر شدت اور سختی آگئی۔ تو ان کے والد ان کے پاس آئے اور داؤد سے کہنے لگے: اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا اور
زا لے کر جاؤ تاکہ وہ اس کے ذریعے دشمن پر قوت پاسکیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد کے تھے اور ان کے سر پر
ل کم تھے لیکن دل کے پاک اور اخلاق کے لحاظ سے صاف ستھرے تھے۔ پس وہ میدان جنگ کی طرف نکلے تو دیکھا کہ
ن کی قوم ایک دوسرے کے قریب ہے اور ان میں سے ہر ایک اپنے مرکز کی طرف واپس آگیا ہے۔ پس حضرت داؤد
یہ السلام ایک پتھر کے پاس سے گزرے تو اس پتھر نے بلند آواز سے یہ کہا: اے داؤد! مجھے لے لو اور جالوت کو میرے
سیلے سے قتل کرو یقیناً میں اس کے قتل کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ پس انہوں نے اس کو اٹھالیا اور اس تھیلے میں ڈالدیا
س میں وہ اپنی بھیڑ بکریوں کو چرانے کے دوران پتھر رکھتے تھے۔ جب وہ لشکر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ لوگ
لوت کو بہت بڑا سمجھتے ہیں اور اس پر غلبہ پانے کی سعی لاحاصل کررہے ہیں۔ پس آپؑ نے فرمایا: کیوں تم اس کے
م کو بڑا سمجھتے ہو۔ خدا کی قسم اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو اسے قتل کردوں گا۔ پس وہ آپس میں ان کی باتیں کرنے
گے اور آخر میں طالوت کے پاس انہیں لے جایا گیا۔ طالوت نے ان سے کہا: اے جوان تمہارے پاس کتنی طاقت ہے
ور تم نے اپنے کو کس طرح آزمایا ہے؟ انہوں نے کہا: کبھی کبھی شیر میرے گلے کے گوسفند پر حملہ آور ہوتا تھا اور اسے
پنے منہ میں دبوچ کرلے جاتا تھا میں اس کا پیچھا کرتا تھا اور اس کا سر پکڑ کر اس کے دونوں جبڑوں کو کھول کر اپنے جانور
و اس کے منہ سے چھڑا لیتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے طالوت کو وحی فرمائی تھی کہ جالوت کو کوئی قتل نہیں کرسکتا مگر وہ شخص
و تمہاری زرہ کو پہن لے اور اس کے بدن پر برابر آجائے۔ پس اس نے اپنی زرہ کو منگوایا اور حضرت داؤد علیہ السلام
نے اسے پہن لیا تو ان پر برابر آگئی تو طالوت اس سے حیرت زدہ ہوگیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل سے جو لوگ اس کے پاس
حاضر تھے وہ بھی حیران ہوئے۔ پس اس نے کہا: امید ہے خدا ان کے ذریعے سے جالوت کو قتل کردے۔ جب صبح ہوگئی
ور لوگوں کا آمنا سامنا ہوگیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: مجھے جالوت کو دکھلاؤ جب انہیں دکھایا گیا تو انہوں
نے اس پتھر کو لیا اور اس کو جالوت کی طرف پھینک دیا۔ پس وہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا اور اس کے سر کو
مغز تک پھاڑ دیا۔ پس وہ اپنی سواری سے نیچے گر گیا۔ لوگوں نے شور کردیا کہ داؤد نے جالوت کو مار دیا۔ اور اس طرح

جب صبح ہوئی تو حضرت داؤد علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھائی پھر آگے بڑھے اور دروازے کو کھول دیا۔ پس ان کی لاٹھیوں کو نکالا جبکہ ان سب میں پتے نکلے تھے اور سلیمانؑ کی لاٹھی پھل دے چکی تھی۔ پس انہوں نے اس کو داؤد علیہ السلام کے حوالے کردیا۔ پھر حضرت داؤدؑ نے بنی اسرائیل کے سامنے حضرت سلیمانؑ کا امتحان لیا اور سوال کیا: بیٹا بتاؤ کونسی چیز ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ عرض کیا: خدا کا لوگوں سے درگزر کرنا اور لوگوں کا آپس میں عفو بخشش کرنا۔ سوال فرمایا کہ اے بیٹا کونسی چیز شیریں اور میٹھی ہے تو عرض کیا کہ محبت اور یہ اللہ کے بندوں میں اس کی روح ہے۔ پس داؤد علیہ السلام خوشی سے ہنس پڑے اور ان کو لے کر بنی اسرائیل کے پاس آئے اور فرمایا: یہ تمہارے درمیان میرے بعد میرا جانشین ہے۔ پھر سلیمانؑ نے اس کے بعد اپنے معاملہ کو مخفی رکھا۔ ایک عورت کے ساتھ شادی کرلی اور اپنے پیروکاروں سے ایک لمبے عرصے تک چھپے رہے۔ ایک دن ان کی زوجہ نے ان سے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوجائیں آپ کی خصلتیں کس قدر کامل ہیں اور آپ کتنے خوشبودار ہیں اور میں آپ کے اندر کوئی ایسی عادت اور خصلت نہیں پاتی جو کہ مجھے ناپسند ہو مگر ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ آپ میرے والد کے زیر سرپرستی ہیں۔ پس اگر آپ بازار جائیں اور اللہ سے رزق کے حصول کیلئے کوشش کریں تو مجھے امید ہے کہ وہ آپ کو ناامید نہیں فرمائے گا۔ سلیمانؑ نے اس سے کہا: خدا کی قسم نہ آج تک میں نے کوئی کام کیا ہے نہ کسی کام کو بطریق احسن انجام دے سکتا ہوں۔ بہرحال آپ بازار کی طرف روانہ ہوگئے اور دن بھر بازار میں پھرتے رہے لیکن اس دن انہیں کچھ نہیں ملا اور خالی ہاتھ واپس آگئے زوجہ سے کہا کہ آج کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اس نے کہا کہ کوئی بات نہیں آج نہیں تو کل سہی۔ دوسرے دن بھی بازار میں پھرتے رہے لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ واپس آکر اسے بتایا تو اس نے کہا: کل خدا نے چاہا تو کچھ ہوجائے گا۔ تیسرے دن چلتے چلتے دریا کے ساحل پر پہنچے تو ایک ماہی گیر سے ملاقات ہوئی۔ اس سے کہا: کیا میں تمہاری مدد کرسکتا ہوں جس کے بعد تم مجھے کچھ صلے میں دیدو تو اس نے کہا: کیوں نہیں؟ پس انہوں نے اس کی مدد کی اور آخر میں ماہی گیر نے دو مچھلیاں انہیں دیدیں۔ پس انہیں لے لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد ادا کی۔ پھر ان دو مچھلیوں میں سے ایک کا پیٹ چاک کیا تو دیکھا کہ اس میں نگینہ (انگوٹھی) ہے پس اس کو لیا اور اپنی قمیض میں رکھ لیا اور خدا کی حمد کی۔ اور دونوں مچھلیوں کو صاف کرکے اپنے گھر لے کر آگئے تو ان کی زوجہ خوش ہوگئی اور کہنے لگی میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے ماں باپ کو بلائیں تاکہ وہ یہ جان لیں کہ آپ نے کچھ کمایا ہے۔ پس ان دونوں کو بلایا گیا اور انہوں نے بھی ان کے ساتھ کھانا شروع کردیا۔ جب وہ فارغ ہوگئے تو آپؑ نے ان سے پوچھا کیا: تم لوگ مجھے پہچانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم صرف اتنی بات ہے کہ ہم نے آپ سے سوائے نیکی کے کچھ نہیں دیکھا ہے۔ پس انہوں نے اپنی انگوٹھی کو اپنے ہاتھ میں لیا تو پرندے اور ہوا ان کی طرف آنے لگے۔ اور آپ کی بادشاہی کا اظہار ہوا۔ اس کے بعد وہ اس عورت اور اس کے والدین کو لے کر اصطخر نامی شہر کی طرف روانہ ہوگئے اور ان کے پیروکار ان کے اردگرد جمع ہوگئے اور ان کی آمد کی بشارتیں دینے

لگے ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی غیبت کی سرگردانی سے ان لوگوں کو نکال دیا ۔ جب آپؑ کی وفات کا وقت آیا تو اللہ کے حکم سے آصف بن برخیا کو اپنا وصی اور جانشین مقرر کیا ۔ پس وہ ان کے درمیان رہے اور شیعہ آپ کے پاس آتے جاتے رہے اور ان سے دینی ہدایات لیتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آصف کو بھی طویل مدت کے لئے غائب کرنے کے بعد ظاہر کیا اور وہ اپنی قوم کے درمیان کافی عرصہ رہے ۔ پھر اس کے بعد آپ نے ان لوگوں سے وداع کیا تو لوگوں نے پوچھا: پھر ملاقات کہاں ہوگی تو انہوں نے کہا: ملاقات صراط پر ہوگی اور پھر وہ غائب ہوگئے جس طرح اللہ کی مشیت تھی پس ان کی غیبت کے سبب بنی اسرائیل پر مصیبتیں سخت ہوگئیں اور ان پر بخت نصر مسلط ہوگیا پس اس نے ان میں سے جس کو پایا قتل کر ڈالا اور جو بھاگ جاتا تھا اس کی تلاش کرتا تھا اور ان کے اولاد اور اہلخانہ کو اسیر بناتا تھا ۔ پس اس نے یہودا کے خاندان میں سے جو اسیر ہوگئے تھے چار افراد کا انتخاب کیا جن میں حضرت دانیال بھی شامل تھے اور ہارون کی اولاد میں سے عزیر کو انتخاب کیا اور ان دونوں میں وہ چھوٹے تھے پس وہ اس کے ہاتھوں میں رہے اور بنی اسرائیل کے دوسرے افراد بدترین عذاب برداشت کر رہے تھے ۔ اور حجت خدا حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے ہاتھوں میں نوے سال اسیر رہے ۔ پس اس کو ان کی فضیلت اور برتری معلوم ہوگئی اور یہ سن لیا کہ بنی اسرائیل ان کے قیام اور خروج کے منتظر ہیں اور فرج اور کشائش کی ان کے ظہور اور ان کے ہاتھوں سے امید رکھتے ہیں تو اس نے حکم دیا کہ انہیں ایک وسیع و عریض کنوئیں میں رکھا جائے اور ان کے ساتھ ایک شیر کو رکھا جائے تاکہ وہ ان کو لقمہ اجل بنا دے لیکن وہ شیر ان کے قریب بھی نہیں گیا ۔ اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ ان پر کھانا بند کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کے ذریعے ان تک کھانا پینا پہنچا دیتا تھا ۔ پس حضرت دانیال دن میں روزہ رکھتے تھے اور رات کو اس کھانے سے افطار کرتے تھے جو ان کے لئے پہنچ جاتا تھا ۔ پس اس دوران ان کے شیعوں اور پیروکاروں اور ان کی قوم اور جو لوگ ان کے ظہور کے منتظر تھے پر سختیاں بڑھ گئیں اس لئے ان میں سے اکثر (غیبت کی) مدت کے طولانی ہونے کی وجہ سے اپنے دین میں شک کرنے لگے ۔

جب دانیال علیہ السلام اور ان کی امت اور قوم پر سختیوں کے اختتام کا وقت آیا تو بخت النصر نے خواب دیکھا کہ جیسے ملائکہ کی فوج آسمان سے زمین پر اتر رہی ہے اور اس کنوئیں میں جا رہی ہے جہاں حضرت دانیال قید ہیں اور ہر ایک ان کو سلام کر رہا ہے اور فرج اور کشائش کی بشارت اور خوشخبری دے رہا ہے ۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ اس نے دانیالؑ کے ساتھ سلوک کیا تھا اس پر پشیمان ہوا اور حکم دیا کہ انہیں کنوئیں سے نکال دیا جائے ۔ جب انہیں نکالا گیا تو اس نے انہیں ناحق سزا دینے اور سختی کرنے پر معذرت خواہی کی اور اس کے بعد اپنی مملکتوں کے امور کے سلسلے میں اختیار ان کے سپرد کر دیا ۔ اور لوگوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کرنا ان پر چھوڑ دیا ۔ پس بنی اسرائیل میں سے جو چھپے ہوئے تھے وہ سامنے آگئے اور انہوں نے سر اٹھالیا اور دانیال علیہ السلام کے ارد گرد جمع ہوگئے کیونکہ انہیں یقین کامل

باب (۸) حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کا پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ کی آمد کی بشارت دینا

۱۸۔ ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابو احمد عبدالعزیز بن یحییٰ بن احمد بن عیسیٰ جلودی بصری نے شہر بصرہ میں انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن عطیہ شامی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن عمرو بن سعید بصری نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہشام بن جعفر نے حماد بن عبداللہ بن سلیمان سے نقل کرتے ہوئے اور یہ شخص آسمانی کتابوں کا مطالعہ کرنے والا تھا اس نے کہا: میں نے انجیل میں پڑھا: اے عیسیٰ میرے امر اور کام میں جدوجہد کرو اور اس سلسلے میں سستی نہ برتو۔ اور سنو اور اس پر عمل کرو اے پاک وپاکیزہ اور باکرہ اور بتول کے بیٹے تو کسی کی آمیزش سے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ میں نے تجھے عالمین کے لئے نشانی اور آیت بنا کر خلق کیا ہے۔ پس صرف میری عبادت کر۔ اور مجھ پر ہی بھروسہ کر۔ کتاب کو قوت اور طاقت کے ساتھ لے لو۔ سوریہ کے باشندوں پر سریانی زبانی میں وضاحت اور تفسیر کرو اور ان تک میری بات پہنچا دو کہ بے شک میں ہی وہ اللہ ہوں جو ہمیشہ سے قائم و دائم ہے اور میرے لئے کوئی زوال نہیں۔ اس نبی کی سچائی کو مان لو جو مالک اونٹ و زرہ اور تاج (یعنی عمامہ) اور نعلین اور عصاء ہوگا۔ آنکھیں اس کی بڑی ہوں گی۔ اور پیشانی کشادہ اور ہموار ہوگی۔ رخسار اس کے ابھرے ہوئے ہوں گے۔ اور اس کی ناک درمیان سے اٹھی اور اس کے سوراخ چھوٹے ہوں گے۔ اس کے سامنے کے اوپر اور نیچے کے دو دانت کشادہ ہوں گے اس کی گردن چاندی کی صراحی کی طرح چمکدار ہوگی اور گویا اس سے نور ساطع ہورہا ہوگا۔ اس کے بدن پر سینے سے لے کر ناف تک بال ہوں گے اور اس کے شکم اور سینے پر کوئی بال نہیں ہوگا۔ اس کا رنگ گندمی ہوگا۔ سینے سے پیٹ تک نرم و نازک بال ہوں گے۔ اس کی ہتھیلیاں اور پاؤں سخت اور کوتاہ ہوں گے۔ اس کے قدم اگر مڑجائیں تو ایک ساتھ مڑیں گے. اور اگر وہ چلے تو گویا پتھر سے اکھڑتے جائیں گے (یعنی پورے اعتماد اور سختی سے چلیں گے) اور جب زمین پر (قدم) رکھیں گے تو بھی ویسے ہی (اعتماد سے) اور اگر کسی گروہ کے ساتھ ہوں تو سب سے نمایاں ہونگے، ان کا پسینا ان کے چہرے پر موتی کی طرح ہوگا اور مشک کی خوشبو اس سے پھوٹ رہی ہوگی۔ نہ ان سے قبل نہ ان کے بعد ان کا کوئی مثل اور نظیر ہوگا۔ بدن اطہر خوشبودار ہوگا اور عورتوں سے زیادہ نکاح کرنے والے ہوں گے۔ ان کی نسل کم ہوگی البتہ ان کی نسل مبارکہ (یعنی حضرت زہرا) سے ہوگی جن کے لئے جنت میں ایک الگ گھر ہے۔ جس میں نہ کوئی دکھ ہوگا نہ درد و غم ہوگا۔ اس (مبارکہ) کی آخرالزماں میں کفالت کی جائے گی جس طرح تیری ماں کی کفالت زکریا نے کی۔ اس کے دو بچے ہونگے جو شہید کیئے جائیں گے۔ اس (نبی) کا کلام قرآن ہے اور اس کا دین اسلام ہے اور میں سلامتی بخشنے والا ہوں۔ پس طوبیٰ اس کے لئے ہے جس نے ان کے زمانے کو درک کیا اور ان کے دوران نبوت کو دیکھا اور ان کے کلام کو سنا عیسیٰ نے

کہا؟ اے پروردگار یہ بنا طوبیٰ کیا ہے۔ ارشاد ہوا: ایک درخت ہے جو جنت میں ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بویا ہے جو تمام جنتوں کو سایہ فراہم کرتا ہے۔ اس کی جڑیں رضوان سے ہیں اور اس کا منبع آب چشمہ تسنیم ہے۔ (جنت کا ایک چشمہ ہے) اس کی ٹھنڈک کافور کی ٹھنڈک کی مانند ہے۔ اور اس کا مزا شراب کا مزا ہے اور جو ایک گھونٹ اس میں سے پی لے تو کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار مجھے اس میں سے پلا دے۔ تو ارشاد ہوا: اے عیسیٰ حرام ہے بشر پر جب تک وہ نبی اس میں سے نہ پی لے اور تمام امتوں پر حرام ہے اس میں سے پینا جب تک اس نبی کی امت اس میں سے نہ پی لے۔ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آخری زمانے میں تمہیں زمین پر اتار دوں گا تاکہ اس نبی کی امت میں سے عجائبات کو دیکھو اور تم دیکھو گے کہ وہ ملعون دجال کے اردگرد ہونگے۔ میں تمہیں نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تم ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ یہ امت امت مرحومہ یعنی رحمت کی سزاوار امت ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام بھی کئی مرتبہ اپنی قوم سے غیبت اختیار کر چکے تھے اور دوران غیبت وہ خدا کی زمین میں سفر کرتے تھے اور اس دوران ان کے پیروکار اور قوم ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں رکھتے تھے۔ جب آپؑ ظاہر ہوئے تو شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جب شمعون بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے حجتہائے خدا غائب رہے۔ اور لوگوں کو ان کی طلب کی شدت ہوگئی اور سختیاں بڑھ گئیں، دین نابود ہونے لگا، حقوق پامال ہونے لگے اور واجبات اور سنتیں ختم ہونے لگیں۔ اور لوگ گمراہ ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگے یہ جانے بغیر کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل۔ اور یہ غیبت دو سو پچاس سال تک جاری رہی۔

۱۹۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفّار اور سعد بن عبداللہ دونوں نے ایوب بن نوح سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے معاویہ بن عمّار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بعد دو سو پچاس سال تک حجت ظاہری کے بغیر رہے۔

۲۰۔ ہم سے بیان کیا میرے والد رحمہ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان پانچسو سال کی مدت کا فاصلہ تھا جس میں سے دو سو پچاس سال نہ کوئی نبی نہ کوئی عالم خدا کی طرف سے حالت ظہور میں تھا میں نے پوچھا: وہ کیا تھے؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں وہ کیا تھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مومنین تھے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ضرور ہوگا۔

کہا ؟ اے پروردگار یہ بتا طوبیٰ کیا ہے ۔ ارشاد ہوا: ایک درخت ہے جو جنت میں ہے اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے بویا ہے جو تمام جنتوں کو سایہ فراہم کرتا ہے ۔ اس کی جڑیں رضوان سے ہیں اور اس کا منبع آب چشمہ تسنیم ہے ۔ (جنت کا ایک چشمہ ہے) اس کی ٹھنڈک کافور کی ٹھنڈک کی مانند ہے ۔ اور اس کا مزا شراب کا مزا ہے اور جو ایک گھونٹ اس میں سے پی لے تو کبھی بھی اسے پیاس نہیں لگے گی ۔

عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی پروردگار مجھے اس میں سے پلا دے ۔ تو ارشاد ہوا: اے عیسیٰ حرام ہے بشر پر جب تک وہ نبی اس میں سے نہ پی لے اور تمام امتوں پر حرام ہے اس میں سے پینا جب تک اس نبی کی امت اس میں سے نہ پی لے ۔ اے عیسیٰ میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور آخری زمانے میں تمہیں زمین پر اتار دوں گا تاکہ اس نبی کی امت میں سے عجائبات کو دیکھو اور تم دیکھو گے کہ وہ ملعون دجال کے اردگرد ہونگے ۔ میں تمہیں نماز کے وقت اتاروں گا تاکہ تم ان کے ساتھ نماز پڑھو ۔ یہ امت امت مرحومہ یعنی رحمت کی سزا وار امت ہے ۔

حضرت مسیح علیہ السلام بھی کئی مرتبہ اپنی قوم سے غیبت اختیار کر چکے تھے اور دوران غیبت وہ خدا کی زمین میں سفر کرتے تھے اور اس دوران ان کے پیروکار اور قوم ان کے بارے میں کچھ خبر نہیں رکھتے تھے ۔ جب آپ ظاہر ہوئے تو شمعون بن حمون علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا اور جب شمعون بھی اس دنیا سے چلے گئے تو ان کے بعد میں آنے والے حجتہائے خدا غائب رہے ۔ اور لوگوں کو ان کی طلب کی شدت ہوگئی اور سختیاں بڑھ گئیں ، دین نابود ہونے لگا ، حقوق پامال ہونے لگے اور واجبات اور سنتیں ختم ہونے لگیں ۔ اور لوگ گمراہ ہو کر سیدھا راستہ چھوڑ کر دائیں بائیں جانے لگے یہ جانے بغیر کہ کونسی چیز حق ہے اور کونسی باطل ۔ اور یہ غیبت دو سو پچاس سال تک جاری رہی ۔

۱۹ ۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن بن احمد بن الولید رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ دونوں نے ایوب بن نوح سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے عبداللہ بن مغیرہ سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے معاویہ بن عمّار سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: لوگ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بعد دو سو پچاس سال تک حجت ظاہری کے بغیر رہے ۔

۲۰ ۔ ہم سے بیان کیا میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یحییٰ عطّار نے یعقوب بن یزید سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے سعد بن ابی خلف سے انہوں نے یعقوب بن شعیب سے انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آپؑ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیان پانچسو سال کی مدت کا فاصلہ تھا جس میں سے دو سو پچاس سال نہ کوئی نبی نہ کوئی عالم خدا کی طرف سے حالت ظہور میں تھا میں نے پوچھا: وہ کیا تھے ؟ تو آپؑ نے فرمایا: وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے ۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں وہ کیا تھے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ مومنین تھے پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں ایک عالم ضرور ہوگا ۔

اور لوگوں میں سے جو حجت خدا کی تلاش میں زمین میں گھومے پھرے ان میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی تھے پس وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف منتقل ہوتے گئے اور ایک فقیہ سے دوسرے فقیہ کی طرف منتقل ہوتے گئے اور اسرار الٰہی کی تلاش میں رہے اور روایات کے ذریعہ راہنمائی لیتے رہے اس حالت میں سردار اولین و آخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اور قیام کے چار سو سال تک منتظر رہے یہاں تک کہ ان کی ولادت کی بشارت انہیں ملی۔ اور جب انہیں فرج اور کشائش کا یقین ہوا تو تہامہ (مکہ) کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں انہیں اسیر کرلیا گیا۔

باب (۹)　سلمان فارسی کو حضور اکرمؐ کی آمد کی خبر ہونا

۲۱۔　بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے، ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن علی بن مہزیار نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت امام موسیٰ بن جعفرؑ سے کہا کہ اے فرزند رسول خداؐ کیا آپ ہمیں نہیں بتائیں گے کہ سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا سبب کیا تھا۔ آپؑ نے فرمایا مجھ سے بیان کیا میرے والد گرامی صلوات اللہ علیہ نے کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہ اور سلمان فارسیؓ اور ابو ذرؓ اور قریش کی ایک جماعت ایک مرتبہ روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جمع تھے پس امیرالمومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا: اے ابوعبداللہ کیا آپ اپنے داستان کا شروع ہمیں نہیں بتائیں گے؟ تو سلمانؓ نے عرض کیا: خدا کی قسم اے امیرالمومنینؑ اگر آپ کے علاوہ کوئی اور مجھ سے یہ سوال کرتا تو کبھی میں اس کو کچھ نہ بتاتا۔ میں شہر شیراز کا رہنے والا تھا اور کسان کا بیٹا تھا اور میرے والدین مجھے بہت چاہتے تھے ایک مرتبہ جبکہ میں اپنے والد کے ساتھ اس شہر کے باشندوں کے ایک تہوار میں شریک ہونے کے لئے جارہا تھا تو اچانک ہمارا گزر ایک دیر سے ہوا اور اس میں ایک آدمی بلند آواز سے چیخ رہا تھا **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** پس محمدؐ کا وصف اور ان کی مدحت میرے گوشت و خون میں سرایت کرگیا اور اس کے بعد نہ تو مجھے کھانے کا کوئی شوق تھا نہ پینے کا۔ میری والدہ نے مجھ سے کہا اے بیٹا تجھے کیا ہوگیا ہے کہ آج تم نے سورج کے طلوع کے وقت سجدہ نہیں کیا۔ میں نے اس کی مخالفت کی تو وہ خاموش ہوگئیں پس جب میں اپنے کمرے میں گیا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک خط میرے کمرے کی چھت پر لٹکا ہوا ہے۔ میں نے اپنی ماں سے پوچھا یہ خط کیا ہے؟ وہ کہنے لگی اے روزبہ، جب ہم اپنے تہوار سے واپس گھر لوٹے تو ہم نے اس کو چھت سے لٹکا ہوا پایا۔ پس اس جگہ کے نزدیک مت جاؤ اور اگر تم اس کے پاس جاؤ گے تو تمہارا والد تمہیں مار ڈالے گا۔ وہ کہتے ہیں میں اپنی ماں سے بحث کرتا رہا۔ پھر رات ہوگئی اور میرے ماں باپ سو گئے تو میں اٹھا اور اس مکتوب کو لیا۔ تو میں

نے دیکھا اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** یہ اللہ کی جانب سے ایک عہد ہے آدمؑ کے ساتھ کہ وہ ان کے صلب سے ایک ایسے نبی کو پیدا کرے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا اخلاق کے اعلیٰ مکارم کی ہدایت دے گا اور بتوں کی پرستش سے بندوں کو روکے گا۔ اے روزبہ عیسیٰؑ کے وصی کے پاس جاؤ اور ایمان لے آؤ اور مجوسی دین کو چھوڑ دو۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔ وہ کہتے ہیں: پس میرے باپ اس بات سے باخبر ہوگئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک نہایت گہرے کنوئیں میں ڈالدیا۔ اور مجھ سے کہنے لگے: یا تو اپنے دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو چاہو کرلو۔ محمدؐ کی محبت میرے سینے سے نہیں جاتی۔ سلمانؓ کہتے ہیں: میں اس مکتوب کو پڑھنے سے پہلے عربی زبان سے کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس دن سے عربی زبان سکھا دی۔ وہ کہتے ہیں میں اس کنوئیں میں رہا اور وہ لوگ میرے لئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکتے رہے۔

وہ کہتے ہیں جب میرا یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا: اے میرے پروردگار تو نے محمدؐ اور اس کے وصی کی محبت میرے دل میں ڈالدی پس تجھے واسطہ دیتا ہوں ان کے وسیلے میرے کشائش میں تعجیل فرما اور جس حالت میں میں ہوں اس سے مجھے نجات دلا دے۔ اتنے میں کوئی آنے والا آیا جس کے جسم پر سفید لباس تھا اور کہنے لگا: اے روزبہ اٹھو۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے دیر تک پہنچادیا میں نے یہ کہنا شروع کردیا **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** تو اس وقت دیر میں رہنے والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کیا تم ہی روزبہ ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں تو اس نے کہا اوپر آجاؤ تو میں اوپر گیا اور دو سال مکمل اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا: میں مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے پاس چھوڑیں گے؟ اس نے کہا: میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے۔ پس اگر تم نے اس سے ملاقات کی تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح (تختی) کو اس کے سپرد کردینا۔ اور اس کے ساتھ ایک لوح میرے حوالے کردی۔ جب وہ مرگئے تو میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کرنے کے بعد لوح کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ جب انطاکیہ میں دیر کے پاس پہنچا تو میں نے کہنا شروع کردیا: **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وان عیسیٰ روح اللّٰہ وان محمداً حبیب اللّٰہ** پس وہ دیر والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم ہی روزبہ ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: اوپر آجاؤ۔ میں اوپر گیا اور مکمل دو سال اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے کہا: میں تو مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا: تو آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے تو اس نے کہا کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ

نے دیکھا اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** یہ اللہ کی جانب سے ایک عہد ہے آدمؑ
کے ساتھ کہ وہ ان کے صلب سے ایک ایسے نبی کو پیدا کرے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا اخلاق کے اعلیٰ مکارم کی ہدایت
دے گا اور بتوں کی پرستش سے بندوں کو روکے گا۔ اے روزبہ عیسیٰؑ کے وصی کے پاس جاؤ اور ایمان لے آؤ اور مجوسی
دین کو چھوڑ دو۔ وہ کہتے ہیں میں نے اس کے بعد ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگیا اور میری پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا۔
وہ کہتے ہیں: پس میرے باپ اس بات سے باخبر ہوگئے اور انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک نہایت گہرے کنوئیں میں ڈالدیا۔
اور مجھ سے کہنے لگے: یا تو اپنے دین پر واپس لوٹ آؤ ورنہ ہم تمہیں مار ڈالیں گے۔ میں نے ان سے کہا: میرے ساتھ جو
چاہو کرلو۔ محمدؐ کی محبت میرے سینے سے نہیں جاتی۔ سلمانؓ کہتے ہیں: میں اس مکتوب کو پڑھنے سے پہلے عربی زبان سے
کوئی واقفیت نہیں رکھتا تھا اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس دن سے عربی زبان سکھا دی۔ وہ کہتے ہیں میں اس کنوئیں میں
رہا اور وہ لوگ میرے لئے روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے پھینکتے رہے۔

وہ کہتے ہیں جب میرا یہ معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کیا۔ اے
میرے پروردگار تو نے محمدؐ اور اس کے وصی کی محبت میرے دل میں ڈالدی پس تجھے واسطہ دیتا ہوں ان کے وسیلے میرے
کشائش میں تعجیل فرما اور جس حالت میں میں ہوں اس سے مجھے نجات دلا دے۔ اتنے میں کوئی آنے والا آیا جس کے جسم
پر سفید لباس تھا اور کہنے لگا: اے روزبہ اٹھو۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑ کر مجھے دیر تک پہنچادیا میں نے یہ کہنا شروع
کردیا **اشھدان لا الہ الا اللہ وان عیسیٰ روح اللہ وان محمداً حبیب اللہ** تو اس وقت دیر
میں رہنے والا میرے پاس آیا اور پوچھنے لگا: کیا تم ہی روزبہ ہو۔ میں نے کہا: جی ہاں تو اس نے کہا اوپر آجاؤ تو میں اوپر
گیا اور دو سال مکمل اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا: میں مرنے والا ہوں۔ میں
نے پوچھا تو آپ مجھے کس کے پاس چھوڑیں گے؟ اس نے کہا: میں کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور
میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو انطاکیہ میں رہتا ہے۔ پس اگر تم نے اس سے ملاقات کی تو
میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح (تختی) کو اس کے سپرد کردینا۔ اور اس کے ساتھ ایک لوح میرے حوالے
کردی۔ جب وہ مرگئے تو میں نے غسل و کفن دیا اور دفن کرنے کے بعد لوح کو لے کر انطاکیہ کی طرف روانہ ہوگیا۔
جب انطاکیہ میں دیر کے پاس پہنچا تو میں نے کہنا شروع کردیا: **اشھدان لا الہ الا اللّٰہ وان عیسیٰ
روح اللّٰہ وان محمداً حبیب اللّٰہ** پس وہ دیر والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم ہی روزبہ ہو؟ میں
نے کہا: جی ہاں۔ اس نے کہا: اوپر آجاؤ۔ میں اوپر گیا اور مکمل دو سال اس کی خدمت کرتا رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت
آیا تو اس نے مجھ سے کہا: میں تو مرنے والا ہوں۔ میں نے پوچھا: تو آپ مجھے کس کے سپرد کریں گے تو اس نے کہا کہ
میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو میرا ہم عقیدہ ہو اور میری باتوں جیسی باتیں کرے سوائے ایک راہب کے جو اسکندریہ

میں رہتا ہے پس جب تم اس کے پاس پہنچ جاؤ تو میری طرف سے اس کو سلام کہنا اور اس لوح کو اس کے حوالے کر دینا جب وہ فوت ہو گئے تو میں نے ان کو غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کرنے کے بعد لوح لے کر ان کے بتائے ہوئے دیر تک اپنے آپ کو پہنچایا اور وہاں یہ کہنا شروع کر دیا **اشھدان لا الہ الا اللہ عیسیٰ روح اللہ وان محمد حبیب اللہ** پس وہ راہب میرے سامنے آیا اور کہا کہ کیا تم روزبہ ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے کہا: اوپر آجاؤ میں نے مکمل دو سال تک اس کی خدمت کی جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کہا کہ میں مر رہا ہوں تو میں نے پوچھا کہ آپ مجھے کس کے سپرد کر رہے ہیں تو اس نے کہا: میں اس دنیا میں کسی بھی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو مجھ جیسی باتیں کرتا ہو اور تحقیق محمدؐ بن عبداللہ بن المطلبؑ کی ولادت قریب ہو چکی ہے۔ پس اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو جائے تو ان سے میرا سلام عرض کرنا اور یہ لوح ان کے سپرد کر دینا۔ جب وہ وفات پا گئے تو میں نے انہیں غسل دیا کفن پہنایا اور دفن کر کے لوح کو لیا اور وہاں سے نکل پڑا۔ میری ملاقات ایک قوم اور گروہ سے ہوئی تو میں نے ان سے کہا کہ اے قوم تم مجھے کھانا پینا دیدو اور میں تمہاری خدمت کروں گا کیا تمہیں منظور ہے تو انہوں نے کہا: ہاں پھر جب ان کے کھانے کا وقت آیا تو انہوں نے ایک بھیڑ کو باندھ دیا اور اسے مار مار کر قتل کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس میں سے کچھ حصے کو کباب بنایا اور کچھ حصے کو آگ پر سرخ کر دیا میں نے کھانے سے اجتناب کیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کھاؤ! میں نے ان سے کہا: میں ایک راہب اور دیر میں رہنے والا نوجوان ہوں اور دیر میں رہنے والے گوشت نہیں کھاتے تو انہوں نے مجھے مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں اس دوران ان میں سے کچھ نے کہا ٹھہرو یہاں تک کہ ہماری شراب آجائے اور یہ جان لینا کہ یہ وہ شراب بھی نہیں پیئے گا۔ جب وہ شراب لے کر آئے اور مجھ سے کہنے لگے پیو! تو میں نے کہا میں ایک دیر میں رہنے والا نوجوان ہوں اور دیرانی اور راہب لوگ خمر اور شراب نہیں پیتے تو انہوں نے مجھے باندھ دیا اور مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے ان سے کہا۔ اے لوگو! نہ میری پٹائی کرو اور نہ مجھے قتل کرو کیونکہ میں یہ اقرار کروں گا کہ میں تمہارا غلام ہوں اور ان میں سے ایک کا غلام ہونے کا اقرار کر لیا تو اس نے ان لوگوں سے میری جان چھڑائی اور تین سو درہم پر مجھے ایک یہودی مرد کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ سلمان کہتے ہیں کہ اس یہودی نے مجھ سے میری داستان پوچھی تو میں نے اپنی روداد اسے سنائی اور یہ بتا دیا کہ میرا کوئی گناہ اور قصور نہیں سوائے اس کے کہ میں نے محمدؐ اور ان کے وصی سے محبت کی۔ تو اس یہودی نے کہا کہ یہ جان لے کہ میں تجھ سے اور محمدؐ سے بغض و عداوت رکھتا ہوں پھر اس کے بعد مجھے اپنے گھر کے باہر لے گیا اس کے گھر کے باہر بہت مقدار میں ریت تھی اور کہنے لگا: خدا کی قسم اے روزبہ اگر صبح تک اس ریت کو اس جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ منتقل نہ کر سکا تو یقیناً تجھے قتل کر دوں گا سلمان کہتے ہیں۔ پس میں پوری رات اس ریت کو اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرتا رہا جب مجھ پر تھکاوٹ طاری ہو گئی تو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کیا: اے میرے

پروردگار تو نے تو محمدؐ اور ان کے وصی کی محبت سے میرے دل کو سرشار کیا ہے۔ پس ان کے حق کا واسطہ میری کشائش میں تعجیل فرما اور جس سخت حالت میں ہوں اس سے مجھے آرام بخش دے۔ پس اللہ عزوجل نے ایک آندھی کو بھیجا جس نے اس تمام ریت کو اپنی جگہ سے اس جگہ پر منتقل کردیا جس کا حکم اس یہودی نے دیا تھا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے ریت کو دیکھا اور (تعجب) سے کہا کہ سب کو منتقل کردیا۔ پھر کہنے لگا۔ اے روزبہ تم ایک جادوگر نکلے اور مجھے اس کا علم نہیں تھا پس میں تجھے اس گاؤں سے نکالدوں گا تاکہ تم گاؤں والوں کو ہلاک و نابود نہ کرسکو۔ پس اس نے مجھے وہاں سے نکالا دیا اور مجھے ایک نیک عورت کے ہاتھوں فروخت کردیا۔ اس عورت نے مجھ سے بہت محبت کی اور اس کے پاس ایک باغ تھا تو اس نے مجھ سے کہا کہ یہ باغ تیرے لئے ہے اس میں سے جو کچھ چاہو کھاؤ، کسی کو دیدو یا صدقہ کرو۔

سلمان کہتے ہیں: میں بہت عرصہ اس باغ میں رہا ایک دن میں اس میں بیٹھا ہوا تھا کہ سات آدمیوں کا ایک گروہ میری طرف آیا جن پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم ان میں سب کے سب نبی تو نہیں ہیں لیکن ان میں کوئی نہ کوئی نبی ضرور موجود ہے۔ پس وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ باغ میں داخل ہوگئے۔ اور بادل کا ٹکڑا بھی ان کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اور جب یہ باغ میں داخل ہوگئے تو ان میں رسول خداؐ، امیرالمومنینؑ، ابوذر، مقداد، عقیل (۱) ابن ابی طالب، حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارث تھے۔ وہ باغ میں داخل ہوگئے اور کھجور کے درخت سے گرے ہوئے دانے کھانے لگے اور رسول خداؐ یہ فرمارہے تھے کہ: کھجور کے گرے ہوئے دانے کھالو اور ان لوگوں کی کوئی چیز خراب مت کرو۔ پس میں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ اے میری مالکہ مجھے ایک تھالی تازہ

---

(۱) اس میں اشکال ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے کیونکہ حضرت عقیل کا اسلام لانا جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے حدیبیہ سے قبل واقع ہوا۔ اس لئے انہوں نے حدیبیہ سے پہلے کے واقعات کو نہیں دیکھا اور زبردستی انہیں مشرکین مکہ بدر کی جنگ کے لئے لیکر آئے اور وہ اسیر ہوئے اور ان کے چچا عباس ابن مطلب نے فدیہ دیکر انہیں آزاد کرایا۔ جناب حمزہ کی شہادت جنگ احد میں ہوئی اور مسلمانوں نے مقام قباء میں اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہؐ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے۔ ابن عبداللہ نے انہیں (سلمان) کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی اور اگر ہم اس کو نہ مانیں تو کم از کم ان کا جنگ خندق میں ہونا ناقابل انکار ہے کیونکہ مسلمانوں نے انہی کے مشورے سے خندق کھودی تھی۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم سلمان فارسی کے اسلام قبول کرنے سے پہلے جناب حمزہ اور جناب عقیل کو رسول اللہؐ کے ساتھ مدینہ کے باغات میں سے ایک باغ میں تصور کریں۔

اور یہ بات قابل قبول نہیں کہ جناب جعفر کا نام غلطی سے عقیل لکھا گیا کیونکہ جعفر اس وقت حبشہ میں تھے اور مدینہ میں ان کی واپسی جنگ خیبر کی فتح کے بعد ہوئی۔

(علی اکبر غفاری کہتے ہیں) اس روایت میں مسئلہ نہایت آسان ہے کیونکہ یہ روایت مرسلہ ہے اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ واقع داستانوں اور افسانوں سے شباہت رکھتا ہے۔ (واللہ اعلم) (علی اکبر غفاری)

کھجور کی دے دو۔ اس نے کہا کہ تم چھ تھالیاں لے لو. سلمان کہتے ہیں کہ میں نے ایک تھالی تازہ کھجور کی لے لی اور اپنے دل میں یہ کہا کہ اگر ان میں کوئی نبی ہوگا تو وہ صدقہ نہیں کھائے گا اور یہ ہدیہ اور تحفہ کا ہوگا تو کھالے گا چنانچہ میں نے تھالی ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ صدقہ ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ لیکن خود رسول خداؐ اور امیرالمومنینؑ اور عقیل بن ابی طالب اور حمزہ بن عبدالمطلب نے اس کو کھانے سے اجتناب کیا اور زید سے فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ اور کھاؤ۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ نبوت کی ایک علامت ہوگئی۔ پھر میں اپنی مالکہ کے پاس گیا اور اس سے کہا: مجھے ایک اور تھالی دیدو تو مالکہ نے کہا: تمہارے لئے چھ تھالیاں ہیں۔ سلمان کہتے ہیں: پس میں ایک تھالی اٹھاکر ان کے پاس آیا اور تازہ کھجور ان کے سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ یہ ہدیہ اور تحفہ ہے۔ پس رسول خداؐ نے دست مبارک آگے بڑھایا اور فرمایا: **بسم اللہ** کھاؤ اور تمام لوگوں نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کھایا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ دوسری نشانی اور علامت ہے۔ سلمان کہتے ہیں: پس جب میں آپؐ کی پشت کی طرف بڑھا تو پیغمبر اکرمؐ کی توجہ میری طرف ہوگئی اور آپؐ نے فرمایا: اے روزبہ کیا نبوت کی مہر کی تلاش میں ہو۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ تو آپؐ نے اپنے دونوں شانوں کو ظاہر فرمایا تو اچانک میں نے دیکھا مہر نبوت آپؐ کے شانوں پر ثبت تھی اور اس کے اوپر کچھ بال تھے۔ وہ (سلمان) کہتے ہیں۔ پس میں رسول خداؐ کے قدموں پر گرپڑا اور ان کو چومنا شروع کردیا تو آپؐ نے فرمایا: اے روزبہ اس عورت کے پاس جاؤ اور اس سے کہو محمدؐ بن عبداللہ کہہ رہے ہیں کیا تم ہمیں یہ غلام فروخت کروگی؟ پس میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: اے میری مالکہ محمدؐ بن عبداللہ تم سے کہتے ہیں کہ کیا تم ہمیں یہ غلام فروخت کروگی؟ پس اس نے کہا: ان سے کہدو اس کو نہیں بیچونگی مگر چار سو کھجور کے درخت کے عوض میں جس میں سے دوسو زرد اور دوسو سرخ ہوں۔ سلمان کہتے ہیں: پس میں نبی کریمؐ کے پاس آیا اور یہ خبر دی تو آپؐ نے فرمایا: جو کچھ اس نے مانگا وہ کتنا آسان اور سستا ہے؟ پھر فرمایا: اے علیؑ اٹھو ان سب گٹھلیوں کو جمع کرو۔ پس انہوں نے سب گٹھلیوں کو جمع کیا اور ان کو زمین میں بودیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ان کو پانی دے دو تو امیرالمومنینؑ نے انہیں پانی دیا۔ اور پانی دیتے دیتے آخر تک پہنچے ہی تھے کہ درخت اتنے نشو و نما پاگئے کہ ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہدو محمدؐ بن عبداللہ کہتے ہیں کے تم اپنی چیز لے لو اور ہمیں ہماری چیز دے دو۔ سلمان کہتے ہیں میں اس عورت کے پاس گیا اور اس کو وہ بات بتادی۔ پس وہ باہر آگئی اور اس نے کھجوروں کو دیکھا پھر کہنے لگی۔ خدا کی قسم میں اسے نہیں بیچونگی مگر یہ کہ یہ تمام کھجور کے درخت زرد رنگ کے نہ ہوں۔ سلمان کہتے ہیں: پس جبرئیلؑ نازل ہوئے اور اپنے پروں کو ان درختوں کو مس کیا تو تمام کے تمام درخت زرد رنگ کے ہوگئے۔ پھر آپؐ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اس سے کہو۔ محمدؐ کہتے ہیں تم اپنی چیز لے لو اور ہماری چیز ہمیں دے دو۔ سلمان کہتے ہیں میں نے جاکر اس کو یہ بات بتادی تو اس نے کہا: خدا کی قسم ان میں سے ایک درخت تیرے محمدؐ سے اور تجھ سے زیادہ عزیز ہے۔

تو میں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم ایک دن کی زندگی محمدؐ کے ساتھ میرے لئے تم اور ہر چیز سے جس میں تم بھی شامل ہو زیادہ عزیز ہے۔ پس رسول خداؐ نے مجھے آزاد کردیا اور میرا نام سلمان رکھا۔

اس کتاب کے مصنفؒ کہتے ہیں کہ: سلمان کا نام روزبہ ابن خشبودان تھا اور انہوں نے کبھی سورج کو سجدہ نہیں کیا اور وہ خدا عزوجل کو سجدہ کرتے تھے اور جس قبلہ کے رخ ہوکر نماز پڑھنے کا حکم انہیں دیا گیا تھا وہ مشرق کی جانب تھا اس لئے ان کے والدین یہ گمان کرتے رہے کہ وہ بھی ان کی طرح سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور سلمانؓ عیسیٰؑ کے وصی کے وصی تھے اس بار کو ذمہ پرلے کر ادا کرنے میں جو معصومین کی وصیت پر تمام ہوتا ہے۔ اور وصی عیسیٰؑ کا نام آبی ہے اور ایک جماعت نے یہ ذکر کیا ہے آبی حضرت ابو طالب ہیں۔ یہاں اس گروہ پر معاملہ مشتبہ ہوگیا ہے کیونکہ امیرالمومنینؑ سے حضرت عیسیٰؑ کے آخری وصی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؑ نے فرمایا" آبی " لیکن لوگوں نے اس کو غلط لکھا اور پڑھا اور یہ کہا" ابی " یعنی میرے والد۔ اور اُس کو بردہ بھی کہتے ہیں۔

باب (۱۰) قس بن ساعدۃ الایادی کے بارے میں روایت

قس بن ساعدۃ الایادی اپنے علم و حکمت کے لحاظ سے مثالی مانے جاتے تھے۔ وہ نبیؐ کو جانتے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر تھے اور یہ کہتے تھے کہ یقیناً اللہ کے نزدیک ایک ایسا دین بھی ہے جو اس دین سے جس پر تم قائم ہو بہتر ہے اور نبیؐ ان کے لئے دعائے رحمت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ قیامت کے دن وہ تنہا ایک امت کی صورت میں محشور ہوں گے۔

۲۲۔ مجھ سے بیان کیا میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علاء بن رزین نے ان سے محمد بن مسلم نے ان سے امام ابو جعفر محمد بن باقرؑ نے آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے صحن میں تشریف فرما تھے اور یہ وہ دن تھا جب مکہ فتح ہو چکا تھا اتنے میں ایک وفد آپؐ کے پاس شرفیاب ہوا اور آپؐ پر سلام کہا، رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کس قبیلہ سے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم بکر بن وائل کے قبیلہ کا ایک وفد ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے پاس قس بن ساعدۃ الایادی کے بارے میں کوئی علم اور خبر ہے۔ انہوں نے عرض کیا" ہاں یا رسول اللہؐ " تو آپؐ نے پوچھا: اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ وہ انتقال کرگئے۔ پس رسول اللہؐ نے فرمایا: ساری تعریفیں مالک موت و حیات کے لئے مختص ہیں۔ ہر نفس کے لئے موت کا ذائقہ ہے۔ اس وقت گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ قس بن ساعدۃ الایادی بازار عکاظ میں ایک اونٹ پر سوار ہیں اور وہ لوگوں سے مخاطب ہوکر یہ کہہ رہے ہیں کہ اے لوگوں جمع ہو جاؤ اور جب جمع ہوجاؤ تو خاموش رہو اور سنو اور جب سنو تو اس کو سمجھو اور جب سمجھ لو تو اس کو یاد کرو اور اس کی حفاظت کرو اور اسے سچ۔ ن لو۔ آگاہ

ہو جاؤ جو زندگی بسر کرتا ہے آخر کار مرجاتا ہے وہ زندگی کھو بیٹھتا ہے اور جو زندگی کھو بیٹھتا ہے وہ واپس نہیں آتا ۔ بے شک آسمان میں پوشیدہ راز ہیں اور زمین پر عبرتیں ہیں ۔ آسمان پر اونچی چھت ہے اور زمین ایک بچھا ہوا گہوارہ ہے ۔ اور سیارگان حرکت میں ہیں اور رات گردش میں ہے اور دریاؤں کے پانی رواں دواں ہیں ۔ قس قسم کھا کر کہتا ہے کہ یہ ساری چیزیں کھیل تماشے نہیں ہیں اور یقیناً ان کے پیچھے حیران کن باتیں ہیں ۔ کیوں کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ لوگ (مر) جاتے ہیں تو واپس نہیں پلٹتے ؟ کیا وہ جہاں ہیں اس پر راضی ہیں اور اس لئے وہیں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ یا اس دنیا کو چھوڑ کر سو گئے ہیں ، قس ایسی قسم کھاتا ہے جو کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ اللہ کے پاس ایک ایسا دین ہے جو اس دین سے جس پر تم ہو بہتر ہے ۔ پھر اس کے بعد رسول خدا نے فرمایا: خدا رحمت کرے قس پر وہ قیامت کے دن اکیلا ایک امت کی صورت میں محشور ہوگا ۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس کے اشعار میں سے کچھ صحیح بیان کرے ۔ پس ان میں سے کسی نے کہا میں نے اس کو یہ شعر کہتے ہوئے سنا ہے ۔

فی الاوّلین الذّاھبین — من القرون لنا بصائر
ان پہلے جانے والوں میں — جو گزشتہ صدیوں کے تھے ہمارے لئے بصیرت آموز درس ہیں

لما رایت مواردًا — للموت لیس لھا مصادر
جب بھی میں نے دیکھے مختلف مواقع — تو موت کے لئے کوئی معین سبب نہ تھا

و رایت قومی نحوھا — تمضی الاکابر و الا صاغر
میں نے اپنی قوم کو دیکھا اس کی طرف — بڑے اور چھوٹے چل پڑتے ہیں

لا یرجع الماضی الیّ — ولا من الباقین غابر
جو چلا جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا میرے پاس — اور نہ ہی جو باقی رہ گئے ہیں وہ باقی رہیں گے

ایقنت انّی لا محالۃ — حیث صار القوم صائر
پس میں نے یقین کرلیا کہ لامحالہ مجھے بھی — جہاں لوگ گئے ہیں جانا ہی ہے ۔

قس بن ساعدہ کی حکمت اور معرفت کی بلندی اس درجہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ ایاد میں سے کوئی اگر آپ کے پاس شرفیاب ہوتا تھا تو اس سے قس کی حکمتیں پوچھتے تھے اور بغور سماعت فرماتے تھے ۔

۲۳ ۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ابوالحسن علی بن الحسین بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن ضحاک نے ان سے ہشام نے انہوں نے اپنے والد سے کہ ایاد قبیلہ کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس شرفیاب ہوا تو

آپ نے قس بن ساعدہ کی حکمت آمیز باتوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ قس نے کہا۔

یاناعی الموت والاموات فی جدث علیهم من بقایا بزّهم خرق
اے موت کی خبر دینے والے، مردے تو قبروں میں ہیں اور ان کے تن پر کتان کے باقی ماندہ کچھ کپڑے ہیں

دعهم فانّ لهم یوماً یصاح بهم کما ینبّه من نوماته الصّعق
چھوڑ دو انہیں یقیناً ان کے لئے ایک ایسا دن مقرر ہے جس میں انہیں بلایا جائے گا جس طرح بادل کی گرج سونے والوں کو جگاتی ہے

منهم عراة و منهم فی ثیابهم منها الجدید و منها الاورق الخلق
ان میں سے کچھ تو برہنہ ہونگے اور کچھ اپنے کپڑوں میں یا تو ان کے کپڑے نئے ہونگے یا بوسیدہ اور خستہ حالت میں

حتی یعودوا بحال غیر حالتهم خلق جدید و خلق بعدهم خلقوا
یہاں تک کہ اپنی اس حالت سے دوسری حالت میں پلٹ جائیں گے ایک نئی نسل اور ان کے بعد ایک اور نسل پیدا کی جائے گی

بارش اور سبزے، پدران اور مادران، اور جانے والے اور نئے آنے والے، اور نشانیوں کے پیچھے نشانیاں، اور مردوں کے بعد مردے، روشنی اور تاریکی، راتیں اور دن، فقیر اور دولتمند، سعادت مند اور شقی، نیکوکار اور بدکار، خبر اور تنبیہ ہے غفلت میں رہنے والوں کے لئے ہر کام کرنے والے کو اپنا عمل درست کرنا چاہیئے۔ آگاہ ہوجاؤ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اللہ یکتا ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ کسی کا باپ ہے اس نے پلٹایا اور اسی نے شروع کیا اور کل اسی کی طرف پلٹنا ہے۔

اس کے بعد سن لو اے ایاد قبیلہ کے لوگو! کہاں ہیں ثمود اور عاد؟ اور کہاں ہیں ہمارے آباؤ اجداد۔ کہاں ہے وہ نیکوکار جس کو صلہ نہیں دیا گیا اور کہاں ہے وہ بدکار جس سے انتقام نہیں لیا گیا ہرگز نہیں رب کعبہ کی قسم پلٹ آئے گا جو پیدا کیا گیا اور اگر ایک دن گیا تو دوسرا دن ضرور پلٹ کر آئے گا۔

یہ قس بن ساعدہ بن حذافہ بن زہر بن ایاد بن نزار ہیں، جاہلیت کے لوگوں میں سے سب سے پہلے نبی کی بعثت پر ایمان لانے والے تھے۔ اور وہ سب سے پہلے فرد تھے جس نے عصا اپنے ساتھ رکھا اور اس کا سہارا لیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ چھ سو سال زندہ رہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام و نسب کے ساتھ جانتے تھے اور لوگوں کو آپؐ کے ظہور کی بشارت دیتے تھے وہ تقیہ کرتے تھے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے کے دوران تقیہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

۲۴۔ ہم سے بیان کیا حسن بن عبداللہ بن سعید نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابوالحسن علی بن حسین ابن

اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی محمد بن زکریا بن دینار نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا مہدی بن سابق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن عباس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ قس بن ساعدہ نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور کہا: شکم سبزی اور ترکاری سے سیر اور پانی ملے ہوئے دودھ سے سیراب ہو جاتا ہے ۔ جس نے تجھ پر برائی کی کوئی تہمت لگائی تو سمجھو اس کے اندر اس جیسی برائی موجود ہے ۔ اور جس نے تجھ پر ظلم کیا اس پر کوئی ظالم مسلط ہو ہی جائے گا جب تم اپنے نفس کی خواہش کے برخلاف عدل و انصاف کرو گے تو اوپر سے تمہارے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کیا جائے گا ۔ جب کسی کو کسی بات سے منع کرو تو پہلے اپنی ذات سے شروع کرو اور جو کچھ تم نہیں کھاتے اس کو جمع نہ کرو اور جس چیز کی تمہیں ضرورت نہیں ہے اس کو مت کھاؤ ۔ اور اگر تم مال جمع کرو گے تو آخرکار تمہارے اعمال ہی تمہارا ذخیرہ اور گنجینہ ہیں ۔ کفایت شعار رہو اور سخاوت مندی سے اپنی قوم کی سرداری تمہیں حاصل ہوگی ۔ اور کبھی بھی کسی مصروف شخص سے مشورہ نہ لینا اگرچہ وہ مستقل مزاج اور مضبوط ارادہ والا ہی کیوں نہ ہو ۔ اور نہ کسی بھوکے سے مشورہ لو اگرچہ سمجھدار کیوں نہ ہو ۔ نہ ڈرپوک سے مشورہ لو اگرچہ نصیحت کرنے والا کیوں نہ ہو ۔ اور اپنی گردن میں کوئی ایسا طوق (ذمہ داری) نہ ڈالو جس کو اتارنا تمہارے لئے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالے بغیر ممکن نہ ہو ۔ جب دشمنی کرو تو عدل و انصاف کا خیال رکھو اور جب بولو تو کم گوئی اختیار کرو ۔ اور کسی کو بھی قرض نہ دو ۔ اگرچہ وہ تمہارے قریب سے قریب تر عزیزوں میں سے کیوں نہ ہو ۔ کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو ہمیشہ خوفزدہ رہو گے اور جس کے ذمہ تم نے قرض لگایا ہے وہ اپنے عہد و پیمان کو پورا کرنے میں مرضی کا مالک ہے ۔ اور جب تک مال اس کے پاس ہے تم اس کے بندے اور غلام ہو اگر اس نے تم پر زیادتی کی تو تم اپنی ناسمجھی کی وجہ سے اس بات کے سزاوار ہو ۔ اور اگر اس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو وہی قابل مدح ہوگا نہ کہ تم ۔ صدقہ دیتے رہو کیونکہ یہ خطاؤں اور گناہوں کا کفارہ ہے ۔

پس قس کسی کو قرض نہیں دیتے تھے اور باتیں ایسی کرتے تھے جن کے معنی عوام پر پوشیدہ رہتے اور صرف خواص ہی سمجھ پاتے تھے ۔

باب (۱۱) تبع کے بارے میں روایات

اور تبع بادشاہ بھی ان لوگوں میں سے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتے تھے اور آپ کے ظہور کے منتظر تھے کیونکہ آپؐ کے بارے میں خبران تک پہنچ چکی تھی اور وہ یہ جان چکے تھے کہ مکہ سے عنقریب ایک نبی خروج کرے گا اور یثرب (مدینہ) کی طرف ہجرت فرمائے گا۔

۲۵۔ محمد بن حسن بن احمد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن حسن صفار نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن علی سے انہوں نے عمر بن ابان سے انہوں نے ابان سے مرفوعاً نقل کیا کہ تبع نے چلتے ہوئے ایک مرتبہ یہ اشعار کہے۔

حتی اتانی من قریظة عالم	حبر لعمرک فی الیهود مسود
یہاں تک کہ قریظہ میں سے ایک عالم میرے پاس آیا	جو حبر (یہودی عالم) تھا اور تیری زندگی کی قسم یہود میں وہ مقبول تھا
قال از دجر عن قریة محجوبة	لنبیّ مکة من قریش مهتد
اس نے مجھ سے کہا ایک تنگ گاؤں پر حملہ سے رک جاؤ	کیونکہ ایک نبی جو قریش میں سے ہوگا مکہ سے برآمد ہوگا
فعفوت عنهم عفو غیر مثرَّب	وترکتهم لعقاب یوم سرمد
پس میں نے انہیں معاف تو کردیا لیکن ناگواری کے ساتھ	اور انہیں ابدی دن کی سزا کے خوف سے چھوڑ دیا
وترکتها للّٰه ارجو عفوه	یوم الحساب من الجحیم الموقد
اور میں نے مکہ پر حملہ کو چھوڑ دیا اللہ کی خاطر اس سے معافی کی امید کے ساتھ	اس دن کے واسطے جس میں حساب وکتاب ہوگا اور بھڑکتی ہوئی جہنم ہوگی
ولقد ترکت له بها من قومنا	نفراً اولی حسب و ممّن یحمد
اور میں نے اس نبی کے لئے اپنی قوم سے ایک آدمی کو چھوڑا	ایسا شخص جو حسب وفضیلت والا، جس کی لوگ تعریف کرتے ہیں
نفراً یکون النّصر فی اعقابهم	ارجو بذاک ثواب رب محمّدٍ
ایسا شخص جس کے پشتوں میں فتح ونصرت ہوگی	اور اس کام سے میں محمدؐ کے پروردگار سے ثواب کی امید

رکھتا ہوں

ماکنت احسب ان بیتاً ظاھراً — للّٰہ فی بطحاء مکۃ یعبد

میں گمان بھی نہیں کرتا تھا کہ ایک آشکار گھر ہوگا — اللہ کا سرزمین مکہ میں جہاں اس کی پرستش کی جائے گی

قالوا بمکۃ بیت مال دائر — وکنوزہ من لؤلؤ و زبرجد

مجھ سے ان لوگوں نے کہا کہ مکہ میں ایک بیت المال ہے جس میں بہت مال ہے — خزینے ہیں موتیوں اور زبرجد کے

فاردت امرا حال ربی دونہ — واللّٰہ یدفع عن خراب المسجد

پس میں نے ایک بڑا ارادہ کیا لیکن میرے پروردگار نے اسے پورا ہونے نہیں دیا — اور اللہ اپنی مسجد کے خراب ہونے سے روکتا ہے

فترکت ماامّلتہ فیہ لھم — وترکتھم مثلاً لاھل المشھد

پس میں نے جو کچھ آرزو کی تھی اسے ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا — اور انہیں صاحبان پاک دل کے لئے ایک مثالی عمل کرکے چھوڑ دیا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تحقیق اس کو خبر دی گئی کہ یہاں (مکہ) سے ایک نبی ظہور کرے گا اور اس نبی کی ہجرت یثرب (مدینہ) کی طرف ہوگی پس اس نے یمن سے ایک گروہ کو اپنے ساتھ لیا اور انہیں یہود کے پاس سکونت دلائی تاکہ اس نبی کی آمد کے بعد اس کی نصرت کریں اور اس بارے میں اس نے یہ اشعار کہے۔

شھدت علی احمد انہ — رسول من اللّٰہ باریءالنسم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمدؐ یقیناً — اس خدا کا رسول ہے جو خالق کائنات ہے

فلو مُدّ عمری الی عمرہ — لکنت وزیراً لہ وابن عم

پس اگر میری عمر اس قدر ہوتی کہ میں ان کی زیارت کرسکوں — تو میں ضرور ان کا وزیر اور چچازاد بھائی بن جاتا

وکنت عذاباً علی المشرکین — اسقیھم کاس حتف وغم

اور میں مشرکین کے لئے عذاب بن جاتا — اور انہیں موت اور غم و اندوہ کی شراب پلاتا

۲۶۔ مجھ سے بیان کیا میرے والد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن ابراہیم نے اپنے والد سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابراہیم بن عبدالحمید سے انہوں نے ولید بن صبیح سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: تبع بادشاہ نے اوس اور خزرج سے کہا کہ تم لوگ یہاں

رہو جب تک وہ نبی ظہور فرمائے ۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ اگر میں نے ان کو پالیا اور زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا ۔

۲۷ ۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالجبار عطاردی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر شیبانی نے ان سے زکریا بن یحییٰ المدنی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر تبع بادشاہ کے متعلق معاملہ مشتبہ نہ رہے کیونکہ حقیقتاً وہ مسلمان تھا ۔

باب (۱۲)　حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام کے بارے میں روایات

• عبدالمطلب اور ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام جاننے والوں اور علماء سے زیادہ بہتر جانتے تھے لیکن یہ دونوں اس بات کو جاہلوں اور صاحبان کفر و گمراہی سے چھپاتے تھے • ۔

۲۸ ۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ھیثم بن عمرو المزنی نے ان سے ابراہیم بن عقیل حذلی نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں ایک بچھونا بچھایا جاتا تھا ۔ جس پر سوائے ان کے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور یہ ان کی تعظیم کی خاطر تھا ۔ اور ان کے بیٹے ان کے اردگرد بیٹھتے تھے جب تک عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر نہ چلے جائیں ۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی آپؐ کمسن تھے چلتے ہوئے آکر اسی بچھونے پر بیٹھ جاتے تھے اور یہ بات آپؐ کے چچاؤں کو ناگوار گزرتی تھی پس وہ آگے بڑھ کر آپؐ کو پکڑتے تاکہ اس بچھونے سے آپ کو ہٹالیں مگر جب بھی عبدالمطلب ایسی حرکت ان لوگوں کی طرف سے دیکھتے تو ان سے کہتے : چھوڑدو میرے بیٹے کو خدا کی قسم اس کی شان و منزلت بہت عظیم ہے ۔ میں یقیناً یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم پر ایسا آنے والا ہے کہ یہ تمہارا آقا اور سردار ہوگا ۔ میں اس کی پیشانی سے بزرگی اور سرداری کا نور دیکھ رہا ہوں یہ لوگوں کی قیادت کرے گا ۔ پھر اس کے بعد آپؐ کو اٹھاتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور آپؐ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپؐ کا بوسہ لیتے تھے ۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نرم اور پاکیزہ کوئی بوسہ نہیں دیکھا ہے نہ ایسا بدن دیکھا ہے جو ایسا نرم اور طیب و پاکیزہ ہو ۔ پھر ابو طالبؑ کی طرف رخ کرتے اور وہ اس لئے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالبؑ دونوں کی والدہ ایک تھیں ۔ اور یہ کہتے تھے اے ابو طالبؑ اس

رہو جب تک وہ نبی ظہور فرمائے۔ اور میری بات تو یہ ہے کہ اگر میں نے ان کو پالیا اور زندہ رہا تو ان کی خدمت کروں گا اور ان کا ساتھ دوں گا۔

۲۷۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالجبار عطاردی نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر شیبانی نے ان سے زکریا بن یحییٰ المدنی سے نقل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا عکرمہ نے اس نے کہا میں نے ابن عباس کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم پر تبع بادشاہ کے متعلق معاملہ مشتبہ نہ رہے کیونکہ حقیقتاً وہ مسلمان تھا۔

باب (۱۲) حضرت عبدالمطلب اور حضرت ابوطالب علیہما السلام کے بارے میں روایات

"عبدالمطلب اور ابو طالب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تمام جاننے والوں اور علماء سے زیادہ بہتر جانتے تھے لیکن یہ دونوں اس بات کو جاہلوں اور صاحبان کفر و گمراہی سے چھپاتے تھے"۔

۲۸۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد بن موسیٰ رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا ھیثم بن عمرو المزنی نے ان سے ابراہیم بن عقیل ھذلی نے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے کہا کہ عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں ایک بچھونا بچھایا جاتا تھا۔ جس پر سوائے ان کے اور کوئی نہیں بیٹھتا تھا اور یہ ان کی تعظیم کی خاطر تھا۔ اور ان کے بیٹے ان کے اردگرد بیٹھتے تھے جب تک عبدالمطلب وہاں سے اٹھ کر نہ چلے جائیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبکہ ابھی آپؐ کمسن تھے چلتے ہوئے آکر اسی بچھونے پر بیٹھ جاتے تھے اور یہ بات آپؐ کے چچاؤں کو ناگوار گزرتی تھی پس وہ آگے بڑھ کر آپؐ کو پکڑتے تاکہ اس بچھونے سے آپ کو ہٹالیں مگر جب بھی عبدالمطلب ایسی حرکت ان لوگوں کی طرف سے دیکھتے تو ان سے کہتے: چھوڑدو میرے بیٹے کو خدا کی قسم اس کی شان و منزلت بہت عظیم ہے۔ میں یقیناً یہ دیکھ رہا ہوں کہ ایک دن تم پر ایسا آنے والا ہے کہ یہ تمہارا آقا اور سردار ہوگا۔ میں اس کی پیشانی سے بزرگی اور سرداری کا نور دیکھ رہا ہوں یہ لوگوں کی قیادت کرے گا۔ پھر اس کے بعد آپؐ کو اٹھاتے تھے اور اپنے پاس بٹھاتے تھے اور آپؐ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور آپؐ کا بوسہ لیتے تھے۔ اور یہ کہتے تھے کہ میں نے اس سے نرم اور پاکیزہ کوئی بوسہ نہیں دیکھا ہے نہ ایسا بدن دیکھا ہے جو ایسا نرم اور طیب و پاکیزہ ہو۔ پھر ابو طالبؑ کی طرف رخ کرتے اور وہ اس لئے کہ حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالبؑ دونوں کی والدہ ایک تھیں۔ اور یہ کہتے تھے اے ابو طالبؑ اس

نوجوان کے لئے ایک عظیم منزلت اور مرتبت ہے پس اس کی حفاظت کرو اور اس کے ساتھ متمسک رہو کیونکہ یہ یکتا اور بے مثل ہے اور اس کے لئے ماں کی طرح بنو۔ خبردار اس پر کوئی ایسی بات نہ آجائے جو اس کے لئے ناگوار ہو۔ پھر آپؐ کو اپنے کاندھے پر سوار کرتے اور سات بار طواف کرتے تھے عبدالمطلب جان گئے تھے کہ آپؐ لات وعزیٰ بتوں سے نفرت کرتے ہیں اس لئے آپؐ کو ان کے سامنے نہیں لے جاتے تھے۔ جب آپؐ چھ سال کے ہوگئے تو آپؐ کی مادر گرامی آمنہ ابواء میں جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے وفات پاگئیں۔ آپؐ کی والدہ گرامی آپؐ کو لے کر آپؐ کے ماموں جو کہ نبی عدی میں سے تھے کے پاس آگئی تھیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہوگئے۔ نہ باپ کا سایہ تھا نہ ماں کی شفقت۔ پس عبدالمطلبؑ نے آپؐ پر پیار و محبت اور نگہداشت میں اضافہ کردیا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ عبدالمطلبؑ کی وفات کا وقت آن پہنچا پس اس حالت میں ابو طالبؑ کو بلوایا جبکہ حضرت محمدؐ ان کے سینے پر تھے اور وہ موت کی تکلیف میں تھے۔ اور رو رہے تھے۔ اور اس حالت میں ابو طالبؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: اے ابو طالبؑ دیکھو! اس کے لئے محافظ بن کر رہنا کیونکہ یہ اکیلا ہے جس نے باپ کے سایہ کو دیکھا ہے نہ ماں کی شفقت کا مزہ چکھا ہے۔ دیکھو اے ابو طالبؑ اسے اپنے تن میں سے جگر اور کلیجہ کی حیثیت دینا۔ میں اپنے تمام بیٹوں کو چھوڑ کر تمہیں اس کے بارے میں وصیت کررہا ہوں کیونکہ تم اور اس کے والد ایک ہی ماں سے ہو۔ اے ابو طالبؑ اگر تم اس کے دور (نبوت) کو درک کرلو پس جان لو میں لوگوں میں اس کے بارے میں سب سے زیادہ بصیرت رکھنے والا اور جاننے والا ہوں۔ پس اگر اس کی پیروی کرسکو تو کرلو اور اپنی زبان، بازو اور مال کے ساتھ اس کی نصرت کرو۔ پس یقیناً خدا کی قسم یہ تمہاری قیادت کرے گا اور ایسی حاکمیت اسے حاصل ہوگی جو میرے آباؤ اجداد میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اے ابو طالبؑ میں تمہارے آباؤ اجداد میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں جانتا کہ جس کا باپ اس کے باپ کی طرح انتقال کرگیا ہو۔ جس کی ماں اس کی ماں کی طرح فوت ہوگئی ہو۔ پس اس کی تنہائی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرو۔ کیا تم نے اس بارے میں میری وصیت کو قبول کرلیا؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں میں نے یقیناً قبول کرلیا اور اللہ اس بارے میں میرا گواہ ہے۔ پس عبدالمطلبؑ نے کہا: پس تم اپنا ہاتھ میری طرف بڑھاؤ۔ پس انہوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا عبدالمطلبؑ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور پھر عبدالمطلبؑ نے کہا: اب موت میرے لئے آسان ہوگئی پھر اس کے بعد آپؐ کا بوسہ لیتے رہے اور یہ کہتے تھے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں نے اپنے بیٹوں میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا جو تم سے زیادہ خوشبودار ہو اور تم سے زیادہ حسین اور خوبصورت ہو۔ اور یہ آرزو کرتے تھے وہ آپؐ کے زمانے (نبوت) کو درک کرنے تک زندہ رہتے۔ پھر اس کے بعد عبدالمطلبؑ وفات پاگئے جبکہ آپؐ کی عمر آٹھ سال تھی۔ پس ابو طالبؑ نے انہیں اپنے ساتھ رکھا۔ یہاں تک کہ دن اور رات میں ایک لمحہ کے لئے آپؐ سے جدا نہیں ہوتے تھے اور آپؐ کو اپنے ساتھ سلاتے تھے اور آپؐ کے بارے میں کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

۲۹۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد بن حسین بزاز نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن یعقوب الاصم نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن عبدالجبار عطاردی نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یونس بن بکیر نے انہوں نے محمد بن اسحاق بن یسار مدنی سے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عباس بن عبداللہ بن سعید نے اپنے خاندان کے بعض افراد سے نقل کرتے ہوئے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے لئے کعبہ کے سائے میں ایک بچھونا بچھایا جاتا تھا جس پر ان کی تعظیم کی خاطر ان کا کوئی بیٹا نہیں بیٹھتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آتے تھے تو اسی پر جاکر بیٹھ جاتے تھے تو آپؑ کے چچا آپؑ کو وہاں سے ہٹانے کے لئے آگے بڑھتے تو آپؑ کے دادا عبدالمطلبؑ ان سے کہتے۔ چھوڑو میرے بیٹے کو پھر آپؑ کی پشت پر ہاتھ پھیرتے تھے اور کہتے تھے میرے بیٹے کی شان ومنزلت منفرد ہے۔ پس عبدالمطلبؑ فوت ہوگئے دراں حالیکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ سال کے تھے اور یہ عام الفیل کے آٹھ سال کے بعد کا واقعہ ہے۔

۳۰۔ ہم سے بیان کیا علی بن احمد رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا احمد بن یحییٰ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن اسماعیل نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد نے انہوں نے کہا مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے خالد بن الیاس سے انہوں نے ابوبکر بن عبداللہ بن ابی جہم سے انہوں نے کہا کہ مجھ سے بیان کیا میرے والد نے روایت کرتے ہوئے میرے دادا سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوطالبؑ کو عبدالمطلبؑ کے بارے میں یہ بتاتے ہوئے سنا۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن جب میں حجر (اسماعیلؑ) میں سویا ہوا تھا میں نے ایک خواب دیکھا جس نے مجھ پر خوف طاری کردیا۔ چنانچہ میں قریش کی کاہنہ کے پاس آیا۔ میں ریشم کی چادر اوڑھے ہوئے تھا اور میرے سر کے دونوں طرف کے بال میرے کاندھوں پر لٹک رہے تھے۔ جب اس کی نظر میرے اوپر پڑی تو میرے چہرے پر تغیر و تبدل کو جان گئی پس وہ سنبھل کر بیٹھ گئی ان دنوں میں اپنی قوم کا سردار تھا۔ پس کہنے لگی: عرب کے سردار کو کیا ہوگیا ہے جس کا رنگ متغیر ہے۔ کیا اس پر زمانے کے ناگوار حوادث میں سے کوئی حادثہ واقع ہوا ہے۔ میں نے اس سے کہا: نہیں۔ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا جب کہ میں حجر (اسماعیل) میں سویا ہوا تھا۔ کہ گویا کوئی درخت میری پشت پر اگا ہے اور اس کا سر آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔ اور اس کی شاخ نے زمین کے مشرق سے مغرب تک کا احاطہ کیا ہے۔ اور میں نے ایک نور کو دیکھا جو اس سے ظاہر ہو رہا تھا جو سورج کی روشنی کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ روشن تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ عرب و عجم اس کے سامنے سجدہ ریز ہیں۔ اور میں نے دیکھا قریش میں سے ایک گروہ اس درخت کو کاٹنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ پس جب وہ اس کے قریب جاتے تھے تو ایک جوان جو لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور پاکیزہ ترین لباس زیب تن کئے ہوئے تھا ان کو پکڑ لیتا تھا اور ان کی کمر توڑ دیتا تھا۔ اور ان کی آنکھیں نکال دیتا تھا میں نے اس کی شاخوں میں سے ایک شاخ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نوجوان نے چلا کر کہا: ٹھہر جاؤ

تمہارے لئے اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر کس کے لئے حصہ ہے جبکہ یہ درخت مجھ سے ہے؟ پس اس نے کہا حصہ دار وہ لوگ ہیں جو اس سے وابستگی پیدا کریں گے اور تم اس کی طرف پلٹ جاؤ گے۔ اس کے بعد دہشت کے ساتھ میں خواب سے بیدار ہوا دراں حالیکہ مجھ پر گھبراہٹ طاری تھی اور میرا رنگ متغیر ہو چکا تھا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ اس کاہن کے منہ کا رنگ بھی متغیر ہوا اور کہنے لگی اگر تمہارا خواب سچا نکلا تو یقیناً سمجھ لو کہ تمہارے صلب سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب پر حکومت کرے گا۔ اور لوگوں میں مشہور و معروف ہوگا۔ پس اس کے بعد میرا غم و اندوہ ختم ہو گیا۔ پس دیکھتے رہو اے ابو طالبؑ شاید وہ شخص تم ہی ہو گے۔ پس ابو طالبؑ اس کے بارے میں لوگوں کو بتاتے تھے اور اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہور کر چکے تھے اور (ابو طالبؑ) کہتے تھے وہ درخت خدا کی قسم ابو القاسم (محمدؐ) الامین ہیں۔ تو ان سے پوچھا گیا اگر ایسا ہے تو آپ ان پر ایمان کیوں نہیں لے آتے؟ تو کہتے کہ لوگوں کی دشنام گوئی اور بے عزتی کی وجہ سے۔

ابو جعفر محمد بن علی (رضی اللہ عنہ) جو اس کتاب کے مصنف ہیں کہتے ہیں۔ یقیناً ابو طالب مؤمن تھے لیکن شرک کا اظہار اور ایمان مخفی اس لئے رکھتے تھے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت میں انہیں زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم ہوں۔

۳۱۔ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن حسن صفارؒ نے انہوں نے ایوب بن نوح سے انہوں نے عباس بن عامر سے انہوں نے علی بن ابی سارہ سے انہوں نے محمد بن مروان سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ آپؑ نے فرمایا: یقیناً ابو طالبؑ نے کفر کا اظہار کیا اور ایمان کو چھپایا اور جب ان کی وفات کا وقت آیا تو اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل فرمائی کہ اب مکہ سے نکلو کیونکہ اب تمہاری نصرت کرنے والا کوئی نہیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کرو۔

۳۲۔ ہم سے بیان کیا احمد بن محمد صائغ نے انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا محمد بن ایوب نے ان سے صالح بن اسباط نے انہوں نے اسماعیل بن محمد اور علی بن عبداللہ سے انہوں نے الربیع بن محمد المسلی سے انہوں نے سعد بن طریف سے انہوں نے اصبغ بن نباتہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ کو یہ کہتے سنا کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میرے والد، میرے جد عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف نے کبھی کسی بت کی پرستش نہیں کی۔ آپؑ سے عرض کیا گیا کہ وہ کس چیز کی عبادت کرتے تھے آپ نے فرمایا: وہ خانہ خدا کی طرف رخ کرکے ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق نماز پڑھتے تھے اور اسی سے متمسک تھے۔

۳۳۔ ہم سے علی بن احمدؒ نے بیان کیا ہے ان سے احمد بن یحییٰ نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن مسلم نے ان سے قمار جو بنی مخزوم کا غلام ہے نے بیان کیا۔ اس

سے سعید بن ابی صالح (۱) نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا کہ میرے والد عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ جب میرے بھائی عبداللہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرے پر آفتاب کے نور کے مانند ایک نور تھا۔ میرے والد بزرگوار عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے اس فرزند کی شان بلند ہوگی پھر میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ عبداللہ کی ناک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور پرواز کر کے مشرق و مغرب تک پہنچا پھر واپس آکر بام کعبہ پر بیٹھا اس وقت قریش کے تمام لوگوں نے اس کو سجدہ کیا اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگے ایک روشنی ہوئی جو آسمان و زمین اور مشرق و مغرب پر چھا گئی میں بیدار ہوا تو ایک کاہنہ سے دریافت کیا جو بنی مخزوم سے تھی اس نے کہا: اے عباسؓ اگر تمہارا خواب سچا ہے تو عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے تابع اہل مشرق اور مغرب ہونگے۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ عبداللہؑ کے لئے زوجہ کی فکر میں تھا۔ یہاں تک کہ آمنہؑ سے ان کا نکاح ہوا۔ وہ زنان قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھیں جب حضرت عبداللہؑ کا انتقال ہوگیا تو رسالتمآب پیدا ہوئے۔ میں نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور نکلتے دیکھا میں نے ان کو گود میں لیا تو ان کے جسم سے بوئے مشک آرہی تھی اور میں نافۂ مشک کے مانند معطر ہوگیا۔ آمنہؑ نے مجھ سے کہا کہ جب مجھے دردزہ شروع ہوا تو میں نے اپنے گھر میں بہت سی آوازیں سنیں جو انسانوں کی آوازوں جیسی نہ تھیں پھر میں نے باریک اور نفیس کپڑے کا ایک علم دیکھا جو یاقوت کی چھڑ میں لگا ہوا تھا۔ جس نے زمین و آسمان کو بھر دیا تھا اور ایک نور اس (بچے) کے سر سے بلند تھا۔ جس نے آسمان کو روشن کیا ہوا تھا۔ اس میں، میں نے شام کے قصر دیکھے جو نور کی زیادتی کی وجہ سے آگ کے شعلے معلوم ہو رہے تھے۔ اور اپنے چاروں طرف کبوتر کے مانند پرندے دیکھے جو میرے گرد اپنے بازوؤں کو کھولے ہوئے تھے۔ اور شعیرہ اسدیہ کو دیکھا جو گزرتا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے آمنہ کاہنوں اور بتوں کو تمہارے فرزند سے کیا کیا دیکھنا نصیب ہوگا۔ پھر میں نے ایک بلند قامت جوان کو دیکھا جو سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور بہترین لباس پہنے ہوئے تھا میں نے سمجھا کہ عبدالمطلب ہیں جو میرے پاس آئے ہیں اور میرے فرزند کو گود میں لے کر اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں دیا۔ ان کے ساتھ ایک سونے کا طشت تھا جو زمرد سے مرصع تھا اور سونے کی کنگھی بھی تھی۔ انہوں نے میرے بچے کا شکم چاک کیا اور اس کا دل نکالا۔ پھر اس کو چاک کر کے ایک سیاہ نقطہ نکال کر پھینک دیا پھر حریر سبز کی ایک تھیلی نکالی اور اس تھیلی میں سے ایک طرح کی سفید گھاس نکالی اور اس کو دل میں بھر دیا اور دل کو اپنے مقام پر رکھ کر شکم پر ہاتھ پھیرا اور بچےؐ سے باتیں کیں۔ بچے نے ان کے جوابات دیئے۔ میں ان کی باتیں نہ سمجھ سکی سوائے اس قدر کہ انہوں نے کہا خدا کی امان و حمایت میں رہو

---

(۱) ابو صالح وہ ہے جس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ اس کا نام میزان بصری ہے اور ابن معین نے اس کی وثاقت کی تصدیق کی ہے لیکن میں نے کتاب رجال میں سعید نام کی کسی شخصیت کو نہیں پایا اور اسی طرح روایت قمار یا قصار اور سعید جیسے آپ دیکھ رہے ہیں غیر موثق، ناشناس اور مقطوع السلسلہ ہے۔ (علی اکبر غفاری)

یقیناً میں نے تمہارے دل کو ایمان و علم و یقین و شجاعت سے بھر دیا تم بہترین خلق ہو۔ خوشا حال اس کا جو تمہاری متابعت کرے اور وائے ہو اس پر جو تمہاری مخالفت کرے۔ پھر دوسری تھیلی نکالی جو حریر سفید کی تھی۔ اس میں سے ایک انگوٹھی نکالی اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگائی۔ جس کا نقش ابھر آیا اور کہا میرے خدا نے حکم دیا ہے کہ تمہارے سینہ میں روح القدس پھونک دوں غرض انہوں نے روح حضور اکرمؐ کے جسم میں پھونکی اور ایک پیراہن ان کو پہنایا اور کہا کہ یہ دنیا میں تمہارے لئے تمام آفتوں سے امان ہے۔ اے عباسؓ یہ وہ امور تھے جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کے شانوں کو کھولا اور مہر کے نقش کو پڑھا اور ہمیشہ یہ باتیں پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ میں بھول گیا اور جب اسلام لایا تو حضور اکرمؐ نے خود مجھ کو یاد دلایا۔

باب (۱۳) سیف بن ذی یزن کے بارے میں

سیف بن ذی یزن بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا عارف تھا۔ اور اس نے حضور اکرمؐ کی نبوت کی بشارت جناب عبدالمطلب کو دی تھی۔ جب وہ وفد کے ساتھ اس سے ملنے گئے تھے۔

۳۲۔ ہم سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے چچا محمد بن ابوالقاسم نے روایت کرتے ہوئے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے علی بن حکیم سے انہوں نے عمرو بن بکار عبسی سے انہوں نے محمد بن سائب سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے ابن عباس سے۔ ایک دوسری سند کے مطابق ہم سے بیان کیا محمد بن علی بن محمد بن حاتم بونکی نے ان سے ابومنصور محمد بن احمد بن ازہر ہراۃ نے ان سے محمد بن اسحاق بصری نے ان سے علی بن حرب نے ان سے احمد بن عثمان بن حکیم نے ان سے عمرو بن بکر نے ان سے احمد بن قاسم نے ان سے محمد بن سائب نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ کی ولادت کے دو سال بعد سیف بن ذی یزن (جو یمن کا بادشاہ تھا) حبشہ پر قابض ہوگیا۔ جناب عبدالمطلبؑ بن ہاشمؑ ایک وفد کے ہمراہ جس میں امیہ بن عبد شمس، عبداللہ بن جذعان، اسد بن خویلد بن عبدالعزیٰ اور وہب بن عبد مناف شامل تھے یمن میں اس سے ملنے گئے تاکہ اس کو فتح پر مبارک باد دیں اور اسے اہل مکہ سے لطف و مہربانی کی ترغیب دیں۔ اس سے ملاقات کے لئے اس کے محل پہنچے جس کو غمدان کہتے تھے۔ اور جو خوبصورتی میں بے مثل تھا جس کے لئے امیہ بن ابی صلت نے یہ شعر کہا۔

اشرب هنیاً علیک التاج مرتفعا — فی راس غمدان داراً منک محلالا

پیو، خوشگوار ہو تم پر، تمہارے سر پر خوش نصیبی کا تاج ہو — غمدان کی چھت پر تمہارا محل جگمگا رہا ہے

پس اس کے پاس اجازت لینے والا آیا اور ان لوگوں کے مقام و منزلت سے باخبر کیا پس اس نے انہیں اجازت دیدی اور جب وہ اس کے پاس حاضر ہوگئے تو عبدالمطلبؑ اس کے قریب گئے اور اس سے بات کرنے کی اجازت مانگی تو اس نے کہا: اگر تم ان میں سے ہو جو بادشاہوں کے سامنے بات کرنے کے لائق ہیں تو ہم بھی تمہیں اجازت دیتے ہیں۔ راوی (ابن عباسؓ) کہتے ہیں: عبدالمطلبؑ نے اس کے جواب میں کہا: اے بادشاہ یقیناً اللہ نے تجھے اعلیٰ مگر سخت اور بلند و بالا مقام عطا کیا ہے اور تجھے ایسے باغ کا مالک بنا دیا جس کے درختوں کی جڑیں پاکیزہ ہیں۔ اور اس کے پھل شیریں ہیں جس کی بنیاد ثابت ہے اور شاخیں بلند۔ باعظمت ترین مقام اور بہترین معدن تجھے عطا ہوئے ہیں اور تو اے عرب کے بادشاہ اور اس کی بہار جس سے سرسبزی اور شادابی ہے، ان کاموں سے بری ہے جو تیرے لئے طعن و تشنیع کا باعث بنیں اور تو اے بادشاہ عرب کا رہنما ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور اس کا سکون ہے جس پر تکیہ کیا جاتا ہے۔ اور پناہ گاہ ہے جس کی طرف بندگان خدا پناہ لیتے ہیں۔ تیری پشت بہترین پشت اور تو ان میں سے ہمارے لئے بہترین یادگار ہے۔

معزز ہیں وہ لوگ جو تیری نسل سے ہیں اور ہلاکت سے دور ہیں وہ جن کا تو خلف ہے اے بادشاہ ہم حرم خدا کے باشندے اور اس کے گھر کے نگہبان ہیں۔ ہم تیرے پاس اس مسرت کے ساتھ آئے ہیں کہ ہمارے آلام و مصائب اختتام کو پہنچ گئے۔ پس ہم مبارکباد پیش کرنے والے ہیں نہ کہ اپنی سخت مصیبتیں لیکر آنے والے۔

بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو اے بولنے والے؟ انہوں نے جواب دیا میں عبدالمطلب ابن ہاشم ہوں۔ اس نے کہا تم ہمارے بھانجے ہو۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا مجھ سے قریب ہوجاؤ۔ آپ قریب ہوگئے تب بادشاہ نے وفد کی طرف رخ کیا اور کہا: مرحباً، تم سب کو خوش آمدید۔ بادشاہ نے تمہاری گفتگو کو سن لیا اور تمہاری رشتہ داری کو جان لیا۔ اور تم نے جس کو وسیلہ قرار دیا اس کو قبول کرلیا پس ہم دن رات تمہارے ہم نشین ہوں گے۔ اور تمہارے لئے مہمان نوازی ہے جب تک تم یہاں ہو۔ اور جب جانا چاہو تو سوغات کے مستحق قرار پاؤ گے۔ پھر کہا: اب مہمان خانہ کی طرف چلو۔ پس وہ ایک ماہ وہاں رہے مگر بادشاہ تک نہ ان کی رسائی تھی اور نہ ہی بادشاہ انہیں جانے کی اجازت دے رہا تھا۔ کہ اچانک انہیں یاد کیا اور عبدالمطلبؑ کو بلایا اور ایسی نشست ترتیب دی کہ جس میں مکمل خلوت ہو۔ اس کے بعد عبدالمطلبؑ سے کہا کہ اے عبدالمطلبؑ میں اپنے علم کے رازوں میں سے ایک چیز تمہارے سپرد کررہا ہوں۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو کبھی اس کے سامنے اس بارے میں زبان نہ کھولتا۔ لیکن میں نے تمہیں اس کا اہل پایا پس تم پر ایک انکشاف کررہا ہوں لیکن ضروری ہے کہ یہ تمہارے پاس اس وقت تک پوشیدہ رہے جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو کہ اللہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔

میں کتاب مکنون اور علم مخزون میں جس کو ہم نے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اپنے منکرین کے مقابلے میں اس کے ذریعے استدلال کرتے ہیں، ایک عظیم بشارت اور نوید پاتا ہوں اس میں زندگی کی شرافت اور موت کی فضیلت ہے۔

تمام انسانوں کے لئے اور آپ کے پورے گھرانے کے لئے ۔ اور خصوصاً آپ کے لئے ۔ عبدالمطلبؑ نے فرمایا۔ میں بھی اے بادشاہ آپ کی طرح ہوں کہ جو راز کو مخفی رکھے اور نیکی کرے تو وہ (بشارت) کیا ہے میں آپ پر قربان ہوجاؤں ہم نسل بانسل سے بادیہ نشین ہیں ۔ پس اس نے کہا اگر تہامہ (مکہ) میں ایک نوجوان پیدا ہو جس کے دونوں شانوں کے بیچ میں خال ہو تو اسے امامت اور قیادت ملے گی اور تمہیں قیامت تک کے لئے سرداری ۔ پس عبدالمطلبؑ نے اس سے کہا: سلامت رہیں آپ اے بادشاہ آپ نے ایسی خوشخبری مجھے دی ہے کہ کسی بھی وفد کو نہیں ملی ہوگی اور بزرگواری اور تعظیم رکاوٹ نہ ہوتی تو میں یہ سوال کرتا کہ اس کے اور میرے درمیان کتنا فاصلہ ہے تاکہ میری تراوٹ میں اضافہ ہو۔

پس ابن یزن نے کہا: یہ وہی زمانہ ہے جس میں وہ درخشاں چہرہ بچہ پیدا ہوگا اس کا نام محمدؐ ہوگا اس کا والد اور اس کی والدہ دنیا سے چل بسیں گے اور اس کی سرپرستی اس کے دادا اور چچا کریں گے ۔ وہ گمنام پیدا ہوگا اور اللہ اسے علانیہ مبعوث فرمائے گا اور اس کے لئے ہم میں سے حامی و مددگار قرار دے گا تاکہ اپنے محبوں کو طاقت ور بنائے اور دشمنوں کو کمزور کردے ۔ اپنے حامیوں کے ذریعے وہ اپنے منکرین کو ہلاک کردے گا اور انہی کے ذریعے بڑی بڑی سلطنتوں کو فتح کرے گا ۔ بتوں کو توڑ دے گا اور آتشکدے بجھ جائیں گے ۔ اللہ کی عبادت کی جائے گی اور شیطان کی چالیں کمزور پڑجائیں گی ۔ اس کا کلام حق پر اور اس کے فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہوں گے ۔ نیکی کا حکم دیگا اور خود بھی اس کا پابند ہوگا ۔ اور منکر سے منع کرے گا اور اس کا خاتمہ کردیگا۔

عبدالمطلبؑ نے کہا: اے بادشاہ خدا آپ کی شان وشوکت میں اضافہ کرے اور عظمت و بلندی عطا کرے ۔ آپ کی سلطنت قائم رکھے اور آپ کی عمر دراز فرمائے ۔ اے بادشاہ کیا آپ مزید وضاحت کریں گے ۔ تو ابن ذی یزن نے کہا: قسم ہے اس گھر کی جو پردے سے ڈھکا ہے اور ان نشانیوں کی قسم جو حرم کے ستونوں پر ہیں ، بے شک یقیناً اے عبدالمطلب تم ہی اس کے دادا ہو اور یہ بات جھوٹی نہیں ہے ۔

عبدالمطلبؑ یہ سن کر سجدے میں گر گئے اور خدا کا شکر بجالائے بادشاہ نے کہا سر اٹھائیے ۔ خدا آپ کی منزلت بلند کرے ۔ فرمائیے جو میں نے بتایا ہے کیا آپ ویسا ہی پاتے ہیں حضرت عبدالمطلبؑ نے کہا ہاں میرا ایک بیٹا تھا اور میں اس پر بہت فخر کرتا تھا اور نہایت شفقت سے پیش آتا تھا میں نے اس کی شادی ایک کریم خاتون سے کی جس کا نام آمنہ بنت وہب تھا اس سے ایک بچہ ہوا جس کا نام محمدؐ رکھا گیا ۔ اس کے ماں باپ دونوں کا انتقال ہوگیا ہے ۔ میں اور اس کے چچا اس کی کفایت کررہے ہیں ۔ ابن ذی یزن نے کہا ۔ آپ نے وہی باتیں کہیں جو میں نے عرض کیں ۔ پس آپ اس کی حفاظت کیجئے گا کیونکہ اس کے دشمن بہت ہیں ، خاص کر یہودی جن کی عداوت سب سے بڑھ کر ہے ۔ اور اللہ اس کے دشمنوں کو اس پر فوقیت نہیں دیگا ۔ اور جو کچھ میں نے تمہیں بتایا ہے اس کو صیغہ راز میں رکھنا اور جو لوگ تمہارے ساتھ آئے ہیں ان تک کو نہیں بتانا ۔ اور اپنی قوم ۔ ، بھی خبردار رہنا کیونکہ وہ اس سے حسد کریں گے اور

بہت آزار و تکلیف پہنچائیں گے یہ کام وہ خود کریں گے یا ان کے بیٹے کریں گے ۔ اے کاش میں اس کے زمانے میں ہوتا تو اس کی نصرت میں اپنی جان فدا کرتا ۔ لیکن میں نے یہ پڑھا ہے کہ وہ مکہ سے یثرب ہجرت کرے گا اور وہاں اس کے امور مستحکم ہونگے اور وہیں انتقال ہوگا اور وہیں قبر بنے گی ۔ اور اگر میں نہ ڈرتا اس کے بارے میں مصیبتوں کے پڑنے سے اور آفتوں کے آنے سے تو کسی وقت اس کے بارے میں اعلان کر دیتا کہ وہ نوجوان کون ہے اور عرب کے سرداروں کو اس کے سامنے جھکا دیتا لیکن میں تمہارے ساتھیوں کو انعام و اکرام دینے میں کوئی کوتاہی نہ کرتے ہوئے تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں ۔

پھر ہر ایک کے لئے دس دس غلام ۔ دس دس کنیزیں ۔ دو دو برد یمنی ۔ سو سو اونٹ اور پانچ پانچ رطل سونا ۔ دس دس رطل چاندی مشک و عنبر سے بھری ہوئی عطا کیں اور عبدالمطلب کو ان سب سے دس گنا عطا کیا ۔ (حضور کے ظہور سے پہلے) ابن ذی یزن کا انتقال ہو گیا تھا ۔ عبدالمطلب اکثر اس واقعہ کو یاد کر کے کہتے تھے ۔ اے گروہ قریش میں اس کے دیئے ہوئے ہدیوں اور سامان سے اتنا خوش نہیں ہوا کیونکہ یہ سب فانی ہیں لیکن اس امر سے بہت خوش ہوں جس کا شرف میرے اور میرے فرزند کے لئے باقی اور دائم ہے ۔ اور بہت جلد تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا ۔ اور اس بارے میں امیہ ابن الشمس ، ابن ابی ذی یزن کی طرف ان کی روانگی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہے ۔

جلبنا النصح تحمله المطایا — علی اکوار اجمال و نوق
ہم نے پورے لشکر کو ساتھ لیا — اونٹوں اور اونٹوں کے کجاوے پر

مغلغلة مغالقها تغالی — الی صنعاء من فج عمیق
پوری سرعت کے ساتھ چلتے ہوئے — صنعاء کی طرف روانہ ہوئے دو پہاڑوں کے درمیان موجود گہرے کشادہ راستہ سے

یوم بنا ابن ذی یزن ویهدی — ذوات بطونها امّ الطریق
ہماری قیادت ابن ابی ذی یزن کررہا تھا — اور تیز رفتار سواریوں کو شاہراہوں سے گزار رہا تھا

وتزجی من مخائله بروقاً — مواصلة الومیض الی بروق
اور بارش اور بجلی کی وجہ سے ہمیں ان کو چلانا دشوار ہو رہا تھا — اور ساتھ ہی بجلی چمک رہی تھی ۔

فلمّا وافقت صنعاء صارت — بدار الملک والحسب العریق
جب صنعاء پہنچے تو — ہم صاحب بخشش و کرم بادشاہ کے گھر میں داخل ہوئے

الی ملک یدر لنا العطایا **بحسن بشاشۃ الوجہ الطلیق**

ایسے بادشاہ کے پاس جو ہم پر اپنی بخشش نچھاور کر رہا تھا جبکہ اس کے چہرے پر بشاشت اور کشادگی عیاں تھی۔

باب (۱۴) بحیریٰ راھب کے بارے میں

بحیریٰ راھب بھی ان لوگوں میں سے تھا جو حضورؐ کو آپ کے ظہور سے قبل آپ کی صفات و خصوصیات، آپؐ کے نام اور حسب و نسب کے ساتھ جانتے تھے اور حضور اکرمؐ کے مبعوث ہونے کے منتظر تھے۔

۳۳۔ بیان کیا ہم سے احمد بن حسن قطان، علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی نے بیان کیا ان سے ابوالعباس احمد بن محمد بن یحییٰ زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل برکی نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہیثم نے ان سے محمد بن سائب نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابن عباسؓ نے ان سے ان کے والد عباس نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ فرماتے تھے کہ حضرت محمدؐ آٹھ سال کے تھے اور میں نے شام کی جانب تجارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا اس وقت ہوا بہت گرم تھی جب میں نے سفر کا ارادہ کیا میرے رشتہ داروں نے کہا کہ محمدؐ کو کس کے پاس چھوڑو گے۔ میں نے کہا اپنے ساتھ لے جاؤں گا کیونکہ مجھے کسی کا اعتبار نہیں ہے۔ وہ لوگ بولے: کہ اس گرم موسم میں اس بچہ کو سفر میں لے جانا مناسب نہیں ہے۔ میں نے کہا واللہ میں اس کو جدا نہیں کر سکتا۔ میں اس کے لئے ایک محمل تیار کروں گا۔ غرض میں نے حضرت کو ایک اونٹ پر بٹھایا اور ان کے اونٹ کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتا تھا تاکہ وہ میری نگاہوں سے اوجھل نہ ہوں۔ جب دھوپ تیز ہوتی تو ایک سفید بادل برف کے مانند آتا اور حضرتؐ کے سر پر سایہ فگن ہو جاتا۔ وہ جہاں جہاں جاتے بادل آپؐ کے ساتھ ساتھ جاتا اور اکثر اس سے عمدہ قسم کے پھل گرتے۔ ایک روز اثنائے راہ میں پانی کی قلت ہو گئی ہمارے قافلہ والے ایک مشک پانی دو دینار کے عوض خریدتے۔ لیکن ہمارے پاس حضورؐ کی برکت سے پانی کافی تھا۔ اور کسی وقت بھی کم نہ ہوا۔ ہم جس منزل پر ٹھہرتے تھے آپ کی برکت سے حوض بھر جاتے تھے اور وہاں کی زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی تھی اور ہر وقت ہم پر فراوانی اور فراخی حاصل رہتی تھی۔ راستہ میں جو اونٹ تھک کر بیٹھ جاتا حضور اپنا دست مبارک اس پر پھیر دیتے تھے تو وہ پھر اٹھ کر چلنے لگ جاتا۔ جب ہم بصرہ کے نزدیک پہنچے ایک راھب کا صومعہ نظر آیا۔ ہم نے دیکھا کہ وہ صومعہ آنحضرتؐ کے استقبال کے لئے گھوڑے کی طرح تیز چلتا ہوا آیا اور ہمارے قریب پہنچ کر ٹھہر گیا۔ اس میں ایک نصرانی راھب تھا۔ اور بادل رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ایک ثانیے (لمحہ) کے لئے بھی ہٹتا نہیں تھا۔ اور وہ راھب کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا نہ اس کی طرف سے گزرنے والے تجارتی قافلوں میں سے کسی کا حال دریافت کرتا تھا صومعہ کو حرکت میں دیکھا اور قافلہ پر نگاہ پڑی تو حضرت کو پہچانا اور کہا جو کچھ میں نے پڑھا اور سنا ہے۔ اگر سچ ہے تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپؐ کے

علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتا ۔ پھر ہم لوگ ایک بڑے درخت کے نیچے ٹھہرے جو اس کی صومعہ کے نزدیک تھا ۔ اس درخت کی شاخیں خشک ہو چکی تھیں ۔ اس میں پھل نہیں لگتے تھے ۔ قافلے ہمیشہ اس درخت کے نیچے ٹھہرا کرتے تھے جب حضور اکرمؐ اس درخت کے نیچے رونق افروز ہوئے تو وہ درخت ہرا بھرا ہو گیا اور اس میں بہت سی شاخیں پیدا ہو کر حضورؐ کے سر پر سایہ فگن ہو گئیں اور تین قسم کے پھل اس میں لگ گئے ۔ دو گرمیوں کے موسم کے اور ایک جاڑے کے موسم کا ۔ قافلہ والے یہ حال دیکھ کر بہت متعجب ہوئے ۔ بحیرا کو بھی بہت حیرت ہوئی ۔ اس نے اپنے ساتھ اتنا کھانا لیا جو صرف حضور اکرمؐ کے لئے کافی تھا ۔ اور اپنے صومعہ سے باہر آیا اور حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا: یہ بچہ کس کے ساتھ ہے ۔ میں نے کہا: میں ان کی خدمت میں رہتا ہوں ۔ پوچھا: آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے ۔ جواب دیا: میں اس کا چچا ہوں ۔ اس نے کہا: اس کے تو بہت سے چچا ہیں ۔ تم اس کے کون سے چچا ہو ۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس کے باپ کا بھائی ہوں ایک ماں سے ۔ یہ سنتے ہی وہ بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ لڑکا وہی ہے جس کو میں جانتا ہوں ۔ اگر یہ وہی نہ ہوا تو میں بحیرا نہیں ۔ پھر بولا: کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ کھانا ان کے لئے لے جاؤں؟ میں نے کہا ہاں لے چلو ۔ پھر میں نے حضور اکرمؐ سے جا کر کہا کہ ایک شخص آیا ہے ۔ اور آپ کی ضیافت کے لئے کھانا لایا ہے ۔ (حضور اکرمؐ نے) فرمایا کیا تنہا میرے لئے کھانا لایا ہے ۔ میرے ہمراہی نہ کھائیں گے ؟ اور میں نے دیکھا کہ آپؐ اس بات کو ناپسند فرما رہے ہیں ۔ میں پھر متوجہ ہوا اور عرض کیا: اے میرے فرزند ۔ اس آدمی نے آپؐ کی خاطر تواضع کرنے کو پسند کیا ہے ۔ پس آپ اس میں سے تناول فرمائیں ۔ بحیرا نے کہا جی ہاں اس سے زیادہ میرے پاس نہیں تھا یہ صرف آپ کے لئے ہے ۔ تو آپؐ نے فرمایا میں تو ان کے بغیر نہیں کھاؤں گا ۔ آپؐ نے فرمایا کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں ان سب کو اس میں شریک کر لوں ۔ اس نے کہا ضرور ضرور ۔ اس وقت حضور اکرمؐ نے اپنے ہمرائیوں سے فرمایا **بسم اللہ** کھاؤ ۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ ہم ایک سو ستر آدمی تھے اور سب نے مل کر وہ کھانا کھایا اور سیر ہو گئے ۔ پھر بھی وہ اتنا ہی باقی رہا ۔ بحیرا حضور اکرمؐ کی خدمت میں کھڑا پنکھا جھل رہا تھا اور افراد کی کثرت اور طعام کی قلت پر حیرت زدہ تھا ۔ رہ رہ کر جھکتا اور حضور کا سر اقدس چومتا اور کہتا تھا کہ مسیح کے خدا کی قسم یہ وہی ہے اور لوگ نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتا ہے ۔ آخر قافلے میں سے ایک شخص نے کہا: اے راہب تیری باتیں عجیب ہیں ہم اکثر تیرے صومعہ کی طرف سے گزرے ہیں تو نے کبھی ہماری طرف توجہ نہ دی ۔ بحیرا نے کہا ہاں ۔ لیکن اس مرتبہ میرا حال عجیب ہے ۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو ۔ اور وہ چند امور جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو ۔ یہ لڑکا جو اس درخت کے نیچے بیٹھا ہے اگر تم اس کو پہچان لیتے جس طرح میں پہچانتا ہوں تو یقیناً اپنی گردنوں پر سوار کر کے اس کے وطن تک لے جاتے خدا کی قسم اس مرتبہ جو کچھ تمہاری عزت کر رہا ہوں تو صرف اس لڑکے کی وجہ سے ۔ جب وہ میرے صومعہ کے قریب آیا تو میں نے اس کے آگے ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان تک پھیل رہا تھا ۔ اور کچھ

مردوں کو دیکھا جو یاقوت و زبرجد کے پنکھے ہاتھوں میں لئے ہوئے حضرت کو جھل رہے تھے ۔ اور ایک دوسری جماعت طرح طرح کے میوے لئے ہوئے ان پر نثار کر رہی تھی ۔ اور یہ ابر ان کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے اور جدا نہیں ہوتا ۔ میرا عبادت خانہ ان کے استقبال کے لئے تیز رفتار گھوڑے کی طرح دوڑا ۔ یہ درخت مدتوں سے خشک تھا ۔ اس میں شاخیں بہت کم تھیں ۔ اس بچے کے اعجاز سے سرسبز و شاداب ہو گیا اور حرکت میں آیا ۔ اس میں نئی شاخیں نکل آئیں اور تین طرح کے پھل پیدا ہوئے دو گرمیوں کے موسم کے اور ایک سردی کے موسم کا اور یہ تمام حوض اس زمانے سے خشک ہو گئے تھے جب سے بنی اسرائیل کے حواریوں کے بعد ان میں اختلاف و فساد پیدا ہوا ۔ ہم نے کتاب شمعون میں پڑھا ہے کہ شمعون نے ان پر لعنت کی تھی اور فرمایا تھا کہ جب تم دیکھو کہ ان حوضوں سے پانی نکل آیا ہے تو سمجھ لو کہ اس پیغمبر کی برکت کے سبب سے ہے جو شہر تہامہ (مکہ) میں ظاہر ہو گا ۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے گا ۔ اس کی قوم میں اس کا نام " امین " اور آسمان میں " احمدؐ " ہو گا ۔ وہ نسلِ اسمعیلؑ بن ابراہیمؑ سے ہو گا ۔ خدا کی قسم یہ وہی ہے ۔

پھر بحیرا حضورؐ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا میں آپ سے تین خصلتوں کے بارے میں دریافت کرتا ہوں اور لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جواب عنایت فرمائیں حضور نے لات و عزیٰ کا نام سنا تو غضبناک ہوئے اور فرمایا ان کے واسطے سے کچھ نہ پوچھنا ۔ خدا کی قسم کسی چیز کو ان دونوں سے زیادہ دشمن نہیں رکھتا یہ دونوں میری قوم کے پتھر کے بت ہیں یہ سن کر بحیرا نے کہا یہ پہلی علامت ہے ۔ پھر کہا اچھا آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ بتایئے ۔ حضرتؐ نے فرمایا ۔ ہاں اب جو چاہو پوچھو اس لئے کہ تم نے مجھے اس خدا کی قسم دی ہے ۔ جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے ۔ جس کا کوئی مثل نہیں ہے ۔ بحیرا نے کہا آپؐ کی خواب اور بیداری کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں پھر آپؐ کے اکثر حالات دریافت کئے ۔ آپؐ نے سب کے جوابات دیئے اس نے تمام جوابات و امور کتابوں میں لکھے ہوئے مضمون کے مطابق پائے جو وہ پڑھ چکا تھا ۔ پھر بحیرا آنحضرتؐ کے قدموں پر گر پڑا ۔ پیروں کو چومتا اور کہتا کہ کس قدر خوشگوار ہے آپ کی خوشبو ۔ اے وہ کہ تمام پیغمبروں کی پیروی سے بہتر ہے آپؐ کی پیروی ۔ اور دنیا میں جو کچھ روشنی ہے آپ کے سبب سے ہے ۔ مسجدیں آپ کے نام سے آباد ہونگی ۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ لشکر کشی کر رہے ہیں ۔ عربی گھوڑوں پر سوار ہیں ۔ عرب و عجم جبراً و قہراً آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں ۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ لات و عزیٰ کو آپؐ نے توڑ ڈالا ہے ۔ اور خانہ کعبہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اس کی کنجی جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور کتنے عرب و عجم کے بہادروں اور سورماؤں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے ۔ جنت و دوزخ کی کنجیاں آپ کے پاس ہیں ۔ اور فائدہ عظیم آپ کے ساتھ ہے آپ ہی ہیں جو بتوں کو توڑیں گے ۔ آپ ہی وہ ہیں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تمام بادشاہ ذلت و خواری کے ساتھ آپ کے دین میں داخل ہوں گے ۔ پھر دوبارہ آپ کے دست و پائے مبارک کو بوسہ دیا ۔ اور کہا اگر میں آپ کے زمانہ نبوت تک زندہ رہا تو آپ کے سامنے آپ کے دشمنوں سے مقابلہ اور شمشیر زنی کرونگا اور جہاد کروں گا ۔ آپ ہی بہترین انسان

نبی آدم ، پرہیزگاروں کے پیشوا اور خاتم المرسلین ہیں ۔ خدا کی قسم آپؐ کی ولادت کے روز زمین خنداں ہوئی اور تاقیامت خنداں رہے گی ۔ خدا کی قسم گرجے ، بت خانہ اور شیاطین آپ کے ظہور سے گریاں ہیں ۔ اور تاقیامت گریاں رہیں گے آپؐ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بشارت ہیں ۔ آپؐ اہل جہالت کی نجاستوں سے ہمیشہ پاک اور طاہر رہے ہیں ۔ پھر ابو طالب کی طرف رخ کیا اور پوچھا ۔ آپ ان سے کیا نسبت رکھتے ہیں ؟ ابو طالب نے جواب دیا ۔ یہ میرا فرزند ہے ۔ بحیرا نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا ۔ ان کے ماں باپ اس وقت تک زندہ نہیں ہو سکتے ۔ ابو طالب نے کہا تم نے سچ کہا ۔ میں اس کا چچا ہوں ۔ ان کے باپ کا انتقال اس وقت ہو چکا جبکہ یہ رحم مادر میں تھے اور جب چھ سال کے ہوئے تو ان کی ماں کا انتقال ہوا ۔ بحیرا نے کہا آپ نے اب سچ کہا ۔ میں یہ مصلحت سمجھتا ہوں کہ آپ اس کو اپنے شہر واپس لے جائیں کیونکہ روئے زمین پر کوئی ایسا یہودی ، عیسائی اور صاحب کتاب نہیں ہے جو یہ نہ جانتا ہو کہ آپؐ پیدا ہو چکے ہیں ۔ اور ہر ایک ان کو ان علامتوں کے ساتھ دیکھتا ہے ۔ اور پہچانتا ہے ۔ جس طرح میں پہچانتا ہوں ۔ وہ ان کے ساتھ ان کو دفع کرنے کے لئے مکر و حیلہ کریں گے ۔ اور یہودی تو اس میں پیش پیش رہیں گے ۔ ابو طالب نے پوچھا ان کی عداوت کا سبب کیا ہے ۔ بحیرا نے جواب دیا کیونکہ تمہارے بھائی کا بیٹا پیغمبر ہوگا اور جبرئیل علیہ السلام اس پر نازل ہونگے جس طرح موسیٰ اور عیسیٰؑ پر نازل ہوئے تھے ۔ ابو طالب نے کہا ان شاء اللہ خدا اس کو تنہا نہیں چھوڑے گا کہ کوئی اس کو ضرر پہنچا سکے ۔

پھر ہم شام کے لئے نکلے جب ہم شام کے نزدیک پہنچے تو واللہ وہاں کے قصر حرکت میں آگئے اور ان سے ایک نور آفتاب کے نور سے زیادہ روشن بلند ہوا ۔ جب ہم لوگ شام میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت سے بازار میں داخل ہونا ممکن نہ ہو سکا ۔ ہر طرف سے لوگ حضرت کی زیارت کے لئے دوڑ پڑے اور حضور کے حسن وجمال اور فضل و کمال کا شہرہ تمام اطراف شام میں پہنچا ۔ جس جس جگہ راہب اور عالم تھے حضور کے گرد آ کر جمع ہوئے علمائے اہل کتاب کا ایک سب سے بڑا عالم نسطورا تین روز تک آیا اور حضور کے برابر بیٹھا لیکن کوئی گفتگو نہیں کی ۔ تیسری شب وہ بے تابانہ حضور کی خدمت میں آیا اور آپ کے پیچھے گھومنے لگا جیسے آپؐ سے کوئی التماس کرنا چاہتا ہو ۔ میں نے پوچھا اے راہب تو کیا چاہتا ہے ۔ اس نے کہا ان کا کیا نام ہے ۔ میں نے کہا محمدؐ ابن عبداللہ نام ہے ۔ خدا کی قسم (یہ سنتے ہی) اس کا رنگ متغیر ہو گیا اس نے کہا آپ ان سے گزارش کریں کہ اپنے شانے کھولیں ۔ حضور نے اپنے شانے پر سے کپڑا ہٹایا تو راہب کی نگاہ مہر نبوت پر پڑی وہ بے تاب ہو کر مہر نبوت کو چومنے لگا اور مجھ سے کہا کہ بہت جلد اس بچہ کو واپس اس کی جائے پیدائش پر لے جایئے اگر آپ جانتے کہ اس سرزمین پر اس کے کتنے دشمن ہیں تو ہرگز اسے اپنے ہمراہ نہ لاتے ۔ پھر وہ روز آتا حضرتؐ کی زیارت کو اور مراسم خدمت بجا لاتا ۔ لذیذ کھانے حضور کے لئے ساتھ لاتا جب ہم لوگ وہاں سے واپس چلے تو حضرت کے لئے وہ ایک پیراہن لایا اور عرض کیا: حضورؐ اس کو پہن لیں ۔ شاید اس کے سبب سے کبھی کبھی مجھے یاد فرما لیا کریں ۔ جب میں نے دیکھا کہ حضور کے چہرہ سے آثار کراہت ظاہر ہو رہے ہیں تو میں

نے پیراہن لے کر رکھ لیا۔ اور کہا میں ان کو پہنا دوں گا۔ اور نہایت عجلت کے ساتھ حضرت کو لے کر مکہ واپس آگیا۔ تو خدا کی قسم اس روز جو کوئی بھی مکہ میں تھا۔ عورتیں ہوں یا بوڑھے یا جوان یا چھوٹے یا بڑے سب نے (حضور کا) استقبال کیا سوائے ابوجہل لعنت اللہ علیہ کے۔ کیونکہ وہ نہایت لاابالی اور نفس کا غلام اور مدہوش تھا۔

۳۴۔ اسی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن محمد سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد اور عبدالرحمن بن محمد نے بیان کیا ان سے (محمد بن) عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ فرماتے ہیں کہ جب بحیرا نے حضور اکرمؐ کو رخصت کیا تو بہت رویا اور کہا: اے فرزند آمنہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام عرب آپ کے ساتھ دشمنی اور جدال کرے گا۔ اور آپ کے عزیز واقارب آپؐ سے قطع تعلق کرلیں گے۔ اگر وہ آپ کی قدر جانتے تو اپنے لڑکوں سے زیادہ عزیز رکھتے پھر مجھ سے کہا: اے عمّ محترم اس کی قرابت کی رعایت کیجئے اور اپنے والد کی وصیت کا خیال رکھیے۔ بہت جلد تمام قریش آپ سے کنارہ کش ہوجائیں گے۔ آپ پرواہ نہ کیجئے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ اپنے ایمان کا اظہار نہیں کریں گے۔ مگر باطن میں اس کی نبوت پر ایمان رکھیں گے۔ آپ سے ایک لڑکا ہوگا۔ جو ایمان کا اظہار بھی کرے گا اور اس کا مددگار بھی ہوگا۔ آسمانوں میں اس کا نام شجاع اور (زمین میں) شجاع الانزاع ہوگا۔ اس کے دو فرزند دلبند ہوں گے۔ وہ سید عرب اور امت کا ذوالقرنین ہوگا۔ اور خدا کی کتابوں میں عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب سے زیادہ مشہور ہوگا۔ ابو طالب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بحیرا کی بیان کردہ تمام صفات میں سے اکثر میں نے ملاحظہ کرلیں۔

۳۵۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابو عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے وہ اس حدیث کو اوپر لے گئے اور بیان کیا کہ جب حضرت ابو طالب نے شام کا ارادہ کیا تو حضور اکرمؐ آپ کے ناقہ کی مہار سے لپٹ گئے اور کہا: اے چچا مجھ کو کس پر چھوڑے جارہے ہو۔ نہ میرا باپ ہے نہ ماں۔ اور ان کی مادر گرامی فوت ہوچکی تھیں۔ پس یہ سن کو ابو طالب رونے لگے اور حضرت کو اپنے ساتھ لے لیا۔ جب کبھی راستے میں ہوا گرم ہوتی تو ایک ابر ظاہر ہوتا جو حضورؐ کے سر پر سورج سے بچانے کے لئے سایہ کرتا۔ یہاں تک کہ اثنائے راہ میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس ہم پہنچے جس کا نام بحیرا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ابر ہمارے ساتھ حرکت میں ہے۔ وہ اپنے صومعہ سے باہر نکلا اور ہمارے لئے چند خادم حاضر کئے اور ہماری دعوت کی۔ ہم قافلہ کے تمام لوگ صومعہ پہنچے اور حضورؐ کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ جب بحیرا نے دیکھا کہ ابر ہمارے قیام گاہ پر ہی ٹھہرا ہوا ہے تو اس نے پوچھا کیا اہل قافلہ میں سے کوئی فرد نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا سب آئے ہیں۔ سوائے ایک لڑکے کے جس کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا ہے۔ بحیرا نے کہا: مناسب نہیں ہے کہ ہماری دعوت میں شرکت سے کوئی بچ جائے۔ اس لڑکے کو بھی بلاؤ پس حضورؐ کو بلوایا گیا جب آنحضرتؐ روانہ ہوئے تو ابر بھی ساتھ ساتھ چلا۔ بحیرا نے یہ دیکھا تو کہا یہ

کس کا لڑکا ہے ۔ کہا گیا ۔ ان کا لڑکا ہے اور ابو طالبؑ کی طرف اشارہ کیا گیا ۔ بحیرا نے ابو طالب سے پوچھا کیا یہ آپ کا لڑکا ہے ۔ ابو طالبؑ نے جواب دیا یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے ۔ پوچھا بھائی کہاں ہے ۔ جواب میں فرمایا ۔ ان کا اس بچہ کی ولادت سے قبل انتقال ہو گیا ہے ۔ بحیرا نے ابو طالبؑ سے کہا ان کو واپس اپنے شہر لے جائیے کیونکہ اگر یہودیوں نے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچان لیا ہے ۔ تو یقیناً ان کو قتل کر ڈالیں گے ۔ سمجھ لیں کہ ان کی قدر و منزلت بہت زیادہ ہے ۔ وہ اس امت کے نبی ہیں ۔ اور تلوار اور جہاد کے ساتھ خروج کریں گے ۔

باب (۱۵) بزرگ راہب سے شام کے راستے میں نبیؐ کے بارے میں خالد بن اسید بن العیص اور طلیق بن سفیان بن امیہ کا بیان

ہم سے احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے ۔ ان سے ابوالعباس احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہیثم بن عمرو المزنی نے ان سے ان کے چچا نے ان سے لیلیٰ انسابہ نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ جس سال تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے ۔ خالد بن اسید بن ابی العیص اور طلیق بن ابی سفیان بن امیہ حضورؐ کے ساتھ قافلے میں تھے ۔ واپس آکر حضور اکرمؐ کے تعجب انگیز حالات مثلاً حضور اکرم کی رفتار ، سواری اور جانوروں اور پرندوں کی اطاعت وغیرہ سے متعلق بیان کئے ۔ اور کہا کہ جب ہم بصرہ کے بازار میں پہنچے تو راہبوں کے ایک گروہ کو دیکھا جن کے چہرے زرد تھے ۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے رخساروں پر زعفران مل دیا گیا ہے ۔ ان کے اعضاء کانپ رہے تھے وہ ہمارے پاس آئے اور بولے کہ ہمارے بزرگ کے پاس چلیے جو کلیسائے اعظم میں رہتے ہیں جو یہاں سے قریب ہے ہم نے کہا کہ ہمیں تم سے کیا واسطہ ؟ وہ بولے کہ اگر آپ ہمارے عبادت خانہ تک چلیں تو کیا حرج ہے ۔ ہم آپ کا احترام کرتے ہیں ۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم میں سے کوئی ایک محمدؐ ہے ۔ غرض ہم لوگ ان کے ساتھ ایک بہت بڑے عبادت خانہ میں داخل ہوئے ۔ وہاں دیکھا کہ ایک مرد بزرگ درمیان میں بیٹھا ہوا ہے ۔ اور اس کے شاگرد اس کے گرد جمع ہیں ۔ اس کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے وہ کبھی اس کتاب پر نظر کرتا ہے ، کبھی ہم لوگوں کو دیکھتا ہے ۔ آخر اپنے ساتھیوں سے بولا میں جس کو چاہتا تھا تم اس کو نہیں لائے ہو ۔ پھر اس نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو ؟ ہم نے کہا ہم قریش میں سے ایک گروہ ہیں ۔ پوچھا کس قبیلہ سے ہو ؟ ہم نے کہا ہم فرزندان عبدالشمس میں سے ہیں اس نے پوچھا کوئی اور بھی تمہارے ساتھ ہے ؟ ہم نے جواب دیا ہاں ایک جوان بنی ہاشم میں سے ہے جس کو ہم یتیم فرزند عبدالمطلب کہتے ہیں یہ سنتے اس نے ہی ایک نعرہ لگایا اور اپنی جگہ سے اچھل پڑا قریب تھا کہ وہ بے ہوش ہو جائے پس بولا آہ آہ دین نصرانیت برباد ہو گیا پھر اپنی صلیب پر تکیہ کر کے تھوڑی دیر غور و خوض کرتا رہا ۔ اس کے اسی شاگرد اس

کے گرد حلقہ کیئے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ہم سے کہا: کیا ممکن ہے کہ اس جوان کو بھی دیکھ سکوں؟ ہم نے کہا: ہاں ہاں چلو وہ ہمارے ساتھ آیا ہے۔ حضور اکرمؐ بصرہ کے بازار میں خورشید تاباں کے مانند کھڑے تھے اور رخ انور سے نور ساطع تھا۔ اور دیکھنے والے چاروں طرف سے آپ کے جمال مبارک کے نظارہ میں محو تھے اور بیوپاری آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے شوق میں آپ سے سودا کر رہے تھے اور آپ کا مال تجارت زیادہ قیمت دے کر خرید رہے تھے۔ اور اپنے اموال بہت کم دام پر حضور کے ہاتھ فروخت کر رہے تھے۔ ہم نے چاہا کہ راہب کو کسی دوسرے شخص کو دکھا دیں تاکہ اس کا امتحان ہوجائے۔ اس نے کہا: بس بس میں نے پہچان لیا۔ اور بے قرار ہو کر آپ کے قریب دوڑا ہوا گیا اور سر مبارک کو چومنے لگا اور کہا آپ ہی وہ مقدس ذات ہیں۔ پھر حضور اکرمؐ کی نشانیوں سے متعلق بہت سے سوالات کیئے۔ حضور نے سب کے جوابات دیئے پھر اس نے کہا: اگر میں آپ کے زمانے تک موجود رہا تو آپ کی خدمت میں آکر ایسا جہاد کروں گا جو حق جہاد ہے۔ پھر ہم لوگوں سے کہا کہ بہتر زندگی اور موت اسی کے ساتھ ہے۔ جو شخص اس کی پیروی کرے گا وہ زندہ جاوید ہوگا۔ جو شخص اس کے طریقہ سے منحرف ہوگا اس طرح مرے گا کہ کبھی زندہ نہ ہوگا۔ تمام نفع اور فائدہ عظیم اسی کے ساتھ ہے پھر آپؐ کے سر کو چوما اور اپنے عبادت خانہ میں واپس چلا گیا۔

باب (۱۶) ابوالمویھب راہب کی خبر

ابو المویھب راہب بھی حضور کو ان کی صفات کے ساتھ اور ان کی نبوت کے بارے میں جانتا تھا۔ نیز یہ بھی جانتا تھا کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپؐ کے وصی ہیں۔

۳۷۔ احمد بن حسن قطان اور علی بن احمد بن محمد اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنھم نے ہم سے بیان کیا ہے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے قیس بن سعد دیلمی نے ان سے عبداللہ بحیر فقعسی نے ان سے بکر بن عبداللہ اشجی نے ان سے ان کے آباء نے بیان کیا ہے کہ جس سال حضور اکرمؐ حضرت خدیجہؑ کا مال لے کر بغرض تجارت شام کی جانب تشریف لے گئے تھے آپؐ کے ہمراہ عبدمناۃ بن کنانہ اور نوفل بن معاویہ بن عروہ بن صخر بن یعر بن نعمامہ بن عدی بھی قافلہ میں تھے۔ جب شام پہنچے تو ابوالمویھب راہب نے ان کو دیکھا اور پوچھا: آپ لوگ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم کعبہ کے رہنے والے ہیں۔ اور اہل قریش میں سے چند تاجر ہیں۔ اس نے پوچھا کہ قریش میں سے کوئی اور بھی آپ کے ساتھ ہے۔ لوگوں نے کہا ہاں فرزندان ہاشم میں سے ایک جوان ہے جس کا نام محمدؐ ہے۔ ابوالمویھب نے کہا: میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا قریش میں اس سے کم شہرت کا کوئی نہیں ہے۔ اس کو یتیم قریش کہتے ہیں۔ وہ قریش کی ایک خاتون خدیجہ کا مال، اجرت پر فروخت کرنے لایا ہے۔ تم کو اس سے کیا کام ہے؟ ابوالمویھب نے کہا: مجھے اس کو دکھاؤ۔

لوگوں نے کہا ہم نے اس کو بصرہ کے بازار میں چھوڑا تھا۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ حضور آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب اس کی نظر حضورؐ پر پڑی قبل اس کے کہ لوگ آنحضرتؐ کو بتائیں۔ اس نے کہا یہی ہیں اور آنحضرتؐ کو تنہائی میں لے گیا اور بہت دیر تک حضرت سے راز کی باتیں کیں پھر حضورؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کوئی چیز اپنی آستین سے نکالی اور چاہا کہ حضرت کو دے۔ آپؐ نے قبول نہ کی۔ غرض وہ حضورؐ سے الگ ہو کر ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا مجھ سے یہ نصیحت سن لو۔ اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ اور اس کی فرمانبرداری کرو کیونکہ یہ جوان واللہ آخری نبی ہے۔ اور بہت جلد مبعوث ہوگا اور لوگوں کو لا الہ الا اللّٰہ کی دعوت دے گا۔ جب وہ نبوت کا اعلان کرے گا تو بلا تامل اس کی پیروی کرو۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے چچا ابو طالب کے کوئی فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام علیؑ ہے۔ ان لوگوں نے کہا نہیں اس نے کہا یا تو پیدا ہو چکا ہے یا عنقریب پیدا ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے وہی اس نبی پر ایمان لائے گا۔ اس کے وصی ہونے سے متعلق میں نے کتابوں میں پڑھا ہے۔ وہ سیدِ عرب اور اس امت کا عالم ربانی اور نبیِ آخر کا ذوالقرنین ہوگا۔ اور شمشیر زنی کا حق جنگوں میں ادا کرے گا۔ ملاء اعلیٰ میں اس کا نام علی ہے۔ قیامت کے روز حضورؐ کے بعد اس کا رتبہ سب سے بلند ہوگا۔ فرشتے اس کو فلاح یافتہ، روشن، شجاع کہتے ہیں۔ جس طرف رخ کرے گا یقیناً فتح پائے گا وہ تمہارے پیغمبر کے اصحاب میں آسمان کے آفتاب سے زیادہ مشہور ہوگا۔

باب (۱۷) سطیح کاہن کی خبر

۳۸۔ ہم سے احمد بن محمد رزمہ قزوینی نے بیان کیا ان سے حسن بن علی بن نصر بن منصور طوسی نے ان سے علی بن حرب موصلی طائی نے ان سے ابو ایوب یعلی بن عمران نے جو جریر بن عبداللہ کے فرزند تھے ان سے مخزوم بن ہانی مخزومی نے ان سے ان کے والد نے جو ایک سو پچاس سال زندہ رہے بیان کرتے تھے کہ حضور کی ولادت کی رات ایوان کسریٰ کو لرزہ ہوا اور اس کے چودہ کنگورے گر پڑے، دریائے ساوہ خشک ہو گیا اور آتش کدہ فارس جس کی وہ لوگ پرستش کرتے تھے بجھ گیا۔ اور فارس کے سب سے بڑے عالم نے خواب دیکھا کہ چند فربہ اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے دریائے دجلہ کو عبور کر کے بلاد عجم میں منتشر ہو گئے۔ کسریٰ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنے سر پر تاج رکھ کر تخت پر بیٹھا اور اپنے امراء اور ارکان دولت کو جمع کر لیا اور جو کچھ وقوع پذیر ہوا ان سے بیان کیا۔ اسی اثناء میں آتشکدہ فارس کے خاموش ہونے کی اطلاع آئی جس سے اس کا غم واندوہ اور بڑھ گیا پھر اس عالم نے بھی کہا: اے بادشاہ میں نے بھی ایک عجیب خواب دیکھا ہے اور وہ خواب بیان کیا۔ بادشاہ نے پوچھا: اس کی تعبیر کیا ہے۔ اس نے کہا کہ کوئی واقعہ مغرب میں ضرور ہوا ہے کسریٰ نے نعمان بن منذر کو جو عرب کا بادشاہ تھا خط لکھا کہ عرب کے ایک عالم کو میرے پاس بھیجو کہ میں اس سے ایک اہم مسئلہ دریافت کروں۔ یہ خط دیکھ کر اس نے عبدالمسیح بن عمرو بن حیان بن نفیلہ غسانی

کو بھیج دیا۔ بادشاہ نے تمام واقعات بیان کئے۔ عبدالمسیح نے کہا: مجھے اس خواب اور اس کے رموز کا علم نہیں۔ مگر میرا خالو سطیح شام میں رہتا ہے۔ وہ اس کی تعبیر بتا سکتا ہے۔ کسریٰ نے کہا اس سے جا کر دریافت کرو اور مجھے اطلاع دو عبدالمسیح جب اس کے پاس پہنچا تو وہ مرچکا تھا۔ اس نے سلام کیا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تو چند اشعار پڑھے۔ جن میں ظاہر کیا کہ میں دور سے بہت تکلیف اٹھا کر ایک بزرگ کے پاس کچھ معلوم کرنے آیا ہوں۔

اصمّ ام یسمع غطریف الیمن
کیا وہ بہرا ہے یا کہ یمن کے سردار کی بات ہی سنتا ہے

ام فاز فازلمّ به شاوالعنن
یا مرگیا ہے اور موت جلد اس پر حاوی ہو گئی ہے۔

یا فاصل الخطّة اعیت من و من
اے امور کو بیان کرنے والے کیا تو نہیں پہچانتا کہ یہ لوگ کون ہیں۔

و کاشف الکربة فی الوجه الغضن
اور اے ہم اور غم سے پرچہروں سے کرب اور الم مٹانے والے

اتاک شیخ الحیّ من آل سنن
تمہارے پاس آل سنن کے محلے کا ایک بزرگ آیا ہے۔

وامّه من آل ذئب بن حجن
اور اس کی ماں قبیلہ آل ذئب بن حجن میں سے ہے۔

ازرق ضخم الناب صرار الاذن
بوڑھی قوی ہیکل اور نیلے رنگ کی اونٹنی کو چلانے والا۔

ابیض فضفاض الرّداء والبدن
سخاوت مند اور نہایت کشادہ سینے والا

رسول قیل العجم کسری للوسن
عجم کے بادشاہ کسریٰ کے پیغام رساں جو حاجت لے کر آیا ہے۔

لایرهب الرعد ولاریب الزّمن
یہ بجلی سے ڈرتا ہے نہ ہی زمانے کے تغیرات سے۔

تجوب فی الارض علنداة شجن
طاقتور اونٹنی زمین کو پیچھے چھوڑتی ہوئی۔

ترفعنی طوراً وتهوی بی وجن
مجھے طور پر لے جارہی ہے اور مجھے سخت زمین تک پہنچاتی ہے۔

حتی اتی عاری الجآجی والقطن
یہاں تک کہ چلنے کی وجہ سے وہ کمزور اور نڈھال ہو گئی

تلفّه فی الرّیح بوغاء الدّمن
ہوا اسے گردوغبار کے ساتھ اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے

کانّما حثحث من حضنی ثکن
ایسا لگتا ہے کہ تیزی اور سرعت کی وجہ سے صحرا کی ریتلے ٹیلے کی خاک مجھ پر گر پڑے۔ اور اب میں ناامید ہوگیا ہوں۔

سطیح نے جب یہ سنا اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا عبدالمسیح ایک شتر پر سوار ہو کر منازل طے کرتا ہوا سطیح کے پاس اس وقت پہنچا جبکہ وہ قبر میں منتقل ہو رہا ہے۔ اس کو بادشاہ ساسان نے بھیجا ہے تاکہ قصر کے زلزلہ، آتش کدہ کے بجھ جانے، سب سے بڑے عالم کے خواب اور دریائے ساوہ کے خشک ہوجانے کے بارے میں معلوم کرے۔ اے عبدالمسیح وہ وقت آگیا ہے کہ جب (قرآن کی) تلاوت بہت کی جائے گی۔ اور وہ نبی مبعوث ہوگا جو ہر وقت ایک چھوٹا عصاء اپنے ہاتھ میں رکھے گا۔ ساوہ کی نہریں پر آب اور سمندر خشک ہوجائے گا۔ ملک شام و عجم ان کے بادشاہوں کے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اور قیصر و کسریٰ کے کنگوروں کی تعداد کے مطابق جو گر گئے ہیں ان کے بادشاہ بادشاہی کریں گے۔ اس کے بعد ان کی حکومت زائل ہوجائے گی۔ اور جو کچھ ہونے والا ہے ضرور ہو کر رہے گا یہ کہہ کر وہ انتقال کر گیا پھر عبدالمسیح نے چند اشعار پڑھے۔

شمّر فانّک ماضی العزم شمّیر — لا یفزعنک تفریق و تغییر

اس کو کر گزرو کیونکہ تم ارادے کے پکے اور کر گزرنے والے ہو۔ تمہیں کوئی جدائی اور تبدیلی کمزور نہ کر دے۔

ان یمس ملک بنی ساسان افرطهم — فانّ ذاالدّهر اطوار دماریر

اگر بنی ساسان کا بادشاہ اقدام کرے تو وہ انہیں چھوڑ دے گا۔ کیونکہ یہ زمانہ مصیبتوں اور آفتوں کا ہے۔

وربّما کان قداضحوا بمنزلة — تهاب صولهم الاسد المهاصیر

اور ممکن ہے کہ وہ لوگ اپنے مقام کو خیرباد کہہ دیں۔ جب ان کی طاقت چیرنے پھاڑنے والے شیروں کے سامنے زائل ہو۔

منهم اخوالصرح بهرام واخوته — والهرمزان و سابور و سابور

اور انہیں میں محل کے دلدادہ بہرام اور اس کے بھائی ہیں۔ اور ہرمزان اور سابور اور سابور ہے۔

والناس اولاد علّات فمن علموا — ان قد اقلّ فمحقور و مهجور

اور لوگ مختلف ماؤں سے ہیں جن کی آپس میں کوئی الفت نہیں۔ پس وہ لوگ جو جان لیں کہ اگر اس نے کوتاہی کی اور محتاج ہوا تو حقیر اور رسوا ہوگا۔

وهم بنوالامّ لمّا ان راوانشباً — فذاک بالغیب محفوظ و منصور

اور وہ لوگ تو ایک ہی ماں کے ہیں۔ اگر انہوں نے مال و جائیداد دیکھی تو وہ غیب کے ذریعہ

محفوظ اور غالب ہوں گے۔

والخیر والشر مقرونان فی قرن فالخیر متّبع والشّر محذور

اور خیر و شر دونوں ایک ہی ساتھ ہوتے ہیں۔ پس خیر کی ہر ایک پیروی کرتا ہے اور شر سے دور بھاگتا ہے۔

اس کے بعد عبدالمسیح نہایت سرعت کے ساتھ بادشاہ کے پاس عجم واپس پہنچا اور سطیح کی تمام گفتگو بیان کی کسریٰ نے کہا: جب ہم میں سے چودہ افراد بادشاہی کریں گے بڑی مدت گزر جائے گی۔ غرض ان میں سے دس بادشاہوں نے چار سال میں بادشاہی کی اور چار بادشاہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانے تک حکومت کی۔ سطیح سیلِ عرم میں پیدا ہوا اور ذی نواس بادشاہ کے زمانے تک زندہ رہا۔ جس کی مدت تیس قرن سے زیادہ ہوئی۔ وہ بحرین میں رہتا تھا۔ عبدالقیس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے قبیلے سے تھا۔ جبکہ ازد کا کہنا ہے کہ وہ ان میں سے تھا۔ اور اکثر محدثین کا کہنا ہے کہ وہ ازد میں سے تھا۔ لیکن اس کے باپ کی کوئی خبر نہیں۔ مگر اس کی نسل کا کہنا ہے کہ ہم قبیلہ ازد سے ہیں۔

باب (۱۸) یوسف یہودی کا حضور اکرمؐ کی نبوت کی صفات و علامات کے ساتھ خبر دینا

۳۹۔ مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے انہوں نے مختلف اسناد سے بیان کیا ہے کہ جب عبداللہ بالغ ہوئے تو حضرت عبدالمطلب نے ان کی شادی جناب آمنہ بنت وہب سے کردی اور جناب آمنہ حاملہ ہوئیں جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھ میں حمل کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے اور وہ کیفیتیں جو عورتوں کو عام طور سے حمل میں درپیش ہوتی ہیں مجھ کو نہیں ہوئیں۔ میں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آکر کہتا ہے کہ آپ بہترین انسان سے حاملہ ہوئی ہیں۔ جب حضور اکرمؐ کی ولادت کا وقت آیا تو آپ بہت آسانی سے پیدا ہوئے کہ مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ حضور نے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور نیچے آگئے۔ اس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی کہ آپ نے بہترین بشر کو جنم دیا ہے۔ اس کو ہر ظالم اور صاحبِ حسد کے شر سے خدا کی پناہ میں دے دیجئے۔

جب حضور کی ولادت ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں۔

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ پیدا ہوئے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف بلند کیا اور مجھ سے ایک نور ساطع ہوا۔ جس سے آسمان و زمین روشن ہوگئے۔ شیاطین نے جب آسمان پر جانے کی کوشش کی ان پر پتھر برسے اور ان کے اور آسمان کے درمیان حجاب قائم کر دیا گیا۔ قریش ان حالات کو دیکھ کر خوف زدہ ہوئے اور کہنے

لگے کہ یہ تو قیامت کے آثار ہیں ۔ پس وہ سب ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور اسے ان تمام واقعات کی خبر دی ۔ ولید بن مغیرہ صاحب رائے بزرگ مانا جاتا تھا ۔ اس نے کہا کہ وہ ستارے جن کے ذریعہ تم خشکی اور تری میں راستہ معلوم کرتے ہو ان کو دیکھو اگر وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں ہیں تو سمجھو کہ قیامت آگئی اور اگر قائم ہیں تو کوئی اور واقعہ رونما ہوا ہے ۔

اس وقت شیطان نے اپنی اولاد کو آواز دی وہ سب جمع ہوگئے اور پوچھا: کس امر نے تجھ کو پریشان کیا ہے ۔ اس نے کہا: وائے ہو تم لوگوں پر شروع رات سے اس وقت تک زمین و آسمان میں تبدیلی دیکھ رہا ہوں ضرور کوئی بڑا حادثہ زمین میں واقعہ ہوا ہے ۔ لہذا جاؤ اور جستجو کرو کہ کیا حادثہ رونما ہوا ہے ۔ یہ سن کر وہ سب منتشر ہوگئے پھر واپس آکر کہا: ہم کو تو کوئی بات نہیں معلوم ہوئی ۔ اس نے کہا: یہ صرف میرے بس کا کام ہے ۔ وہ روانہ ہوا اور تمام دنیا کا گشت کرتا ہوا کعبہ کے پاس پہنچا ، دیکھا کہ فرشتے اس کے چاروں طرف جمع ہیں ۔ اس نے بھی کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا ۔ فرشتوں نے للکارا کہ اے ملعون واپس جا وہ وہاں سے بھاگا اور کوہ حرا کی جانب سے داخل ہوا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ڈانٹ کر کہا نکل جا ۔ شیطان نے کہا: اے جبرئیلؑ بس اتنا بتا دو کہ آج رات زمین پر کونسا امر واقع ہوا ہے ۔ جبرئیلؑ نے کہا: آج رات محمدؐ پیدا ہوئے ہیں ۔ پوچھا: کیا مجھے بھی ان سے کچھ فائدہ ہوگا ۔ فرمایا: نہیں ۔ اس نے کہا: کیا اس کی امت میں میرا کچھ حصہ ہے؟ کہا: ہاں اس وقت وہ بولا: میں راضی ہوں ۔

مکہ میں یوسف نام کا ایک یہودی تھا اس نے جو یہ واقعات دیکھے تو بولا: یہ رات اس نبی کی ولادت کی ہے جس کا تذکرہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے ۔ وہ خاتم الانبیاء ہے ۔ اسی کی ولادت کی بدولت شیطان پر پتھر برسائے گئے ۔ وہ صبح کو قریش کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا آج رات تمہارے قبیلہ میں کوئی فرزند پیدا ہوا ہے ۔ ان لوگوں نے کہا: نہیں ۔ اس نے کہا: ضرور ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ۔ وہ تمام انبیاء سے افضل اور ان کا آخر ہے ۔ وہ لوگ متفرق ہوئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن عبدالمطلب کے فرزند پیدا ہوا ہے ۔ پھر ان لوگوں نے اس یہودی عالم کو بلایا اور کہا: ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ۔ اس نے کہا: میرے بیان کرنے سے پہلے یا بعد میں پیدا ہوا ہے ۔ کہا کہ پہلے پیدا ہوا ہے ۔ اس نے کہا: مجھے اس کے پاس لے چلو ۔ وہ لوگ اس کو جناب آمنہ کے پاس لائے اور کہا: اپنے بچے کو باہر نکالو کہ ہم بھی دیکھیں ۔ جناب آمنہ اس کے سامنے حضور کو لائیں اس نے آپؐ کی پشت اور شانوں کو کھولا اور مہر نبوت کا مشاہدہ کیا اور بے ہوش ہوکر گر پڑا ۔ قریش کو اس کی اس حالت پر بڑا تعجب ہوا اور مذاق اڑانے لگے ۔ پس اس نے ان سے کہا: اے قریش تم مجھ پر ہنستے ہو حالانکہ یہ وہ نبی ہے جو تلوار سے تم کو ہلاک کرے گا ۔ نبوت قیامت تک کے لئے بنی اسرائیل سے برطرف ہو گئی ہے ۔ پس لوگ متفرق ہوگئے اور یہودی کی ان باتوں کا چرچا کرنے لگے ۔

باب (۱۹) شام سے ابن حواش المقبل کی خبر

۴۰۔ مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابی عمیر اور احمد بن ابو نصر بزنطی نے ان سے ابان بن عثمان احمر نے ان سے ابان بن تغلب نے ان سے عکرمہ نے ان سے ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ جب حضور اکرمؐ نے کعب بن اسد کو گرفتار کر کے بلایا جو بنی قریظہ سے تھا تاکہ اس کی گردن مار دی جائے تو اس سے فرمایا اے کعب کیا تجھ کو ابن حواش کی وصیت سے کچھ فائدہ پہنچا جو شام سے آیا تھا اور کہتا تھا کہ میں نے شراب کو ترک کر دیا عیش و عشرت کو خیر باد کہہ دیا، فقر اختیار کر لیا ہے اور خرما کھانا شروع کر دیا ہے، اس پیغمبر کے انتظار میں جس کے مبعوث ہونے کا وقت آگیا ہے۔ وہ مکہ سے ہجرت کر کے اسی مدینہ میں آئے گا۔ خشک روٹی اور خرما اس کی غذا ہوگی۔ برہنہ خچر پر سوار ہوگا۔ اس کی آنکھوں میں سرخی ہوگی۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اپنی تلوار کاندھے پر رکھے گا اور کسی دشمن کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس کی حکومت ہر اس مقام تک ہوگی جہاں تک گھوڑوں کے پیر پہنچ سکیں گے۔ کعب نے کہا: اے محمدؐ ایسا ہی ہے۔ اگر یہودی یہ نہ کہتے کہ موت کے خوف سے ایمان لے آیا ہے۔ تو میں ضرور ایمان لے آتا۔ لیکن یہودیوں کے دین پر اب تک زندہ رہا ہوں اور اسی پر مرتا ہوں۔ پس حضور نے حکم دیا اور اس کی گردن اڑا دی گئی۔

باب (۲۰) زید بن عمرو بن نفیل کی خبر

زید بن عمر بن نفیل بھی دین حنیف کے متلاشی تھے اور حضور اکرمؐ کی نبوت کا علم رکھتے تھے۔

۴۱۔ ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن حسین بزاز نیشاپوری نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار عطاردی نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے محمد بن اسحاق بن یسار مدنی نے بیان کیا ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل دین یہود و نصاریٰ کو خوب جانچ کر سمجھ چکے تھے کوئی دین ان کو پسند نہ آیا تو مکہ سے دین حنیفہ کی تلاش میں نکلے ان کی زوجہ صفیہ بنت حضرمی کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو ان کے چچا خطاب بن نفیل کو خبر دی تاکہ وہ ان کو روکیں مگر وہ دین حنیف کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور موصل وغیرہ عرب کے جزیروں کی جانب ہوتے ہوئے شام پہنچے۔ جس جگہ کسی عالم اور راہب کے ہونے کی اطلاع ملتی اس کے پاس جاتے یہاں تک کہ بلقاء میں ایک راہب کی خبر ملی کہ نصرانیت کا مکمل علم اس کو حاصل ہے اور سب سے بڑا عالم ہے وہ اس کے پاس گئے اور دین حنیف کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے کہا اس وقت تو بظاہر کوئی ایسا نہیں ہے۔ جس کو اس دین کا صحیح علم ہو

کیونکہ وہ دین بہت پرانا ہے۔ لیکن عنقریب اسی شہر میں ایک نبی مبعوث ہوگا جہاں سے تم آرہے ہو۔ وہ دین حنیف پر ہوگا۔ لہٰذا بسرعت اپنے شہر واپس جاؤ کیونکہ اس کے مبعوث ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ ظاہر ہو چکا ہو یہ سن کر وہ تیزی سے واپس روانہ ہوئے لیکن راستہ میں قتل کر دیئے گئے۔ ورقہ بن نوفل نے جو انہی کے طریقہ پر تھے جب ان کے مارے جانے کی خبر سنی تو بہت روئے اور ان کا مرثیہ کہا۔

رشدت و انعمت ابن عمرو و انما تجنبت توراً من النار حامیاً

اے عمرو تو ہدایت پا چکا ہے۔ اور نعمت سے سرفراز ہو چکا ہے۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ سے تو نے اپنے آپ کو بچا لیا ہے۔

بدینک ربا لیس رب کمثلہ وترکک اوثان الطواغی کماھیا

ایسے پروردگار کو اپنے لئے منتخب کرتے ہوئے جس کی مثال کوئی نہیں۔ اور ترک کرتے ہوئے سرکش بتوں کو اپنے حال پر۔

وقد تدرک الانسان رحمۃ ربہ ولو کان تحت الارض ستین وادیاً

اور خدا کی رحمت آدمی تک پہنچ جاتی ہے۔ اگرچہ وہ زمین میں ساٹھ طبق کے نیچے کیوں نہ ہو۔

۴۲۔ انہی اسناد سے احمد بن محمد بن اسحاق بن یسار مدنی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ان سے محمد بن جعفر بن زبیر اور محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ الحصین تمیمی نے بیان کیا ہے کہ عمرؓ بن خطاب اور سعید بن زید نے رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ کیا ہم زید کے لئے استغفار کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں تم لوگ زید کے لئے استغفار کیا کرو کیونکہ وہ قیامت کے روز تنہا مبعوث ہوں گے۔

۴۳۔ ہم سے احمد بن محمد بن حسین بزاز نے بیان کیا ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے مسعودی نے ان سے نفیل بن ہشام نے ان سے ان کے والد نے روایت کی کہ ان کے دادا سعید بن زید نے رسول اللہؐ سے اپنے والد زید بن عمرو کے بارے میں دریافت کیا کہ کیا آپ ان کے لئے استغفار کرتے ہیں؟ فرمایا: ہاں تم بھی ان کی مغفرت کی دعائیں کرو۔ وہ قیامت میں تنہا مبعوث ہوں گے کیونکہ وہ مجھ پر ایمان لا چکے تھے اور دین حق کی تلاش میں شہید ہوئے۔

صاحب کتاب (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ نبوت کے اعلان سے پہلے حضور اکرمؐ کا حال اسی طرح تھا جس طرح اس دور میں امام زمانہ علیہ السلام کا ہے۔ اس وقت بھی حضور اکرمؐ کی نبوت سے متعلق صرف راہبوں اور عالموں کو علم تھا۔ اور اسلام عالم غربت میں تھا پس اگر کوئی نبی خدا سے حضور اکرمؐ کے ظہور کی دعا کرتا تو جہال و ضلال افراد مذاق اڑاتے اور کہتے کہ وہ نبی کب خروج کرے گا جو تمہارے گمان کے مطابق صاحب تلوار ہوگا اور جس کی دعوت مشرق و

مغرب میں پھیل جائے گی اور بادشاہان عالم جس کے تابع فرمان ہوجائیں گے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ آج ہم لوگوں سے جہلا کہتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کب خروج کریں گے اور اب تو ان کا خروج ضروری ہوگیا ہے۔ کیونکہ قوم میں تفرقہ پیدا ہوگیا ہے۔ ایک گروہ ان کے وجود کا انکار کرتا ہے۔ اور دوسرا گروہ اقرار کرتا ہے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی ہے اور عنقریب یہ پھر غریب ہوجائے گا۔ پس طوبیٰ ہے غرباء کے لئے۔ پس اسلام حضور کے قول کے مطابق اس زمانے میں غریب ہے۔ جیسے کہ حضور اکرمؐ کے ظہور سے قوی ہوگیا تھا اور جو امام کے ظہور کے منتظر اور آپ کی غیبت کے قائل ہیں ان کی آنکھوں کو ولی اللہ اور خدا کی حجت کے ظہور سے ٹھنڈک نصیب ہوگی۔ جیسے کہ حضورؐ کے مبعوث ہونے پر ان کے ماننے والوں کو راحت قلبی ملی۔ اللہ اپنے اولیاء سے کیا ہوا وعدہ پورا کرے گا۔ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا۔ اور اپنا نور تمام کرے گا۔ اگرچہ کہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

۴۴۔ ہم سے جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ کوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے ان کے جد حسن بن علی نے ان سے ان کے جد عبداللہ بن مغیرہ نے ان سے اسماعیل بن مسلم نے ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء نے ان سے حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت سے ہوئی اور یہ پھر عنقریب غریب ہوجائے گا پس طوبیٰ ہے غرباء کے لئے۔

۴۵۔ ہم سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی عمری سمرقندی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود نے ان سے جعفر بن احمد عمرکی ابن علی بوتلی نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے امام حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: اسلام کی ابتداء غربت سے ہے اور عنقریب یہ پھر غریب ہوجائے گا اور طوبیٰ غرباء کے لئے ہے۔

باب (۲۱) ہر زمانے میں امام کا موجود ہونا

(۱) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے اور محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر (کسی زندہ) امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا اگر زمین بغیر امام کے ایک لمحہ رہے تو بلاشبہ دھنس جائے۔

(۲) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے عباس بن معروف

نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے محمد بن ہیثم نے ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں میں نے کہا کہ ہم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ زمین بغیر امام کے قائم نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ زمین پر اور بندوں پر غضب کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: زمین امام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے گی۔

(۳)　مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے ابو عبداللہ زکریا بن محمد مومن نے ان سے ابو ہراسہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر امام ایک ساعت کے لئے بھی زمین سے اٹھ جائے تو زمین اپنے تمام اہل کے ساتھ غرق ہو جائے گی جس طرح سمندر میں کشتی ڈوبتی ہے۔

(۴)　مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن مہزیار نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے ابو علی بجلی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے زرارہ بن اعین نے بیان کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ایک حدیث کے آخر میں فرماتے ہیں کہ اگر زمین پر کوئی حجت خدا باقی نہ رہے تو زمین جو کچھ اس میں ہے اور اس پر ہے سب کے سمیت فنا ہو جائے۔ زمین بغیر حجت خدا کے ایک لحہ باقی نہیں رہ سکتی۔

(۵)　مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابوالخطاب نے ان سے ابو داؤد سلیمان بن سفیان مسترق نے ان سے احمد بن عمر حلال نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ ہم تک حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت آئی ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ امام نے یہ فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی یا یہ فرمایا کہ زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: معاذ اللہ زمین ایک لحہ کے لئے بھی بغیر امام کے نہیں رہ سکتی اگر ایسا ہو تو زمین دھنس جائے۔

(۶)　مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے حسن بن احمد مالکی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابراہیم بن ابو محمود نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم خلق میں اللہ کی حجت ہیں ہم اس کے بندوں میں اس کے خلیفہ ہیں۔ ہم رازہائے قدرت کے امین ہیں۔ ہم **كلمة التقوىٰ** ہیں اور **العروة الوثقىٰ** ہیں ہم **شهداء الله** ہیں اور اس کی مخلوقات میں اس کی نشانیاں ہیں۔ اللہ نے ہمارے نور سے زمین اور آسمان کو قائم رکھا ہوا ہے۔ ہمارے وسیلے سے بارش برستی ہے اور رحمت پھیلتی ہے۔ زمین کبھی ہمارے قائم (امام عصر) سے خالی نہ ہوگی چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ رہے۔ اگر ایک دن بھی زمین حجت خدا سے خالی رہی تو وہ اپنے باسیوں کے ساتھ

غرق ہوجائے گی۔ جیسے سمندر میں اس پر سفر کرنے والے غرق ہوجاتے ہیں۔

(۷) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے سعد بن ابی خلف نے ان سے حسن بن زیاد نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ زمین عالم (یعنی حجت خدا) سے خالی نہیں رہ سکتی کیونکہ نہ تو زمین کا نظام عالم کے بغیر ممکن ہے اور نہ ہی انسانوں کی اصلاح بغیر عالم کے ممکن ہے۔

(۸) انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے ان سے حسن بن علی خزاز نے بیان کیا ان سے احمد بن عمر نے بیان کیا کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام (حجت خدا) کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا کہ ہم تک تو یہ روایت پہنچی ہے کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اللہ اپنے بندوں سے ناراض ہو۔ آپؑ نے فرمایا (کسی حال میں بھی) باقی نہیں رہ سکتی۔ اگر ایسا ہوا تو زمین غرق ہوجائے گی۔

(۹) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے بیان کیا ہے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے ابو عبداللہ مومن اور حسن بن علی بن فضال نے ان سے ابی ہراسہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ اگر امام دنیا سے اٹھ جائے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ غرق ہوجائے گی جس طرح موج دریا اپنے اہل کو غرق کردیتی ہے۔

(۱۰) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے حمزہ طیار نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین پر اگر دو اشخاص بھی باقی رہ جائیں تو ان میں یا تو پہلا حجت خدا ہوگا یا دوسرا حجت خدا ہوگا۔ یہ شک محمد بن سنان کی طرف سے ہے۔

(۱۱) انہی اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے روایت ہے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے۔ ان سے ابوالصباح نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ زمین باقی نہیں رہے گی مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم (حجت خدا) ہوگا جو دین کی زیادتی و نقصان جانتا ہو تاکہ اگر مومنین دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خدا کی جانب) پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کردے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یقیناً مومنین پر امور دین مشتبہ ہوجائیں گے۔

(۱۲) انہی اسناد کے ساتھ یونس بن عبدالرحمن نے بیان کیا ہے ان سے ابن مسکان نے ان سے ابوبصیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ زمین کو بغیر عالم (حجت خدا) کے نہیں چھوڑتا اگر عالم (حجت خدا) نہ رہے تو حق و باطل میں تمیز ناممکن ہوجائے۔

(۱۳) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے احمد بن ہلال نے حالت ایمان میں بیان کیا (یہ صاحب بعد میں راہ حق سے ہٹ گئے تھے۔ یہ حدیث انہوں نے اس دور میں بیان کی جب وہ مومن تھے) ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابن اذینہ نے ان سے زرارہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک امام کے اٹھنے کے بعد زمین پر کوئی امام نہ رہے فرمایا ایسا نہیں ہوگا۔ میں نے کہا کہ یا ایسا ہوسکتا ہے؟ جواب دیا: ایسا نہیں ہوگا مگر یہ کہ اللہ عزّوجل اپنی مخلوق پر غضب نازل کرے۔ پس جلد ہی ان کا مواخذہ کرلے۔

(۱۴) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن احمد نے ان سے ابو سعید عصفری نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر زمین امام کے بغیر ایک دن بھی قائم رہے تو اپنے تمام اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔ اور اللہ شدید عذاب کرے گا۔ اللہ نے ہم کو زمین میں اپنی حجت قرار دیا ہے اور ہمیں اہل زمین کے لئے امان بنایا ہے۔ پس جب تک ہم (ائمہ اطاہرین علیہم السلام) میں سے کوئی موجود ہے تو اہل زمین کے لئے امان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرنا چاہے گا تو ان کو مہلت نہیں دیگا نہ ان پر نظر (رحمت) کریگا تو ہمیں اہل زمین کے درمیان سے اٹھا لے گا پھر جو چاہے گا وہ کرے گا۔

(۱۵) مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے سعید بن جناح نے ان سے سلیمان جعفری نے بیان کیا ہے۔ کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا: کیا زمین بغیر حجت خدا کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لئے بھی حجت خدا سے خالی ہوجائے تو زمین اپنے اہل کے ساتھ دھنس جائے گی۔

(۱۶) مجھ سے محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے علی بن اسماعیل میثمی نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے عبدالاعلیٰ بن اعین نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ خدا نے بغیر عالم (امام) کے زمین کو خالی نہیں چھوڑا ہے۔ لوگ جو کچھ دین میں زیادتی کرتے ہیں وہ انہیں کم کرتا ہے۔ اور جو کچھ کم کرتے ہیں وہ زیادہ کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو بے شک لوگوں پر امور مشتبہ ہوجائیں۔

(۱۷) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے داؤد نے ان سے فضیل رسان نے بیان کیا کہ محمد بن ابراہیم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک خط میں اہل بیت کے فضائل دریافت کئے۔ آپؑ نے جواب میں

تحریر کیا کہ کواکب اہل آسمان کے لئے امان قرار دیئے گئے ہیں۔ اگر آسمان پر نجوم نہ رہیں۔ تو اہل آسمان نیست و نابود ہوجائیں گے جیسا کہ ان سے وعدہ کیا گیا ہے اسی طرح حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔ اگر اہل بیت نہ رہے تو امت کے ساتھ وہ ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)۔

(۱۸) مجھ سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے بیان کیا ان سے احمد بن عبدالعزیز ابن جعد ابو بکر نے ان سے عبدالرحمن بن صالح نے ان سے عبیداللہ بن موسیٰ نے ان سے موسیٰ بن عبیدہ نے ان سے ایاس بن سلمہ نے ان سے ان کے والد نے جنہوں نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک پہنچایا آپؐ نے فرمایا: نجوم آسمان والوں کے لئے امان کا باعث ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے باعث امان ہیں۔

(۱۹) ہم سے محمد بن عمر نے بیان کیا ان سے ابو بکر محمد بن سری بن سہل نے ان سے عباس بن حسین نے ان سے عبدالملک بن ہارون بن عنترہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جدامجد نے بیان کیا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ستارے آسمان والوں کے لئے باعث امان ہیں اور اگر ستارے ختم ہوجائیں تو اہل آسمان بھی فنا ہوجائیں گے اور میرے اہل بیت زمین والوں کے لئے باعث امان ہیں۔ اگر اہل بیت نہ رہیں تو اہل زمین فنا ہوجائیں گے۔

(۲۰) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن بصریؒ نے ان سے ابو لمغرا حمید ابن مثنیٰ عجلی نے ان سے ابو بصیر نے ان سے خیثمہ جعفی نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ہم جنب اللہ ہیں ہم صفوت اللہ ہیں ہم اللہ اور بندوں کے درمیان رابطہ ہیں۔ ہم انبیاء کے وارث ہیں۔ ہم قدرت کے رازوں کے امین ہیں۔ ہم اللہ کی حجت ہیں۔ ہم ارکان ایمان ہیں۔ ہم اسلام کے ستون ہیں ہم مخلوق پر اللہ کی رحمت ہیں۔ ہمارے ہی ذریعہ ابتداء اور انتہاء ہے۔ ہم ائمہ ھدیٰ ہیں۔ ہم تاریکی میں چراغ ہیں ہم ہدایت کے مینار ہیں ہم سابقون ہیں۔ ہم آخرون ہیں۔ ہم خلق کے لئے علم مرفوع ہیں۔ جس نے ہم سے تمسک کیا اس نے حق کو پالیا۔ جس نے ہمیں چھوڑا وہ غرق ہو۔ ہم روشن چہرے اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں۔ ہم خیرۃ اللہ ہیں۔ ہم راہ واضح اور صراط مستقیم ہیں۔ خدائے عزوجل تک پہنچنے کے لئے ہم خلق پر اللہ کی نعمت ہیں۔ ہم واضح راستہ ہیں ہم نبوت کی کان ہیں۔ ہم رسالت کی جائے قرار ہیں۔ ہمارے پاس ملائکہ کی آمدورفت ہوتی ہے۔ ہم وہ چراغ ہیں جو ضوفشانی کرتے ہیں۔ ہم وہ راستہ ہیں جو نجات کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم جنت کا راستہ ہیں۔ ہم گوشۂ اسلام ہیں۔ ہم ہی وہ پل ہیں کہ جس پر سے جو گزرا اس نے منزل پائی اور جس نے اسے چھوڑا وہ گمراہ ہوگیا۔ اور ہم ہی عظیم ترین لوگ ہیں اور ہماری وجہ سے خداوند عالم رحمت نازل کرتا ہے۔ اور ہماری ہی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ ہمارے ہی باعث تم پر سے عذاب رفع ہوتا ہے۔ پس جس نے ہماری

معرفت حاصل کی اور ہمارے حق کو پہچانا وہ ہم میں سے ہے۔

(۲۱) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعید بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے ابو طفیل نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہؐ نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا: اے علیؑ میں جو بات تم کو بتاؤں وہ لکھ لیا کرو۔ حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: اے اللہ کے نبی کیا آپؐ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ میں آپ کی بتائی ہوئی بات بھول جاؤں گا؟ رسول اللہؐ نے فرمایا: نہیں مجھے تمہارے بارے میں نسیان کا اندیشہ نہیں ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ خدا تمہیں بھول چوک سے محفوظ رکھے۔ لیکن تم اپنے شرکاء کے لئے لکھ لیا کرو۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے دریافت کیا: میرے شرکاء کون ہیں؟ فرمایا: تمہاری نسل میں جو ائمہ ہوں گے جن کے وسیلہ سے میری امت پر ابر رحمت برسے گا۔ جن کے توسط سے دعائیں مستجاب ہوں گی۔ جن کے واسطے سے بلائیں دور ہوں گی اور رحمت نازل ہوگی۔ پھر آپؐ نے جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہ پہلا ہوگا پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا: (باقی) ائمہ اس (حسینؑ) کی نسل سے ہوں گے۔

(۲۲) ہم سے محمد بن احمد شیبانیؒ نے بیان کیا ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے ان سے فضل بن صقر عبدی نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے سلیمان بن مہران اعمش نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ہم مسلمانوں کے امام ہیں۔ اور اللہ کی حجت ہیں عالمین پر اور مومنوں کے سردار ہیں اور بہشت کے روشن چہرے اور سفید ہاتھ پیروں والوں کے قائد ہیں۔ ہم مومنین کے موالی ہیں ہم اہل زمین کے لئے عذاب الہیٰ سے امان کا سبب ہیں۔ جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں۔ ہماری برکت سے خدا آسمان کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ مگر اسی کے حکم سے (قیامت میں آسمان بھی فنا ہوجائے گا) اور ہماری برکت سے خدا زمین کو محفوظ رکھتا ہے کہ وہ الٹ جائے اور اپنے ساکنوں سمیت دھنس جائے اور ہماری برکت سے خدا بارش بھیجتا ہے اور اپنی رحمت وسیع فرماتا ہے۔ ہمارے سبب خدا زمین کی برکتیں ظاہر کرتا ہے۔ اور اگر ہم میں سے زمین پر کوئی امام نہ ہو تو زمین اپنے ساکنین سمیت دھنس جائے گی۔ پھر فرمایا: زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی جس روز سے خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق فرمایا ہے۔ یا تو وہ حجت خدا ظاہر و مشہور ہے یا غائب و مستور اور قیامت تک زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہے گی۔ اگر حجت خدا نہ ہو تو عبادت نہیں کی جائے گی۔ سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: لوگ اس حجت سے کیوں کر فائدہ حاصل کرسکتے ہیں جو ان سے غائب اور مخفی ہو۔ آپؑ نے فرمایا: جس طرح لوگ اس آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو زیر ابر پوشیدہ ہوتا ہے۔

(۲۴) مجھ سے میرے والدؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے اسماعیل بن مرار نے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے یونس بن یعقوب نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان بیٹھے تھے ان میں حمران بن اعین، مومن الطاق ہشام بن سالم، طیار وغیرہ تھے۔ انہی میں نوجوان صحابی ہشام بن حکم بھی تھے۔ آپؑ نے ہشام بن حکم سے مخاطب ہو کر کہا: اے ہشام انہوں نے کہا: لبیک اے فرزند رسولؐ آپؑ نے فرمایا: تم نے عمرو بن عبید سے کیسے کیسے سوالات کئے؟ ہشام نے کہا: میں آپؑ پر فدا ہوں اے فرزند رسولؐ مجھے آپؑ کے سامنے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اور میری زبان میں طاقت نہیں کہ آپؑ کی خدمت میں وہ ذکر کروں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ بیان کرو۔ ہشام نے کہا: بہت بہتر۔ مجھے عمرو کے فضیلت کے دعویٰ کی اطلاع ہوئی اور مسجد بصرہ میں اس کا بیٹھنا بہت گراں گزرا۔ میں روانہ ہو کر بروز جمعہ بصرہ میں داخل ہوا اور مسجد بصرہ میں پہنچا میں نے دیکھا کہ عمرو لوگوں کے ایک بڑے حلقہ میں ہے۔ ایک سیاہ اون کا کپڑا کمر سے باندھے ہوئے اور ویسے ہی سیاہ کپڑے کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور لوگ اس سے سوالات کررہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھتا ہوا حلقہ میں داخل ہوا اور سب کے آخر میں دو زانو بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے عالم میں ایک غریب آدمی ہوں اور ایک مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اجازت دیجئے کہ پوچھوں؟ اس نے کہا: ہاں پوچھو۔ میں نے کہا: کیا آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا: اے لڑکے یہ کیا سوال کیا ہے؟ میں نے کہا: میرا سوال ایسا ہی ہے اس نے کہا: اچھا پوچھو ہر چند کہ سوال احمقانہ ہے۔ میں نے پھر پوچھا: آپ کی آنکھیں ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: آپ ان سے کیا کام لیتے ہیں؟ جواب دیا: ان سے رنگ پہچانتا ہوں اور لوگوں کی صورتیں دیکھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کی ناک بھی ہے؟ اس نے جواب دیا: ہاں۔ پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: میں خوشبوئیں سونگھتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کا دہن بھی ہے؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے کہا: اس سے چیزوں کا مزہ حاصل کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ زبان بھی رکھتے ہیں؟ کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: اس سے کیا کام لیتے ہیں؟ اس نے جواب دیا: باتیں کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کان بھی رکھتے ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: وہ آپ کے کس کام آتا ہے؟ کہا: اس سے آوازیں سنتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے ہاتھ بھی ہیں؟ اس نے کہا: ہاں۔ میں نے پوچھا: ان سے کیا کرتے ہیں؟ جواب دیا ان سے چیزیں پکڑتا ہوں اور (چیزوں کی) سختی اور نرمی محسوس کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ کے پاؤں ہیں؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: ان سے کیا کرتے ہیں؟ کہا: ایک مقام سے دوسرے مقام تک جاتا ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کا منہ ہے؟ کہا: ہاں۔ میں نے کہا: اس سے کیا کرتے ہیں؟ کہا: اس سے کھانوں (کے ذائقوں) میں فرق معلوم کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا: آپ کا دل بھی ہے؟ جواب دیا: ہاں ہے۔ میں نے پوچھا: وہ آپ کے کس کام آتا ہے؟ اس نے کہا کہ جو بات ان اعضاء وجوارح پر مشتبہ ہوتی ہے۔ اس سے تمیز کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کیا اعضاء وجوارح کافی نہیں ہیں اور دل

سے بے نیاز نہیں ہیں ؟ اس نے کہا: نہیں - میں نے پوچھا: کیوں دل سے مستغنی نہیں ہیں حالانکہ سب صحیح اور سالم ہیں اس نے کہا: اے لڑکے جب یہ اعضاء کسی چیز میں شک کرتے ہیں جس کو سونگھا یا دیکھا یا چکھا یا سنا یا چھوا جائے تو دل کی طرف پھیرتے ہیں - تو وہ یقین کرا دیتا ہے - اور شک کو زائل کر دیتا ہے - میں نے کہا: خدا نے دل کو بدن میں اس لئے رکھا ہے کہ وہ اعضاء وجوارح کے شک کو زائل کرے ؟ اس نے کہا: ہاں - میں نے کہا: تو پھر دل کو یقیناً بدن کے اندر رہنا چاہیئے - اگر دل نہیں ہے تو اعضاء و جوارح کا ادراک مستحکم نہیں ہو سکتا - کہا: ہاں تب میں نے کہا اے ابو مروان - خداوند عالم نے تیرے اعضاء و جوارح کو بغیر امام اور پیشوا کے نہیں چھوڑا تا کہ جو حق ہے ظاہر کرے اور شک کو ان سے دور کرے اور تمام خلائق کو حیرت و شک اور اختلاف میں چھوڑ دیا اور کوئی امام و پیشوا ان کے لئے مقرر نہیں کیا کہ حالت حیرت اور شک میں اس کی طرف رجوع کریں جو ان کو راہ حق پر قائم رکھے اور حیرت و شک ان سے زائل کرے - جب میں نے کہا: تو وہ ساکت ہو گیا اور کوئی جواب نہیں دیا - پھر میری طرف متوجہ ہو کر بولا: آپ ہشام تو نہیں ہیں - میں نے کہا: نہیں - اس نے کہا: کیا اس کے ساتھ رہتے ہو ؟ میں نے کہا: نہیں - تو اس نے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا - کوفہ کا رہنے والا ہوں - اس نے کہا: یقیناً تم ہشام ہی ہو - یہ کہہ کر اپنے مقام سے اٹھا اور مجھے اپنی جگہ بٹھا دیا - اور جب تک میں بیٹھا رہا ایک لفظ بھی نہ بولا - ہشام کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ قصہ بیان کیا تو جناب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور فرمایا: اے ہشام یہ دلیل تم نے کہاں سے حاصل کی؟ میں نے عرض کیا - حضورؑ میری زبان پر اسی طرح جاری ہوا - حضرت نے فرمایا: خدا کی قسم یہ مضمون صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام میں لکھا ہوا ہے -

صاحب کتاب (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ ہماری اس بات کی تصدیق کہ نظام کائنات کی بقاء کا دارومدار امام کے وجود پر ہے. اس بات سے ہوتی ہے کہ اللہ کسی امت پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں کرتا جب تک کہ نبی ان لوگوں میں سے نکل نہ جائے - جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کے قصہ میں ارشاد کیا ہے - **حتی اذا جآء امرنا وفار التنور قلنا احمل فیھا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیه القول** (سورہ ھود آیت ۴۰) "یہاں تک کہ جب ہمارا حکم پہنچا اور تنور نے جوش مارا ہم نے کہا چڑھا لے کشتی میں ہر قسم سے دو جوڑے - اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے حکم ہو چکا ہے" -

پس اللہ نے جناب نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم مومنین کو لے کر ان کے درمیان سے جدا ہو جاؤ اور ان کے ساتھ مخلوط نہ ہو - ارشاد ہوتا ہے - **ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون** (سورۃ ھود آیت ۳۷) "اور مجھ سے ظالموں کے حق میں نا بات کر یہ بے شک غرق ہوں گے" -

اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہوا **فاسر باھلک بقطع من الیل ولا**

یلتفت منکم احد الا امراتک انه مصیبها ما اصابهم (سورۃ ھود آیت ۸۱) "سو لے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے اور تم میں کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر تیری عورت کہ اس کو پہنچ کر رہے گا جو ان کو پہنچے گا۔

پس اللہ نے جناب لوط علیہ السلام کو عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کے درمیان سے نکل جانے کا حکم دیا کیونکہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام ان کے درمیان رہتے عذاب نازل نہ ہوتا اسی طرح جب کسی امت کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو نبی کو حکم دیتا ہے کہ ان کے درمیان سے نکل جائے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اپنی قوم کی ہلاکت کا خوف ہوا تو یہ کہہ کر ان سے جدا ہوگئے۔ **واعتزلکم وما تدعون من دون اللّٰہ وادعوا ربی عسی الا اکون بدعاءِ ربی شقیاً ○ فلما اعتزلھم وما یعبدون من دون اللّٰہ** (سورہ مریم آیت ۴۸-۴۹) "اور چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور میں دعا کروں گا اپنے رب سے امید ہے کہ اپنے رب سے دعا کر کے محروم نہ رہوں گا۔ پھر جب جدا ہوا ان سے اور جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا۔" اللہ عزوجل نے ان لوگوں کو ہلاک کیا اور (جہنم کے) پست ترین طبقے میں ڈالا جنہوں نے ان (حضرت ابراہیمؑ) کو اذیت دی، تکلیف پہنچائی، آگ میں ڈالا اور ان کو اور لوطؑ کو نجات دی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا **ونجینه ولوطا الی الارض التی برکنا فیھا للعالمین** (سورہ انبیاء آیت ۷۱) "اور بچا نکالا ہم نے اس کو اور لوط کو اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے عالمین کے واسطے۔"

اور اللہ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام عطا کئے جیسے کہ ارشاد ہوتا ہے۔ **ووھبنا له اسحاق و یعقوب نافلة وکلاً جعلنا صالحین** (سورۃ انبیاء آیت ۷۲) "اور بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور انعام میں یعقوب دیا۔ اور سب کو نیک بخت کیا۔"

اور اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے لئے ارشاد فرمایا۔ **وما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم** (سورہ انفال آیت ۳۳) "اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان پر جب تک تو ان میں رہتا۔"

ہمارے ائمہ طاہرین علیہم السلام سے یہ روایت صحیح میں وارد ہوا ہے کہ اگر کسی نے خواب میں نبی رسول اللہؐ یا کسی امام کو کسی قریہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کا اس قریہ میں داخل ہونا قریہ والوں کے لئے باعث امن ہوگا ان چیزوں سے جن سے وہ خوف زدہ ہوں گے۔

ہشام نے عمرو بن عبید کو جو دلیل دی ہے۔ وہ بھی غیبت امام کو ثابت کرتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ جس طرح قلب تمام جوارح سے غائب ہوتا ہے۔ اس کو نہ آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے نہ ناک سے سونگھا جاسکتا ہے نہ اس کا ذائقہ چکھا جاسکتا ہے اور نہ ہی ہاتھوں سے چھوا جاسکتا ہے۔ اس کے باوجود غیبت میں رہتے ہوئے ان تمام جوارح کا مدبر ہے اور ان کی اصلاح کرتا ہے۔ اگر قلب نہ ہو تو جوارح کی تدبیر ممکن نہ ہو اور ان کے امور میں فساد واقع ہوجائے۔

پس جس طرح تمام جوارح اپنی اصلاح امور کے لئے قلب کے محتاج ہیں اسی طرح کائنات اپنی بقاء اور اصلاح امور کے لئے امام کی محتاج ہے۔

جس طرح روایت کے ذریعے جسم میں قلب کا مکان معلوم ہوا اسی طرح ائمہ سے مروی احادیث کے ذریعہ حجتؑ غائب کا مکان معلوم ہوا ہے کہ وہ مکہ سے خروج فرمائیں گے یہاں قلب سے مراد ہمارے گوشت کا وہ لوتھڑا نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بذات خود جوارح کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد لطیف قلب ہے۔ جس کو اللہ نے اس گوشت کے لوتھڑے میں قرار دیا جس کو بصارت پا نہیں سکتی نہ تو اس کو چھوا جا سکتا ہے اور نہ ہی پایا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کے وجود کا علم انسان کو صرف اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ تمیز و تدبیر کا علم حاصل ہوتا ہے۔

پس جس طرح لطیف غائب جو حواس سے ماورا ہے کے ذریعے جوارح کی تدبیر ہو سکتی ہے تو حجت غائب کے ذریعہ خلق کی تدبیر بھی ہو سکتی ہے۔

باب (۲۲) حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آخر حجت تک وصیت کا متصل ہونا اور زمین کا قیامت تک حجتِ خدا سے خالی نہ ہونا

(۱) ہم سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب، ہثیم بن ابی مسروق نہدی اور ابراہیم بن ہاشم نے بیان کیا ان سے حسن بن محبوب سراد نے ان سے مقاتل بن سلیمان بن دوال دوز نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں سید الانبیاء اور بہترین پیغمبر ہوں اور میرے وصی سید و اشرف اوصیائے پیغمبران ہے اور میرے اوصیاء بھی سرداران اوصیائے پیغمبران ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا سے سوال کیا کہ ان کے لئے شائستہ وصی مقرر فرمائے تو اللہ نے ان کو وحی فرمائی کہ "میں نے پیغمبروں کو رسالت کے اسرار سے نوازا ہے اور اپنی مخلوق کی آزمائش کی تو ان میں سے نیک لوگوں کو پیغمبروں کا وصی قرار دیا۔ اے آدم تم شیث کو وصیت کرو۔" اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند ہبۃ اللہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اپنا وصی قرار دیا۔ شیث علیہ السلام نے اپنے فرزند شبان کو وصیت کی جو نزلہ حوریہ کے بطن سے تھے جس کو اللہ تعالیٰ نے بہشت سے بھیجا تھا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو شیث علیہ السلام سے تزویج فرمایا تھا۔ شبان نے اپنے بیٹے مجلث کو وصیت کی۔ مجلث نے محوق کو اور محوق نے غثمیشا کو انہوں نے اخنوخ کو جو ادریس علیہ السلام ہیں۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ناخور کو وصیت کی۔ ناخور نے حضرت نوح علیہ

اسلام نے سام کو وصیت کی سام نے عثامر کو عثامر نے برعیثاشا کو برعیثاشا نے یافث کو یافث نے برہ کو انہوں نے جفیسہ کو وصیت کی۔ جفیسہ نے عمران کو اور عمران نے وصیتوں کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے سپرد کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو وصیت کی حضرت اسماعیل علیہ السلام نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بثریا کو بثریا نے حضرت شعیب علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اور یوشع نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اور حضرت داؤد علیہ السلام نے آصف بن برخیاء کو آصف بن برخیاء نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو وصیت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون ابن حمون صفا کو اور شمعون نے یحییٰ بن زکریا کو یحییٰ نے منذر کو منذر نے سلیمہ کو سلیمہ نے بردہ کو وصیت کی۔ پس حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ بردہ نے وصیتوں کو مجھے تفویض کیا اور اے علی ابن ابی طالب میں تم کو سپرد کرتا ہوں اور تم اپنے وصی کو تفویض کرو اور تمہارا وصی تمہارے ان وصیوں کو سپرد کرے گا جو تمہارے فرزندوں میں سے ایک کے بعد دوسرے ہونگے۔ یہاں تک کہ تمہارے بعد یہ سلسلہ بہترین اہل زمین تک پہنچے گا۔ جو آخری امام ہوگا۔ اور لوگ تمہارے بارے میں شدید اختلاف کریں گے جو شخص میری امت میں سے تمہارے وصی ہونے کے اعتقاد پر قائم رہے گا ایسا ہے جیسے کہ میرے ساتھ قائم رہا اور جو شخص تم سے الگ رہے گا اور تمہاری اطاعت نہ کرے گا وہ نار جہنم میں ہوگا جو کافروں کی جگہ ہے۔

(۲) ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے بیان کیا ہے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے علی بن حسن بن علی بن فضّال نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ اس درخت ممنوعہ کے پاس نہ جائیں۔ لیکن وہ گئے اور اس درخت میں سے کھایا جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ **ولقد عهدنا الى آدم من قبل فنسى ولم نجدله عزما** (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۵) "اور ہم نے تاکید کردی تھی آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ ہمت۔"

خدا نے ان کو زمین پر بھیجا تو ہابیل اور ان کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے اور قابیل اور اس کی بہن ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں بیٹوں ہابیل اور قابیل کو خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کا حکم دیا۔ ہابیل مویشیوں کے مالک تھے وہ قابیل زراعت کرتا تھا۔ ہابیل نے ایک نہایت عمدہ گوسفند کی قربانی کی اور قابیل نے جو کہ اپنی زراعت سے بے خبر رہتا تھا وہ معمولی بالیاں جو کہ پاک وصاف نہ تھیں قربانی کے لئے پیش کیں۔

اس لیئے ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی قربانی قبول نہ ہوئی جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **واتل علیھم نبا ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما و لم یتقبل من الاخر** (سورۃ مائدہ آیت ۲۷) " اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے دو بیٹوں کا۔ جب دونوں نے قربانی پیش کی اور مقبول ہوئی ایک کی اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی۔"

اس زمانے میں جب قربانی قبول ہوتی تھی تو ایک آگ پیدا ہو کر اس کو جلادیتی تھی۔ پس قابیل نے آتش کدہ بنایا اور وہ پہلا شخص تھا جس نے آگ کے لئے گھر بنایا اور کہا میں اس آگ کی پرستش کروں گا تاکہ میری قربانی قبول کرے۔ شیطان نے قابیل سے کہا کہ ہابیل کی قربانی مقبول ہوگئی اور تیری قبول نہیں ہوئی۔ اگر تو اس کو زندہ چھوڑے گا تو اس کے فرزند پیدا ہوں گے جو تیرے فرزندوں پر اس بارے میں فخر کریں گے یہ سن کر قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا۔ پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا ہابیل کہاں ہے۔ کہنے لگا میں نہیں جانتا۔ آپ نے مجھ کو اس کی حفاظت کے لئے نہیں مقرر کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جاکر دیکھا تو ہابیل کو مقتول پایا۔ فرمایا اے زمین تجھ پر لعنت ہو کیوں کر تو نے خون ہابیل کو قبول کرلیا۔ پھر چالیس شب و روز روتے رہے اور خدا سے دعا کرتے رہے کہ ایک فرزند عطا کرے تو ان کے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے ہبتہ اللہ رکھا کیونکہ اللہ نے ان کو سوال کے عوض عطا کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام اپنے اس فرزند کو بہت چاہتے تھے۔ جب آدم علیہ السلام کی نبوت تمام ہوئی اور ان کی عمر کا آخری زمانہ آیا۔ تو خدا نے وحی کی کہ اے آدم تمہاری نبوت ختم ہوئی اور تمہارے عمر کے ایام پورے ہوچکے تو وہ اسرار جو ایمان، اسم اعظم، میراثِ علم اور آثارِ پیغمبری کے تمہارے پاس ہیں اپنے بیٹوں میں سے ہبتہ اللہ کو دے دو۔ میں ان تبرکات و علوم کو تمہارے بعد تمہاری ذریت سے قیامت تک ہرگز منقطع نہ کروں گا اور کبھی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑوں گا۔ اور اس میں ایک عالم کو ہمیشہ باقی رکھوں گا۔ جس کے ذریعہ سے لوگ میرا دین اور طریقِ اطاعت و عبادت کو پہچانیں گے جس سے ہر اس شخص کی نجات ہوگی جو تمہاری اور نوح کی اولاد سے ہوگا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کو یاد کیا اور کہا اللہ تعالیٰ ایک نبی بھیجے گا جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا لوگ اس کی تکذیب کریں گے۔ تو خدا اس کی قوم کو طوفان کے ذریعہ ہلاک کردے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس پشت کا فاصلہ تھا۔ جو سب کے سب انبیاء تھے۔ حضرت آدمؑ نے ہبتہ اللہ سے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں وصیت کی کہ تم میں سے جو ان سے ملاقات کرے اسے چاہیئے کہ ان پر ایمان لائے اور ان کی پیروی کرے تاکہ طوفان سے نجات پائے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ہبتہ اللہ کو طلب فرمایا اور کہا کہ اگر جبرئیل علیہ السلام یا دوسرے فرشتوں کو دیکھو تو میرا سلام پہنچانا اور کہنا کہ میرے پدر نے تم سے بہشت کے میووں میں سے ایک

ہدیہ طلب کیا ہے۔ ہبتہ اللہ نے جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات کی اور اپنے والد کا پیغام پہنچایا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے ہبتہ اللہ تمہارے پدر نے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی اور میں ان پر نماز پڑھنے کے لئے نازل ہو ہوں۔ ہبتہ اللہ واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے ہبتہ اللہ کو غسلِ میت کی تعلیم دی۔ ہبتہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو غسل دیا جب نماز کا موقع آیا تو ہبتہ اللہ نے کہا: اے جبرئیل سامنے کھڑے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام پر نماز پڑھو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا اے ہبتہ اللہ چونکہ خدا نے ہم کو حکم دیا کہ تمہارے والد کو بہشت میں سجدہ کریں لہٰذا ہم کو لازم نہیں کہ ان کے کسی فرزند کی امامت کریں۔ پھر ہبتہ اللہ آگے کھڑے ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام پر نماز پڑھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے پیچھے ملائکہ کے ایک گروہ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور تیس تکبیریں کہیں۔ پھر خدا نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ پچیس تکبیریں فرزندانِ آدم کے لئے کم کر دو۔ لہٰذا پانچ تکبیریں سنت ہیں۔ اور رسول خدا نے اہل بدر پر سات اور نو تکبیریں بھی کہی ہیں۔

جب ہبتہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو دفن کیا تو قابیل ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ہبتہ اللہ مجھے معلوم ہے کہ میرے باپ آدمؑ نے تم کو اس علم سے مخصوص کیا ہے جس سے مجھ کو محروم کر دیا تھا۔ اور وہ وہی علم ہے جس کے ذریعہ تمہارے بھائی ہابیل نے دعا کی تھی تو اس کی قربانی قبول ہو گئی۔ اور میں نے اسی لئے اس کو مار ڈالا کہ اس کی اولاد نہ پیدا ہو جو میرے فرزندوں پر فخر کرے اور کہے کہ ہم اس کے فرزند ہیں جس کی قربانی قبول ہوئی اور تم اس کے فرزند ہو جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔ اور اگر تم مجھ پر وہ علم ظاہر نہ کرو گے جس سے تمہارے باپ نے تم کو مخصوص کیا ہے تو میں تم کو بھی مار ڈالوں گا جس طرح تمہارے بھائی ہابیل کو مار ڈالا تھا۔

پس ہبتہ اللہ اور ان کے فرزند جو کچھ ان کے پاس علم اور ایمان اور اسم اعظم اور میراث اور آثار علم تھا پوشیدہ رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے اور وصیتِ ہبتہ اللہ ظاہر ہوئی تو اس زمانے کے لوگوں نے جب حضرت آدم علیہ السلام کی وصیت پر نظر کی اور معلوم ہوا کہ ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں خوشخبری دی ہے تو ان پر ایمان لائے۔ اور ان کی تصدیق و اطاعت کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ہبتہ اللہ کو یہ بھی وصیت کی تھی کہ اس وصیت کو ہر سال کے شروع میں سب دیکھا کریں اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرتے رہیں وہ دن ان کے لئے عید کا ہوگا۔ لہٰذا وہ لوگ اس وصیت کو دیکھا کرتے اور عہد لیا کرتے تھے یہ بھی سنت ہر نبی کی وصیت میں حضرت محمدؐ کے مبعوث ہونے تک جاری رہے۔

اور نوح علیہ السلام کو لوگوں نے اسی علم کے ذریعہ سے پہچانا جو ان کے پاس تھا یہی معنی ہیں اس آیت کے **ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ** (سورۃ ہود آیت ۲۵، سورۃ مومنون آیت ۲۳)۔ اور ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف۔

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کچھ پیغمبر ایسے گزرے ہیں جو اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے اسی سبب سے ان کا ذکر قرآن مجید میں مخفی رکھا گیا ہے۔ اور ان کا نام نہیں لیا گیا۔ اور کچھ پیغمبر ایسے تھے جو اپنے کو ظاہر کرتے تھے اس لئے ان کا نام لیا گیا ہے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **ورسلاً قد قصصنا ھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک** (سورۃ نساء آیت ۱۶۴) "اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کے احوال ہم نے سنائے تجھ کو اس سے پہلے۔ اور ایسے رسول جن کے احوال نہیں سنائے تجھ کو۔" جن کا نام نہیں لیا گیا وہ پوشیدہ رہے۔ اور جن کا نام لیا گیا وہ ظاہر بظاہر مبعوث تھے۔ غرض حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔ ان کی پیغمبری میں کوئی شریک نہ تھا لیکن وہ مبعوث ہوئے تھے۔ ان لوگوں پر جو تکذیب کرنے والے تھے انہوں نے ان پیغمبروں کی بھی تکذیب کی جو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان گزرے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **کذّبت قوم نوح المرسلین** (سورۃ الشعراء آیت ۱۰۵) "جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو"۔ پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت ختم ہوئی اور ان کا زمانہ تمام ہوا تو خدا نے وحی کی کہ اے نوح اب تم اسم اعظم، میراثِ علم اور آثارِ نبوت اپنے بعد اپنی ذریت میں سے سام کو دے دو۔ جس طرح ان چیزوں کو میں نے نبیوں کے خاندانوں سے منقطع نہیں کیا ہے جو تمہارے اور آدم کے درمیان ہوئے ہیں۔ اور ہرگز زمین کو خالی نہیں چھوڑوں گا مگر یہ کہ اس میں کوئی عالم رہے جس سے میرا دین اور عبادت کا طریقہ لوگ سمجھیں جو ان لوگوں کی نجات کا سبب ہو جو ایک نبی کی موت کے وقت سے دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک پیدا ہوتے ہیں۔ سام کے بعد ہود علیہ السلام نبی ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان بعض مخفی پیغمبر تھے اور بعض ظاہر بظاہر مبعوث تھے اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ ایک پیغمبر بھیجے گا جس کا نام "ہود" ہوگا۔ وہ اپنی قوم کو خدا کی طرف دعوت دے گا اور وہ اس کی تکذیب کرے گی۔ تو خدا اس قوم کو ہوا کے عذاب سے ہلاک کرے گا۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص اس کے زمانہ تک رہے اس کو چاہیئے کہ اس پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو ہوا کے عذاب سے نجات دے گا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے سام کو حکم دیا کہ اس وصیت کو ہر سال کے آغاز میں روز عید ملاحظہ کیا کریں اور اس پر قائم رہنے کا عہد کرتے رہیں۔ جب خدا نے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا تو لوگوں نے علم و ایمان، میراث علم، اسم اکبر اور آثار علم نبوت میں ان کو اسی خبر کے مطابق پایا جو ان کے باپ نوح علیہ السلام نے دی تھی۔ تو ان پر ایمان لائے اور ان کی تصدیق کی اور عذاب خدا سے نجات پائی۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ **والی عاد اخاھم ھوداً** (سورۃ اعراف آیت ۶۵) "اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو" پھر فرماتا ہے **کذّبت عاد المرسلین ○ اذقال لھم اخوھم ھود الا تتقون** (سورہ الشعراء آیت ۱۲۳۔۱۲۴) "جھٹلایا عاد نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کے بھائی ہود نے کیا تم

ڈرتے نہیں ہے" اور فرماتا ہے۔ **ووصی بھا ابراہم بنیه ویعقوب** سورۃ بقرہ آیت ۱۳۲) "اور یہی وصیت کر گئے ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی" پھر فرماتا ہے۔ **ووھبنا له اسحاق ویعقوب کلاً ھدینا و نوحاً ھدینا من قبل** (سورۃ انعام آیت ۸۵) "ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب جیسے فرزند عطا کئے اور ہر ایک کی ہدایت کی اور بعض کی پہلے ہدایت کی ہے" (تا کہ نبوت کو ان کے اہل بیت میں قرار دیں) ۔ تو پیغمبروں کی ذریت سے وہ لوگ مامور ہوئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پیشتر تھے ہود اور ابراہیمؑ کے درمیان دس انبیاء تھے اور قول عزوجل ہے۔ **وما قوم لوط منکم ببعید** (سورہ ہود آیت ۸۹) "اور قوم لوط تم سے (زیادہ) دور نہیں ہے" اور ارشاد باری۔ **فامن له لوط وقال انی مھاجر الی ربی** (سورہ عنکبوت آیت ۲۶) "پس لوطؑ ان (ابراہیمؑ) پر ایمان لائے اور کہا میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں ہے" اور ابراہیمؑ کا قول **انی ذاھب الی ربی سیھدین** (سورہ صافات آیت ۹۹) "میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں پس وہی ہدایت فرمائیگا ہے۔ اور قول عزوجل۔ **وابراھیم اذقال لقومه اعبدوا الله واتقوہ ذلکم خیر لکم** (سورہ عنکبوت آیت ۱۶) "اور جب ابراہیمؑ نے کہا اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔" پس یہ ہی سنت الہیٰ تھی کہ ہر مشہور نبی کے درمیان دس یا نو یا آٹھ پشت کا فاصلہ تھا جو سب کے سب پیغمبر ہوتے تھے اور ہر پیغمبر اپنے بعد کے پیغمبر کے مبعوث ہونے کی خبر اور اپنے اوصیاء کو اس وصیت پر عہد کرتے رہنے کا حکم دیا کرتا تھا۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا یہاں تک کہ یہ حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام تک پہنچا اور حضرت یوسفؑ کے بعد ان کے بھائی کے فرزندوں میں جاری ہوا جو اسباط تھے ان سے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تک ختم ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان دس پیغمبر گزرے پھر اللہ نے ان کو فرعون وہامان وقارون کی طرف بھیجا۔ پھر اللہ نے ہر امت کی طرف پے در پے نبیوں کو بھیجا۔ **کلما جاء امة رسولھ کذبوہ فاتبعنا بعضھم بعضا وجعلنا ھم احادیث** (سورہ مومنون آیت ۴۴) "جب کسی امت کا رسول اس کے پاس آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس ہم نے بھی ایک کو دوسرے کے قدم بقدم کردیا اور ان کو قصہ کہانی بنا دیا۔" پھر بنی اسرائیل کا زمانہ آیا جنہوں نے ایک روز میں دو دو، تین تین، چار چار، نبیوں کو قتل کیا یہاں تک کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ستر ستر پیغمبر مار ڈالے جاتے تھے اور بازار قتل صبح سے شام تک کھلے رہتے تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی تو انہوں نے حضرت محمدؐ کے بارے میں بشارت دی۔

اور حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان دس انبیاء ہوئے۔ یوشع بن نون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی اور ان کے فتا تھے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں (ان کے بارے میں) فرمایا ہے۔ پس

پس وہ لوگ داتا اور داعیِ امرِ خداوندی اور علمِ الہی کے استنباط کرنے والے اور لوگوں کو ہدایت کرنے والے ہیں۔ یہ ہے اس فضیلت کا بیان جسے خدا نے قرار دیا نبیوں، رسولوں، حکیموں، ہادیانِ برحق اور خلفاء میں۔ جو اس کے والیانِ امر اور اس کے علم کے استخراج کرنے والے اور اہلِ آثارِ علم اللہ ہیں۔ اس ذریت سے جو بعض سے بعض برگزیدہ لوگوں میں سے ہوئے ہیں۔ پیغمبروں کے بعد اولاد اور بھائیوں سے اور اسی ذریت سے جن سے پیغمبروں کی خانہ آبادی تھی۔ پس جو شخص کہ ان کے علم و ہدایت کے ساتھ عمل کرتا ہے ان کی مدد سے نجات پاتا ہے اور جو شخص کہ والیانِ امرِ خلافتِ الہی اور اہلِ استنباطِ علم الہی کو پیغمبروں کے غیر برگزیدہ رشتہ داروں میں سے قرار دیتا ہے وہ حکم خداوندی کی مخالفت کرتا ہے۔ اور جاہلوں کو والیانِ امرِ خداوندی بناتا ہے اور ہدایت کے بغیر بیکار باتوں میں پڑتا ہے اور جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ علمِ الہی کا استنباط کرنے والے ہیں اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور وصیت و اطاعتِ خدا سے پھر گئے ہیں انہوں نے فضلِ خدا اس مقام پر نہیں قرار دیا جس جگہ خدا نے قرار دیا ہے۔ پس وہ لوگ گمراہ ہیں اور اپنی پیروی کرنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں قیامت میں ان کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی اور سوائے آلِ ابراہیم کے کوئی حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ خداوندِ عزوجل نے فرمایا ہے کہ **فقد آتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمة وآتینا ھم ملکاً عظیماً** (سورہ نساء آیت ۵۴) پس حجت پیغمبروں کی اور ان کے گھر والوں کی قیامت کے دن تک ہے کیونکہ کتاب خدا اس وصیت پر ناطق ہے۔ خدا نے خبر دی ہے کہ یہ خلافت انبیاء کے بعد فرزندانِ انبیاء اور ان کے اہل بیت میں ہے جن کو اللہ نے تمام لوگوں پر بلندی اور بزرگی عطا فرمائی اور فرمایا ہے کہ **فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ** (سورۃ نور آیت ۳۶)۔ ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا۔ اور وہاں اس کا ذکر کیا جائے۔

یہ مکانات پیغمبروں، رسولوں، حکماء اور ائمہ ہدیٰ کے ہیں یہی ہے ایمان کا سر جس کو پکڑنے سے تم سے پہلے نجات پانے والوں نے نجات پائی ہے اور اس سے وہ نجات پائے گا جو تمہارے بعد ائمہ کی متابعت کرے گا۔ بے شک خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ **ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریته داؤد و سلیمٰن و ایوب و یوسف و موسیٰ و ھارون و کذلک نجزی المحسنین ۝ وزکریا ویحییٰ و عیسیٰ والیاس کل من الصالحین ۝ و اسمٰعیل والیسع ویونس ولوطاً وکلاً فضلنا علی العالمین ۝ ومن اٰباء ھم و ذریاتھم واخوانھم واجتبینا ھم و ھدینا ھم الیٰ صراط مستقیم ۝ ذلک ھدی اللہ یھدی به من یشاء من عبادہ ولو اشرکو لحبط عنھم ماکانوا یعملون ۝ اولٰئک الذین اٰتینا ھم الکتاب والحکم والنبوۃ فان یکفر بھا ھؤلاء فقد وکلنا بھا قوماً لیسوا بھا بکافرین ۝** (سورۃ انعام آیات ۸۵ تا ۹۰)

" اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سے پہلے ۔ اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو ۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیک کام کرنے والوں کو ۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسماعیل اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر ۔ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ داداؤں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور سیدھی راہ پر چلایا ۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے ۔ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا ۔ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت پھر اگر یہ ان باتوں کو نہ مانیں تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیئے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں ۔ " پس اسی نے ترجیح دی اور سپرد کیا اس کے اہل بیت میں آباء اور بھائیوں اور ذریت کے اور یہی کتاب میں قول عزوجل ہے فان یکفر بھا (امتک) فقد وکلنا O یعنی اگر امت کافر ہو جائے گی تو ہم نے تیرے اہل بیت کو اس ایمان کے ساتھ قرار دیا ہے جس کے ساتھ تجھ کو آراستہ کر کے بھیجا ہے پس اس سے کبھی انکار نہیں کریں گے اور وہ ایمان کبھی ضائع نہیں ہوگا جس کے ساتھ تجھے بھیجا ہے اور تیرے اہل بیت کو تیرے بعد تیری امت میں راہ ہدایت کا مرکز اور تیرے بعد امر خلافت کا والی اور اپنے علم کا حامل قرار دیا ہے ۔ جس میں قطعی کوئی جھوٹ ، کوئی گناہ ، مکرو فریب اور ریاکاری نہیں ہے ۔ پس واضح دلیل ہے اس بیان میں جو کچھ کہ خدا نے اس امت کے معاملے کے متعلق ان کے پیغمبر کے بعد ظاہر فرمایا ہے اس لئے کہ خدا نے اپنے نبی کے اہل بیت کو طاہر بنایا ہے اور ان کی محبت کو حضور اکرمؐ کی رسالت کا اجر قرار دیا ہے ۔ اور ان کے لئے ولایت و امامت جاری کی ہے ۔ اور ان کو حضور کی امت میں آپؐ کے بعد وصیاء و اولیاء اور امام بنایا ہے ۔ پس اے گروہ مردم عبرت حاصل کرو جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جس کو اپنی ولایت اور اپنی اطاعت اپنے علم کا استنباط اور اپنی حجت قرار دیا ہے ۔ پس قبول کرو اور اس سے تمسک کرو تاکہ نجات پاؤ اور تمہارے لئے قیامت کے روز اس پر حجت ہو اور رستگاری حاصل کرو کیوں کہ یہ لوگ تمہارے اور خدا کے درمیان وسیلہ اور واسطہ ہیں ۔ اور تمہاری ولایت خدا تک نہ پہنچے گی مگر ان ہی لوگوں کے ذریعہ سے۔ پس جو شخص اس پر عمل کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اس کا اکرام کرے اور اس پر عذاب نہ کرے ۔ اور جو شخص اس کے خلاف عمل کرے گا خدا پر لازم ہے کہ اس کو ذلیل و معذب کرے ۔

بعض نبیوں کی رسالت ایک گروہ کے لئے مخصوص تھی اور بعض کی رسالت عام تھی ۔ حضرت نوح علیہ السلام روئے زمین کے تمام باشندوں کی طرف بھیجے گئے ان کی نبوت و رسالت عام تھی اور حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف مخصوص پیغمبری کے ساتھ بھیجے گئے تھے اور حضرت صالح علیہ السلام ثمود کی طرف جو ایک چھوٹے گاؤں کے لوگ تھے اور دریا کے کنارے صرف چالیس گھروں کی آبادی تھی ۔ حضرت شعیب علیہ السلام مدائن والوں پر مقرر ہوئے جو

چالیس گھر بھی پورے نہ تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیغمبری (پیغام) کوثی رب والوں کے لئے تھی جو عراق کا ایک موضع ہے۔ پھر اس جگہ سے ہجرت کی۔ جنگ وجدل کے لئے ہجرت نہیں جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے کہا **انی ذاهب الی ربی سیهدین** (سورہ صافات آیت ۹۹) "میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں وہ میری ہدایت کرے گا"۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت بغیر جنگ کے تھی اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی نبوت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت زمین کنعان کے لئے تھی اس جگہ سے وہ مصر گئے اور وہیں عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ آپ کی میت کنعان میں لا کر دفن کی گئی اور جو خواب کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ گیارہ ستاروں، آفتاب و ماہتاب نے ان کو سجدہ کیا تو ابتداء میں آپ کی نبوت مصر والوں کے لئے تھی اور آپ کے بعد بارہ نفر اسباط ہوئے پھر خدا نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یوشع بن نونؑ کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا ان کی نبوت پہلے اس صحرا میں تھی جس میں اسرائیل سرگشتہ پھر گئے اس کے بعد بہت سے دوسرے پیغمبر ہوئے کہ جن میں سے بعض کا قصہ حضور اکرمؐ کے لئے خدا نے بیان فرمایا ہے۔ اور بعض کا نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو خاص بنو اسرائیل کی طرف بھیجا اور آپ کی نبوت بیت المقدس کے لئے تھی۔ آپؑ کے بعد بارہ حوارئین ہوئے اور آپؑ کے فرزندوں میں ہمیشہ ایمان پوشیدہ رہا۔ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھالیئے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کو تمام جن و انس کی طرف بھیجا اور وہ آخری پیغمبر تھے اس کے بعد بارہ وصی مقرر فرمائے۔ ہم نے بعض سے ملاقات کی بعض گزر گئے اور بعض آئندہ ہوں گے۔ یہ ہے امر نبوت و رسالت اور ہر نبی جو کہ بنو اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے خاص ہوں یا عام ہر ایک کے وصی ہوئے ہیں۔ اور سنت الٰہی جاری ہوئی ہے۔ اور اوصیاء محمدؐ سنت اوصیائے عیسیٰؑ پر ہیں اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام حضرت مسیح کی سنت پر تھے۔ یہ ہے بیان پیغمبرؐ کے بعد اوصیاء کے بارے میں سنت الٰہیٰ کا۔

۳۔ ہم سے ہمارے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے حضرت امام ابی الحسن اول۔ یعنی موسیٰ بن جعفر (حضرت امام موسیٰ کاظم) علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سے حضرت آدمؑ کی روح قبض ہوئی اس وقت سے اب تک اللہ تعالیٰ نے زمین کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا کہ جس سے اللہ کی طرف ہدایت حاصل کی جا سکے۔ وہی بندوں پر اللہ کی حجت ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا وہ ہلاک ہوا اور جو اس سے وابستہ رہا اس نے نجات پائی۔

۴۔ ہم سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن حسن بن علی بن

قطان نے ان سے عمرو بن سعید مدائنی نے ان سے مصدق بن صدقہ نے ان سے عمار بن موسیٰ ساباطی نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس روز سے زمین پیدا کی گئی ہے ، کبھی عالم و حجت خدا سے خالی نہیں رکھی گئی جو امور حق کو زندہ کرتا ہے جس کو لوگ ضائع و برباد کرتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی

یریدون ان یطفوا نور اللّٰہ بافواھھم ویابی اللّٰہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون

(سورۃ توبہ آیت ۳۲) " چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے اگرچہ کافروں کو یہ ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔"

۵۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے محمد بن خالد برقی نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے ابان بن تغلب نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حجت خدا خلائق سے پہلے ان کے ساتھ اور ان کے بعد بھی رہے گی۔

۶۔ مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے علی بن اسباط نے ان سے سلیم غلام طربال نے ان سے اسحاق بن عمار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خدا نے زمین کو کسی عالم (امام۔ حجت خدا) سے خالی نہیں چھوڑا اس لئے کہ اگر مسلمان دین خدا میں کچھ زیادتی کریں تو ان کو (حدود خداوندی کی طرف) پلٹا دے اور اگر دین میں کمی کریں تو وہ ان کے لئے کامل کردے۔

۷۔ ہم سے محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ان سے ہارون بن مسلم نے ان سے ابوالحسن لیثی نے ان سے جعفر بن محمد علیہما السلام نے ان سے ان کے آباء علیہم السلام نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرمؐ فرماتے ہیں کہ میری امت میں ہر زمانے میں میرے اہل بیت میں سے ایک امام عادل ہوگا جو اس دین میں غالیوں کی تحریف اور اہل باطل کے جھوٹے دعووں اور جاہلوں کی غلط تاویلوں کی نفی کرے گا۔ بے شک تمہارے ائمہ تمہیں اللہ کی طرف لے جانے والے ہیں۔ پس اپنے دین اور اپنی نمازوں میں ان کی پیروی کرو۔

۸۔ ہم سے ہمارے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے عبداللہ بن محمد حجّال نے ان سے حماد بن عثمان نے ان سے ابی بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قول خدا **یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) " اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو" کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا اس سے مراد قیامت تک علیؑ اور فاطمہؑ کی اولاد میں ہونے والے ائمہ ہیں۔

۹۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن اسحاق نے بیان

۱۴۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے مروی ہے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ربعی نے ان سے فضیل بن یسار نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ علم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ زمین پر آیا اور پھر رخصت نہیں ہوا یہ وراثت میں منتقل ہوا اور علم آثار نبوت و رسالت سے منسوب ہر وہ شے جو اہل بیت سے مروی نہیں ہے باطل ہے اور حضرت علی علیہ السلام اس امت کے عالم (امام) ہیں۔ اور ہم میں سے کوئی بھی عالم (امام) جب دنیا سے اٹھتا ہے تو اپنے بعد اپنے علم کا وارث چھوڑتا ہے۔

۱۵۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کبھی ایسے عالم سے خالی نہیں ہوتی جو حرام و حلال کا علم نہ رکھتا ہو۔ لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔ میں نے پوچھا مولا میں آپ پر فدا وہ علم کہاں سے جانتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا وراثت رسولؐ اور علیؑ سے۔

۱۶۔ انہی اسناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے مروی ہے کہ ان سے فضالہ نے ن سے ابان بن عثمان نے ان سے حسن بن زیاد نے بیان کیا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا زمین بغیر امام کے قائم رہ سکتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا نہیں۔ زمین پر امام کا ہونا ضروری ہے جو حلال و حرام اور ان تمام امور کا عالم ہو جن کے لوگ محتاج ہیں۔

۱۷۔ انہی سناد کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت ہے کہ ان سے بیان کیا فضالہ نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے حسین بن ابی علاء نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام سے دریافت کیا کہ کیا زمین بغیر امام کے قائم رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ میں نے کہا: کیا ایک وقت میں دو امام ہوسکتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ مگر یہ کہ ایک خاموش ہو (اور دعوائے امامت نہ کرے)۔ میں نے پوچھا کہ امام اپنے بعد کے امام کو جانتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا قائم امام ہوں گے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ امام ابن امام ہوں گے۔ جیسے کہ اس سے پہلے ہو چکا ہے۔

۱۸۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے یونس بن عبدالرحمٰن نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ اسلام نے فرمایا کہ اللہ زمین کو کبھی عالم (امام) کے بغیر نہیں چھوڑتا کہ علم حلال و حرام کے لئے لوگ اس کے محتاج ہوں اور وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔ میں نے پوچھا مولا وہ (امام) علم کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ اسلام کی وراثت سے۔

۱۹۔ اپنی اسناد کے ساتھ حارث بن مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ علم حضرت آدمؑ کے ساتھ دنیا میں نازل ہوا اور پھر زمین سے رخصت نہیں ہوا۔ اور ہم میں سے کوئی بھی دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کا وارث چھوڑتا ہے۔ کیونکہ زمین بغیر عالم (امام) کے باقی نہیں رہ سکتی۔

۲۰۔ مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے حسن بن سعید نے ان سے محمد بن اسماعیل قرشی نے ان سے ایک شخص نے بیان کیا اس شخص سے اسماعیل بن ابی رافع نے ان سے ان کے والد ابو رافع نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک نامہ لائے جس میں بادشاہان دنیا کے بارے میں خبر تھی۔ مجھ سے قبل اور مجھ سے پہلے انبیاء اور رسولوں کے بارے میں جو مبعوث ہوئے۔ (یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں سے ہم نے اپنی ضرورت کی چیزیں یہاں ذکر کیں)۔ اس میں درج تھا کہ جب اشج بن اشجان بادشاہ ہوا اس کا نام کیس تھا اس نے دو سو چھیاسٹھ سال بادشاہت کی اس کی حکومت کو اکیاون سال گزرے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ خدا نے نور و علم و حکمت اور گزشتہ تمام پیغمبروں کے علوم ان کو عطا فرمائے تھے۔ خدا نے ان کو انجیل عطا کی اور بیت المقدس کی جانب بھیجا اور بنی اسرائیل پر مبعوث فرمایا کہ ان کو خدا کی کتاب و حکمت اور خدا اور رسول پر ایمان کی طرف دعوت دیں تو ان میں سے اکثر باغی اور کافر ہوگئے۔ جب وہ لوگ ایمان نہیں لائے تو حضرت نے خدا سے دعا کی اور ان سب پر لعنت کی تو ان میں سے بعض بصورت شیاطین مسخ ہوگئے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو اپنی رسالت کی ایک نشانی دکھائیں جس سے ان کو عبرت ہو لیکن ان کے کفر میں اضافہ ہوتا رہا غرض کہ آپ تینتیس سال بیت المقدس میں دعوت دیتے رہے اور تبلیغ فرماتے رہے اور ان کی سرکشی بڑھتی رہی (آخر خدا نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا) پھر یہودیوں نے ان کی تلاش شروع کی تو بعضوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے ان پر سختی کی اور زندہ زمین میں دفن کر دیا اور بعضوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے دار پر چڑھا دیا۔ (لیکن سب نے جھوٹ کہا)۔ خدا نے ان پر ان لوگوں کو اختیار ہی نہیں دیا اور یہ امر ان پر مشتبہ ہوگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے یا زندہ دفن کرنے یا معذب کرنے کی ان میں قوت نہ تھی۔ جیسا کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے **انی متوفیک ورافعک الی و مطھرک من الذین کفروا** (سورہ آل عمران آیت ۵۵) "میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تم کو کافروں (کے میل جول) سے پاک کرنے والا ہوں۔" پس انہیں ان کے قتل کرنے اور مصلوب کرنے کی قدرت نہیں تھی کیونکہ انہیں اس پر قدرت ہوتی تو قول خدا **بل رفعه الله الیه** (سورۃ النساء آیت ۱۵۸) "بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھایا۔" جھوٹ ٹھہرتا۔ ان کی مدت پوری کرنے کے بعد خدا نے ان کو آسمان پر اٹھا لیا اور جب آسمان پر اٹھانا چاہا ان پر وحی کی کہ نور و حکمت و علم کتاب خدا کو شمعون بن حمون

کے سپرد کر دو جن کو حفاظت چاہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مومنین پر ان کو اپنا خلیفہ بنایا پھر شمعون ہمیشہ خدا کے امر کی تبلیغ کرتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات کی طرف بنی اسرائیل میں سے اپنی قوم کو ہدایت کرتے رہے اور کافروں سے جہاد کرتے رہے۔ تو جس شخص نے ان کی اطاعت کی اور ان پر ایمان لایا اور ان باتوں پر جو خدا کی جانب سے ان کو حاصل تھیں وہ مومن ہوا اور جس نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی وہ کافر ہوا یہاں تک کہ خدا نے شمعون کو اپنی رحمت کی جانب بلالیا ان کے بعد اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے صالحین میں سے ایک پیغمبر بھیجا وہ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام تھے اور جب شمعون دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت اردشیر بن بابکان بادشاہ ہوا۔ اس نے چودہ سال دس ماہ بادشاہت کی اور جب اس کی حکومت کو آٹھ سال گزرے یہودیوں نے یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو شہید کردیا۔ جب حضرت یحییٰ کی شہادت کا وقت آیا تو خدا نے ان کو وحی کی کہ وصیت و امامت کو شمعون کی اولاد میں قرار دیں اور حواریوں اور اصحاب عیسیٰ کو حکم دیں کہ ان کے ساتھ رہیں۔ (اور ان کی اطاعت کریں) ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سابور بن اردشیر کی حکومت تھی اس نے تیس سال حکومت کی یہاں تک کہ اسے اللہ نے قتل کرایا اور اللہ نے علم و نور و حکمت اور فضل کو یعقوب بن شمعون کی ذریت میں قرار دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان کی اطاعت کی اور اس کے بعد بخت نصر نے ایک سو ستاسی سال تک حکومت کی جب اس کی بادشاہی کے سینتالیس سال گزرے۔ اللہ نے حضرت عزیرؑ کو ان شہر والوں کی جانب مبعوث فرمایا جنہیں موت طاری کرنے کے سو سال بعد زندہ کیا تھا۔ وہ متفرق شہروں کے رہنے والے تھے اور موت کے خوف سے شہر سے بھاگے تھے اور حضرت عزیرؑ کے قرب و جوار میں آکر بسے تھے وہ سب صاحبان ایمان تھے۔ حضرت عزیرؑ ان کی دلجوئی کرتے ان کی باتوں کو سنتے اور ان کے ایمان کے سبب ان کو دوست رکھتے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایمانی برادری قائم کرلی تھی وہ ایک روز ان کے درمیان سے کہیں چلے گئے تھے دوسرے روز جب واپس آئے دیکھا کہ سب کے سب مرے ہوئے ہیں۔ بہت رنجیدہ ہوئے اور تعجب سے کہا **انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا** (سورہ بقرہ آیت ۲۵۹) "خدا اس (بستی) کو موت دینے کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔" تو خدا نے اس کی روح بھی اسی وقت قبض کرلی۔ سو سال بعد خدا نے حضرت عزیر علیہ السلام کو مع ان لوگوں کے زندہ کیا وہ لوگ ایک لاکھ لڑنے والے سپاہی تھے اس کے بعد بخت نصر ان پر مسلط ہوا۔ اس نے سب کو قتل کردیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ جب بخت نصر فوت ہوا اور اس کا بیٹا مہرقیہ بادشاہ ہوا اور اس نے سولہ سال بیس روز بادشاہت کرنے کے بعد حکم دیا کہ ایک بہت بڑا غار کھود کر اس میں حضرت دانیال اور ان کے اصحاب اور شیعوں کو ڈالا جائے اور اوپر سے آگ روشن کردی جائے۔ لیکن ان کو کوئی گزند نہ پہنچی۔ جب اس نے دیکھا کہ آگ ان کے نزدیک نہیں گئی تو اس غار میں سب کو قید کردیا اور بہت سے درندے اس میں چھوڑ دیئے اور ہر طرح کا ظلم کیا یہاں تک کہ خدا نے ان کو اس کے ہاتھ سے نجات دی اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر اللہ نے کتاب میں کیا ہے **قتل اصحاب**

الاخدود النار ذات الوقود ○ (سورہ بروج آیت ۴-۵) "اس کی دہکتی ہوئی آگ کی خندقوں والے اس حال میں قتل کیے گئے"۔ جب خدا نے حضرت دانیال علیہ السلام کو اپنے حضور طلب کرنا چاہا تو ان کو حکم دیا کہ نور و حکمت خدا اپنے فرزند یکیخا کے سپرد کریں۔ پس آپ نے حکم الٰہی کی تعمیل کی۔ اس وقت ہرمز بادشاہ تھا۔ اس نے تینتیس سال تین ماہ چار روز بادشاہت کی۔ اس کے بعد بہرام نے چھبیس سال بادشاہت کی اس وقت محافظِ دین و شریعتِ خدا یکیخا بن دانیال تھے۔ ان کے اصحاب مومنین اور تصدیق کرنے والوں میں سے تھے لیکن اپنا ایمان ظاہر نہیں کرسکتے تھے اور اس بات پر قادر نہ تھے کہ حق کا اعلانیہ اظہار کریں۔ بہرام کے بعد اس کے لڑکے بہرام نے سات برس تک بادشاہت کی اس کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہوگیا اور زمانہ فترت شروع ہوا اور ولی امر یکیخا ابن دانیال ہی تھے۔ اور ان کے اصحاب ان کے ساتھ تھے جب ان کی وفات کا زمانہ آیا تو خدا نے وحی فرمائی کہ نور و حکمت خدا کو انشو بن یکیخا کے سپرد کرو اور زمانہ فترت حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے درمیان چار سو اسی رہا۔ اور انشو کی اولاد میں یکے بعد دیگرے جس کو خدا چاہتا وہ وصی و پیشوا ہوتا رہا۔ بہرام کے بعد ہرمز کا بیٹا سابور بادشاہ ہوا اس نے بہتر سال بادشاہت کی وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے تاج بنایا اور سر پر رکھا۔ اس زمانہ میں بھی وصی انشو تھے۔ سابور کے بعد اس کا بھائی اردشیر نے دو سال تک بادشاہت کی اس زمانے میں خدا نے اصحاب کہف و رقیم کو زندہ کیا۔ اس زمانہ میں خلیفۂ خدا دیشا بن انشو تھے اس زمانے میں سابور بن اردشیر بادشاہ تھا اور پچاس سال تک حکومت کرتا رہا۔ اس کے زمانے میں بھی دیشا پیشوائے خلق تھے۔ سابور کے بعد اس کا لڑکا یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اس نے اکیس سال پانچ ماہ انیس دن حکومت کی۔ اس کے زمانے میں بھی دیشا علیہ السلام خلیفۂ خدا تھے۔ جب خدا نے چاہا کہ دیشا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے تو ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ نور و علمِ خدا اور احکام و حکمتیں اپنے فرزند نسطورس ابن دیشا کے سپرد کریں۔ یزدجرد کے بعد بہرام جور نے چھبیس سال تین ماہ اٹھارہ روز بادشاہت کی۔ اس وقت بھی نسطورس ہی حجت خدا تھے۔ بہرام کے بعد یزدجرد کے لڑکے فیروز کو بادشاہت ملی وہ ستائیس سال تک بادشاہ رہا۔ اس کے زمانے میں بھی نسطورس ہی خلیفۂ خدا رہے۔ اس زمانہ کے مومنین بھی انہی کے ساتھ تھے۔ جب خدا نے چاہا کہ نسطورس کو اپنے جوارِ رحمت میں طلب کرے ان کو خواب میں وحی کی کہ مرعیدا کو اپنا وصی قرار دیں اور علوم و حکمت ان کے سپرد کریں۔ پھر فیروز کے بعد اس کے لڑکے بلاش نے چار سال حکومت کی۔ اس کے زمانے میں بھی خلیفۂ خدا مرعیدا تھے۔ اس کے بعد اس کے بھائی قباد نے تینتالیس سال بادشاہت کی۔ اس کے بعد اس کے بھائی جاماسف نے چھیالیس سال بادشاہت کی اس وقت بھی خلیفۂ خدا مرعیدا ہی تھے۔ جاماسف کے بعد کسریٰ بن قباد بادشاہ ہوا اور چھیالیس سال آٹھ ماہ بادشاہ رہا۔ اس کے زمانے میں بھی محافظ دین و شریعت مرعیدا تھے اور ان کے اصحاب اور شیعہ مومن تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو خدا نے ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ نور اور حکمت کو بحیرا راہب کے سپرد کرو کسریٰ کے بعد اس کا بیٹا ہرمز بادشاہ ہوا۔ اس کی

بادشاہت کی مدت اڑتیس سال ہے۔ اس کے زمانے میں بھی دین خدا کے محافظ بحیرا تھے ان پر ایمان رکھنے والے اور ان کی تصدیق کرنے والے مومنین بھی تھے۔ ہرمز کے بعد کسریٰ پرویز بادشاہ ہوا اس وقت بھی خلیفہ بحیرا ہی تھے۔ یہاں تک کہ جب حجتہائے خدا کی غیبت کی مدت طویل ہوئی اور وحی الٰہی منقطع ہوئی اور لوگوں نے خدا کی نعمتوں کی ناقدری کی اور حقیر سمجھا تو غضب خدا کے سزاوار ہوئے۔ دین کو کمزور کیا، نماز کو ترک کیا اور قیامت قریب آگئی۔ مذہب پارہ پارہ ہوگیا۔ لوگ جہالت و تاریکی اور حیرت میں مبتلا ہوئے۔ مختلف دین اختیار کئے حق مشتبہ ہوگیا۔ حالات پراگندہ ہوئے اور پیغمبروں کو گزرے ہوئے مدتیں گزر گئیں کچھ لوگ تو اپنے پیغمبر کے دین پر باقی رہے اور بہت سے لوگوں نے کفرانِ نعمت کیا۔ خدا کی اطاعت کے بدلے ظلم و سرکشی اختیار کی اس وقت خدا نے نبوت و رسالت کے لئے شجرہ مشرفہ طیبہ سے اس کو چنا جس کو اپنے علم سابق اور نافذ ہونے والے قول میں ابتدائے خلقت سے پہلے اختیار کیا تھا اور اس سلسلہ کو اپنی خیر و خوبی کی انتہا، اپنے اخلاص کا مقصود اور اپنے برگزیدہ نفوس کا معدن قرار دیا یعنی حضرت محمدؐ کو اپنی نبوت کے لئے مخصوص فرمایا اور حضور اکرمؐ کو اپنی رسالت کے واسطے چنا اور ان کے دین کے ذریعہ سے حق کو ظاہر فرمایا تاکہ وہ اس کے بندوں کے درمیان حکمت کے ساتھ فیصلہ کریں اور دشمنوں سے جہاد کریں اور تمام گزشتہ نبیوں اور ان کے اوصیاء کے علوم حضور اکرمؐ کو ودیعت فرمائے۔ زبان عربی میں ان کو قرآن عطا فرمایا جس میں کسی طرف سے باطل کا گزر نہیں اور اس میں خبر ہائے گزشتہ و آئندہ بیان فرمائیں۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسن بن علی خزاز نے ان سے عمر بن ابان نے ان سے حسین بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو حمزہ زمین خالی نہیں ہوتی مگر یہ کہ ہم اہل بیت میں کوئی عالم (امام) ہو جب لوگ دین میں زیادتی کریں تو وہ بتائے کہ یہ زیادتی ہے اور جب کمی کریں تو بھی وہ بتائے کہ یہ کمی ہے۔ اور خدا اس عالم (امام) کو دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھاتا جب تک وہ اپنی اولاد میں اپنے علم کا وارث نہ چھوڑے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمدؒ بن حسن نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے عبداللہ الغفاری نے ان سے جعفر بن ابراہیم اور حسین بن زید نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت علی صلوٰۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری اولاد کو زوال نہیں وہ امن اور امید میں رہیں گے۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین خالی نہیں رہ سکتی مگر یہ کہ اس میں

ہم میں سے ایک امام ہو۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے ربیع بن محمد بن مسلی نے ان سے عبداللہ بن سلیمان عامری نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین پر اللہ کے طرف سے ہمیشہ ایک حجت خدا رہا ہے جو حلال و حرام جانتا ہے اور لوگوں کو خدا کے راستے کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اور حجت سے زمین خالی نہیں ہوگی مگر قیامت سے پہلے چالیس روز کے لئے۔ جب وہ حجت خدا زمین سے اٹھا لیا جائے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا اور ایمان لانے والوں کا ایمان کچھ فائدہ نہ دے گا جو لوگ حجت خدا کے چلے جانے کے بعد ایمان لائیں گے۔ وہ بدترین خلق ہوں گے۔ پھر ان کے لئے قیامت قائم ہوگی۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر نے ان سے عقبہ بن جعفر نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن امام رضا علیہ السلام سے ان کی اولاد کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ صاحب امر اس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے بعد اپنی اولاد نہ دیکھ لے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند و بالا ہے کہ زمین کو امام عادل سے خالی رکھے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے علی بن نعمان نے ان سے فضیل بن عثمان نے ان سے ابو عبیدہ نے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مولا میری جان آپؑ پر فدا ہو مجھ سے سالم بن ابی حفصہ یلقانی نے کہا کہ کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرجائے اور وہ امام (وقت) کی معرفت نہ رکھتا ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ہاں یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ پس اس نے مجھ سے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے انتقال کے بعد تمہارا امام اب کون ہے۔ تو میں آپؑ پر قربان میں نے اس سے یہ کہتے ہوئے کراہت کی کہ جعفر علیہ السلام۔ بس اسی سے کہا میرے ائمہ آل محمدؑ ہیں۔ اس نے کہا میں تمہیں سمجھتا کہ تم کچھ (امام کی پیروی) کرتے ہو۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ سالم بن ابی حفصہ پر افسوس اور لعنت خدا ہو۔ وہ کیا جانے کہ امام کی منزلت کیا ہوتی ہے۔ امام کی منزلت ان خیالات سے بلند ہے جو سالم اور دوسرے لوگ رکھتے ہیں۔ ہم میں سے جب کوئی امام دنیا سے جاتا ہے تو اپنے علم کا وارث (امام) چھوڑتا ہے۔ جو علم اور سیرت میں اس جیسا ہو۔ اور ان امور کی دعوت دے جن کی سابقہ امام نے دعوت

دی اور اللہ کے لئے کوئی ممانعت نہیں کہ جو اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا کیا اس سے زیادہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا کرے۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے عثمان بن اسلم نے ان سے ذریح نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سے دنیا کو بغیر امام کے نہیں چھوڑا۔ جو لوگوں کو اللہ کی طرف ہدایت کرے اور وہ بندوں پر اللہ کی حجت ہوتا ہے۔ پس جس نے اسے چھوڑا وہ ہلاک ہو اور جس نے ان کا دامن تھاما اس نے نجات پائی۔

اسی نوعیت کی ایک روایت میرے والدؒ نے مجھ سے بیان کی ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن عیسیٰ، جعفر بن بشیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے ذریح نے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے ابن محبوب ان سے علاء نے ان سے ابن ابی یعفور نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ دنیا ایک دن کے لئے بھی ہم اہل بیت میں سے کسی امام کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی جس کے باعث امت امان میں رہے۔

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے حمزہ بن حمران نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دنیا میں دو افراد باقی رہ جائیں تو ان میں یا تو پہلا حجت ہوگا یا دوسرا حجت ہوگا۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عبدالحمید نے ان سے منصور بن یونس نے ان سے عبدالرحمن بن سلیمان نے ان سے ان کے والد نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حارث بن نوفل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہؐ ہدایت ہم سے ہے یا ہمارے غیر سے تو آپؐ نے فرمایا ہدایت تا قیامت ہم سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذریعہ (امت کو) شرک کی تاریکیوں سے نجات دلائی ہے۔ ہمارے ذریعہ امت کو گمراہی سے نجات ملی ہے اور ہمارے ذریعہ لوگ فتنہ و شرک کے اندھیرے سے نکل کر ہدایت کے اجالے میں آئے ہیں۔ ہمارے ذریعہ اللہ اختتام کرے گا جس طرح ہمارے ذریعہ ابتداء کی ہے۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے جعفر بن بشیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے معلی بن عثمان نے ان سے معلی بن خنیس نے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد سے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کے درمیان ایک ایسا فرد ہو جس کی اطاعت ان تمام لوگوں پر واجب ہو۔ آپؑ نے فرمایا کہ ہاں ایسا ہی ہے مگر اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے محمد بن اسماعیل بن بزیع نے ان سے منصور بن یونس نے ان سے ان کے ایک ساتھی نے اس سے ابو حمزہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت **کل شی ھالک الا وجھہ** (سورۃ قصص آیت ۸۸) "ہر شے کے لئے فنا ہے مگر اس کا چہرہ" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ ہر شے ہلاک ہوجائے گی اور صرف اللہ کا چہرہ باقی رہے گا؟ اللہ تعالیٰ بلند ہے ان باتوں سے جو اس کی طرف نسبت دی جاتی ہیں۔ بلکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شے ہلاک ہوجائے گی سوائے اس کے دین کے اور ہم ہی وہ وجہ ہیں جس سے اللہ پہچانا جاتا ہے۔ اور اپنے بندوں کے درمیان سے اس کو اٹھاتا ہے جب تک اس کی روبہ موجود ہے۔ میں نے پوچھا: روبہ کسے کہتے ہیں آپ نے فرمایا حاجت۔ پس جب بندوں میں (حجت خدا کی) حاجت ختم ہوجائے گی تو اللہ ہم کو اٹھا لے گا پھر جو پسند کرے گا وہ کرے گا (یعنی قیامت آجائے گی)۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے جعفر بن بشیر نے ان سے عمر بن ابان نے ان سے ضریس کناسی نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **کل شی ھالک الا وجھہ** کے بارے میں فرمایا کہ ہم ہی وہ وجہ ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی ہے۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار، سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے ابو القاسم ہاشمی نے ان سے عبید بن نفیس انصاری نے ان سے حسن بن سماعہ نے ان سے جعفر بن سماعہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے ایک صحیفہ لے کر نازل ہوئے وہ ایک ایسا صحیفہ تھا کہ اس جیسا صحیفہ نہ کبھی پہلے نازل ہوا تھا نہ بعد میں نازل ہوا۔ وہ صحیفہ کئی سونے کی مہروں میں بند تھا پس جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ آپ کی وصیت ہے اس کے لئے جو آپ کے اہل میں نجیب ہے۔ آپ نے پوچھا اے جبرئیل (علیہ السلام) میرے اہل میں نجیب کون ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: پہلا علی ابن ابی طالبؑ۔ پس آپ کے انتقال کے بعد وہ اس میں سے ایک مہر توڑے گا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرے گا۔ پس حضور اکرمؐ کے انتقال کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے ایک مہر توڑی اور اس صحیفہ میں لکھی ہوئی ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ ان کے بعد وہ صحیفہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ آپؑ نے اس کی ایک مہر توڑی اور اس میں جو لکھا تھا اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر وہ صحیفہ حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہنچا۔ آپؑ نے اپنے حصہ کی مہر توڑی اور صحیفہ کھولا تو دیکھا کہ اس میں لکھا تھا کہ آپ حصولِ شہادت کے لئے خروج کریں اور شہادت صرف ان

گوں کو حاصل ہوگی جو آپؑ کی حمایت میں مریں گے۔ پس آپؑ نے اس کے مطابق عمل کیا۔ اس کے بعد ایک مرد (حضرت امام زین العابدین علیہ السلام) کے پاس صحیفہ پہنچا تو انہوں نے (اپنے حصہ کی) مہر توڑی تو اس میں پایا کہ خاموشی اختیار کرو اور گوشہ نشین ہوجاؤ اور اللہ کی اتنی عبادت کرو کہ یقین حاصل ہوجائے۔ آپؑ کے بعد وہ صحیفہ ایک مرد (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) تک پہنچا۔ انہوں نے اس کی مہر توڑی تو اس میں یہ ہدایت تھی کہ لوگوں کو حدیث اور احکامات بیان کرو اور اپنے آباء کرام علیہم السلام کے علم کو پھیلاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارا ضامن ہے۔ اور حکم دیا کہ اس صحیفہ کو اپنے بعد کے امام کو دو۔ اس طرح یہ صحیفہ ایک امام کے بعد دوسرے امام تک تاقیامت منتقل ہوتا رہے گا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے حسن بن علی زیتونی نے ان سے بن ہلال نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے ابن مسکان نے اس سے محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ حجت خلق سے پہلے خلق کے ساتھ اور خلق کے بعد بھی رہے گی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے یزید بن اسحاق شعر نے ان سے ہارون بن حمزہ غنوی نے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے یہ لازم ہے کہ لوگوں میں ایک ایسا فرد ہو جس کی اطاعت کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہو۔ آپؑ نے فرمایا یہ (سنت الہیٰ) ہمیشہ رہی ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے حمزہ بن عمران نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر زمین پر صرف دو اشخاص رہ جائیں تو ان میں ایک حجت خدا ہوگا اور اگر (ان میں سے) ایک مرجائے تو دوسرا حجت خدا ہوگا۔ (یعنی زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی)۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے یزید کناسی نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو خالد زمین ایک دن کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہی اس دن سے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کرکے زمین پر بھیجا ہے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن خداش بصری نے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: کیا زمین امام کے بغیر ایک ساعت کے لئے قائم رہ سکتی ہے۔ آپؑ نے فرمایا: زمین حق (یعنی امام) سے

خالی نہیں رہ سکتی۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے احمد بن ادریس نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے احمد بن محمد بن ابو نصر نے ان سے حماد بن عثمان نے ان سے عبداللہ بن ابو یعفور نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا: کیا زمین بغیر امام کے باقی رہ سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا: (ایک وقت میں) دو امام ہو سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: نہیں۔ مگر یہ کہ ان میں ایک خاموش رہے (علان امامت نہ کرے)۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے حسن بن بشار واسطی نے بیان کیا کہ حسین بن خالد نے ایک مرتبہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا اور اس وقت میں موجود تھا۔ کہ کیا زمین امام سے خالی ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے ابن محبوب نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابی بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے جلیل تر و عظیم تر ہے کہ وہ زمین کو امام عادل کے بغیر چھوڑ دے۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے عباس بن فضل مقری نے ان سے محمد بن علی بن منصور نے ان سے عمرو بن عون نے ان سے خالد نے ان سے حسن بن عبیداللہ نے ان سے ابو الضحیٰ نے ان سے زید بن ارقم نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ کتاب اللہ اور اپنی عترت (اہل بیت) یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوجائیں گے۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن احمد بن یونس نے ان سے عباس بن فضل نے ان سے ابو زرعہ نے ان سے کثیر بن یحییٰ ابو مالک نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے اعمش نے ان سے حبیب ابن ابی ثابت نے ان سے عامر بن واثلہ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مقام غدیر خم میں آپؐ نے سائبان بنانے کا حکم دیا پھر اس سائبان میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آیا ہے اور میں نے اسے قبول کر لیا ہے۔ پس میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ان میں ایک دوسرے سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔ پھر فرمایا اللہ میرا مولا ہے۔ اور میں ہر مومن کا مولا ہوں پھر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ تھاما اور فرمایا: جس کا میں ولی ہوں اس کا یہ (علیؑ)

ولی ہے۔ اے اللہ تو اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور اس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔ راوی نے زید بن ارقم سے پوچھا کیا تم نے خود یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی۔ تو انہوں نے کہا اس وقت جو بھی وہاں موجود تھا ہر ایک نے اپنے اپنے کانوں سے یہ حدیث سنی اور اپنی اپنی آنکھوں سے اس معاملہ کو دیکھا۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر بن حسین بغدادی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے ان سے بشر بن ولید نے ان سے محمد بن طلحہ نے ان سے اعمش نے ان سے عطیہ بن سعید نے ان سے ابو سعید خدری نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ مجھے (اللہ کی طرف سے) بلاوا آنے والا ہے اور میں اس کو قبول کرلوں گا۔ میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں اللہ کی کتاب اور میری عترت۔ کتاب اللہ وہ رسی ہے جو زمین سے آسمان کے درمیان کھینچی گئی ہے۔ اور میری عترت میرے اہل بیت ہیں۔ تحقیق اللہ لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے پس دیکھنا یہ ہے کہ تم میرے بعد ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر بغدادی نے ان سے محمد بن حسین بن حفص خثعمی نے ان سے محمد بن عبید نے ان سے صالح بن موسیٰ نے ان سے عبدالعزیز بن رفیع نے ان سے ابو صالح نے ان سے ابوہریرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان دونوں سے متمسک رہے اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کیا تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور میری سنت اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملاقات کریں گے۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ نے ان سے قاسم بن عباد نے ان سے سوید نے ان سے عمرو بن صالح نے ان سے زکریا نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں جو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان سے متمسک ہوئے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب اللہ جو (آسمان اور زمین کے درمیان کھینچی گئی) رسی ہے دوسرے میری عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن سعید نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے حسین بن حمید نے ان سے ان کے بھائی حسن بن حمید نے ان سے علی بن ثابت دھان نے ان سے سعاد بن سلیمان نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حارث نے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جلد ہی میرا پیغام اجل آنے والا ہے اور میں اسے لبیک کہہ دوں گا۔ پس میں تم میں دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے افضل ہے۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے

یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔

۵۰۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن سعید نے ان سے قشیری نے ان سے مغیرہ بن محمد بن مہلب نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن داؤد نے ان سے فضیل بن مرزوق نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں ایک دوسری سے طویل ہے۔ کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے اور میری عترت۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا عترت رسولؐ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا ان کے اہل بیت علیہم السلام۔

۵۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن فضل بغدادی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عمر ابو العباس ثعلب کے ساتھی سے سنا کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابو العباس ثعلب سے سنا کہ رسول اکرمؐ کے اس قول **انی تارک فیکم الثقلین** کے معنی دریافت کیے گئے کہ ان دونوں کا نام "ثقلین" کس لئے رکھا گیا۔ تو اس کا جواب دیا کہ اس لئے کہ ان دونوں سے تمسک رکھنا ثقیل اور گراں ہے۔

۵۲۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن شعیب ابو محمد جوہری نے ان سے عیسیٰ بن محمد علوی نے ان سے ابو عمرو احمد بن ابو حازم غفاری نے ان سے عبیداللہ ابن موسیٰ نے ان سے شریک نے ان سے رکین بن ربیع نے ان سے قاسم بن حسان نے ان سے زید بن ثابت نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت۔ آگاہ رہو کہ یہ دونوں میرے بعد میرے خلیفہ ہیں اور یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے۔

۵۳۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی بن شعیب ابو محمد جوہری نے ان سے عیسیٰ بن محمد علوی نے ان سے حسین بن حسن حیری نے کوفہ میں ان سے حسن بن حسین عرنی نے ان سے عمرو بن جمیع نے ان سے عمر بن ابو المقدام نے ان سے جعفر بن محمد علیہما السلام نے اپنے والد گرامی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز جابر ابن عبداللہ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ حجۃ الوداع کے بارے میں کچھ بتائیں۔ تو انہوں نے ایک طویل حدیث بیان کی پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں وہ چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ گواہ رہنا۔

۵۴۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ بن سعید نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے ابو الحسن مغیرہ بن محمد بن مہلب نے ان سے عبدالغفار بن محمد بن کثیر کلابی کوفی نے ان سے جریر بن عبدالحمید نے ان سے حسن بن عبیداللہ نے ان سے ابو الضحیٰ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر ان سے متمسک رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر مجھ سے ملیں گے۔

بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ نے ان سے محمد بن احمد بن حمدان قشیری نے ان سے حسین بن حمید نے ان سے ان کے بھائی حسن بن حمید نے ان سے علی بن ثابت دھان نے ان سے سعاد بن سلیمان نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حارث نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب میرا پیغام اجل آنے والا ہے اور میں اسے قبول کرنے والا ہوں۔ پس میں تم میں دو وزنی گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسری سے افضل ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملاقات کریں گے۔

○ یہ حدیث انہی اسناد اور ہی عبارت کے ساتھ اس باب کی ۴۹ ویں حدیث میں آچکی ہے

بیان کیا مجھ سے حسن بن عبداللہ نے ان سے قشیری نے ان سے مغیرہ بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن داؤد نے ان سے فضیل بن مرزوق نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسرے سے طویل (بڑی) ہے ایک کتاب اللہ جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اور (دوسری) میری عترت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر میرے پاس وارد ہوں گے راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو سعید سے پوچھا عترت رسولؐ کون ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ان کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔

○○ یہ حدیث انہی اسناد اور اسی عبارت کے ساتھ اس باب کی پچاسویں حدیث میں آچکی ہے

۵۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ بغدادی نے ان سے عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث نے ان سے احمد بن معلی الادمی نے ان سے یحییٰ بن حماد نے ان سے ابو عوانہ نے ان سے اعمش نے ان سے حبیب بن ابی ثابت نے ان سے عامر بن واثلہ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو غدیر خم کے مقام پر آپؐ نے ایک سائبان بنانے کا حکم دیا اور اس میں قیام کیا پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میرے پاس پیغام اجل آگیا ہے اور میں اسے قبول کروں گا۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ میرے بعد تم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔ پھر فرمایا: اللہ میرا مولا ہے اور میں ہر مومن و مومنہ کا مولا ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام

کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے۔ پس راوی کہتا ہے کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھ کہ کیا تم نے یہ حدیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے؟ تو زید بن ارقم نے جواب دیا کہ ہاں۔ جو بھی (وہاں) موجود تھے ان سب نے اپنے کانوں سے حدیث سنی اور اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا۔

۵۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے ان سے عبداللہ بن یزید بو محمد بجلی نے ان سے محمد بن طریف نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے اعمش نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے ان سے حبیب بن ابی ثابت نے ان سے زید بن ارقم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس داعی اجل کا پیغام آگیا ہے۔ اور میں نے سے لبیک کہہ دیا ہے۔ پس میں تم میں دو (۲) گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں (دونوں ایک دوسرے سے بڑی ہیں۔ ایک اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے اور دوسری میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔ لہذا غور کرو کہ ان کے حق میں کیونکر میری قائم مقامی کرو گے۔

۵۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمرو نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسین بن حفص نے ان عباد بن یعقوب نے ان سے ابو مالک عمرو بن ہاشم جنبی نے ان سے عبدالملک نے ان سے عطیہ نے ان سے ابو سعید نے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم ان سے متمسک رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ وہ دو گرانقدر چیزیں ہیں۔ ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے (ایک) اللہ کی کتاب وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ہے۔ اور (دوسری) میری عترت میرے، اہل بیت یہ دونوں ہرگز، ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۵۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر نے ان سے حسن بن عبداللہ بن محمد بن علی تمیمی نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۵۹۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد جعفر بن نعیم بن شاذان نیشاپوری نے ان سے ان کے چچا ابو عبداللہ محمد بن شاذان نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے عبیداللہ بن موسیٰ نے ان سے اسرائیل نے ان سے ابو اسحاق نے ان سے حنش ابن معتمر نے کہ میں نے دیکھا کہ ابو ذر غفاری کعبہ کی زنجیر کو پکڑ کر باآواز بلند کہہ رہے ہیں کہ اے لوگوں جو مجھے

پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں ابوذر (غفاری) جندب بن سکن ہوں ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں (ایک کتاب اللہ اور دوسری) میری عترت ، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے ۔ یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے ۔ نیز (یہ بھی فرمایا) ان دونوں کی مثال تمہارے درمیان سفینہ نوح کی ہے ۔ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے منہ موڑا وہ غرق ہوا ۔

۴۰ ۔ بیان کیا مجھ سے شریف الدین صدوق ابو علی محمد بن احمد بن محمد زبارہ بن عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب صلوات اللہ علیہم نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نیشاپوری نے ان سے عبیداللہ بن موسیٰ نے ان سے شریک نے ان سے رکین بن ربیع نے ان سے قاسم بن حسان نے ان سے زید بن ثابت نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں اپنے دو خلیفہ اور جانشین چھوڑ رہا ہوں ۔ (ایک) اللہ کی کتاب (دوسری) میری عترت میرے اہل بیت ۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے ۔ یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے ۔

۴۱ ۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے ان سے عیسیٰ بن یونس نے ان سے زکریا بن ابی زائدہ نے ان سے عطیہ عوفی نے ان سے ابو سعید خدری نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں ایک دوسری سے بڑی ہے ۔ (ایک) اللہ کی کتاب جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے اور (دوسری) میری عترت میرے اہل بیت ۔ یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے "۔

۴۲ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے فضل بن شاذان نے ان سے اسحاق بن ابراہیم نے ان سے جریر نے ان سے حسن بن عبیداللہ نے ان سے ابو الضحیٰ نے ان سے زید بن ارقم نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں اللہ کی کتاب اور اپنے اہل بیت کو چھوڑ رہا ہوں ۔ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے ۔

۴۳ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں طاہر اور معصوم قرار دیا ہے اور ہمیں خلق پر گواہ اور اپنی زمین پر اپنی حجت قرار دیا ہے ۔ اور ہم کو قرآن کے ساتھ اور قرآن کو ہمارے ساتھ

قرار دیا ہے۔ نہ ہم قرآن سے جدا ہوں گے اور نہ قرآن ہم سے (جدا ہوگا)۔

۶۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول **انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی من العترۃ** کا مطلب دریافت کیا گیا۔ آپؑ نے فرمایا (عترتی سے مراد) میں، حسنؑ اور حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں جو نو ائمہ ہوں گے جن میں نواں مہدی و قائم ہوگا یہ کتاب خدا سے جدا نہ ہوں گے اور نہ کتاب خدا ان سے جدا ہوگی یہاں تک کہ حوض (کوثر) پر وارد ہوں گے۔

۶۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابو عبداللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے ثابت ابن دینار نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے سعد بن جبیر نے ان سے ابن عباس نے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ اور شہر میں صرف دروازہ سے داخل ہوا جاتا ہے۔ پس وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرے کہ اسے مجھ سے محبت ہے حالانکہ وہ تم سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تمہارا گوشت میرے گوشت سے۔ تمہارا خون میرے خون سے۔ تمہاری روح میری روح سے تمہارا راز میرا راز۔ تمہارا اعلان میرا اعلان۔ تم میری امت کے امام اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہو۔ سعید ہے وہ جس نے تمہاری اطاعت کی۔ شقی ہے وہ جس نے تمہاری مخالفت کی۔ نفع میں رہا وہ جس نے تم سے تولا کیا۔ خسارے میں رہا وہ جس نے تم سے عداوت کی۔ کامیاب ہوا جس نے تم سے تمسک اختیار کیا۔ ہلاک ہوا جس نے تمہیں چھوڑا۔ تمہارے اور تمہاری اولاد میں جو ائمہ ہیں ان کی مثال سفینۂ نوح کی ہے جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی۔ جس نے منہ موڑا وہ غرق ہوا اور تم لوگوں (ائمہ) کی مثال ستاروں جیسی ہے۔ ایک ستارے کے غائب ہونے کے بعد دوسرا طلوع ہوجاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

عترت وآل واہل و ذریت وسلالہ کے معنی

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول **انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی کتاب اللہ و عترتی الا و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** کے متعلق یہ سوال کرے کہ آپ ابوبکرؓ کو اور تمام بنو امیہ کو عترت میں شامل

کیوں نہیں سمجھتے یا آپ صرف حسنؑ و حسینؑ کی اولاد کو ہی عترت کیوں مانتے ہیں ۔ اور اس صورت میں تو حضرت علی علیہ السلام بھی عترت میں شامل نہیں ہوئے ۔ ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کے سوال کی ایک وجہ لغت ہے ۔ اور اس پر دلیل حضور اکرمؐ کے قول میں ہے کہ **عترتی اہل بیتی** میں اہل ماخوذ ہے **اھالۃ البیت** سے اور ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیت کو آباد کیا ہو ۔ اس لئے ہر وہ فرد جس نے کسی گھر کو آباد کیا وہ اس کا اہل کہلائے گا اور اسی لئے قریش کو آل اللہ کہا جاتا تھا کیونکہ وہ اللہ کے گھر کے آباد کرنے اور انتظام کرنے والے تھے ۔ آل اور اہل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں ۔ حضرت لوطؑ کے قصہ میں ارشاد ہوتا ہے ۔ **فاسر باھلک بقطع من الیل** سورۃ ھود آیت ۸۱) " سو نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے ۔" نیز ارشاد ہوتا ہے **الا آل لوط نجینا ھم بسحر** (سورۃ قمر آیت ۳۴) " سوائے لوط کے گھر کے ان کو ہم نے بچا دیا پچھلی رات سے ۔" یہاں اہل کو آل کہا گیا ۔ اور آل لغت میں اہل ہی ہے ۔ آل اہل کی تصغیر ہے ۔ عربوں نے اہل کی تصغیر اہیل بنائی " ھ " کی ثقالت کی وجہ سے " ھا " کو ساقط کر دیا اور آل بولنے لگے ۔ پس آل کے معنی ہیں کسی بھی شخص کے اہل میں سے ہر وہ فرد جس کا نسب میں اس سے تعلق ہو ۔

پھر اس لفظ " آل " کو امت کے لئے مجازی طور پر استعمال کیا گیا اور ہر وہ فرد جو دین میں حضور اکرمؐ کا پیروکار ہے اس کو آل میں شامل کیا گیا اور دلیل میں یہ ارشاد رب العزت پیش کیا جاتا ہے ۔ **ادخلوا آل فرعون اشدالعذاب** (سورۃ مومن آیت ۴۶) " (حکم ہوگا) داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں " کیونکہ یہاں آل فرعون سے مراد فرعون کی اتباع کرنے والے ہیں ۔ اور اللہ نے ان کی مذمت کفر کے باعث کی ہے ۔ نسبت کے باعث نہیں ۔ پس یہاں آل فرعون سے مراد اہل بیت فرعون نہیں ہے ۔ پس اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ) " آل " کا لفظ اہل خاندان کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ مگر یہ کہ مجاز کے لئے کوئی دلیل ہو ۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ " آل " سے مراد بیٹے ہیں ۔

پس اہل سے مراد ذریت میں سے کسی شخص کی اولاد اس کے باپ کی اولاد اور قریب ترین جد کی اولاد ہے ۔ لیکن دور کے جد (جیسے پر دادا لکڑ دادا وغیرہ وغیرہ) کی اولاد شامل نہیں ہے ۔ اسی لئے عرب عجم کو اپنا اہل نہیں مانتے حالانکہ دونوں کے جد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ اسی طرح قبیلہ مضر قبیلہ ایاد و ربیعہ کو اپنا اہل نہیں کہتے اور نہ ہی قریش مضر کو اپنا اہل مانتے ہیں ۔ اور اگر تمام قریش کا اہل رسول ہونا نسب کے اعتبار سے جائز ہوتا تو پھر مضر کی اولاد اور تمام عرب (آپس میں) اہل ہوتے ۔ پس اہل سے مراد کسی شخص کے قریبی (رشتے کے) گھر والے اور حضور اکرمؐ کے اہل بنو ہاشم ہوئے ۔ پس جب حضور اکرمؐ نے فرمایا **انی مخلف فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی** کے متعلق اگر کوئی حضور اکرمؐ سے سوال کرتا کہ عترت سے کیا مراد ہے تو آپؐ تفسیر

فرماتے میرے اہل بیت اور لغت میں عترت وہ درخت ہے جو گوہ کے گہرے سوراخ کے کنارے پر اُگتا ہے۔ جیسا کہ ہذلی نے یہ شعر کہا۔

فماکنت اخشی ان اقیم خلافھم
لستۃ ابیات کماینبت العتر

(میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میں ان کے خلاف چھ بیتوں کے لئے قیام کروں جیسے کہ درخت عتر اُگتا ہے۔)

ابو عبید (قاسم بن سلام جو لغت، حدیث اور ادب کا ماہر تھا) نے کتاب الامثال میں اپنے ایک ہم نام ماہر لغت ابو عبید (معمر) سے حکایت کی ہے کہ العتر و العطر کا مطلب ہے انسان کی اصل اسی لئے محاورہ ہے۔ "**عادت لعتر ھالمیس**" یعنی میس اپنی جس اصل کو چھوڑ چکی تھی اس پر واپس پلٹ آئی۔

اصل لغت میں عترت سے مراد اہل الرجل ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ "**عترتی اہل بیتی**" پس عترت سے مراد اہل اور اولاد کے اہل ہیں۔ اگر عترت سے مراد اہل نہ ہوتے اور صرف اولاد کے اہل ہوتے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول میں حضرت علی علیہ السلام داخل نہ ہوتے اور اگر وہ داخل نہ ہوتے تو پھر وہ ان افراد میں شامل نہ ہوتے جو قرآن مجید سے جدا نہ ہوں گے اور جن کا تمسک گمراہ نہ ہونے دے گا۔ (دوسری بات) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد (اپنے اہل اور اولاد میں سے) خواص کے لئے ہے اور اگر یہ قول اپنی اولاد کے لئے مخصوص ہے تو ان میں بھی (سب کے لئے نہیں بلکہ صرف چند) خواص کے لئے ماننا قابل اعتراض نہیں ہے۔

اور یہ کہ حضرت علی علیہ السلام بھی عترت میں داخل ہیں اس کی دلیل خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد "یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض (کوثر) پر ملیں گے۔" ہے کیونکہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کتاب اللہ کے حکم سے کبھی جدا نہ ہوئے۔ بعد رسول حضرت علی علیہ السلام سے بڑھ کر کتاب خدا کا عالم کوئی اور نہ تھا۔ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام بھی ان افراد میں داخل تھے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد (بطور عترت) چھوڑا تھا۔ پس امت میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں ہے جو ان دونوں ائمہ کو حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ عالم کتاب خدا کہہ سکے۔ بلکہ یہ دونوں امامین علیہما السلام حضرت علی علیہ السلام سے علم امامت کو وراثت میں پانے والے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا "میں تم میں جو چیز چھوڑ رہا ہوں اگر تم اس سے متمسک ہوتے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔" یہ رشاد دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا تو یہ ہر زمانے کے لئے ہے یا کسی ایک زمانے سے مخصوص ہے۔ اگر یہ ہر زمانے کے لئے ہے تو پھر حضرت علی علیہ السلام کے زمانے میں عترت میں کون تھا جس کو آپؐ نے چھوڑا تھا، کیا اس زمانے میں اس قول سے مراد جناب

حسنین علیہما السلام تھے یا حضرت علی علیہ السلام۔ اگر کوئی کہے کہ جناب حسنین علیہما السلام تو پھر لازم قرار پاتا ہے کہ جناب حسنین علیہما السلام اپنے والد سے زیادہ کتاب خدا کا علم رکھتے تھے اور اس صورت میں ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص اجماع امت کا مخالف قرار پاتا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کسی ایک مخصوص وقت سے زیادہ سزاوار ثابت نہیں ہوتا (یعنی اس مخصوص وقت میں تمسک لازمی تھا دوسرے میں نہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی) پس اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہر زمانے کے لئے عام قرار دیا جائے تو حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانے میں فرد عترت قرار پاتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ قیامت تک حجت خدا رہے گی اور کوئی زمانہ امام سے خالی نہیں رہے گا۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ان (اہل بیت) کی مثال ستاروں کی طرح ہے۔ جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا طلوع ہو جاتا ہے (یہ سلسلہ) قیامت تک کے لئے ہے" اور اس سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہ ہوگی چاہے وہ حجت خدا ظاہر و مشہور ہو یا غائب ہو کیونکہ امام کے بغیر بینات دین باطل قرار پائیں گے۔ اور جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں بیان فرمایا کہ عترت وہ ہیں جو کتاب خدا سے قریب ہوں۔

بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے حسن بن علی سکری نے ان سے محمد بن زکریا جوہری نے ان سے محمد بن عمارہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے حضرت علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت، میرے اہل بیت یہ دونوں ہرگز (ایک دوسرے سے) جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے اس طرح اور یہ کہہ کر آپ نے دو انگلیوں کو ملایا۔ پس جابر ابن عبداللہ انصاری نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عترت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا "علی و حسن و حسین اور حسین کی اولاد (علیہم السلام) میں سے قیامت تک ہونے والے ائمہ۔

محمد بن بحر شیبانی نے اپنی کتاب "کتاب الیاقوتۃ" میں محمد بن عبدالجبار سے حکایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو العباس ثعلب بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابن اعرابی نے بیان کیا کہ عترت کے معنی وہ درخت ہے جو گوہ کے بل کے سرے پر اگ جائے اور اس سے مراد کسی شخص کی اولاد اور اس کے صلب میں ہونے والی ذریت ہے اسی لئے حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد کو ذریت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عترت محمد کہا جاتا ہے۔ ثعلب کہتے ہیں کہ میں نے ابن اعرابی سے پوچھا کہ پھر ابو بکر نے سقیفہ کے دن یہ کیوں کہا تھا کہ "ہم عترت

...ل ہیں " تو ابن اعرابی نے جواب دیا کہ ابو بکرؓ کا مطلب تھا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر والے اور ...ن قبیلے والے ہیں۔ اور حضرت محمدؐ تو صرف اولاد فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ سورہ براۃ کی تبلیغ ...لئے ابو بکرؓ کو واپس بلا کر حضرت علی علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کو حکم یہ تھا کہ اس کی تبلیغ یا تو ...ؐ خود کریں یا ایسا شخص جو آپؐ سے ہو۔ اگر ابو بکرؓ نسب کے اعتبار سے عترت میں شامل ہوتے تو ان کو سورہ براۃ کی ...غ سے واپس نہیں بلایا جاتا اور نہ علی علیہ السلام کو ان کے بجائے بھیجا جاتا۔

یہ بھی کہا گیا کہ " عترۃ " ایک بڑا سنگلاخ پتھر ہے۔ جہاں گوہ گہرا سوراخ بناتی ہے۔ اور پناہ لیتی ہے۔ اور یہ ...ب قلت ہدایت ہے۔ اور کہا گیا کہ " عترۃ " اس کٹے ہوئے درخت کی جڑ ہے جو اپنی جڑوں سے اگتا ہے۔ اور عترۃ ...ن... (کے علاوہ) نبی اکرمؐ کے قول کے مطابق " نہ فرعہ (یعنی اونٹنی کا وہ پہلا بچہ جسے تبرکاً اپنے اپنے بتوں کے سامنے ذبح ...تے تھے) نہ عتیرہ (وہ ذبیحہ جو ماہ رجب میں بتوں کے سامنے کیا جاتا تھا اور اس کا خون بت کے سر پر مل دیا جاتا تھا)۔ ...اصمعی نے کہا زمانہ جاہلیت میں آدمی اپنی بھیڑوں میں سے ایک کو نذر کرتا تھا اگر اس کی بھیڑوں کی تعداد ایک سو تک ...ج جائے کہ وہ اس کی رجب کی قربانی میں محسوب ہو جائے یا عتیرہ حساب ہو جائے اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ کنجوسی ...تا تھا اور بجائے اپنی بھیڑ کو ذبح کرنے کے ایک ہرن کو پکڑتا تھا اور بھیڑ کے بدلے میں اپنے بتوں کے سامنے اس کو ...ح کرتا تھا تاکہ اس کی نذر پوری ہو جائے۔ حارث بن حلزہ یشکری نے اس کے بارے میں یہ مصرعہ کہا:

عنتا باطلا و ظلما كما تعتر عن حجرة الربيض الظباء

...یک باطل گناہ اور ظلم جیسا کہ ہرن کو ان بھیڑوں کے بدلے ذبح کیا جاتا ہے جو اپنی پناہ گاہ میں ہیں۔

یعنی اس کو پکڑ لیتے ہیں دوسروں کے گناہ کے بدلے میں۔ جیسے کہ ان ہرنوں کو بھیڑوں کے بدلے ذبح کیا جاتا ...ہے۔ اصمعی کہتا ہے کہ عترت کے معنی ریح اور ہوا کے ہیں اور اسی طرح لفظ عترت اس درخت کے معنی میں استعمال ...ہوتا ہے جس کی شاخیں بہت زیادہ ہوں اور خود چھوٹا ہو۔ اور تہامہ کی طرح ہے۔ ریاشی کہتا ہے کہ میں نے اصمعی سے ...عترت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا وہ ایک گیا (پودا) ہے جو مرز نجوش کی طرح کا ہے اور یہ دور دور لگتے ہیں۔

محمد بن علی بن حسین اس کتاب کے مصنف (شیخ الصدوق) فرماتے ہیں کہ عترت سے مراد حضرت علی ابن ابی ...طالب علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ذریت ہے اور یہ سلالۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ وہ ...لوگ ہیں جن کی امامت کی اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ نص فرمائی اور یہ افراد بارہ ہیں۔ ...ان میں اول حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخری امام مہدی علیہ السلام ہیں تمام بنو ہاشم اور تمام اولاد ...ابی طالب میں ائمہ علیہم السلام ایسے ہیں جیسے نافۂ مشک کے ٹکڑے۔ اور ان کے علوم اہل حکمت و عقل کے نزدیک شیریں ...ہیں۔ یہی وہ درخت ہیں جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تنا حضرت علی علیہ السلام، شاخیں ائمہ طاہرین

علیہم السلام اور پتے ان کے شیعہ اور ان کے علوم اس درخت کے پھل ہیں اور وہی علیہم السلام شہر والوں اور قبیلہ والوں کے معنی میں اسلام کی بنیادیں ہیں۔ اور آپ ہدایت گر ہیں یعنی وہ عظیم سنگلاخ پتھر ہیں جس میں سوسمار (گوہ) اپنے لئے گھر بنالیتا ہے اور اس میں پناہ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ہدایت کی قلت ہے۔ اور وہ لوگ اس کٹے ہوئے درخت کی بنیادیں ہیں۔ کیونکہ انہیں تنہا چھوڑ دیا گیا۔ ان پر ظلم ڈھائے گئے۔ ان کے ساتھ جفا ہوئی اور ان سے رابطہ قطع کیا گیا۔ اور ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا گیا۔ پس وہ اپنی جڑوں سے بکھر گئے ان سے قطع تعلق کرنے والا ان کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی ان کی طرف پشت کرنے والا انہیں نقصان دے سکتا ہے کیونکہ یہ لوگ نبیؐ کی زبان اطہر کے ذریعہ اللہ کی طرف سے منصوص ہیں۔

اور عترت کے مصداق وہ مظلوم ہیں جو ناکردہ جرم اور گناہ کی پاداش میں پابند کئے گئے ہیں جب کہ ان سے کثیر منافع حاصل ہوتے ہیں یہی علم کا سرچشمہ ہیں اس درخت کی طرح جو دودھ سے لبریز ہو، یہی اللہ کا لشکر ہیں جیسے کہ اصمعی نے کہا کہ عترت سے مراد ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ہوا کو اللہ کا لشکر کہا اور آنجنابؐ سے ایک مشہور حدیث میں ہے کہ ہوا ایک قوم کے لئے عذاب اور دوسری کے لئے رحمت ہے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول "میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں" کے مطابق یہ بزرگان علیہم السلام قرآن سے پیوستہ ہیں اور قرآن کے بارے میں ارشاد ہے۔ **وننزل من القران ماھو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظالمین الاخسارا** (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۲) "اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس میں شفاء اور رحمت ہے ایمان والوں کے واسطے اور گناہ گاروں کا تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔" پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **واذا ماانزلت سورۃ فمنھم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون ○ واماالذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم وماتوا وھم کافرون** . (سورۃ توبہ آیت ۱۲۴-۱۲۵) "اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ تو بعض ان میں سے کہتے ہیں تم میں سے کس کا ایمان اس سورۃ نے زیادہ کردیا۔ سو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں ان کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کردیا اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور جن کے دل میں مرض ہے پس ان کے لئے بڑھادی گندگی پر گندگی اور وہ مرتے تک کافر ہی رہے۔"

اور یہ سب علیہم السلام متفرق جگہوں پر قتل اور اصلی گھروں سے دور رہے ان معنی کے لحاظ سے جو کسی نے کہا "بے شک عترت مرزنجوش پودے کی طرح ہے کہ الگ الگ اگتا ہے اور ان کی برکتیں مشرق و مغرب میں پھیل رہی ہیں۔"

ابو عبیدہ ذریت کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ ذریات جب "الف" اور "تاء" کے ساتھ پڑھیں تو اس کے معنی ہیں

نسل اور خلف اور قرآن میں بھی یہ معنی وارد ہوئے ہیں۔ (جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے) **والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا و ذرّیٰتنا قرّۃ اعین** (سورۃ فرقان آیت ۷۴) "اور لوگ جو کہتے ہیں اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک۔"

حضرت امیرالمومنینؑ نے یہاں ذریات کو واحد صیغہ کے اور وہ آیت جو (سورۃ) یٰسین میں ہے۔ **وآیۃ لھم أنّا حملنا ذرّیّتھم** (سورۃ یٰسین آیت ۴۱) "اور ایک نشانی ہے ان کے واسطے کہ ہم نے اٹھالیا ان کی نسل کو۔" اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **کما أنشاء کم من ذرّیّۃ قوم آخرین** (سورۃ انعام آیت ۱۳۳) "جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد سے"۔

یہاں دو الفاظ ہیں **ذُرّیّۃ** (پیش کے ساتھ) اور **ذِرّیّۃ** (زیر کے ساتھ) جیسے عُبیّۃ اور عِلیّۃ۔ مولا علیؑ کی قراءت پیش کے ساتھ تھی اور ابو عمرو نے بھی یہ اسی طرح پڑھا ہے۔ اور یہ اہل مدینہ کی قراءت ہے سوائے ایک روایت کے جو زید بن ثابت کی طرف منسوب ہے کہ اس نے کسرہ (زیر) کے ساتھ اس طرح پڑھا ہے (**ذِرّیّۃ من حملنا مع نوح**) اور مجاہد نے اس آیت کو اس طرح پڑھا ہے (**إلّا ذرّیّۃ من قومه**) یعنی وہ لوگ ان کی اولاد تھے جن کی طرف موسیٰ کو بھیجا گیا تھا جبکہ ان کے آباء مر چکے تھے۔ فراء کہتا ہے کہ انہیں ذریت کہا گیا اس لئے کہ ان کے باپ قبطی نسل کے اور مائیں بنی اسرائیل سے تھیں۔ وہ کہتا ہے اور یہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ان اہل فارس کی اولاد کو جو یمن میں پیدا ہوئیں "ابناء" کہا جانے لگا۔ کیونکہ ان کی مائیں ان کے باپ کی نسل سے مختلف تھیں۔ اور ابو عبیدہ کہتا ہے فراء کی مراد یہ ہے کہ ان کا نام ذریت ہے اور خاص لوگ وہ ہیں جو اس کے مصداق ہیں جن کا ذکر ان معنی میں کیا گیا اور **ذریت الرجل** یعنی آدمی کی ذریت سے مراد وہ مخلوقات ہیں جو اس سے نکلے ہیں اور یہ ذریت یا ذروت سے ہے۔ اور اس میں ہمزہ نہیں ہے۔ مگر خود ابو عبیدہ کا قول ہے کہ اس کی اصل میں ہمزہ ہے لیکن عرب نے اس میں ہمزہ کو چھوڑ دیا۔ اور ابو عبیدہ کی رائے کے مطابق **ذرا اللہ الخلق** یعنی اللہ نے مخلوقات کو پیدا کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولقد ذرأنا لجھنم کثیراً من الجن والانس** (سورہ اعراف آیت ۱۷۹) "اور ہم نے پیدا کئے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی" **ذراھم** سے مراد ہے انہیں پیدا کیا، خلق کیا اور اللہ کا ارشاد ہے **یذرؤکم** یعنی تمہیں خلق کیا۔ پس آدمی کی ذریت یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ مخلوق جو اس سے اور اس کی نسل سے پیدا ہوئی ہے اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے صلب سے پیدا کیا۔

سلالۃ کے معنی ہیں کسی شے کا خلاصہ۔ اس کو سلالہ اور سلیل بھی کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **اللھم اسق عبدالرحمن من سلیل الجنۃ** (اے اللہ عبدالرحمن کو جنت کا ٹھنڈا پانی پلا) جنت کے پانی کو سلیل اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ پینے والی چیزوں کی خالص ترین صورت ہے۔ پس یہ فعیل بمعنی مفعول

ہے - اور یہ آیت ولقد خلقنا الانسان من سللة من طين (سورۃ مومنون آیت ۱۲) " اور ہم نے بنایا آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے -" کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہاں سلالہ سے مراد زمین کی خاص مٹی ہے - اور سلالہ کا مطلب ہے - پھل - یعنی کوئی انسان جب اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے تو گویا ماں سے نتیجے کی صورت میں نکلتا ہے -

ہند بنت اسماء جو حجاج بن یوسف ثقفی کے عقد میں تھی نے مندرجہ ذیل اشعار کہے -

وهل هند الا مهرة عربية سليلة افراس تجللها بغل

اور ہندہ ایک عربی النسل گھوڑی کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے - اور وہ ان اصیل گھوڑوں کی نسل سے ہے جس پر ایک خچر غالب آیا ہوا ہے -

فان نتجت مهراً كريماً فبالعدى وان يك اقرافاً فما فعل الفعل

پس اگر اس گھوڑی نے اس اصیل گھوڑے کو جنم دیا تو کیا خوش نصیبی ہے اور اگر غیر اصیل پیدا ہوئے تو یہ نر کا کام ہے -

اور اس شعر کے متعلق یہ بھی روایت ہے کہ " فما جنى الفحل " یعنی پس اس کو نر نے جنم دیا ہے - اور " السلیل " یعنی نتیجہ اور سلیلہ منتوجہ سے مراد ایسا گھٹا ہے کہ وہ خاص اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک نتیجہ لے رہی ہے -

جناب امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کو سلالت رسول اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل و اولاد اور آپ کے علم کا نچوڑ تھے اور یہ ہی معنی عترت، ذریت اور سلالہ کے ہیں -

باب (۲۳) امام زمانہ علیہ السلام کے وجود اور ان کی امامت پر اللہ تعالیٰ کی نص

بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو سعید سہیل بن زیاد آدمی رازی نے ان سے محمد بن آدم شیبانی نے ان سے ان کے والد آدم بن ابی ایاس نے ان سے مبارک بن فضالہ نے ان سے وہب بن منبہ نے انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میں معراج پر گیا تو مجھے آواز آئی۔ اے محمدؐ میں نے کہا لبیک رب العزت لبیک پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: اے محمدؐ ملاء الاعلیٰ میں کس بات پر نزاع ہے؟ میں نے عرض کیا۔ الہٰی مجھے علم نہیں - ارشاد ہوا کیا تم نے آدمیوں میں اپنے بعد اپنا وزیر، بھائی اور وصی مقرر نہیں کیا ہے؟ عرض کیا مالک میں کس کو اپنا وزیر مقرر کروں اس کو میرے لئے منتخب کردے - پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی: اے محمدؐ علیؑ تمہارا وارث اور تمہارے بعد تمہارے علم کا وارث ہے - وہ قیامت کے روز تمہارے لواء الحمد کو اٹھانے والا ہے - وہ ساقی کوثر ہے اور تمہاری امت کے مومنین

کو سیراب کرے گا۔ پھر ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ میں نے اپنے حق کی قسم کھائی ہے کہ اس حوض سے تمہارے اور تمہارے اہل بیت اور تمہاری ذریت طیبین وطاہرین کے دشمنوں کو ہرگز سیراب نہ کروں گا۔ اے محمدؐ میں تمہاری ساری امت کو جنت میں داخل کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو جنت میں جانے سے انکار کریں گے۔ میں نے عرض کیا: مالک کیا کوئی ایسا بھی شخص ہوگا جو جنت میں جانے سے انکار کرے گا؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے پوچھا وہ کیوں کر انکار کرے گا؟ ارشاد ہوا۔ اے محمدؐ میں نے اپنی مخلوق میں تم کو چن لیا ہے اور تمہارے بعد تمہارے وصی کو چن لیا ہے اور اس کی تمہارے ساتھ وہ منزلت قرار دی جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی مگر یہ کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور اس کی محبت تمہارے دل میں قرار دی اور اس کو تمہاری ذریت کا باپ قرار دیا ہے۔ پس اس کا حق تمہاری امت پر تمہارے بعد اسی طرح ہے جس طرح تمہارا حق امت پر تمہاری حیات میں ہے۔ پس جس نے اس کے حق کا انکار کیا اس نے تمہارے حق کا انکار کیا اور جس نے اس کی ولایت سے انکار کیا اس نے تمہاری ولایت سے انکار کیا اور جس نے تمہاری ولایت سے انکار کیا اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کیا۔ پس میں اللہ عزوجل کے لئے سجدہ میں گر گیا اور ان نعمتوں کا شکر بجا لایا۔ جو اللہ نے مجھ پر کیں۔ پس آواز آئی: اے محمدؐ سر کو اٹھاؤ اور مجھ سے سوال کرو تاکہ میں تمہیں عطا کروں۔ میں نے عرض کیا پروردگار۔ میری تمام امت کو میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت پر جمع کر تاکہ وہ مجھ سے روز قیامت میرے حوض پر ملیں۔ وحی ہوئی اے محمدؐ میں نے اپنے بندوں کے بارے میں ان کو خلق کرنے سے پہلے فیصلہ کر لیا اور میرا فیصلہ ان میں نافذ ہو چکا۔ پس میں جسے چاہوں گا ہلاک کروں گا اور جسے چاہوں گا ہدایت کروں گا۔ پس میں نے تمہارے بعد تمہارا علم اسے دیا اور تمہارے بعد اسے تمہارے اہل بیت اور امت پر تمہارا وزیر اور خلیفہ بنایا اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہے [کہ جو اس سے محبت کرے گا اسے ضرور جنت میں داخل کروں گا اور] جو اس سے بغض رکھے گا، اس سے دشمنی کرے گا، اس کی ولایت سے انکار کرے گا اس کو جنت میں داخل نہ کروں گا۔ پس جو علیؑ سے بغض رکھے اس نے تم سے بغض رکھا اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے اس سے دشمنی کی اس نے تم سے دشمنی کی اور جس نے تم سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ جس نے اس سے محبت رکھی اس نے تم سے محبت رکھی اور جس نے تم سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ میں نے اس کے لئے یہ فضیلت قرار دی اور میں اس کے صلب سے تم کو گیارہ ہادی دوں گا۔ جو سب بتولؑ سے ہوں گے۔ ان میں آخری فرد کے پیچھے عیسیٰ بن مریمؑ نماز ادا کریں گے اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کے ذریعہ ہلاکت سے نجات اور گمراہی سے ہدایت ملے گی۔ اس کے ذریعہ اندھے کو بینائی اور مریض کو شفا ملے گی۔ میں نے عرض کیا مالک اس کا ظہور کب ہوگا۔ ارشاد ہوا جب علم اٹھ چکا ہوگا۔ اور جہالت پھیل چکی ہوگی۔ قرآن کی قرأت زیادہ ہوگی اور اس پر عمل کم ہوگا۔ قتل کثرت سے ہوں گے۔ فقہاء حق کم ہوں گے فقہاء باطل زیادہ ہوں گے۔ شعراء

کثرت سے ہوں گے۔ اور تمہاری امت قبروں کو سجدہ گاہ بنالے گی۔ قرآن جزدانوں میں بند اور مساجد سونے چاندی سے مزین کی جائیں گی۔ ظلم و عناد کی کثرت ہوگی۔ تمہاری امت کو منکرات کا حکم دیا جائے گا اور معروفات سے روکا جائے گا مرد مرد پر اور عورت عورت پر اکتفا کرے گی۔ امراء کفر۔ اولیا فجور اور ان کے ساتھی ظلم کریں گے۔ صلہ رحم منقطع ہو جائے گا۔ تین دن تک گرہن ہوگا۔ پہلے دن مشرق میں پھر مغرب میں پھر جزیرہ عرب میں۔ تمہاری ذریت میں سے ایک شخص ظاہر ہوگا جو بصرہ کو خراب کرے گا۔ اس کی اتباع حبشی قوم کرے گی۔ ایک شخص حسینؑ بن علیؑ کی اولاد میں سے خروج کرے گا۔ اور مشرق میں بجستان سے دجال ظاہر ہوگا۔ نیز سفیانی ظاہر ہوگا۔ میں نے پوچھا مالک میرے کتنے عرصہ بعد یہ علامات ظاہر ہوں گی؟ پس اللہ نے مجھے بنو امیہ اور بنو عباس کے مظالم اور فتنہ جو میرے چچا کے بیٹے پر وارد ہوگا اور قیامت تک ہونے والے واقعات بتائے جب میں زمین پر اترا تو میں نے یہ تمام باتیں اپنے ابن عم کو وصیت کیں اور پیغام پہنچایا۔ میں اللہ کی حمد کرتا ہوں جس طرح نبیوں نے کی اور مجھ سے پہلے ہر شے نے کی اور ہر وہ شے جس کو اس نے خلق کیا قیامت تک حمد کرتی رہے گی۔

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن مابنداذ نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے انہوں نے اپنے آباء کرام علیہم السلام سے انہوں نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی شب اللہ نے مجھے وحی کی کہ اے محمدؐ میں نے زمین پر نگاہ کی اور تم کو تمام مخلوق میں منتخب کیا۔ تمہیں نبوت دی اور اپنے ناموں سے مشتق نام تم کو دیا۔ میں محمود اور تم محمدؐ پھر نگاہ کی اور علیؑ کو منتخب کیا اس کو تمہارا وصی، خلیفہ، تمہاری بیٹی کا شوہر اور تمہاری ذریت کا باپ قرار دیا اور اپنے ناموں میں سے ایک نام اس کے لئے مشتق کیا پس میں علی الاعلیٰ اور وہ علی ہے۔ اور تم دونوں کے نور سے فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو پیدا کیا پھر میں نے تم لوگوں کی ولایت کو ملائکہ کے سامنے پیش کیا۔ پس جس نے قبول کیا اس کو مقرب قرار دیا۔ اے محمدؐ اگر میرا کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ سوکھ کر لکڑی کے مانند ہو جائے پھر میری درگاہ میں اس طرح آئے کہ وہ ان ہستیوں کی ولایت کا انکاری ہو تو میں اس کو جنت میں داخل نہ کروں گا اور اسے روز قیامت عرش کے نیچے میرا سایہ نصیب نہ ہوگا اے محمدؐ کیا تم چاہتے ہو کہ ان ہستیوں کو دیکھو۔ میں نے کہا کہ ہاں اے رب۔ اللہ عزوجل نے فرمایا اپنے سر کو اٹھاؤ۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا عرش پر میرا نور علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ و علی بن حسینؑ و محمدؐ بن علیؑ و جعفر بن محمدؐ و موسیٰ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؐ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؐ و حسنؑ بن علیؑ م ح م دؑ بن حسنؑ قائمؑ (علیہم السلام) کے انوار کے ساتھ وسط میں موجود ہے جیسے کوکب دری میں نے کہا اے مالک یہ کون ہیں؟ فرمایا یہ ائمہ ہیں اور یہ قائم ہے۔ جو میرے حلال کو حلال اور میرے حرام کو حرام

قرار دے گا اور میرے دشمنوں سے انتقام لے گا وہ میرے دوستوں کے لئے باعثِ راحت ہوگا وہ تمہارے شیعوں کے دلوں کو ظالموں، حق کا انکار کرنے والوں اور کافروں سے شفاء دے گا وہ لات و عزیٰ کو نکال پھینکے گا اور دونوں کو جلا دے گا۔ پس اس وقت کی آزمائش حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں گوسالہ اور سامری کی آزمائش سے بڑھ کر ہوگی۔

۳۔ مجھ سے ہمارے ایک سے زیادہ اصحاب نے بیان کیا ان سے محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے احمد بن حارث نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے یونس بن ظبیان نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے بیان کیا کہ میں نے سنا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر یہ آیت **یاأیھا الذین امنوا اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (سورۃ نساء آیت ۵۹) "اے ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی" نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو پہچان لیا ہے۔ یہ اولوالامر کون ہیں جن کی اطاعت آپ کی اطاعت قرار پائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے جابر وہ میرے خلفاء اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ ان میں پہلا فرد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ پھر حسنؑ پھر حسینؑ پھر علیؑ بن حسینؑ پھر محمدؑ بن علیؑ جن کا نام توریت میں باقر ہے اور جن کے زمانے کو تم پاؤ گے۔ پس جب ان سے ملنا تو میرا سلام ان سے کہنا۔ پھر جعفرؑ بن محمد صادقؑ پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ پھر علیؑ بن موسیٰؑ پھر محمدؑ بن علیؑ پھر حسنؑ بن علیؑ پھر وہ فرد ہوگا جس کی کنیت اور نام میرا ہوگا اور وہ زمین پر اللہ کی حجت ہوگا۔ اس کے ہاتھوں پر اللہ مشرق و مغرب کی فتح عطا کرے گا۔ وہ ایک عرصہ تک اپنے شیعوں اور اپنے چاہنے والوں سے غائب رہے گا۔ اور اس کی امامت پر صرف وہی ٹھہرا رہے گا جس کے قلب کا اللہ نے امتحان لے لیا ہوگا۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ان کی غیبت سے شیعوں کے لئے کیا فائدہ ہوگا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبوت سے سرفراز کیا۔ اس کے نور سے مومن منور ہوں گے اور اس کی غیبت میں اس کی ولایت سے اسی طرح فائدہ اٹھائیں گے جس طرح لوگ آفتاب سے فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ وہ بادلوں میں چھپ جاتا ہے۔ اے جابرؓ یہ اللہ کے پوشیدہ راز اور اس کے علم کے خزانے ہیں پس اس علم کو صرف اس کے اہل کے سامنے ظاہر کرنا۔

جناب جابر بن یزید کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جابر بن عبداللہ انصاری حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملنے گئے۔ آپ امام علیہ السلام سے گفتگو کر رہے تھے کہ اندرون خانہ سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام برآمد ہوئے آپ کا سر مبارک حیل سے ترتھا اور اس وقت آپ کم سن تھے۔ جب جابرؓ نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا تو کچھ یاد آیا اور جابر کے جسم کے تمام بال کھڑے ہوگئے۔ جابر نے کہا اے شہزادے ادھر آئیے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نزدیک آئے تو جابر نے کہا ذرا مڑیئے۔ آپ مڑے تو جابر نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ تو رسول اللہ کے شمائل ہیں پھر اٹھے اور

قریب ہوئے۔ پوچھا: اے شہزادے آپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے کہا محمدؐ۔ جابر نے پوچھا: کس کے فرزند ہو؟ کہا علی بن حسین (علیہما السلام) کا۔ جابر نے کہا: میں قربان جاؤں کیا آپ باقر (علیہ السلام) ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیغام تو پہنچائیں۔ جابر نے کہا: مولا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بشارت دی تھی کہ میں زندہ رہوں گا یہاں تک کہ آپؑ سے ملاقات کروں اور جب آپؑ سے ملوں تو آپؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلام پہنچاؤں۔ پس فرزند رسول آپؑ کو رسول اللہؐ نے سلام کیا ہے جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اے جابر رسول اللہؐ پر بھی زمین و آسمان کا سلام ہو اور تم پر بھی سلام ہو۔ پس اس کے بعد جابر نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے چند سوالات کے جوابات دریافت کئے۔ پھر جابر نے کہا: قسم بخدا حضور اکرمؐ نے سچ خبر دی تھی کہ آپ لوگ ہی ائمہ ہدیٰ ہیں۔ آپ کا چھوٹا سب سے زیادہ حلیم اور آپ کا بڑا سب سے زیادہ عالم ہے۔ اور آپ لوگوں کے بارے میں ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان ائمہ کو تعلیم۔ دو کیونکہ وہ تم لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جناب امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا بے شک میرے جد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سچ کہا۔ جو باتیں تم نے پوچھی ہیں میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور کم سنی کے باوجود احکام الٰہی بیان کرتا ہوں اور یہ سب اس فضل کی بدولت ہے جو اللہ نے اہل بیت کے لئے قرار دیا ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد بن سعید ہاشمی نے ان سے فرات بن ابراہیم ابن فرات کوفی نے ان سے محمد بن علی بن احمد ہمدانی نے ان سے ابوالفضل العباس بن عبداللہ بخاری نے ان سے محمد بن قاسم بن ابراہیم بن عبداللہ ابن قاسم بن محمد بن ابو بکر نے ان سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے ان سے حضرت امام علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد بن علی (باقر) علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب حضرت علی بن حسین (زین العابدین) علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امام حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے افضل کسی کو نہیں پیدا کیا جو اس کے نزدیک مجھ سے زیادہ بلند مرتبہ ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ بہتر ہیں یا جبرئیل؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: اے علیؑ یقیناً خدا نے پیغمبران مرسل کو مقرب فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور مجھے تمام پیغمبروں پر فضیلت دی ہے۔ پھر تم کو اور تمہارے بعد ائمہ کو فرشتوں اور تمام خلائق پر فضیلت عطا کی ہے۔ بے شک فرشتے ہمارے خادم اور ہمارے محبین کے خادم ہیں۔ اے علیؑ حاملان عرش اور اس کے گرد جو فرشتے ہیں اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو تمہاری ولایت پر ایمان لاتے ہیں۔ اے علیؑ اگر ہم لوگ نہ ہوتے تو پروردگار حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا نہ حضرت حوا علیہا السلام کو۔ نہ جنت کو نہ جہنم

کو نہ زمین و آسمان کو اور ہم فرشتوں سے بہتر کیوں نہ ہوتے ؟ ہم نے اپنے پروردگار کی تسبیح و تقدیس و تہلیل میں ان پر سبقت حاصل کی ہے۔ اس لئے کہ سب سے پہلے خدا نے جو خلق فرمایا وہ ہماری روحیں تھیں اور اس نے اپنی توحید و تمجید کے ساتھ ہم کو گویا کیا۔ پھر فرشتوں کو پیدا کیا۔ جب انہوں نے ہماری روحوں کو ایک نور کے ساتھ دیکھا تو ہمارے امور کو بہت عظیم سمجھا۔ میں نے **سبحان اللہ** کہا تاکہ فرشتے سمجھیں کہ ہم مخلوق اور خدا کے بندے ہیں۔ اور خدا وند عالم ہماری صفات سے بلند و پاک ہے۔ تو فرشتوں نے ہماری تسبیح سے تسبیح سیکھی اور خدا کو صفت سے پاک و منزہ سمجھا اور جب ہماری عظمت اور شان کو دیکھا تو ہم نے **لا الہ الا اللہ** کہا۔ تاکہ فرشتے سمجھیں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور ہم خدا کے بندے ہیں اور ہم اس کی خدائی میں شریک نہیں ہیں۔ پس انہوں نے کہا **لا الہ الا اللہ** جب فرشتوں کو ہماری اور بزرگی کا احساس ہوا تو ہم نے **اللہ اکبر** کہا تاکہ وہ سمجھیں کہ خدا اس سے بھی بہت بڑا ہے جو تصور میں نہ آسکے اور تمام بڑائی اور طاقت و قدرت خدا ہی کے لئے مخصوص ہے۔ پھر جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ نے ہمیں عزت اور قوت عطا کی ہے تو ہم نے کہا **لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** تاکہ فرشتے سمجھیں کہ نہیں ہے کوئی طاقت اور نہیں ہے کوئی قوت مگر اللہ کی پس ملائکہ نے کہا **لا حول و لا قوۃ الا باللہ** جب انہوں نے مشاہدہ کیا کہ اللہ نے ہمیں کیا نعمتیں عطا کی ہیں اور ہماری اطاعت (تمام مخلوق پر) واجب کی ہے تو ہم نے کہا **الحمد للہ** تاکہ ملائکہ سمجھ لیں کہ اللہ کا حق ہے ہم پر کہ اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کیا جائے پس ملائکہ نے بھی کہا **الحمد للہ** غرض کہ فرشتوں نے ہماری برکت سے ہدایت پائی اور خدا کی توحید و تسبیح و تہلیل و تمجید کو سمجھا پھر خدا نے آدمؑ کو خلق کیا اور ہمارے نور کو ان کے صلب میں سپرد کیا اور فرشتوں کو ہماری تعظیم و تکریم کے لئے سجدہ کا حکم دیا۔ ان کا سجدہ خدا کی بندگی اور حضرت آدم علیہ السلام کے احترام و اکرام اور اس کی اطاعت کے سبب تھا۔ اس لئے کہ ہم ان کے صلب میں تھے پھر ہم فرشتوں سے افضل کیوں نہ ہوں۔ کہ ان سب نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کیا تھا۔

اور جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اذان و اقامت دو دو بار کہی اور مجھ سے کہا کہ اے محمدؐ آگے بڑھ کر امامت کریں۔ میں نے کہا: اے جبرئیلؑ کیا میں تم پر سبقت کروں؟ وہ بولے ہاں۔ اس لئے کہ خدا نے پیغمبروں کو تمام فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور آپؐ کو فضیلت خاص بخشی ہے۔ غرض میں آگے کھڑا ہوا اور ان کے ساتھ نماز ادا کی۔ لیکن یہ بات فخر کے سبب سے نہیں کہتا ہوں۔ پھر وہاں سے حجاب نور تک پہنچا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اب آپ آگے جائیے اور وہ خود وہیں ٹھہر گئے۔ میں نے کہا ایسے مقام پر مجھ سے الگ ہوتے ہو۔ وہ بولے: یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ وہ مقام ہے جہاں خدا نے میرے لئے حد مقرر کی ہے اگر یہاں سے ذرا بھی آگے بڑھوں تو میرے بال و پر جل جائیں گے۔ غرض میں دریائے نور میں ڈال دیا گیا اور

یں انوار الٰہی کے سمندروں میں تیرنے لگا۔ یہاں تک کہ ملکوت میں اس مقام پر پہنچا جہاں تک خدا چاہتا تھا۔ پھر مجھے
دا آئی: اے محمدؐ! میں نے عرض کیا لبیک میرے رب تو سعادت دینے والا، برکت دینے والا اور جزائی دینے والا ہے آواز
ئی اے محمدؐ تم میرے بندے ہو۔ ور میں تمہارا پروردگار ہوں۔ میری عبادت کرو اور مجھ پر بھروسہ کرو۔ بے شک تم
میرے بندوں میں میرے نور ہو۔ میری مخلوق میں میرے رسول ہو۔ میرے بندوں پر میری حجت ہو۔ ہر اس شخص کے
لئے میں نے بہشت خلق کی ہے جو تمہاری فرمانبرداری کرے اور جو تمہاری مخالفت کرے گا اس کے لئے دوزخ کی آگ
تیار کی ہے۔ اور تمہارے اوصیاء کے لئے اپنی بخشش و کرامت واجب قرار دی ہے۔ اور ان کے شیعوں کے لئے ثواب
واجب قرار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا: پالنے والے میرے اوصیاء کی مجھے پہچان کرا دے۔ فرمایا کہ تمہارے وصیاء وہ
لوگ ہیں جن کے نام میرے ساق عرش پر لکھے ہوئے ہیں۔ پس میں نے نظر کی اور اپنے رب کے سامنے تھا تو ساق عرش
پر بارہ نور دیکھے۔ ہر نور میں ایک سبز سطر دیکھی۔ جس میں میرے ہر ایک وصی کا نام لکھا تھا۔ ان میں سب سے پہلے
علیؑ ابن ابی طالبؑ اور سب سے آخر میں مہدیؑ تھے۔ میں نے پوچھا: پالنے والے کیا یہی میرے بعد میرے وصی ہوں گے
ارشاد ہوا: ہاں اے محمدؐ تمہارے بعد میرے بندوں پر یہ لوگ میرے دوست، اوصیاء، برگزیدہ اور میری حجت ہیں۔
اور یہی لوگ تمہارے وصی اور خلیفہ ہیں اور تمہارے بعد بہترین خلق ہیں۔ مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے کہ اپنے
دین کو ان کے ذریعہ سے ظاہر کروں گا اور اپنی باتیں ان کے ذریعہ سے بلند کروں گا اور ان کے آخر کے ذریعہ زمین کو
اپنے دشمنوں سے پاک کروں گا۔ اور تمام روئے زمین کو اس کے قبضے اور تصرف میں دے دوں گا۔ ہوا کو اس کے لئے
مسخر قرار دوں گا اور سخت بادل کو اس کی ذلیل بناؤں گا تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر آسمان و زمین میں جہاں چاہے آئے
جائے اور اپنے لشکروں سے اس کی مدد کروں گا۔ اور اپنے فرشتوں سے اس کو تقویت پہنچاؤں گا۔ یہاں تک کہ میری
دعوت بلند ہو اور تمام خلق میری توحید پر جمع ہو۔ غرض اس کی بادشاہی دائم اور جاری رہے گی اور اپنے دوستوں میں
سے ایک کے بعد دوسرے کو قیامت تک اپنے دین کا پیشوا بناؤں گا۔ **والحمدللہ رب العالمین**
والصلاۃ علی نبینا محمد وآلہ الطیبین الطاہرین وسلم تسلیما۔

باب (۲۴) امام قائم علیہ السلام کی امامت پر رسول اللہؐ کے نصوص

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے محمد بن علی صیرفی
کوفی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے سعید بن مسیب
نے ان سے عبدالرحمٰن بن سمرہ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجادلوں پر ستر (۷۰) انبیاء
سے لعنت کی ہے۔ اور جس نے خدا کی آیات کا انکار کیا اس نے کفر کیا۔ ارشاد رب العزت ہے **مایجادل فی**

آیات اللہ الا الذین کفروا فلا یغررک تقلبھم فی البلاد (سورۃ مومن آیت ۴) "وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو منکرین ہیں۔ سو تم کو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا دھوکے میں ڈال دے۔" جس نے تفسیر بالرائے کی اس نے خدا پر جھوٹ باندھا۔ جس نے نہ جانتے ہوئے لوگوں میں فتویٰ دیا اس پر زمین و آسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔ اور ہر بدعت ضلالت ہے اور ہر ضلالت کا راستہ دوزخ کو جاتا ہے۔

عبدالرحمن بن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے نجات کے راستے کی ہدایت فرمائیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اے ابن سمرہ جب تم دیکھو کہ لوگوں کے درمیان کئی آراء ہیں اور ان میں اختلافات پیدا ہوگئے ہیں تو تمہیں چاہیے کہ علیؑ کا دامن تھام لو وہ میری امت کا امام ہے۔ وہ میرے بعد ان پر خلیفہ ہے وہ فاروق ہے جس کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان تمیز ہوتی ہے۔ پس جس نے اس سے سوال کیا اس نے جواب پایا۔ جس نے اس سے راہ نجات چاہی اسے راستہ ملا۔ جس نے راہ حق چاہی اس کو راہ حق ملی جس نے اس سے ہدایت چاہی وہ ہدیت یافتہ ہوا۔ جو اس تک پہنچا وہ امان میں آیا۔ جس نے اس سے تمسک کیا وہ نجات یافتہ ہوا۔ جس نے اس کی اقتداء کی وہ کامیاب ہوا۔ اے ابن سمرہ تم میں سے اس کے لئے سلامتی ہے جس نے اس کے حق کو تسلیم کیا اور اس سے تولا کیا اور وہ ہلاک ہوا جس نے اس کے حق کو رد کیا اور اس سے بغض رکھا۔ اے ابن سمرہ علیؑ مجھ سے ہے۔ اس کی روح میری روح سے ہے۔ اس کی طینت میری طینت سے ہے۔ وہ میرا اور میں اس کا بھائی ہوں۔ وہ میری بیٹی فاطمہؑ کا شوہر ہے جو اول و آخر تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے اس سے میری امت کے امامین اور جوانان جنت کے سردار حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ اور حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ ہوں گے جن میں کا نواں میری امت کا قائم ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حسن بن علی بن سالم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے عبداللہ بن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے زمین پر نگاہ کی اور مجھے منتخب کر کے نبی بنایا۔ پھر دوبارہ نگاہ کی اور علیؑ کو چن لیا۔ اور امام قرار دیا۔ پھر مجھے حکم دیا کہ علیؑ کو اپنا بھائی، ولی، وصی، خلیفہ اور وزیر قرار دوں۔ پس علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ وہ میری بیٹی کا شوہر میرے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ کا باپ ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ نے مجھے اور ان ہستیوں کو اپنے بندوں پر حجت قرار دیا اور حسینؑ کے صلب سے ائمہ قرار دیئے جو میرے امر کو قائم کریں گے اور میری وصیت کی حفاظت کریں گے۔ ان میں کا نواں قائم اہل بیت ہوگا اور وہ میری امت کا مہدی ہوگا۔ وہ گفتار میں کردار میں اور شمائل میں میرے مشابہ ہوگا اور ایک طویل غیبت کے بعد ظاہر ہوگا اور اللہ کے احکام کا اعلان کرے گا اور دین کو ظاہر کرے گا۔ اس کو اللہ اور اس کے

ملائکہ کی نصرت کے ذریعہ تائید حاصل ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حسین بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو علم ہے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں اور علیؑ میرے خلیفہ ہیں۔ اور ان کی اولاد سے جو ائمہ ہیں وہ میری حجت ہیں تو اس شخص کو میں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اور اپنے عفو سے اس کو دوزخ سے نجات دوں گا۔ اپنے سے نزدیک ہونے کی اسے اجازت دوں گا۔ اس کے لئے کرامت کو واجب اور اس پر اپنی نعمت تمام کروں گا۔ اس کو اپنے خواص اور خاص بندوں میں قرار دوں گا۔ اگر وہ مجھے پکارے گا تو جواب دوں گا اگر وہ مجھ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا مستجاب کروں گا۔ اگر مجھ سے مانگے گا تو عطا کروں گا۔ اگر خاموش رہے گا تو (عطائے رحمت میں) خود ابتدا کروں گا۔ اگر مایوس ہوگا تو اس پر رحم کروں گا۔ اگر مجھ سے بھاگے گا تو بلاؤں گا۔ اگر میرے پاس لوٹ کر آئے گا تو اس کی توبہ قبول کروں گا۔ اگر میرے در پر دستک دے گا تو دروازہ کھول دوں گا اور جو شخص اس بات کی گواہی نہ دے کہ میرے علاوہ کوئی خدا نہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ محمدؐ میرے بندے اور رسول ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ علی ابن ابی طالب میرے خلیفہ ہیں یا یہ گواہی تو دے مگر اس کی گواہی نہ دے کہ اس کی اولاد میں ائمہ میری حجت ہیں تو اس نے میری نعمت کا انکار کیا اور میری عظمت کو کم تر جانا اور آیات و کتب کا انکار کیا۔ پس اگر وہ میرا قصد کرے گا تو میں حجاب ڈال دوں گا۔ اگر سوال کرے گا تو اس کو محروم رکھوں گا۔ اگر مجھے ندا دے گا تو اس کی آواز نہ سنوں گا۔ اگر دعا کرے گا تو اس کی دعا مستجاب نہیں کروں گا۔ اور اگر مجھ سے امید رکھے گا تو اس کی امید کو قطع کروں گا۔ یہی میری طرف سے اس کے لئے جزاء ہے۔ اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

پس جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی اولاد میں ائمہ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا حسن و حسین (علیہما السلام) جو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ پھر اپنے زمانے کے عابدوں کے سردار علی بن حسین (علیہ السلام) پھر محمد بن علی باقر (علیہ السلام) اور اے جابر تم ان سے ملاقات کرو گے۔ اور جب ان سے ملنا تو میرا سلام کہنا۔ پھر جعفر بن محمد صادق (علیہ السلام)۔ پھر موسیٰ بن جعفر کاظم (علیہ السلام) پھر علی بن موسیٰ رضا (علیہ السلام) پھر محمد بن علی تقی (علیہ السلام) پھر علی بن محمد نقی (علیہ السلام) پھر

حسن بن علی زکی (علیہ السلام) پھر ان کا فرزند قائم بالحق (علیہ السلام) میری امت کا مہدی ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی ۔ اے جابر یہ میرے خلیفہ، میرے وصی، اور میری اولاد اور عترت ہیں ۔ پس جس نے ان کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی اور جس نے ان میں کسی ایک کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا ۔ ان کے واسطے سے اللہ نے آسمان کو زمین پر گرنے سے روکا ہوا ہے ۔ مگر یہ کہ جب اس کا اذن ہو ۔ اور ان ہی کے نور کے باعث اللہ نے زمین کو محفوظ کیا کہ وہ اپنے ساکنین کے ساتھ دھنس نہ جائے ۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمدؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نے ان سے حسین بن یزید نے ان سے ان کے چچا حسن بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے یحییٰ بن ابو القاسم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد علیہم السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے جن میں کا پہلا فرد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں اور آخری قائم ہیں ۔ یہ ہی میرے خلفاء، میرے اوصیاء اور میرے اولیاء ہیں، میری امت پر میرے بعد اللہ کی حجت ہیں ۔ ان کا اقرار کرنے والا مومن اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے ۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابو عبداللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے محمد بن داؤد نے ان سے محمد بن جارود عبدی نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ ایک دن امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام گھر سے برآمد ہوئے آپؑ کے ہاتھ میں آپؑ کے صاحبزادے حضرت امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ تھا ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برآمد ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں میرا ہاتھ تھا اور انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد خیرالخلق اور سید و سردار میرا یہ بھائی ہے ۔ یہ میری وفات کے بعد تمام مسلمانوں کا امام اور ہر مومن کا مولا ہے ۔ آگاہ ہو کہ میں (علیؑ) یہ کہتا ہوں کہ میرے بعد خیرالخلق اور سید و سردار میرا یہ بیٹا ہے ۔ یہ ہر مومن کا امام اور مولا ہے میری وفات کے بعد ۔ آگاہ ہو جاؤ اس پر اسی طرح ظلم کیا جائے گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مجھ پر ظلم ہوا ۔ حسنؑ کے بعد خیرالخلق اور سید و سردار اس کا بھائی حسین مظلوم ہے ۔ جو اپنے بھائی کے بعد کربلا کی زمین پر شہید کیا جائے گا ۔ وہ اور اس کے اصحاب قیامت کے روز گروہ شہداء کے سردار ہوں گے حسینؑ کے بعد ان کے صلب سے زمین پر نو اللہ کے خلیفہ اور اس کے بندوں پر حجت ہوں گے ۔ یہ اللہ کی وحی کے امین ۔ مسلمانوں کے امام ۔ مومنین کے قائد اور متقین کے سردار ہوں گے ۔ ان میں کا نواں قائم ہوگا جس کے ذریعے اللہ عزوجل زمین کو تاریکی کے بعد نور سے بھر دے گا ۔ ظلم وجور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا ۔ جہل سے پر دنیا کو علم سے منور کر دے گا

قسم ہے اس ہستی کی جس نے میرے بھائی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نبوت اور مجھے امامت سے سرفراز کیا ہے۔ یہ خبر آسمان سے جبرئیلؑ لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری موجودگی میں آنجنابؐ کے بعد ائمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے سائل سے فرمایا کہ صاحب بروج آسمان کی قسم ان کی تعداد بروج کی تعداد کے برابر ہے اور رات دن اور مہینوں کے رب کی قسم ان کی تعداد مہینوں کی تعداد کے برابر ہے۔ پس سائل نے پوچھا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور ارشاد فرمایا ان میں کا اول یہ اور آخری مہدیؑ ہوگا۔ جس نے ان کی ولاء رکھی اس نے میری ولاء رکھی۔ جس نے ان سے عداوت کی اس نے مجھ سے عداوت کی۔ جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ جس نے ان کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ جس نے ان کو پہچانا اس نے مجھ کو پہچانا۔ ان کے ذریعے اللہ نے دین کی حفاظت فرمائی اپنے شہر کو آباد کیا اپنے بندوں کو رزق دیا۔ ان ہی کے ذریعے آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے برکات نکالیں۔ یہ ہی میرے اوصیاء، خلفاء ہیں اور مسلمانوں کے امام اور مومنین کے مولا ہیں۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر کوئی یہ چاہتا ہے کہ میرے بعد میرے دین سے متمسک رہے اور سفینۂ نجات پر سوار ہو تو اسے چاہئے کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کی پیروی کرے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی اور ان کے دوستوں سے دوستی رکھے وہ میری امت پر میرا وصی اور خلیفہ ہے میری زندگی میں بھی اور میری وفات کے بعد بھی وہ ہر مسلمان کا امام اور ہر مومن کا امیر ہے۔ اس کا قول میرا قول ہے۔ اس کا حکم میرا حکم۔ اس کی نہی میری نہی۔ اس کی اتباع میری اتباع۔ اس کا مددگار میرا مددگار۔ اس کی مدد ترک کرنے والا، میری مدد ترک کرنے والا۔ جس نے میرے بعد علیؑ کو چھوڑا قیامت کے روز نہ میں اسے دیکھوں گا نہ وہ مجھے دیکھے گا۔ جس نے علیؑ کی مخالفت کی اللہ نے اس کے اوپر جنت حرام قرار دی۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا [اور وہ کیسا برا مقام ہے]۔ جس نے علیؑ کو چھوڑا۔ قیامت کے روز اللہ اس کو چھوڑ دے گا۔ جس نے علیؑ کی مدد کی قیامت کے روز اللہ اس کی مدد کرے گا۔ سوال کے وقت دلیل و برہان سے اسے تلقین کی جائے گی۔ پھر فرمایا۔ حسنؑ اور حسینؑ اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں۔ یہ جوانان جنت کے سردار۔ اس کی مدد ترک کرنے والا، میری مدد ترک کرنے والا ان کی والدہ عالمین کی عورتوں کی سردار اور ان کے والد اوصیاء کے سردار ہیں۔ حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ ہوں گے جن میں کا نواں میری اولاد میں قائمؑ ہوگا۔ ان کی اطاعت میری اطاعت اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ میں اللہ سے شکوہ کروں گا ان کے خلاف جو ان کی فضیلت کا انکار کریں گے اور میرے بعد ان کی حرمت کو ضائع کریں گے۔ پس اللہ میری عترت کی

نصرت و حمایت کے لئے کافی ہے۔ یہ میری امت کے ائمہ ہیں۔ اور ان کے حق سے انکار کرنے والوں سے انتقام لینے والے ہیں اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پلٹتے ہیں۔

۷۔　بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مخلوق خدا کا سردار ہوں میں جبرئیل و میکائیل و اسرافیل اور عرش کو اٹھائے ہوئے فرشتوں اور تمام ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین (علیہم السلام) سے بہتر ہوں۔ میں صاحب شفاعت اور صاحب کوثر ہوں۔ میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں۔ جس نے ہمیں پہچانا اس نے اللہ کو پہچانا۔ جس نے ہمارا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور علیؑ سے میری امت کے سبطین ہیں جو جوانان جنت کے سردار حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور حسینؑ کی اولاد میں نو ائمہ ہیں۔ جن کی اطاعت میری اطاعت ہے جن کی مخالفت میری مخالفت ہے۔ ان میں کا نواں امت کا قائم اور مہدی ہوگا۔

۸۔　بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے محمد بن ہشام نے ان سے علی بن حسن سائح نے ان سے حضرت امام حسن بن علی عسکری (علیہ السلام) نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے جد امجد (علیہ اسلام) نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ تجھ سے صرف وہ محبت کرے گا جس کی ولادت پاک ہوگی اور تجھ سے وہ بغض رکھے گا جس کی ولادت نجس ہوگی۔ تجھ سے مومن دوستی رکھے گا اور کافر دشمنی۔ پس عبداللہ بن مسعود نے پوچھا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم آپؐ کی حیات میں خبیث ولادت اور کافر کی علامت تو جان گئے کہ وہ علی (علیہ السلام) سے بغض و عداوت رکھے گا۔ مگر آپؐ کے بعد وہ کیا علامت ہے جس کے ذریعے ہم ایسے شخص کے بارے میں جان سکیں کہ وہ خبیث ولادت یا کافر ہے۔ جو زبان سے اسلام کا اقرار کر رہا ہو اور دل میں نفاق لئے ہوئے ہو تو آپؐ نے ارشاد فرمایا اے ابن مسعود! علیؑ ابن ابی طالبؑ میرے بعد تمہارے امام اور تم پر میرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد میرا بیٹا حسنؑ تم پر امام و خلیفہ ہے۔ اس کے بعد میرا بیٹا حسینؑ امام اور خلیفہ ہے۔ پھر حسینؑ کی اولاد میں نو ائمہ ایک کے بعد ایک امام اور خلیفہ ہوں گے۔ ان کا نواں میری امت کا قائم ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ پس ان سے وہی محبت رکھے گا جس کی ولادت پاک ہوگی اور وہی بغض رکھے گا جس کی ولادت نجس ہوگی۔ ان سے مومن تولا کرے گا اور کافر عداوت۔ جو شخص ان میں سے کسی ایک امام کا بھی انکار کرے گویا اس نے میرا انکار کیا۔ جس نے میرا انکار کیا اس نے اللہ کا انکار کیا اور جو بھی ان میں سے کسی ایک امام کی مخالفت کرے گا گویا اس نے میری مخالفت کی اور جس نے میری مخالفت کی اس نے اللہ کی مخالفت کی

کیونکہ ان کی اطاعت میری اطاعت اور میری اطاعت اللہ کی اطاعت ہے ۔ ان کی معصیت میری معصیت اور میری معصیت اللہ کی معصیت ہے ۔ اے ابن مسعود اگر ان کے فیصلے کے بعد تم نے اپنے نفس میں کوئی تنگی محسوس کی تو گویا تم نے کفر کیا ۔ پس مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم میں اپنی مرضی سے علیؑ اور ائمہ کے بارے میں یہ باتیں نہیں کہہ رہا ہوں ۔ پھر آپؐ نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور فرمایا اے اللہ جو میرے خلفاء سے محبت کرے تو ان سے محبت کر ۔ یہ میرے بعد میری امت کے امام ہیں ۔ جو شخص ان سے عداوت رکھے تو ان سے عداوت رکھ جو شخص ان کی مدد کرے تو ان کی مدد کر ۔ جو کوئی ان کو چھوڑ دے تو ان کو چھوڑ دے اور زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہ رکھ چاہے وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ تاکہ تیرا دین اور تیری حجت [اور تیری زبان] اور تیری دلیل باطل نہ ہو ۔ پھر فرمایا اے ابن مسعود! میں نے تمہیں اس بات پر اکٹھا کر دیا ہے کہ اگر ان ہستیوں کو چھوڑ دو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر ان سے تمسک رکھو گے تو نجات پاؤ گے اور سلام ان پر جو ہدایت کی پیروی کرتے ہیں ۔

۹ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عبداللہ بن مسکان نے ان سے ابان بن تغلب نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے ان سے جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا تو دیکھا کہ حسین بن علی (علیہ السلام) آپؐ کی گود میں بیٹھے ہیں اور آپ ان کے بوسے لے رہے ہیں ۔ اور فرما رہے ہیں کہ تم سید ابن سید ۔ تم امام ابن امام [امام کے بھائی] ابو ائمہ ۔ اور حجت خدا ابن حجت خدا ہو ۔ اور تم باپ ہو ان نو حجتوں کے جو تمہارے صلب سے ہوں گے اور جن کا نواں قائم ہوگا ۔

۱۰ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے ابراہیم بن عمر یمانی نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت کے وقت میں حضور اکرمؐ کی خدمت میں مزاج پرسی کے لئے گیا ۔ اتنے میں جناب فاطمہؑ داخل ہوئیں ۔ اور حضورؐ کی کیفیت دیکھ کر رونے لگیں اور آنسو آپؐ کے رخسار مبارک پر جاری ہو گئے ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ۔ اے فاطمہؑ کیوں روتی ہو ؟ عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کے بعد اپنے اور اپنی اولاد کے ضائع (اور ہلاک) ہو جانے سے ڈرتی ہوں پس رسول اللہؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور آپ نے فرمایا ۔ اے فاطمہؑ کیا تم کو علم ہے کہ اللہ نے ہم اہل بیت کے لئے دنیا کے مقابل میں آخرت کو اختیار کیا ہے ۔ اور تمام مخلوقات کے لئے فنا کو حتمی قرار دیا ہے اور اللہ نے زمین پر نظر ڈالی پس اس نے اپنی خلق میں سے مجھے چنا اور نبوت سے سرفراز کیا پھر اللہ نے زمین پر دوسری بار نظر ڈالی اور تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی کی کہ میں تم کو اس کی زوجیت میں

دیانت اور تدوین احکام اور جو کچھ بھی ہے ان سب کا علم۔ پھر پوچھا اس کا نام کیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا اس کا نام محمدؑ ہوگا۔ ملائکہ آسمانوں میں اس کے مونس ہوں گے اور وہ اپنی دعا میں کہے گا۔

"اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ لِیْ عِنْدَکَ رِضْوَانٌ وَوُدٌّ فَاغْفِرْلِیْ وَلِمَنْ تَبِعَنِیْ مِنْ اِخْوَانِیْ وَشِیْعَتِیْ وَطَیِّبْ مَافِیْ صُلْبِیْ" "اے میرے پروردگار اگر میرے لئے تیری رضا و محبت ہے تو تو مجھے، میرے بھائیوں اور شیعوں کو جو میری اتباع کریں، بخش دے اور جو میرے صلب میں ہے اس کو پاکیزہ کر۔"

پس اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں بھی ایک نطفہ مبارکہ طیبہ زکیہ قرار دے گا۔ مجھے حضرت جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نطفہ کو پاک و پاکیزہ قرار دیا ور اس کا نام جعفرؑ رکھا اور اس کو ہادی مہدی اور راضی و مرضی قرار دیا وہ اپنی دعا میں اپنے رب کو اس طرح پکارے گا:

"یَادَیَّانُ غَیْرَ مُتَوَانٍ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِجْعَلْ لِشِیْعَتِیْ مِنَ النَّارِ وِقَاءً، وَلَھُمْ عِنْدَکَ رِضَاءً، فَاغْفِرْ ذُنُوْبَھُمْ، وَیَسِّرْ اُمُوْرَھُمْ، وَاقْضِ دُیُوْنَھُمْ، وَاسْتُرْ عَوْرَاتِھِمْ، وَھَبْ لَھُمُ الْکَبَائِرَ الَّتِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَھُمْ یَا مَنْ لَایَخَافُ الضَّیْمَ وَلَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ اِجْعَلْ لِیْ مِنْ کُلِّ [ھَمٍّ] وَ غَمٍّ فَرَجًا" "اے منصف، اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے میرے شیعوں کو آتش جہنم سے بچا اور ان کے لئے تیری رضا ہو پس ان کے گناہوں کو بخش دے ان کے کاموں کو آسان کر دے اور ان کے قرضوں کو ادا کر دے۔ ان کی شرم گاہوں کی حفاظت فرما اور تو ان کے ان گناہانِ کبیرہ کو جو تیرے اور ان کے درمیان ہیں بخش دے۔ اے وہ ذات جس کو ناانصافی کا خوف نہیں ہے۔ اور نہ جس کو اونگھ اور نیند آتی ہے۔ مجھ کو ہر ہم اور غم سے چھٹکارا عطا فرما۔"

پس جو اس دعا کے ذریعہ اللہ کو پکارے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا حشر جعفرؑ ابن محمدؑ کے ساتھ کرے گا اور وہ جنت میں ان کے ساتھ ہوگا اور اس کا چہرہ روشن ہوگا۔

اے ابی اللہ تعالیٰ اس کے صلب میں ایک نطفہ قرار دے گا جو مبارک و طیب و زکی ہوگا اور اس پر رحمت نازل ہوگی۔ اس کا نام اللہ نے موسیٰؑ رکھا ہے۔ [اور اسے امام بنایا ہے] ابی نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا ان میں سے ہر ایک دوسرے کی صفات بیان کرے گا؟ وہ ایک دوسرے کی نسل سے ہوں گے، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے؟ اور ایک دوسرے کی خبر دیں گے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا مجھے یہ خبر حضرت جبرئیلؑ نے اللہ کی جانب سے دی ہے۔ عرض کیا کہ کیا حضرت موسیٰؑ (ابن جعفر علیہ السلام) کی بھی اپنے آباء کرام کی طرح کوئی خصوصی دعا ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اس کی دعا یہ ہوگی: "یَا خَالِقَ الْخَلْقِ، وَیَا بَاسِطَ الرِّزْقِ، وَیَا فَالِقَ الْحَبِّ [وَالنَّوٰی]، وَیَا بَارِئَ النَّسَمِ وَمُحْیِیَ الْمَوْتٰی وَمُمِیْتَ الْاَحْیَاءِ، وَ

وَاَسْأَلُکَ النَّجَاۃَ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ "اے نور، اے برہان، اے منیر، اے مبین، اے رب مجھے شریروں کی شرارت اور زمانوں کی آفات سے محفوظ رکھ۔ اور میں تجھ سے نجات کا سوال کرتا ہوں جس دن صور پھونکا جائے گا۔"

جو شخص یہ دعا پڑھے گا علی بن محمدؑ اس کے شفیع اور جنت میں اس کے قائد ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے صلب میں ایک نطفہ قرار دے گا جن کا نام حسنؑ بن علیؑ رکھا ہے۔ اور ان کو اللہ نے اپنے شہر میں نور قرار دیا ہے۔ وہ امت کے لئے عزت اور زمین پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ اور اپنے شیعوں کے لئے ہادی ہیں۔ اور خدا کے حضور اپنے شیعوں کے لئے شفاعت کریں گے۔ وہ اپنے مخالفوں کے لئے انتقام اور اپنے چاہنے والوں کے لئے حجت ہیں اور جو ان کو امام مانیں گے ان کے لئے دلیل ہیں۔ وہ یہ دعا کریں گے:

"یَا عَزِیْزَ الْعِزِّ فِیْ عِزِّہٖ، یَا عَزِیْزُ اَعِزَّنِیْ بِعِزِّکَ، وَاَیِّدْنِیْ بِنَصْرِکَ وَ اَبْعِدْ عَنِّیْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ، وَادْفَعْ عَنِّیْ بِدَفْعِکَ وَامْنَعْ عَنِّیْ بِمَنْعِکَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ خِیَارِ خَلْقِکَ، یَا وَاحِدُ یَا اَحَدُ یَا فَرْدُ یَا صَمَدُ "اے طاقت میں سب سے زیادہ طاقتور، اے غالب! تو اپنی قوت سے مجھے غالب فرما اور اپنی مدد سے میری تائید فرما۔ مجھ سے شیاطین کے وسوسوں کو دور رکھ۔ اور اپنی دفاع سے ان کو مجھ سے دفع کر اور مجھ سے اپنی قوت و شوکت کے ذریعہ باز رکھ اور مجھ کو اپنی بہترین مخلوق میں سے قرار دے۔ اے واحد، اے یکتا، اے بے مثال اور اے بے نیاز۔"

جو اس دعا کے ذریعہ اللہ کو پکارے گا تو اللہ اس کا حشر حسنؑ بن علیؑ کے ساتھ کرے گا۔ اور اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔ اگرچہ کہ اس پر دوزخ کی آگ واجب ہو۔ اللہ نے صلبِ حسنؑ میں ایک نطفہ مبارکہ و زکیہ وطیبہ و طاہرہ و مطہرہ قرار دیا ہے۔ ہر وہ مومن جس نے اللہ سے اس کی ولایت کا عہد کیا ہے وہ اس سے راضی ہوگا اور جس نے انکار کیا ہے وہ اس کا بھی انکار کرے گا۔ وہ امام تقی و نقی و باری و مرضی وہادی و مہدی ہوگا وہ عدل کا حکم دے گا۔ اللہ نے اس کی تصدیق کی وہ اللہ کی تصدیق کرے گا۔ وہ تہامہ (مکہ) سے خروج کرے گا۔ یہاں تک کہ دلائل و علامات ظاہر ہوں گی۔ اس کے لئے طالقان سے خزانے ظاہر ہوں گے۔ سونے چاندی کے نہیں بلکہ چاق و چوبند گھوڑوں اور دلیر افراد کے۔ اس کے لئے اللہ مختلف شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے برابر تین سو تیرہ مددگار جمع کرے گا۔ اس کے پاس ایک صحیفہ ہوگا۔ جس میں اس کے اصحاب کی تعداد ان کے نام۔ ان کے حسب و نسب، ان کے وطن، ان کے کاروبار، ان کی زبانیں اور ان کی کنیتیں درج ہوں گی۔ ابی (بن کعب) نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے خروج کی کیا علامات و دلائل ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس کا ایک علم ہوگا جب خروج کا وقت آئے گا تو اس علم کے پھریرے خود بخود کھل جائیں گے۔ اللہ اس علم کو قوت گویائی عطا کرے گا۔ پس اس میں سے آواز آئے گی۔

اے ولی اللہ خروج کریں اور اللہ کے دشمنوں کو قتل کریں۔ نیز اس کے لئے دو جھنڈے اور دو علامتیں ہوں گی اور اس کی ایک تلوار ہوگی جو نیام میں بند ہوگی وقتِ خروج وہ نیام سے باہر آکر پکارے گی: اے ولی اللہ خروج کریں۔ اب آپ کے لئے دشمنِ خدا سے کنارہ کشی جائز نہیں پس دشمنانِ خدا کو قتل کریں جہاں بھی انہیں پائیں اور حدود اللہ کو نافذ کریں اور احکامِ الٰہی کے مطابق حکم دیں۔ پس وہ خروج کریں گے اور حضرت جبرئیلؑ ان کے دائیں جانب اور حضرت میکائیلؑ ان کے بائیں جانب ہوں گے۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام اور صالح علیہ السلام آگے آگے ہوں گے۔ پس جلد تم لوگ دیکھو گے جو میں نے تم سے ذکر کیا اور میں نے اپنے امور اللہ کے سپرد کئے۔ اے ابی طوبیٰ ہے اس کے لئے جو اس سے ملاقات کرے اور طوبیٰ ہے اس کے لئے جو اس سے محبت کرے اور طوبیٰ ہے اس کے لئے جس سے وہ گفتگو کرے۔ جو رسول اللہ، امام قائم اور دوسرے تمام ائمہ کا اقرار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاکت سے نجات دے گا اور اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دے گا۔ ان کی مثال زمین پر مشک کی طرح ہے جس کی خوشبو ہوا میں پھیل جائے اور کبھی متغیر نہ ہو اور آسمان میں ان کی مثال بدرِ منیر کی طرح ہے جس کا نور کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ابی نے پوچھا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے پاس ان ائمہ کے احوال کیسے پہنچے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ نے میرے پاس بارہ صحیفے بھیجے جن میں ان تمام ائمہ کے احوال درج ہیں۔ **صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔**

۲۔ مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے بیان کیا ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے محمد بن علی قرشی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد علیؑ بن حسینؑ نے ان سے حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں اور میرے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے۔ میں رسول اللہ کے ایک زانو پر بیٹھ گیا اور میرے بھائی دوسرے زانو پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے بوسے لیے اور فرمایا۔ میرے باپ تم پر نثار تم دونوں امام صالح ہو۔ تم کو اللہ نے چنا ہے۔ تمہارے باپ سے اور تمہاری ماں سے چن لیا ہے۔ اور اے حسینؑ تمہارے صلب سے نو ائمہ کو چن لیا ہے جن میں نواں قائم ہوگا۔ اور تم سب کی اللہ کے نزدیک بڑی منزلت و فضیلت ہے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار اور عبداللہ ابن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے ابن محبوب نے ان سے ابی جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر ابن عبداللہ انصاری نے کہ میں ایک دفعہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اس وقت ایک لوح تھی جس میں آپؑ کی اولاد میں ہونے والے اوصیاء کے اسماء گرامی تھے اور ان کی تعداد بارہ تھی۔ جن میں آخری قائم علیہ السلام تھا۔ ان میں تین کے نام محمدؑ اور چار کے نام علیؑ

تے۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ان سے احمد بن محمد بن سعید نے ان سے قاسم بن محمد بن حماد نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حسین بن زید بن علی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بشارت ہو بشارت ہو۔ اس طرح آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا۔ میری امت کی مثال ابر رحمت کی طرح ہے۔ جس کا اول اور آخر خیر ہے۔ بے شک میری امت کی مثال ایسے باغ کی طرح ہے جس سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد سال بھر کھاتی رہے پھر اگلے سال ایک اور بڑی جمعیت اسی طرح کھائے یقیناً آخر میں تعداد اتنی ہوگی جو سمندر سے زیادہ چوڑی اور اس کے عمق کی طرح طویل اور پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور اس کے پھل لذیذ ہیں۔ یہ امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے۔ جس کا اول میں اور میرے بعد بارہ صاحبان عقل و سعادت ہیں۔ اور مسیح بن مریم اس کے آخر ہیں۔ لیکن اس امت کے وہ افراد ہلاک ہوں گے جو فتنہ اور فساد کو جنم دیں گے۔ ان کا تعلق نہ تو مجھ سے ہے نہ میرا تعلق ان سے ہے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے سنا کہ عبداللہ بن جعفر طیار کہا کرتے تھے کہ ہم سب ایک محفل میں بیٹھے تھے جس میں معاویہ، حسن اور حسین علیہما السلام اور عبداللہ بن عباس و عمر بن ابو سلمہ اور اسامہ بن زید موجود تھے۔ وہاں احادیث بیان کی جارہی تھیں۔ راوی نے معاویہ بن ابو سفیان سے کہا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں مومنین کے نفوس پر ان سے اولیٰ ہوں پھر علیؑ میرا بھائی مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے اس کی شہادت کے بعد میرا بیٹا حسنؑ مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے پھر میرا بیٹا حسینؑ مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے اس کی شہادت کے بعد اس کا فرزند علی مومنین پر اولیٰ بالنفس ہے۔ اور اے علیؑ تم اس کو پاؤ گے۔ پھر اس کا فرزند محمدؑ بن علیؑ مومنین سے اولیٰ بالنفس ہے۔ اور اے حسینؑ تم اس کو پاؤ گے۔ پھر بارہ ائمہ کے اسماء گرامی بیان کئے جن میں نو (۹) امام حسینؑ کی اولاد سے ہونگے۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے اس بیان کی گواہی حضرت امام حسن، امام حسین (علیہما السلام)، عبداللہ بن عباس، عمر بن ابو سلمہ، اسامہ بن زید نے معاویہ کے سامنے دی۔ سلیم بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث سلمانؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ اور اسامہ بن زید سے سنی جن کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایسا فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے ابو علی احمد بن حسن بن علی بن عبدربہ نے ان سے ابو زید محمد بن یحییٰ بن خلف بن یزید مروزی نے شہر رے میں ماہ ربیع الاول ۳۰۲ ہجری میں ان سے اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے سن ۲۳۸ ہجری میں جو اسحاق بن

راہویہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان سے یحییٰ بن یحییٰ نے ان سے ہشام بن خالد نے ان سے شعبی نے ان سے مسروق نے کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان نے ابن مسعود سے سوال کیا کہ تمہارے نبی نے تم سے اپنے بعد کسی خلیفہ کے لئے عہد لیا تھا؟ ابن مسعود نے کہا کہ ابھی تم کم سن ہو اور ایک ایسا سوال پوچھا ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں پوچھا۔ ہاں۔ ہمارے نبی نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ان کے بعد نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۱۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابو عبداللہ احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابوار جال بغدادی نے ان سے محمد بن عبدوس حرانی نے ان سے عبدالغفار بن حکم نے ان سے منصور بن ابوالاسود نے ان سے مطرف نے ان سے شعبی نے ان سے ان کے چچا قیس بن عبید نے کہ ہم لوگ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے جہاں عبداللہ بن مسعود بھی موجود تھے۔ پس ایک اعرابی آیا اور بولا کہ کیا تم میں کوئی عبداللہ ہیں؟ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ میں عبداللہ ہوں۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے نبی نے تمہیں بتایا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلفاء ہوں گے؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا۔ ہاں۔ بنو اسرائیل کے نقباء کی تعداد کے برابر بارہ۔

۱۸۔ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم عتاب بن محمد حافظ نے ان سے یحییٰ بن محمد بن صاعد نے ان سے احمد بن عبدالرحمٰن بن فضل، محمد بن عبداللہ بن سوار ابن وراق نفیلی نے ان سب سے عبدالغفار بن حکم نے ان سے منصور بن ابوالاسود نے ان سے مطرف نے ان سے شعبی نے اور عتاب کہتے ہیں کہ ان سے یہ حدیث اسحاق بن محمد الانماطی نے ان سے یوسف بن موسیٰ نے ان سے جریر نے ان سے اشعث بن سوار نے ان سے شعبی نے ایک اور (سلسلہ سند کے مطابق) عتاب کہتے ہیں کہ ان سے حسین بن محمد حرانی نے ان سے یوسف بن محمد وزان نے ان سے سعید بن مسلمہ نے ان سے اشعث بن سوار نے ان سے شعبی نے اور ان سب سے شعبی کے چچا قیس بن عبید نے بیان کیا۔ ابوالقاسم عتاب کا کہنا ہے کہ یہ مطرف کی حدیث ہے کہ ہم سب مسجد میں بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ عبداللہ بن مسعود موجود تھے۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا اور بولا کیا تم میں کوئی عبداللہ بن مسعود ہیں؟ ابن مسعود نے کہا ہاں۔ میں عبداللہ ابن مسعود ہوں۔ تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا اے عبداللہ کیا تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تم لوگوں کو خبر دی تھی کہ تم میں کتنے خلیفہ ہوں گے؟ عبداللہ بن مسعود نے جواب دیا: تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی ہے جو کسی نے اس سے پہلے نہیں پوچھی۔ ہاں نقباء بنو اسرائیل کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ابو عروبہ نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ ہاں نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے برابر۔ اور جریر نے اشعث سے اور ان سے ابن مسعود نے بیان کیا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ میرے بعد نقباء بنو اسرائیل کی تعداد کے برابر بارہ خلیفہ ہوں گے۔

۱۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابوبکر محمد بن محمد بن عبدویہ نیشاپوری نے ان سے

ابو القاسم حارون بن اسحاق ہمدانی نے ان سے ان کے چچا ابراہیم بن محمد نے ان سے زیاد بن علاقہ اور عبد الملک بن عمیر نے ان سے جابر بن سمرہ نے کہ میں اپنے والد کے ساتھ خدمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر تھا۔ میں نے سنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپؐ کی آواز دھیمی ہو گئی۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اس کے بعد حضور اکرمؐ نے کیا فرمایا تھا؟ میرے والد نے کہا کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۰۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے ابو علی محمد بن علی بن اسماعیل سکری مروزی نے ان سے سہل بن عمار نیشاپوری نے ان سے عمرو بن عبداللہ بن رزین نے ان سے سفیان نے ان سے سعید بن عمرو نے ان سے شعبی نے ان سے جابر بن سمرہ نے کہ میں اپنے والد کے ساتھ مسجد گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد آپؐ کی آواز دھیمی ہو گئی اور میں سن نہ سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا؟ میرے والد نے جواب دیا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن اسحاق دینوری نے ان سے ابو بکر بن ابی داؤد نے ان سے اسحاق بن ابراہیم بن شاذان نے ان سے ولید بن ہشام نے ان سے محمد بن ذکوان نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن سیرین نے ان سے جابر ابن سمرہ نے بیان کیا ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد لوگوں کے شور کی وجہ سے میں سن نہ سکا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا جو میری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ نزدیک بیٹھے تھے کہ حضور اکرمؐ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔ اور بے مثل ہوں گے۔

یہ حدیث ایک اور طریقہ سے عبداللہ ابن مسعود سے اور دوسرے طریقہ سے جابر بن سمرہ سے کتاب النص علی الائمہ الاثنی عشر علیہم السلام بالامامۃ میں مروی ہے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد صائغ نے ان سے ابو عبداللہ محمد بن سعید نے ان سے حسن بن علی بن زیاد نے ان سے اسماعیل الطیان نے ان سے ابو اسامہ نے ان سے سفیان نے ان سے برد نے ان سے مکحول نے کہ کسی نے ان سے پوچھا کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے۔ مکحول نے کہا ہاں اور اس کے بعد کچھ اور بھی کہا۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد صائغ نے ان سے ابو الحسین احمد بن محمد بن یحییٰ قصرانی نے ان سے ابو علی

بشر بن موسیٰ بن صالح نے ان سے ابو ولید بصری نے ان سے اسرائیل نے ان سے سماک نے کہ جابر ابن سمرہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ اس کے بعد کا جملہ میں سمجھ نہ سکا۔ تو میں نے لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ حضور اکرمؐ فرما رہے تھے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد نے ان سے ابوالحسین احمد بن محمد بن یحییٰ قصرانی نے ان سے ابو علی حسین بن کمیت بن بہلول موصلی نے ان سے غسان بن ربیع نے ان سے عامر شعبی کے غلام سلیمان بن عبداللہ نے ان سے عامر نے ان سے جابر نے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے امور اس وقت تک ظاہر رہیں گے جب تک بارہ خلیفہ نہ ہوں گے جو سب قریش سے ہوں گے۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ میں نے دیکھا کہ مسجدِ رسول میں خلافت عثمانیہ کے دور میں حضرت علی علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور وہاں لوگوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی جو آپس میں احادیث اور علم و فقہ کے تذکرے کر رہی تھی۔ پس قریش نے اپنی فضیلت و سبقتِ اسلام و ہجرت کا تذکرہ چھیڑا اور جو کچھ رسول اللہؐ نے اس سلسلہ میں فرمایا تھا۔ جیسے "ائمہ قریش سے ہوں گے۔" "انسانوں کو چاہیے قریش کا اتباع کریں۔" "قریش عرب کے امام ہیں۔" "قریش کو گالی نہ دو۔" "قریش کے لیے دو مردوں کی قوت ہے۔" "جس نے قریش سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔" "جس نے قریش کی اہانت کا ارادہ کیا اس نے اللہ کی اہانت کی۔" انصار اپنی قوم کی فضیلت اور سبقتِ اسلام اور نصرتِ اسلام اور ان کے بارے میں جو اللہ نے کتاب میں نازل کیا اور جو رسول نے فرمایا وہ بیان کرنے لگے اور سعد بن عبادہ اور غسیل الملائکہ کے فضائل بیان کرنے لگے۔ پس دونوں فریق اپنے اپنے افراد کی فضیلتیں بیان کرنے لگے۔ قریش نے کہا کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ہم میں جعفر ہیں۔ ہم میں حمزہ و عبیدہ بن حارث و زید بن حارثہ و ابو بکر و عثمان و سعد و ابو عبیدہ و سالم و ابن عوف ہیں۔ اور فریقین نے اسلام قبول کرنے میں پہل کرنے والے اپنے اپنے تمام لوگوں کا نام لیا۔ اس حلقہ میں دو سو سے زیادہ افراد بیٹھے تھے۔ جن میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور سعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن ابن عوف و طلحہ و زبیر و عمار و مقداد و ابوذر و ہاشم بن عتبہ و ابن عمر، حسنؑ و حسینؑ و ابن عباس اور محمد ابن ابی بکر اور عبداللہ بن جعفر اور انصار میں سے ابی بن کعب اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور ابوہیثم ابن تیہان اور محمد بن مسلمہ اور قیس ابن سعد بن عبادہ اور جابر بن عبداللہ اور انس ابن مالک اور زید ابن ارقم اور عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور ابو لیلیٰ اور ان کے ساتھ ان کے کمسن اور خوبصورت بیٹے عبدالرحمن بیٹھے تھے اور ان کے پہلو میں ایک خوبصورت بے ریش نوجوان تھا۔ پس حسن بصری اپنے خوبصورت بے ریش اور خوش اندام بیٹے کے ساتھ وہاں آئے اور کہا میں اس کی طرف

اور عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ کی طرف دیکھنے لگا مگر یہ جان نہ سکا کہ ان دونوں میں سے کون شکل و شمائل میں زیادہ خوبصورت ہے سوائے اس کے کہ حسن زیادہ بلند قامت اور طاقتور ہے۔ قوم میں سے اکثریت صبح سے زوال تک وہیں تھی عثمان اپنے گھر میں تھے اور انہیں اس محفل کی اطلاع نہ تھی۔ حضرت علی (علیہ السلام) اور ان کے اہل بیت میں سے کوئی شخص اس گفتگو میں حصہ نہیں لے رہا تھا بلکہ خاموشی سے سن رہے تھے۔

پس لوگ حضرت علی (علیہ السلام) کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے اے ابو الحسنؑ آپ خاموش کیوں ہیں ؟

حضرت علی علیہ السلام نے) فرمایا: تم سب اپنی اپنی فضیلتیں بیان کر رہے ہو مگر میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔ اے قریش و انصار یہ تمام فضیلتیں تمہیں کن کے ذریعے سے اللہ نے عطا کیں آیا خود تمہاری اپنی وجہ سے یا تمہارے قبیلے کی وجہ سے یا تمہارے اہل خانہ کی وجہ سے یا غیروں کی وجہ سے حاصل ہوئیں سب نے جواب دیا: اللہ نے یہ احسان اور عطا ہم پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ران کے خاندان کے باعث کیا ہے اور ہمارے اہل خانہ کی وجہ سے نہیں کیا آپؑ نے رشاد فرمایا، تم نے سچ کہا۔ اے قریش و انصار کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ تمہیں جو دنیا و آخرت کی نعمتیں حاصل ہوئی ہیں وہ خاص ہم اہل بیت کے واسطے سے حاصل ہوئی ہیں۔ کسی اور سبب سے نہیں اور میرے چچا زاد بھائی جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ میں اور میرے اہل بیت تخلیقِ حضرتِ آدمؑ سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ کے حضور میں موجود تھے۔ پس جب حضرت آدم علیہ السلام کو خلق کیا گیا تو اس نور کو حضرت آدم علیہ السلام کے صلب میں قرار دے کر زمین پر بھیجا گیا پھر یہ نور صلبِ نوح علیہ السلام میں سفینہ میں موجود تھا۔ پھر یہ نور صلبِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھا جب وہ آگ میں تھے۔ اللہ اسے ہمارے آباء و امہات علیہم السلام میں اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ میں اور رحام طاہرہ سے اصلاب کریمہ میں منتقل کرتا رہا اور ہمارے شجرہ کے کسی حصہ میں بھی زنا نہیں آیا۔ پس اسلام میں پہل کرنے والے اور اہل بدر اور اہلِ احد بولے ہاں ایک سے زیادہ آیات ہیں ہم نے رسول اللہؐ کو ایسے ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا کیا تم کو علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں سابق کو مسبوق پر فضیلت دی ہے اور امت میں کوئی فرد بھی ایسا نہیں جس نے اللہ و رسولؐ کی طرف مجھ پر سبقت کی ہو سب نے کہا ہاں قسم بخدا ایسا ہی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ کیا یہ آیت " **والسابقون الا ولون من المہاجرین والانصار** " (سورۃ توبہ آیت ۱۰۰) " اور جو لوگ قدیم ہیں اس سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے۔" اور " **والسابقون السابقون اولئک المقربون** " (سورہ واقعہ آیت ۱۰/۱۱) "پچھلے لوگ تو پچھلے لوگ ہیں۔ وہ لوگ مقرب ہیں۔" جب نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت انبیاء و اوصیاء کے بارے میں نازل کی اور میں افضل

انبیاء و رسل ہوں اور میرا وصی علی ابن ابی طالب افضلِ اوصیاء ہے۔ سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا میں اللہ کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی **یایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** (سورۃ نساء۔ آیت ۵۹) "اے ایمان لانے والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی جو تم میں ہو اور جب یہ آیت نازل ہوئی **انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم راکعون** (سورۃ مائدہ آیت ۵۵) "تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں۔"

اور جب یہ آیت نازل ہوئی **ولم یتخذ وامن دون اللہ و لا رسولہ و لا المومنین ولیجۃ** (سورۃ توبہ آیت ۱۶) "اور سوائے اللہ اور اس کے رسول کے اور مومنین کے کسی کو رازدار نہیں بنایا۔" تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا یہ آیت مخصوص ہے بعض مومنین کے لئے یا اس میں سب شامل ہیں؟ پس اللہ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا کہ لوگوں کے لئے امر ولایت کو اسی طرح مفصل بیان کریں جس طرح نماز زکواۃ، روزہ اور حج کے احکامات بیان کئے ہیں۔ پس رسول اللہؐ نے غدیر خم کے مقام پر لوگوں کے سامنے مجھے امر ولایت کے لئے مقرر کیا ۔ پھر آپؐ نے خطبہ میں فرمایا: اے لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسے پیغام کو تم تک پہنچانے کا حکم دیا ہے جس کا پہنچانا میرے لئے دشوار گزار ہے کیونکہ مجھے گمان ہے کہ (اس پیغام کو سن کر) لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس پیغام کو پہنچاؤں یا پھر اللہ کے غضب کے لئے تیار ہو جاؤں۔ پس آپؐ نے صلوٰۃ جامعہ کا حکم دیا پھر ایک خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا اور ان کے نفسوں پر حاکم ہوں۔ سب نے کہا بے شک یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ کھڑے ہو۔ پس میں کھڑا ہوا پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ اے اللہ جو اس سے محبت کرے تو اس سے محبت کر اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ۔ پھر سلمان فارسی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کی ولایت کس طرح ہے؟ آپؐ نے فرمایا ان کی ولایت اسی طرح ہے جس طرح میری ولایت ہے کہ میں جس کے نفس پر حاکم ہوں علیؑ بھی اس کے نفس پر حاکم ہیں۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الا سلام دینا** (سورۃ مائدہ آیت ۳) "آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے اپنا احسان اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ علیؑ کی ولایت کے ذریعہ نعمت تمام ہوئی اور

میری نبوت اور اللہ کا دین مکمل ہو ۔ پھر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر کہا: یا رسول اللہؐ یہ آیت کیا علیؑ سے مخصوص ہے ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ہاں ۔ یہ آیت علیؑ اور قیامت تک میرے آنے والے اوصیاء کے لئے ہے ۔ ان دونوں نے کہا یا رسول اللہؐ ہمارے لئے تفصیل بیان کیجئے ۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: علیؑ میرا بھائی ، میرا وزیر ، میرا وارث ، میرا وصی ، میری امت میں میرا خلیفہ اور میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے ۔ پھر میرا فرزند حسنؑ ہے ۔ پھر میرا فرزند حسینؑ ۔ پھر حسینؑ کی اولاد میں سے نو ائمہ ہیں قرآن ان کے ساتھ اور یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے ۔ پس سب نے کہا خدا کی قسم ہم نے یہ سب رسولؐ سے سنا اور جیسا آپؐ نے فرمایا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں ۔ بعض اصحاب نے کہا آپؑ نے جو فرمایا اس میں سے بعض باتیں ہمیں یاد ہیں ۔ مگر بعض یاد نہیں جس کی گواہی ہمارے اخیار اور افاضل دے رہے ہیں ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم نے سچ کہا ۔ ہر شخص کا حافظہ ایک جیسا نہیں ہوتا ۔ پس میں تم پر خدا کو گواہ بناتا ہوں کہ تم میں سے جس کو رسول اللہ کی (یہ حدیث) یاد ہو وہ کھڑا ہو اور بیان کرے پس زید بن ارقم ، براء بن عازب ، سلمان ، ابوذر ، مقداد اور عمار بن یاسرؓ کھڑے ہوئے اور بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول یاد ہے جبکہ وہ منبر پر تھے اور آپؑ ان کے پہلو میں تھے اور وہ فرما رہے تھے کہ اے لوگو! اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے ایک امام اپنے بعد کے لئے ایک قائم ، اپنا خلیفہ اور وصی اس شخص کو مقرر کروں جس کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض کی ہے اور جس کی اطاعت میری اطاعت ہے ۔ پس تم کو میری اور اس کی ولایت کا حکم دیا گیا ہے ۔ میں نے اپنے رب سے منافقوں کے طعنہ اور تکذیب کا عذر پیش کیا تو اللہ نے مجھ سے کہا کہ یا تو میں اس پیغام کو پہنچاؤں یا پھر عذاب کے لئے تیار ہو جاؤں ۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمہیں نماز کا حکم دیا ۔ پس میں نے تمہارے لئے نماز کے طریقہ اور احکام بیان کئے اس نے تمہیں زکوٰۃ کا ، صوم کا ، حج کا حکم دیا اور میں نے تمہارے لئے انہیں واضح کیا اور ان کی تفسیر بیان کی ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ولایت کا حکم دیا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ ولایت کا حکم اس شخص کے لئے مخصوص ہے اور یہ کہہ کر آپؐ نے اپنا ہاتھ علیؑ کے کاندھے پر رکھا پھر اس کے بیٹوں کے لئے ہے پھر اس کی اولاد میں جو اوصیاء ہوں گے ، ان کے لئے ہے ۔ یہ قرآن سے جدا نہ ہوں گے اور نہ ہی قرآن ان سے جدا ہوگا یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے ۔ اے لوگو! میں نے تمہارے لئے اپنے بعد تمہارا ملجا ، امام ، تمہاری دلیل اور تمہارا ہادی بیان کر دیا ۔ اور وہ میرا بھائی علیؑ ہے ۔ تمہارے درمیان اس کی منزلت میری جیسی ہے ۔ پس اس کی پیروی کرو اور اپنے تمام امور میں اس کی اطاعت کرو کیونکہ وہ تمام علم و حکمت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کیا وہ اس کے پاس ہے ۔ (تم لوگ اس سے) سوال کرو اور اس سے اور اس کے بعد اس کے اوصیاء سے تعلیم حاصل کرو ۔ ان کو نہ پڑھاؤ نہ ان پر تقدم کرو نہ ان سے پیچھے رہو ۔ یہ حق کے ساتھ ہیں اور حق ان کے ساتھ ہے ۔ نہ وہ حق سے جدا ہوتے ہیں نہ حق ان سے جدا ہوتا ہے

یہ کہہ کر وہ اصحاب بیٹھ گئے۔

راوی سلیم کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے لوگو! تم کو علم ہے کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** (سورہ احزاب آیت ۳۳) "اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور رکھے تم سے نجاست اے نبی کے گھر والو۔ اور پاک کردے تم کو جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔"

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، فاطمہؑ اور میرے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کو جمع کیا اور ہم پر چادر ڈال دی اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرا گوشت ہیں۔ جس نے ان کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا جس نے ان کو زخم لگایا اس نے مجھے زخم لگایا۔ پس تو ان سے رجس کو دور رکھ اور پاک رکھ جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ پس ام سلمہؓ نے فرمایا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا میں بھی (اہل بیت میں ہوں) آپؐ نے فرمایا، تم خیر پر ہو یہ آیت مخصوص ہے میرے لئے میرے بھائی علیؑ کے لئے، میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ کے لئے اور حسینؑ کی اولاد میں جو نو ائمہ ہوں گے ان کے لئے۔ ان کے علاوہ ہمارے ساتھ کوئی غیر شامل نہیں ہے۔ سب نے کہا ہاں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی ام سلمہؓ سے بھی سنا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آپؐ نے ویسا ہی بیان فرمایا جیسا ام سلمہ نے بیان فرمایا تھا۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی **یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین** (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹) "اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے۔" تو سلمان فارسیؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت عام ہے یا خاص تو آپؐ نے ارشاد فرمایا مامور تو اس کے عام مومنین ہیں مگر صادقین سے خاص مراد میرا بھائی علیؑ اور اس کے بعد قیامت تک ہونے والے میرے اوصیاء ہیں۔ سب نے کہا: ہاں۔ قسم خدا کی ہمیں اس کا علم ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تمہیں علم ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں کے پاس کیوں چھوڑے جارہے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ مدینہ میں ہم دو میں سے کسی ایک کا رہنا ضروری ہے اور تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ سب نے کہا: ہاں۔ اللہ کی قسم ہمیں علم ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں۔ کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ حج میں ارشاد فرمایا۔ **یاایھا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا وعبدوا ربکم وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون O وجاھدوا فی اللہ حق جہادہ ھو اجتبکم وماجعل علیکم فی الدین من حرج ملۃ ابیکم ابراھیم ھو**

سمکم المسلمین من قبل و فی هذا لیکون الرسول شهیداً علیکم و تکونوا شهدآء علی الناس فاقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ واعتصموا باللّٰہ هو مولکم فنعم المولی و نعم النصیر . (سورۃ حج آیت ۷۷ ۔ ۷۸) "اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور بندگی کرو اپنے رب کی اور بھلائی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ اور خدا کی راہ میں ایسا جہاد کرو جو حق جہاد کرنے کا ہے اس نے تم کو چن لیا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی سختی روا نہیں رکھی ۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ ہی کی ملت ہے اور اس (خدا) نے پہلے ہی تمہارا نام مسلم رکھا ہے اور اس (قرآن) میں بھی وہی نام رکھا تاکہ رسول تمہارے اعمال و افعال پر گواہی دیں اور تم لوگوں کے اعمال و افعال پر گواہی دو ۔ پس تم نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ پر پورا بھروسہ رکھو وہی تمہارا کارساز ہے پس وہ سب سے بہتر کارساز اور سب سے بہتر مددگار ہے" ۔

پس سلمان فارسیؓ کھڑے ہوئے (اور پوچھا) یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ کون افراد ہیں جن پر آپؐ کو گواہ مقرر کیا اور ان کو تمام انسانوں پر گواہ مقرر کیا ہے ۔ اللہ نے کن کو چن لیا اور کن پر دین کے بارے میں کوئی سختی نہیں رکھی ۔ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت کون ہیں ؟ آپؐ نے فرمایا یہ آیت تیرہ افراد کے لئے مخصوص ہے ۔ سلمان فارسیؓ نے پوچھا حضورؐ تفصیل ارشاد فرمائیں ۔ آپؐ نے فرمایا میں اور میرا بھائی علیؑ اور اس کی اولاد سے گیارہ افراد ۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہمیں اس کا علم ہے ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا میں تم پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے آخری خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت میرے اہل بیت ۔ اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے اس لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے ۔ اس وقت حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے اور وہ اس وقت غصہ میں تھے کہنے لگے : یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپؐ کی مراد سارے اہل بیت سے ہے ؟ آپؐ نے فرمایا نہیں ۔ بلکہ ان میں سے جو میرے اوصیاء ہیں ۔ جن میں کا اول میرا بھائی، میرا وزیر، میرا وارث، امت میں میرا خلیفہ، میرے بعد ہر مومن کا مولا ہے ۔ پھر میرا فرزند حسنؑ پھر میرا فرزند حسینؑ پھر حسینؑ کی اولاد میں سے ایک کے بعد ایک نو ائمہ ہیں یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں ۔ یہ لوگ زمین پر گواہ اور مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں ۔ ان کی علم و حکمت کے خزانے ہیں ۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی ۔ جس نے ان کی معصیت کی اس نے اللہ کی معصیت کی ۔ پس تمام اصحاب بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا ۔ پھر حضرت علیؑ کے بارے میں ان سے تمام سوالات کئے گئے اور کسی ایک شے کو بھی نہ چھوڑا جس پر اللہ کو گواہ نہ بنایا گیا ہو ۔ یہاں تک کہ ان کے تمام

مناقب تک پہنچے جو کچھ رسول اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا اور ہر چیز کی سب نے تصدیق کی اور گواہی دی کہ حق ہے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عمر حافظ نے ان سے ابوبکر محمد بن علی مقری نے جن کا لقب قعدہ ہے ان سے احمد بن محمد بن یحییٰ سوسی سے ان سے عبدالعزیز بن ابان نے ان سے سفیان ثوری نے ان سے جابر نے ان سے شعبی نے ان سے مسروق نے کہ میں نے عبداللہ ابن مسعود سے پوچھا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے یہ بیان کیا تھا کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہوں گے؟ ابن مسعود نے جواب دیا کہ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن مسرور نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے معلّی بن محمد بصری نے ان سے جعفر بن سلیمان نے ان سے عبداللہ حکم نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے عبداللہ ابن عباس نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے خلیفہ میرے وصیء اور مخلوق پر اللہ کی حجت بارہ ہیں۔ ان میں پہلا میرا بھائی اور آخری میرا فرزند ہے۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کا بھائی کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ علیؑ ابن ابی طالب۔ پھر پوچھا آپؐ کا فرزند کون ہے؟ آپ نے فرمایا: مہدیؑ جو دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث کیا۔ اگر دنیا کا ایک دن بھی رہ جائے تو اللہ اس دن کو اتنا طویل کردے گا کہ میرا فرزند مہدیؑ خروج کرے پھر روح اللہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ اس کے نور سے زمین منور ہوگی اور اس کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوگی۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق رازی نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسین بن علوان نے ان سے عمر بن خالد نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے ان سے عبداللہ بن عباس نے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں اور علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ پاک وپاکیزہ اور معصومین ہیں۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے ان سے فضل بن صقر عبدی نے ان سے ابو معاویہ نے ان سے اعمش نے ان سے عبایہ بن ربعی نے ان سے عبداللہ ابن عباس نے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کے سردار ہیں۔ میرے بعد میرے بارہ اوصیاء ہیں۔ جن میں اول علیؑ اور آخری قائمؑ ہیں۔

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سہل بن زیاد اور احمد بن محمد بن

عیسیٰ نے ان سے حسن بن عباس بن حریش رازی نے ان سے ابو جعفر ثانی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام (علیہم السلام) نے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے اصحاب سے فرماتے ہوئے سنا۔ لیلۃ القدر پر ایمان لاؤ۔ بے شک یہ رات علیؑ اور اس کے بعد اس کے گیارہ فرزندوں کے لئے ہے۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ، محمد بن حسین بن ابی خطاب، محمد بن عیسیٰ بن عبید اور عبداللہ بن عامر بن سعید نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے ان سے حجاج خشاب نے ان سے معروف بن خربوذ نے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال اس امت میں ایسی ہے جیسے آسمان پر ستارے جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا طلوع ہوجاتا ہے۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے ہمارے بہت سے اصحاب نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے سعید بن غزوان نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام (علیہم السلام) نے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایام میں سے جمعہ کو چن لیا ہے۔ مہینوں میں سے ماہ رمضان کو اور راتوں میں سے لیلۃ القدر کو چن لیا ہے اور تمام انبیاء میں سے مجھ کو چن لیا ہے۔ مجھ سے علیؑ کو چنا اور اس کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی ہے علیؑ سے حسنؑ و حسینؑ کو منتخب کیا۔ اور حسینؑ کی اولاد سے اوصیاء کو منتخب کیا ہے۔ یہ افراد غالیوں کی تحریف، جھٹلانے والوں اور گمراہوں کی تاویل کی نفی کریں گے ان میں کا نواں فرد قائم ہے جو ان کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی ہے۔

۳۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے محمد بن معقل قرمیسینی نے ان سے محمد بن عبداللہ بصری نے ان سے ابراہیم بن مہزم نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے ان سے حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں بارہ ائمہ ہوں گے جن کو اللہ نے میرا فہم میرا علم اور میری حکمت عطا کی ہے۔ اور ان کو میری طینت سے خلق کیا ہے۔ پس ویل ہے ان کے لئے جو ان پر میرے بعد تکبر کریں اور میرے اہل بیت سے قطع رحم کریں۔ میں ایسے لوگوں کے لئے اللہ سے شفاعت نہیں کروں گا۔

۳۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے محمد بن ہمام ابو علی نے ان سے عبداللہ بن جعفر نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے ابوالمثنیٰ نخعی نے ان سے زید بن علی بن حسین بن علیؑ نے ان سے ان کے والد علی بن حسین نے ان سے ان کے والد حسین بن علی علیہم السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

رشاد فرمایا کہ یہ امت کیسے ہلاک ہوگی (جب کہ ان میں) میں اور علیؑ اور میری اولاد سے گیارہ صاحبان عقل موجود ہیں اس امت کا اول ہیں اور آخر مسیح بن مریمؑ ہیں۔ لیکن وہ ہلاک ہوں گے جو نہ اُس سے ہیں نہ مجھ سے ہیں۔

۳۵۔　بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن عبدالجبار نے ان سے احمد بن محمد بن زیاد ازدی نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ثابت بن دینار نے ان سے سید العابدین علی بن حسین علیہ السلام نے ان سے سید الشہداء حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے سید الاوصیاء امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے ان میں اول اے علیؑ تم ہوگے اور آخر قائمؑ ہے۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ مشرق سے مغرب تک کی فتح عطا کرے گا۔

۳۶۔　بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابی قاسم نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے محمد بن علی قرشی نے ان سے ابو الربیع زہرانی نے ان سے جریر نے ان سے لیث بن ابی سلیم نے ان سے مجاہد نے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ایک فرشتے کا نام دردائیل ہے۔ اس کے سولہ ہزار پر ہیں۔ ان پروں کے درمیان کا فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔ ایک دن اس فرشتے کے ذہن میں خیال آیا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے بھی کوئی شے بلند ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کو اتنے ہی پر اور عطا کردیئے۔ اب اس کے پاس بتیس ہزار پر ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ وہ پرواز کرے۔ چنانچہ وہ پچاس سال تک اڑتا رہا اور عرش کے کسی ایک سرے تک نہ پہنچ سکا جب وہ تھک گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو وحی کی کہ اے ملک اپنے مقام پر واپس پلٹ ہماری عظمت ہر عظیم شے پر حاوی ہے۔ اور مجھ سے بلند کوئی شے نہیں۔ نہ ہی مجھے کسی مکان سے متصف کیا جاسکتا ہے۔ پس اللہ نے اس کے پر اس سے چھین لئے اور اسے صفوف ملائکہ سے نکال دیا۔ پھر جب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور وہ شب جمعہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے خازنِ دوزخ مالک کو حکم دیا کہ فرزند رسول کی ولادت کی کرامت میں آتش جہنم کو بجھادو اور رضوان خازنِ جنت کو وحی کی کہ مولود محمدؐ کی خوشی میں جنت کو آراستہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حورالعین کو وحی کی کہ وہ اس خوشی کے موقعہ پر اپنے کو آراستہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو وحی کی کہ وہ حسین (علیہ السلام) کی ولادت کی کرامت میں صف باندھ کر کھڑے ہوجائیں اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تمجید کریں۔ اور اللہ نے حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ میرے نبی کے پاس ہزار گروہ ملائکہ کے جائیں اور ہر گروہ میں ہزار ہزار ملک ہوں جو سب زین و لجام سے آراستہ سفید اور کالے نشانوں والے گھوڑوں پر سوار ہوں اور وہ گھوڑے یاقوت اور جواہر سے سجے ہوئے ہوں۔ اور ان کے ساتھ ملائکہ ہوں جنہیں روحانی کہا جاتا ہے۔ اپنے ہاتھوں میں نور کے طبق ہوں اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مولود کی مبارک باد دیں اور حضرت جبرئیل (علیہ السلام) کو وحی کی کہ اے جبرئیل میرے نبی کو یہ خبر دینا کہ اس مولود کا نام حسین رکھو۔ اور ان سے کہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) اس کو آپ کی امت کے شریر لوگ بدترین سواریوں پر سوار ہو کر قتل کریں گے۔ پس ویل ہے قاتل کے لئے، ویل ہے پشت پناہی کرنے والے کے لئے اور ویل ہے بری راہ دکھانے والے کے لئے۔ میں حسینؑ کے قاتل سے بری ہوں اور وہ میری رحمت سے دور کیونکہ قیامت تک ہونے والے جرائم میں قتل حسینؑ سے بڑا کوئی جرم نہ ہوگا۔ حسینؑ کا قاتل قیامت کے روز مشرکوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا۔ جہنم قاتلِ حسینؑ کا مشتاق ہے۔ جس طرح جنت اطاعت گزاروں کی مشتاق ہے۔

پس حضرت جبریل (علیہ السلام) زمین کی طرف محو پرواز ہوئے۔ جب دردائیل کے پاس سے گزرے تو دردائیل نے کہا اے جبریل (علیہ السلام) آج کی رات آسمان پر کیا امور طے پائے ہیں کیا اہل زمین پر قیامت آنے والی ہے۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے کہا نہیں۔ بلکہ زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس بچے کی مبارک باد دینے کے لئے بھیج رہا ہے۔ اس فرشتہ (دردائیل) نے کہا اے جبریل (علیہ السلام) تمہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے تمہیں اور مجھے خلق کیا جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس پہنچنا تو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا کہ اس مولود کے حق کے واسطے آپؐ میرے لئے بارگاہ پروردگار میں عرض کریں کہ وہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اور میرے پر مجھے واپس کردے۔ اور مجھے صف ملائکہ میں قیام کی اجازت دیدے۔ جب حضرت جبریل (علیہ السلام) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ کو مبارکباد دی اور جیسا کہ خدا نے حکم دیا تھا بجا لائے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی؟ حضرت جبریل نے کہا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ میری امت میں نہیں ہوں گے۔ میں ان سے بری ہوں۔ اور اللہ ان سے بری ہے۔ حضرت جبریل (علیہ السلام) نے عرض کی اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں بھی ان سے بری ہوں۔ پھر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کے پاس آئے اور ان کو مبارک باد دی۔ اور حسین (علیہ السلام) کے قتل کی خبر دی۔ جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) رونے لگیں اور فرمانے لگیں۔ اے کاش یہ بچہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ حسینؑ کے قاتل کو جہنم رسید کرے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ قاتل حسینؑ کے جہنمی ہونے کی میں گواہی دیتا ہوں۔ لیکن یہ تمہارا بیٹا شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی نسل سے ایک امام پیدا نہ ہو جائے کہ جس کی پشت سے باقی ائمہ ہدیٰ پیدا ہوں گے۔ پھر فرمایا میرے بعد جو ائمہ ہیں تو ان میں علیؑ ہادی ہیں۔ جو ہادی ہیں۔ پھر حسنؑ مہتدی، پھر حسینؑ ناصر، پھر علی بن حسینؑ منصور، پھر محمد بن علی شافع، پھر جعفر بن محمدؑ نفاع، پھر موسیٰ بن جعفر امین، پھر علی بن موسیٰ رضا، پھر محمد بن علی فعال، پھر علی بن محمد موتمن، پھر حسن بن علی علام، پھر قائمؑ جن کے پیچھے عیسیٰؑ نماز ادا کریں گے۔

یہ سن کر جناب فاطمہ (سلام اللہ علیہا) نے گریہ بند کیا۔ پھر جبریلؑ نے حضور اکرمؐ کو اس فرشتہ (دردائیل) کا

قصہ سنایا اور اس کا پیغام پہنچایا۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے امام حسین (علیہ السلام) کو جو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے ہاتھوں پر اٹھایا اور آسمان کی طرف اشارہ کرکے کہا اے اللہ تجھے اس مولود کے حق کا واسطہ بلکہ اس حق کا واسطہ جو تیرا اس مولود پر اس کے جد محمدؐ اور ابراہیمؑ و اسماعیلؑ و اسحاقؑ و یعقوبؑ پر ہے اگر حسینؑ ابن علیؑ و فاطمہؑ کی کوئی منزلت تیری بارگاہ میں ہے تو دردائیل کو معاف فرما۔ اس کے پر اسے لوٹا اور اسے صف ملائکہ میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کی دعا قبول کی اور اس ملک کی خطا کو معاف کیا (اس کے پر اسے لوٹا دیئے اور اسے صفوف ملائکہ میں جگہ دیدی) پس اس ملک کی جنت میں پہچان یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہ حسینؑ بن علیؑ اور ابن فاطمہؑ بنت رسول اللہ کا غلام ہے۔

۳۷۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن نصر نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے حکم بن بہلول انصاری نے ان سے اسماعیل بن ہمام نے ان سے عمران بن قرۃ نے ان سے ابو محمد مدنی نے ان سے ابن اذنیہ نے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو حضور اکرمؐ وہ آیت مجھے سناتے اور املاء کراتے اور مجھے اس آیت کی تاویل و تفسیر و ناسخ و منسوخ و محکم و متشابہ تعلیم کرتے اور رسول اللہؐ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ وہ مجھے اس آیت کو سمجھنے اور یاد رکھنے کی توفیق عطا کرے۔ پس جس آیت کا مجھے علم نہ ہوتا یا میں بھول جاتا تو رسول اللہ وہ آیت مجھے لکھوا دیتے تھے۔ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حلال و حرام اور امر و نہی وغیرہ کا علم دیا تھا اور جو کچھ ہو چکا اور ہوگا اس کی اطاعت یا معصیت میں وہ سب حضور کرمؐ نے مجھے تعلیم فرما دیا اور ان میں سے ایک حرف بھی میں نہیں بھولا۔ اور حضور اکرمؐ نے اللہ سے دعا کی کہ میرے دل کو علم و فہم و حکمت و نور سے بھر دے کوئی چیز اس میں سے نہ بھولوں اور کوئی چیز مجھ سے نہ چھوٹے جس کو میں تحریر میں نہ لاؤں۔ پھر میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا آپ کو خوف ہے کہ میں آپؐ کے بعد کچھ بھول نہ جاؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ مجھے تمہارے لئے نسیان اور جہل کا خوف نہیں ہے۔ مجھے رب نے خبر دی ہے کہ اس نے میری دعا تمہارے حق میں اور تمہارے ان شرکاء کے حق میں جو تمہارے بعد ہوں گے قبول کرلی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میرے بعد میرے شرکاء کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہی ہیں جن کے لئے ارشاد ہوا۔ اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (سورۃ نساء آیت ۵۹) " اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔" میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ کون ہیں فرمایا یہ میرے اوصیاء ہیں جو مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے یہ سب ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے دشمن ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور دونوں میں جدائی نہ ہوگی۔ ان کے واسطے سے

میری امت کی نصرت کی گئی۔ ان کے وسیلے سے پانی برستا ہے۔ بلائیں دور ہوتی ہیں۔ اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کی: حضور اکرمؐ ان کے اسماء گرامی بیان فرمائیں۔ فرمایا: میرا یہ بیٹا اور اپنا ہاتھ حضرت حسنؑ کے سر پر رکھا۔ پھر میرا یہ بیٹا اور اپنا ہاتھ حسینؑ کے سر پر رکھا پھر اس کا بیٹا جس کا نام علیؑ ہوگا۔ اور جس کی ولادت تمہاری زندگی میں ہوگی پس اس کو میرا سلام کہنا۔ اس طرح بارہ مکمل ہوں گے۔ میں نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر نثار یا رسول اللہؐ مجھے ان سب کے نام فرداً فرداً بتلائیے۔ تو آپؐ نے سب کے نام بیان کئے۔ انہی میں قسم بخدا اے برادران بنو ہلال! میری امت کا مہدی بھی ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ خدا کی قسم میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے میں ان کے آباء اور قبائل کے نام بھی جانتا ہوں۔

باب (۲۵) غیبت قائمؑ سے متعلق حضور اکرمؐ کے ارشادات

ـ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرورؒ نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے چچا عبداللہ بن عامر نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابو جمیلہ مفضل بن صالح نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام اس کی کنیت میری کنیت ہے۔ وہ خلق و خلق میں تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا اس کی غیبت واقع ہوگی اور حیرانی (اور سرگردانی) سے کثیر تعداد گمراہ ہو جائے گی۔ شہاب ثاقب کے مانند ظاہر ہوگا وہ زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی۔

ـ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن حسین بن سعید نے ان سے محمد بن جمہور نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے معاویہ بن وہب نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا طوبیٰ اس کے لئے ہے جو قائم اہل بیتؑ کو پائے ان کی غیبت میں ان کے قیام سے پہلے ان پر ایمان رکھے ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے نفرت رکھے۔ ایسا شخص قیامت کے دن میرا رفیق، صاحب مودت اور مکرم ہوگا۔

ـ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمدؒ نے ان سے ابو عمر کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے خلف بن حماد نے ان سے سہل بن زیاد نے ان سے اسماعیل بن مہران نے ان سے محمد بن اسلم جبلی نے ان سے خطاب بن مصعب نے ان سے سدیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ طوبیٰ ان کے لئے ہے جو میرے اہل بیت کے قائم کو پائیں گے ان کے قیام سے پہلے ان کی پیروی کریں

گے۔ ان کی غیبت میں ان پر اور ان سے پہلے جو ائمہ گزرے ہیں ان پر ایمان رکھیں گے اور اللہ کے لئے ان کے دشمنوں سے بے بیزار رہیں گے اور وہ لوگ میرے رفیق اور میری امت کے سب سے باعزت افراد ہوں گے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ اور محمد بن موسیٰ متوکلؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم اور احمد بن ابو عبداللہ برقی اور محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے ابو علی حسن بن محبوب سراد نے ان سے داؤد بن حصین نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کا نام میرا نام۔ اس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ وہ خُلق اور خَلق میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہوگا۔ اس کی غیبت واقع ہوگی جس سے حیرانی (اور سرگردانی) ہوگی جس میں ایک بڑی تعداد اپنے دین سے گمراہ ہو جائے گی۔ پھر وہ شہاب ثاقب کے مانند ظہور کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے محمد بن اسماعیل بزیع نے ان سے صالح بن عقبہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے ان سے سید الاوصیاء امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہدی (علیہ السلام) میری نسل سے ہوگا۔ اس کے لئے غیبت ہے۔ جس کی وجہ سے امت حیرت میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو جائے گی۔ وہ تبرکاتِ انبیاء کے ساتھ ظہور کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

۶۔ ان ہی اسناد سے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ افضل عبادت امامِ قائم (علیہ السلام) کے ظہور کا انتظار ہے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے محمد بن اسماعیل برمکی نے ان سے علی بن عثمان نے ان سے محمد بن فرات نے ان سے ثابت بن دینار نے ان سے سعید بن جبیر نے ان سے ابن عباس نے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) ارشاد فرمایا کہ علی میری امت کا امام اور میرے بعد ان پر خلیفہ ہے اور اس کی اولاد میں قائم منتظر ہوگا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بشیر بنا کر بھیجا جو لوگ اس کے زمانہ غیبت میں اپنے قول پر قائم رہیں گے وہ کبریتِ احمر سے زیادہ قابل قدر ہوں گے۔ پس جابر بن عبداللہ انصاریؒ نے عرض کیا۔ یا رسول

اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا آپ کے فرزند قائم (آل محمد علیہ السلام) کے لئے غیبت واقع ہوگی۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ خدا کی قسم اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مومنین کو سرفراز کرے گا اور کافرین کو مٹائے گا۔ یہ امر اللہ کے امر میں سے ایک ہے۔ اور رازہائے پروردگار میں سے ایک راز ہے جو کہ بندگان خدا سے پوشیدہ ہے۔ پس جو اس میں شک کرے گا تو امر رب میں شک کرے گا اور وہ کافر ہے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن محمد بن علی بن شاہ الفقیہ مرورودی نے شہر مرو الروذ میں ان سے ابو حامد احمد بن محمد بن حسین نے ان سے ابو یزید احمد بن خالد خالدی نے ان سے محمد بن احمد بن صالح تمیمی نے ان سے محمد بن حاتم قطان نے ان سے حماد بن عمرو نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد امجد علیہم السلام نے ان سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے بارے میں فرمایا جس میں آپ نے فرمایا کہ اے علیؑ جان لو کہ ان لوگوں کا ایمان تعجب خیز اور ان کا یقین عظیم ترین ہے جو آخر زمانے میں ہوں گے۔ جب کہ ان کے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا اور حجت خدا ان کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے اس کے باوجود وہ اندھیروں میں روشنی پر ایمان لائیں گے۔

باب (۲۶) غیبتِ قائمؑ سے متعلق امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبد اللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب، احمد بن محمد بن عیسیٰ، احمد بن محمد بن خالد برقی اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے مالک جہنی نے نیز محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ نے ان سے عبداللہ بن محمد طیالسی نے ان سے منذر بن محمد بن قابوس نے ان سے نصر بن ابی سری نے ان سے ابو داؤد سلیمان بن سفیان مسترق نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے مالک جہنی نے ان سے حارث بن مغیرہ نصری نے ان سے اصبغ ابن نباتہ نے کہ میں جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پاس گیا تو دیکھا کہ آپ کسی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور انگلی سے زمین کرید رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین (علیہ السلام) میں نے آج تک آپ کو اتنا فکر مند نہیں دیکھا کیا کوئی فکر دنیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں خدا کی قسم میں نے اس دنیا سے ایک دن بھی رغبت نہیں رکھی۔ میں تو اس

موعود کے بارے سوچ رہا ہوں جو میری نسل سے میرے بعد گیارہواں فرد امامت ہوگا۔ وہ مہدی ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کے لئے حیرت اور غیبت ہے۔ (حیرت اور غیبت بھی ایسی) کہ جس میں کچھ اقوام گمراہ ہوجائیں گی اور ایک قوم ہدایت پائے گی۔ میں نے عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ کیا ایسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور اے اصبغ میں تم کو اس کی خبر دے رہا ہوں کہ وہی (ہدایت پانے والے) لوگ بہترین لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: اس کے بعد اللہ وہی کرے گا جو چاہے گا۔ اسی کے لئے ارادے، مقاصد اور اختتام ہیں۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ اور محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے محمد بن ابی قاسم ماجیلویہ ان سے محمد بن علی کوفی قرشی مقری نے ان سے نصر بن مزاحم منقری نے ان سے عمر بن سعد نے ان سے فضیل بن خدیج نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے نیز بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سب سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابوحمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے۔

اور دوسرے اسناد سے بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب بن نصر بن عبدالوہاب قرشی نے بیان کیا ان سے ابوبکر محمد بن داؤد بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے موسیٰ بن اسحاق انصاری نے جو شہر رے کے قاضی تھے ان سے ابو نعیم ضرار بن مرد تیمی نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے ابوحمزہ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے۔

اور ہم سے بیان کیا احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابوحمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے۔

اور بیان کیا ہم سے شیخ ابو سعید محمد بن حسن بن علی بن محمد بن احمد بن علی بن صلت قمی نے ان سے محمد بن عباس ھروی نے ان سے ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن سعید سعدی نے ان سے ابو حاتم محمد بن ادریس حنظلی رازی نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابوحمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے (ایک اور روایت کے تحت) فضیل بن خدیج نے کمیل بن زیاد نخعی سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور کوفہ کی پشت کی طرف لے چلے جب آبادی سے باہر نکلے تو ایک لمبی آہ بھری اور فرمایا اے کمیل یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں ان میں سب سے بہتر وہ

ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ لہذا جو میں تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا۔ دیکھو تین (۳) قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک عالم ربانی۔ دوسرا متعلم کہ جو نجات کی راہ پر برقرار رہے۔ اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ ہے کہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہولیتا ہے اور ہر ہوا کے رخ پر مڑجاتا ہے۔ نہ انہوں نے نور علم سے کسب ضیا کیا نہ کسی مضبوط سہارے کی پناہ لی۔ اے کمیل یاد رکھو کہ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تمہیں حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے۔ لیکن علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ اے کمیل! علم کی محبت ایک دین ہے کہ جس کی اقتداء کی جاتی ہے اسی سے انسان اپنی زندگی میں دوسروں سے اپنی اطاعت کرواتا ہے اور مرنے کے بعد نیک نامی حاصل کرتا ہے۔ یاد رکھو کہ علم حاکم ہوتا ہے اور مال محکوم اور مال و دولت کے نتائج اور اثرات مال کے فنا ہونے سے فنا ہوجاتے ہیں۔ اے کمیل مال جمع کرنے والے زندہ ہونے کے باوجود مردہ ہوتے ہیں اور علم حاصل کرنے والے رہتی دنیا تک باقی رہتے ہیں۔ بے شک ان کے اجسام نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں۔ مگر ان کی حقیقتیں دلوں میں موجود رہتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے سینۂ اقدس کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا۔ دیکھو یہاں علم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ کاش اس کے حاصل کرنے والے مجھے مل جاتے۔ ہاں ملا مگر ایسا ذہن جو ناقابل اطمینان ہے۔ اور جو دنیا کے لئے دین کو آلہ کار بنانے والا ہے اس علم کے ذریعے اللہ کے بندوں پر، اس کی حجتوں پر اور اس کی نعمتوں کے ذریعے اس کے دوستوں پر برتری کا طلبگار ہوگا تاکہ کمزور لوگ ولیِ حق کے بجائے اسی کو اپنا رہبر جانیں۔ یا جو ارباب حق و دانش کا مطیع تو ہے مگر اس کے دل کے گوشوں میں بصیرت کی روشنی نہیں ہے۔ بس ادھر ذرا سا شبہ عارض ہوا اور اس کے دل میں شکوک و شبہات کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں تو معلوم ہونا چاہیئے کہ نہ یہ اس قابل ہے اور نہ وہ اس قابل ہے۔ یا ایسا شخص ملتا ہے جو کہ لذتوں پر مٹا ہوا ہے اور باآسانی خواہشات نفسانی کی راہ پر چلنے والا ہے۔ یا ایسا شخص جو جمع آوری اور ذخیرہ اندوزی پر جان دیئے ہوئے ہے۔ یہ دونوں بھی دین کے کسی امر کی رعایت و پاسداری کرنے والے نہیں ہیں۔ ان دونوں سے انتہائی قریبی شباہت چرنے والے چوپائے رکھتے ہیں۔ اسی طرح تو علم کے خزینہ داروں کے مرنے سے علم ختم ہوجاتا ہے۔ ہاں مگر زمین ایسے فرد سے خالی نہیں رہی کہ جس سے خدا کی حجت برقرار رہے۔ وہ ظاہر اور مشہور ہو یا خائف اور پوشیدہ۔ تاکہ اللہ کی دلیلیں اور نشانیاں مٹنے نہ پائیں۔ اور وہ ہیں ہی کتنے اور کہاں پر ہیں۔ خدا کی قسم وہ تو گنتی میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک قدرومنزلت کے لحاظ سے بہت بلند۔ خداوند عالم ان کے ذریعہ سے اپنی حجتوں اور نشانیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان کو اپنے ہی جیسوں کے سپرد کردیں اور اپنے ہی جیسوں کے دلوں میں انہیں بو دیں۔ علم نے انہیں حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا۔ وہ یقین و اعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں۔ اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا ہے اپنے لئے سہل اور آسان سمجھتے ہیں اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے

ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے بستے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء علیٰ سے وابستہ ہیں یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ہائے ان کی دید کے لئے میرے شوق کی فراوانی! اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے۔

عبدالرحمٰن بن جندب کی روایت کے مطابق آخر میں آپؑ نے فرمایا اب جس وقت چاہو واپس جاؤ۔

اسی حدیث کو مجھ سے ابو احمد قاسم بن محمد بن احمد بن سراج ہمدانی نے شہر ہمدان میں بیان کیا ان سے ابو احمد قاسم بن (ابو) صالح نے ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی انصاری نے ان سے ابو نعیم ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حنّاط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے میں لے گئے۔جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپؑ بیٹھ گئے اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد میں تم سے جو کہتا ہوں اسے یاد رکھو۔یہ دل اسرار و حکم کے ظرف ہیں۔ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔اس کے بعد آپؑ نے مذکورہ بالا حدیث بیان فرمائی۔پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ زمین کو کسی ہادی سے خالی نہیں رکھتا ورنہ اس کی حجتیں اور نشانیاں باطل ہو جائیں گی۔اور اس سند کی حدیث میں ان الفاظ "وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ" کا تذکرہ نہیں ہے اور آخر میں فرمایا جب چاہو کھڑے ہو جاؤ (اور چلے جاؤ)۔

یہی حدیث ہم سے حاکم ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن فضل حنفی شاشی نے بیان کی ان سے ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بزاز شافعی نے مدینۃ السلام میں بیان کی ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حنّاط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام میرا ہاتھ پکڑ کر ویرانے کی طرف لے چلے جب ہم صحرا میں پہنچے تو آپؑ بیٹھ گئے اور ایک سرد آہ بھری۔پھر فرمایا: اے کمیل بن زیاد میں جو کچھ تمہیں بتاؤں اسے یاد رکھنا یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہے۔انسانوں کی تین اقسام ہیں۔ایک عالم ربانی، دوسرا متعلم جو نجات کی راہ پر برقرار ہے۔اور تیسرا عوام الناس کا وہ پست گروہ جو ہر پکارنے والے کے پیچھے ہو لیتا ہے اور اس کے بعد طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسوری نے شہر ایلاق میں بیان کیا ان سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن حسن مشرقی نے ان سے محمد بن ادریس ابو حاتم نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ثابت بن ابی صفیہ نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے جب صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے پھر ایک آہ بھری اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔

ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صائغ عدل نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے مذکورہ طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو مجھ سے ابوالحسن علی بن عبداللہ بن احمد اسواری نے شہر ایلاق میں بیان کیا ان سے مکی بن احمد بن سعدویہ برذعی نے ان سے عبداللہ بن محمد بن حسن مشرقی نے ان سے محمد بن ادریس ابو حاتم نے ان سے اسماعیل بن موسیٰ فزاری نے ان سے عاصم بن حمید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ثابت بن ابی صفیہ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نے کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو بیٹھ گئے پھر ایک آہ بھری اور فرمایا: اے کمیل بن زیاد یہ دل اسرار و حکم کے ظروف ہیں۔ ان میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو زیادہ نگہداشت کرنے والا ہو۔ اس کے بعد مذکورہ حدیث آخر تک بیان کی۔

اسی حدیث کو ہم سے ابوالحسن احمد بن محمد بن صقر صائغ عدل نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن اسحاق قاضی نے ان سے ضرار بن صرد نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے عبدالرحمن بن جندب فزاری نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے مذکورہ طویل حدیث آخر تک بیان کی۔

یہی حدیث ہم سے حاکم ابو محمد بکر بن علی بن محمد بن فضل حنفی شاشی نے شہر ایلاق میں بیان کی ان سے ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بزاز شافعی نے مدینۃ السلام میں ان سے بشر بن موسیٰ ابو علی اسدی نے ان سے عبداللہ بن ہیثم نے ان سے ابو یعقوب اسحاق بن محمد بن احمد نخعی نے ان سے عبداللہ بن فضل بن عبداللہ بن ابی صیاح بن محمد بن ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے ان سے ہشام بن محمد سائب ابو منذر کلبی نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے ان سے فضیل بن خدیج نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کوفہ میں میرا ہاتھ پکڑا اور ویرانے کی طرف لے گئے اور مذکورہ بیان فرمایا جس میں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو کبھی اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا چاہے وہ حجت ظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ اللہ تعالیٰ کی حجت اور اس کی نشانیاں باطل نہ ہو جائیں اور آخر میں فرمایا اب تم جب چاہو چلے جاؤ۔

بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے عبداللہ بن فضل بن عیسیٰ نے ان سے عبداللہ نوفلی نے ان سے عبداللہ بن عبدالرحمن نے ان سے ہشام کلبی نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے ان سے عبدالرحمن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا۔ چاہے وہ

غالب اور مشہور ہو یا خوفزدہ اور مغلوب تاکہ اللہ تعالیٰ کے دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے ان سے ان کے چچا محمد بن ابوالقاسم نے ان سے محمد بن علی کوفی نے ان سے نصر بن مزاحم نے ان سے ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے بیان کیا کہ مجھ سے جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی حجت سے کبھی خالی نہیں چھوڑتا چاہے وہ غالب اور مشہور ہو یا پوشیدہ اور مغلوب تاکہ اس کے دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں (اور آخر میں ارشاد فرمایا اب تم جب چاہو جاسکتے ہو)۔

بیان کیا ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے چچا عبداللہ بن عامر نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے ابان بن عثمان الاحمر نے ان سے عبدالرحمٰن بن جندب نے ان سے کمیل بن زیاد نخعی نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے کلام کے آخر میں فرمایا! اے اللہ تو زمین کو صاحب حجت سے خالی نہیں چھوڑتا چاہے غالب اور مشہور ہو یا پوشیدہ اور مغلوب تاکہ تیرے دلائل اور براہین باطل نہ قرار پائیں۔

مجھ سے بیان کیا محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے محمد بن اسماعیل برمکی نے ان سے عبداللہ بن احمد نے ان سے ابو زہیر عبدالرحمٰن بن موسیٰ برقی نے ان سے محمد بن زیات نے ان سے ابو صالح نے ان سے کمیل بن زیاد نے بیان کیا کہ جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ایک طویل کلام میں ارشاد فرمایا کہ اے اللہ تو زمین کو صاحب حجت سے خالی نہ چھوڑتا چاہے وہ ظاہر ہو یا مخفی اور مغلوب تاکہ تیری حجت و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

یہ حدیث بہت سے طریقوں سے روایت ہوئی ہے۔

۲۔ بیان کیا ہم سے ابو سعید محمد بن فضل بن محمد بن اسحٰق مذکر نے نیشاپور میں ان سے ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ بن حارث بزاز نے ان سے عبداللہ بن مسلم دمشقی نے ان سے ابراہیم بن یحییٰ اسلمی مدنی نے ان سے عمارہ بن جوین نے ان سے ابو طفیل عامر بن واثلہ نے کہ حضرت ابوبکرؓ کے انتقال کے بعد ہم حضرت عمرؓ بن خطاب کے پاس جمع ہوئے اور ان سے بیعت کی کچھ دن ٹھہرے اس دوران مسجد میں ان کے پاس آنے جانے لگے اور ان کو امیرالمومنین کے لقب سے نوازا۔ ایک دن ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مدینے کے یہودیوں میں سے ایک یہودی آیا وہ اپنے آپ کو حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہما السلام کی اولاد میں سے سمجھتا تھا۔ اس نے حضرت عمرؓ کے پاس آ کر کہا۔ اے امیرالمومنین کیا آپ کتاب خدا و سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سب سے بڑے عالم ہیں تاکہ میں آپ سے دریافت کروں جو میں چاہوں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ یہودی نے حضرت علی علیہ

سلام سے کہا کیا آپ بڑے عالم ہیں اے علیؑ؟ آپؑ نے فرمایا ہاں ۔ تو جو چاہتا ہے وہ پوچھ ۔ اس نے کہا میں آپؑ سے تین اور تین اور ایک چیز کی بابت پوچھنا چاہتا ہوں ۔ آپؑ نے فرمایا تو یہ کیوں نہیں کہتا کہ میں سات چیزوں کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں ۔ یہودی بولا پہلے تین سوالات کروں گا ۔ اگر جواب صحیح دیئے تو دوسرے تین سوال کرونگا ان کے بھی جواب دیئے تو پھر ایک سوال کرونگا ۔ اور اگر آپ نے اول تین سوالوں کے جوابات میں خطا کی تو مزید کوئی سوال نہیں کرونگا ۔ آپؑ نے فرمایا: جس طرح تیرا دل چاہتا ہے تو سوال کر میں خطا کروں یا صحیح جواب دوں ۔ اس نے اپنی آستین پر ہاتھ مارا ایک پرانی کتاب نکالی اور کہنے لگا یہ میرے آباؤ اجداد کا ورثہ ہے ۔ جسے حضرت موسیٰ بن عمران نے املا کرایا اور ہارونؑ نے لکھا اس میں وہ تمام جوابات موجود ہیں جو میں آپؑ سے پوچھنا چاہتا ہوں ۔ علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر میں نے اس کتاب میں تحریر شدہ جوابات کے مطابق صحیح جوابات دیئے تو کیا تو اسلام قبول کرلے گا؟ یہودی نے کہا: خدا کی قسم اگر آپؑ نے اس کتاب کے مطابق صحیح جوابات دیئے تو میں اسی وقت اسلام قبول کرلوں گا ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تو پھر پوچھ ۔ اس نے کہا سب سے پہلا پتھر کون سا ہے جو زمین پر نازل ہوا؟ سب سے پہلا درخت کونسا ہے جو زمین پر اگا؟ سب سے پہلا چشمہ کون سا ہے جو زمین پر جاری ہوا؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے یہودی سب سے پہلا پتھر جو زمین پر نازل ہوا تم یہودی یہ گمان کرتے ہو کہ بیت المقدس کا پتھر ہے اور یہ بات درست نہیں ہے ۔ بلکہ سب سے پہلا نازل ہونے والا پتھر وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے نازل ہوا اور وہ رکن بیت پر رکھا ہوا ہے ۔ جس کو لوگ مس کرتے ہیں، چومتے ہیں اور اپنے میثاق و عہد کی تجدید کرتے ہیں جو ان کے اور ان کے اللہ کے درمیان ہے ۔ یہودی بولا ۔ میں اللہ کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے درست فرمایا ۔ پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ سب سے پہلا درخت جو زمین پر اگا یہودیوں کے علم کے مطابق زیتون کا درخت ہے حالانکہ وہ جھوٹ بولتے ہیں ۔ بلکہ وہ عجوہ (کھجور کی قسم) ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ جنت سے نازل ہوا تھا اور کھجور کی تمام اقسام اسی سے پیدا ہوئیں ۔ یہودی بولا خدا کی قسم آپؑ نے سچ کہا ۔ آپ نے فرمایا تمہارے عقیدے میں پہلا چشمہ بیت المقدس کی چٹان کے نیچے تھا اور یہ درست نہیں ۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس کے نزدیک موسیٰ کے ساتھی ناشتہ کی مچھلی بھول گئے تھے مگر جب وہ چشمے کے پانی میں گری تو زندہ ہو گئی اور پانی میں گھس گئی ۔ پس موسیٰ اور ان کے ساتھی نے اس کا پیچھا کیا اور ان کی حضرت خضر سے ملاقات ہوئی ۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی قسم آپؑ نے درست فرمایا ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: باقی تین سوالات کر ۔ اس نے عرض کیا: (۱) رسول اکرم کے بعد اس امت کے کتنے امام عادل ہوں گے؟ (۲) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بہشت میں کون سے مقام پر رہیں گے؟ اور (۳) ان کے درجے میں کون لوگ جائیں گے ۔ آپؑ نے فرمایا: اے یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں بارہ امام عدل ہوں گے جن کو ان کے مخالفین کی مخالفت ضرر نہیں پہنچا

سکے گی ۔یہودی بولا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا ۔آپ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ بہشت عدن میں ہوں گے ۔ جو جنت کے درمیان اور عرش الہیٰ کے نزدیک ہے ۔یہودی نے کہا:میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا ۔آپ نے فرمایا:حضور اکرمؐ کے ساتھ جنت میں جو قیام کریں گے وہ یہی بارہ ائمہ ہوں گے ۔یہودی نے کہا:میں گواہی دیتا ہوں اللہ کی قسم آپ نے سچ کہا ۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:اب آخری سوال بھی پوچھ لے ۔یہودی نے کہا:خاتم الانبیاء کے وصی کی عمر کتنی ہے اور وہ قتل کیا جائے گا یا اپنی موت مرے گا ؟آپ نے فرمایا:اے یہودی حضور اکرمؐ کا وصی آپ کے بعد تیس سال زندہ رہے گا اور اس کے سر کے خون سے اس کی داڑھی خضاب ہوگی یہ کہہ کر آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا ۔ پس یہودی حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھا اور بولا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور آپ رسول اللہؐ کے وصی ہیں ۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے ان کے چچا محمد ابوالقاسم نے ان سے احمد بن محمد خالد برقی نے ان سے قاسم بن یحییٰ نے ان سے ان کے جد حسن بن راشد نے ان سے ابوبصیر نے ان سے محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امام حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے چار چیزوں کو چار چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ اپنی رضا کو اپنی اطاعت میں ۔ پس اس کی اطاعت کو حقیر نہ جانو ہوسکتا ہے جس کو تم حقیر سمجھ رہے ہو اس میں ہی اس کی رضا ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو ۔ اپنے غضب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ پس اس کی معصیت میں کسی بات کو کم تر نہ جانو ممکن ہے جس معصیت کو تم معمولی سمجھ کر انجام دے رہے ہو اسی میں اس کا غضب ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو ۔ اور اپنی اجابت کو دعا میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ پس کسی دعا کو معمولی نہ سمجھو ہوسکتا ہے اسی دعا میں اجابت ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو اور اپنے ولی کو اپنے بندوں میں پوشیدہ رکھا ہے ۔ پس بندوں میں سے کسی بندے کو حقیر نہ سمجھو ممکن ہے ۔ یہ وہ ہی اللہ کا ولی ہو اور تم کو اس کا علم نہ ہو ۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ ، محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے ، محمد بن ابو عبداللہ برقی ، یعقوب بن یزید اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابن فضال نے ان سے ایمن بن محرز حضرمی نے ان سے محمد بن سماعہ کندی نے ان سے ابراہیم بن یحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضرت ابوبکرؓ کی موت کے بعد لوگوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کی ۔ ایک دن مسجد میں ایک یہودی نوجوان آیا اور انہیں اور ان کے اطراف کے لوگوں کو سلام کرکے کہنے لگا ۔ اے امیرالمومنین کیا آپ احکام خدا ، رسول اور کتاب و سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہا ۔

بتائیں کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہے گا؟ اور کیا وہ طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا! افسوس ہے اے یہودی تجھ پر (کہ ابھی تک تو نے نہیں پہچانا) میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں جو ان کے انتقال کے بعد تیس سال تک زندہ رہوں گا۔ نہ ایک دن زیادہ نہ ایک دن کم۔(۱) پھر ایک ایسا شخص جو ناقہ ثمود کو پے کرنے والے سے زیادہ شقی ہوگا میرے سر پر ضرب لگائے گا جس کے خون سے میری داڑھی خضاب ہوگی۔ اس کے بعد آپ نے شدت سے گریہ کیا۔ وہ یہودی نوجوان آگے بڑھا اور بولا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں (اور آپ ان کے وصی ہیں)۔

ابو جعفر عبدی نے اس حدیث کو امام تک پہنچاتے ہوئے کہا کہ امام نے فرمایا: مدینہ میں جتنے لوگ تھے وہ اقرار کرتے تھے کہ یہ شخص یہودیوں میں سب سے زیادہ علم والا تھا اور اس کا باپ بھی اسی کی طرح تھا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے ان سے محمد بن ابوالقاسم نے ان سے احمد بن محمد بن خالد برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے حیان سراج نے ان سے داؤد بن سلیمان کسائی نے ان سے ابو طفیل نے کہ حضرت ابوبکر کے انتقال اور حضرت عمرؓ کی بیعت کے بعد ایک دن مسجد میں حضرت عمرؓ اور حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اصحاب موجود تھے کہ ایک خوش پوش یہودی آیا وہ جناب ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھا۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور بولا: اے امیرالمومنین کیا آپ کتاب و سنت کے اس امت میں سب سے بڑے عالم ہیں؟ حضرت عمرؓ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ اس نے کہا میں آپ سے مخاطب ہوں (اے عمرؓ) اور اپنی بات دہرائی۔ حضرت عمرؓ نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا مطلب؟ اس نے کہا: میں حق کا متلاشی ہوں اور مجھے اپنے مذہب میں شک ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرکے کہا یہ جوان (عالم کتاب و سنت) ہیں۔ اس نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ فرزندان رسولؐ حسن و حسین علیہما السلام کے والد گرامی اور فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کے شوہر ہیں۔ پھر وہ یہودی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا: کیا آپ ہی ان خصوصیات کے مالک ہیں؟ آپ نے فرمایا "ہاں"۔ یہودی نے کہا میں آپ سے تین اور تین اور ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا: اے ہارونی تجھے کس نے روکا یہ کہنے سے کہ سات سوالات پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا میں پہلے تین سوالات پوچھوں گا اگر

---

(۱)

یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ ان دونوں حضرات کی تاریخ وفات میں فرق ہے کہ رحلت رسول اللہ اواخر یا اوائل ربیع الاول میں ہے اور شہادت امیرالمومنینؑ ۲۱ رمضان یا ۲۳ رمضان میں ہے اور اس خبر کا راوی ابراہیم بن یحییٰ مدینی مجہول شخص ہے اور حضرت امام جعفر صادق کے اصحاب میں سے نہیں۔ (علی اکبر غفاری)

ان کے جوابات آپ نے صحیح دے دیئے تو پھر باقی سوالات کروں گا ورنہ نہیں ۔ آپ نے فرمایا میں تجھ سے پوچھتا ہوں اس اللہ کے واسطے سے کہ جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ اگر میں نے صحیح جواب دے دیئے تو کیا تو میرے دین میں داخل ہوجائے گا ؟ اس نے کہا میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں ۔ آپ نے فرمایا تو پھر پوچھ ۔ اس نے کہا مجھے یہ بتائیں کہ (۱) زمین پر گرنے والا سب سے پہلا خون کا قطرہ کون سا تھا ۔ (۲) زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا تھا (۳) زمین پر اگنے والا سب سے پہلا نباتات کون سا تھا ۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سب کے جوابات دیئے تو وہ بولا آپ اب تین دوسری باتیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام عادل کون لوگ ہوں گے ؟ اور کس جنت میں وہ حضرت قیام کریں گے اور کون لوگ ان کے ساتھ ہوں گے ۔ آپ نے فرمایا: اے ہارونی ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء اور امام عادل ہیں ۔ لوگوں کی مخالفتیں ان کو تنگ دل نہ کرسکیں گی ۔ اور مخالفوں سے وہ وحشت زدہ نہ ہوں گے ۔ اور وہ دین پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن میں ہوں گے ۔ ان کے ساتھ بارہ ائمہ عدل ہوں گے ۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ۔ آپ نے بالکل سچ فرمایا ۔ میں نے ایسا ہی اس کتاب میں پایا ہے جو میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام کو املاء کرائی تھی ۔ اب مجھے ایک بات اور بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہیں گے ؟ اور وہ اپنی طبعی موت مریں گے یا قتل کئے جائیں گے ؟ آپ نے فرمایا اے ہارونی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے نہ ایک دن زیادہ نہ کم ۔ پھر ان کے سر پر ضرب لگے گی یہ کہہ کر کہ آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور سر کے خون سے ڈاڑھی خضاب ہوگی ۔ یہ سن کر ہارونی نے چیخ ماری اور گریبان پھاڑ لیا اور بولا ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے ۔ وہ واحد ہے ۔ لاشریک ہے ۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپ ان کے وصی ہیں ۔ لوگوں کو چاہیے کہ آپ کی عظمت کو تسلیم کریں ۔ نہ کہ آپ پر بلند ہوں اور آپ کی بڑائی کا اقرار کریں نہ کہ آپ کو ضعیف کریں ۔ راوی نے کہا کہ پھر آپ اس کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اسے علم دین سکھایا ۔

۷ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبدالرحمن بن ابوہاشم نے ان سے ابویحییٰ مدینی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ۔ کہ (ایک مرتبہ) ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کچھ سوالات کئے ۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اس کو بھیج دیا ۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا ۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نبی کے بعد کتنے امام عادل ہوں گے ؟ آپ کے نبی جنت میں کس مقام پر ہوں گے ؟ اور ان کے ساتھ کون لوگ قیام کریں گے ؟ حضرت علی علیہ السلام نے

ان کے جوابات آپ نے صحیح دے دیئے تو پھر باقی سوالات کروں گا ورنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تجھ سے پوچھتا ہوں اس اللہ کے واسطے سے کہ جس کی تو عبادت کرتا ہے کہ اگر میں نے صحیح جواب دے دیئے تو کیا تو میرے دین میں داخل ہوجائے گا؟ اس نے کہا: میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تو پھر پوچھ۔ اس نے کہا: مجھے یہ بتائیں کہ (۱) زمین پر گرنے والا سب سے پہلا خون کا قطرہ کون سا تھا۔ (۲) زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا تھا (۳) زمین پر اگنے والا سب سے پہلا نباتات کون سا تھا۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سب کے جوابات دیئے تو وہ بولا: آپ اب تین دوسری باتیں بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امام عادل کون لوگ ہوں گے؟ اور کس جنت میں وہ حضرت قیام کریں گے اور کون لوگ ان کے ساتھ ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: اے ہارونی! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفاء اور امام عادل ہیں۔ لوگوں کی مخالفتیں ان کو ضرر نہ پہنچا سکیں گی۔ اور مخالفوں سے وہ وحشت زدہ نہ ہوں گے۔ اور وہ دین پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت میں مقام عدن میں ہوں گے۔ ان کے ساتھ بارہ ائمہ عدل ہوں گے۔ اس نے کہا: قسم ہے اللہ کی جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ میں نے ایسا ہی اس کتاب میں پایا ہے جو میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے میرے باپ حضرت ہارون علیہ السلام کو املاء کرائی تھی۔ اب مجھے ایک بات اور بتائیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ان کے انتقال کے بعد کتنے عرصہ زندہ رہیں گے؟ اور وہ اپنی طبعی موت مریں گے یا قتل کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا: اے ہارونی وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تیس سال زندہ رہیں گے نہ ایک دن زیادہ نہ کم۔ پھر ان کے سر پر ضرب لگے گی یہ کہہ کر کہ آپ نے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور سر کے خون سے داڑھی خضاب ہوگی۔ یہ سن کر ہارونی نے چیخ ماری اور گریبان پھاڑ لیا اور بولا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں ہے۔ وہ واحد ہے۔ لاشریک ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپ ان کے وصی ہیں۔ لوگوں کو چاہیے کہ آپ کی عظمت کو تسلیم کریں۔ نہ کہ آپ پر حمد ہوں اور آپ کی بڑائی کا اقرار کریں نہ کہ آپ کو ضعیف کریں۔ راوی نے کہا کہ پھر آپ اس کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے اور اسے علم دین سکھلایا۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابوہاشم نے ان سے ابویحییٰ مدنی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ (ایک مرتبہ) ایک یہودی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کچھ سوالات کئے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام کے پاس اس کو بھیج دیا۔ اس نے حضرت علی علیہ السلام سے عرض کیا۔ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے نبی کے بعد کتنے امام عادل ہوں گے؟ آپ کے نبی جنت میں کس مقام پر ہوں گے؟ اور ان کے ساتھ کون لوگ قیام کریں گے؟ حضرت علی علیہ السلام نے

فرمایا: اے ہارونی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے بارہ امام عادل ہوں گے جن کو لوگوں کی مخالفتیں نہ تو سنگ دل کر سکیں گی نہ ان کی مخالفتیں وحشت زدہ۔ اور وہ دین خدا پر پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم ہوں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم جنت میں مقام عدن پر ہوں گے اور ان کے ساتھ یہی بارہ ائمہ ہوں گے۔ پس وہ یہودی اسلام لے آیا اور بولا آپ اس مجلس میں اس شخص (حضرت عمرؓ) سے بہتر ہیں۔ آپ بلند مرتبہ ہیں۔ آپ سے کوئی شخص بلند مرتبہ نہیں۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے حکم بن مسکین ثقفی نے ان سے صالح بن عقبہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ حضرت ابوبکرؓ کی موت کے بعد جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو (ایک دن) وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے امیرالمومنین میں ایک یہودی ہوں اور یہودیوں میں سب سے بڑا عالم ہوں۔ میں آپ سے چند مسائل معلوم کرنے آیا ہوں۔ اگر آپ نے ان کا صحیح جواب دے دیا تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا: وہ کیا مسائل ہیں؟ اس نے کہا: میں آپ سے تین، تین اور ایک سوال کروں گا آپ چاہیں تو خود جواب دیں اور چاہیں تو اپنی قوم میں سے کسی ایسے شخص کے پاس مجھے بھیج دیں جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: تمہارے سوال کا جواب یہ جوان (یعنی علی) دے گا۔ حضرت علی علیہ السلام اس یہودی کے پاس آئے اور فرمایا: تو یہ کیوں کہتا ہے کہ تین تین اور ایک سوال کروں گا۔ یہ کیوں نہیں کہتا کہ سات سوالات کروں گا۔ اس نے کہا: اگر آپ پہلے تین سوالات کے جوابات نہ دے سکے تو پھر باقی نہیں پوچھوں گا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر میں نے جوابات دیدیئے تو کیا تو اسلام لے آئے گا؟ اس نے کہا: ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: پوچھ۔ اس نے کہا: یہ بتایئے کہ زمین پر نازل ہونے والا سب سے پہلا پتھر کون سا ہے؟ زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ کون سا ہے؟ اور زمین پر لگنے والا سب سے پہلا درخت کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے یہودی تم لوگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا پتھر بیت المقدس کا ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ سب سے پہلا پتھر وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا ہے۔ یہودی نے کہا: بے شک آپؑ نے درست فرمایا۔ ایسا ہی اس صحیفہ میں تحریر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو لکھوایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کا کہنا ہے کہ زمین پر جاری ہونے والا سب سے پہلا چشمہ بیت المقدس کا چشمہ ہے۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ وہ چشمہ حیات ہے جس میں جناب یوشع بن نون نے مچھلی کو دھویا اور جس کا پانی جناب خضر علیہ السلام نے پیا تھا اور جو اس کا پانی پیتا ہے اس کو موت نہیں آتی۔ اس نے کہا: آپؑ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا۔ آپؑ نے فرمایا: تم لوگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا درخت جو روئے زمین پر اگا وہ زیتون کا ہے۔ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ بلکہ وہ عجوہ کا درخت ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا تھا۔ آپ نے پوچھا: دوسرے تین سوالات کون سے ہیں؟ اس نے کہا: اس امت کے کتنے ائمہ برحق ہوں گے۔ جن کو مخالفین دل تنگ نہ کر سکیں گے؟ آپ نے فرمایا: بارہ ائمہ ہوں گے اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی جناب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ اسلام کو تحریر کروایا تھا اب بتائیں کہ آپ کے نبیؐ جنت میں کس درجہ میں قیام پذیر ہوں گے؟ آپؑ نے فرمایا: وہ جنت کے اعلیٰ و اشرف درجہ عدن میں ہوں گے۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی صحیفہ حضرت موسیٰؑ میں بخط حضرت ہارونؑ میں درج ہے۔ اب یہ فرمایئے ان کے ساتھ کون قیام پذیر ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ بارہ ائمہ۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صحیفہ میں حضرت ہارون علیہ السلام کو لکھوایا تھا۔

آپ نے فرمایا: تیرا ساتواں سوال کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ فرمایئے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ان کا وصی کتنے سال زندہ رہے گا؟ آپ نے فرمایا۔ تیس سال۔ اس نے کہا: وہ اپنی طبعی موت مرے گا یا قتل کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: قتل کیا جائے گا۔ اس کے سر پر ضرب لگے گی اور اس کی داڑھی خون سے خضاب ہوگی۔ اس نے کہا: آپ نے سچ فرمایا خدا کی قسم ایسا ہی حضرت موسیٰ نے ہارون علیہ السلام کو تحریر کروایا ہے [پس یہودی اسلام لے آیا۔]

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے احمد بن ادریس نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری کوفی نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے ان سے ابوہاشم نے ان سے فرت بن احنف نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے امام قائم علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ قائمؑ کی غیبت اتنی طویل ہو جائے گی کہ جاہل کہنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (کار ہدایت کے لئے اب) آل محمدؐ کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب اور ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے ابو اسحاق ہمدانی نے ان سے ہمارے اصحاب (علماء) میں سے ثقہ افراد نے کہ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اے اللہ تو زمین کو خلق پر اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑ چاہے وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ تاکہ تیری دلائل و براہین باطل نہ قرار پائیں۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ہارون بن مسلم نے ان سے سعدان نے ان سے مسعدہ بن صدقہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم اسلام نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے منبر کوفہ پر اپنے خطبہ میں فرمایا اے اللہ لازم ہے کہ تیری زمین تیری حجت سے خالی نہ رہے جو لوگوں کو تیرے دین کی طرف ہدایت کرے اور تیرے دین کی تعلیم دے تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو اور تیرے

اولیاء کی اتباع کرنے والے گمراہ نہ ہوں بعد اس کے کہ انہیں ہدایت مل چکی ہو چاہے یہ حجت ظاہر ہو جس کی اطاعت نہ کی جارہی ہو یا پوشیدہ ہو اور دشمن اس کی تاک میں ہو کہ خود لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو جبکہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں اور اس کا علم اور احکام مومنین کے دلوں میں ثابت ہوں جس پر وہ عمل کریں۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے عباد بن یعقوب نے ان سے حسن بن حماد نے ان سے ابوالجارود نے ان سے یزید ضخم نے کہا کہ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (غیبت امام میں لوگ) امام کو اس طرح تلاش کریں گے جس طرح اپنے ریوڑ کے لئے اچھی چراگاہ تلاش کرتے ہیں اور نہیں پاتے۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد بن موسیٰ بن عمران نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عبدالحمید اور عبدالصمد بن محمد نے ان سے حنان بن سدیر نے ان سے علی بن حزور نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا وہ صاحب امر (امام غائب) شرید (بقیہ) طرید (کھوج لگایا ہوا) وہ فرید (یکتا) اور وحید (اکیلا) ہوگا۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی نے ان سے محمد بن جعفر کوفی نے ان سے سہل بن زیاد ادمی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ان سے محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء نے ان سے امیرالمومنین علیہم السلام نے فرمایا کہ ہمارے قائم کی غیبت کو اللہ طولانی کردے گا کہ شیعہ اس کی تلاش اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے ریوڑ کے لئے سرسبز چراگاہ تلاش کرتے ہیں اور اسے نہیں پا سکیں گے پس ان میں جو اپنے دین پر ثابت قدم رہ جائیں گے اور اپنے امام کی غیبت سے تنگ دل نہ ہوں گے تو ایسے لوگ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوں گے۔ پھر فرمایا۔ ہمارا قائم جب قیام کرے گا تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی۔ اسی لئے اللہ نے اس کی ولادت کو مخفی اور اس کی شخصیت کو غائب رکھا ہے۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی ایک ایسی ہی حدیث بیان کی مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ نے ان سے محمد بن جعفر کوفی نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ رویانی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ان سے محمد بن علی رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے [ان سے ہشام نے] ان سے فرات بن احنف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حضرت قائم علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا اس کی غیبت اتنی طویل

وگی کہ جاہل کہنے لگیں گے کہ (کارِ ہدایت کے لئے) اللہ کے نزدیک آلِ محمد (علیہم السلام) کی حاجت نہیں ہے۔

- بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے ان سے علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ان سے ان کے والد موسیٰ بن جعفرؑ نے ان سے ان کے والد جعفر بن محمد علیہ السلام نے ان سے ان کے والد محمد بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد علی بن حسین علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حسین بن علی علیہ السلام نے ان سے ان کے والد جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اے حسینؑ تمہاری اولاد میں سے نواں قائم بالحق، دین کو ظاہر کرنے والا اور عدل کو نافذ کرنے والا ہوگا۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: یا امیرالمومنین کیا ایسا فرد ا ئے گا آپؑ نے فرمایا ہاں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور تمام خلق میں مصطفیٰ کیا وہ قیام کرے گا۔ مگر ایک طویل غیبت کے بعد جس میں صرف وہ لوگ اپنے دین پر ثابت قدم رہ سکیں گے جو مخلص ہوں گے اور یقین کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔ ان لوگوں سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا ہے۔ اور ان کے دلوں کو ایمان سے منور کیا ہے اور اپنی رحمت سے ان کی مدد کی ہے۔

- بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے زیاد مکفوف نے ان سے عبداللہ بن ابی عقب شاعر نے کہ میں نے حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپؑ فرما رہے تھے کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ اونٹ کی طرح بلبلاتے پھر رہے ہو کہ چراگاہ مل جائے۔ لیکن اے گروہ شیعہ تم اس کو نہیں پا رہے ہو۔

- بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے ابو جارود زیاد بن منذر نے ان سے عبداللہ بن ابو عقب شاعر نے کہ جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا اے گروہ شیعہ جس طرح تم اپنے اونٹوں کو لے کر گھومتے پھرتے ہو چراگاہ کی تلاش میں (اسی طرح تم امام قائم علیہ السلام کو تلاش کروگے) اور نہ پاؤ گے۔

- بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سہل بن زیاد آدمی نے اور احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن عباس بن حریش رازی نے ان سے ابو جعفر محمد بن علی ثانی نے ان سے ان کے آباء کرام علیہم السلام نے کہ امیرالمومنین صلوات اللہ علیہ نے ابن عباس سے فرمایا: ہر سال شب قدر آتی ہے۔ اور اسی رات احکام سنت نازل ہوتے ہیں اور یہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کے اولیاء پر نازل ہوتے ہیں۔ ابن عباس نے پوچھا: وہ اولیاء کون ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: میں اور میرے بعد میرے صلب سے گیارہ ائمہ محدثون۔ جو رسول اللہؐ سے نقل کرنے والے ہیں۔

باب (۲۷) جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور امہات ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے ابو عمرو سعید بن محمد بن نصر قطان نے ان سے عبداللہ بن محمد سلمی نے ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے ان سے محمد بن سعید بن محمد نے ان سے عباس بن ابو عمرو نے ان سے صدقہ بن ابو موسیٰ نے ان سے ابو نضرہ نے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ رحلت آیا تو آپؑ نے اپنے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور ان سے عہد (امامت) لیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی زید بن علی بن حسین نے امام (محمد باقر علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے بھائی آپ کیوں نہیں (امر امامت کو) حسن و حسینؑ (علیہما السلام) کی طرح انجام دیتے (یعنی جس طرح امام حسنؑ کے بعد امام حسین امام ہوگئے۔ اسی طرح آپؑ کے بعد میں امام بنایا جاؤں) آپؑ نے فرمایا: اے ابو الحسن امانت (امامت) کسی مثال کی پیروی میں انجام نہیں دی جاتی۔ اور عہد (امامت) رسم کے طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے طے شدہ امور ہیں۔ (یعنی اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے) پھر آپؑ نے جابر بن عبداللہ کو طلب فرمایا اور کہا اے جابر۔ ہم سے وہ حدیث بیان کرو جو تم نے صحیفۂ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) میں دیکھی ہے جابرؓ نے کہا: ہاں اے ابو جعفر ایک مرتبہ میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عظمت سرا پر حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دوں۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک سفید جلد میں بند صحیفہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اے سیدۃ النساء یہ آپ کے ہاتھ میں کیسا صحیفہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے ہونے والے ائمہ کے اسماء ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: اے جابر اس کو صرف نبی یا نبی کا وصی یا اہل بیت ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر ایسا حکم نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور دیتی۔ ہاں میں اتنی اجازت دے سکتی ہوں کہ (بغیر ہاتھ لگائے) اسے دیکھ سکتے ہو۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں تحریر تھا ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہؐ مصطفیٰ جن کی والدہ آمنہؑ بنت وہب۔ ابو الحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ المرتضیٰ، جن کی والدہ فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابو محمد حسنؑ بن علی البر، ابو عبداللہ حسینؑ بن علی تقی۔ ان دونوں کی والدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ، ابو محمد علی بن حسینؑ العدل ان کی والدہ شہربانوؑ بنت یزدجرد ابن شاہنشاہ، ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ الباقر جن کی والدہ ام عبداللہؑ بنت حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ، ابو عبداللہ جعفر بن محمدؑ الصادق جن کی والدہ ام فروہؑ بنت قاسم بن محمدؑ بن ابوبکرؓ۔ ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ ثقہ جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہؑ، ابو الحسن علیؑ بن موسیٰؑ رضا جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام نجمہؑ، ابو جعفر محمدؑ بن علیؑ

باب (۲۷) جناب سیدہ سے مروی وہ حدیث جس میں بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام اور امہات ائمہ کے اسماء گرامی ذکر ہوئے ہیں اور یہ کہ ان میں بارہویں قائم ہیں

۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے ابو عمرو سعید بن محمد بن نصر قطان نے ان سے عبداللہ بن محمد سلمی نے ان سے محمد بن عبدالرحمٰن نے ان سے محمد بن سعید بن محمد نے ان سے عباس بن ابو عمرو نے ان سے صدقہ بن ابو موسیٰ نے ان سے ابو نضرہ نے کہ جب حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا وقتِ رحلت آیا تو آپؑ نے اپنے صاحب زادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو طلب فرمایا۔ اور ان سے عہد (امامت) لیا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے بھائی زید بن علی بن حسین نے امام (محمد باقر علیہ السلام) سے فرمایا کہ اے بھائی آپ کیوں نہیں (امر امامت کو) حسن و حسین (علیہما السلام) کی طرح انجام دیتے (یعنی جس طرح امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ امام ہوئے۔ اسی طرح آپؑ کے بعد میں امام بنایا جاؤں) آپؑ نے فرمایا: اے ابو الحسن امانت (امامت) کسی مثال کی پیروی میں انجام نہیں دی جاتی۔ اور عہد (امامت) رسم کے طور پر ایک دوسرے کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حجتوں میں سے طے شدہ امور ہیں۔ (یعنی اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ہے) پھر آپؑ نے جابر بن عبداللہ کو طلب فرمایا اور کہا اے جابر۔ ہم سے وہ حدیث بیان کرو جو تم نے صحیفہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) میں دیکھی ہے جابرؓ نے کہا: ہاں اے ابو جعفر ایک مرتبہ میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عظمت سرا پر حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دوں۔ میں نے دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ہاتھ میں ایک سفید جلد میں بند صحیفہ ہے۔ میں نے عرض کیا: اے سیدۃ النساء یہ آپ کے ہاتھ میں کیسا صحیفہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس میں میری اولاد میں سے ہونے والے ائمہ کے اسماء ہیں۔ میں نے عرض کیا: کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔ بی بی نے فرمایا: اے جابر اس کو صرف نبی یا نبی کا وصی یا اہل بیت ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ اگر ایسا حکم نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور دیتی۔ ہاں میں اتنی اجازت دے سکتی ہوں کہ (بغیر ہاتھ لگائے) اسے دیکھ سکتے ہو۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے اس صحیفہ کو پڑھا اس میں تحریر تھا ابوالقاسم محمدؐ بن عبداللہؑ مصطفیٰ جن کی والدہ آمنہؑ بنت وہب۔ ابوالحسن علیؑ ابن ابی طالبؑ المرتضیٰ، جن کی والدہ فاطمہؑ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف۔ ابو محمد حسنؑ بن علی البر، ابو عبداللہ حسینؑ بن علی تقی، ان دونوں کی والدہ فاطمہؑ بنت محمدؐ، ابو محمد علیؑ بن حسینؑ العدل ان کی والدہ شہربانوؑ بنت یزدجرد ابن شاہنشاہ، ابوجعفر محمدؑ بن علی الباقر جن کی والدہ ام عبداللہؑ بنت حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ، ابو عبداللہ جعفر بن محمدؐ الصادق جن کی والدہ ام فروہؑ بنت قاسم بن محمدؐ بن ابو بکرؓ۔ ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفرؑ جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام حمیدہؑ، ابو الحسن علیؑ بن موسیٰؑ رضا جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام نجمہؑ، ابو جعفر محمدؐ بن علیؑ

ذکی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیزران۔ ابو الحسن علیؑ بن محمدؑ امین جن کی والدہ سوسن کنیز، ابو محمد حسن علی رفیق جن کی والدہ سمانہ کنیز اور ان کی کنیت ام الحسن، ابوالقاسم محمدؑ بن حسنؑ یہ خلق پر اللہ کی حجت قائم ہیں جن کی والدہ نرجس کنیز **صلوات اللہ علیہم اجمعین۔**

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام قائم علیہ السلام کا اسم مبارک کا ذکر ہوا ہے اور اگلے ابواب میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کریں گے جن میں امام قائم علیہ السلام کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ۔

باب (۲۸) امام قائمؑ کا تذکرہ اس لوح میں جو حضورؐ نے جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو دکھائی اور انہوں نے اسے پڑھا، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان دونوں سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابوالحسن صالح بن ابی حماد اور حسن بن طریف نے ان سے بکر بن صالح نے

نیز بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ اور محمد بن علی ماجیلویہؒ اور احمد بن علی بن ابراہیمؒ اور حسن بن ابراہیم بن ناتانہؒ اور احمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے بکر بن صالح نے ان سے عبدالرحمٰن بن سالم نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا۔ اے جابر مجھے تم سے یک کام ہے جب تم فرصت سے ہو تو مجھ سے ملنا۔ جابر نے کہا مولا۔ جس وقت فرمائیں حاضر ہوجاؤں گا۔ پھر ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کو تنہائی میں طلب کیا اور فرمایا اے جابر۔ اس لوح کے بارے میں بتلاؤ جو تم نے میری جدہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔ جابر نے کہا: میں اللہ کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی جدہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دے سکوں۔ میں نے بی بی کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی مجھے گمان ہو کہ یہ زمرد کی ہے۔ اور اس کی کتابت ایسی نورانی تھی جیسے سورج کا نور ساطع ہو۔ میں نے عرض کیا: اے بنت رسولؐ آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ کیسی لوح ہے؟ آپؑ نے فرمایا یہ لوح اللہ نے رسولؐ کو بھیجی ہے۔ اس میں میرے والد کا نام علیؑ کا نام، میرے دونوں فرزندوں کا نام اور ان کے بعد کے ہونے والے اوصیاء کا نام ہے۔ پھر میرے والد نے یہ مجھے

ذکی جن کی والدہ ایک کنیز جن کا نام خیزران ، ابو الحسن علیؑ بن محمدؑ امین جن کی والدہ سوسن کنیز ، ابو محمد حسن علی رفیق جن کی والدہ سمانہ کنیز اور ان کی کنیت ام الحسن ، ابو القاسم محمدؑ بن حسنؑ یہ خلق پر اللہ کی حجت قائم ہیں جن کی والدہ نرجس کنیز **صلوات اللہ علیہم اجمعین۔**

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں امام قائم علیہ السلام کا اسم مبارک کا ذکر ہوا ہے اور اگلے ابواب میں ہم ان حدیثوں کا ذکر کریں گے جن میں امام قائم علیہ السلام کا نام لینے سے منع کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ۔

باب (۲۸) امام قائمؑ کا تذکرہ اس لوح میں جو حضورؐ نے جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو دی اور آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو دکھائی اور انھوں نے اسے پڑھا ، نقل کیا اور ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہما السلام کو بعد میں اس کے متعلق بتایا

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان دونوں سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابو الحسن صالح بن ابی حماد اور حسن بن طریف نے ان سے بکر بن صالح نے

نیز بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ اور محمد بن علی ماجیلویہؒ اور احمد بن علی بن ابراہیمؒ اور حسن بن ابراہیم بن ناتانہؒ اور احمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے بکر بن صالح نے ان سے عبدالرحمٰن بن سالم نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپؑ نے فرمایا کہ میرے والد ماجد نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ سے فرمایا۔ اے جابر مجھے تم سے یک کام ہے جب تم فرصت سے ہو تو مجھ سے ملنا۔ جابر نے کہا: ہوا۔ جس وقت فرمائیں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے جابر ابن عبداللہ انصاریؓ کو تنہائی میں طلب کیا اور فرمایا اے جابر۔ اس لوح کے بارے میں بتلاؤ جو تم نے میری جدہ فاطمہؑ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں میں دیکھی تھی اور اس لوح میں جو کچھ تھا اس کے بارے میں تمہیں بتایا تھا۔ جابر نے کہا: میں اللہ کی گواہی دے کر کہتا ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کی جدہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی مبارک باد دے سکوں۔ میں نے بی بی کے ہاتھوں میں ایک سبز لوح دیکھی مجھے گمان ہو کہ یہ زمرد کی ہے۔ اور اس کی کتابت ایسی نورانی تھی جیسے سورج کا نور ساطع ہو۔ میں نے عرض کیا: اے بنت رسولؐ آپ پر میرے ماں باپ نثار یہ کیسی لوح ہے؟ آپؑ نے فرمایا یہ لوح اللہ نے رسولؐ کو بھیجی ہے۔ اس میں میرے والد کا نام علیؑ کا نام ، میرے دونوں فرزندوں کا نام اور ان کے بعد کے ہونے والے اوصیاء کا نام ہے۔ پھر میرے والد نے یہ مجھے

عطا فرمائی ہے۔ تاکہ اس طرح میں خوش ہو جاؤں۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی جدہ سلام اللہ علیہا سے وہ لوح لے کر پڑھی اور اس کو نقل کر لیا۔ میرے والد (امام محمد باقر علیہ السلام) نے جابر سے کہا۔ اے جابر کیا وہ لوح تم مجھے دکھاؤ گے؟ جابر نے عرض کیا ضرور۔ پس میرے والد جابر کے ساتھ ان کے گھر گئے اور جابر جھلی کمال پر (لکھا ہوا) ایک صحیفہ نکال کر لائے۔ باپ (محمد باقر علیہ السلام) نے فرمایا اے جابر تم اپنی کتاب پر نظر رکھو اور میں تمہیں بیان کرتا ہوں جو اس میں لکھا ہے۔ پس جابر نسخہ دیکھتے اور آپ بیان کرتے جاتے۔ قسم خدا کی امام محمد باقر علیہ السلام نے جو فرمایا وہ ایک حرف بھی غلط نہ تھا۔ جابر نے عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ جو آپ نے فرمایا ایسا ہی اس لوح میں لکھا ہے۔ (اس لوح کی عبارت یہ تھی۔)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب اللہ عزیز و حکیم کی جانب سے محمدؐ کے لئے نور و سفیر و حجاب و دلیل ہے۔ جس کو روح الامین، رب العالمین کی جانب سے لے کر نازل ہوئے۔ اے محمد، (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے نام کی عظمت بیان کرو میری نعمتوں کا شکر ادا کرو اور ان کا انکار نہ کرو۔ میں اللہ ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ میں جابروں کا جبر توڑنے والا [اور تکبر کرنے والوں کو نابود کرنے والا] ظالموں کو ذلیل کرنے والا ہوں اور قیامت کے دن حساب کرنے والا ہوں۔ میں اللہ ہوں جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں۔ پس جو میرے علاوہ کسی غیر سے امید لگائے اور کسی غیر سے خوف کرے تو میں اسے ایسا عذاب دوں گا جیسا عذاب کائنات میں کسی کو نہیں ہوا۔ پس میری عبادت کرو اور مجھ پر ہی توکل کرو۔ پس میں نے کوئی بھی نبی مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ جب اس کے دن پورے ہوئے اور اس کی عمر تمام ہوئی تو میں نے اس کا وصی مقرر کیا اور میں نے تم کو تمام انبیاء پر فضیلت دی اور تمہارے وصی کو تمام اوصیاء پر فضیلت دی اور اس کے بعد تم کو سبطین حسن و حسین (علیہما السلام) سے مکرم کیا اور میں نے حسن (علیہ السلام) کو اس کے والد کے بعد اپنے علم کا معدن قرار دیا اور حسین (علیہ السلام) کو اپنی وحی کا خزینہ دار قرار دیا اور اس کو شہادت کے ساتھ مکرم کیا۔ اور اس پر سعادت کو ختم کیا وہ شہداء میں افضل ہے اور سب سے بلند درجہ والا ہے۔ اس کے ساتھ میرا کلمہ تامہ اور حجت بالغہ ہے۔ اس کے بعد اس کی عترت کو (فضائل سے مکرم) قرار دیا۔ ان میں اول علی سید العابدین علیہ السلام اور گزشتہ اولیاء کی زینت ہیں۔ اور ان کا فرزند جس کا نام اس کے جد کے نام پر محمد باقر (علیہ السلام) ہے۔ جو میرے علم کو ظاہر کرنے والا اور میری حکمت کا معدن ہے۔ عنقریب ہلاک ہو جائیں گے وہ لوگ جو جعفرؑ (کی امامت) کے بارے میں شک کریں گے۔ اس کا انکار کرنے والا میرا منکر ہے۔ میرا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ میں جعفرؑ کی عظمت کو اجاگر کر دوں گا اور اس کے دوستوں، پیروکاروں اور مدد کرنے والوں کی وجہ سے اسے خوش کر دوں گا۔ موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کے بعد شدید فتنہ کھڑا ہوگا۔ شریعت کی رسی نہیں ٹوٹے گی اور میری حجت پوشیدہ نہیں رہے گی اور میرے اولیاء کبھی

شقاوت کے مرتکب نہیں ہوں گے ۔ پس جو ان ائمہ میں سے کسی ایک کا انکار کرے گا گویا اس نے میری نعمتوں کو جھٹلایا اور میری کتاب میں تغیر کیا اور مجھ پر جھوٹ باندھا ۔ ایسے جھوٹوں اور منکروں کے لئے جہنم ہے جو میرے بندے اور حبیب موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کے بعد فتنہ اٹھائیں گے ۔ اور آٹھویں (امام) کو جھٹلانے والا ایسا ہے گویا اس نے تمام کو جھٹلایا ۔ علی (رضا علیہ السلام) میرا ولی اور ناصر ہے جس کے کندھے پر میں نبوت ۔ کا بوجھ ڈال دوں گا اور سختیوں سے اس کی آزمائش کروں گا ۔ اس کو ظالم قتل کریں گے ۔ اور وہ اس شہر میں دفن ہوگا جس کی بنیاد عبد صالح ذوالقرنین نے رکھی تھی اور وہ میری بدترین مخلوق کے پہلو میں دفن ہوگا ۔ میں اس کی آنکھوں میں اس کے بیٹے محمد (تقی علیہ السلام) سے ٹھنڈک دوں گا ۔ جو اس کے بعد خلیفہ ہوگا ۔ وہ میرے علم کا وارث ، میری حکمت کا معدن ، میرے راز کا امین اور میری خلق پر حجت ہوگا ۔ جنت اس کی جائے بازگشت ہوگی اور وہ اپنے اہل خاندان میں سے ان کی شفاعت کرے گا جن پر دوزخ واجب ہو چکی ہوگی ۔ انتہائی سعادت ہے اس کے بیٹے علی (نقی علیہ السلام) کے لئے جو میرا ولی و مددگار ہے ۔ وہ خلق پر گواہ اور میری وحی کا امین ہے ۔ اس کا ایک فرزند ہوگا جو میرے راستے پر بلانے والا اور میرے علم کا خازن ہوگا وہ حسن (عسکری علیہ السلام) ہوگا ۔ پھر میں اس سلسلہ (امامت) کو اس کے بیٹے کے ذریعے مکمل کروں گا جو عالمین کے لئے رحمت ہوگا ۔ اس کے لئے کمالِ موسیٰ (علیہ السلام) ہیبتِ عیسیٰ (علیہ السلام) اور صبرِ ایوب (علیہ السلام) ہے ۔ میرے یہ اولیاء اپنے زمانے میں مصائب و آلام اٹھائیں گے اور ان کے دور کے بادشاہ ظلم ڈھائیں گے جس طرح ترک و دیلم کے بادشاہ کرتے تھے ۔ پس یہ قتل کئے جائیں گے اور ان کے اسباب جلائے جائیں گے اور وہ خوف کے عالم میں زندگی گزاریں گے ۔ زمین ان کے خون سے سرخ ہوگی ۔ یہ ہی میرے اولیاء حق ہیں جن کے ذریعے میں جہل کا فتنہ دور کروں گا ان کے ذریعے مصیبتوں کو دور کروں گا اور ان پر پڑی ہوئی زنجیروں کو توڑ دوں گا ۔ یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوات اور رحمت ہے ۔ اور یہی ہدایت یافتہ ہیں ۔

عبدالرحمٰن بن سالم کہتے ہیں کہ ابو بصیر فرماتے تھے کہ اگر آپ نے اپنی زندگی میں صرف یہی ایک حدیث سنی ہے تو یہ بھی آپ کے لئے کافی ہے ۔ اور اس حدیث کو اس کے اہل کے علاوہ کسی اور سے بیان کرنے سے پرہیز کرے ۔

۲ ۔ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین بن شاذویہ مؤدب اور احمد بن ہارون قاضی نے ان سے محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری کوفی نے ان سے مالک سلولی نے ان سے درست بن عبدالحمید نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے عبداللہ بن جبلہ نے ان سے ابو السفاتج نے ان سے جابر جعفی نے ان سے حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے اور ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا ہے کہ میں جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے جس میں سے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا نور ساطع تھا ۔ اس لوح میں بارہ نام تھے تین ظاہر لوح پر اور تین باطن پر تین آخر میں تین

ایک سمت میں پس اس طرح بارہ نام تھے۔ میں نے عرض کیا: یہ کن لوگوں کے اسماء گرامی ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کا اول میرا ابن عم (علی علیہ السلام) اور گیارہ میری اولاد سے ہوں گے۔ اس میں آخر قائم ہوگا صلوات اللہ علیہم اجمعین جابر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ان میں تین مقام پر محمد محمد محمد لکھا تھا اور چار پر علی علی علی علی تھا۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر ابن عبداللہ انصاریؒ نے ان کا کہنا ہے کہ میں جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے۔ جس میں اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں۔ جن کی تعداد بارہ ہے۔ ان میں آخری امام قائم (علیہ السلام) ہیں تین کے اسماء محمد اور چار کے علی ہیں۔

بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن حمزہ علوی نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسین بن درست سروی نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے محمد بن عمر بن کوفی نے ان سے عبدالرحمن بن ابو نجران اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے اسحاق بن عمار نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اسحاق کیا میں تمہیں بشارت دوں؟ انہوں نے کہا: میں آپ پر فدا فرزند رسول۔ ضرور۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس ایک صحیفہ ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرایا ہے اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے لکھا ہے اس میں یہ تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب اللہ عزیز و حکیم کی طرف سے ہے اور اس کے بعد اس حدیث لوح کا ذکر ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ آخر میں یہ فقرہ ہے۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے اسحاق یہ ملائکہ اور رسولوں کا دین ہے۔ اس کی نااہل افراد سے حفاظت کرو۔ اللہ تمہاری حفاظت کرے اور تمہاری اولاد کی اصلاح کرے۔ پھر فرمایا: جس نے اس (دین) کی معرفت حاصل کرلی وہ عذاب الہٰی سے محفوظ ہوگیا۔

نیز ہم سے ابوالعباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے بیان کیا ان سے حسن بن اسماعیل نے ان سے سعید بن محمد بن قطان نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ رویانی ابوتراب نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے ان سے علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ان سے عبداللہ بن محمد بن جعفر نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنی اولاد کو جمع کیا ان میں ان کے چچا زید بن علی بھی تھے۔ پھر ایک کتاب نکالی جو حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں سے تحریر تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرایا تھا اس میں تحریر تھا۔ "یہ کتاب اللہ عزیز حکیم کی طرف سے ہے" اس کے بعد حدیث لوح کا تذکرہ ہے

پھر تحریر ہے (یہ سب ائمہ) ہدایت یافتہ ہیں ۔"
آخر حدیث میں عبد العظیم کہتے ہیں کہ افسوس صد افسوس ہے محمد بن جعفر کے لئے جس نے امام وقت کے خلاف خروج کیا ۔ حالانکہ اس نے یہ حدیث اپنے والد سے سن لی تھی ۔ پھر فرمایا یہ اللہ کا راز اور اس کے ملائکہ کا دین ہے ۔ پس اس کو پھر اس کے اہل سے بیان کرو ۔
۳ ۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو جارود نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے جابر بن عبد اللہ انصاری نے کہ میں (ایک مرتبہ) جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک لوح رکھی ہے جن میں اوصیاء کے اسماء گرامی ہیں ۔ جن کی تعداد بارہ ہے ۔ اور ان میں کا آخر امام قائم علیہ السلام ہے ۔ ان میں تین محمد اور چار علی ہیں ۔ **صلوات اللہ علیہم اجمعین**

باب (۲۹) غیبتِ امام قائم (علیہ السلام) کے بارے میں حضرت امام حسن علیہ السلام کا خبر دینا

۱ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ ، عبداللہ بن جعفر حمیری ، محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے ان سے ابوجعفر الثانی محمد بن علی علیہما السلام نے بیان کیا ہے کہ ایک دن جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام جناب سلمان فارسیؒ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مسجد حرام میں داخل ہوئے آپؑ کے ساتھ جناب امام حسن علیہ السلام بھی تھے ۔ آپ مسجد میں بیٹھ گئے ۔ اتنے میں ایک خوبصورت خوش پوش مرد آیا اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو سلام کیا ۔ آپ نے سلام کا جواب دیا ۔ وہ شخص بیٹھ گیا ۔ اور بولا اے امیرالمومنین (علیہ السلام) مجھے آپؑ سے تین مسئلے پوچھنے ہیں اگر آپ نے ان کے جوابات صحیح دے دیئے تو سمجھوں گا کہ آپؑ کی قوم نے جو آپؑ کے بارے میں فیصلہ کیا ہے (یعنی آپؑ سے رُوگردانی کی اور امر خلافت کسی اور طرف لے گئے) اس کی وجہ سے وہ دنیا و آخرت میں مامون نہیں ہیں ۔ بصورت دیگر میں سمجھوں گا کہ آپؑ اور وہ ایک ہی راستے پر گامزن ہیں ۔ (یعنی آپؑ میں اور آپؑ کی قوم میں کوئی فرق نہیں ہے) جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے ۔ اس نے کہا مجھے یہ بتائیں کہ جب انسان سوتا ہے تو اس کی روح کہاں جاتی ہے ؟ انسان کیسے بھولتا اور یاد رکھتا ہے ؟ انسان کی شباہت اپنے چچاؤں یا ماموں پر کیسے ہوتی ہے ۔ پس امیر المومنین علیہ السلام میرے والد امام حسن علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو محمد ان

سوالات کے جوابات دو۔ پس حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ جہاں تک تیرے اس سوال کا تعلق ہے کہ سوتے میں انسان کی روح کہاں جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی روح ریح سے متعلق ہوجاتی ہے۔ اور ریح ہوا سے اس وقت تک متعلق رہتی ہے جب تک سونے والا جاگنے کے لئے حرکت نہ کرے اور جب اللہ اجازت دیتا ہے تو اس کی روح اس کے بدن میں پلٹا دی جاتی ہے۔ اس طرح روح کو ریح سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور ریح کو ہوا سے کھینچ لیا جاتا ہے۔ اور روح صاحب روح کے بدن میں آکر ساکن ہوجاتی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی کا اذن نہ ہو کہ صاحب روح کو اس کی روح واپس کردی جائے تو ہوا ریح کو کھینچ لیتی ہے۔ اور ریح روح کو کھینچ لیتی ہے۔ اور پھر صاحب روح کو اس کی روح دوبارہ محشور ہونے تک واپس نہیں کی جائے گی۔

تمہارا دوسرا سوال یہ ہے کہ آدمی کیسے یاد رکھتا اور کیسے بھول جاتا ہے تو آدمی کا قلب ایک صندوق میں ہوتا ہے اس پر ایک طبق ڈھکا ہوتا ہے۔ اگر آدمی محمدؐ و آل محمدؐ پر درود کامل بھیجے تو اس صندوقچہ سے وہ طبق ہٹ جاتا ہے۔ اور آدمی جو کچھ بھول گیا ہے اسے یاد آجاتا ہے۔ اور اگر وہ محمد و آل محمد پر درود نہ بھیجے یا ناقص درود بھیجے تو وہ طبق اس صندوق پر ڈھک جاتا ہے پس اس کے قلب پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور انسان بھول جاتا ہے کہ جو کچھ اسے بتایا گیا۔

تمہارا تیسرا سوال کہ بچہ اپنے چچا یا ماموں سے کیسے مشابہ ہوجاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مرد اپنی زوجہ کے پاس سکون قلب، ٹھہری ہوئی رگوں اور غیر مضطرب بدن کے ساتھ جاتا ہے اور اس کا نطفہ اس کی زوجہ کے رحم میں سکون کے ساتھ قرار پاتا ہے تو بچہ اپنے باپ اور ماں کے مشابہ پیدا ہوتا ہے اور اگر مرد اپنی زوجہ کے پاس اس حال میں جاتا ہے کہ اس کا قلب پرسکون نہیں ہے اور اس کی رگیں ٹھہری ہوئی نہیں ہیں۔ اس کا بدن مضطرب ہے تو اس کا نطفہ بھی رحم میں پہنچ کر مضطرب ہوگا اور اندرونی رگوں میں سے کسی رگ پر گرے گا۔ اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو چچاؤں کے لئے ہے تو بچہ اپنے چچاؤں سے مشابہ ہوگا۔ اور اگر وہ رگ ان رگوں میں سے ہے جو ماموں کے لئے ہے، تو یہ بچہ اپنے ماموں سے مشابہ ہوگا۔ یہ جوابات سن کر اس شخص نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور یہ گواہی میں ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ رسول اللہ کے وصی اور ان کے بعد ان کی حجت پر قائم ہیں یہ کہتے ہوئے اس نے امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں گواہی ہمیشہ دیتا رہوں گا۔ پھر امام حسن علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں گواہی دیتا رہوں گا کہ آپؑ ان کے (علی علیہ السلام کے) وصی اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ کے بعد امام حسین (علیہ السلام) اپنے باپ کے وصی ہوں گے اور ان کی حجت پر قائم ہوں گے اور گواہی دیتا ہوں کہ ان کے بعد علی بن حسین (علیہ السلام) ان کے جانشین ہونگے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن علی علیہما السلام ان کے بعد امام ہوں گے پھر جعفر بن محمد (علیہما السلام) جانشین ہوں گے۔ پھر ان

باب (۳۰) غیبت امام کے بارے میں جناب امام حسین علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نے ان سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے علی بن محمد شجاع نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے عبدالرحمٰن بن حجاج نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ان سے ان کے والد حضرت علی بن حسین نے ان سے جناب امام حسین علیہ السلام نے کہ میری اولاد میں سے نویں امام کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک سنت ہوگی اور موسیٰ بن عمران کی ایک سنت ہوگی اور وہ ہم اہل بیت کا قائم ہوگا اللہ تعالیٰ ایک رات میں اس کے امور کی اصلاح فرما دے گا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن اسحاق معاذی نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی کوفی نے ان سے احمد بن موسیٰ بن فرات نے ان سے عبدالواحد بن محمد نے ان سے سفیان نے ان سے عبداللہ بن زبیر نے ان سے عبداللہ بن شریک نے ان سے ہمدان کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس امت کا قائم میری اولاد میں سے نواں ہوگا وہ صاحب غیبت ہوگا اور اس کی میراث کو تقسیم کیا جائے گا جبکہ وہ زندہ ہوگا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالسلام بن صالح ہروی نے ان سے وکیع بن جراح نے ان سے ربیع بن سعد نے ان سے عبدالرحمٰن بن سلیط نے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم میں بارہ ہادی ہوں گے جن میں اول جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخر میری اولاد میں سے نواں فرد ہوگا وہ امام قائم (علیہ السلام) بالحق ہوگا۔ اللہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کرے گا۔ اس کے ذریعہ سے دین حق کو تمام ادیان پر ظاہر کرے گا اگرچہ کہ یہ بات مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اس کے لئے غیبت ہے جس میں ایک قوم دین سے مرتد ہو جائے گی اور دوسری دین پر ثابت قدم رہے گی۔ اس قوم کو تکالیف دی جائیں گی اور ان سے کہا جائے گا اگر تم سچے ہو تو ظہور امام کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ پس دور غیبت میں مصائب و آلام پر صبر کرنے والا اور جھٹلایا جانے والا اس مجاہد کا مرتبہ پائے گا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تلوار کے ذریعہ (کفار سے) جہاد کیا ہو۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن حسن قزوینی نے ان سے محمد بن عبداللہ حضرمی نے ان سے احمد بن یحییٰ احول نے ان سے خلاد مقری نے ان سے قیس بن ابی حصین نے ان سے یحییٰ بن وثاب نے ان سے عبداللہ بن عمر نے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اگر دنیا کے اختتام میں ایک دن رہ جائے تو اللہ اس کو اتنا طویل کردے گا

کہ اس میں میری اولاد میں سے ایک فرد ظاہر ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ایسا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے حمدان بن منصور نے ان سے سعد بن محمد نے ان سے عیسیٰ خشاب نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا آپ صاحب امر ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں۔ صاحب امر تو وہ ہیں جو دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ اور مخفی ہوں گے۔ اپنے مقتول والد کے انتقام کے درپے ہوں گے اپنے چچا کی وجہ سے نام کے بجائے کنیت سے پکارے جائیں گے۔ آٹھ ماہ تک تلوار لئے پھریں گے، جنگ کرتے رہیں گے)۔

باب (۳۱) غیبت امام کے بارے میں حضرت امام زین العابدین کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن احمد بن یحییٰ بن عمران اشعری نے ان سے محمد بن حسین بن ابو خطاب نے ان سے محمد بن حسن نے ان سے ابو سعید عصفری نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے ابو حمزہ نے کہ میں نے علی بن حسین علیہما السلام سے سنا ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور علی (ابن ابی طالب علیہ السلام) اور گیارہ ائمہ کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا ہے جناتِ ارواح میں اس کے نور کی روشنی میں انہوں نے اس وقت عبادت کی جب کوئی خلق نہ ہوا تھا۔ انہوں نے اللہ کی تسبیح و تقدیس کی وہی آل محمدؐ میں ائمہ ہدیٰ ہیں۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ یہ روایت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اور طریقوں سے بھی بیان ہوئی ہے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے محمد بن ہارون صوفی نے ان سے عبداللہ بن موسیٰ نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؒ نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے ابراہیم بن ابی زیاد نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ابو خالد کابلی نے کہ میں اپنے آقا علی بن حسین امام زین العابدین علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرمائیں جن کی اطاعت اور مودت اللہ نے فرض کی ہے۔ اور اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اقتداء کریں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: اے کنکر (ابو خالد کا لقب) وہ ولی الامر جن کو اللہ نے انسانوں کا امام بنایا اور جن کی اطاعت واجب قرار دی ہے وہ امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں ان کے بعد امام حسن علیہ السلام پھر امام حسین علیہ السلام فرزندان علی ابن ابی طالبؑ یہاں تک کہ یہ سلسلہ ہم تک پہنچا۔ پھر آپ خاموش ہوگئے

میں نے عرض کیا مولا: ہم تک امیر المومنین علیہ السلام کی یک حدیث پہنچی ہے کہ زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہے گی پس آپ کے بعد حجت اور امام کون ہے۔ آپ نے فرمایا میرا بیٹا محمدؑ جس کا نام توریت میں باقر ہے۔ جو علم کو ظاہر کرے گا وہ میرے بعد حجت اور امام ہوگا۔ محمد باقر کے بعد ان کا فرزند جعفرؑ جو اہل سماء میں صادق کے نام سے مشہور ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ان کا نام ہی صادق کیوں جبکہ آپ سب صادق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے اور ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میرا بیٹا جعفر بن محمد بن علی بن حسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ پیدا ہو تو اس کا نام صادق رکھنا اس کی اولاد میں سے پانچویں فرد کا نام جعفر ہوگا جو امامت کا دعویٰ کرے گا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے گا وہ اللہ کے نزدیک جعفر کذاب ہوگا۔ وہ ایسی شے کا دعویٰ کرے گا جس کا وہ اہل نہیں وہ اپنے باپ کا مخالف اور اپنے بھائی سے حسد کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے ولی کی غیبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ کے راز کو ظاہر کرنے گا اور وہ کرے گا پھر امام زین العابدین علیہ اسلام نے شدید گریہ فرمایا پھر ارشاد فرمایا جعفر کذاب ولی اللہ کی تلاش میں طاغوتِ زمانہ کا ساتھ دے گا۔ ان کی مخبری کی کوشش کرے گا اور امام قائمؑ کی ولادت سے ناواقف ہوتے ہوئے اپنے والد کے حرم کا وکیل بن جائے گا اور خواہش کرے گا کہ اگر امام قائمؑ پر غلبہ حاصل کرے تو انہیں قتل کردے اور اپ کی میراث میں لالچ کرے گا یہاں تک کہ بغیر حق کے اسے غصب کرے گا۔

ابو خالد کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ فرزند رسول کیا یہ پیش گوئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ قسم بخدا یہ بات ہمارے پاس موجود اس صحیفے میں لکھی ہے جس میں ان مصائب کا ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم پر گزریں گے۔ ابو خالد کہتے ہیں میں نے پوچھا فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس کے بعد ولی اللہ عزوجل اور اوصیاء رسول اللہ وائمہ کے بارہویں کے لئے ایک طویل غیبت کا دور ہوگا۔

اے ابو خالد اس کی غیبت کے زمانے میں وہ لوگ جو اس امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر ہوں گے وہ لوگ تمام زمانوں کے لوگوں سے افضل ہوں گے کیونکہ اللہ ان کو عقل و فہم و معرفت عطا کرے گا اور ان کے نزدیک غیبت مشاہدہ کی طرح ہوگی۔ ان کا مرتبہ ان مجاہدین کے برابر ہوگا جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں تلوار سے جہاد کیا۔ یہی لوگ حقیقتاً مخلص اور ہمارے سچے شیعہ ہوں گے۔ وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف ظاہرہ و پوشیدہ دعوت دیں گے۔ حضرت علی بن حسین امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ظہور امام کا انتظار بذاتِ خود مصائب سے نجات کا عظیم ترین ذریعہ ہے۔

اس حدیث کو ہم سے علی بن احمد بن موسیٰ، محمد بن احمد شیبانی اور علی بن عبد اللہ وراق نے بیان کیا ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے سہل بن زیاد الآدمی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنیؑ نے ان سے صفوان نے

ان سے ابراہیم ابو زید نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے ان سے ابو خالد کابلی نے ان سے علی بن حسین علیہما السلام نے بیان کیا ہے۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا جعفر کذاب کا تذکرہ کرنا ان اخبار کی صحت پر دلالت کرتا ہے جو اس بارے میں آئے ہیں۔

اور اسی جیسی روایت ابوالحسن علی بن محمد عسکری علیہما السلام سے ہے کہ وہ خوش نہیں ہوئے جبکہ ان کے یہاں ولادت ہوئی اور یہ کہ انہوں نے ہم کو بتایا کہ وہ خلق کثیر کو عنقریب گمراہ کرے گا۔ یہ سب بھی ان کے لئے اس کی دلالت ہے۔ اس لئے کہ امامت کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی دلالت نہیں کہ ان باتوں کی خبر دیں کہ جو پہلے نہیں ہوئیں اور پھر ہو جائیں۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی نبوت کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کو بتایا کہ وہ کیا کھاتے ہیں اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی اکرمؐ تھے جبکہ ابو سفیان نے اپنے دل میں کہا کہ کسی نے اس طرح کیا ہے جس طرح میں نے کیا ہے۔ میں ایا ہوا میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو دور کردیا میں اس کے خلاف اہل حبشہ و کنانہ کے کثیر افراد کو جمع کرتا رہا۔ پھر میں نے ان لوگوں کے ساتھ اس سے جنگ لڑی۔ پھر شدید میں اس کو روک سکتا تھا۔ تو نبی اکرمؐ نے اپنے خیمہ سے آواز دی اور فرمایا: اے ابو سفیان اب اللہ تجھ کو جزاء دے گا اور یہ اس طرح کی دلالت تھی جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم کی تھی۔ اور جن تمام ائمہ طاہرینؑ نے اس طرح کی خبر دی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ایسے امام ہیں کہ جن کی اطاعت فرض ہے۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے جعفر بن محمد بن حسن بن فرات نے ان سے صالح بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن زیاد نے ان سے ان کی والدہ فاطمہ بنت محمد بن ہیثم المعروف ابن سیابہ نے کہ جعفر کی پیدائش کے وقت میں جناب امام علی بن محمد عسکری (امام علی نقی علیہ السلام) کے گھر میں تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی ولادت سے گھر کے لوگ مسرور ہوئے لیکن امام علی بن محمد (علیہ السلام) مسرور نہیں ہوئے۔ میں نے دریافت کیا مولا آپ اس بچے کی ولادت سے مسرور کیوں نہیں ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا اس بچے کے سبب کثیر خلق گمراہ ہوگی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے الشریف ابوالحسن علی بن موسیٰ بن احمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؑ نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن محمد نوفلی نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے عثمان بن عیسیٰ کلابی نے ان سے خالد بن نجیح نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد (حمران بن اعین) نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائم کے لئے انبیاء کی سنتوں میں سے [حضرت آدم علیہ السلام کی سنت،] حضرت نوح علیہ السلام کی سنت

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت، حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ [حضرت آدم اور] حضرت نوح کی سنت طویل عمر۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ولادت کا مخفی اور پوشیدہ ہونا خدا کے دین کی حمایت میں لوگوں سے الگ تھلگ رہنا۔ حضرت موسیٰ کی سنت خوف اور غیبت۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت یہ کہ لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت یہ کہ بلاؤں اور مصیبتوں کے بعد کشادگی نصیب ہوئی۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت خروج بالسیف ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی نے ان سے ابو فرج مظفر بن احمد نے ان سے محمد بن جعفر کوفی اسدی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے حسین بن یزید نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام فرماتے ہیں کہ امام قائم کے لئے نوح کی سنت طویل عمر ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد وقاقؒ اور محمد بن احمد شیبانیؒ نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد حمران بن اعین نے ان سے سعید بن جبیر نے کہ امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ قائم کے لئے سنت حضرت نوح یعنی طویل عمر ہے۔

۶۔ مندرجہ بالا اسناد سے امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا ہمارے قائم کی ولادت لوگوں سے مخفی رہے گی یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے کوئی اولاد ہی نہ تھی جو خروج کرے اور کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوگا جس کی بیعت اس کے گلے میں ہو۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے بسطام بن مرہ نے ان سے عمرو بن ثابت نے کہ امام زین العابدین علی بن حسین علیہما السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص غیبت امام میں ہماری ولایت پر یقین رکھ کر ثابت قدم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہداء بدر و احد کے مرتبہ کے ایک ہزار شہداء کا اجر عطا فرمائے گا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصام کلینیؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن قیس نے ان سے ثابت ثمالی نے ان سے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے فرمایا کہ یہ آیت " **واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللّٰہ** " (سورۃ احزاب آیت ۶) اور قرابت والے ایک دوسرے

سے لگاؤ رکھتے ہیں اللہ کے حکم میں۔ ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور آیت " **وجعلھا کلمۃ باقیۃ فی عقبہ** " (سورۃ زخرف آیت ۲۸) "اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں" ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور امامت حسین ابن علی بن ابی طالب علیہ السلام کی نسل میں قیامت تک رہے گی اور ہمارے قائم کے لئے دو غیبتیں ہیں ان میں سے ایک دوسری سے طویل ہے۔ پہلی غیبت چھ دن یا مہینے یا چھ سال ہے۔ دوسری غیبت اتنی طویل ہوگی کہ اکثر لوگ اس امر سے انکار کردیں گے سوائے ان کے جس کا یقین قوی اور معرفت صحیح ہو اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس پر اپنے نفس میں تنگی نہ محسوس کرے۔ پس سلامتی ہے ہم اہل بیت کے لئے۔

۹۔ انہی اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ امام علی بن حسین علیہما السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دین ناقص عقل سے، باطل رائے سے اور فاسد خیالات سے حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ تسلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ پس جس نے ہمیں تسلیم کیا اس کے لئے سلامتی ہے۔ جس نے ہماری پیروی کی اس کے لئے ہدایت ہے۔ اور جس نے قیاس ور رائے سے کام لیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے ہمارے قول اور ہمارے فیصلہ پر اپنے نفس میں تنگی محسوس کی اس نے سبع مثانی اور قرآن نازل کرنے والی ذات، (اللہ تعالیٰ) کا انکار کیا۔

باب (۳۲) غیبت امام سے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن حسین بن عمر بن یزید نے ان سے حسین بن ربیع مدائنی نے ان سے محمد بن اسحاق نے ان سے اسید بن ثعلبہ نے ان سے ام ہانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہما اسلام (امام محمد باقر علیہ اسلام) سے آیت " **فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس** " (سورۃ التکویر آیت ۱۵۔۱۶) "سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دبک جانے والوں کی" کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام (زمانہ غیبت میں) لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوں گے آپ نے فرمایا: اس سے مراد وہ امام ہے جو ۲۶۰ھ میں اپنی معرفت رکھنے والوں کی وفات کے بعد پردہ غیبت میں چلا جائے گا۔ پھر (وقت ظہور، اس طرح ظاہر ہوں گے جس طرح تاریک رات میں روشن ستارے ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر تم ان کو پا ؤ تو یہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہوگا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون فامی، علی بن حسین بن شاذویہ مؤدب، جعفر بن محمد بن مسرور اور جعفر بن حسین رضی اللہ عنہم نے ان سے محمد بن عبداللہ ابن جعفر حمیری نے ان سے ان کے والد نے ان سے ایوب بن نوح نے

ان سے عباس بن قصبانی نے۔

نیز بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی بن حسن بن علی عبداللہ بن مغیرہ کوفی نے ان سے ان کے دادا حسن بن علی بن عبداللہ نے ان سے عباس بن عامر قصبانی نے ان سے موسیٰ بن ہلال ضبی نے ان سے عبداللہ بن عطاء نے کہ میں نے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ عراق میں آپؑ کے بہت شیعہ ہیں۔ پس اللہ کی قسم آپؑ کے اہل بیت میں آپ جیسا کوئی نہیں۔ پھر آپؑ خروج کیوں نہیں کرتے۔ آپؑ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عطاء تم نے بے معنی باتوں کی طرف کان دھرا ہے میں تمہارا خروج کرنے والا امام نہیں ہوں۔ میں نے پوچھا پھر وہ کون سے امام ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا وہ جس کی ولادت لوگوں سے مخفی ہوگی وہ خروج کرے گا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے موسیٰ بن عمر بن یزید صیقل نے ان سے علی بن اسباط نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے ان سے ابو جعفر (امام محمد باقر علیہ السلام) نے آیت " قل ارایتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین " کہ وہ بھلا دیکھو تو اگر صبح کو پانی تمہارا خشک ہو جائے پھر کون ہے جو تمہارے پاس ستھرا ہوا پانی لائے " کے بارے میں ارشاد فرمایا یہ آیت قائمؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ تمہارا امام تمہاری نظروں سے غائب ہو جائے گا۔ اور تم نہیں جان سکو گے کہ وہ کہاں گئے۔ جب آپؑ ظاہر ہوں گے تو تم کو آسمان و زمین کی خبر دیں گے اور خدا کے حلال اور حرام کی۔ پھر فرمایا خدا کی قسم اس آیت کی تاویل ابھی واقع نہیں ہوئی بلکہ (آئندہ زمانہ میں) ہونے والی ہے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن و انس کی طرف مبعوث کیا۔ ان کے بعد ان کے بارہ اوصیاء ہیں جن میں سے کچھ گزر گئے اور کچھ باقی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام اوصیاء کے لئے اوصیاء جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت جاری ہوئی اور وہ یہ کہ (عیسیٰؑ کے اوصیاء بھی) بارہ تھے اور امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیات ہیں۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے عبداللہ بن حماد انصاری اور محمد بن سنان نے ان سے ابو جارود زید بن منذر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے ابو جارود جب عرصہ غیبت طویل ہو جائے گا تو لوگ کہنے لگیں گے کہ قائم علیہ السلام مر گئے یا ہلاک ہو گئے ہیں۔ اور یہ اس سبب سے کہیں گے کہ مصائب و آلام شدید ہو جائیں گے۔ اور ان کے در پہ دشمن نے کہا ایسا کب ہوگا اب تو ان کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ ایسے میں تم لوگ اس کے ظہور کی

امید میں رہو۔ پس اس وقت جب تم سنو تو ایمان پر ثابت قدم رہنا چاہیے کیسی ہی دشواری کیوں نہ ہو۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے سلیمان بن داؤد نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام قائم علیہ السلام کے لئے چار انبیاء علیہم السلام کی چار سنتیں ہوں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سنت۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت خوف، حضرت یوسف علیہ السلام کی قید، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ کہ کچھ ان کے بارے میں کہیں گے مرگئے کچھ کہیں گے نہیں مرے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت تلوار (یعنی جہاد)۔

اسی طرح کی ایک حدیث مجھ سے احمد بن زیاد ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے سلیمان بن داؤد نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے بیان کی ہے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصامؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے قاسم بن علاء نے ان سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن مسلم ثقفی طحان نے کہ میں حضرت ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا۔ میرے پوچھنے سے پہلے ہی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔ اے محمد بن مسلم قائم آل محمد علیہ السلام کو پانچ رسولوں سے پانچ خصوصیات میں شباہت حاصل ہے۔ حضرت یونس بن متی، حضرت یوسف بن یعقوب، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ علیہم۔

حضرت یونس بن متی علیہ السلام سے شباہت اس طرح ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام ایک طویل عرصہ تک غیبت میں رہنے کے بعد جب ظاہر ہوئے تو اس وقت بھی وہ جوان تھے۔ جناب یوسف بن یعقوب علیہما السلام سے شباہت اس طرح ہے کہ آپ خاص و عام کی نظروں سے غائب رہے اور اپنے والد اور اپنے اہل خانہ اور اپنے دوستوں سے مخفی رہے حالانکہ آپ ان سے قریبی مسافت پر قیام پذیر تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے خوف سے غائب رہے اور طویل غیبت واقع ہوئی اور آپؑ کی ولادت مخفی رہی۔ اور حضرت موسیٰؑ کے بعد ان کی قوم پر انتہائی مصائب و آلام نازل ہوئے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی اجازت سے حضرت موسیٰؑ ظاہر ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں پر ان کی مدد و نصرت فرمائی۔ حضرت عیسیٰؑ سے مشابہت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ایک گروہ نے کہا وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ دوسرے نے کہا وہ مرگئے۔ تیسرے گروہ نے کہا وہ قتل ہوئے اور صلیب پر چڑھے اور ان

کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مشابہت یہ ہے کہ آپ خروج بالسیف کریں گے اور اللہ و رسول کے دشمنوں، جباروں اور طاغوتوں کو قتل کریں گے۔ آپ کی نصرت تلوار اور رعب سے کی جائے گی اور آپ کا علم سرنگوں نہ ہوگا۔

آپ کے خروج کی علامتوں میں شام سے سفیانی اور [یمن سے] یمانی کا ظاہر ہونا۔ ماہ رمضان میں آسمان سے چیخ اور آسمان سے یک منادی کا آپ اور آپ کے والد کا نام پکارنا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب اور ہیثم بن ابی مسروق نہدی نے ان سے حسن بن محبوب سراد نے ان سے علی بن رئاب نے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے بیان کیا کہ ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک انسانوں میں سب سے مقرب اعلم اور سب سے زیادہ مہربان ہستیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام ہیں۔ پس جہاں یہ داخل ہوں تم بھی داخل ہوجاؤ۔ جنہیں یہ چھوڑ دیں تم بھی چھوڑ دو۔ یہ ائمہ (علی اور حسن علیہما السلام کے بعد) حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد سے ہیں پس حق ان کے ساتھ ہے اور یہ ہی اوصیاء ہیں، یہی ائمہ ہدیٰ ہیں تو جہاں ان کو دیکھو ان کا اتباع کرو۔ اگر کبھی دیکھو کہ ان میں سے کوئی ہستی بھی نظر نہیں آرہی ہے تو خدا سے استغاثہ کرو اور اس سنت (یعنی غیبت) کا انتظار کرو جو تم پر واجب کردی گئی ہے اور اس سنت کا اتباع کرو۔ اور ان سے محبت کر جن سے تم محبت کرتے رہے ہو اور دشمنی کرو ان سے جن سے دشمنی کرتے رہے ہو۔ پس جلد ہی آزمائش پوری ہوجائے گی۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے جمیل بن دراج نے ان سے محمد بن مسلم نے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت پر حضرت علی اور حضرت خدیجہ علیہما السلام سے پہلے کسی نے بھی جواب نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں تین سال مخفی حالت خوف میں زندگی (بعد بعثت) گزاری۔ آپ کو اپنی قوم اور دوسرے لوگوں کا ڈر تھا۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس کا یہ حصہ موضوع کے لحاظ سے ہم نے پیش کیا۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے محمد بن حارث نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام قائم علیہ السلام قیام کریں گے تو کہیں گے "میں تم لوگوں سے (بحکم خدا) تمہارے خوف کی وجہ سے غائب ہوگیا تھا اب اللہ کا حکم میرے

پاس پہنچ گیا ہے اور اس نے مجھے مرسلین میں سے قرار دیا ہے۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے حسن بن علی بن ابو حمزہ نے ان سے (ان کے والد) ابو بصیر نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے کہ صاحب امر کے لئے موسیٰ علیہ السلام کی ایک سنت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سنت، حضرت یوسف علیہ السلام کی یک سنت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سنت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت یہ کہ وہ حالت خوف میں قوم سے غائب ہوگئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے قید اور غیبت تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت یہ حاصل ہوگی کہ آپ تلوار لے کر قیام کریں گے اور آٹھ مہینے تک دشمنان خدا کو اس وقت تک قتل کرتے رہیں گے جب تک اللہ راضی نہ ہوجائے۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ان کے دل میں رحم ڈال دے گا۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوسؒ نے ان سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے علی بن محمد قمی نے ان سے محمد بن احمد بن یحییٰ نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابو احمد ازدی نے ان سے ضریس کناسی نے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب امر کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام فرزند کنیز سیاہ کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے امور کی یک رات میں اصلاح فرمادے گا۔

۱۳۔ مندرجہ بالا اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے جبرئیل بن احمد نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی اور یعقوب بن یزید نے ان سے سلیمان بن حسن نے ان سے سعد بن ابی خلف زام نے ان سے معروف بن خربوذ نے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا: مولا مجھے آپ اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔ آپ نے فرمایا: ہماری مثل ستاروں جیسی ہے۔ جب ایک ستارہ غائب ہوتا ہے تو دوسرا ظاہر ہوجاتا ہے ہم میں امن و امان سلم و اسلام اور فاتح و مفتاح ہیں یہاں تک کہ عبدالمطلبؑ کے تمام فرزند برابر ہوجائیں اور یہ معلوم نہ ہوجائے کہ کون کس مقام و منزلت کا اہل ہے۔ اللہ تمہارے لئے تمہارے صاحب کو ظاہر کرے گا۔ پس اللہ کی حمد کرو جس نے (اس امام کو) سختی و خواری دونوں کا اختیار دیا۔ میں نے پوچھا: میں آپ پر قربان پھر وہ ان دونوں میں سے کس کو اختیار کریں گے؟ (آپ نے) فرمایا: سختی مصائب کو خواری پر اختیار کریں گے۔

۱۴۔ انہی اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود نے بیان کیا ان سے نصر بن صباح نے ان سے جعفر بن سہیل نے ان سے ابو عبداللہ نے جو علی کابلی کے بھائی ہیں۔ ان سے قابوسی نے ان سے نصر بن سندی نے ان سے خلیل بن عمرو نے ان سے علی بن حسین فزاری نے ان سے ابراہیم بن عطیہ نے ان سے ام ہانی ثقفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے آقا محمد

بن علی باقر علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی مولا قرآن کی ایک آیت میرے قلب میں اٹک گئی ہے۔
اور اس کے بارے میں میں رات بھر سوچتی رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ام ہانی اس آیت کے بارے میں پوچھو۔ میں
نے عرض کی وہ آیت ہے **فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس** (سورۃ التکویر آیت ۱۵و۱۶) "سو قسم کھاتا ہوں
میں پیچھے ہٹ جانے والوں سیدھے چلنے والوں دبک جانے والوں کی "آپ نے فرمایا: اے ام ہانی تم نے اچھا سوال کیا
جس آیت کے بارے میں دریافت کیا ہے وہ آخر زمانے کے ایک مولود کے بارے میں ہے۔ جو مہدی ہوگا اور عترت
سے ہوگا۔ جس کے لئے سرگردانی اور غیبت مقدر کی گئی ہے جس میں قومیں گمراہ بھی ہوں گی وہ ہدایت بھی پائیں گی۔
پس طوبیٰ ہے تیرے لئے اگر تو اس کو پائے اور طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کو پائیں۔

۱۵۔　　بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن ابو
عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے مغیرہ نے ان سے مفضل بن صالح نے ان سے جابر نے ان سے ابو جعفر
محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب ان کا امام ان کی نظروں سے غائب ہوجائے گا
پس طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس زمانے میں بھی ہمارے حکم پر ثابت قدم رہیں گے ان لوگوں کے مقرر کئے جانے
والے ثواب میں ادنیٰ ترین ثواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نداء دے گا کہ اے میرے بندو! تم میرے راز پر
ایمان لائے اور میری غیبت کی تصدیق کی پس تمہیں بشارت ہو کہ تمہارا اجر میرے ذمہ ہے۔ تمہاری بندگی کو میں نے
قبول کیا۔ تمہارے گناہوں کو معاف کیا اور تمہاری مغفرت کی۔ تمہارے باعث میں لوگوں کو بادلوں سے سیراب کرتا
ہوں اور تمہارے باعث ہی ان سے بلاؤں کو دور کرتا ہوں۔ اگر تم نہ ہوتے تو میں ان لوگوں پر ضرور عذاب نازل کرتا
جابر نے پوچھا: فرزند رسول اس زمانے میں مومن کا بہترین عمل کیا ہونا چاہیے؟ آپ نے فرمایا۔ اپنی زبان کی حفاظت
کرے اور گھر میں ٹھہرے (یعنی گوشہ نشین رہے)۔

۱۶۔　　بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصامؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے قاسم بن علاء نے ان
سے اسماعیل بن علی قزوینی نے ان سے علی بن اسماعیل نے ان سے عاصم بن حمید حناط نے ان سے محمد بن مسلم ثقفی
نے کہ میں نے سنا کہ امام ابو جعفر محمد بن علی باقر علیہما السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے قائم کی اللہ تعالیٰ اپنی مدد اور رعب
کے ذریعہ نصرت کرے گا۔ اس کے لئے زمین کے فاصلے سمٹ جائیں گے اور خزانے ظاہر ہوجائیں گے اس کی سلطنت
مشرق و مغرب میں پھیلی ہوگی۔ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب کردے گا۔ اگرچہ کہ مشرکین
کو یہ بات کتنی ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ زمین پر ہر شئے اپنی درست حالت میں آجائے گی۔ روح اللہ عیسیٰ بن مریم
علیہ السلام نازل ہوں گے اور امام قائم کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ میں نے عرض کیا مولا، آپ کے قائم کب ظہور
کریں گے؟ آپ نے فرمایا جب مرد عورتوں کی اور عورتیں مردوں کی شباہت اختیار کرلیں گے۔ مرد مرد پر اور عورت

عورت پر اکتفاء کریں گی ۔ اور جب عورتیں گھوڑوں پر سواری کرنے لگیں ۔ جھوٹی شہادت قبول کی جائے گی اور سچی شہادت رد کر دی جائے گی ۔ لوگ خونریزی کو معمولی سمجھیں گے ۔ زنا کاری اور سود عام ہوگا ۔ شریر لوگوں کی زبانوں سے لوگ ڈریں گے ۔ شام سے سفیانی اور یمن سے یمانی ظاہر ہوگا ۔ ارضِ بیداء کی زمین دھنس جائے گی ۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جوان رکن اور مقام کے درمیان قتل کر دیا جائے گا ۔ اس کا نام محمد بن حسن نفس زکیہ ہوگا ۔ آسمان سے ایک ندا آئے گی کہ حق اس کے اور سب شیعوں کے ساتھ ہے ۔ ایسے وقت میں ہمارا قائم خروج کرے گا ۔ جب وہ ظاہر ہوگا تو کعبہ سے ٹیک لگا کر قیام کرے گا ۔ اس کے ارد گرد تین سو تیرہ مرد جمع ہوں گے ۔ اس کا سب سے پہلا کلام یہ آیت ہوگی **بقیۃ اللّٰہ خیر لکم ان کنتم مو منین** (سورۃ ھود آیت ۸۶) اگر تم مومن ہو تو جو حکم خدا باقی رہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے" پھر کہے گا میں زمین پر بقیۃ اللہ اور اللہ کا خلیفہ اور تم پر اللہ کی حجت ہوں ۔ پس لوگ اس طرح سلام کریں گے " السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی ارضہ " پس جب اس کے پاس دس ہزار کا لشکر جمع ہو جائے گا تو وہ خروج کرے گا ۔ پس زمین پر سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہیں ہوگی ۔ اور جھوٹے خداؤں کو آگ میں جلادیا جائے گا اور یہ سب کچھ ایک طویل غیبت کے بعد ہوگا ۔ تاکہ اس بات کا فیصلہ ہو جائے کہ کون زمانہ غیبت میں اللہ کا فرمانبردار ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے ۔

۱۷ ۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علویؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو القاسم نے کہ میں نے احمد دہان کی کتاب سے نقل کیا ہے ۔ ان سے قاسم بن حمزہ نے بیان کیا ہے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے ابو اسماعیل سرج نے ان سے خیثمہ جعفی نے ان سے ابو ایوب مخزومی نے ان سے ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ بارہ خلفاء راشدین میں سے جب آخری بارہواں آئے گا تو حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے ۔ تم پر اس امام کی سنت اور قرآن کی اطاعت لازم ہے ۔

--------X--------X--------X--------X--------

کتاب " کمال الدین و تمام النعمۃ " جو غیبت کے اثبات میں شیخ فقیہ الصدوق ابو جعفر محمد بن علی حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی نے تالیف کی اس کا حصہ اول اختتام کو پہنچا ۔

دوسرے حصہ کا آغاز غیبت امام کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات سے ہوگا ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ الطاہرین

کمال الدین (جلد دوم)

باب ۳۳ غیبت امام قائم علیہ السلام کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات

شیخ فقیہ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی رحمہ اللہ اس کتاب کے مؤلف عرض کرتے ہیں کہ

۱۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والدؒ نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے صفوان بن مہران نے اور ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص تمام ائمہ کا اقرار کرے اور مہدی کا انکار کرے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انبیاء علیہم السلام کا اقرار کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ کسی نے آپؑ سے پوچھا فرزند رسول آپ کی اولاد میں مہدی کون ہیں؟ فرمایا ساتویں کا پانچواں (فرزند) جو تمہاری نظروں سے غائب ہوگا اور تمہارے لئے اس کا نام لینا جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے حسن بن علی زیتونی اور محمد بن احمد بن ابی قتادہ نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے امیہ بن علی نے ان سے ابی الہیثم بن ابی حبہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب ان تین ناموں کے اشخاص یکے بعد دیگرے آجائیں محمد و علی و حسن علیہم السلام تو ان کا چوتھا قائم ہوگا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن ما بنداذ نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے امیہ بن علی قیسی نے ان سے ابو الہیثم تمیمی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب یہ تین نام محمد و علی و حسن (علیہم السلام) آجائیں تو چوتھا قائم ہوگا۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد دقاقؒ نے ان سے محمد بن عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی

نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے مفضل بن عمر نے کہ میں نے آقا جعفر بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مولا کیا آپ اپنے بعد کسی امام کے لئے ہم سے عہد لیں گے؟ آپ نے فرمایا اے مفضل میرے بعد میرا بیٹا موسیٰ امام ہوگا اور آخری امام منتظر م ح م د ابن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام ہے

۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابو عبداللہ برقیؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابی عبداللہ نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے محمد بن سنان اور ابو علی رزاز نے ان سے ابراہیم کرخی نے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جو اس وقت بچے تھے تشریف لائے پس میں ان کے احترام میں اٹھا ان کے بوسے لئے اور اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اے ابراہیم یہ میرے بعد تمہارے صاحب امر ہیں۔ ان کے بارے میں امر امامت میں کئی لوگ گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جائیں گے۔ اور کئی سعادت پائیں گے پس اللہ کی لعنت ہو ان کے قاتل پر اور اس کے لئے دوگنا عذاب ہو۔ اس کے صلب سے اللہ ایک زمانے میں بہترین شخص کو ظاہر کرے گا جس کا نام ہمارے جدؐ کے نام پر ہوگا وہ آنجنابؐ کے علم و احکام و فضائل کا وارث ہوگا۔ وہ امامت کا معدن۔ راس الحکمۃ ہوگا وہ ہر قبیلے کے جابروں کو قتل کرے گا اس کے فضائل سے لوگ حسد کریں گے لیکن اللہ اپنے امر کو پورا کرے گا چاہے مشرکین کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ اللہ اس کے صلب سے بارہ کی تکمیل امام مہدی کو ظاہر کرے گا۔ اس کو اپنی کرامت سے مخصوص کرے گا اور اس کے لئے مقام مقدس کو حلال کرے گا۔ بارہویں امام کا انتظار کرنے والا ایسا ہے جیسے رسول اللہ کی طرف سے تلوار چلانے اور آپؐ کا دفاع کرے۔

ابراہیم کہتے ہیں کہ اتنے میں بنو امیہ کا ایک حلیف آپ کی خدمت میں آیا پس آپ نے اپنی گفتگو منقطع کر دی۔ اس کے بعد میں امام کی خدمت میں گیارہ مرتبہ حاضر ہوا کہ امام اپنا کلام مکمل کریں مگر ایسا موقع پھر حاصل نہ ہوسکا۔ کافی عرصہ کے بعد جب میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا اے ابراہیم وہ (امام قائم علیہ السلام) شیعوں کے طویل کرب و پریشانی اور خوف و غم میں مبتلا رہنے کے بعد ظہور کرے گا۔ پس طوبیٰ ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کے زمانے کو پائیں گے۔ اے ابراہیم اتنا تمہارے لئے کافی ہے۔ ابراہیم کہتا ہے اس دن جو کچھ میں نے سنا کبھی نہ تھا وہ میرے دل کے لئے مسرت کا باعث اور آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوا اور ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ماجیلویہؒ اور محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے ابو طالب عبداللہ بن الصلت قمی نے ان سے عثمان بن عیسیٰ نے ان سے سماعہ بن مہران نے کہ میں ابو بصیر اور امام محمد باقر علیہ السلام کا غلام محمد بن عمران مکہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ محمد بن عمران نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں ہم بارہ ہادی ہیں۔ ابو بصیر نے اس سے کہا کہ اللہ

کی قسم کھاؤ کہ تم نے یہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ پس اس نے تک یا دو مرتبہ قسم کھائی کہ میں نے یہ سنا ہے۔ ابو بصیر سے مثل دیگر میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے۔

اسی طرح کی ایک حدیث محمد بن حسن بن محمد بن ولید نے بیان کی ہے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے ابو طالب عبد اللہ بن صلت قمی نے ان سے عثمان بن عیسیٰ نے اور ان سے سماعہ بن مہران نے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن حسین بن یزید زیات نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے علی بن سماعہ نے ان سے علی بن حسن بن رباط نے ان سے ان کے والد نے ان سے مفضل بن عمر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مخلوق کو خلق کرنے سے چودہ ہزار سال پہلے چودہ نور خلق کئے اور یہ ہماری ارواح تھیں۔ کسی نے پوچھا مولا یہ چودہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا محمدؐ و علیؑ و فاطمہ حسنؑ و حسینؑ اور حسینؑ کی اولاد میں سے نو، جن میں آخری قائم ہوگا جو غیبت کے بعد قیام کرے گا اور دجال کو قتل کرے گا اور زمین کو ظلم و جور سے پاک کرے گا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابو الخطاب نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علی بن رئاب نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **یوم یاتی بعض ایٰت ربک لا ینفع نفسا ایمانھا لم تکن امنت من قبل** سورۃ الانعام آیت ۱۵۸۔ "جس دن آئے گی ایک نشانی میرے رب کی تو جو پہلے ایمان نہیں لایا تھا اب اس کا ایمان لانا اس کو فائدہ نہیں پہنچائے گا" کے بارے میں دریافت کیا گیا تو امام نے فرمایا ان میں آیات سے مراد ائمہ ہیں اور آیت منتظرہ امام قائم (علیہ السلام) ہیں کہ ان کے قیام بالسیف کے بعد کسی کا ایمان لانا فائدہ مند نہ ہوگا۔ اگرچہ کہ وہ پہلے ان کے بارے ایمان رکھتا ہو۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان، علی بن احمد بن محمد دقاق، علی بن عبداللہ وراق، عبداللہ محمد صائغ اور محمد بن احمد شیبانی رضی اللہ عنہم نے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے ان سے بکر بن عبد اللہ بن حبیب نے ان سے تمیم بن بہلول نے ان سے عبد اللہ بن ابی اسمٰعیل نے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں اور ان کی کیا علامات ہیں جن کے لئے امامت واجب ہے۔ آپ نے فرمایا امامت پر دلیل اور مسلمانوں پر حجت وہ فرد ہے جو امور مسلمین کا قائم کرنے والا، ناطق بالقرآن اور احکام کا عالم ہے (اس میں مقصد فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بھائی اور ان کی امت پر ان کے خلیفہ اور وصی اور ولی ہیں۔ ان کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ایسا ہے جیسے ہارون کو موسیٰ سے نسبت تھی۔ ان کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح فرض کیا ہے۔ **یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم** سورہ نساء آیت ۵۹ "اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا حکم مانو رسول کا اور صاحبانِ امر کا جو تم میں سے ہوں" نیز ارشاد ہوا

انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون (سورہ مائدہ آیت ۵۵) بے شک تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسول اور جو ایمان لائے ہیں جو کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں درآنحالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ پھر ان کی ولایت کی طرف دعوت دی گئی ان کی امامت کو غدیر خم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح ثابت کیا۔ کیا میں تمہارے نفسوں پر حاکم نہیں ہوں؟ سب نے کہا بے شک۔ آپؐ نے فرمایا جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ اے اللہ اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اس سے دشمنی رکھ جو اس سے دشمنی رکھے۔ اس کی مدد کر جو اس کی مدد کرے۔ اس کو چھوڑ دے جو اس کو چھوڑ دے۔ اس کی اعانت کر جو اس کی اعانت کرے۔ یہ علی بن ابی طالب امیرالمومنین، امام المتقین قائد الغر المحجلین وافضل الوصیین رسول اللہؐ کے بعد تمام خلق میں بہترین ہے۔ ان کے بعد حسنؑ پھر حسینؑ فرزندانِ رسولؐ اور جناب فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے ولی اللہ ہیں پھر علی بن حسین پھر محمد بن علی پھر جعفر بن محمد پھر موسیٰ بن جعفر پھر علی بن موسیٰ پھر محمد بن علی پھر علی بن محمد پھر حسن بن علی پھر ابن حسن بن علی صلوات اللہ علیہم۔ ہمارے اس دن تک ایک کے بعد ایک۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عترت ہیں جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت ہے۔ یہ امام ہر زمانے ہر دور اور ہر وقت کے لیے ہے۔ یہ "عروۃ الوثقیٰ" ہیں۔ یہ ائمہ ہدیٰ ہیں۔ یہ اہل دنیا پر اللہ کی حجت ہیں کیونکہ اللہ نے زمین اور جو کچھ اس پر ہے اسکا انہیں وارث قرار دیا۔ جس شخص نے ان کی مخالفت کی وہ گمراہ ہوا اور حق و ہدایت کو چھوڑ بیٹھا۔ یہی قرآن کی تعبیر اور حضورؐ کے احکام کو بیان کرنے والے ہیں۔ یہ وہی شخصیات ہیں کہ جن کی معرفت کے بغیر کوئی مرجائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ انہی میں تقویٰ و عفت و صدق و صلاح اور اجتہاد کی صفات ہیں۔ یہی امامت کو نبی کے اہل کی طرف ادا کرتے ہیں چاہے وہ نیک ہو یا فاجر۔ یہی سجدے کو طویل اور رات کو قیام کرتے ہیں۔ یہی محارم سے اجتناب کرتے ہیں۔ یہ کشادگی وقت کا صبر کے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔ ان کی صحبت اور ان کی ہمسائیگی بہتر ہے۔ پھر تمیم بن بہلول کہتے ہیں کہ ایسی ہی حدیث محمد بن ابو معاویہ نے بھی بیان کی ہے اعمش سے اور ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

▪ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن خالد نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے مقرب بندے وہ ہیں اور اللہ ان بندوں سے راضی ہوتا ہے کہ جب اللہ کی حجت ان کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو جائے اور وہ اس کے مقام کو جانتے بھی نہ ہوں مگر ان کو اس کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ کی حجت کبھی باطل نہیں ہوتی (چنانچہ) وہ صبح و شام اس کا انتظار کرتے ہیں۔ اور اللہ کا غضب اپنے ان دشمنوں پر شدید ہوتا ہے کہ جب اللہ کی حجت ان کی نظروں سے غائب ہو جائے تو وہ شک اور انکار میں مبتلا ہو جاتے ہیں

اللہ جانتا تھا کہ اس کے خاص بندے اس سلسلے میں شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہوں گے اور اگر ایسی بات ہوتی تو وہ اپنی حجت کو ایک لحظے کے لئے بھی ان سے پوشیدہ نہیں رکھتا۔ یہی لوگ شرپسند لوگوں کے مردود ہوتے ہیں۔

۱۱۔ انہی اسناد سے مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں مرے کہ وہ امام زمانہ کی آمد کا منتظر ہو تو اس کا مرتبہ ایسا ہے جیسے وہ اس امام کے ساتھ ان کے خیمے میں قیام پذیر تھا۔ نہیں بلکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تلوار سے جہاد کیا۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن دقاق نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے سہل بن زیاد آدمی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے عبدالعزیز عبدی نے ان سے عبداللہ بن ابی یعفور نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے میرے آبائے کرام علیہم السلام اور میری اولاد میں سے تمام کی امامت کا اقرار کیا اور میرے بیٹے مہدی کی امامت کا انکار کیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انبیاء کی نبوت کا اقرار کیا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کر دیا۔ میں نے پوچھا مولا آپ کی اولاد میں سے مہدی کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا ہماری نسل سے ساتویں پشت سے پانچواں جو تمہاری نظروں سے غائب ہوگا۔ اور جس کا نام لینا تمہارے لئے جائز نہ ہوگا۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے ابو عبداللہ عاصمی نے ان سے حسین بن قاسم بن ایوب نے ان سے حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے ثابت صائغ نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم بارہ افراد میں سے مہدی ہوں گے چھ گزر چکے اور چھ باقی ہیں۔ (ان باقی چھ میں سے) چھٹے کے ذریعہ اللہ وہ امور ظاہر کرے گا جو وہ چاہے گا۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے ابو عبداللہ عاصمی نے ان سے حسین بن قاسم بن ایوب نے ان سے حسن بن محمد بن سماعہ نے ان سے وہیب نے ان سے ذریح نے ان سے ابو حمزہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ہم بارہ (افراد) میں سے مہدی ہوں گے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے احمد بن محمد ہمدانی نے ان سے جعفر بن عبداللہ نے ان سے عثمان بن عیسیٰ نے ان سے سماعہ بن مہران نے کہ میں ابو بصیر اور محمد بن عمران جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے غلام تھے، مکہ میں ایک گھر میں تھے۔ محمد بن عمران نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے فرمایا) ہم بارہ مہدی ہیں۔ ابو بصیر نے دو مرتبہ قسم اٹھاتے ہوئے کہا کہ میں نے بھی یہ بات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنی ہے۔

۱۳ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن خالد برقی نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے مقرب بندے وہ ہیں اور اللہ ان بندوں سے راضی ہوتا ہے کہ جب اللہ کی حجت ان کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو جائے اور وہ اس کے مقام اور مکان کو جانتے بھی نہ ہوں (کہ اس حجت تک پہنچ سکیں) مگر انہیں اس کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ کی حجت کبھی باطل نہیں ہوتی اور وہ صبح اور شام اس کا انتظار کرتے ہیں۔ اور اللہ کا غضب اس کے ان دشمنوں پر شدید ہوتا ہے کہ جب اللہ کی حجت ان کی نظروں سے غائب ہو جائے تو وہ شک اور انکار میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اللہ جانتا تھا کہ اس کے خاص بندے اس سلسلے میں شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوں گے ورنہ اگر ایسی بات ہوتی تو وہ اپنی حجت کو ایک لحظہ کے لئے بھی ان سے پوشیدہ نہیں رکھتا۔ اور اس میں شک و شبہ برے لوگوں کے دل و دماغ پر سوار ہوگا اور یہی لوگ شر پسند لوگوں کے سر براہ ہو جاتے ہیں۔

۱۴ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے محمد بن نعمان نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کے مقرب بندے وہ ہیں اور اللہ ان بندوں سے راضی ہوتا ہے کہ جب اللہ کی حجت ان کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو جائے اور وہ اس کے مقام و مکان کو جانتے بھی نہ ہوں (کہ اس حجت تک پہنچ سکیں) مگر انہیں اس کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ کی حجت کبھی باطل نہیں ہوتی اور وہ صبح اور شام اس کا انتظار کرتے ہیں اور اللہ کا غضب اس کے دشمنوں پر شدید ہوتا ہے کہ جب اللہ کی حجت ان کی نظروں سے غائب ہو جائے تو وہ شک اور انکار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ جانتا تھا کہ اس کے خاص بندے اس سلسلے میں شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوں گے اور اگر ایسی بات ہوتی تو وہ اپنی حجت کو ایک لحظہ کے لئے بھی ان سے پوشیدہ نہ رکھتا۔

۱۵ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے معلّی بن محمد بصری نے ان سے محمد بن جمہور وغیرہ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عبداللہ بن سنان نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قائم کے لئے موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی ایک خصوصیت ہے میں نے پوچھا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا۔ ولادت کا مخفی ہونا اور اپنی قوم سے غائب ہونا۔ میں نے عرض کی۔ جناب موسیٰ بن عمران علیہ السلام اپنی قوم سے کتنے عرصہ غائب رہے۔ آپ نے فرمایا اٹھائیس سال۔

۱۶ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن عبدالعزیز نے ان سے ہمارے علماء میں سے کئی افراد نے ان افراد نے داؤد بن کثیر رقی نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت الذین یومنون بالغیب سورۃ بقرۃ آیت ۳ جو کہ یقین

رکھتے ہیں جو دیکھی چیزوں کا " کے بارے میں فرمایا یہ آیت ان لوگوں کے لئے ہے جو حضرت ہمارے قائم کے ظہور کو حق جانتا۔

٢٠۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد دقاق نے ان سے محمد بن ابی عبد اللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نے ان سے علی بن ابو حمزہ نے ان سے یحییٰ بن ابو القاسم نے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان آیات کے بارے میں دریافت کیا " **الم O ذلک الکتاب لاریب فیہ ھدی للمتقین O الذین یومنون بالغیب** (سورۃ بقرہ آیات ١ تا ٣) " الم یہ وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں ۔ متقی لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور جو لوگ غیب پر یقین رکھتے ہیں " تو آپ نے فرمایا متقیوں سے مراد حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں اور غیب سے مراد امام غائب ہیں ۔ اس کی دلیل میں یہ ارشاد رب العزت ہے

ویقولون لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم من المنتظرین سورۂ یونس آیت ٢٠ " اور کہتے ہیں کیوں نہ اتری اس پر ایک نشانی اس کی رب سے ۔ سو کہہ دو کہ غیب کی بات اللہ ہی جانے سو منتظر رہو ۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ۔

٢١۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے ان سے فضالہ بن ایوب نے ان سے سدیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قائم کی مثال یوسف علیہ السلام جیسی ہے ۔ میں نے عرض کیا گویا آپ ان کے بارے میں یا ان کی غیبت کے بارے میں کچھ فرما رہے ہیں آپ نے مجھ سے فرمایا اس امت کے سوروں سے مشابہ لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ۔ یقیناً برادران یوسف پیغمبروں کی اولاد میں سے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ سودا اور معاملہ کیا وہ ان کے بھائی تھے مگر انہوں نے نہ پہچانا یہاں تک کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ظاہر کیا کہ میں یوسف ہوں تو یہ امت کیوں انکار کرتی ہے کہ خدا اپنی حجت کو جس وقت چاہے لوگوں سے پوشیدہ کر دے ۔ بے شک حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر تھے اور ان کے اور ان کے باپ کے درمیان اٹھارہ روز کی راہ تھی اگر خدا چاہتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ کو حضرت یعقوب علیہ السلام پر ظاہر کر دیں تو وہ اس پر قادر تھے خدا کی قسم حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے فرزند خوش خبری کے بعد صحرا کی راہ سے نو روز میں مصر پہنچے تو یہ امت کیوں انکار کرتی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی حجت کے بارے میں وہ کرے گا جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملے میں اس نے کیا کہ وہ لوگوں کے پاس سے بازاروں میں گزرتے اور فرش پر ان کے ساتھ بیٹھتے اور وہ لوگ ان کو نہ پہچانے جب تک کہ خدا نے اجازت نہ دی کہ وہ اپنے کو پہچنوائیں جس طرح کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اجازت دی جس وقت کہ انہوں نے اپنے بھائیوں سے کہا **قال**

هل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیه اذ انتم جاهلون ○ قالوا ءانک لانت یوسف قال انا یوسف وهذا اخی (سورۃ یوسف آیت ۸۹، ۹۰) "کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ۔ جب تم کو سمجھ نہ تھی۔ بولے کیا تو ہی یوسف ہے؟ کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔"

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے صفوان بن مہران جمّال نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم تم سے تمہارا مہدی غیبت اختیار کرے گا یہاں تک کہ جاہل کہہ اٹھیں گے کہ اب اللہ کو آل محمد علیہم السلام کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ ظاہر ہوگا جیسے شہاب ثاقب ظاہر ہوتا ہے۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار نے ان سے علی بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نے ان سے محمد بن اسمٰعیل بن بزیع نے ان سے حیان سراج نے ان سے سید بن محمد حمیری نے ایک طویل حدیث میں بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ فرزند رسول ہم تک آپ کے آباء علیہم السلام کی جانب سے غیبت اور اس واقعہ کے صحیح ہونے کے بارے میں پہنچی ہیں۔ آپ اس بارے میں کچھ بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا میری اولاد میں چھٹے امام کے لئے غیبت واقع ہوگی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہدایت میں بارہویں فرد ہوگا۔ ان میں کا پہلا فرد امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اور آخری قائم بالحق ہیں۔ جو زمین پر بقیۃ اللہ ہیں اور صاحب زمان ہیں۔ خدا کی قسم اگر امام غیبت میں اتنے عرصے رہیں جتنے عرصہ نوح اپنی قوم میں رہے تو بھی اللہ اس دنیا کو اس وقت تک ختم نہیں کرے گا جب تک آپ ظاہر نہ ہو جائیں۔ پس آپ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے عثمان بن عیسیٰ کلابی نے ان سے خالد بن نجیح نے ان سے زرارہ بن اعین نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے قائم علیہ السلام کے لئے قیام سے پہلے غیبت ہے میں نے پوچھا وہ کیوں؟ آپ نے فرمایا دشمنوں کے خوف سے۔ اور آپ نے اپنے بطن مبارک کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا اے زرارہ وہ منتظر ہے اور وہ ایسا ہے جس کے بارے میں لوگ شک کریں گے کچھ لوگ کہیں گے کہ اس کا حمل قرار پایا تھا کچھ کہیں گے پیدا ہوتے ہی فوت ہو گئے اور یہ شیعوں کا امتحان ہے گا اور باطل پرست شک کریں گے۔ زرارہ کہتے ہیں میں نے کہا میں آپ پر فدا ہو جاؤں اگر میں اس زمانہ غیبت میں موجود ہوں تو کون سا عمل میرے لئے بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا اے زرارہ اگر تم اس زمانہ کو پاؤ تو ہر وقت یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي نَفْسَكَ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَفْسَكَ لَمْ أَعْرِفْ نَبِيَّكَ، اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي رَسُولَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي رَسُولَكَ لَمْ أَعْرِفْ حُجَّتَكَ، اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي حُجَّتَكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِينِي۔ (اے اللہ تو مجھے اپنی معرفت عطا کر کیونکہ میں نے تیری معرفت حاصل نہیں کی تو تیرے نبی کی معرفت حاصل نہیں کر سکوں گا۔ اے اللہ مجھے اپنے رسول کی معرفت عطا فرما کیونکہ اگر میں تیرے رسول کی معرفت حاصل نہ کر سکا تو تیری حجت کو نہیں پہچان سکوں گا۔ اے اللہ مجھے اپنی حجت کی معرفت عطا فرما کیونکہ اگر مجھے تیری حجت کی معرفت عطا نہیں ہوئی تو میں دین سے گمراہ ہو جاؤں گا)۔

پھر فرمایا اے زرارہ بے شک اس وقت مدینے میں ایک نوجوان قتل کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا، میں آپ پر فدا کیا اس نوجوان کو سفیانی کا لشکر قتل کرے گا؟ آپؑ نے فرمایا نہیں بلکہ فلاں قبیلے کا لشکر قتل کرے گا۔ وہ لشکر مدینہ میں داخل ہوگا۔ اور اس نوجوان کو پکڑ کر قتل کر دے گا۔ پس اس کا قتل عدواً ظلماً بغاوت و سرکشی اور ظلم پر مبنی ہوگا اور رب اللہ مزید مہلت نہیں دے گا۔ اس وقت امام علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔

اسی حدیث کو ہم سے محمد بن اسحاقؒ نے بیان کیا ان سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے احمد بن محمد نوفلی نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے عثمان بن عیسیٰ کلابی نے ان سے خالد بن نجیح اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔

اسی حدیث کو ہم سے محمد بن حسنؒ نے بیان کیا ہے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے علی بن محمد حجال نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے عبداللہ بن بکیر نے ان سے زرارہ بن اعین نے اور انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا "قائم کے لیے قیام سے پہلے غیبت ہے" اور اسی کے مثل حدیث بیان فرمائی۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے صالح بن محمد نے ان سے ہانی تمار نے کہ مجھ سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب امر کے لیے غیبت ہے۔ پس بندے کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اس کے دین سے تمسک رکھے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے اسحاق بن عیسیٰؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے علی بن حکم نے ان سے سیف بن عمیرہ نے ان سے داؤد بن فرقد نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی غیبت میں ہے یہاں تک کہ کوئی حضور اکرمؐ کے امر رسالت کو نہیں جانتا تھا سوائے حضرت علی علیہ السلام کے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن محمد بن عیسیٰ

اور علی بن اسماعیل بن عیسیٰ سے ان سے محمد بن عمرو بن سعید زیات نے ان سے جریری سے ان سے عبدالحمید بن ابی دیلم طائی سے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اے عبدالحمید بن ابی دیلم۔ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے۔ ان میں سے کچھ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا اور کچھ نے اپنی رسالت کو مخفی رکھا۔ میں جو سوال اعلان رسالت کرے وہ ان رسولوں کے حق میں ہوگا وہی امر رسالت مخفی رکھنے والوں کے حق میں ہوگا یعنی اعلان کرنا یا مخفی رکھنا دونوں اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ و محمد بن حسن صفار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن مسکان نے ان سے محمد بن علی حلبی سے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں پانچ سال تک خوف کی بنا پر امر رسالت کو مخفی رکھا۔ اور امر رسالت سوائے حضرت علی علیہ السلام اور جناب خدیجہؑ کے کسی پر ظاہر نہیں تھا۔ پھر جب اللہ کا حکم ہوا تو آپؐ نے امر رسالت کو ظاہر کیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے مکہ میں تین سال تک امر رسالت کو مخفی رکھا۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری اور محمد بن یحییٰ عطار اور احمد بن ادریس سب نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ بن حسین بن ابی خطاب اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علی بن رئاب نے ان سے عبیداللہ بن علی حلبی سے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلی وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ میں تیرہ سال رہے۔ جس میں تین سال آپؐ نے امر رسالت کو دشمنوں کے خوف سے مخفی رکھا اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ بعد ازاں جب کہ خدا کا حکم پہنچا اور آپؐ نے اعلان نبوت کیا۔

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے ہمارے اصحاب (علماء) کی ایک جماعت نے ان سے محمد بن ہمام نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے جعفر بن اسماعیل ہاشمی نے ان سے محمد بن علی نے ان سے عبدالرحمن بن حماد نے ان سے عمر بن سالم صاحب السابری نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا **اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء** سورۂ ابراہیم آیت ۲۴ "اس کی جڑ مضبوط ہے۔ اور شاخیں آسمانوں میں ہیں۔" تو آپ نے فرمایا اس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور تنا جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اور حسن و حسین علیہما السلام اس کے پھل ہیں اور حسینؑ کی اولاد سے نو ائمہ اس کی شاخیں ہیں۔ اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔ خدا کی قسم جب کوئی شیعہ مرتا ہے تو اس درخت سے ایک پتہ جھڑ جاتا ہے۔ میں نے اس آیت کے بارے میں پوچھا **تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا** سورۂ ابراہیم آیت ۲۵ "ہر وقت اپنے

رب کے علم سے واقف ہو جاتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہم جو کچھ بھی سنتے ہیں وہ امام کے علم میں ہوتا ہے۔

۴۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد بن عمرانؒ نے ان سے محمد بن عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے حسن بن علی بن ابی حمزہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انبیاء کی حیات میں جو غیبت سے متعلق امور ظاہر ہوئے وہی امام قائم کے لئے بھی ہوں گے جو ہم اہل بیت میں سے ہوگا۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا فرزند رسول آپ اہل بیت میں سے قائم کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا اے ابو بصیر وہ موسیٰ (کاظم علیہ السلام) کی پشت میں پانچواں امام ہوگا۔ وہ کنیزوں کی ملکہ (جناب نرجس خاتون) کا فرزند ہے اس کی غیبت کے بارے میں باطل پرست شک کریں گے۔ پھر اللہ عزوجل اس کو ظاہر کرے گا اور اس کے ہاتھوں پر مشرق و مغرب کی فتح نصیب کرے گا اور حضرت عیسیٰ کو نازل کرے گا جو اس کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ اور رب کے نور سے زمین منور ہو جائے گی۔ زمین پر کوئی حصہ ایسا نہ ہوگا جہاں غیر اللہ کی عبادت کی جائے گی۔ بلکہ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی اور کل دین اللہ کے لئے ہو جائے گا اگرچہ مشرکین کو یہ بات ناگوار گزرے۔

۴۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے ان کے والد نے ان سے منصور نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے منصور یہ امر ظہور امام واقع نہ ہوگا مگر مایوسی کے بعد۔ خدا کی قسم یہ امر واقع نہ ہوگا مگر تمہارے درمیان تمحیص ہونے کے بعد قسم خدا یہ امر واقع نہ ہوگا مگر آزمائش کے بعد۔ قسم خدا یہ امر واقع نہ ہوگا مگر اس وقت تک جب شقی سے شقاوت اور سعید سے سعادت ظاہر نہ ہو جائے۔

۴۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے عثمان بن عیسیٰ نے ان سے خالد بن نجیح نے ان سے زرارہ بن اعین نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا میرے بیٹے (امام قائم) کے لئے قیام سے پہلے غیبت ہے۔ میں نے عرض کی میں آپ پر قربان وہ کس لئے؟ آپ نے فرمایا خوف کے باعث پھر آپ نے ہاتھ سے اپنے بطن مبارک اور گردن کی طرف اشارہ کیا۔ پھر فرمایا وہ منتظر ہوگا جس کی ولادت کے بارے میں لوگ شک کریں گے۔ کچھ کہیں گے کہ جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو وہ بھی مر گیا اور ان کے والد کی کوئی اولاد نہیں رہی۔ کچھ کہیں گے کہ وہ اپنے والد کی وفات سے دو سال پہلے پیدا ہوا پس اللہ تعالیٰ امام کی غیبت کے ذریعہ اپنی مخلوق کا امتحان لے گا۔ اور باطل پرست شک میں مبتلا ہو جائیں گے۔

۴۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ، محمد بن حسن، محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ، محمد بن علی ماجیلویہؒ اور احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن یحییٰ عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے جعفر بن محمد

بن مالک جوہری کوفی سے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے ان سے یحییٰ بن مثنیٰ عطار نے ان سے عبداللہ بن بکیر سے ان سے عبید بن زرارہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ (ایک وقت ایسا آئے گا جب لوگوں کی نظروں سے) امام غائب ہو جائے گا پس وہ امام حج پر آنے والوں کی گواہی دے گا۔ وہ انہیں دیکھے گا مگر لوگ اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔

۳۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے صالح بن محمد نے ان سے ہانی تمار نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس امر (قیام بالسیف) کے صاحب کے لئے غیبت ہے۔ (اس غیبت میں) دین سے متمسک رہنا ایسا ہے جیسے قتاد ایک طرح کا درخت ہے جس میں سوئی کی طرح کے کانٹے ہوتے ہیں اس کے کانٹے اور چھلکے کو ہاتھ سے الگ کرنا۔ پھر آپ نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا اور فرمایا اس طرح۔ پھر فرمایا بے شک اس امر کے صاحب کے لئے غیبت ہے۔ پس بندے کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈرے اور اس کے دین سے متمسک رہے۔

۳۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر حمیری اور احمد بن ادریس نے ان سے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ، محمد بن حسین بن ابی خطاب، محمد بن عبدالجبار اور عبداللہ بن عامر بن سعد اشعری نے ان سے عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے ان سے محمد بن مساور نے ان سے مفضل بن عمر جعفی نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں چاہیئے کہ اپنے مذہب کی تشہیر نہ کرو۔ خدا کی قسم تمہارا امام تم ایک عرصہ تک غائب رہے گا اور بے شک تم آزمائے جاؤ گے۔ یہاں تک کہ لوگ کہیں گے کہ وہ مر گیا یا کسی وادی میں ہلاک ہو گیا۔ مومنین کی آنکھیں اس کے لئے روئیں گی۔ لوگوں کے دل فتنوں کی شدت سے اس طرح مضطرب اور متزلزل ہوں گے جیسے سمندر کی موجوں میں سفینے۔ کوئی نجات نہ پائے گا مگر وہ جس سے اللہ نے عہد لیا ان کے قلب پر ایمان کو لکھ دیا اور اپنی رحمت سے ان کی تائید کی۔ اس وقت بارہ علم بلند ہوں گے اور سب ایک دوسرے سے مشابہ ہوں گے کہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ کون سا علم حق کا ہے (یعنی ان بارہ میں کونسا لشکر حق پر ہے) میں یہ سن کر رونے لگا تو امام علیہ السلام نے فرمایا اے ابا عبداللہ کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کی مولا کیوں نہ روؤں۔ جبکہ آپ فرماتے ہیں کہ بارہ علم بلند ہوں گے جو سب ایک دوسرے سے مشابہ ہوں گے۔ پس ہم کیسے تمیز کر سکیں گے (کہ ہمیں کس علم کے ساتھ ہونا چاہیئے) آپ نے فرمایا پس سورج کی طرف دیکھا وہ کس نقطہ پر روشن ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا مولا یہ ہی سورج۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اے ابا عبداللہ کیا تم نے اس سورج کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا خدا کی قسم ہمارے امور اس سورج سے زیادہ روشن ہیں۔

۳۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان

سے محمد بن اسماعیل بن بزیع نے ان سے عبدالرحمن اصم نے ان سے حسین بن مختار قلانسی سے ان سے عبدالرحمن بن سیابہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم بغیر امام ہدیٰ کے ہوگے (یعنی امام غیبت میں ہوں گے) اور تم کو ان کا علم نہ ہوگا۔ تم آپس میں ایک دوسرے سے بیزار ہوگے۔ آپس میں انتشار کا شکار ہوگے اور ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوگے اور جدائی اختیار کر رہے ہوگے۔ یہ اس لئے ہوگا کہ تم میں سنت کے معاملے میں اختلاف ہوگا۔ دن کے آغاز پر قتل و غارتگری شروع ہوگی جو دن کے آخر تک جاری رہے گی۔

۳۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور یعقوب بن یزید نے ان سے حسن بن علی بن فضّال نے ان سے جعفر بن محمد بن منصور نے ان سے عمر بن ابی حعرہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اس حالت میں صبح اور شام کرو کہ تمہارا امام تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہو تو میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو تم (شیعوں) سے محبت رکھے اور اس شخص سے نفرت و بغض رکھتا ہوں جو تم سے بغض رکھے۔

۳۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے یونس بن یعقوب نے ان سے کسی نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہاری عمر کا کچھ حصہ باقی ہوگا اور تم اپنے امام کو نہ پاسکو گے؟ کسی نے عرض کیا مولا اس وقت ہم کیا کریں؟ آپؑ نے فرمایا حکم اول سے تمسک رکھو یعنی جو کچھ تمہارے دین اور امام کے بارے میں تمہیں بتایا گیا ہے اور تنزیل و تفسیر اور تاویل میں جس کا ذکر ہوا۔ اس پر ایمان لاؤ جس کی دعوت تمہیں دی گئی کہ وہ حجت خدا ہیں) یہاں تک کہ تمہارے لئے معاملہ ظاہر ہو جائے۔

۴۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفّار نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے حمّاد بن عیسیٰ نے ان سے اسحاق بن جریر نے ان سے عبداللہ بن سنان نے بیان کیا کہ میں اور میرے والد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا اس وقت تم کیسے زندگی گزارو گے جب تم اپنے امام کو نہیں دیکھ سکو گے اور نہ ہی ان کا پتہ پاسکو گے اور اس سے نجات صرف ان لوگوں کو ملے گی جو دعائے غریق پڑھیں گے۔ میرے والد نے عرض کیا کہ حضور اس وقت ہم کیا کریں؟ آپؑ نے فرمایا کہ جب ایسا وقت آئے تو دین پر ثابت قدم رہنا۔ یہاں تک کہ امر تمہارے لئے واضح ہو جائے۔

۴۱۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن علی بن حسن بن علی بن عبداللہ بن مغیرہ کوفی نے ان سے ان کے جد حسن بن علی نے ان سے عباس بن عامر قصبانی نے ان سے عمر بن ابان کلبی نے ان سے ابان بن تغلب نے کہ حضرت امام جعفر

صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر ایسا بھی آئے گا جب ان کا امام ان میں سے غائب ہوگا۔ اس وقت وہ مسلمان ایسے ہی مکہ اور مدینہ کے درمیان کی علم بلند ہوں گے جیسے سانپ اپنے بلوں میں سے نکلتے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت کے لئے ستارہ طلوع کرے گا۔ میں نے پوچھا ایسا زمانہ جس میں امام غائب ہو کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے امام کی غیبت اور غیبت میں سے عرض کیا اس وقت ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ستارہ کو طلوع کردے یعنی حق واضح کردے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے موسیٰ بن سعدان نے ان سے عبداللہ بن قاسم نے ان سے مفضل بن عمر نے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جابر کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ باتیں کم فہم لوگوں کو بتایا کرو کیونکہ وہ اس کو پھیلا دیں گے۔ کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ بات نہیں پڑھی۔ **فاذا نقر فی الناقور** سورۂ مدثر۔ پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا ہم میں سے ایک امام ہوگا جو پوشیدہ ہوگا جب اللہ تعالیٰ چاہے گا کہ وہ ظاہر ہو تو اس کے دل میں ایک نکتہ بیدار کرے گا پس وہ ظاہر ہوجائے گا اور حکم خدا نافذ کرے گا۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان دونوں سے محمد بن حسن صفار نے ان سے محمد بن حسن بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید یقطینی نے ان سے عبدالرحمن بن ابی نجران نے کہ عیسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اپنے ماموں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اگر یہ وقت آئے جس میں اللہ آپ کے دیدار سے مجھے محروم کردے تو کس کی اطاعت کروں؟ آپ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد؟ آپ نے فرمایا ان کے بیٹے کی طرف۔ میں نے کہا ان کے صاحب وصیت کی وفات ہوجائے اور بھائی بڑا اور بیٹا چھوٹا ہو تو پھر کس کی طرف رجوع کروں؟ آپ نے فرمایا اس کے بیٹے کی طرف پھر فرمایا اسی طرح ہمیشہ۔ میں نے عرض کیا اگر یہ وقت جائے کہ میں وقت کے امام کو نہ پہچان سکوں اور نہ ہی ان کا پتہ مل سکے تو پھر میں کیا کروں؟ فرمایا اس وقت یہ دعا پڑھا کرو۔ **اللھم انی اتولی من بقی من حججک من ولد الامام الماضی** اے اللہ میں گزشتہ امام کی اولاد میں سے جو بھی تیری حجت باقی ہے اس سے تمسک اختیار کرتا ہوں۔ یہی تمہارے لئے کافی ہوگا۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے جمیل بن دراج نے ان سے زرارہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں

پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا جب ان کا امام پوشیدہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا اس وقت کے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اپنے عقیدے پر قائم رہیں یہاں تک کہ ان کے لئے حق ظاہر ہو جائے۔

۴۵۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ابو محمد بن مسعود نے ان سے محمد بن علی بن کلثوم نے ان سے حسن بن علی وقاق نے ان سے محمد بن احمد بن ابی قتادہ نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے سعید بن غزوان نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد نو ائمہ ہیں ان کا نواں امام قائم ہے۔

۴۶۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علویؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود عیاشی نے ان سے علی بن محمد بن شجاع نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے یونس نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحب امر کے لئے انبیاء کی سنتیں ہیں۔ ان کے لئے موسیٰ بن عمران، عیسیٰ، یوسف علیہم السلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ یعنی موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی طرح ان کے لئے خوف و غیبت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ان کے لئے بھی وہ کہا جائے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح اللہ ان کے اور خلق کے درمیان نقاب ڈال دے گا۔ لوگ انہیں دیکھیں گے مگر پہچان نہ سکیں گے۔ اور وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت پر عمل کریں گے۔

۴۷۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود سے مروی ہے کہ ان سے جبرئیل بن احمد نے بیان کیا ان سے موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے قاسم بن محمد نے ان سے ابان نے ان سے حارث بن مغیرہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ کیا لوگوں پر ایسا بھی وقت آئے گا کہ وہ اپنے امام کو نہ پہچان سکیں گے؟ آپؑ نے فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا پھر ایسے وقت لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا اپنے عقیدے پر قائم رہنا چاہیے یہاں تک کہ ان کے لئے امر حق ظاہر کر دیا جائے۔

۴۸۔ اسی اسناد کے ساتھ موسیٰ بن جعفر سے مروی ہے کہ ان سے موسیٰ بن قاسم نے بیان کیا ان سے علی بن جعفر نے ان سے موسیٰ بن جعفر نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **قل ارء یتم ان اصبح ماؤکم غوراً فمن یاتیکم بماءٍ معین** (سورۂ ملک آیت ۳۰) "کہو کہ اگر صبح کو تمہارا پانی خشک ہو جائے تو تمہارے پاس نتھرا ہوا پانی کون لائے گا؟" کے بارے میں فرمایا کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر تمہارا امام تم سے غائب ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے لئے نیا امام لائے؟

۴۹۔ اسی اسناد کے ساتھ موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی نے بیان کیا ان سے حسن بن محمد صیرفی نے ان سے

یحییٰ بن مثنیٰ عطار نے ان سے عبداللہ بن بکیر نے ان سے عبید بن زرارہ نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں سے ان کا امام پوشیدہ ہو جائے گا اور اس کی علامات اس کے وجود کی گواہی دیں گی۔ پس وہ لوگوں کو دیکھے گا مگر لوگ اسے نہیں دیکھ سکیں گے۔

۵۰۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود سے مروی ہے ان کو جبرئیل بن احمد کے خط سے معلوم ہوا ان سے عبیدی محمد بن عیسیٰ نے بیان کیا ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے عبداللہ بن سنان نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا عنقریب تم لوگ شبہ کا شکار ہو جاؤ گے اور حق کی نشانی کو نہیں دیکھ پاؤ گے اور نہ ہی ہدایت کرنے والا امام ظاہر ہوگا۔ ایسے میں شبہ سے نجات نہیں پائے گا مگر وہ جو دعائے غریق پڑھتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا مولا دعائے غریق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا **یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ** (اے اللہ۔ اے رحمٰن۔ اے رحیم۔ اے دلوں کے پھیرنے والے، پھیر دے میرے دل کو اپنے دین کی طرف) میں نے اس دعا کو اس طرح پڑھا **یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ** (اے اللہ، اے رحمٰن، اے رحیم، اے دلوں اور نظروں کے پھیرنے والے، پھیر دے میرے دل کو اپنے دین کی طرف) آپ نے فرمایا بے شک اللہ **مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ** ہے مگر تم اسی طرح پڑھو جس طرح میں پڑھتا ہوں۔ **یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ**

۵۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن حاتم نوفلی المعروف بہ کرمانی نے ان سے ابوالعباس احمد بن عیسیٰ وشاء بغدادی نے ان سے احمد بن طاہر قمی نے ان سے محمد بن بحر بن سہل شیبانی نے ان سے علی بن حارث نے ان سے سعید بن منصور جوشکی نے ان سے احمد بن علی بدیلی نے ان سے ان کے والد نے ان سے سدیر صیرفی نے بیان کیا کہ میں، مفضل بن عمر، ابوبصیر اور ابان بن تغلب ہمارے آقا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ خاک پر تشریف فرما ہیں، بالوں دار خیبری چادر اوڑھے ہوئے، گریبان بستہ اور کوتاہ آستینیں۔ درحالیکہ آپ اس طرح گریہ فرما رہے تھے گویا ایک اکلوتے بیٹے کی ماں اپنے لخت جگر کی لاش پر رو رہی ہو۔ غم و اندوہ کے آثار آپ کے چہرہ مبارک سے عیاں ہو رہے تھے اور اس کے اثرات آپ کے رخساروں پر چھائے ہوئے تھے۔ آنسوؤں سے آپ کے آنکھوں کے حلقوں کو تر کیا ہوا تھا اور آپ فرما رہے تھے: اے میرے آقا آپ کی غیبت نے میری نیند حرام کر دی ہے، مجھ پر زمین تنگ کر دی ہے، مجھ سے قرار دل چھین لیا ہے، اور میرے غم واندوہ کو ابدی بنا دیا ہے۔ ایک کے بعد دوسرے کا فقدان ہماری جمعیت اور تعداد کو کم کر رہا ہے۔ پس کوئی ایسے آنسو نہیں جو میری آنکھوں سے ٹپکیں یا اور فریاد میرے سینے سے بلند ہو مگر یہ کہ اس کے اسباب سے زیادہ سخت مصائب اور سختیاں جھیلنا پڑتی ہیں۔ اور یہ کہ میری آنکھوں کے سامنے وہ مستقبل اور آنے والا دور ہے جس میں تم ان تمام مظالم کا انتقام لو گے اور دشمنوں پر تمہارے

غضب کی تلواریں چلیں گی۔

سدیر کہتے ہیں کہ امام کی یہ حالت دیکھ کر ہم پریشان ہو گئے اور آپ کے بین سن کر ہمارے دل پگھلنے لگے اور ہم یہ سمجھے کہ شاید آپ کے ساتھ کوئی دہشت ناک واقعہ پیش آیا ہے یا زمانے کے کسی ناگوار حادثے نے آپ کو پریشان کر دیا ہے۔ ہم نے عرض کیا اے بہترین مخلوق کے فرزند خدا آپ کو کبھی نہ رلائے کس حادثہ کی وجہ سے آپ کے آنسو ٹپک رہے ہیں اور آپ شدید گریہ فرما رہے ہیں اور کس وجہ سے آپ یوں غم زدہ ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک سرد آہ بھری اور فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آج میں نے کتاب جفر کا مطالعہ کیا یہ وہ کتاب ہے جو موت آزمائش اور مصیبت پر مشتمل ہے اس میں قیامت تک کے ہونے والے تمام حالات کا تذکرہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد ہونے والے ائمہ سے مخصوص کئے ہیں۔ اس میں، میں نے ان حالات کا مطالعہ کیا جو ہمارے قائم کے سلسلے میں وقوع پذیر ہوں گے اور جو ان کی غیبت اور ان کے طویل عرصے میں وقوع پذیر ہوں گے۔ اور اس زمانے میں مومنین پر مصائب نازل ہوں گے اور لوگوں کے دلوں میں غیبت کے طویل ہونے کی بنا پر شکوک پیدا ہوں گے یہاں تک کہ اکثر لوگ اپنے دین سے منحرف ہو جائیں گے۔ اور اسلام یعنی سنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتار دیں گے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر واجب کیا **وکل انسان الزمنه طئِرَهٗ فی عنقه** (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۳) ہر انسان کا عمل ہم نے اس کے گلے کا ہار کر دیا ہے۔ پس اس بات نے مجھے مضمحل کر دیا۔ ہم نے کہا فرزند رسول آپ نے جو کچھ مطالعہ فرمایا اس میں سے کچھ ہمیں بھی عطا فرمائیں۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے قائم کے لئے تین انبیاء کی خصوصیات عطا کی ہیں۔ ان کی ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت جیسی۔ اس کی غیبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی غیبت جیسی۔ اس کے ظہور میں تاخیر حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کی تاخیر جیسی اور اس کے بعد عبد صالح کی عمر عطا کی یعنی خضر علیہ السلام کی عمر۔ ہم نے عرض کیا مولا کچھ وضاحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ولادت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشبیہ اس طرح ہے کہ جب فرعون نے کاہنوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ پس ان لوگوں نے اس کو اس کے نسب سے آگاہ کر دیا اور یہ بتایا کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہوں گے اور اس کی سلطنت بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچے کے ہاتھوں زائل ہو جائے گی تو فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کی تمام حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے بچے قتل کر دیئے جائیں یہاں تک کہ بیس ہزار سے زائد بچے قتل کرا دیئے گئے مگر پھر بھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ پا سکا اور خدا نے فرعون کے ہاتھوں سے جناب موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ رکھا۔ اسی طرح بنو امیہ اور بنو عباس یہ جانتے ہیں کہ ان کی حکومت اور تمام ظالموں کی حکومت ہمارے قائم کے ہاتھوں ختم ہو جائے گی اس سے وہ ہماری عداوت میں جلد گئے ہیں۔ اور اپنی تلواروں

کو آل رسولؐ کے قتل کے لئے تیار رکھتے ہیں۔ تاکہ نسلِ رسولؐ کو ختم کر دیں۔ وہ قائم علیہ السلام نہ مٹ سکے مگر اللہ اپنے ولی کو ہر ایک ظالم پر ظاہر کرے گا اور اپنے نور کو تمام کرے گا اگرچہ کہ مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

غیبت عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ اس طرح ہے کہ یہود و نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل کر دیئے گئے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کی تردید ان الفاظ میں کی **وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم** سورۂ نساء آیت ۱۵۷۔ اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن (ایک شخص) ان کی صورت بنا دیا گیا۔ اسی طرح ہمارے قائمؑ کی غیبت واقع ہوگی کچھ لوگ طول غیبت کی وجہ سے ان کے وجود کا ہی انکار کر دیں گے اور جو قائل ہوں گے وہ کہیں گے کہ وہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے اور کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ ان کی امامت تیرہ یا اس سے زیادہ تک جائے گی اور کچھ لوگ یہ کہہ کر اللہ کے گناہگار ہوں گے کہ امام مہدیؑ کی روح کسی اور کے بدن میں حلول کر کے گفتگو کرے گی۔

حضرت نوح علیہ السلام سے شباہت اس طرح ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے خدا سے اپنی قوم کے لئے عذاب طلب کیا تو خدا نے روح الامین کو سات دانۂ خرما کے ساتھ بھیجا جنہوں نے کہا اے اللہ کے نبی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ لوگ میرے پیدا کئے ہوئے اور سب میرے بندے ہیں۔ میں ان کو اچانک عذاب سے ہلاک نہ کروں گا جب تک کہ تاکید کے ساتھ ان کو دعوت حق نہ دی جائے اور ان پر حجت پوری طرح تمام نہ ہو جائے۔ لہٰذا اپنی قوم کی ہدایت کی کوشش میں مشقت و تکلیف برداشت کرنے کے لئے پھر مشغول ہو جاؤ جس کی وجہ سے میں تم کو ثواب عطا کروں گا۔ ان خرموں کو بو دو۔ جب یہ اُگیں اور بڑے ہو کر بارآور ہوں اس وقت یقیناً تمہاری اور تمہاری قوم کی نجات اور رہائی ہوگی۔ اس بات سے مومنین کو بھی آگاہ کر دو جو تمہارے فرمانبردار ہیں۔

غرض جب ایک زمانے کے بعد درخت اگے بڑھے اور ان میں پھل اور پختہ ہو گئے تو نوحؑ نے خدا سے دعا کی کہ اپنے وعدے کو وفا کرے۔ خدا نے حکم دیا کہ اب درختوں کے خرموں کے بیج دوسری مرتبہ پھر بو دیں اور اپنی قوم پر تبلیغ رسالت میں کوشش، تاکید اور تکلیفوں پر صبر کرنے میں پھر مشغول ہوں۔ یہ خبر حضرت نوحؑ نے مومنوں کو پہنچائی تو ان میں سے تین سو اشخاص مرتد ہو گئے اور کہنے لگے کہ نوحؑ جو کچھ دعوے کرتے تھے اگر وہ حق ہوتا تو ان کے پروردگار کا وعدہ غلط نہ ہوتا۔

اسی طرح ہر مرتبہ جب درختوں میں پھل پیدا ہوتے تھے حق تعالیٰ ان کو حکم دیتا تھا کہ ان کے بیج بو دیں یہاں تک کہ سات مرتبہ ایسا ہوا اور ہر مرتبہ ان میں سے ایک گروہ جو ایمان لائے ہوئے تھا، مرتد ہو جاتا تھا۔ آخر میں صرف ستر اور چند اشخاص باقی رہ گئے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اب حق کو روز روشن کی صبح باطل کی تاریک رات سے ظاہر ہوئی اور خالص حق رہ گیا اور اس سے غبار کفر ان لوگوں کے مرتد ہونے سے

جن کی طینتیں خبیث تھیں واضح ہو جاتا مگر میں کافروں کو ہلاک کر دیتا اور ان لوگوں کو جو مرتد ہو گئے چھوڑ دیتا تو یقیناً وہ وعدہ صادق نہ ہوتا جو میں نے ان مومنین سے کیا تھا جو تمہاری قوم سے مجھ پر خالص طور سے ایمان لائے تھے اور جنہوں نے تمہاری سنت کی رسی کو پکڑا تھا۔ وہ وعدہ یہ تھا کہ ان کو زمین میں خلیفہ قرار دوں گا۔ اور ان کے لئے ان کے دین کو پائیدار رکھوں گا اور خوف کو امن سے تبدیل کر دوں گا تاکہ ان کے دلوں سے شک برطرف ہو اور میرے لئے خالص عبادت ہو سکے ان کی موجودگی میں کیونکر خلیفہ قرار دیتا۔ اور صاحب مرتبہ کرتا اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیتا جبکہ میں مرتدین کے یقین کی کمزوری ان کی طینتوں کی خباثتوں اور ان کے نیتوں کی خرابیوں سے واقف تھا جو نفاق اور گمراہ سوچ کا نتیجہ تھیں۔ اور جماعت اس بادشاہی کی بو سے قریب رکھتی تھی تو میں مومنوں کو خلافت کے دوران عمل کرنے والا بنا دیتا جب ان کے دشمنوں کو ہلاک کر دیتا تو وہ لوگ ان کی صفات کی نشانیوں کو دیکھ لیتے۔ اور یقیناً اس خلافت کی وہ لوگ طمع کرتے اور ان کا پوشیدہ نفاق مضبوط ہوتا اور اس بارے میں ان کے دلوں میں گمراہی اور ضد میں مستحکم ہوتی اور وہ خالص مومنوں سے عداوت کا اظہار کرتے اور سرداری حاصل کرنے کے لئے ان سے جھگڑتے اور امر و نہی سے اختلاف کے لئے ان لوگوں سے جنگ و جدال کرتے۔ پھر دین کا قیام ممکن نہیں ہو سکتا اور مومنوں کے درمیان ان نزاعوں اور فتنوں کے سبب دین حق منتشر ہو جاتا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے نوح کو حکم دیا کہ کشتی تیار کریں۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمارے قائم کی غیبت کے عرصہ کو طویل کر دے گا تاکہ حق واضح ہو جائے۔ ایمان ارتداد کی کدورت سے خالص ہو جائے اور وہ جن کی طینت خبیث ہے وہ ہمارے مخلص شیعوں سے جدا ہو جائیں جو ان کے نفاق سے ڈرتے ہیں تاکہ قائم علیہ السلام کے دور میں مخلص شیعوں کو خلافت، غلبہ اور امن میسر آئے۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا فرزند رسول اس آیت **وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک هم الفاسقون** (سورہ نور آیت ۵۵) "ان سب لوگوں میں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے خدا نے یہ وعدہ کیا ہے کہ ضرور ان لوگوں کو اس زمین کا جانشین بنائے گا جیسے کہ ان سے پہلوں کو جانشین بنایا اور ضرور ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اس کی خاطر سے پائیدار کر دے گا اور ضرور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اس وقت وہ میری ہی عبادت کریں گے اور کسی چیز کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور اس کے بعد ناشکری کرے گا پس وہی نافرمان ہیں" کے بارے

ہیں ناصبیوں کا کہنا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ناصبیوں کے دلوں کو نور ہدایت سے منور نہ کرے۔ اس امت میں وہ دین جس سے اللہ اور اس کا رسول راضی ہو انتشار سے کب پاک رہا ہے اور ان میں سے کسی ایک کے دور میں امت کے دلوں سے خوف اور شکوک رفع ہوئے۔ حضرت علی علیہ السلام کا عہد حکومت تو فتنوں سے پر اور ارتداد مسلمین سے بھرا ہوا تھا اور کفار اور ان کے درمیان گھمسان کی لڑائیاں ہوتی رہیں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **حتیٰ اذا استئیس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا جاءھم نصرنا** (سورۃ یوسف آیت ۱۱۰) "یہاں تک کہ جب ناامید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے کہ ان سے جھوٹ کہا گیا تھا تو پہنچی ان کو ہماری مدد۔"

اور جہاں تک عبدالصالح حضرت خضر علیہ السلام سے شباہت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی عمر کو کار نبوت کے باعث طویل نہیں کیا اور نہ ہی اس لئے کہ ان پر کتاب نازل کرنا تھی۔ نہ ہی شریعت کے نزول کے باعث کہ جیسے اپنے سے قبل کے انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کرنا تھا اور نہ ہی امامت کے باعث جس کی اقتدا اور اطاعت لوگوں پر لازم تھی بلکہ اللہ کے علم میں تھا کہ حضرت قائم علیہ السلام کی طویل غیبت واقع ہونی ہے اور لوگ ان کی غیبت کا طول عمر کے باعث انکار کریں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عبد صالح (حضرت خضر علیہ السلام) کو طول عمر عطا فرمائی تاکہ وہ حضرت قائم علیہ السلام کی عمر کے لئے دلیل بنے اور معاندین کے لئے حجت قاطع ہو اور لوگوں کی اللہ تعالیٰ پر کوئی حجت قائم نہ ہو۔

۵۲۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے محمد بن جعفر بن مسعود اور حیدر بن محمد بن نعیم سمرقندی نے ان دونوں سے محمد مسعود عیاشی نے ان سے علی بن محمد بن شجاع نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے علی بن ابو حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **یوم یاتی بعض آیات ربک لاینفع نفساً ایمانھا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً** (سورہ انعام آیت ۱۵۸) "جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان کی حالت میں کچھ نیکی نہ کی تھی" کے بارے میں ارشاد فرمایا اس سے مراد ہمارے قائم کا خروج ہے پھر فرمایا اے ابو بصیر طوبیٰ ہے ہمارے شیعوں کے لئے جو ہمارے قائم کی غیبت میں اس کے ظہور کے منتظر ہوں گے اور ظہور کے وقت اس کے مطیع ہوں گے یہی اولیاء اللہ ہیں جن کے اوپر نہ خوف ہوگا نہ حزن۔

۵۳۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے محمد بن مسعود عیاشی نے ان سے جعفر بن احمد نے ان سے عمرکی بن علی بوفکی نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان

سے مروان بن مسلم نے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا طوبی ہے اس کے لئے جس نے غیبتِ قائم کے بارے میں ہمارے امر سے تمسک اختیار کیا اور ہدایت کے بعد اس کا دل منقلب نہ ہوا۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان مولا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں ہے اور ہر مومن کے گھر میں اس کی شاخیں ہیں اور یہی طرح قول خدا بھی ہے۔ **طوبیٰ لھم و حسن مآب** (سورۃ رعد آیت ۲۹ "خوشخبری ہے ان کے لئے اور اچھا ٹھکانہ"۔

۵۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق نے ان سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ابو بصیر نے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا اے فرزند رسول میں نے آپ کے والد سے یہ حدیث سنی ہے کہ قائم کے بعد بارہ مہدی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے کہا تھا کہ بارہ مہدی ہوں گے۔ یہ نہیں کہا تھا کہ امام ہوں گے بلکہ یہ ہمارے شیعوں میں وہ قوم ہوگی جو لوگوں کو ہماری ولایت اور ہمارے حق کی معرفت کی طرف بلائے گی۔

۵۵۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق نے ان سے حمزہ بن قاسم علوی عباسی نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک کوفی فزاری نے ان سے محمد بن حسین بن زید الزیات نے ان سے محمد بن زیاد ازدی نے ان سے مفضل بن عمر نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا تھے؟ **واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن** (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ "اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں پھر اس نے وہ پوری کیں" آپ نے فرمایا ان کلمات سے مراد وہی کلمات ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے حاصل کئے تھے اور ان کی توبہ قبول ہوئی تھی اور وہ کلمات یہ ہیں۔ **اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ لَاَتُبْتَ عَلَیَّ** "میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق محمدؐ، علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کہ میری توبہ قبول کر"۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور وہ تواب و رحیم ہے میں نے عرض کیا اے فرزند رسول "**فاتمھن**" سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے جو نو ائمہ ہیں ان کو ملا کر حضرت قائم علیہ السلام تک کل بارہ ائمہ پورے کئے۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا فرزند رسول مجھے اس آیت کے بارے میں کچھ بتلایئے **وجعلھا کلمۃ**

) حمزہ بن قاسم، ابو یعلیٰ العباس بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پوتوں میں ہیں طف میں شہید ہوئے۔ ہمارے علماء میں جلیل القدر ہیں اور ان سے کثیر روایات مروی ہیں۔ (علی اکبر غفاری)

باقية في عقبه (سورہ زخرف آیت ۲۸) "اور اسی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں"۔ آپ نے فرمایا امامت امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں تاقیامت باقی رہے گی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول ایسا کیوں ہے کہ امامت کو امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں قرار دیا اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد میں قرار نہیں دیا جبکہ یہ دونوں فرزند رسول تھے اور جوانان جنت کے سردار۔ آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام دونوں نبی اور رسول اور بھائی تھے مگر اللہ تعالیٰ نے نبوت کو صلب ہارونؑ میں قرار دیا اور صلب موسیٰؑ میں نہیں۔ اور کسی نے بھی نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا۔ امامت زمین پر اللہ تعالیٰ کی خلافت کا نام ہے اور کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ یہ کہے کہ اللہ نے صلب حسن علیہ السلام کے بجائے صلب حسینؑ میں کیوں قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں حکمت ہے لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون سورہ انبیاء آیت ۲۳ "اس کے کاموں کی بابت سوال نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ بندوں کے افعال کے بارے میں پوچھے گا۔"

باب (۳۴) حضرت قائم علیہ السلام، ان کی غیبت اور ان کی امامت کے بارے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے حسن بن عیسیٰ بن محمد بن علی بن جعفر نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد محمد بن علی نے ان سے علی بن جعفر نے ان سے ان کے بھائی موسیٰ بن جعفر نے ارشاد فرمایا: جب ساتویں کی اولاد میں پانچواں غیبت اختیار کرے تو خدا کے لئے تم لوگ اپنے دین کی حفاظت کرنا تم میں سے کوئی بے دین سے برگشتہ نہ ہو جائے۔ اے فرزند (بھائی کو محبت سے فرزند کہا ہے) اس صاحب امر کے لئے غیبت ضروری ہے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی اس سے پلٹ جائیں گے جو یہ کہا کرتے ہوں گے کہ یہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش ہے۔ اس نے اپنے بندوں کا امتحان لیا ہے۔ اور تمہارے آباؤ اجداد کے علم میں کوئی اور دین ہوتا جو اس سے زیادہ صحیح اور بہتر ہوتا تو وہ اسی کی پیروی کرتے۔ میں نے عرض کیا مولا یہ بتائیں کہ ساتویں کی اولاد میں پانچواں کون ہے؟ فرمایا اے فرزند تمہاری عقلیں چھوٹی ہیں یہ اس میں سمیں نہ سکتی۔ تمہاری عقل اتنی تنگ ہے کہ اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر تم لوگ زندہ رہے تو ضرور اس کو پاؤ گے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے عباس بن عامر قصبانی نے کہا کہ حضرت ابوالحسن موسیٰ بن جعفرؑ نے فرمایا کہ صاحب امر (علیہ السلام) کے بارے میں لوگ کہیں گے کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے موسیٰ بن قاسم نے ان سے معاویہ بن وہب بجلی اور ابو قتادہ علی بن محمد بن حفص نے ان سے علی بن جعفرؑ نے انہوں نے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفرؑ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا **قل ارءیتم ان اصبح ماؤکم غورا فمن یاتیکم بماء معین** (سورۃ الملک آیت ۳۰) کہہ دو بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی خشک ہو جائے پھر کون ہے جو لائے تمہارے پاس نتھرا ہوا پانی۔ تو آپؑ نے فرمایا جب تمہارا امام غائب ہو جائے گا تو اس کو دیکھ نہ پاؤ گے پھر کیا کرو گے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن علی نے ان سے علی بن حسان نے ان سے داؤد بن کثیر رقی نے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے صاحب امر کے بارے میں دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا وہ دشمنوں کے خوف سے پوشیدہ اور سب کی نظروں سے غائب رہے گا اور اپنے شہید باپ کا وارث ہوگا۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے صالح بن سندی نے ان سے یونس بن عبدالرحمٰن نے کہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی اے فرزند رسول کیا آپ قائم بالحق ہیں؟ آپؑ نے فرمایا میں ضرور قائم بالحق ہوں۔ لیکن وہ قائم جو زمین کو خدا کے دشمنوں سے پاک کرے گا اور عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی وہ میری اولاد میں سے پانچواں ہے۔ اس کے لئے غیبت ہے جو اتنی طویل ہوگی کہ کئی قومیں مرتد ہو جائیں گی۔ اور کچھ لوگ دین پر ثابت قدم رہیں گے۔

پھر فرمایا ہمارے شیعوں کے لئے طوبیٰ ہے جو ہمارے قائم کی غیبت میں ہم سے متمسک رہیں اور ہماری ولایت پر ثابت قدم رہیں اور ہمارے دشمنوں سے بیزار رہیں وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے۔ ان سے ہم راضی اور وہ ہم سے راضی ہیں۔ پس ان کے لئے طوبیٰ اور پھر طوبیٰ ہے۔ خدا کی قسم وہ ہمارے ساتھ قیامت کے روز ہمارے درجے میں ہوں گے۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ غیبت کے وقوع ہونے کی ایک وجہ خوف بھی ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہو چکا ہے۔ خود امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی اپنے امر امامت کو غیروں کے سامنے ظاہر نہیں فرماتے تھے اور شیعہ جو آپؑ کی امامت پر متفق تھے مگر زمانے کے خوف سے آپؑ کی امامت کا چرچا نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہشام بن حکم سے جب یحییٰ بن خالد کے دربار میں پوچھا گیا کہ اس وقت امام کون ہے؟ تو انہوں نے تقیہ اختیار کرتے ہوئے فرمایا صاحب قصر امیر المومنین ہارون رشید۔ اس وقت ہارون رشید چھپا ہوا یہ گفتگو سن رہا تھا پس کہا خدا کی قسم اللہ نے ہم پر حجت

والی حاکم مسلط کر دیا ہے۔ جب ہشام کو اس کا علم ہوا کہ ہارون نے اس کو طلب کیا ہے تو وہ کوفہ فرار ہو گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ کناسہ کی شاہراہ پر رکھ دیا گیا اور ہاتھ میں ایک پرچہ رکھ دیا گیا جس پر لکھا تھا یہ ہشام بن حکم ہے جس کو حاکم وقت نے طلب کیا ہے۔ قاضی اور حکومت کے دیگر اہل کاروں نے اس کی طرف دیکھا اس کے بعد اس سرکش نے ان کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا۔

ہشام بن الحکمؒ کا مناظرہ

بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد ہمدانی اور حسین بن ابراہیم بن احمد ... نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابو عمیر نے ان سے ... نے بیان کیا کہ یحییٰ بن خالد ہفتے میں ایک دن اپنے گھر ایک محفل مناظرہ کا اہتمام کیا کرتا تھا جس میں ... علماء شرکت کرتے اپنے اپنے مذہب کا اثبات کرتے اور مخالف کا ... بحث کرتے تھے۔ یہ خبر ہارون رشید تک پہنچی تو اس نے یحییٰ بن خالد سے پوچھا کہ اے عباسی تیرے گھر میں یہ کس قسم کی محفل ہوتی ہے جس میں شریک ہونے والے گفتگو کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا اے امیر المومنین جو کچھ عزت و مقام اور بلندی آپ نے مجھے عطا کی ہے اس میں سے یہ محفل سب سے زیادہ رفعت اور بلندی کا نمونہ ہے میں تمام مذہب کے لوگوں کو جمع کرتا ہوں تاکہ وہ ایک دوسرے کی رد بحث کریں اور اس طرح ان سب کے مذہب کا بطلان ثابت ہو۔

ہارون رشید نے کہا میں بھی اس محفل میں شریک ہونا چاہوں گا اور اس مناظرے کو سنوں گا مگر حاضرین مجلس کو میری آمد کا علم نہیں ہونا چاہیے ورنہ میرے خوف سے لوگ کھل کر بات نہیں کر سکیں گے۔ یحییٰ نے کہا جناب امیر المومنین چاہیں گے ویسے ہی انتظامات ہو جائیں گے۔ ہارون رشید نے کہا، بس اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھو کہ ان لوگوں کو میری موجودگی کا علم نہیں ہوگا چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ اس بات کی خبر کسی طرح معتزلہ کو ہوگئی پس انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کی مرتبہ ہم ہشام بن حکم سے امامت کے موضوع پر بات کریں گے تاکہ ہارون رشید کو اس کا علم ہو جائے کہ اس کا عقیدہ امامت کیا ہے۔ پس مقررہ دن سب لوگ جمع ہوئے جن میں ہشام بن حکم بھی تھے اور عبداللہ بن یزید اباضی بھی جو سب سے زیادہ بچ نکلنے والا تھا۔ خوارج کے مذہب سے تعلق رکھتا تھا اور ہشام کے ساتھ تجارت میں شریک تھا۔ جب ہشام محفل میں آئے تو انہوں نے عبداللہ بن یزید کو سلام کیا یحییٰ بن خالد نے عبداللہ بن یزید سے کہا اے عبداللہ ہشام سے امامت کے موضوع پر بات کرو

ہشام نے کہا اے وزیر یہ اس موضوع پر بات نہیں کر سکتے کیونکہ یہ لوگ ایک مرد کی امامت پر ہمارے ساتھ متفق تھے پھر بغیر علم و معرفت کے یہ ہم سے جدا ہو گئے اور جب وہ اس مسئلے میں ہم سے جدا ہوگئے تب بھی نہ جان سکے کہ کس لئے جدا ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کے پاس ہمارے خلاف نہ کوئی اعتراض ہے نہ کسی اعتراض کا جواب اب یہ ہم

سے کیا بات کریں گے۔

بیان جو حروریہ (فرقہ) سے تعلق رکھتا تھا کہنے لگا اے ہشام بتاؤ صفین کے دن جو لوگ حضرت علی علیہ السلام کی فوج میں تھے وہ مومن تھے یا کافر۔ کہا اس میں تین طرح کے لوگ تھے۔ مومن، مشرک اور گمراہ۔ مومن وہ تھے جو کہتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام اللہ کی طرف سے امام ہیں۔ اور معاویہ امامت کا اہل نہیں۔ پس وہ اس بات پر ایمان لائے جو اللہ نے علی علیہ السلام کے لئے مقرر کی۔

دوسرے مشرک جن کا کہنا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام امام ہیں اور معاویہ میں بھی امامت کی اہلیت ہے۔ پس انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ معاویہ کو بھی امامت میں شریک قرار دیا۔

تیسرے گروہ جو اپنے قوم و قبائل کی عصبیت کے باعث ساتھ ہوئے تھے اور انہیں کسی بات کا علم نہیں تھا اور یہ لوگ جاہل تھے۔

پھر سوال کیا کہ معاویہ کے اصحاب کے بارے میں کیا رائے ہے ہشام نے کہا ان کی بھی تین قسمیں ہیں کافر مشرک اور گمراہ۔

کافر وہ جو کہتے ہیں کہ معاویہ امام ہے اور علی علیہ السلام میں امامت کی اہلیت نہیں ہے۔ پس انہوں نے دو طرح سے کفر کیا ایک کفر اللہ کی طرف سے علیؑ کے لئے مقررہ امامت کا انکار کر کے اور دوسرے اپنی جانب سے کسی فرد کا امامت کے لئے تقرر کر کے۔

مشرک وہ جو کہتے تھے کہ معاویہ امام ہے اور علی علیہ السلام میں بھی امامت کی اہلیت ہے۔ پس انہوں نے معاویہ کو علی کے ساتھ امامت میں شریک قرار دیا۔

اور ضال یا گمراہ وہ افراد جو محض اپنی خاندانی عصبیت کے باعث معاویہ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے تھے بس اس طرح بیان (کا کلام) قطع ہوا۔

ضرار بولا ہشام مجھے اس بارے میں تم سے سوال کرنا ہے۔ ہشام نے کہا تم سوال نہیں کر سکتے۔ پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ تم سب میرے صاحب کی امامت کا انکار کرتے ہو تو وجہ انکار مجھے پوچھنی چاہئے اور تمہیں یہ حق نہیں اچھا کہ دوسرا سوال کرو اور مجھے اے ضرار اس بارے میں تمہارے مذہب کا نکتہ نظر معلوم کرنا چاہئے۔ ضرار نے کہا پوچھو۔ کہا کیا تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ عادل ہے، ظلم نہیں کرتا۔ کہا ہاں وہ عادل ہے اور ظلم نہیں کرتا۔ کہا اگر اللہ کسی معذور کو مسجد جانے اور جہاد کرنے کا حکم دے۔ کسی اندھے کو صحیفے اور کتابیں پڑھنے کا حکم دے تو کیا یہ عدل ہوگا یا ظلم؟ ضرار بولا اللہ ایسا حکم نہیں دیتا۔ ہشام بولے یہ جان لینے کے بعد کہ اللہ اس طرح حکم نہیں دیتا تو کیا مباحثہ اور مناظرہ کے سلسلے میں یہ حکم دے سکتا ہے کہ ایسی چیز کو ثابت کیا جائے جس کے اثبات اور دلیل کی کوئی دلیل و حجت

نہ ہو۔ ضرار بولا اگر ایسا حکم دے گا تو وہ ظالم کہلائے گا۔

ہشام بولے مجھے بتاؤ کہ اللہ نے تمام بندوں کو ایک دین پر مکلف کیا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ان سے صرف وہی دین قابل قبول ہوگا جس پر ان کو مکلف کیا ہوگا۔ اس نے کہا ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ فرمایا اس دین کے وجود کے لئے کوئی دلیل بھی مقرر کی یا بغیر دلیل کے ہی مکلف کر دیا۔ اس طرح جیسے اندھے کو کتاب پڑھنے اور معذور کو مسجد آنے اور جہاد کرنے کا حکم دیا جائے۔ ضرار ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ پھر بولا لازماً دلیل ہے۔ مگر یہ دلیل تمہارے امام کی امامت کے لئے نہیں ہے۔ ہشام مسکرائے اور بولے تم نے خود امامت کے وجود کو تسلیم کر لیا۔ اب صرف میرے اور تمہارے درمیان جھگڑا امام کے تعین پر ہے۔ ضرار بولا اب میں تمہارے قول کو تم پر لوٹاتے ہوئے تم سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔ ہشام نے کہا ہاں پوچھو ضرار بولا بتاؤ عقد امامت کیسے ہوتا ہے؟ آپ جیسے عقدِ نبوت ہوتا ہے۔ پوچھا تو کیا امام نبی ہوتا ہے۔ ہشام نے کہا نہیں کیونکہ نبوت کا فیصلہ اہل سماء میں ہوتا ہے اور امامت کا فیصلہ اہل زمین پر۔ نبوت ملائکہ کے ذریعے مقرر کی جاتی ہے اور امامت نبی کے ذریعہ اور یہ دونوں عہد اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں۔ پوچھا اس کی کیا دلیل ہے۔ فرمایا امامت کی ضرورت خود دلیل ہے۔ پوچھا کس طرح؟ ہشام بولے یہ بات تین وجوہات سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہو کہ اللہ نے رسول کے بعد خلق پر سے تکلیف دین اٹھا لی۔ پس اب وہ نہ مکلف ہیں نہ ان کے لئے کوئی امر ہے اور وہ حیوانات کی منزل پر آگئے۔ جن کے لئے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ کیا ضرار کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ رسول کے بعد انسانوں سے تکلیف اٹھا لی گئی۔ ضرار بولا میں ایسا نہیں کہتا۔ ہشام نے کہا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انسان مکلف ہو پھر لازمی ہے کہ رسول کے بعد ایسے علماء ہوں جو علم دین میں رسول کی مثل ہوں اور ان کے علم کے وارث ہوں اور وہ علم میں کسی کے محتاج نہ ہوں اور احکام میں وہ حق پر فیصلہ کر سکیں۔ کیا تم یہ کہتے ہو کہ یہ جو تمہیں علماء نظر آتے ہیں ان کا علم مثل علم رسول ہے اور وہ کسی کے محتاج نہیں۔ ضرار بولا میں یہ نہیں کہتا بلکہ یہ علماء مسائل علمی میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ہشام بولے۔ اب تیسری وجہ باقی رہ گئی اور وہ یہ کہ لازم ہے کہ اس امام کو رسول مقرر کریں جو سہو اور غلطی نہ کرے۔ اور گناہوں اور خطاؤں سے پاک ہو لوگ اس کے محتاج ہوں وہ لوگوں کا محتاج نہ ہو۔ ضرار بولا تمہارے پاس اس پر کیا دلیل ہے۔ ہشام بولے آٹھ دلیلیں ہیں جن میں چار تخصیص نسب اور چار تخصیص نفس پر۔

چار تخصیص نسب یہ ہیں کہ وہ معروف قوم معروف قبیلہ، معروف گھر سے اور صاحب ملت و دعوت ہو اور ضروری ہے کہ اس دین اس دعوت کے بانی کی طرف سے اس کی طرف اشارہ اور علامتیں بتائی گئی ہوں۔ پس اللہ کی مخلوق میں عرب سے زیادہ مشہور کوئی قوم نہیں جس میں صاحب ملت و دعوت ہیں جن کے نام کو روزانہ پانچ مرتبہ عبادت گاہوں سے بلند آواز سے پکارا جاتا ہے۔

اشھدان لا الہ الا اللہ، واشھدان محمداً رسول اللہ پس ان کی دعوت پر نیک و بد، عالم، جاہل، اقرار کرنے والے اور منکر، مشرق و مغرب سب جگہ پہنچتی ہے۔ اگر حجت خدا کا اس معروف قوم کے علاوہ کسی اور قوم میں ہونا جائز ہوتا تو لازم آتا کہ مکلف اس کو تلاش کرتا پھرے اور وہ اسے نہ مل سکے اور وہ اسے عرب و غیر عرب میں تمام مخلوق میں تلاش کرے اور لازم آتا کہ خدا جس حجت کے ذریعہ اصلاح کرنا چاہتا ہے وہ اصلاح کے بجائے فساد کا باعث بنتی اور یہ بات حکمت و عدل الٰہی کے برخلاف ہے کہ وہ انسانوں پر ایسا فریضہ عائد کرے جس کی ادائیگی ممکن نہیں۔ پس لازم ہے کہ حجت کا تعلق اس قوم سے ہو جو صاحب ملت و دعوت یعنی حضور کی قوم ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ اس قوم میں سے حجت خدا کا تعلق اس قبیلہ سے ہو جو صاحب دعوت کا قبیلہ یعنی قریش ہے اور کیونکہ اس قبیلہ میں بہت گھر ہیں تو اس کا تعلق اس گھر سے ہو جو صاحب ملت و دعوت کا گھر ہے۔ اور کیونکہ اس کے گھر میں بہت سے افراد ہوتے ہیں اس لئے لازم ہے کہ صاحب ملت و دعوت بھی ان افراد کا نام و نسب سے تعین کردے تاکہ دوسرے افراد اس منصب کی طمع نہ کریں۔

اور وہ چار نصیحتیں جو نفس سے متعلق ہیں وہ یہ ہیں۔ وہ فرائض و سنت اور احکام دین میں تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہو۔ اور کوئی چھوٹا یا بڑا مسئلہ اس سے پوشیدہ نہ ہو۔ وہ تمام گناہوں سے پاک ہو۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہو۔ وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہو۔

عبداللہ بن یزید الاسخی نے کہا آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہو؟ کہا اس لئے کہ اگر وہ تمام حدود اللہ اور احکام و شرائع و سنن کو نہ جانتا ہوگا تو وہ ان کو نافذ نہ کرسکے گا۔ پس جس پر تعزیر واجب ہوگی وہ حد جاری کردے گا اور جس پر حد واجب ہوگی اس کے لئے تعزیر کا حکم دے گا اور اس طرح احکام الٰہی نافذ نہ ہوں گے اور وہ صلاح کے بجائے فساد کا باعث بنے گا۔

پوچھا آپ نے یہ کیسے کہا کہ اس کا معصوم ہونا لازم ہے؟ کہا اس لئے کہ اگر وہ معصوم نہ ہوگا تو خطا کرے گا پس ہم اس پر اعتماد نہیں کرسکتے کہ اس کی خطائیں خود اس پر اور اس کے دوستوں اور مقربین پر پوشیدہ ہیں۔ اور خطا اور گناہ کے باعث اللہ اس کے ذریعہ اپنی مخلوق پر حجت قائم نہیں کرسکتا۔

پوچھا یہ کیسے کہا کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع ہو؟ کہا اس لئے کہ مسلمانوں کا لشکر جنگ میں اس کی طرف رجوع کرے گا۔ پس ارشاد رب العزت ہے ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئۃ فقد باء بغضب من اللہ سورۃ انفال آیت ۱۶ اور جو کوئی پیٹھ پھیر لے اس دن سوائے اس کے کہ لڑائی کے لئے کترا کے جاتا ہو یا دوسرے گروہ کے پاس جگہ پکڑنا مقصود ہو، وہ یقیناً غضب خدا میں گرفتار ہوگا۔ پس اگر وہ شجاع نہیں ہوگا تو جنگ سے فرار کرے گا اور اس طرح اللہ کے غضب کا حق دار قرار پائے گا۔

اور جو خدا کے غضب کا حق دار ہوگا وہ خلق پر حجت نہیں ہو سکتا۔

پوچھا مجھے یہ بتائیں کہ یہ کیسے ضروری ہے کہ وہ تمام لوگوں سے زیادہ سخی ہو؟ کہا اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے اموال کا خازن ہوتا ہے۔ اگر وہ سخی نہ ہوگا تو اموال کو لوگوں پر خرچ کرنے میں تنگ دلی محسوس کرے گا۔ اور ان کے اموال کو اپنے تصرف میں رکھے گا اور اس طرح خائن قرار پائے گا اور یہ جائز نہیں کہ اللہ کی حجت خائن ہو۔

پس ضرار بولا یہ بتائیں اس وقت ان صفات کا حامل کون ہے؟ فرمایا صاحب العصر امیر المومنین۔ ہارون رشید جو پردہ کے پیچھے بیٹھا یہ ساری باتیں سن رہا تھا جعفر بن یحییٰ سے جو اس کے ساتھ تھا۔ بولا خدا کی قسم اس شخص کی زبان میں کیسی کاٹ ہے۔ اے جعفر۔ امیر المومنین سے اس کا اشارہ کس کی طرف ہے؟ جعفر نے کہا اس کا اشارہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی طرف ہے۔ (ہارون رشید نے) کہا اس نے کسی کو اس لقب سے نوازا جو اس کی اہلیت رکھتا ہے۔ پھر اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے دبایا اور کہا یہ شخص ایک لمحہ کے لئے بھی میری مملکت میں رہنا نہیں چاہئے۔ خدا کی قسم اس کی زبان لوگوں کے قلب پر ایک لاکھ تلواروں سے زیادہ زود اثر ہے۔ یحییٰ کو علم ہوا کہ ہارون رشید ہشام کے بارے میں سخت غصے میں ہے تو پردے میں داخل ہوا تو ہارون سے پوچھا اے عباسی یہ شخص کون ہے؟ یحییٰ بولا امیر المومنین آپ اپنے غصہ کو قابو میں رکھیں۔ اور باہر آکر ہشام کو آنکھوں سے چلے جانے کا اشارہ کیا۔ ہشام اس طرح اٹھے کہ لوگ سمجھیں کہ رفع حاجت کے لئے جا رہے ہیں پس انہوں نے جوتی پہنی اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے اور وہاں سے کوفہ کی طرف چلے گئے۔ اور بشیر نبال کے گھر میں چھپ گئے اور انہیں واقعہ سے باخبر کردیا۔ بشیر نبال امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے۔ پھر ہشام شدید بیمار ہوئے بشیر نبال نے طبیب بلوانے کو کہا تو بولے نہیں اب میں مرنے والا ہوں۔ جب تم میری تکفین سے فارغ ہو جاؤ تو آدھی رات کو میرے جنازے کو کناسہ کی شاہراہ پر رکھ دینا اور ایک رقعہ لکھ کر میرے ہاتھ پر رکھ دینا کہ یہ ہشام بن حکم ہے جس کو امیر المومنین طلب کرتے تھے وہ اپنی طبعی موت خود مرگیا۔

اور ہارون نے ان کے بھائیوں اور ساتھیوں کی طرف کسی کو بھیجا۔ پس لوگ اس کے ارد گرد جمع ہوگئے اور صبح ہوگئی تو اہل کوفہ نے اس کو دیکھا اور قاضی شہر کے علاوہ گورنر کا مددگار اور خود حاکم کوفہ اور کوفہ کے معتبر لوگ جمع ہوگئے اور ہارون الرشید کو اس بارے میں لکھا گیا تو اس نے کہا خدا کا شکر کہ اس نے اس کے کام کو خود کردیا اور ہمیں اس میں ملوث ہونے سے بچالیا۔ اس کے بعد ان لوگوں کو رہا کردیا گیا جو پکڑے گئے تھے۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابو احمد محمد بن زیاد ازدی نے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اللہ کے اس قول کے بارے میں دریافت کیا **واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة** (سورۃ لقمان آیت ۲۰) "اور پوری کردیں تم پر

پس مخفی نعمت کیا ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا نعمت ظاہرہ سے مراد امام ظاہر اور نعمت باطنہ سے مراد امام غائب ہیں۔ میں نے عرض کیا: مولا کیا ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے کوئی امام غیبت اختیار کرے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ خود لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگا مگر اس کا ذکر مومنین کے قلوب میں رہے گا۔ وہ ہم میں سے بارہواں ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مشکل کو آسان اور ہر سختی کو سہل کرے گا۔ اس کے لئے زمین کے خزانے ظاہر ہوں گے ہر فاصلہ قریب میں بدل جائے گا۔ ہر جابر ہلاک ہو جائے گا۔ اس کے ہاتھوں تمام شیاطین ہلاک ہو جائیں گے کنیزوں کی ملکہ (نرجس خاتون) کے فرزند کی ولادت لوگوں سے مخفی رہے گی اس کا نام لینا جائز نہ ہوگا یہاں تک کہ اللہ اس کو ظاہر کر دے گا اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

اس کتاب کے مؤلف فرماتے ہیں میں نے یہ حدیث صرف محمد بن زیاد ابن جعفر ہمدانی سے حج سے واپسی پر ہمدان میں سنی یہ ایک ثقہ، دین دار اور فاضل شخص تھے۔ خدا کی رحمت اور رضوان ان پر ہوں۔

باب (۳۵) امام قائم علیہ السلام، ان کی غیبت اور ان کی امامت پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے ارشادات گرامی

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن صفارؒ نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے ایوب بن نوح نے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں امید کرتا ہوں کہ آپؑ صاحب امر ہیں اور یہ امر آپؑ کے پاس بغیر شمشیر زنی کے آیا ہے۔ آپؑ کی بیعت ولی عہدی بھی ہوئی اور آپؑ کے نام کا سکہ بھی بن گیا۔ آپؑ نے فرمایا ہم میں سے کوئی امام ایسا نہیں ہو کہ جس سے مومنین نے خط و کتابت کی ہو، مسائل اس سے دریافت کئے گئے ہوں اور اموال اس کی طرف بھیجے گئے ہوں مگر یہ کہ اس کو زہر دیا گیا ہے یا وہ اپنے فرش پر مرا ہے یہاں تک کہ خدا اس امر امامت کے لئے ہم میں سے ایک مرد کو مبعوث کرے گا جس کی ولادت اور پرورش مخفی طور پر ہوگی اور اس کا نسب غیر مخفی ہوگا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے علی بن حسن بن فضال نے اس سے ریان بن صلت نے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے حضرت قائم علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا اس کا جسم نظروں سے غائب ہوگا اور اس کا نام لینا جائز نہ ہوگا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن ہلال عبرتائی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ایک شدید تر فتنہ کا آنا

لازم ہے جس میں تمام بھید ساقط ہو جائیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب میرے تیسرے فرزند کو شیعہ کھو بیٹھیں گے اس پر اہل آسمان و زمین نوحہ کریں گے اور تمام دیدار کے پیاسے مرد اور عورت اور تمام غم زدہ اور مصیبت زدہ روئیں گے۔ پھر فرمایا میرے اس فرزند کا نام میرے جد کے نام پر ہوگا وہ میرے اور موسیٰ بن عمران کی شبیہ ہوگا اس کے سینے پہ نور قرار دے گا جس سے تمام عالم منور ہوگا اس کی موت پر اہل زمین و آسمان محزون ہوں گے۔ اس کی غیبت پر مومنین و مومنات غمگین و حیران ہوں گے یہاں تک کہ (اس کی آمد کی) ندا آئے گی جو دور اور قریب ہر طرف سنائی دے گی (یہ ندا) مومنین کے لئے رحمت اور کافرین کے لئے عذاب ہوگی۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن احمد نے ان سے محمد بن مہران سے ان سے ان کے ماموں احمد بن زکریا نے ان سے حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے دریافت فرمایا تم بغداد میں کس جگہ رہتے ہو؟ اس نے کہا کرخ میں۔ آپ نے فرمایا یہ جگہ زیادہ پرسکون ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب ایک شدید فتنہ اٹھے گا جب ہر بھید ساقط ہو جائے گا۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب میرے تیسرے فرزند سے شیعوں کا فقدان ہوگا۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن معبد نے ان سے حسین بن خالد نے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ جس کے پاس پرہیزگاری نہیں اس کے لئے دین نہیں جس کے پاس تقیہ نہیں اس کے لئے ایمان نہیں۔ اللہ کے نزدیک تم میں سے وہ مکرم ہے جو تقیہ پر زیادہ عمل کرتا ہے۔ کسی نے پوچھا فرزند رسول کب تک؟ فرمایا وقت معلوم تک اور وہ دن ہوگا جس دن ہم اہلبیت کا قائم خروج کرے گا۔ پس جس نے ہمارے قائم کے خروج سے پہلے تقیہ ترک کر دیا وہ ہم میں سے نہیں۔ عرض کیا گیا فرزند رسول آپ اہلبیت میں سے قائم کون ہے؟ آپ نے فرمایا کنیزوں کی ملکہ، نرجس خاتون کا فرزند۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے زمین کو ظلم و جور سے پاک کرے گا اور پاکیزہ کرے گا ہر ظلم سے۔ لوگ اس کی ولادت کے بارے میں شک کریں گے۔ وہ خروج سے پہلے غیبت اختیار کرے گا جب وہ خروج کرے گا تو زمین اس کے نور سے منور ہو جائے گی۔ وہ لوگوں کے درمیان عدل قائم کرے گا اور کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکے گا۔ اس کے لئے فاصلے سمٹ جائیں گے اس کا سایہ نہ ہوگا۔ آسمان سے ایک منادی اس کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا جسے تمام اہل زمین سنیں گے۔ وہ منادی کہے گا آگاہ ہو کہ اللہ کی حجت بیت اللہ کے پاس ظاہر ہوئی ہے۔ پس اس کا اتباع کرو حق اس کے ساتھ ہے اور اسی میں ہے اور اس کے بارے میں ارشاد رب العزت ہے **اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ** (سورۃ شعراء آیت ۴) "اگر ہم چاہیں ان پر آسمان سے ایک نشانی اتاریں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں"۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے اس سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالسلام بن صالح ہروی سے کہ دعبل بن علی خزاعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا اس کی ابتدا اس شعر سے ہوئی تھی۔

مدارس آیات خلت من تلاوة | و منزل وحی مقفر العرصات

اللہ کی نشانیوں کی درسگاہیں تلاوت سے خالی ہو گئیں۔ | اور وحی کا مقام نزول خالی پڑا ہوا ہے۔

پس جب میں ان اشعار پر پہنچا۔

خروج امام لا محالة خارج | یقوم علی اسم الله و البرکات

ایک امام کا ظہور یقینی ہے وہ ظاہر ہوگا | اللہ کے نام کے ساتھ اٹھے گا

یمیز فینا کلّ حقّ و باطل | و یجزی علی النعماء و النقمات

ہمارے درمیان ہر حق و باطل کو جدا کرے گا | اور نعمتوں سے نوازے گا اور دشمنوں کو سزا دے گا

یہ اشعار سن کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام گریہ فرمانے لگے پھر میری طرف رخ کرکے فرمایا اے خزاعی اس دو شعر کے ذریعہ تیری زبان پر روح القدس کا کلام جاری ہوا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ وہ امام کون ہے وہ کب قیام کرے گا۔ میں نے عرض کیا مولا نہیں مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ اہل بیت میں سے ایک امام خروج کرے گا جو زمین کو فساد سے پاک کردے گا اور عدل سے بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہو گی۔

آپ نے فرمایا اے دعبل میرے بعد میرے فرزند محمدؑ امام ہوں گے۔ ان کے بعد ان کے فرزند علیؑ امام ہوں گے ان کے بعد ان کے فرزند حسنؑ امام ہوں گے۔ حسنؑ کے بعد ان کے فرزند حجت قائمؑ منتظر امام ہوں گے۔ جو غیبت اختیار کریں گے۔ اور جب ظاہر ہوں گے تو آپ کی اطاعت کی جائے گی۔ اگر دنیا کے اختتام میں ایک دن بھی رہ جائے گا تو اللہ اس کو اتنا طویل کردے گا کہ امام خروج کریں اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کب قیام کریں گے تو میرے والد نے اپنے اباؑ سے روایت کی ہے کہ کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ آپ کی ذریت میں سے قائم کب ظہور کریں گے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے خروج کا وقت قیامت کی طرح ہے (جس کا علم صرف اللہ کو ہے) جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے **لا یجلیها لوقتها الا هو ثقلت فی السموات و الارض لا تاتیکم الا بغتة** (سورۃ اعراف آیت ۱۸۷) "وہی کھول دکھائے گا اس کو اس کے وقت پر وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں جب وہ آئے گی بے خبری میں آئے گی۔"

دعبل بن علی خزاعی سے متعلق ایک اور روایت ہے جو ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

بیان کیا مجھ سے احمد بن علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے عبد السلام بن صالح ہروی نے کہ دعبل بن علی خزاعی مرو کے مقام پر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فرزند رسول میں نے آپ اہل بیت کے بارے میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپ سے پہلے کسی کو نہیں سناؤں گا۔ آپ نے فرمایا سناؤ تو انہوں نے یہ اشعار سنائے۔

مدارس آیات خلت من تلاوة و منزل وحی مقفر العرصات

اللہ کی نشانیوں کی درسگاہیں تلاوت سے خالی ہو گئیں۔ اور وحی کا مقام غیر آباد پڑا ہوا ہے۔

اری فیئهم فی غیرهم متقسماً وایدیهم من فیئهم صفرات

ان کے املاک دوسروں کے درمیان بٹے ہوئے ہیں اور ان کے ہاتھ اپنی جائیدادوں سے خالی ہیں

حضرت امام علی رضا علیہ السلام رونے لگے اور فرمایا اے خزاعی تو نے سچ کہا۔ پس جب دعبل اس شعر پر پہنچا۔

اذا وتروا مدوا الی واتریهم اکفا عن الاوتار منقبضات

جب ان کے ساتھ ظلم و ستم کیا جاتا ہے تو اپنے دشمنوں کی طرف اپنے ہاتھوں کو بڑھاتے ہیں جو کمان کو کھینچنے سے قاصر ہیں۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے ہاتھ ملنے لگے پھر فرمایا خدا کی قسم میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ جب دعبل اس شعر پر پہنچا۔

لقد خفت فی الدنیا و ایام سعیها وانی لارجو الامن بعد وفاتی

دنیا میں اور گردش زمانہ سے خوفزدہ رہا لیکن امید رکھتا ہوں امن و امان کی اپنی وفات کے بعد

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ اے دعبل خدا تجھے قیامت کے دن اپنی امان میں رکھے۔ جب دعبل نے قصیدے کا آخری شعر پڑھا۔

وقبر ببغداد لنفس زکیة تضمنه الرحمن فی الغرفات

اور ایک روضہ بغداد میں ایک پاک نفس کا ہے جس کو اللہ نے جنت میں جگہ دی ہے

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا اے دعبل کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ تم یہ اس قصیدے کے آخر میں دو شعروں کا اضافہ کرو۔ دعبل نے عرض کیا ضرور یا ابن رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا

وقبر بطوس یالها من مصیبة توقد فی الاحشاء بالحرقات

اور ایک روضہ طوس میں ہوگا جس کی مصیبت کہ بدن کے اندر شعلے آگ سے جل جائیں گے

الى الحشر حتى يبعث الله قائما يفرج عنا الهم والكربات

اور حشر تک یہ مسلسل رہے گا جہاں تک کہ اللہ ایک قائم کو ظاہر کرے گا اس کے ذریعے ہم سے غم و اندوہ اور مصیبتوں کو ٹال دے گا

دعبل نے عرض کیا: فرزند رسول! طوس میں کس کی قبر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: میری۔ میں جلد طوس جاؤں گا جہاں میری قبر میرے شیعوں کے لئے زیارت گاہ بنے گی۔ پس جس نے میری غربت میں طوس میں میری زیارت کی وہ میرے ساتھ قیامت کے دن ہوگا اور اس کی مغفرت ہوگی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام دعبل کے اشعار سن کر گھر میں تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد آپ کا خادم ایک سو دینار لے کر آیا اور دعبل سے کہا یہ مولا نے تمہارے زاد سفر کے لئے بھیجے ہیں۔ دعبل نے کہا مجھے اس کی طلب نہیں اور نہ ہی میں نے یہ قصیدہ کسی لالچ میں کہا تھا۔ ہاں البتہ امام علیہ السلام سے عرض کرو کہ میں چاہتا ہوں کوئی کپڑا مجھے دے دیں تاکہ وہ میرے لئے باعث برکت و شرف ہو۔ آپ نے دعبل کو اپنا ایک جبہ بھجوایا اور دینار بھی دیئے کہ یہ رکھ لو کام میں آئیں گے۔ پس دعبل نے وہ دونوں چیزیں لے لیں اور مرو سے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب قافلہ قوہان و میاں پور کے قریب ایک قریہ کے مقام پر پہنچا تو ڈاکوؤں نے قافلہ کو لوٹ لیا اور تمام مسافروں کو قید کر لیا۔ اور آپس میں لوٹ کا مال تقسیم کرنے لگے۔ ان ڈاکوؤں میں سے ایک شخص دعبل کا یہ شعر گنگنا رہا تھا۔

ارى فيئهم في غيرهم متقسما وأيديهم من فيئهم صفرات

میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کے مال غیروں میں بانٹے جارہے ہیں اور ان کے ہاتھ جاگیروں سے خالی ہیں

دعبل نے اس سے پوچھا: یہ کس کا شعر ہے؟ اس نے کہا خزاعہ قبیلے کے ایک شخص دعبل بن علی کا۔ دعبل نے کہا میں ہی دعبل ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے اور یہ میرا ہی شعر ہے۔ یہ سن کر وہ شخص دعبل کو اپنے سردار کے پاس لے گیا جو ایک ٹیلے کی چوٹی پر نماز پڑھ رہا تھا اور وہ شیعوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے سردار کو باخبر کر دیا تو وہ بذات خود آیا اور دعبل کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس نے پوچھا کیا تم دعبل ہو؟ دعبل نے جواب دیا ہاں۔ اس نے کہا اس قصیدے کو دوبارہ پڑھو۔ دعبل نے اسے دوبارہ پڑھا تو اس نے دعبل اور قافلہ کے تمام افراد کو رہا کر دیا اور جو کچھ ان سے چھینا تھا دعبل کے احترام میں واپس کر دیا۔ جب دعبل قم پہنچے اور اہل قم میں اعلان کیا گیا کہ دعبل اپنا نو تصنیف قصیدہ مسجد میں پڑھیں گے۔ وقت مقررہ پر لوگ جامع مسجد میں جمع ہوئے دعبل منبر پر گئے اور قصیدہ پیش کیا۔ قصیدہ سن کر لوگوں نے مال و اسباب عطا کئے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ دعبل کے پاس حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا جبہ ہے تو انہوں نے ایک ہزار دینار میں خریدنے کی پیشکش کی مگر دعبل نے انکار کر دیا۔ تو انہوں نے کہا

بچا اس جبہ کا کچھ حصہ انہیں ایک ہزار دینار میں دے دو۔ مگر دعبل نے انکار کیا اور قم سے چلے گئے۔ ابھی شہر سے نکلے ہی تھے کہ عرب کے ایک قبیلہ نے حملہ کر کے وہ جبہ چھین لیا۔ دعبل واپس آئے اور جبہ کا مطالبہ کیا مگر ان لوگوں نے جبہ دینے سے انکار کر دیا اور اس کے بدلے ایک ہزار دینار کی پیش کش کی دعبل نے انکار کر دیا۔ مگر جب دعبل مایوس ہوگئے تو انہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اس جبہ کا کچھ حصہ ہی مجھے دے دو تو ان لوگوں نے اس جبہ کا کچھ حصہ پھاڑ کر دعبل کو دیا اور ایک ہزار دینار بھی دے دیئے۔ دعبل اپنے وطن کی طرف لوٹے راستے میں ڈاکوں نے گھیر لیا اور جو کچھ بھی تھا لوٹ لیا اور صرف وہ ایک سو دینار رہ گئے جو امام نے دیئے تھے۔ دعبل نے ان سو دیناروں سے درہم خریدے ہر دینار کے سو درہم ملے اس طرح آپ کے پاس دس ہزار درہم ہوگئے۔ اس وقت دعبل کو امام کا قول یاد آیا کہ دعبل تمہیں ان پیسوں کی ضرورت پڑے گی۔ دعبل کے ساتھ ان کی ایک کنیز بھی تھی جو سخت بیمار ہوگئی۔ طبیبوں نے کہا کہ اس کی سیدھی آنکھ ضائع ہو چکی ہے۔ البتہ بائیں آنکھ کا علاج ممکن ہے دعبل کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا اور بہت روئے۔ پھر انہیں یاد آیا کہ ان کے پاس جبہ کا ایک ٹکڑا ہے انہوں نے رات کے اس حصے میں کنیز کی آنکھوں پر وہ ٹکڑا مس کیا صبح کو اس کنیز کی دونوں آنکھیں ٹھیک ہوگئیں اور مولا ابی الحسن الرضا کی برکت سے مرض کے آثار بھی باقی نہ رہے۔

۲۰ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے اس نے علی بن ابراہیم سے انہوں نے ان کے والد نے ان سے ریان بن الصلت نے کہ میں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ صاحب امر ہیں؟ فرمایا ہاں میں صاحب امر ہوں مگر میں وہ امام نہیں ہوں جو دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ میں وہ امام کیسے ہو سکتا ہوں جبکہ تم دیکھتے ہو کہ مجھ پر ضعف بدنی طاری ہے۔ قائم وہ ہوگا کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو عمر اس کی شیوخ کی ہوگی۔ مگر نظر جوان آئے گا۔ طاقت جسمانی ایسی ہوگی کہ اگر وہ چاہے گا تو بڑے سے بڑے درختوں کو ہاتھ سے جڑ سمیت اکھاڑ پھینکے اور پہاڑوں کو چور چور کر دے۔ اس کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ میری اولاد میں چوتھا فرد ہوگا اللہ اس پر غیبت کا پردہ ڈال دے گا پھر اسے ظاہر کرے گا۔ تو وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

باب (۳۶) امام زمانہ علیہ السلام اور ان کی غیبت کے بارے میں حضرت امام محمد بن علی (محمد تقی) جواد علیہ السلام کے ارشادات گرامی

۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ دقاقؒ نے ان سے محمد بن ہارون صوفی نے ان سے ابوتراب عبداللہ بن موسیٰ رویانی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ بن علی بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے کہ میں حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپؑ سے امام قائم علیہ السلام کے بارے میں سوال کروں۔ آپؑ نے فرمایا اے ابوالقاسم۔ قائم (علیہ السلام) ہم میں سے ہوگا وہ مہدی ہوگا جس کی غیبت میں اس کا انتظار اور اس کے ظہور میں اس کی اطاعت واجب ہوگی۔ وہ میری اولاد میں سے تیسرا امام ہوگا۔ قسم اس ذات کی کہ جس نے محمدؐ کو نبوت کے ساتھ مبعوث کیا اور ہم کو امامت سے مخصوص کیا اگر دنیا کے اختتام میں ایک دن بھی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا طویل کردے گا کہ امام قائم علیہ السلام ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اور اللہ ان کے امور کی ایک رات میں اصلاح کردے گا۔ جس طرح اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے امور کی کی تھی جب کہ وہ اپنی زوجہ کے لئے آگ لینے گئے تھے اور جب پلٹے تو رسول اور نبی تھے۔ پھر امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمارے شیعوں کا بہترین عمل انتظار ظہور (امام علیہ السلام) ہے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانیؒ نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے سہل بن زیاد آدمی نے ان سے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی نے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپؑ ہی امام قائم علیہ السلام ہیں۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا اے ابوالقاسم ہم میں سے ہر ایک امام اللہ کے حکم سے قائم ہے۔ اور دین کی طرف ہدایت کرتا ہے مگر وہ قائم جو زمین کو کافروں اور منکروں سے پاک کرے گا اور عدل و انصاف سے بھر دے گا وہ امام ہوگا جس کی ولادت لوگوں پر مخفی ہوگی وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگا۔ اس کا نام لینا حرام ہوگا۔ اس کا نام اور کنیت رسول اللہ کا نام اور کنیت ہوگی۔ اس کے لئے زمین کے فاصلے سمٹ جائیں گے ہر سختی اور مشکل اس کے لئے آسان ہوجائے گی اس کے اصحاب کی تعداد اہل بدر کے برابر یعنی تین سو تیرہ ہوگی اور یہی ارشاد پروردگار ہے **أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ** (سورہ بقرہ آیت ۱۴۸) "جہاں کہیں بھی تم ہوگے کرے گا تم کو اللہ اکٹھا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے" پس جب یہ اہل اخلاص جمع ہوجائیں گے تو اللہ اپنے حکم کو ظاہر کرے گا اور جب دس ہزار افراد کا لشکر تیار ہوجائے گا تو وہ اللہ کے حکم سے خروج کرے گا۔ اور اس وقت تک دشمنانِ خدا

کو قتل کرے گا۔ جب تک اللہ راضی نہ ہو جائے۔

عبد العظیم کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا مولا یہ کیسے علم ہوگا کہ اللہ راضی ہو گیا۔ آپؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے دل میں رحم ڈال دے گا۔ پس جب مدینہ میں داخل ہوگا تو لات و عزیٰ کو نکالے گا اور ان دونوں کو جلا دے گا۔

(۳) بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد عبدوس عطار نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نے ان سے صقر بن ابی دلف نے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا میرے بعد میرا بیٹا علیؑ نقی امام ہوگا اس کا حکم میرا حکم، اس کا قول میرا قول، اس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اس کے بعد اس کا بیٹا حسنؑ عسکری امام ہوگا۔ اس کا حکم اس کے والد کا حکم، اس کا قول اس کے والد کا قول، اس کی اطاعت اس کے والد کی اطاعت ہے۔ پھر آپؑ خاموش ہوگئے۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول حسنؑ (عسکری) کے بعد کون امام ہے۔ آپ یہ سن کر رونے لگے۔ پھر فرمایا حسنؑ (عسکری) کے بعد اس کا بیٹا قائم بالحق منتظر امام ہوگا۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول ان کو قائم کیوں کہتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اس لئے کہ وہ اس وقت قیام کرے گا۔ جب اس کا ذکر مٹ چکا ہوگا۔ اور اس کی امامت کے ماننے والوں کی اکثریت اپنے مذہب سے دور ہو چکی ہوگی۔ میں نے عرض کیا: منتظر کس وجہ سے کہتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کیونکہ اس کی غیبت کی مدت طویل ہوگی اور مخلص لوگ اس کے خروج کا انتظار کریں گے۔ شکی لوگ اس کا انکار کریں گے۔ منکرین مذاق اڑائیں گے اور جھٹلائیں گے اور عجلت پسند لوگ اس کے معاملے میں ہلاک ہوں گے اور (صرف) ثابت قدم نجات پائیں گے۔

باب (۳۷) امام قائم علیہ السلام اور ان کی غیبت کے بارے میں حضرت امام علی (نقی) ابن محمد علیہما السلام کے ارشادات گرامی

۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ دقاق اور علی بن عبداللہ وراق نے ان دونوں سے محمد بن ہارون صوفی نے ان سے ابوتراب عبداللہ بن موسیٰ رویانی نے ان سے عبد العظیم بن عبداللہ حسنی نے انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے آقا علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر کہا مرحبا اے ابوالقاسم تم ہمارے دوست ہو۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول میں چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے اپنے دین و عقیدے کا اظہار کروں پس اگر وہ پسندیدہ ہو تو آپ اس کا اثبات کریں تاکہ میں اللہ عزوجل سے (حالت اطمینان میں) ملاقات کروں۔ آپ نے فرمایا ہاں کہو میں نے عرض کیا کہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے۔ اس کی کوئی مثل نہیں وہ ہر قسم کی تشبیہ سے پاک ہے۔ نہ اس کا جسم ہے اور نہ اس کی صورت نہ وہ عرض ہے نہ جوہر بلکہ وہ اجسام کو تشکیل دینے والا، صورت بنانے والا اور عرض و

جو ہر کو خلق کرنے والا ہے وہ ہر شے کا رب مالک بنانے والا اور پیدا کرنے والا ہے۔ محمد اس کے بندے اور رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ان کی شریعت تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور ان کے بعد قیامت تک کوئی شریعت نہیں آئے گی۔

میرا عقیدہ ہے کہ ان کے بعد امام خلیفہ اور صاحب امر امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام ہیں پھر حضرت امام حسن علیہ السلام پھر حضرت امام حسین علیہ السلام پھر حضرت علیؑ بن حسین (امام زین العابدین علیہ السلام) پھر محمد بن علی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) پھر جعفر بن محمد (حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام) پھر موسیٰ بن جعفر (حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) پھر علی بن موسیٰ (حضرت امام علی رضا علیہ السلام) پھر محمد بن علی (حضرت امام محمد تقی علیہ السلام) پھر آپ امام ہیں۔ امام نے فرمایا میرے بعد میرا فرزند حسن عسکری امام ہے۔ اس کے بعد اس کا فرزند جس کی امامت لوگوں کے لیے عجیب ہوگی۔ میں نے عرض کیا وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگا۔ اس کا نام لینا جائز نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ خروج کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ میں نے عرض کیا میں اس کا اقرار کرتا ہوں اور عقیدہ رکھتا ہوں کہ ان ائمہ کے دوست اللہ کے دوست ان کے دشمن اللہ کے دشمن، ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت، ان کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

نیز میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ معراج حق ہے، قبر میں سوال و جواب حق ہے، جنت حق ہے، نار حق ہے، صراط حق ہے میزان حق ہے، قیامت حق ہے، قبور سے اٹھایا جانا حق ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ولایت کے بعد فرائض واجبہ نماز زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (نیکی کے لیے کہنا اور برائی سے روکنا) حق ہے۔

پس آپ نے فرمایا اے ابوالقاسم خدا کی قسم یہی خدا کا دین ہے۔ جس سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ اللہ تم کو اس دین پر ثابت قدم رکھے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عمر کاتب نے ان سے علی بن محمد صیمری نے ان سے علی بن مہزیار نے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں ان سے ظہور قائم علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا۔ تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جب تمہارا امام قائم ظالموں کے شہر سے غائب ہوگا تو ظہور کی توقع کرنا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی بن مہزیار نے ان سے علی بن محمد بن زیاد نے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں ظہور کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ جب تمہارا صاحب امام قائم علیہ السلام ظالموں کے شہر سے غائب ہو جائے تو ظہور کی توقع کرو۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عبداللہ بن ابی غانم قزوینی نے ان سے ابراہیم بن محمد بن فارس نے کہ میں اور نوح اور ایوب بن نوح مکہ جارہے تھے۔ ہم نے زبالہ کی وادی میں قیام کیا۔ ہم بیٹھے باتیں کر رہے تھے تو ایوب بن نوح نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی طرف چند سوالات بھیجے تو آپ نے ان کے جواب میں تحریر فرمایا کہ جب تمہارا امام درمیان سے اٹھ جائے (غائب ہوجائے) تو کشادگی تمہارے قدموں کے درمیان ہوگی (تمہیں ظالموں کے شر سے نجات مل جائے گی)۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ابو جعفر محمد بن احمد بن علوی نے ان سے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری نے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرا بیٹا حسنؑ (عسکری) امام ہوگا اس کے بعد اس کے فرزند کی امامت تمہارے لئے کیسی ہوگی؟ میں نے عرض کیا وہ کیوں، میں آپ پر قربان۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس کو دیکھ نہ پاؤ گے اور اس کا نام لینا تمہارے لئے جائز نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا پھر ہم ان کا تذکرہ کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا: لوگ حجت آل محمد کہیں گے۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے اور محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے اسحاق بن محمد بن ایوب نے ان سے حضرت امام (نقی) علی بن محمد علیہما السلام نے فرمایا کہ اس امر (امامت) کا صاحب (امام) وہ ہوگا جس کے بارے میں لوگ کہیں گے کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔

۷۔ یہ حدیث ہم سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے بیان کی ان سے محمد بن معقل نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک نے ان سے اسحاق بن محمد بن ایوب نے بیان کیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ اس امر کا صاحب وہ ہے جس کے بارے میں لوگ کہیں گے کہ وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن زیاد بن جعفرؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن صدقہ نے ان سے علی بن عبدالغفار نے کہ جب ابو جعفر ثانی (حضرت امام محمد تقی) علیہ السلام کا انتقال ہوا تو شیعوں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے امر امامت کے بارے میں خط لکھ کر سوال کیا۔ تو آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ امر امامت جب تک میں زندہ ہوں میرے لئے ہے۔ پھر جب پیغام اجل آئے گا تو یہ امر میرے خلف بیٹے کے لئے ہوگا اور کیا حال ہوگا تمہارا میرے جانشین کے جانشین کی امامت میں؟

۹۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے عبداللہ بن احمد موصلی نے ان سے صقر بن ابی دلف نے بیان کیا ہے کہ جب متوکل نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو قید کیا تو میں امام کا حال معلوم کرنے قید خانہ کی طرف گیا۔ متوکل کے دربان نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے پاس بلایا اور کہا اے صقر کیا حال چال ہے؟ میں نے کہا اے استاد خیر ہے۔ بولا بیٹھو اور بات چیت کرنے لگا۔ پھر بولا اے صقر یہاں تم

کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا تم سے ملنے۔ کہنے لگا شاید تم اپنے مولا سے ملنے آئے ہو۔ میں نے کہا میرا مولا کون ہے؟ میرا مولا تو حاکم وقت ہے۔ بولا خاموش ہو جاؤ تمہارے مولا امام حق ہیں۔ مجھ سے مت ڈرو۔ میں بھی تمہارے مذہب پر ہوں۔ میں نے کہا **الحمدللہ** بولا کیا تم ان کو دیکھنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا ہاں اس نے کہا یہاں بیٹھو جب بادشاہ کا قاصد چلا جائے گا تو ملوا دوں گا۔ میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ قاصد چلا گیا۔ پھر اس نے ایک خادم سے کہا کہ صقر کا ہاتھ پکڑ کر اس حجرہ میں لے جاؤ۔ جہاں ایک علوی قید ہے۔ اور اس کے پاس چھوڑ دو وہ مجھے ایک حجرہ میں لے گیا اور ایک کوٹھری کی طرف اشارہ کیا میں اس کوٹھری میں داخل ہوا تو دیکھا کہ امام علیہ السلام بیٹھے ہیں اور آپ کے سامنے ایک قبر کھدی ہوئی ہے۔ میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب سلام دیا اور بیٹھنے کو کہا۔ میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اے صقر کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا۔ مولا آپ کا حال احوال معلوم کرنے آیا ہوں۔ پھر میں نے قبر دیکھی اور رونے لگا۔ امامؑ نے مجھ سے کہا اے صقر فکر نہ کرو وہ ہمیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے۔ میں نے کہا **الحمدللہ** پھر میں نے عرض کیا مولا ایک حدیث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے جس کے معنی میری سمجھ میں نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا وہ کون سی حدیث ہے۔ میں نے عرض کیا حضورؐ نے فرمایا: **لاتعادوا الایام فتعادیکم** "ایام کے ساتھ دشمنی نہ کرو کیونکہ پھر وہ تمہارے دشمن بن جائیں گے" کے کیا معنی ہے۔

آپ نے فرمایا ایام سے مراد ہم ہیں۔ ہمارے ذریعے آسمان اور زمین قائم ہے۔ سبت (ہفتہ) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔ احد (اتوار) جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ اثنین (پیر) جناب حسنین (امام حسن و حسین علیہما السلام) ہیں۔ ثلاثاء (منگل) علی بن حسین (امام زین العابدین علیہ السلام) اور محمد بن علی (امام محمد باقر علیہ السلام) اور جعفر بن محمد (امام جعفر صادق علیہ السلام) ہیں۔ اربعاء (بدھ) موسیٰ بن جعفر (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام) اور علی بن موسیٰ (امام علی رضا علیہ السلام) اور محمد بن علی (امام محمد تقی علیہ السلام) اور میں ہوں۔ خمیس (جمعرات) میرا بیٹا حسن (عسکری علیہ السلام) ہے اور جمعہ میرے بیٹے کا فرزند ہے جس کے پاس اہل حق جمع ہوں گے اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی اور یہ ایام کے معنی ہیں۔ دنیا میں امام سے دشمنی نہ کرو۔ ورنہ آخرت میں وہ تم سے دشمنی کریں گے۔ پھر فرمایا اب تم جاؤ کیونکہ یہاں تمہارا رہنا ٹھیک نہیں ہے۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے ان سے علی بن ابراہیم نے ان سے عبداللہ بن احمد موصلی نے ان سے صقر بن ابی دلف نے بیان کیا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسنؑ امام ہوگا اس کے بعد اس کا فرزند قائم امام ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا۔ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

باب (۳۸) امام زمانہ اور ان کی غیبت کے بارے میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ارشادات

۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن اسحاق بن سعد اشعری نے کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپؑ سے آپؑ کے بعد آپؑ کے جانشین کے بارے میں معلوم کر سکوں۔ امام حسن عسکری علیہ السلام نے خود ہی ابتدا کی اور فرمایا اے احمد بن اسحاق آدمؑ کی خلقت سے لے کر قیامت تک اللہ زمین کو اپنی حجت سے خالی نہ چھوڑے گا انہی کے ذریعے بلاؤں کو اہل زمین سے ٹال دے گا انہی کے طفیل بارش ہوتی ہے۔ اور انہی کی برکت سے زمین اپنے خزانے ظاہر کرتی ہے۔

میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ آپؑ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟ آپؑ اٹھے اور اندرون خانہ تشریف لے گئے پھر باہر آئے تو آپؑ کی گود میں ایک تین سالہ بچہ تھا۔ جس کا چہرہ ماہ کامل کی طرح چمک رہا تھا۔ فرمایا اے احمد بن اسحاق اگر اللہ تم کو مکرم نہ کرتا تو میں یہ بچہ تمہیں نہ دکھاتا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ اس کا نام اور کنیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اور کنیت ہے۔ یہ وہ ہے جو زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔

اے احمد بن اسحاق اس کی مثال اس امت میں خضر علیہ السلام اور ذوالقرنین کی سی ہے۔ خدا کی قسم اللہ اس کو غائب کرے گا اور اس کی غیبت میں ہلاکت سے صرف وہ لوگ نجات پائیں گے جو عقیدہ امامت پر ثابت قدم رہیں گے اور اس کے تعجیل فرج کی دعا کریں گے۔

پس احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کوئی ایسی علامت ہے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے پس وہ بچہ فصیح عربی میں گویا ہوا۔ میں زمین پر بقیۃ اللہ ہوں میں خدا کے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوں۔ اے احمد بن اسحاق آنکھوں سے دیکھنے کے بعد علامت طلب نہ کرو۔

احمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں امام علیہ السلام کے پاس سے بڑا مسرور اور مطمئن نکلا۔ دوسرے دن میں پھر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا فرزند رسولؐ آپؑ نے جو احسان کیا اس سے میں بہت مسرور ہوں۔ لیکن یہ فرمائیں کہ قائمؑ کے لیے حضرت خضر اور ذوالقرنین کی کون سی سنت جاری ہوگی۔ فرمایا اے احمد طول غیبت۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ان کی غیبت کتنی طویل ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا۔ رب کی قسم حتیٰ طویل کہ اس کی امامت کے قائلین کی اکثریت مرتد ہو جائے گی۔ صرف وہ لوگ اپنے قول پر ثابت قدم رہیں گے جن سے اللہ نے ہماری ولایت کا عہد لیا

ہے۔ جن کے دلوں پر ایمان لکھ دیا اور جن کی اپنی رحمت سے مدد کی۔

اے احمد بن اسحاق یہ اللہ کے امور میں سے ایک امر ہے۔ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ کے غیوب میں سے ایک غیب ہے۔ پس میں نے جو کہا ہے (راز، دین) اس کو مضبوطی سے پکڑو اور چھپاؤ اور شکر گزار ہو تو کل تم ہمارے ساتھ علیین میں ہو گے۔

اس کتاب کے مؤلف عرض کرتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث صرف علی بن عبداللہ وراقؒ سے سنی اور انہی کی تحریر میں پایا تو اس کے بارے میں، میں نے ان سے پوچھا انہوں نے میرے سامنے سعد بن عبداللہؒ سے روایت کی ان سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا جو میں نے ذکر کیا۔

وہ روایات جو جناب خضر علیہ السلام کے بارے میں آئی ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے عبدالعزیز بن یحییٰ بصری نے ان سے محمد بن عطیہ نے ان سے ہشام بن جعفر نے ان سے حماد نے ان سے عبداللہ بن سلیمان نے کہ میں نے بعض کتب سماوی میں پڑھا ہے کہ ذوالقرنین خدا کے صالح بندے تھے اللہ نے انہیں اپنے بندوں پر حجت بنایا تھا لیکن نبی نہیں بنایا تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کو ملکوں پر غلبہ دیا اور اسباب ان کے واسطے طے ہوئے اور ان کے سامنے چشمہ حیات کی تعریف بیان کی گئی اور ان کو بتلایا گیا کہ جو شخص اس چشمہ کا پانی پیتا ہے وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک صور کی آواز نہیں سن لے پس وہ اس چشمہ کی تلاش میں نکلے یہاں تک کہ اس کے مقام تک پہنچے۔ اس جگہ تین سو ساٹھ چشمے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ان کے لشکر کے سردار اور ہمراہی تھے (۱)۔ ان کو ذوالقرنین تمام اصحاب سے زیادہ دوست رکھتے تھے ان کو ایک

---

(۱) ان کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذوالقرنین کی فوج کے ہراول دستہ میں تھے اور یہ بات عجیب ہے۔ کیونکہ اگر حضرت خضر حضرت موسیٰ کے دور کے ہیں تو یہ دور تقریباً پندرہ سو سال قبل مسیح کا ہے اور ذوالقرنین خواہ سکندر ہوں یا کورش، حضرت موسیٰؑ کے دور کے صدیوں بعد نمودار ہوئے ہیں۔ سکندر تین سو تیس سال قبل مسیح اور کورش پانچ سو پچاس قبل مسیح کے ہیں۔ پس شاید یہاں ذوالقرنین سے مراد کوئی اور شخص ہے۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں وھب ابن منبہ سے نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین سکندریہ کا رہنے والا ایک شخص تھا اس کا نام اسکندروس تھا اس نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ وہ سورج کے قریب پہنچ گیا ہے۔ اور اتنا اس سے قریب ہو گیا کہ اس کے دونوں کنارے یعنی مشرق و مغرب کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے اس نے اس خواب کے بارے میں اپنی قوم کے لوگوں کو بتایا تو انہوں نے اسی وقت اس کا نام ذوالقرنین رکھ دیا اس کا دور حضرت عیسیٰؑ کے بعد کا ہے۔ بہرحال ذوالقرنین اور حضرت خضر کا واقعہ ساختہ کردہ اور ساختگی مختار مصادر پر مشتمل ہے اور ہم ان دونوں کے بارے میں وہی کچھ کہیں گے جو کہ قرآن اور عقل کے موافق احادیث بتاتی ہیں اور اس سے زیادہ کو افسانہ پرست لوگوں کے لئے چھوڑ دیں گے (علی اکبر غفاری)

خشک شدہ مچھلی دی پھر اپنے تمام اصحاب میں سے ہر ایک کو خشک شدہ مچھلی دی اور کہا ان چشموں میں جاؤ اور ہر ایک اپنی مچھلی کو ایک چشمہ میں دھوئے کوئی دوسرا اس چشمہ میں نہ دھوئے۔ یہ سن کر سب الگ الگ ہوگئے اور ہر ایک نے اپنی مچھلی کو ایک ایک چشمہ میں دھویا حضرت خضر علیہ السلام بھی ایک چشمہ پر پہنچے اور جب اپنی مچھلی کو اس پانی میں ڈالا تو وہ زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی۔ جب حضرت خضرؑ نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو اپنے کپڑے اس چشمہ کے پانی میں دھوئے اور غسل کیا اور پھر وہ پانی پیا۔ سب لوگ اپنی اپنی مچھلیاں لے کر جناب ذوالقرنین کے پاس واپس آئے مگر جناب خضرؑ کے پاس مچھلی نہیں تھی۔ جب پوچھا گیا تو جناب خضرؑ نے تمام حالات بیان کئے۔ جناب ذوالقرنین نے پوچھا کیا تم نے اس چشمہ سے پانی پیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں۔ فرمایا وہ چشمہ تمہاری قسمت میں تھا۔ پس تمہیں مبارک ہو کہ تم اس دنیا میں صور پھونکے جانے تک لوگوں کی نظروں سے غائب اور موجود رہو گے

۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن عبداللہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے حمزہ بن حمران وغیرہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام مدینہ میں نہایت پریشان اور فکر مند ایک دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور بولا اے ابوجعفر تم کیوں غمگین ہو۔ کیا تم کو دنیا کا غم ہے تو جان لو کہ رزق حاضر موجود ہے جس میں نیک اور بد دونوں شریک ہیں۔ کیا تمہیں آخرت کا غم ہے تو قدرت والے مالک کا وعدہ سچا ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا مجھے یہ غم نہیں ہے بلکہ میں ابن زبیر کے فتنہ کی وجہ سے پریشان ہوں۔ وہ شخص بولا کیا تم نے دیکھا ہے کہ کوئی شخص اللہ سے ڈرا اور اس کو نجات نہ ملی ہو۔ کسی نے اللہ پر توکل کیا اور اللہ اس کے لئے کافی نہ ہوا ہو۔ کسی نے اللہ کو اختیار کیا اور اللہ نے اس کو اختیار نہ کیا ہو امام نے فرمایا نہیں۔ پس وہ شخص چلا گیا تو کسی نے امامؑ سے پوچھا یہ کون شخص تھا؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ حضرت خضر تھے۔

مولفؒ فرماتے ہیں کہ ایسی ہی ایک خبر علی بن حسین علیہما السلام سے بھی مروی ہے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن خالد برقی نے ان سے محمد بن زید نیشاپوری نے ان سے عمر بن ابراہیم ہاشمی نے ان سے عبدالملک بن عمیر نے ان سے اسید بن صفوان صحابی رسولؐ نے بیان کیا کہ جب امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں جیسے حضور اکرمؐ کی قبض روح کے وقت ہوئیں تھیں۔ ان آوازوں کو سن کر لوگ دوڑے ان میں ایک شخص مضطرب روتا ہوا آیا اور کہنے لگا آج نبوت کا جانشین اٹھ گیا۔ پھر وہ

امیر المومنینؑ کے گھر کی چوکھٹ پر کھڑا ہو گیا۔ اور کہنے لگا اے ابوالحسن اللہ تم پر رحم کرے تم اسلام میں سب سے پہلے ایمان میں خالص اور یقین میں شدید تھے تم اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتے اور اصحاب کے مقابلے میں رسول اللہ کے عہد کو زیادہ پورا کرنے والے تھے تمہارے مناقب سب سے زیادہ افضل، تمہاری صفتیں سب سے مکرم، تمہارا درجہ سب سے بلند اور تم رسولؐ سے سب سے زیادہ قریب اور رفتار و گفتار و مقاصد و افعال میں رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ تمہاری منزلت اشرف و مکرم تھی اسلام، رسولؐ اور مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالی تمہیں جزائے خیر دے۔ جب اصحاب کمزور ہوئے تو تم نے اسلام کو تقویت دی۔ جب انہوں نے سستی اور کاہلی دکھائی تو تم نے مبادرت کی جب انہوں نے (رسول اللہ کو) چھوڑا تو تم نے نصرت کی۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح راستے کی طرف اس وقت ملتفت ہوئے جب اصحاب فکر مند تھے۔ تم خلیفہ حق ہو جس میں کوئی شک نہیں۔ چاہے یہ بات منافقوں کو بری لگے، کافروں کو غصہ آئے، حاسدوں کو ناگوار گزرے اور فاسقوں کے دل منقبض ہوں۔

تم نے حکم خدا کو اس وقت قائم کیا جب لوگوں نے چھوڑ دیا۔ تم نے حق کی بات کی جب لوگ حق بات کہنے میں جھجکے اور تم اللہ کے نور میں چلے جب دوسرے رک رہے۔ اگر وہ تمہاری پیروی کرتے تو ہدایت پا جاتے تمام لوگوں میں تمہاری آواز نرم تمہاری سلامت قوت، تمہارا کلام مختصر، تمہارا نطق صحیح ترین، تمہاری رائے معتبر تمہارا قلب شجاع ترین، تمہارا یقین سب سے شدید، تمہارا عمل بہترین ہے اور تم سب سے زیادہ امور کو جاننے والے ہو۔ خدا کی قسم تم دین کے رئیس ہو جب لوگ بکھر گئے اور جب پیچھے رہ گئے (جب لوگ ناکام ہو گئے) تم مومنین کے لئے رحیم باپ اور سچا عیال اور ان کے امور کی نگرانی کرنے والے تھے۔ پس تم نے بوجھ کو اٹھایا جب دوسروں نے کمزوری دکھائی اور جن چیزوں کی حفاظت کی جس کو انہوں نے ضائع کر دیا اور ان کی دیکھ بھال کی جس سے وہ لاپرواہ ہوتے تھے اور لڑائی میں جب وہ ہار جاتے تھے تو تم اس کی آگ کو بھڑکاتے تھے اور جب وہ احساس کمتری کا شکار ہوتے تھے تو تم انہیں حوصلہ دیتے تھے۔ اور جب وہ عاجزی کا اظہار کرتے تو تم استقامت اور پائیداری دکھاتے اور اگر وہ پیچھے رہ جاتے تو تم ان تک پہنچ جاتے اور وہ تمہارے ذریعہ ان چیزوں تک پہنچ جاتے جس کا وہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے

تم کافروں پر عذاب سخت اور مومنین کے لئے شادابی اور رحمت کے بادل کی طرح تھے۔ خدا کی قسم تمہارے ذریعہ سے نعمتیں جاری ہوئیں۔ اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ اور تم سے ... میں سے دوسروں کو پالیا۔ اپنے فضائل کے ساتھ دنیا سے گئے تمہاری حجت باطل نہیں ہوئی۔ تمہارا دل متاثر نہیں ہوا۔ تمہاری بصیرت کمزور نہ ہوئی اور تمہارے نفس میں بزدلی نہ آئی۔

تمہاری مثال پہاڑ جیسی تھی جس کو تیز ہوا ہلا نہیں سکتی۔ اور طرح متزلزل نہیں کر سکتی اور تمہارے بارے میں

حضور اکرم نے فرمایا تھا کہ تمہارا بدن تو کمزور ہے مگر حکم خدا میں تم قوی ہو۔ اور اپنے نفس میں تواضع کرنے والے اللہ کے نزدیک برگزیدہ، زمین پر بزرگ، مومنین کے نزدیک صاحب جلالت ہو۔ کوئی تم میں عیب نہیں نکال سکتا۔ کوئی تمہیں طعنہ نہیں دے سکتا کوئی بھی تم کو متزلزل نہیں کر سکتا حدود خدا میں تم سخت ترین تھے۔ کمزور، ذلیل شخص تمہارے نزدیک قوی اور مضبوط ہوتا جب تک تم اس کو اس کا حق نہیں دلوا دیتے۔ اور قوی اور مضبوط شخص تمہارے نزدیک ضعیف و ذلیل ہوتا جب تک تم اس سے مظلوم کا حق نہ چھین لیتے۔ قریب اور بعید تمہارے نزدیک برابر تھا۔ تمہاری شان حق و صدق و رفق ہے۔ تمہارا قول حکم اور حتمی ہے۔ تمہارا امر علم وحزم ہے تمہاری رائے علم و عزم ہے۔ تم نے راحت پایا۔ تمہارے ذریعہ عذاب دور ہوا۔ تمہارے ذریعہ دین میں اعتدال آیا۔ اللہ نے جو امر ظاہر کیا چاہے کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ تمہارے ذریعہ ایمان قوی ہوا تمہارے ذریعہ اسلام اور مومنین ثابت قدم ہوئے۔ تم سبقت لے کر نکل گئے اور اسلام کے خاطر بہت سختیوں کو برداشت کیا۔ تمہاری موت کی مصیبت لوگوں پر شدید ہے۔ تمہاری مصیبت آسمان والوں کے لئے عظیم ہے۔ اور مخلوقات ہی کو تمہارے غم نے ہلا دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ہم اللہ کے فیصلے پر راضی اور اس کے حکم کو تسلیم کرنے والے ہیں خدا کی قسم تمہارے مقام تک مسلمان کبھی نہیں پہنچ سکے۔

تم مومنین کے لیے پناہ گاہ اور کافروں کے لئے غیظ و غضب تھے۔ پس اللہ تم کو نبی سے ملحق کرے اور اللہ ہمیں تمہاری پیروی کے اجر و ثواب سے محروم نہ کرے اور ہمیں تمہارے بعد گمراہی سے بچائے۔ پس اس شخص کا کلام سن کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کیا۔ پھر اس شخص کو تلاش کیا تو وہ نہ ملا۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی عمری سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود نے ان سے جعفر بن احمد نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے بیان کیا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت خضر نے آب حیات پیا ہے اور وہ صور پھونکے کے وقت تک زندہ رہیں گے۔ وہ ہمارے پاس آتے ہیں۔ اور سلام کرتے ہیں۔ ہم ان کی آواز سنتے ہیں مگر ان کو نہیں دیکھتے۔ جس جگہ ان کا ذکر کیا جاتا ہے وہ وہاں موجود ہوتے ہیں پس جو بھی ان کا ذکر کرے ان پر سلام کرے۔ وہ حج کے موقع پر مکہ آتے ہیں۔ حج کرتے ہیں اور عرفات میں کھڑے ہوتے ہیں اور مومنوں کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔ اور جلد ہی اللہ تعالیٰ حضرت خضر کو قائم آل محمد کا مونس قرار دے گا۔ جس وقت کہ وہ حضرت لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے تو تنہائی میں حضرت خضر آپ کے رفیق ہوں گے۔

۵۔ اسی اسناد کے ساتھ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرمائی تو خضر علیہ السلام تشریف لائے اور اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے جہاں حضرت

امیر المومنین علی ابن ابی طالب، جناب فاطمۃ الزہرا اور حسنین علیہم السلام موجود تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کپڑے میں لپیٹا جا چکا تھا۔ کہا السلام علیکم اے اہل بیت محمدؐ۔ ہر ذی روح کے لئے موت کا ذائقہ ہے۔ تمہارا اجر تم کو قیامت میں پورا پورا دیا جائے گا۔ جس کا کوئی مرتا ہے تو یقیناً خدا اس کا عوض اور قائم مقام ہے۔ وہی ہر مصیبت میں صبر عطا کرنے والا اور ہر اس امر کا تدارک کرنے والا ہے جو فوت ہو جاتا ہے لہذا خدا پر توکل کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور خدا سے استغفار کرتا ہوں اپنے اور تمہارے لئے۔ اس وقت امیر المومنین نے فرمایا۔ میرے بھائی حضرت خضرؑ ہیں۔ تم کو پیغمبر کی تعزیت دینے آئے ہیں۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے محمد بن محمد ہمدانی نے ان سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے ان سے ان کے والد نے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضور اکرمؐ کا انتقال ہوا تو حضرت خضرؑ دروازے پر تشریف لائے اور تعزیت کی۔ اہل بیتؑ نے ان کا کلام سنا مگر نہیں دیکھا نہیں۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا یہ جناب خضرؑ ہیں جو حضور اکرمؐ کا پرسہ دینے آئے ہیں۔

جناب خضرؑ کا نام خضرویہ بن قابیل بن آدمؑ تھا۔ بعض نے کہا کہ خضرون تھا بعض کے مطابق جعد تھا۔ ان کو خضر اس سبب سے کہتے ہیں کہ (مصنفؒ فرماتے ہیں) جس خشک زمین پر وہ بیٹھتے تھے وہ سرسبز ہو جاتی تھی ان کی عمر تمام فرزندان آدمؑ سے زیادہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا نام بلیا بن ملکان بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوحؑ ہے۔ اس بارے میں ہم نے روایات اپنی کتاب "علل الشرائع والاحکام والاسباب" میں جمع کر دی ہیں۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے ابو محمد عبداللہ بن محمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے علی بن سعید بن جبیر نے ان سے ابن کاسب نے ان سے عبداللہ بن میمون مکی نے ان سے جعفر بن محمد علیہ السلام نے کہ ان سے ان کے والد بزرگوار علی بن حسین علیہ السلام نے ایک طویل حدیث بیان کی جس کے آخر میں یہ تھا کہ جب رسولؐ کا انتقال ہو تو ایک آواز تعزیت آئی۔ جس کو سب سن رہے تھے مگر صاحب آواز کو دیکھ نہیں سکے تھے۔ اس نے کہا: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ہر ذی روح کے لئے موت کا ذائقہ ہے۔ تمہارا اجر تم کو قیامت میں پورا پورا دیا جائے گا۔ جس کا کوئی مرتا ہے تو یقیناً خدا اس کا عوض اور قائم مقام ہے۔ وہی ہر مصیبت پر صبر عطا کرنے والا ہے اور ہر اس امر کا تدارک کرنے والا ہے جو ضائع ہو جاتا ہے۔ لہذا خدا پر توکل کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو کیونکہ محروم تو وہ ہے جو ثواب خدا سے محروم ہے۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ"۔ پس حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کیا جانتے ہو یہ کون تھے؟ سب نے کہا نہیں۔ آپؑ نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

اس کتاب کے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے اکثر مخالفین حضرت خضر علیہ السلام سے متعلق روایات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں مگر نظروں سے پوشیدہ ہیں اور جہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے حاضر ہوتے

ہیں سو ہمارے مخالفین نہ تو ان کی طول حیات کے منکر ہیں اور نہ ان علامات کو خلافِ عقل قرار دیتے ہیں۔ مگر جناب قائم بن محمد علیہ السلام کی غیبت و طویل حیات پر اعتراض کرتے ہیں اور یہ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات ہے کہ جب تک صور پھونکے کا دن آئے اس وقت تک ان کو زندہ رکھ سکتا ہے۔ وہ وقت معلوم تک ابلیس ملعون کی بقا و حیات کو مانتے ہیں مگر حجت خدا کی غیبت و طول عمری کو نہیں مانتے حالانکہ آپ کے بارے میں آپ کے نام و نسب پر وضاحت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے علامات صحیحہ وارد ہوئی ہیں۔

وہ روایات جو ذوالقرنین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے علی بن نعمان نے ان سے ہارون بن خارجہ نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بیان کیا کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ وہ خدا کو دوست رکھتے تھے خدا بھی ان کو دوست رکھتا تھا۔ وہ خدا کے لئے مخلص تھے۔ اور خدا ان کا خیرخواہ تھا۔ انہوں نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا۔ لوگوں نے ان کے سر کے ایک جانب ضربت لگائی۔ پس وہ ایک عرصے تک غائب رہے۔ پھر ان کے پاس آئے تو انہوں نے ان کے سر کی دوسری جانب ضرب لگائی۔ تم میں (امام قائم علیہ السلام) انہی کی سنت (یعنی سنت) پر ہوں گے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن حسن بزاز نے ان سے محمد بن یعقوب بن یوسف نے ان سے احمد بن عبدالجبار عطاردی نے ان سے یونس بن بکیر نے ان سے محمد بن اسحاق بن یسار مدنی نے ان سے عمرو بن ثابت نے ان سے سماک بن حارث نے ان سے بنو اسد کے ایک شخص نے جس نے حضرت علی علیہ السلام سے سوال کیا ذوالقرنین کیسے اس قابل ہوئے کہ مشرق و مغرب پہنچے؟ آپ نے فرمایا خدا نے ابر کو ان کے لئے مسخر کیا تھا اور اسباب کو ان کے لئے نزدیک کیا تھا اور نور کو ان کے لئے کشادہ کیا تھا کہ وہ رات کے وقت بھی اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے وقت دیکھتے تھے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ان کے والد نے ان سے حسین بن حسن بن ابان نے ان سے محمد بن اورمہ نے ان سے قاسم بن عروہ نے ان سے بُرید العجلی نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے کہ جس وقت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام منبر پر تھے تو ابن الکوا کھڑا ہوا اور کہا یا امیر المومنین فرمایئے کہ ذوالقرنین نبی تھے یا ملک تھے۔ ان کے سینگ سونے کے تھے یا چاندی کے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ

۔ ملک تھے نہ نبی تھے۔ ان کے سینگ نہ سونے کے تھے نہ چاندی کے۔ وہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ جو خدا کو دوست رکھتے تھے اور خدا بھی ان کو دوست رکھتا تھا۔ وہ خدا کے لئے مخلص تھے اور خدا ان کا خیرخواہ تھا۔ ان کو اس سے ذوالقرنین کہتے ہیں کہ جنہوں نے اپنی قوم کو خدا کی طرف بلایا۔ لوگوں نے ان کے سر کے ایک جانب ضربت لگائی پس وہ ایک عرصہ تک قوم سے غائب رہے۔ پھر وہ ان کی طرف پلٹے تو قوم نے ان کے سر کے دوسری جانب ضربت لگائی اور تمہارے درمیان بھی ذوالقرنین کی مثال موجود ہوگی۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے ابوطالب مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن نصیر نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے [ان سے حماد بن عیسیٰ نے] ان سے عمرو بن شمر نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان سے جابر بن عبداللہ انصاری نے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا: ذوالقرنین ایک صالح بندے تھے جن کو خدا نے اپنے بندوں پر حجت قرار دیا تھا انہوں نے اپنی قوم کو دین حق کی طرف بلایا۔ اور ان کو گناہوں سے پرہیز کا حکم دیا۔ لوگوں نے ان کے سر کی ایک جانب ضربت لگائی تو وہ اپنی قوم سے ایک عرصے کے لئے غائب ہوگئے یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ وہ مرگئے یا ہلاک ہوگئے۔ حالانکہ وہ کسی صحرا میں گم ہوگئے پھر ظاہر ہوئے اور اپنی قوم کی طرف واپس آئے تو ان کی قوم نے ان کے سر کی دوسری جانب ضربت لگائی۔ یقیناً تمہارے درمیان میں ایک شخص ہے جو ان کی سنت پر ہوگا۔ ذوالقرنین کو حق تعالیٰ نے زمین پر متمکن کیا اور ہر چیز کا ایک سبب ان کو عطا فرمایا۔ وہ دنیا میں مغرب سے مشرق تک پہنچے اور اللہ جلد ان کی سنت کو ہمارے فرزندوں میں قائم (علیہ السلام) میں جاری کرے گا جو مغرب اور مشرق کو طے کرے گا یہاں تک کہ کوئی صحرا، میدان اور پہاڑ جو ذوالقرنین نے طے کیا تھا باقی نہ بچے گا کہ وہ طے نہ کرے۔ اور زمین کے خزانوں اور معدن کو خدا ان کے لئے ظاہر کرے گا وہ اس کی مدد کرے گا دلوں میں اس کا رعب و دبدبہ ڈالے گا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

وہ احادیث جو ذوالقرنین کے سیاق و سباق کے حامل روایات میں سے ہیں

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے عبدالعزیز بن یحییٰ بن سعید بصری نے ان سے محمد بن عطیہ نے ان سے عبداللہ بن عمر [ا] سعید بصری نے ان سے ہشام بن جعفر بن حماد نے ان سے عبداللہ بن سلیمان نے جو کتب سماوی کا قاری تھا کہ میں نے بعض کتب سماوی میں پڑھا ہے کہ حضرت ذوالقرنین اسکندریہ کے ایک شخص تھے۔ ان کی والدہ وہاں کی معمر خواتین میں سے ایک تھیں۔ اور سوائے ذوالقرنین کے ان کے کوئی اور فرزند نہ تھا۔ اور ان کو

سکندروس کہتے تھے۔ وہ بچپن سے نیک، صاحب ادب، صاحب خلق، جمیل اور پاک نفس انسان تھے۔ جب تک کہ جوان ہوئے تو انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ آفتاب سے قریب ہو گئے ہیں اور آفتاب کے دونوں قرن یعنی دونوں کناروں پر قابض ہو گئے ہیں۔ جب اس خواب کو انہوں نے اپنی قوم سے بیان کیا تو قوم نے ان کا نام ذوالقرنین رکھا۔ اس خواب کے بعد ان کی ہمت بلند ہوئی اور ان کا شہرہ ہوا۔ وہ اپنی قوم میں صاحب عزت ہو گئے۔

سب سے پہلی بات جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا وہ یہ تھی کہ میں اللہ عزوجل کے لئے مطیع اور مسلمان ہوں۔ پھر اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی اور تمام قوم ان کے رعب اور دبدبہ کے سبب مسلمان ہو گئی۔ انہوں نے ان لوگوں کو حکم دیا کہ ایک مسجد میرے لئے تعمیر کرو۔ ان لوگوں نے دل و جان سے قبول کیا۔ انہوں نے فرمایا اس مسجد کی لمبائی چار سو ہاتھ، چوڑائی دو سو ہاتھ، اس کی دیوار کی چوڑائی بائیس ہاتھ، اور اس کی بلندی ایک سو ہاتھ ہونا چاہئے۔ لوگوں نے کہا اے ذوالقرنین ایسی لکڑی کہاں سے لائی جائے جو دونوں دیواروں کے درمیان رکھی جا سکے؟ آپ نے کہا جب دونوں دیواروں کی تعمیر سے فارغ ہو جاؤ اس میں اتنی مٹی ڈالو کہ دیواروں کے برابر ہو جائے۔ پھر ہر مومن کو تھوڑا تھوڑا سونا اور چاندی ان کے حال کے موافق دے دو کہ وہ ریزہ ریزہ کریں۔ پھر اس خاک کے ساتھ مخلوط کرو اور مسجد کو جب مٹی سے بھر دو تو اس مٹی پر چڑھ کر تانبا اور پیتل وغیرہ جس کی چاہو تختیاں بناؤ اور اسی سے چھت کو آسانی سے درست کر لو۔ جب فراغت ہو جائے تو غرباء اور مساکین کو اس مٹی کو باہر لے جانے کے لئے بلاؤ وہ لوگ اس چاندی سونے کی خواہش میں جو اس میں ملی ہوئی ہے خوشی سے مٹی کو باہر لے جانے میں ایک دوسرے سے سبقت اور عجلت کریں گے۔

پس لوگوں نے مسجد کی تعمیر کی۔ مساکین نے مٹی نکال دی، چھت درست ہوئی اور فقراء اور مساکین بھی خوش حال ہو گئے۔ پھر ذوالقرنین نے اپنے لشکر کے چار حصے کئے اور ہر حصے میں دس ہزار افراد قرار دیئے اور ان کو شہروں میں پھیلا دیا۔ اور شہروں میں گھومنے اور سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ جب ان کی قوم نے ان کے ارادہ کی خبر پائی تو ان کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے اے ذوالقرنین ہم تم کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ ہم کو اپنی خدمت سے محروم نہ کرنا اور دوسرے شہروں میں قیام نہ کریں کیونکہ ہم لوگ تمہاری زیارت کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ تم ہمارے شہر میں پیدا ہوئے ہو اور ہم میں تمہاری نشو و نما اور تربیت ہوئی ہے۔ ہمارے اموال اور نفوس سب تمہارے لئے حاضر ہیں۔ جو حکم چاہو ہم کو دو۔ تمہاری والدہ بھی ضعیف ہیں۔ ان کا حق تم پر تمام خلق سے زیادہ ہے۔ تمہارے لئے مناسب نہیں ہے کہ ان کی نافرمانی اور مخالفت کرو۔ ذوالقرنین نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا قول درست اور تمہاری رائے جامع مناسب ہے۔ لیکن میں اس شخص کے مانند ہو رہا ہوں جس کے دل اور چشم و گوش کو قبضہ میں کر لیا گیا ہو۔ وہ جس کو سامنے سے قتل کرتے اور پیچھے سے اس کو بھگاتے ہیں۔ اور وہ نہیں جانتا کہ اس کو کس غرض سے اور کہاں لے جاتے ہیں لیکن اے میری قوم کے لوگو۔ آؤ اور اس مسجد میں داخل ہو اور سب کے سب مسلمان ہو جاؤ اور میری

مخالفت نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

ذوالقرنین نے اسکندریہ کے رئیس کو طلب کیا اور کہا کہ مسجد کو آباد رکھنا اور میری ماں کو میری جدائی پر دلاسہ دیتے رہنا۔ یہ کہہ کر ذوالقرنین روانہ ہو گئے ان کی والدہ ان کی جدائی میں بہت گریہ وزاری کرتی تھیں۔ اور ان کا رونا کم نہ ہوتا تھا۔ ایک رئیس نے ان کی والدہ کی تسلی کے لئے ایک تدبیر تجویز کی۔ ایک بڑی عید ترتیب دی اور اعلان کر دیا کہ لوگوں میں جا کر ندا کرے کہ تمہارے رئیس نے تم کو آگاہ کیا ہے اور کہا ہے کہ فلاں روز حاضر ہونا ہے۔ جب وہ دن آیا۔ اس کے منادی نے ندا کی کہ جلد آؤ لیکن وہ شخص اس عید میں شریک نہ ہو جو دنیا کی کسی مصیبت یا بلا میں گرفتار ہو۔ ہاں وہ شخص شرکت کرے جو بلاء و مصیبت سے محفوظ ہو یہ سن کر تمام اشخاص کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو بلاء و مصیبت سے خالی ہو اور ہم میں کوئی ایسا نہیں ہے جو کسی بلا میں یا اپنے کسی دوست یا عزیز کی موت کے غم میں مبتلا نہ ہو۔ جب ذوالقرنین کی والدہ نے سنا تو ان کو یہ تعجب پسند آیا مگر یہ نہ سمجھ سکیں کہ اس سے اس رئیس کی کیا غرض ہے۔ پھر چند روز کے بعد رئیس نے منادی کو بھیجا جس نے ندا کی کہ رئیس تم کو حکم دیتا ہے کہ فلاں روز حاضر ہونا ہے۔ لیکن وہ لوگ نہ آئیں جن پر کوئی بلاء و مصیبت آئی ہو۔ وہ جن لوگوں کا دل کسی درد سے رنجیدہ نہ ہوا۔ اور وہ لوگ بھی آئیں جو کسی بلاء میں گرفتار نہ ہوں۔ کیونکہ اس شخص کے ساتھ خیر نہیں ہے جو کسی بلاء میں مبتلا نہ ہو۔ جب یہ ندا دی گئی تو لوگوں نے کہا کہ اس مرد نے پہلے بخل کیا۔ آخر پشیمان اور شرمندہ ہوا اور اپنی غلطی کا تدارک کیا اور اپنا عیب چھپاتا ہے جب سب لوگ جمع ہوئے تو اس نے تقریر کی۔

اے لوگو! میں نے تم لوگوں کو اس لئے جمع نہیں کیا کہ دعوت و ضیافت کی جائے بلکہ اس لئے تم کو جمع کیا ہے کہ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں کچھ باتیں کروں۔ آدم کو یاد کرو جن کو خدا نے اپنے دست قدرت سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور فرشتوں کو ان کے لئے سجدہ کا حکم دیا۔ اور ان کو اپنی بہشت میں ساکن کیا۔ اور ان کو اس کرامت سے نوازا جس سے خلق میں کسی کو نہیں نوازا تھا۔ پھر ان کو سخت ترین بلا میں جو دنیا میں ہو سکتی ہے مبتلا کیا کہ ان کو بہشت سے نکالا اور وہ مصیبت وہ تھی کہ کوئی مصیبت اس سے سخت نہیں ہو سکتی۔ پھر اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالے جانے میں اور ان کے فرزند کو ذبح ہونے میں اور حضرت یعقوب کو رنج و اندوہ میں اور حضرت یوسف علیہ السلام کو غلامی میں اور حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ذبح میں حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل ہونے میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسیر ہونے میں اور بہت سی مخلوق کو سب میں جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا مبتلا کیا۔

پھر کہا کہ آؤ چلیں اسکندروس کی ماں کو تسلی دیں۔ ہم دیکھیں کہ ان کا صبر کس قدر ہے کیونکہ ان کی مصیبت ان کے فرزند کے غم میں سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ وہ لوگ ان کے پاس گئے اور کہا آج اس مجمع میں آپ موجود تھیں

اور ان باتوں کو آپ سے سنا جو مجلس میں بیان کی گئیں۔ میں نے کہا تمہارے تمام امور کی میں نے اطلاع پائی اور تمہاری تمام باتوں کو میں نے سنا تمہارے درمیان کوئی ایسا نہیں کہ جس کی مصیبت عقلمندوں کی معرفت میں مجھ سے زیادہ ہوتی اب خدا نے مجھے صبر عطا کر دیا ہے۔ اور مجھے اچھی جزا دی اور میرے دین کو محفوظ کر دیا۔ مجھے امید ہے کہ میرا اجر میری مصیبت کے مطابق ہوگا۔ اور تمہارے لیے تمہاری مصیبت اور اس غم و رنج کے بقدر اجر کی امیدوار ہوں جو تم کو تمہارے بھائی کی جدائی میں ہے۔ اور اس بیٹی اور کوشش کے بقدر اجر کی امید رکھتی ہوں جو تم نے اس کی ماں کو تسلی دینے میں کی اور امید رکھتی ہوں کہ خدا تم کو اور مجھے بخش دے گا۔ اور مجھ پر اور تم پر رحم کرے گا۔ جب اس گروہ نے اس عاقلہ جلیلہ کا صبر جمیل کا مشاہدہ کیا تو خوش ہوئے اور واپس ہوگئے۔ ذوالقرنین مغرب کی جانب سیر کرتے ہوئے بہت دور چلے گئے اور ان کا لشکر اس وقت فقراء اور مساکین کا تھا۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کو وحی کی کہ تم تمام خلائق پر مشرق سے مغرب تک میری حجت ہو۔ یہی تمہارے خواب کی تعبیر ہے۔

ذوالقرنین نے کہا اے پروردگار تو مجھے اس امر عظیم کی تکلیف دیتا ہے جس کی قدر تیرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پس مجھے بتا کہ میں اس عظیم گروہ کا کس لشکر سے مقابلہ کروں اور کس سامان سے ان پر غالب ہو سکتا ہوں اور کس تدبیر سے ان کو مطیع کروں اور کس صبر کے ساتھ ان کی سختیوں کو برداشت کروں اور کس زبان سے ان سے گفتگو کروں اور ان کی مختلف زبانوں کو کیونکر سمجھوں اور کس کان سے ان کی باتیں سنوں کس طرح ان کی گہرائی تک پہنچوں اور کس دلیل کی بنیاد پر ان سے بحث کروں اور کس دل سے ان کے مطلب کا ادراک کروں اور کس حکمت سے ان کے معاملات کی تدبیر کروں اور کس حلم سے ان کی زیادتیوں پر صبر کروں اور کس عدالت سے ان کا انصاف کروں اور کس معرفت سے ان کے درمیان حکم کروں کس علم سے ان کے امور کو مضبوط کروں اور کس ذہن کے ساتھ ان کا شمار کروں اور کس لشکر سے ان سے جنگ کروں اس لیے کہ اے میرے رب ان میں یقیناً کوئی ایک چیز بھی میرے پاس نہیں ہے۔ لہذا مجھے ان پر قوت دے۔ یقیناً تو مہربان پروردگار ہے تو کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور نہ اس کی قوت سے زیادہ بار ڈالتا ہے۔

خدا نے ان کو وحی کی کہ عنقریب طاقت و قوت تم کو اس امر کے لیے دوں گا جس کی تکلیف تم کو دی ہے۔ اور تمہارے فہم میں وسعت دوں گا تاکہ سب چیزوں کو سمجھ سکو اور تمہارے سینے کو کشادہ کر دوں گا کہ تمام چیزوں کو سن سکو تمہاری زبان کو ہر چیز پر گویا کر دوں گا اور میں تمہارے کان کھول دوں تو تمہیں سب کچھ سنائی دے گا اور تمہاری آنکھوں سے پردہ اٹھا دوں تو سب کچھ دیکھ سکو گے اور تمہارے لیے امور کا شمار کر دوں گا۔ اور کوئی چیز تم سے ضائع نہ ہوگی اور تمہارے لیے تمہارے امور کی حفاظت کروں گا تاکہ کوئی چیز تم پر مخفی نہ رہے۔ اور تمہاری پشت قوی کر دوں گا تاکہ کسی خطرہ سے تم نہ ڈرو اور تم میں ہیبت و دبدبہ پیدا کر دوں گا تم کسی سے مرعوب نہ ہو اور تمہاری

رنے کو درست کروں گا تاکہ تم سے غلطی نہ ہو اور تمہارے جسم کو تمہارے لئے مسخر کردوں گا تاکہ تمام چیزوں کا تم احساس کر سکو اور روشنی اور تاریکی کو بھی تمہارے لئے مسخر کردوں گا اور ان کو تمہارے دو لشکر قرار دوں گا۔ اور روشنی تمہاری ہدایت اور راہنمائی کرے گی اور تاریکی تمہاری حفاظت کرے گی اور قوموں کو تمہارے پیچھے سے تمہارے سامنے جمع کرے گی

غرض ذوالقرنین اپنے پروردگار کے پیغام کے ساتھ روانہ ہوئے خدا نے ان کی مدد کی جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا کیا۔ اور وہ چلے تاکہ اس مقام پر پہنچیں جہاں آفتاب غروب ہوتا ہے اس کے پاس جو قوم پہنچی اس کو خدا کی طرف دعوت دیتے جو قبول کرلیتا ذوالقرنین اس سے راضی ہوتے اور جو قبول نہیں کرتا تھا ذوالقرنین اس پر ظلمت مسلط کردیتے تھے جو ان کے شہروں، قریوں، مکانوں اور منزلوں کو تاریک کردیتی تھی ان کی آنکھوں کو ڈھانپ دیتی تھی۔ اور ان کے منہ ناک، کان اور پیٹ میں بھر جاتی تھی اور وہ سب اسی طرح کچھ عرصہ تک پریشان رہتے آخرکار دعوت حق کو قبول کرلیتے تھے اور او و زاری کرتے ہوئے ان کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ وہ غروب آفتاب کے مقام پر پہنچے وہاں اس کے پاس وہ قوم پائی جس کا ذکر حق تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے اور ذوالقرنین نے اس قوم کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جو پہلے دوسری قوموں کے ساتھ کرتے رہے تھے یہاں تک کہ مغرب کے اطراف سے فارغ ہوئے اور اتنی جماعتوں سے ملاقات کی جن کی تعداد کا سوائے خدا کے کسی کو علم نہیں ہوسکتا اور ان کو وہ قوت و شان و شوکت حاصل ہوئی جو کسی کو بغیر تائید خدا وندی کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور ان کے لشکر میں مختلف مذہبوں کے ماننے والے اور طرح طرح کی خواہشات رکھنے والے اور پراگندہ قلب تھے۔ پھر ظلمات میں آٹھ شبانہ روز چلتے رہے اور ان کے اصحاب ان کی طرف متوجہ تھے یہاں تک کہ ایک پہاڑ پر پہنچے جو تمام زمین کو گھیرے ہوئے تھا۔ ناگاہ ایک فرشتہ کو دیکھا جو پہاڑ سے چپٹا ہوا تھا اور کہہ رہا تھا پاک ہے میرا پروردگار اس وقت سے زمانے کے ختم ہونے تک، پاک ہے میرا پروردگار دنیا کی ابتداء سے اس کے خاتمہ تک۔ پاک ہے میرا پروردگار جو اس جگہ سے عرش تک کے لئے کافی ہے، پاک ہے میرا پروردگار جو ظلمت کا خاتمہ نور پر کرتا ہے یہ سن کر ذوالقرنین سجدے میں گر پڑے اور جب تک خدا نے ان کو قوت عطا نہ کی اور مدد عطا کی اس فرشتہ کو دیکھنے کے لئے سر نہ اٹھایا۔ فرشتہ نے کہا۔ اے فرزند آدم! تجھ کو ایسی طاقت کیونکر ملی کہ تو اس جگہ پہنچا حالانکہ فرزندان آدم میں سے کوئی بھی اس جگہ تجھ سے پہلے نہیں پہنچا۔ ذوالقرنین نے کہا کہ مجھے اس نے اس مقام تک آنے کی قوت اور طاقت دی ہے جس نے تجھے اس پہاڑ پر قابض ہونے کی طاقت عطا کی ہے۔ جو تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ فرشتہ نے کہا تو نے سچ کہا ذوالقرنین نے کہا مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔ فرشتہ نے کہا میں اس پہاڑ پر موکل ہوں اور یہ تمام زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور اگر یہ پہاڑ نہ ہوتا تو زمین اپنے باشندوں سمیت الٹ اور سرنگوں ہوجاتی اور روئے زمین پر کوئی پہاڑ اس سے زیادہ بڑا نہیں ہے اور یہ پہلا پہاڑ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر خلق

کیا۔ اور اس کی چوٹی آسمان دنیا سے ملی ہوئی ہے۔ اس کی جڑ ساتویں زمین میں ہے۔ اور تمام زمین کو مانند حلقہ کے گھیرے ہوئے ہے۔ اور روئے زمین کے تمام شہروں کی جڑ اسی پہاڑ سے تعلق رکھتی ہے۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی شہر میں زلزلہ آئے تو میری جانب وحی کرتا ہے۔ میں اس شہر کی جڑ کو حرکت دیتا ہوں جو اس شہر تک پہنچتی ہے اور اس شہر کو اس جڑ کے ذریعہ سے زلزلہ میں لاتا ہوں۔

ذوالقرنین نے جب چاہا کہ واپس ہوں تو اس فرشتہ سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کرو۔ اس فرشتہ نے کہا کل کی روزی کا غم نہ کرو۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو۔ جو چیزیں ضائع ہو جائیں ان کے لئے غم نہ کرو۔ رفق و مدارات کے ساتھ عمل کرو۔ جبار، ظالم اور تکبر کرنے والے نہ بنو۔

یہ سن کر ذوالقرنین اپنے اصحاب کی طرف واپس ہوئے اور مشرق کی جانب سفر اختیار کیا اور جو گروہ مشرق کی جانب آباد تھے ان کی تلاش کرتے رہے اور پھر ہدایت کرتے رہے اسی طریقہ سے جس طریقہ سے مغرب کی جانب کی قوموں کی ہدایت کی تھی اور ان جماعتوں کو مطیع کیا تھا جب مشرق و مغرب سے فارغ ہوئے تو اس کی جانب متوجہ ہوئے جس کا تذکرہ پروردگار نے قرآن میں کیا ہے۔ وہاں اس جگہ ایسے لوگوں سے ملاقات کی جو کوئی زبان نہیں سمجھتے تھے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قوم آباد تھی جس کو یاجوج ماجوج کہتے تھے جو چوپاؤں سے مشابہ تھے۔ کھاتے پیتے تھے۔ ان کے بچے بھی ہوتے تھے۔ ان میں نر اور مادہ تھے۔ ان کا چہرہ، جسم اور خلقت انسانوں سے مشابہ تھی۔ لیکن قد میں بہت چھوٹے ہوتے تھے۔ بلکہ اطفال کے برابر تھے۔ وہ پانچ بالشت (تقریباً تین فٹ) سے زیادہ بڑے نہیں ہوتے تھے اور خلقت و صورت میں سب کے سب مساوی ہوتے۔ عریاں جسم اور ننگے پاؤں رہتے۔ نہ کپڑے پہنتے۔ نہ پیروں میں جوتے رکھتے۔ اونٹ کے مانند ان کے کوہان ہوتی جس سے ان کی سردی اور گرمی میں حفاظت ہوتی۔ ان کے دو کان ہوتے ایک میں اندر اور باہر بال ہوتے اور دوسرے میں اندر اور باہر کوہان ہوتے تھے۔ ان کے ناخن کے بجائے چنگل ہوتے تھے۔ درندوں کی طرح ان کی دانت اور کاٹنے ہوتے تھے۔ جب وہ سوتے تو اپنے ایک کان کو بچھا لیتے اور دوسرے کو اوڑھ لیتے تھے جو ان کے جسم کو سر سے پیر تک چھپا لیتے تھے۔ ان کی خوراک دریا کی مچھلیاں تھیں۔ ہر سال ان پر بادل سے مچھلیوں کی بارش ہوتی تھی۔ جس سے ان کی زندگی آسانی اور فارغ البالی سے بسر ہوتی تھی۔ جب وہ وقت آتا تھا تو مچھلیوں کے برسنے کے منتظر ہوتے تھے جس طرح انسان بارش کا انتظار کرتے ہیں۔ اگر مچھلیوں کی بارش ہو جاتی تھی تو ان میں فراوانی ہوتی اور وہ موٹے تازے ہو جاتے ان کے اولادیں پیدا ہوتیں اور زیادہ ہو جاتے اور ایک سال تک وہ مچھلیاں ان کی خوراک ہوتیں۔ پھر وہ کوئی چیز اس کے علاوہ نہیں کھاتے تھے اور اس قدر زیادہ ہو جاتے کہ ان کی تعداد سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور اگر کسی سال مچھلیوں کی بارش نہ ہوتی تو وہ سب قحط کا شکار ہوتے۔ بھوک سے پریشان ہوتے ان کی نسل اور اولادیں ختم ہو جاتیں۔ ان کی عادت تھی کہ وہ چوپاؤں کی طرح چلتے

وہ جہاں چاہتے مقابلہ کرتے۔ جس سال ان پر مچھلیاں نہیں برستی تھیں وہ بھوکے ہوتے تھے تو شہروں کی جانب رخ کرتے تھے۔ پس جس جگہ پہنچ جاتے فساد کرتے۔ کسی چیز کو نہیں چھوڑتے تھے۔ ان کی تباہی ٹڈی دل اور تمام آفتوں سے بہت زیادہ ہوتی تھی۔ اور وہ سب جس زمین کی طرف رخ کرتے وہاں کے باشندے اپنے مکانوں کو چھوڑ کر بھاگ جاتے اور اس زمین کو خالی کر دیتے۔ کیونکہ کوئی ان سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ نہ ان سے دفاع کر سکتا تھا وہ جس مقام پر جاتے وہاں اس طرح چھا جاتے تھے کہ کسی کو وہاں پیر رکھنے کی جگہ نہ ملتی تھی۔ کسی شخص کے لئے بیٹھنے کی جگہ بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ خدا کی مخلوق میں کوئی ان کی تعداد نہیں جانتا تھا۔ اور ممکن بھی نہ تھا کہ کوئی ان کی طرف نظر کر سکے یا ان کے پاس جا سکے کیونکہ وہ نہایت کریہ منظر ہوتے۔ وہ نجاست اور گندگی سے آلودہ رہتے تھے اسی سے لوگوں پر غالب ہو جاتے تھے۔ جس وقت وہ کسی طرف رخ کرتے تھے ان کی آواز سو فرسخ کی مسافت سے آندھی اور تند بارش کی آواز کی طرح ان کی تعداد کی زیادتی کے سبب سے سنائی دیتی تھی۔ اور جس شہر میں آتے ان کا ایک ہمہمہ مثل شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے بلکہ اس سے زیادہ شدید اور سخت ہوتا تھا کہ ان کی آواز کے مقابلہ میں کوئی آواز نہیں سنائی دے سکتی تھی جب وہ کسی طرف کا رخ کرتے تھے تو تمام جانور اور درندے اس جگہ ہر طرف سے بھاگ جاتے تھے کیونکہ اس ساری زمین پر وہ بھر جاتے تھے اور کسی دوسری مخلوق کے لئے جگہ نہ رہتی تھی۔ ایک امر جو سب سے زیادہ عجیب تھا وہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک اپنی موت کا وقت جانتا تھا۔ کیونکہ ان کے نر و مادہ میں سے کوئی اس وقت تک نہیں مرتا تھا جب تک کہ اس کے ایک ہزار بچے نہ پیدا ہو جاتے۔ جب ایک ہزار بچے پیدا ہو جاتے تو وہ سمجھ جاتا کہ اب مرنا ہے۔ پھر وہ ان کے درمیان سے نکل جاتا اور مرنے کے لئے ہاتھ پیر پھیلا دیتا تھا۔ پس یہ ان کا قصہ ہے اس دن سے جب سے خدا نے انہیں خلق کیا اس دن تک جب وہ فنا کر دیئے جاتے ہیں۔

ایک امر یہ کہ وہ سب ذوالقرنین کے زمانے میں شہروں میں وارد ہوتے اور ایک مقام سے دوسرے مقام پر جاتے اور آبادیوں کو تباہ و برباد کرتے پھرتے تھے۔ اور ایک قوم کے پاس سے دوسری قوم کا رخ کرتے اور باشندوں کو ان کے شہروں سے نکالتے جاتے تھے۔ اور جس طرف متوجہ ہوتے تھے دوسری طرف رخ نہیں پھیرتے تھے اور داہنی یا بائیں جانب متوجہ نہیں ہوتے تھے۔

جب اس قوم نے جس کے پاس ذوالقرنین پہنچے تھے ان کی دست درازی کے سبب ذوالقرنین کے پاس جمع ہوئے اور فریاد کی کہ ہم نے سنا ہے جو کچھ خدا نے آپ کو عطا فرمایا ہے مثل بادشاہی اور ملک و سلطنت کے اور جو رعب و دبدبہ اور ہیبت اس نے آپ کو بخشی ہے اور نور و عظمت اور اپنے لشکروں سے جس طرح آپ کی مدد کی ہے۔ ہم یاجوج ماجوج کے ہمسایہ واقع ہوتے ہیں اور ان کے اور ہمارے درمیان ان پہاڑوں کے سوا کوئی اور روک نہیں ہے۔ ہمارے اور ان کے درمیان ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سے راہ ہے اگر وہ ہماری طرف رخ کریں گے تو ہم کو

ہمارے شہروں سے نکال دیں گے ہم ان کے سامنے ٹھہرنے اور مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتے کیونکہ وہ بہت زیادہ ہیں انسانوں کی سی صورت رکھتے ہیں لیکن سیرت چوپایوں سے بدتر درندوں کے گھاس کھاتے ہیں اور حیوانوں اور جانوروں کو درندوں کی طرح پھاڑ ڈالتے ہیں۔ سانپ بچھو اور تمام حشرات الارض بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہر ذی روح کو کھا جاتے ہیں اور مخلوقات خدا میں سے کوئی مخلوق ان سے زیادہ نہیں ہوتی۔ ہم جانتے ہیں کہ عنقریب ان سے بھر جائے گی اور وہ اس پر بسنے والوں کو نکال دیں گے اور زمین میں فساد کریں گے۔ ہم ہر وقت ان سے خائف رہتے ہیں کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان سے ہماری طرف آ نہ نکلیں گے۔ خدا نے آپ کو تدبیر و قوت عطا کی ہے کہ اس کے مثل تمام عالم میں کسی کو نہیں عطا کی ہے۔ کیا ہم لوگ آپ کے لیے کچھ جمع کریں کہ آپ ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔ ذوالقرنین نے کہا خدا نے جو کچھ مجھے عطا کیا ہے۔ اس چندے سے بہتر ہے جو تم لوگ مجھے دو گے۔ تم مجھے اپنی قوت و طاقت سے مدد کرو تا کہ تمہارے اور ان کے درمیان میں ایک دیوار تعمیر کر دوں۔ پھر آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ لوہے کی سلیں لاؤ۔

ان لوگوں نے کہا اتنا لوہا اور تانبا ہم لوگ کہاں سے لائیں جو اس دیوار کے لئے کافی ہو۔ فرمایا کہ میں لوہے اور تانبے کی کانیں تم پر ظاہر کر دیتا ہوں پھر ان کے لئے دونوں پہاڑوں پر ضرب لگائی اور انہیں پھاڑ دیا پس ان میں سے لوہے اور تانبے کی کانیں نکل آئیں۔ لوگوں نے پوچھا ہم کس طرح ان میں سے لوہے اور تانبے کو کاٹیں گے۔ پس ان کے لئے دوسرے معدن کو زمین کے نیچے سے باہر نکالا جس کو سامور (الماس) کہتے تھے۔ وہ تمام چیزوں سے زیادہ سفید تھا اس میں سے جس قدر بھی کسی چیز پر ڈال دیتے تھے وہ اس کو پگھلا دیتا تھا۔ اس سے چند آلات تیار کئے جس سے وہ لوگ معدنوں میں کام کرتے تھے اور ایسے آلات سے حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس کے لئے ستونوں اور پتھروں کو کاٹتے تھے جو شیاطین ان کے لئے کانوں سے لاتے تھے۔ غرض کہ ان لوگوں نے تانبا اور لوہا ذوالقرنین کے پاس اس قدر جمع کیا جو اس دیوار کے لئے کافی تھا۔ پھر لوہے کو پگھلایا اور اس کے ٹکڑے پتھر کی سلوں کی طرح بنائے اور دیوار میں پتھر کے بجائے ان ہی ٹکڑوں کو لگایا اور مٹی کے بجائے تانبے کو پگھلا کر اس پر ڈالا پھر دونوں صدفوں کے درمیان فاصلے کو ناپا تو دیکھا کہ ان میں ۱۰۰ میل کا فاصلہ ہے۔ پس اس کے لئے ایک بنیاد کھودی یہاں تک کہ اس کی گہرائی اتنی ہو گئی کہ پانی نکل آیا اور اس کی چوڑائی کو ایک میل کر دیا اور اس میں لوہے کے ٹکڑے ڈال دیئے اور تانبے کو پگھلا کر لوہے کے درمیان ڈال دیا۔ گویا ایک طبق تانبے کا اور ایک طبق لوہے کا تھا۔ یہاں تک کہ وہ دیوار ان پہاڑوں کے درمیان برابر ہو گئی وہ چمکدار کپڑے کی طرح تانبے کی سرخی اور لوہے کی سیاہی کے سبب سے سرخ و سیاہ معلوم ہوتی تھی یاجوج ماجوج ہر سال اس دیوار کے قریب آتے ہیں کیونکہ وہ شہروں میں گشت کرتے تھے جب اس دیوار کے نزدیک پہنچتے ہیں وہ مانع ہوتی ہے پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس حال پر قیامت کے قریب تک رہیں گے۔ یہاں تک

کہ آثار قیامت ظاہر ہوں گے اور قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت جناب قائم بن محمد علیہ السلام کا ظہور ہے۔ اس وقت حق تعالیٰ دیوار کو ان کے لئے کھول دے گا۔ جیسا کہ فرمایا ہے **حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون** سورۃ انبیاء آیت ۹۶) "جس وقت یاجوج ماجوج رہا کئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی کے ساتھ رواں ہوں گے"۔

جب ذوالقرنین دیوار کی تعمیر سے فارغ ہوئے اس طرف سے اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے ناگاہ ایک مرد ضعیف کے قریب پہنچے جو نماز پڑھ رہے تھے۔ ذوالقرنین ان کے پاس مع اپنے لشکر کے ٹھہر گئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ذوالقرنین نے ان سے کہا کہ آپ کو میرے لشکر سے کیوں خوف نہیں ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس سے مناجات کر رہا تھا جس کا لشکر تیرے لشکر سے بہت زیادہ ہے اور جس کی بادشاہی تجھ سے زیادہ غالب ہے اور جس کی قوت تجھ سے زیادہ شدید ہے اگر تیری طرف اپنا رخ کرتا تو اپنی حاجت اس سے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ ذوالقرنین نے کہا کیا آپ راضی ہیں کہ میرے ساتھ چلیں تاکہ میں آپ کو کچھ عطا کروں اور آپ سے اپنے بعض امور میں مدد حاصل کروں انہوں نے جواب دیا کہ میں راضی ہوں اگر تم میرے لئے چار باتوں کے ضامن بن جاؤ۔ اول ایسی نعمت جو کبھی زائل نہ ہو دوم ایسی صحت کہ جس میں بیماری نہ ہو۔ سوم ایسی جوانی کہ جس میں پیری نہ ہو چہارم ایسی زندگی کہ جس میں موت نہ ہو۔ ذوالقرنین نے کہا کونسی مخلوق ان پر قادر ہے؟ اس نے کہا میں اس کی طرف ہوں جو ان سب پر قادر ہے۔ اور یہ تمام امور اس کے قبضے میں ہیں۔ اور تم بھی اس کے اختیار میں ہو۔

پھر ذوالقرنین کا گزر ایک عالم کے پاس سے ہوا۔ اس نے ذوالقرنین سے پوچھا مجھے بتاؤ کہ وہ دو چیزیں کونسی ہیں جو اب تک قائم ہیں جس روز سے خدا نے ان کو خلق کیا اور ان دو چیزوں سے جو رواں ہیں اور ان دو چیزوں سے جو ہمیشہ ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں۔ اور ان دو چیزوں سے جو باہم ایک دوسرے کی دشمن ہیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ وہ دو چیزیں جو قائم ہیں آسمان و زمین ہیں۔ وہ دو چیزیں جو رواں ہیں وہ آفتاب اور ماہتاب ہیں۔ وہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں وہ رات اور دن ہیں اور وہ دو چیزیں جو ایک دوسرے کی دشمن ہیں وہ موت اور زندگی ہے۔ اس نے کہا جاؤ تم عالم ہو۔

ذوالقرنین شہروں میں گھوم رہے تھے کہ ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی جو مردوں کی کھوپڑیاں جمع کئے ہوئے تھا۔ وہ ان کو الٹتا اور دیکھتا تھا۔ ذوالقرنین اپنے لشکر کے ساتھ اس کے پاس ٹھہر گئے اور کہا اے شیخ بیان کرو کس لئے ان سروں کو حرکت دیتا ہے اس نے کہا اس لئے کہ میں جان لوں کہ کون شریف رہا ہے اور کون پریشان حال۔ جبکہ سال سے ان کو گردش دیتا ہوں اور ہر چند دیکھتا ہوں مگر شناخت نہیں ہو سکتی اور میں تمیز نہیں کر سکتا)۔ ذوالقرنین اس کو چھوڑ کر آگے بڑھے اور کہا اس کی غرض صرف میری تنبیہ تھی۔

پھر شہروں کی سیر کرتے ہوئے حضرت موسیٰ کی عقلمند قوم کے پاس پہنچے جو حق کی ہدایت اور انصاف، آپس میں برابری کا سلوک اور ایک دوسرے پر رحم کرتے تھے۔ سب کی حالت ایک سی تھی۔ سب کا قول ایک تھا۔ ان کے دل یکی میں جڑے ہوئے تھے۔ ان کا راستہ سیدھا تھا۔ اس کی سیرت پسندیدہ تھی۔ ان کے گزشتگان کی قبریں ان کے گھروں کے دروازوں پر تھیں۔ ان کے گھروں پر دروازے نہیں تھے۔ اور ان میں حاکم بھی نہیں تھے۔ نہ ہی قاضی نہ میر نہ بادشاہ نہ شریف۔ نہ ایک کو دوسرے پر ترجیح تھی نہ آپس میں فرق۔ نہ آپس میں اختلاف تھا۔ نہ تنازعہ۔ نہ ایک دوسرے کو سیر کرتے تھے نہ قتل اور نہ ان پر آفتیں آتی تھیں۔ ان سے کہا کہ اپنے حالات مجھ سے بیان کرو کیونکہ میں تمام زمین کی مشرق سے مغرب تک دریا، صحرا، پہاڑ، میدان، روشنی اور تاریکی میں سیر کر چکا ہوں لیکن تمہارے مانند کسی کو نہیں دیکھا۔ بتاؤ کہ تمہارے مردوں کی قبریں تمہارے مکانوں کے دروازے پر کیوں ہیں؟ ان لوگوں نے کہا ہم نے یہ سوچ سمجھ کر کیا ہے تاکہ موت کو ہم فراموش نہ کریں اور اس کی یاد ہمارے دلوں سے نہ نکلے۔ پوچھا کس لئے تمہارے مکانوں میں دروازے نہیں ہیں؟ ان لوگوں نے جواب دیا اس لئے کہ ہم میں چور اور خیانت کرنے والے نہیں ہوتے۔ جو بھی شخص ہم میں ہے امین ہے۔ پوچھا تم میں امراء کیوں نہیں ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہیں کرتے۔ پوچھا تمہارے درمیان حکام کیوں نہیں ہوتے؟ جواب دیا ہم آپس میں دشمنی اور لڑائی نہیں کرتے۔ پوچھا تم میں بادشاہ کیوں نہیں ہوتے؟ جواب دیا کہ ہم زیادتی کے طالب نہیں ہوتے۔ پوچھا تم میں شریف کیوں نہیں ہیں؟ کہا ہم ایک دوسرے پر فخر نہیں کرتے۔ پوچھا کہ تم میں ایک دوسرے پر ترجیح کیوں نہیں دی جاتی اور ایک دوسرے میں فرق کیوں نہیں ہے؟ جواب دیا اس لئے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے سے مساوات رکھتے ہیں اور اپنے مال کی زیادتی کو ایک دوسرے پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور آپس میں رحم کرتے ہیں۔ پوچھا تمہارے درمیان تنازعات اور اختلافات کیوں نہیں ہیں؟ جواب دیا اس لئے کہ ہمارے قلوب میں ایک دوسرے کی الفت ہے اور ہم میں فساد نہیں ہے۔ (ذوالقرنین نے) پوچھا ایک دوسرے کو قتل اور سیر نہیں کرتے؟ جواب دیا کہ ارادہ کے ساتھ ہم اپنی طبیعتوں پر غالب ہو گئے ہیں۔ اور اپنے نفسوں کی اصلاح حلم و بردباری سے کی ہے۔ پوچھا کس لئے تمہاری باتیں ایک ہیں اور تمہارا طریقہ صحیح و درست ہے؟ جواب دیا اس لئے کہ ہم جھوٹ نہیں بولتے اور آپس میں ایک دوسرے کی برائی نہیں کرتے اور غیبت نہیں کرتے۔ پوچھا تمہارے درمیان کوئی پریشان حال اور فقیر نہیں ہے؟ کہا اس لئے کہ اپنے مال کو ہم آپس میں برابر تقسیم کر لیتے ہیں۔ پوچھا کس لئے تم میں سخت مزاج اور تند خو نہیں ہوتے؟ کہا اس لئے کہ عاجزی اور فروتنی کو ہم نے اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ پوچھا تمہاری عمریں اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے زیادہ کیوں بنائی ہیں؟ جواب دیا اس لئے کہ ہم لوگ حقوق صحیح ادا کرتے ہیں اور انصاف کے ساتھ حکم کرتے ہیں۔ پوچھا تم لوگوں میں قحط کیوں نہیں آتا؟ جواب دیا اس لئے کہ ہم لوگ استغفار سے غافل نہیں ہوتے۔ پوچھا کہ تم لوگ محزون و غمگین کیوں

نہیں ہوتے۔ جواب دیا کہ ہم لوگ نفس کو بلاوجہ پر رحم رکھتے ہیں اور اپنی ذات کو پناہ و معصیت پر تسلی دے چکے ہیں۔ پوچھا کیوں تم اور تمہارے امور پر آفتیں نہیں آتیں جواب دیا اس لئے کہ ہم خدا کے سوا کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اور ستاروں کو بادلوں کا سبب نہیں سمجھتے بلکہ تمام امور کو اپنے پروردگار کی طرف سے جانتے ہیں۔ پھر کہا اچھا بتاؤ تم نے اپنے باپ دادا کو بھی اسی طریقہ پر پایا ہے۔ جواب دیا ہاں ہمارے بزرگ بھی اپنے مسکینوں پر رحم کرتے تھے فقیروں کے ساتھ ہمدردی کا سلوک رکھتے تھے۔ اگر کوئی ان پر ظلم کرتا تو وہ اسے معاف کر دیتے تھے اگر ان کے ساتھ کوئی بدی کرتا تو وہ اس کا نیکی سے جواب دیتے۔ اپنے گناہوں پر استغفار کرتے تھے۔ رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے تھے اور امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ سچ بولتے تھے۔ جھوٹ نہیں بولتے تھے اس سبب سے خدا نے ان کے کاموں کی اصلاح کی۔

پس وہ حضرتین نے ان کے پاس رہائش اختیار کی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ زیادہ دن ان کے ساتھ زندہ نہیں رہے۔ وہ عمر کے لحاظ سے بھی کافی ضعیف ہو چکے تھے اور بڑھاپے نے بھی انہیں گھیر لیا تھا اور وہ جس دن اللہ کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور پوری دنیا پھیل گئے تھے اس دن سے ان کے انتقال کا عرصہ ۵۰۰ سال ہے۔

اب ہم واپس حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ان ارشادات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو حضرت قائم آل محمدؑ علیہ السلام اور ان کی غیبت کے بارے میں ہیں۔

۱۔ بیان کیا مجھ سے ابوطالب مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود عیاشی نے ان سے آدم بن محمد بلخی نے ان سے علی بن حسین بن ہارون دقاق نے ان سے جعفر بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن ابراہیم بن مالک اشتر نے ان سے یعقوب بن منقوش نے کہ میں ایک روز حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ امامؑ اپنی مسند پر تشریف فرما تھے۔ آپؑ کے دائیں جانب ایک کمرہ تھا جس پر دبیز پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے امامؑ سے عرض کیا مولا صاحب امر غیبت کون ہیں۔ آپؑ نے فرمایا اس کمرے کا پردہ اٹھاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک خوبصورت بچہ جس کی عمر آٹھ یا دس سال کے قریب ہوگی کشادہ پیشانی سفید چہرہ منقلب (ناک کے نیچے کا نشیب، موتی جیسا ہے) صاف شفاف اور نرم و ملائم ہتھیلیاں شانے چوڑے گھٹنے ہیں، دائیں رخسار پر تل، سر کے بال پیشانی پر لٹکے ہوئے برآمد ہوا اور آپؑ کی گود میں بیٹھ گیا۔ امام نے مجھ سے فرمایا یہ تمہارا صاحب ہے۔ پھر اس بچے سے فرمایا اے بیٹے وہیں چلے جاؤ وقت معلوم تک کے لئے۔ پس وہ بچہ اٹھا اور کمرے میں چلا گیا میں مسلسل اس بچے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر امامؑ نے مجھ سے فرمایا اے یعقوب جا کر کمرے میں دیکھو۔ میں کمرے کے اندر داخل ہوا تو وہاں کوئی نہ تھا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عبداللہ وراق نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی نے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی ایک توقیع میں ارشاد فرمایا کہ دشمن یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے قتل کر کے میری نسل کو منقطع کر دیں گے اور اللہ ان کے اس خیال کو باطل کر دے گا۔ تمام حمد اللہ کے لیے ہے۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام نے ان سے محمد بن یعقوب کلینی نے ان سے علان رازی نے ان سے بعض اصحاب نے بیان کیا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی کنیز امام کے پاس لائی گئی تو آپ نے فرمایا تو جلد ہی ایک بچہ سے حاملہ ہو گی جس کا نام محمدؑ ہو گا اور وہ میرے بعد امام قائم ہو گا۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے ابوطالب مظفر بن جعفر بن مظفر علوی نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے احمد بن علی بن کلثوم نے ان سے علی بن احمد رازی نے کہ شہر رے کے رہنے والوں میں سے میرے کچھ بھائی امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کے بعد مسجد کوفہ میں مغموم اور فکر مند بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک مرد آیا اس کے ہاتھ میں امام علیہ السلام کا ایک خط تھا۔ اس نے کہا لوگو اس مکتوب کو دیکھو یہ تمہارے لئے حق ثابت کرے گا۔ اس پر ایک واضح اور قدرتی تحریر تھی جو کسی کی لکھی ہوئی نہیں تھی۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے محمد بن احمد مدائنی نے ان سے ابو ہاشم نے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ سن دو سو ساٹھ میں میرے شیعہ تفرقہ میں پڑ جائیں گے۔ پس جب امام کا انتقال ہوا تو آپ کے شیعوں اور انصار میں تفرقہ پڑ گیا ان میں سے بعض جعفر کی پیروی کرنے لگے۔ بعض مرتد ہو گئے۔ بعض نے شک کیا۔ ان میں بعض ایسے تھے جو سرگردانی پر قائم رہے جبکہ کچھ اپنے دین پر اللہ کی توفیق سے ثابت قدم رہے۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود عیاشی نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن علی بن کلثوم نے ان سے علی بن محمد رازی نے ان سے احمد بن اسحاق بن سعد نے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی حمد ہے جس نے مجھے اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا جب تک مجھے میرا جانشین نہ دکھا دیا۔ جو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ خَلق و خُلق میں رسولؐ سے مشابہ ہے۔ اللہ اس کی حفاظت غیبت کے ذریعہ کرے گا۔ پھر اسے ظاہر کرے گا۔ اور وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے موسیٰ بن جعفر بن وہب بغدادی نے بیان کیا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ میرے بعد میرے

جانشین کے بارے میں اختلاف کا شکار ہو جاؤ گے پس جس نے تمام ائمہ کا اقرار کیا اور میرے فرزند کا انکار کیا تو گویا اس نے تمام انبیاء اللہ اور اس کے رسولوں کا اقرار کیا مگر محمدؐ رسول اللہ کی نبوت کا انکار کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منکر ایسا ہے جیسے تمام انبیاء کا منکر کیونکہ ہمارے آخر کی اطاعت ایسی ہے جیسے ہمارے اول کی اطاعت اور ہمارے آخر کا انکار ایسا ہے جیسے ہمارے اول کا انکار۔ جان لو کہ میرے فرزند کے لئے غیبت ہے جس کے بارے میں لوگ شک کا شکار ہو جائیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کی اللہ حفاظت کرے۔

۵۔　　بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے ان سے ابو علی بن ہمّام نے ان سے محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ نے ان سے ان کے والد نے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے ان کے آباء کرام کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا اور میں وہاں موجود تھا کہ زمین قیامت تک حجت خدا سے کبھی خالی نہ رہے گی اور جو اپنے زمانے کے امام کی معرفت کے بغیر مرے گا اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ آپؑ نے فرمایا یہ حدیث روز روشن کی طرح حق ہے۔ کسی نے عرض کی کہ فرزند رسولؐ آپؑ کے بعد حجت خدا اور امام کون ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا میرا بیٹا محمدؑ وہ میرے بعد حجت خدا اور امام ہے۔ اور جو اس کی معرفت کے بغیر مرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ اس کے لئے غیبت ہے۔ جس کے بارے میں جاہل لوگ حیرت کا اظہار کریں گے۔ اختلاف والے اس بارے میں ہلاک ہوں گے۔ کمزور عقیدہ والے مختلف ہوں گے۔ پھر اس کا ظہور ہوگا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سر پر سفید علم ہوگا جو نجف سے ظاہر ہوگا۔

باب (۳۹)　　ان کے بارے میں جنہوں نے بارہویں امامؑ کا انکار کیا

۱۔　　بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے ابن مسکان نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے زندوں میں سے کسی ایک کا انکار کیا گویا اس نے اموات کا انکار کیا۔

۲۔　　بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے محمد بن حسن صفّار نے ان سے حسن بن متّیل دقاق اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے بیان کیا ان سے محمد بن حسین بن ابی الخطّاب اور یعقوب بن یزید اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابو عمیر اور صفوان بن یحییٰ نے ان سے عبداللہ بن مسکان نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے زندوں میں سے کسی ایک کا انکار کیا اس نے اموات کا انکار کیا۔

۳۔　　بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے اسماعیل بن مہران نے ان سے محمد بن سعید نے ان سے ابان بن تغلب نے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے

عرض کیا کہ اگر کوئی تمام گزشتہ ائمہ کی معرفت رکھتا ہے مگر اپنے زمانے کے امام کی معرفت نہیں رکھتا ہے کیا وہ مومن ہے؟ آپؑ نے فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا کیا وہ مسلمان ہے؟ فرمایا ہاں۔

مولف کتاب ہٰذا عرض کرتا ہے کہ اسلام شہادتین کے اقرار کا نام ہے۔ جس کے بعد اس کا خون اور مال محترم ہوجاتا ہے اور ثواب ایمان پر ہے۔ حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے جس نے گواہی دی کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اس کا مال اور خون محترم ہوگیا۔ مگر یہ کہ اس پر لوگوں کا کوئی حق ہو اور اس کا حساب اللہ پر ہے۔

۴۔ مجھ سے علی بن احمد بن محمدؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے سہل بن زیاد آدمی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے عبدالعزیز عبدی نے ان سے ابن ابی یعفور نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے میرے آباء کرام اور میری اولاد میں تمام ائمہ کا اقرار کیا اور میرے فرزند مہدی کا انکار کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انبیاء علیہم السلام کا اقرار کیا اور حضرت محمدؐ کا انکار کیا۔ میں نے عرض کیا مولا آپ کی اولاد میں مہدی کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا ساتویں کی پانچویں پشت کا فرزند جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگا اور اس کا نام لینا جائز نہ ہوگا۔

۵۔ مجھ سے حسین بن محمد بن دستیؒ نے بیان کیا ان سے ان کے والد نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے صفوان بن مہران نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے تمام ائمہ علیہم السلام کا اقرار کیا اور مہدیؑ کا انکار کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انبیاء علیہم السلام کا اقرار کیا اور حضرت محمدؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ کسی نے پوچھا یا فرزند رسول۔ آپؑ کی اولاد میں مہدیؑ کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ میرے بیٹے کا پانچواں فرزند جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہوگا اور جس کا نام لینا جائز نہ ہوگا۔

۶۔ مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس نیشاپوری عطارؒ نے بیان کیا ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نے ان سے احمد بن عبداللہ بن جعفر ہمدانی نے ان سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے ان سے ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامیؑ سے روایت کی ہے انہوں نے اپنے جدؑ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اولاد میں قائم ہوگا۔ جس کا نام میرا نام۔ جس کی کنیت میری کنیت۔ جس کے شمائل میرے شمائل۔ جس کی سنت میری سنت ہوگی۔ جو لوگوں میں میرے طریقہ اور شریعت کو قائم کرے گا۔ جو لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دے گا۔ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ جس نے اس کی غیبت کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا جس نے اسے جھٹلایا اس نے مجھے جھٹلایا۔ جس نے اس کی تصدیق کی اس نے میری تصدیق کی۔ میں اللہ سے شکوہ کرتا ہوں ان لوگوں کا جن لوگوں نے اس امر میں مجھے جھٹلایا اور اس کے بارے میں میرے قول کا انکار کیا۔ اور اس کے

راستے میں میری مدد کو گر دیا۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** سورۃ شعراء آیت ۲۲۷
اور ظالموں نے ظلم کیا ہے عنقریب وہ جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پلٹتے ہیں۔

۷۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ سے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے ان سے ان کے والد نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان فرمایا کہ وہ شخص کیسے ہدایت پائے گا جو صاحب بصیرت نہیں۔ وہ کیسے صاحب بصیرت ہوگا جبکہ خوف خدا نہیں۔ قول رسولؐ کا اتباع کرو اور جو کچھ اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے اس کا اقرار کرو۔ اہل بیت کے آثار کا اتباع کرو یہ ہدایت اور تقویٰ کی علامات ہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت عیسیٰ ابن مریم کا انکار کرے اور باقی تمام انبیاء علیہم السلام کا اقرار کرے تو وہ صاحب ایمان نہیں ہوگا۔ راہ نور کا قصد کرو اور ان کے موجود آثار سے متمسک ہو اور اپنے امور دین کو مکمل کرو اور اپنے پروردگار اللہ پر ایمان رکھو۔

۸۔ مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانیؒ نے بیان کیا ان سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامیؑ سے روایت کی انہوں نے اپنے آباء کرام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے میری اولاد میں سے قائمؑ کا انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا۔

۹۔ مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے بیان کیا ان سے ان کے والد نے ان سے عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن موسیٰ خشاب نے ان سے علی بن اقراء نے ان سے مروان بن مسلم نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان امام رابطہ ہوتا ہے۔ پس جس نے اس کو پہچانا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

۱۰۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے محمد بن مروان نے ان سے فضیل بن یسار نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مر جائے اس حالت میں کہ اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا اور لوگوں کے لئے معرفت امام کے سلسلے میں کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن اور محمد بن موسیٰ بن متوکل رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان دونوں سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو سعید مکاری نے ان سے عمار نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مر جائے اس

حالت میں کہ اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کفر شرک اور ضلالت کی موت مرے۔

۲۔ مجھ سے علی بن عبداللہ وراق سے بیان کیا ان سے ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی سے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے غیاث بن ابراہیم سے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے روایت کی انہوں نے اپنے آباء کرام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا جس نے میرے بعد میرے فرزند قائم کا انکار کیا اور وہ مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

۳۔ مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ سے بیان کیا ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد سے ان سے علی بن محمد نے ان سے عمران سے ان سے محمد بن عبدالحمید سے ان سے محمد بن فضیل نے ان سے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام سے بیان کیا انہوں نے ان کے والد موسیٰ بن جعفرؑ نے ان سے ان کے والد جعفر بن محمد سے انہوں نے ان کے والد محمد بن علی سے ان سے ان کے والد علی بن الحسینؑ نے ان سے ان کے والد حسین بن علیؑ نے ان سے ان کے والد علی بن ابی طالبؑ سے روایت کی کہ رسول اللہ نے فرمایا اے علی تم اور تمہاری اولاد میں جو تمہارے بعد امام ہوں گے وہ مخلوق پر اللہ کی حجت اور اس کی مخلوق میں اس کی نشانیاں ہیں جس نے تم میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا گویا اس نے میرا انکار کیا۔ جس نے تم میں سے کسی ایک کی نافرمانی کی گویا اس نے میری نافرمانی کی۔ جس نے تم میں سے کسی ایک پر جفا کی گویا اس نے مجھ پر جفا کی جس نے تم سے تعلق رکھا اس نے مجھ سے تعلق رکھا۔ جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ جس نے تم لوگوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے تم سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔ کیونکہ تم مجھ سے ہو۔ تم سب میری طینت سے خلق ہوئے ہو اور میں تم سے ہوں۔

۴۔ مجھ سے علی بن محمدؒ نے بیان کیا ان سے حمزہ بن قاسم علوی سے ان سے حسن بن محمد فارسی نے ان سے عبداللہ بن قدامہ ترمذی سے ان سے ابوالحسن حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے چار باتوں میں شک کیا گویا اس نے اللہ کی طرف سے تمام نازل شدہ چیزوں کا کفر کیا۔ ان چار باتوں میں سے ایک ہر زمانے میں امام کی معرفت ہے۔ تو ہر دور میں ان کی ذات اور صفات سے ہوگی۔

۵۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری سے ان دونوں سے محمد بن عیسیٰ اور یعقوب بن یزید اور ابراہیم بن ہاشم نے ان سب سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے عمر بن اذینہ سے ان سے ابان بن ابی عیاش نے ان سے سلیم بن قیس ہلالی نے بیان کیا کہ انہوں نے اس حدیث کو حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری اور مقداد سے سنا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص مرجائے اس حال میں کہ اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے۔ پھر سلیم بن قیس نے یہ حدیث جابر اور ابن عباس سے

حدیث بیان کی تو دونوں نے کہا کہ ہاں یہ حدیث صحیح ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی رسول اللہؐ سے سنا ہے۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا، یا رسول اللہؐ۔ آپ نے یہ فرمایا کہ اگر کوئی مر جائے اس حالت میں کہ اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا تو یہ کون امام ہے؟ آپؐ نے فرمایا اے سلمان۔ اس امام سے مراد وہ ہیں جو میرے اوصیاء ہوں گے۔ پس جو مر جائے اس حال میں کہ وہ ان میں سے (اپنے زمانے کے امام) کی معرفت نہ رکھتا ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرا ہے۔ پس اگر وہ جاہل تھا اور ساتھ ساتھ ان سے ان کی عداوت بھی رکھتا تھا تو وہ مشرک ہے۔ اگر وہ انہیں جانتا تھا اور نہ عداوت رکھتا تھا اور نہ ہی ان کے دشمنوں سے محبت کرتا تھا تو وہ جاہل ہے اور مشرک نہیں ہے۔

باب (۴۰) اس بارے میں روایت کہ امامت جناب حسنین علیہم السلام کے بعد دو بھائیوں میں جمع نہ ہوگی

۱۔ مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان دونوں سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے یونس بن عبدالرحمن نے ان سے حسین بن ثویر ابی فاختہ سے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں کبھی جمع نہ ہوگی۔ ان کے بعد یہ امامت علی بن حسین علیہما السلام تک پہنچی جیسے کہ ارشاد پروردگار ہے۔ **واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ** (سورۃ انفال آیت ۷۵) "اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے کے اللہ کے حکم کے مطابق" اور علی بن حسین علیہما السلام کے بعد ان کی اولاد اور اولاد در اولاد میں رہے گی۔

۲۔ مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؓ نے بیان کیا ان سے محمد بن حسن صفار نے ان سے یعقوب بن یزید اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے حسین بن حسن فارسی نے ان سے سلیمان بن جعفر جعفری نے ان سے حماد بن عیسیٰ نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امامت حسن و حسین علیہما السلام کے بعد دو بھائیوں میں جمع نہ ہوگی اور اولاد در اولاد میں جاری رہے گی۔

۳۔ مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے بیان کیا ان سے علی بن حسین سعد آبادی نے ان سے احمد بن محمد بن خالد نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے یونس بن یعقوب نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بعد امامت کو دو بھائیوں میں جمع ہونے کو ممنوع قرار دیا ہے۔

۴۔ مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے بیان کیا ان سے حسین بن حسن بن ابان نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے ابو سلام نے ان سے سورۃ بن کلیب نے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس قول باری تعالیٰ **وجعلها كلمة باقية في عقبه** (سورۃ زخرف آیت ۲۸) اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں " کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ آیت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ جن کی اولاد در اولاد میں امامت منتقل ہوگی اور بھائی یا چچا کی طرف نہیں جائے گی۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان دونوں سے ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ابو جعفر محمد بن جعفر نے ان سے ان کے والد نے ان سے عبدالحمید بن نصر نے ان سے ابی اسماعیل نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امامت حسن و حسین علیہما السلام کے بعد دو بھائیوں میں کبھی جمع نہ ہوگی بلکہ یہ اولاد در اولاد منتقل ہوگی۔

۶۔ مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے بیان کیا ان سے علی بن حسین سعد آبادی نے ان سے احمد بن عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے کئی افراد نے ان سے ابی بصیر نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے امام حسین علیہ السلام کو جنم دیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ تم کو اللہ نے جو لڑکا عطا کیا ہے اس کو میری امت میرے بعد قتل کر دے گی۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا بابا مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں۔ آپؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ امامت کو اسی کی اولاد میں قرار دے گا۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اب میں راضی ہوں۔

۷۔ مجھ سے بیان کیا میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ اور عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان دونوں سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان دونوں سے عبدالرحمٰن بن ابی نجران نے ان سے عیسیٰ بن عبداللہ علوی عمری نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا میں آپؑ پر قربان اللہ تعالیٰ وہ دن مجھے نہ دکھائے جب آپؑ نہ ہوں۔ مگر ایسا ہو جائے تو میں کس کی طرف رجوع کروں؟ پس آپؑ نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے عرض کیا ان کے بعد؟ آپؑ نے فرمایا ان کی اولاد کی طرف میں نے

عرض کیا: اگر ان کا فرزند انتقال کر جائے اور اس کے پیچھے ان کا بڑا بھائی اور چھوٹے بچے ہوں تو پھر کس کی طرف متوجہ کروں۔ آپ نے فرمایا: اس کی اولاد کی طرف پھر اسی طرح ہمیشہ۔ میں نے عرض کیا: اگر میں ایسی جگہ ہوں جہاں نہ تو امام کے متعلق جان سکتا ہوں اور نہ ہی ان تک پہنچ سکتا ہوں تو پھر کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: یہ دعا کرو کہ اے اللہ گزشتہ امام کی اولاد میں جو حجت خدا ہے میں اس کی امامت پر قائم رہوں۔ یہ عقیدہ تمہارے لئے کافی ہوگا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے علی بن رئاب نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے شکم مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام آئے تو رسول اللہ نے جناب سیدہ سے فرمایا: اے فاطمہ تم کو اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا دیا ہے اس کا نام حسین ہے مگر میری امت اس کو قتل کر دے گی۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے کہا یا رسول اللہ مجھے ایسے لڑکے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: مگر مجھ سے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ایک وعدہ کیا ہے۔ آپ سے پوچھا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ امامت کو اسی کی اولاد میں قرار دے گا۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا یا رسول اللہ پھر میں اس پر راضی ہوں۔

۹۔ مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے بیان کیا ان سے محمد بن ہمدانی نے ان سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے ان سے ان کے والد نے ان سے ہشام بن سالم نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ امام حسن علیہ السلام افضل ہیں یا امام حسین علیہ السلام؟ آپ نے فرمایا: امام حسن علیہ السلام افضل ہیں امام حسین علیہ السلام سے۔ میں نے عرض کیا پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کی بجائے امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں امامت قرار پائی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حسنین علیہما السلام کے معاملے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی سنت کو جاری کیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ دونوں نبوت میں اس طرح شریک تھے جس طرح امام حسن اور امام حسین علیہما السلام امامت میں شریک ہیں۔ اور اللہ نے نبوت کو حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں قرار دیا اور حضرت موسیٰ کی اولاد میں قرار نہیں دیا اگرچہ کہ حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہ السلام سے افضل تھے۔ میں نے عرض کیا کیا دونوں وقت واحد میں امام تھے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ ان میں ایک صامت تھا اور دوسرے کی ماتحتی میں تھا۔ اور دوسرا ناطق تھا اور پہلے کے لئے امام تھا۔ دونوں ایک وقت امام ناطق نہیں تھے۔

میں نے کہا کیا امامت حسنین علیہما السلام کے بعد اور بھائیوں میں منتقل ہوئی؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ امام حسین علیہ السلام کی اولاد میں جاری ہوئی۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وجعلها كلمة باقية في عقبه** سورۃ زخرف آیت ۲۸) اور اسی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں۔ پس یہ امامت قیامت تک اولاد در اولاد در اولاد جاری

رہے گی۔

۱۰۔ مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے علی بن سباط نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **وبئر معطلة و قصر مشيد** (سورۂ حج آیت ۴۵) "اور کتنے کنویں بے کار پڑے اور کتنے محل پختہ کاری کے" کے بارے میں فرمایا **بئر معطلة** سے مراد امام صامت اور **قصر مشيد** سے مراد امام ناطق ہے۔

باب ۴۲) جناب نرجس خاتون "والدہ" امام قائم علیہ السلام کے بارے میں روایات جن کا نام ملیکہ بنت یشوعا ابن شاہ قیصر تھا

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن حاتم نوفلی نے ان سے ابو عباس احمد بن عیسیٰ وشاء بغدادی نے ان سے احمد بن طاہر قمی نے ان سے ابوالحسین محمد بن بحر شیبانی نے کہ میں ۲۸۶ھ میں کربلائے معلیٰ گیا اور وہاں رسول اللہؐ کے غریب نواسے کی زیارت کی۔ وہاں سے پلٹ کر مدینہ منورہ یا در مقابر قریش کا رخ کیا۔ گرمی سخت تھی۔ آسمان صاف ہوتا۔ اور جب میں وہاں سے روضۂ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس پہنچا اور رحمت و مغفرت سے بھری اور گھری ہوئی تربت کی خوشبو ناک تک پہنچی تو آنسو بہا اور فریاد کرتا ہوا روکر تربت پر منہ رکھ دیا۔ جب ذرا آنسو تھمے اور آہ وزاری رکی تو میں نے آنکھ کھولی دیکھا کہ ایک مرد بزرگ ضعیف العمر جن کی کمر خمیدہ تھی کاندھے کمان بن گئے تھے، آنکھیں اور پیشانی پر گھٹے پڑے ہوئے تھے وہ قبر کے پاس بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے آپ کے اس چچا کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ دونوں آقاؤں نے علوم مخفیہ اور اسرار غیبیہ اس کے حوالے کیے ہیں اور یہ شرف سوائے سلمان کے کسی اور کو حاصل نہیں ہوا مگر آپ کا چچا اب مدت حیات پوری کر چکا ہے۔ عمر عزیز اختتام کو ہے۔ مگر اہل ولایت میں کوئی شخص ایسا نہیں ملا جسے یہ علوم حوالے کرسکوں۔ میں نے کہا کہ اے نفس میں مسلسل طلب علم کے لئے سرگرداں رہا اور مشقت برداشت کرتا رہا۔ اب تیری ملاقات اس مرد بزرگ سے ہوئی ہے جس سے ایک ایسا لفظ صادر ہوا جو اس کی علمی وسعت اور اعلیٰ معرفت پر دلالت کرتا ہے۔ یہ سوچ کر میں فوراً اس سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا کہ اے شیخ وہ دونوں آقا کون ہیں؟ اس نے جواب دیا وہی دو ستارے جو سرمن رائے کی خاک میں چھپے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ مجھے شرف محبت حاصل ہے ان دونوں آقاؤں کی امامت اور وراثت کی معرفت سے واقف اور ان کے آثار و علوم کا متلاشی ہوں۔ میں ان کے اسرار کی حفاظت میں اپنی جان لگائے ہوئے ہوں۔ اس نے کہا اگر تم سچ کہہ رہے

ہو تو مجھے دکھا دو کہ ناقلین اخبار سے کیا کیا روایات تمہارے پاس ہیں۔ میں نے سب کچھ دکھا کر اسے مطمئن کر دیا۔ تو اس نے کہا تم سچ کہتے ہو پھر بولا۔ اب سنو میں بشر بن سلیمان بردہ فروش حضرت ابو ایوب انصاری کی اولاد میں سے ہوں۔ اور حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری علیہما السلام کا دوست و ہمراز ہوں اور سر من رائے میں ان کا پڑوسی ہوں۔ میں نے عرض کیا برائے مہربانی جو واقعات و حالات آپ نے دیکھے ہیں ان سے اپنے بھائی کو بھی آگاہ کریں۔ بشر نے کہا میرے مولا حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مجھے شریعت کی باریکیاں سکھا دی تھیں اس کی بنا پر میں خرید و فروخت میں بڑی احتیاط سے کام لیتا تھا۔ جہاں شبہ ہوتا اس سے پرہیز کرتا۔ یہاں تک کہ مجھے اس سلسلے میں کافی مہارت حاصل ہو گئی اور حلال و حرام کو بخوبی سمجھنے لگا۔

ایک شب میں اپنے گھر میں تھا جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تھا تو دق الباب ہوا۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ کافور خادم ہے اس نے کہا میرے مولا حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے تم کو بلایا ہے میں نے اپنے کپڑے پہنے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امام اپنے فرزند ابو محمد اور ان کی بہن حکیمہ سے گفتگو فرما رہے ہیں جو پردے کے پیچھے تھیں۔ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا اے بشر۔ تم انصار کی اولاد میں سے ہو اور ہماری محبت اور دوستی ہمیشہ تم لوگوں میں رہی ہے۔ پدر بہ پدر تمہاری میراث چلی آئی ہے۔ اور تم ہم اہلبیت کے معتمدین میں سے ہو میں ایک خاص فضیلت کے لئے تمہیں منتخب کرتا ہوں جس سے ہمارے شیعوں اور دوستوں پر تم سبقت لے جاؤ گے اور وہ راز کی بات ہے۔ وہ یہ کہ ایک کنیز کی خریداری کے لئے تمہیں بھیجنا چاہتا ہوں۔ پھر آپ نے ایک خط رومی زبان اور رومی خط میں لکھ کر اس پر مہر لگائی اور دو سو بیس اشرفیاں کپڑے میں بندھی ہوئی نکالیں اور فرمایا کہ یہ لو اور بغداد چلے جاؤ فرات کے کنارے پہنچو۔ وہاں دن چڑھے چند کشتیاں اسیروں کی آئیں گی جن میں تم کنیزیں دیکھو گے۔ ان کی خریداری کے واسطے بہت سے سرداران بنی عباس کے وکیل اور کچھ جوانان عرب جمع ہوں گے۔ تم دور سے اس شخص پر جس کو عمر بن یزید نخاس کہتے ہیں نگاہ رکھنا اور دن بھر انتظار کرنا یہاں تک کہ وہ ان صفات کی کنیز خریداروں کے سامنے پیش کرے جو وہ جامہ ریشمیں پہنے ہوگی اور خریداروں کے سامنے پیش ہونے سے انکار اور ان کے دیکھنے اور ہاتھ لگانے سے منع کرتی ہوگی باریک پردے سے رومی زبان میں اس کو تم یہ کہتے ہوئے سنو گے کہ ہائے کیسی مصیبت ہے جو میری پردہ دری کی جاتی ہے۔ اس کی عفت اور پاک دامنی کی یہ صورت دیکھ کر ایک خریدار تین سو دینار میں اس کو لینا چاہے گا جس پر وہ عربی زبان میں کہے گی کہ کیوں اپنا مال ضائع کرتا ہے۔ اگر تو حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی مملکت و حشمت بھی لے کر آئے تو بھی تیری طرف مجھ کو رغبت نہیں ہو سکتی اس وقت بردہ فروش (عمر بن یزید) کہے گا کہ تم کو بیچنا تو ضروری ہے پھر تمہارے متعلق کیا کیا جائے۔ وہ جواب دے گی جلدی نہ کر۔ میرا وہ خریدار آنے والا ہے جس کی دیانت اور وفاداری پر مجھ کو اعتماد ہے۔ اے بشر یہ سنتے ہی تم عمر بن یزید کے پاس جانا اور کہنا کہ میرے پاس اشراف میں سے

ایک کا خط ہے جو انہوں نے رومی زبان اور رومی خط میں لکھا ہے۔ اس میں اپنے کرم، سخا اور عطا کا ذکر ہے۔ یہ خط اس کنیز کو دے دو تاکہ وہ صاحب خط کے اخلاق اور اوصاف کو غور سے سمجھ لے اگر راضی ہوگی تو خریداری کے لیے میں ان کی طرف سے وکیل ہوں۔

بشر بن سلیمان نخاس کہتے ہیں کہ میں نے اپنے مولا ابوالحسن علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور سب کچھ وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ جب اس خاتون نے وہ خط لے کر دیکھا اور پڑھا تو بہت روئیں اور عمر بن یزید سے کہا کہ جن کا یہ خط ہے ان کے ہاتھ مجھ کو فروخت کردے اور قسمیں کھائیں کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اپنے آپ کو ہلاک کرلوں گی۔ اس کے بعد دیر تک قیمت کے بارے میں بات چیت ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اسی رقم پر معاملہ طے ہوگیا جو حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے میرے سپرد کی تھی۔ میں قیمت ادا کرکے بغداد میں اپنی قیام گاہ پر ان کو ساتھ لے آیا۔ وہ نہایت خوش و مسرور تھیں بار بار اس خط کو بوسے دیتی تھیں۔ آنکھوں سے لگاتی تھیں یہ دیکھ کر میں نے تعجب سے کہا کہ تمہارے نزدیک اس خط کی اتنی قدر و قیمت ہے۔ حالانکہ لکھنے والے کو جانتی بھی نہیں ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اے عاجز! اے انبیاء کی اولاد اور اوصیاء کے بلند مرتبہ کی کم معرفت رکھنے والے ادھر سے متوجہ ہوکر کان لگاکر میرا حال سن لے۔

میں ملیکہ دختر یشوعا بن قیصر شاہ روم ہوں۔ میری والدہ شمعون بن صفا کی اولاد میں سے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وصی تھے۔ میں ایک عجیب امر کی خبر دیتی ہوں اور وہ یہ کہ جس وقت میں تیرہ سال کی ہوئی تو میرے دادا قیصر نے اپنے بھتیجے سے میرا عقد کرنا چاہا۔ محل میں نسل حواریین اور علماء نصاریٰ سے تین سو بزرگوار کو، صاحبان قدر و منزلت سے سات سو اشخاص کو، امراء لشکر اور سرداران قبائل سے چار ہزار افراد کو جمع کیا۔ ایک تخت جو ہیرے جواہر سے مرصع تھا اور جسے اپنی بادشاہی کے زمانے میں تیار کرایا تھا اس کو چالیس پایوں پر نصب کیا گیا۔ بتوں کو، صلیبوں کو بلند مقامات پر رکھ دیا گیا۔ اس تخت پر اپنے بھتیجے کو بٹھایا۔ جس وقت پادریوں نے پڑھنے کے لئے انجیل ہاتھوں میں اٹھائی صلیبیں سرنگوں ہوگئیں۔ بت زمین پر گرنے لگے۔ تخت کے پائے ایسے شکستہ ہوئے کہ زمین پر آگرے۔ دولہا بھی گر کر بے ہوش ہوگیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر پادریوں کے چہرے کے رنگ تبدیل ہوگئے ان کے جوڑ جوڑ کانپنے لگے اور سب سے بڑے پادری نے میرے دادا سے کہا کہ اے بادشاہ اس کام سے ہمیں معاف رکھ۔ جس کی وجہ سے نحوستیں نمایاں ہوئیں۔ جو دین مسیحی اور مذہب ملکانی کے زوال کی علامات ہیں۔ میرے دادا نے بھی اس کو فال بد سمجھا اور حکم دیا کہ دوبارہ تخت وغیرہ لگائے جائیں اور بجائے اس بدقسمت لڑکے کے اس کے دوسرے بھائی سے عقد کردیا جائے۔ چنانچہ نئے سرے سے تیاری ہوئی اور دوسرا لڑکا تخت پر بٹھا دیا گیا۔ انجیل کا پڑھنا شروع ہوا تھا کہ پھر وہی صورت حال پیش آئی اور وہی نحوست رونما ہوئی۔ مگر کسی نے اس راز کو نہ سمجھا کہ جو کچھ ہوا وہ ان بھائیوں کی نحوست نہیں ہے بلکہ

ایک خاص سردار کی سعادت کا اثر ہے۔ بالآخر سب لوگ متفرق ہو گئے۔ میرا دادا حرم سرا میں آگیا اور خجالت کی وجہ سے پھر باہر نہ نکلا۔

میں جب رات کو سو گئی تو خواب میں دیکھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب حواریین کے ساتھ تشریف لائے اور نور کا منبر جو بلندی میں آسمان سے مقابلہ کر رہا تھا قصر شاہی میں اسی جگہ نصب کیا گیا جہاں میرے دادا نے اپنا تخت نصب کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت محمدؐ نے مع اپنے وصی اور داماد حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اور مع ان فرزندوں کے جو امام ہیں محل کو اپنے نور سے منور فرمایا۔ جناب حضرت عیسیٰؑ از روئے تعظیم و اجلال خاتم الانبیاء کے استقبال کے لئے آگے بڑھے ان سے گلے ملے اور جناب رسول خداؐ نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے جو ان کے بیٹے ہیں اور جن کا یہ خطبہ ہے جناب عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے روح اللہ میں اس لئے آیا ہوں کہ اپنے اس فرزند کے لئے آپ کے وصی شمعون کی دختر ملیکہ کی خواستگاری کروں۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت شمعون کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خاتم الانبیاءؐ رسول خدا ہو کا شرف تمہارے واسطے لے کر آئے ہیں۔ یہ رشتہ کر دو۔ اور رحم آل محمدؐ سے اپنے رحم کو ملا دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے قبول کیا۔ اس کے بعد جناب رسول خدا منبر پر تشریف لے گئے۔ خطبہ ارشاد فرمایا اور آپؐ نے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے میرا عقد کر دیا۔ جس کے گواہ فرزندان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حواریین ہوئے۔

جب میں اس خواب سے بیدار ہوئی تو جان کے خوف سے کسی سے میں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور اپنے دل میں رکھا۔ مگر ابو محمدؑ کی محبت روز بروز میرے دل میں بڑھتی گئی۔ صبر و قرار جاتا رہا یہاں تک کہ کھانا پینا حرام ہو گیا۔ چہرہ متغیر اور جسم لاغر ہو گیا۔ مملکت روم کا کوئی طبیب باقی نہ رہا جس کو علاج کے لئے میرے دادا نے بلایا نہ ہو۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ جب مایوس ہو کر میرے دادا نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک تیرے دل میں دنیا کی جو کچھ بھی خواہش و آرزو ہو وہ بیان کر تاکہ اس کو پورا کروں۔ میں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اب کوئی خواہش نہیں۔ صحت سے ناامید ہوں۔ ہاں اگر آپ ان مسلمان قیدیوں کو جو آپ کے قید خانہ میں مقید ہیں آزاد کر دیں تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی مادر گرامی مجھ کو شفا عطا فرمائیں۔ یہ سن کر میرے دادا نے ان قیدیوں کو آزاد کرنا شروع کر دیا۔ جب ایسا ہوا تو میں نے بھی کچھ صحت کا اظہار کیا۔ کچھ کھانا بھی کھایا جس سے دادا کو خوشی ہوئی۔ چار راتوں کے بعد میں نے یہ خواب دیکھا کہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور حضرت مریم علیہا السلام بھی مع ہزار حوران بہشت کے تشریف لائی ہیں۔ مجھ سے حضرت مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ تیرے شوہر ابو محمد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی یہ مادر گرامی ہیں۔ یہ سن کر میں نے ان کا دامن پکڑ لیا اور رو رو کر یہ شکایت کی کہ ابو محمدؑ مجھے دیکھنے کے لئے نہیں آئے۔ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام نے فرمایا کہ میرا فرزند ابو محمدؑ تیری

ملاقات کو نہیں دے گا کیونکہ تو خدا کے ساتھ شرک کرتی ہے اور دینِ نصاریٰ پر ہے۔ میری بہن مریم علیہا السلام بھی تیرے دین سے بیزار ہیں اگر تو چاہتی ہے کہ حق تعالیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام تجھ سے خوش ہوں اور تو میرے فرزند ابو محمدؑ سے ملنے کی خواہش مند ہے تو کہہ **اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد الرسول الله** جب میں نے یہ کلمات طیبہ زبان پر جاری کیے تو ان معظمہ نے مجھ کو اپنے سینے سے لگایا، مجھے تسلی دی اور فرمایا کہ اب ابو محمدؑ سے ملاقات کی منتظر رہو میں ان کو تمہاری طرف بھیجتی ہوں۔ جب میں خواب دیکھ کر اٹھی تو کہہ رہی تھی ہائے ابو محمدؑ سے ملاقات کا شوق کب پورا ہوگا۔ رات ہوئی تو خواب میں انہوں نے شرف زیارت سے مشرف فرمایا۔ میں نے کہا اے میرے محبوب آپ نے مجھے اسیر محبت کر کے کیوں جدائی اختیار کی انہوں نے آپ نے جواب دیا کہ تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ تم مشرکہ تھیں۔ اب مسلمان ہو گئی ہو لہٰذا ہر شب آیا کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا وند تعالیٰ مجھے اور تمہیں بظاہر یکجا کر دے سچ تو یہ ہے اس کے بعد کوئی رات ایسی نہیں گزری جو حضرت کو خواب میں نہ دیکھا ہو

بشر بن سلیمان نے پوچھا آپ اسیروں میں کیسے شامل ہو گئیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ایک شب کو ابو محمدؑ نے مجھے یہ خبر دی کہ تمہارا دادا فلاں روز مسلمانوں کی طرف لشکر بھیجنے والا ہے اور خود بھی پیچھے جائے گا۔ تم بھی اس طرح اپنا حلیہ تبدیل کر کے کہ کوئی نہ پہچانے کنیزوں خدمت گزاروں میں پوشیدہ شریک ہو کر اس کے پیچھے روانہ ہونا اور فلاں راہ سے چلنا۔ جب وہ وقت آیا تو میں نے یہی کیا چلتے چلتے مسلمانوں کی جاسوس جماعت نے ہمیں دیکھ لیا اور گرفتار کر کے لے گئے اور آخر کار یہ ہوا جو تم دیکھ رہے ہو اور اس وقت تک سوائے تمہارے کسی کو یہ معلوم ہو سکا کہ میں شاہ روم کی دختر ہوں۔ ایک بوڑھے شخص نے جس کے حصہ میں آئی تھی میرا نام پوچھا تو میں نے نرجس بتایا۔ جس پر اس نے کہا کہ یہ تو کنیزوں کا سا نام ہے۔ اس کے بعد بشر بن سلیمان نے کہا کہ تعجب ہے کہ تم اہل فرنگ ہو مگر عربی خوب جانتی ہو۔ جواب دیا کہ میرے دادا کو مجھ سے بہت محبت تھی اور وہ یہ چاہتا تھا کہ مجھے آداب حسنہ سکھائے اس لئے اس نے ایک ایسی معلمہ کو میرے واسطے مقرر کیا جو فرنگی اور عربی زبان جانتی تھی۔ وہ صبح شام آتی اور عربی زبان کی تعلیم مجھے دیتی تھی یہاں تک کہ میں خوب عربی بولنے لگی۔

بشر بن سلیمان کہتے ہیں کہ جب میں ان معظمہ کو سر من رائے (سامرہ) لے کر آیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا تو حضرت نے ان سے فرمایا کہ خدا نے دین اسلام کی عزت اور دین نصاریٰ کی ذلت اور اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت کس طرح تم کو دکھائی۔ انہوں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں اس بات کو کیا بیان کر سکتی ہوں۔ جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں تمہیں عزت دینا چاہتا ہوں۔ ان دو صورتوں میں سے کونسی صورت تم کو پسند ہے۔ دس ہزار دینار تم کو دوں یا شرافت ابدی کی بشارت دوں۔ انہوں نے

عرض کیا کہ میں اب کی خواہش مند نہیں ہوں بلکہ شرف کی خوشخبری چاہتی ہوں تب آپؑ نے فرمایا کہ تم کو بشارت ہو ایک ایسے فرزند کی جو مشرق و مغرب کا بادشاہ ہوگا۔ اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جب یہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ انہوں نے عرض کیا یہ فرزند کس سے ہوگا۔ آپؑ نے فرمایا کس سے فلاں رات، فلاں شہر میں، فلاں سن میں روم میں حضرت محمدؐ نے تمہاری خواستگاری کی تھی انہوں نے کہا حضرت مسیحؑ اور ان کے وصی سے۔ فرمایا یہ بتاؤ کہ کس کے ساتھ تمہارا عقد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے وصی نے کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؑ کے فرزند ابو محمدؑ کے ساتھ۔ آپؑ نے فرمایا کہ ان کو پہچانتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جس شب سے ان کی والدہ جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام کے ہاتھ پر ایمان لائی ہوں وہ ہر رات مجھے دیکھنے کے لئے آتے رہے ہیں۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنے خادم کافور کو طلب فرمایا اور کہا کہ جاؤ میری بہن حکیمہ کو بلا لاؤ۔ جب وہ آئیں تو آپ نے فرمایا کہ یہی وہ کنیز ہے جس کے لئے میں نے کہا تھا۔ یہ سن کر انہوں نے گلے سے لگایا اور بہت مہربانی سے پیش آئیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے دختر رسولؐ اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور واجبات و سنن کی تعلیم دو۔ یہ ابو محمدؑ کی زوجہ اور صاحب الزمان (علیہ السلام) کی والدہ ہیں۔

باب (۴۲) وہ روایات جو امام قائم علیہ السلام کی ولادت سے متعلق ہیں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن ولید نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ابو عبداللہ حسین بن رزق اللہ نے ان سے موسیٰ بن محمد بن قاسم بن حمزہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے جناب حکیمہ خاتون بنت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے بیان کیا ہے کہ ایک دن مجھے جناب حسن عسکری علیہ السلام نے بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ اے پھوپھی آج رات میرے پاس افطار کریں۔ یہ نصف شعبان کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رات کو اپنی زمین پر اپنی حجت کو ظاہر کرنے والا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہ ولادت کس سے ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا نرجس خاتون سے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان نرجس خاتون میں تو کوئی حمل کے آثار نہیں ہیں۔ آپؑ نے فرمایا جو کہا گیا ہے وہی ہوگا۔ میں اٹھ کر جناب نرجس خاتون کے پاس آئی۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ اے میری اور میرے اہل کی سردار آپ کیسی ہیں؟ میں نے کہا کہ میں نہیں بلکہ تم میری اور میرے اہل کی سردار ہو تو انہوں نے مجھے ایسا کہنے سے منع کیا اور کہا اے پھوپھی آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ تو میں نے کہا اے بیٹی آج شب تم کو اللہ تعالیٰ ایک بچہ عطا کرے گا جو دنیا و آخرت میں سردار ہوگا۔ یہ سن کر وہ خجل ہوئیں اور شرما گئیں۔

نماز مغربین اور کھانے سے فارغ ہو کر نرجس خاتون کے پاس ہی آرام کیا۔ آدھی رات کو اٹھی۔ نرجس خاتون

سو رہی تھیں میں نے نماز شب پڑھی، وتیرہ اور تعقیبات میں مشغول تھی کہ نرجس خاتون بھی بیدار ہوئیں وضو کر کے نماز پڑھی اور پھر سو گئیں۔

جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اتنے میں صبح ہونے لگی اور میرے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ جس پر امام حسن عسکری علیہ السلام نے اسی جگہ سے جہاں وہ تشریف فرما تھے آواز دی کہ اے پھوپھی اماں جلدی مت کیجئے وہ وقت قریب آگیا ہے۔ میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئی اور سورہ الم سجدہ اور یٰس پڑھنے لگی۔ اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ نرجس خاتون مضطرب ہو رہی ہیں۔ میں ان کے پاس گئی اور کہا کہ اسم الٰہی کا ورد کرو۔ پھر پوچھا کیا کچھ محسوس کرتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پھوپھی جان۔ تب میں نے کہا کہ اطمینان رکھو وہی ہونے والا ہے جو تم سے کہہ چکی ہوں۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ کبھی وہ مجھ سے لپٹ جاتیں اور کبھی میں انہیں اپنے سینے سے لگا لیتی۔ اتنے میں، میں نے اپنے آقا کی آمد کو محسوس کیا۔ بس پردہ ہٹا دیا گیا۔ ناگاہ ایک بچہ کو دیکھا جو سجدے کی حالت میں تھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دی۔ اے پھوپھی میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ۔ میں بچہ کو لے کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بچہ کے نیچے اور کمر پر رکھ دیئے اور اس کے قدم اپنے سینے پر رکھے اور اپنی زبان مبارک کو بچہ کے منہ میں ڈال دیا۔ پھر ہاتھ اس کی دونوں آنکھوں، دونوں کانوں اور جوڑوں پر پھیرا۔ پھر فرمایا اے فرزند کلام کرو۔ بچے نے فرمایا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، واشھد ان محمداً رسول اللّٰہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ پھر آپؑ نے امیرالمومنینؑ اور ائمہ علیہم السلام پر درود بھیجا حتیٰ کہ آپ نے اپنے والد پر درود بھیجا اور خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اے پھوپھی اس بچہ کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ تاکہ ان کو سلام کرے۔ آپؑ نے بچہ (امام قائم علیہ السلام) کو میرے حوالے کیا۔ میں بچہ کو اس کی ماں کے پاس لے گئی۔ بچہ نے اپنی ماں کو سلام کیا۔ پھر میں بچہ لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؑ کے پاس رکھ دیا۔ آپؑ نے فرمایا اے پھوپھی ساتواں روز ہو تو ہمارے پاس آنا۔ صبح ہوئی تو میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو سلام کرنے حاضر ہوئی۔ میں نے کپڑا اٹھایا تو بچہ کو نہ پایا۔ میں نے عرض کیا کہ میں قربان بچہ کیا ہوا۔ آپؑ نے فرمایا اے پھوپھی ہم نے اس کو اس کے سپرد کیا جس کے سپرد مادر موسیٰ نے موسیٰ کو کیا تھا۔

حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ جب ساتواں روز ہوا تو میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ کو سلام کیا اور بیٹھ گئی۔ آپ نے فرمایا میرے پاس میرے فرزند کو لے آؤ۔ میں جناب قائم علیہ السلام کو آپؑ کے پاس لے آئی وہ کپڑے میں لپٹے تھے۔ آپؑ نے امام قائمؑ کے ساتھ پہلے کی طرح برتاؤ کیا اور اپنی زبان چسائی گویا انہیں دودھ یا شہد چٹا

رہے تھے پھر کہا اے فرزند بولو۔ پس امام قائم نے شہادتیں پڑھیں اور اپنے آباء کرام پر ایک کے بعد ایک پر درود پڑھا۔ یہاں تک کہ اپنے والد پر درود پڑھا پھر یہ آیت تلاوت کی۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم O ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ و نجعلھم الوارثین O ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون (سورہ قصص آیات ۵-۶) "اور ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جو کمزور ہوئے پڑے تھے ملک میں اور ان کو سردار کردیں اور ان کو قائم مقام کردیں اور ان کو ملک میں جمادیں اور فرعون اور ہامان کو اور ان کے لشکروں کو جو انہی میں سے تھے وہ کچھ دکھلادیں جس کا خوف کیا کرتے تھے"۔

موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے عقبہ خادم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ حکیمہ خاتون نے سچ فرمایا۔

۲۔ مجھ سے حسین بن احمد بن ادریسؒ نے بیان کیا اس نے ان کے والد نے ان سے محمد بن اسماعیل سے ان سے محمد بن ابراہیم کوفی نے ان سے محمد بن عبداللہ طہوی نے بیان کیا کہ میں جناب حکیمہ خاتون بنت محمدؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد حجت خدا کے بارے میں معلوم کرلوں اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے انتقال کے بعد جو لوگوں میں اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کے بارے میں بات کرسکوں۔ پس جناب حکیمہ خاتون نے مجھے بیٹھنے کے لئے کہا۔ میں بیٹھ گیا تو انہوں نے فرمایا اے محمد خدا اپنی زمین کو اپنی حجت (امام) سے خالی نہیں چھوڑے گا چاہے وہ ناطق ہو یا صامت اور حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی فضیلت اور بھائیوں سے پاک ہونے کے سبب اور یہ کہ زمین میں کوئی ان کی نظیر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد کو امام حسنؑ کی اولاد پر فضیلت دی اور امامت کو ان کی اولاد میں مخصوص کردیا ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰؑ کی اولاد کو چھوڑ کر حضرت ہارونؑ کی اولاد میں نبوت مخصوص کی تھی۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام ہارون پر حجت تھے۔ پس تاقیامت امامت کا فضل امام حسین علیہ السلام کی اولاد کے لئے ہے اور ضروری ہے سرگردانی اور شک و شبہ اس امت میں پیدا ہوجائے اور اس کے نتیجے میں اہل باطل اس کا شکار ہوجائیں اور اہل حق پہچانے جائیں تاکہ ہم مخلوقات کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے اور یقیناً حیرت اور سرگردانی کا دور محمد حسن عسکری کی شہادت کے بعد آئے گا۔ میں نے عرض کیا کیا امام حسن عسکری علیہ السلام کی بھی کوئی اولاد ہے؟ وہ مسکرائیں اور فرمایا اگر نہیں ہے تو پھر ان کے بعد حجت کون ہے اور میں نے تمہیں ابھی بتایا کہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے بعد امامت دو بھائیوں میں جمع نہ ہوگی۔ میں نے کہا میری سردار مجھے میرے آقا کی ولادت اور غیبت کے بارے میں بتائیں۔ آپ نے فرمایا ہماری ایک

کنیز تھی جس کو نرجس کہا جاتا تھا۔ ایک دن میرے بھائی کے فرزند ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام تشریف لائے۔ آپ نرجس کو غور سے دیکھتے تھے۔ میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ کو اس کی دلی خواہش ہو تو میں اسے آپ کو بخش دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ میں نے کہا: کس بات کی حیرانی؟ تو فرمایا کہ عنقریب اس سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جو اللہ کے نزدیک عزت والا ہوگا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی۔ میں نے کہا اس کو آپ کی خدمت میں بھیج دوں۔ آپ نے فرمایا: اس سلسلے میں پدر بزرگوار سے اجازت طلب فرمایئے۔ میں اپنے بھائی حضرت علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی انہیں سلام کیا اور بیٹھ گئی تو آپ نے گفتگو میں پہل کی اور فرمایا، اے حکیمہ نرجس کو میرے فرزند ابو محمدؑ کے حوالے کرنا۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا میں اسی غرض سے حاضر ہوئی ہوں تاکہ اس بارے میں آپ سے اجازت حاصل کروں۔ آپؑ نے فرمایا: اے میری بابرکت بہن۔ اللہ تعالیٰ نے اس امر کو دوست رکھا ہے کہ وہ آپ کو اس کام میں شریک کرے اور بھلائی میں آپ کا حصہ مقرر کرے۔ حکیمہ خاتون فرماتی ہیں پس میں نے اپنے گھر آنے میں دیر نہ کی اور نرجس خاتون کو سنوار کر ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بخش دیا اور دونوں کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں جمع کر دیا۔ آپؑ میرے پاس کئی دن تک قیام پذیر رہے۔ پھر جناب حسن عسکری علیہ السلام نرجس خاتون کو لے کر اپنے والد جناب علی نقی علیہ السلام کے پاس چلے گئے۔

جناب حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے والد کے قائم مقام ہوئے۔ ایک دن میں آپؑ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی جس طرح ان کے والد کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی تھی تو نرجس میرے پاس آئیں اور میرے جوتے اتارنے لگیں اور کہا اے میری آقا میں آپ کی جراب اتار دوں اور آپ کی خدمت کروں۔ میں نے جواب دیا بلکہ تم میری آقا ہو۔ خدا کی قسم میں اپنی جراب اتارنے کے لئے تمہارے حوالے نہیں کروں گی۔ بلکہ میں بذات خود بسر و چشم تمہاری خدمت کروں گی۔ جب یہ باتیں جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے سنیں تو فرمایا اے پھوپھی خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ میں غروب آفتاب تک وہیں رہی پھر واپسی کا ارادہ کیا اور کنیز کو آواز دی اور اس سے کہا کہ میری چادر لے آؤ تاکہ میں چلی جاؤں تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اے پھوپھی آج رات ہمارے ساتھ افطار فرمائیں۔ عنقریب وہ فرزند کریم میرے یہاں پیدا ہونے والا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرے گا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ ولادت کس سے ہوگی کیونکہ نرجس میں تو میں کوئی آثار حمل نہیں دیکھ رہی۔ آپ نے فرمایا کہ نرجس ہی سے یہ پیدائش ہوگی۔ میں اٹھی اور نرجس خاتون کے پاس پہنچی۔ شکم و پشت کو دیکھا مطلق آثار حمل نہ پائے۔ واپس آکر پھر میں نے یہی کہا۔ جس پر آپ مسکرائے اور فرمایا کہ جب صبح ہوگی تو معلوم ہو جائے گا۔ اس کا حال مادر موسیٰ کی مثل ہے کہ وقت ولادت

تک کسی کو علم نہیں ہو اور نہ قتل کے ڈر سے ظاہر ہو سکے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ کی جستجو میں فرعون کے حکم سے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کئے جا رہے تھے۔ یہ فرزند بھی موسیٰ کی نظیر ہے۔

حکیمہ کہتی ہیں کہ میں دوبارہ نرجس خاتون کے پاس آئی اور جو کچھ آپ نے بتایا تھا اس کی خبر دی اور حال پوچھا۔ جس پر انہوں نے جواب دیا اے میری سردار میں ایسی کوئی بات اپنے میں نہیں پاتی۔ حکیمہ خاتون کہتی ہیں غرض رات وہاں ٹھہر گئی اور نرجس خاتون کے پاس آرام کیا۔ میں طلوع فجر تک ان کی نگرانی کرتی رہی جب کہ وہ اسی طرح سوئی ہوئی تھیں کہ پہلو بھی نہیں بدلا آخر شب یعنی طلوع فجر کے قریب میں نے دیکھا کہ نرجس مضطرب ہو رہی ہیں۔ یہ دیکھتے ہی میں اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کو سینے سے لگا کر اسماء الٰہی پڑھ کر دم کئے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دی کہ سورہ انا انزلناہ پڑھئے۔ میں نے نرجس خاتون سے پوچھا کہ اب کیا حال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جو کچھ مولا نے فرمایا تھا ظاہر ہو گیا ہے۔ اس وقت میں نے سورہ انا انزلنا کی تلاوت شروع کر دی اس کے پڑھتے ہی شکم مادر کے اندر سے اس مولود کے بھی سورہ انا انزلنا پڑھنے کی آواز آتی رہی اور اس نے مجھ کو سلام کیا۔

حکیمہ خاتون کہتی ہیں یہ امور دیکھ کر میں ڈر گئی۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے آواز دی کہ پھوپھی اماں اللہ کی قدرت سے تعجب نہ کریں۔ خدا وند عالم ہمارے بچوں کو حکمت کے ساتھ گویائی کی طاقت عطا فرماتا ہے۔ اور روئے زمین پر بزرگی میں ہم کو اپنی حجت قرار دیتا ہے۔ ابھی آپ کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ نرجس خاتون میری نظروں سے غائب ہو گئیں۔ گویا میرے اور ان کے درمیان ایک پردہ سا حائل ہو گیا۔ میں فریاد کرتی ہوئی ابو محمد کی خدمت میں آئی آپ نے فرمایا اے پھوپھی اماں اندیشہ کی بات نہیں۔ واپس جایئے۔ نرجس خاتون کو آپ وہیں پائیں گی۔

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں واپس آئی تو دیکھا کہ پردہ اٹھا دیا گیا ہے اور نرجس خاتون سے ایک ایسا نور ساطع ہو رہا ہے جس سے آنکھوں کو خیرگی ہوتی ہے۔ اور ایک صاحبزادے اپنے گھٹنوں کے بل سجدے میں جھکے ہوئے انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کئے ہوئے فرما رہے ہیں۔ **اشهد ان لا اله الا الله [وحده لا شریک له] و ان جدی محمداً رسول الله و ان ابی امیر المومنین** (میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ اور میرے نانا محمد خدا کے رسول ہیں۔ اور میرے دادا امیر المومنین) اسی طرح ایک ایک امام کا نام لیا۔ جب اپنے نام پر پہنچے تو فرمایا اے میرے پروردگار جو تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اس کو میرے لئے وفا فرما اور میرے امر کو پورا کر۔ اور مجھے ثابت قدم رکھ اور میرے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے۔

جناب امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے آواز دی کہ اے پھوپھی اس کو اٹھا کر میرے پاس لائیے۔ میں نے بچے کو اٹھایا اور ان کی طرف لے کر چلی جب میں نے اس کا رخ باپ کی طرف کیا تو اپنے پدر کو سلام کیا۔ پس جناب حسن عسکریؑ نے اس کو مجھ سے لے لیا۔ (درحالیکہ پرندے اس کے سر پر منڈلا رہے تھے) آپ نے جواب دیا اور

اپنی زبان مبارک چسائی پھر فرمایا اس کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس کو دودھ پلائے - بعد میں میرے پاس لے آنا - میں اس کی ماں کے پاس لے گئی - انہوں نے دودھ پلایا - میں دوبارہ آپؑ کی خدمت میں بچہ کو لائی - آپؑ نے ان مرغان سفید میں سے جن کی آمد و رفت ہو رہی تھی ایک کو حکم دیا کہ اس مولود کو لے جا اور اس کی حفاظت کر اور ہر چالیس روز کے بعد لے آنا - چنانچہ وہ لے گیا - اور اس کے پیچھے باقی پرندے بھی اڑ گئے - اس وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام فرما رہے تھے کہ میں نے تم کو اس اللہ کے سپرد کیا ہے جس کی سپردگی میں حضرت موسیٰ کو مادر موسیٰ نے دیا تھا - نرجس خاتون اس واقعہ سے رونے لگیں - آپؑ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ - عنقریب یہ فرزند تمہارے پاس آئے گا - اور تمہارے سوا کسی کا دودھ نہیں پئے گا - جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے پاس ہوتے تھے جیسے کہ پروردگار کا ارشاد ہے - **فرددناہ الی امہ کی تقر عینھا ولاتحزن** (سورۃ قصص آیت نمبر ۱۳) " پھر ہم نے پہنچا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو " -

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ پرندے کیسے تھے - آپؑ نے فرمایا جو لے گیا وہ روح القدس ہے جو آل محمد علیہم السلام پر موکل ہے - جو ان کو ہر لغزش اور خطا سے محفوظ رکھتا ہے - انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے - ان کی بھرپور مدد کرتا ہے اور علم کی روشنی سے انہیں آراستہ کرتا ہے -

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں چالیس روز کے بعد گئی تو میں نے ایک بچہ کو وہاں چلتے پھرتے دیکھا - جس پر میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا کہ صاحب زادے تو دو سال کے معلوم ہوتے ہیں - آپؑ مسکرائے اور فرمایا کہ انبیاء اور اوصیاء کے فرزند جو امام ہوتے ہیں ان کی نشو و نما خلاف عادت ہوتی ہے - وہ ایک ماہ میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا ایک عام بچہ ایک سال میں اور ہمارے بچے شکم مادر میں کلام کرتے ہیں - قرآن پڑھتے ہیں - اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں - ملائکہ صبح و شام ان کے پاس آتے ہیں -

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں ہر چالیس روز کے بعد انہیں دیکھتی یہاں تک کہ ان کے والد کے انتقال سے چند روز پہلے میں نے انہیں جوان مرد دیکھا تو میں پہچان نہ سکی تو میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے عرض کیا: یہ کونسا شخص ہے جو مجھے بیٹھنے کو کہہ رہا ہے - آپؑ نے فرمایا یہ نرجس کا فرزند ہے یہ میرے بعد میرا خلیفہ ہے - کچھ عرصہ بعد یہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہو جائے گا - اس کے بارے میں میری بات سنو اور میری اطاعت کرو -

حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ اس کے چند دن بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا جیسا کہ ہم نے دیکھا - خدا کی قسم میں ہر روز صبح و شام صاحب الامر علیہ السلام کے پاس جایا کرتی اور جو کچھ لوگ مجھ سے سوالات کرتے - آپؑ سے ان کے جوابات لے کر سوال کرنے والوں کو بتلا دیتی - خدا کی قسم کبھی

بھی ایسا ہوتا کہ میں نے دریافت کرنے کا ارادہ کیا اور سوال کرنے سے پہلے ہی آپ نے جواب دے دیا۔ انہوں نے گزشتہ شب مجھے خبر دی تھی کہ تم آج میرے پاس آؤ گے اور مجھے حکم دیا کہ میں تم کو حق بات بتاؤں گی۔ محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم حکیمہ خاتون نے مجھے وہ بات بتائی جس کی خبر سوائے اللہ کے کسی کو نہیں ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ یہ اللہ کی طرف سے صدق و عدل ہے اس لیے کہ اللہ عزوجل نے مطلع کیا اس بات سے جس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو مطلع نہیں کیا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرورؒ نے ان سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے معلی بن محمد بصری نے بیان کیا کہ زبیری کے قتل کے وقت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس شخص کا انجام ہے جس نے اللہ پر اس کے اولیاء کے بارے میں جھوٹ باندھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ مجھے قتل کر دے گا اور میرا کوئی جانشین نہ ہوسکے گا۔ پس اس نے قدرت خدا کو دیکھ لیا۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا اسم مبارک "م ح م د" تھا جو سن دو سو چھپن میں پیدا ہوئے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصامؒ نے ان سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے علی بن محمد نے بیان کیا کہ صاحب الامر علیہ السلام کی ولادت نصف شعبان سن دو سو پچپن میں ہوئی۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ اور احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ عنہم نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے حسین بن علی نیشاپوری نے ان سے ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے ان سے سیاری نے بیان کیا کہ نسیم اور ماریہ کنیزیں کہتی ہیں کہ جب جناب صاحب الامر علیہ السلام اپنی والدہ کے شکم سے پیدا ہوئے تو آپ نے دونوں گھٹنوں کو زمین پر ٹیک دیا اور اپنی دونوں سبابہ انگلیوں ([illegible]) کو آسمان کی طرف بلند کیا پھر آپ نے چھینک لی اور فرمایا تمام کائنات کے پالنے والے کا شکر ہے اور اللہ کی رحمت محمدؐ و آل محمد علیہم السلام پر نازل ہو۔ ظالم گمان کرتے ہیں کہ اللہ کی حجت باطل ہو گئی۔ اگر ہمیں اجازت ہوتی تو ہم بھی ان کے شک کو زائل کرتے۔

ابراہیم بن محمد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نسیم کنیز کا بیان ہے کہ امام قائم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد ایک شب میری حاضری ہوئی تو مجھے چھینک آئی۔ آپ نے فرمایا یرحمک اللہ جس کو سن کر مجھے خوشی ہوئی۔ پھر کہا کہ کیا ان کے متعلق تم کو خوشخبری دوں۔ میں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ چھینک کا آنا تین دن تک موت سے امان کا باعث ہے۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ اور محمد بن موسیٰ بن متوکل اور احمد بن محمد بن یحییٰ عطار رضی اللہ عنہم نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے اسحاق بن ریاح بصری نے ان سے ابو جعفر عمری نے کہ جب امام قائم علیہ السلام

کی ولادت ہوئی تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو عمرو (یعنی عثمان بن سعید) کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت خرید کر تقسیم کر دو۔ علی بن ہاشم کہتے ہیں کہ آپ کا عقیقہ بکری وغیرہ سے کیا۔

۷۔ مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے بیان کیا ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے ابو علی خیزرانی نے کہا کہ میری ایک کنیز تھی جس کو میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔ جب جعفر کذاب نے آپ کے گھر پر قبضہ کیا تو اس کنیز سے نکاح کر لیا۔ ابو علی کہتے ہیں کہ وہ کنیز بیان کرتی ہے کہ میں امام قائم علیہ السلام کی ولادت کے وقت موجود تھی۔ آپ کی والدہ کا نام صیقل تھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے جب آپ کی والدہ کو اپنے بعد ہونے والے واقعات سے مطلع کیا جو آپ کے عیال پر گزریں گے تو انہوں نے پروردگار سے دعا کی تھی کہ اے اللہ انہیں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے قبل ہی دنیا سے اٹھا لے۔ پس ان کا انتقال آپ کی زندگی میں ہی ہو گیا۔ ان کی قبر کی لوح پر لکھا ہے "یہ ام محمدؑ کی قبر ہے"۔ ابو علی کا بیان ہے یہی کنیز کہتی ہے کہ امام قائم علیہ السلام کی ولادت کی شب میں نے دیکھا کہ ایک نور ساطع ہے جو زمین سے آسمان تک پھیلا ہوا ہے اور سفید پرندے آسمان پر پرواز کر رہے ہیں۔ وہ اپنے پروں کو مولود کے سر، چہرہ اور تمام بدن سے مس کرتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں۔ میں نے اس کی خبر جناب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو دی تو وہ مسکرا دیئے اور فرمایا یہ ملائکہ ہیں جو اس مولود سے برکت حاصل کر رہے ہیں۔ اور یہی اس بچے کے انصار ہیں جب یہ خروج کرے گا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن احمد علوی نے ان سے ابو غانم خادم نے بیان کیا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں ایک بچہ کی ولادت ہوئی جس کا نام محمدؑ تھا۔ آپ نے تیسرے دن اپنے اصحاب کو اس بچہ کی زیارت کرائی اور فرمایا کہ یہ میرے بعد تمہارا امام اور تم پر میرا خلیفہ ہے۔ یہی قائم علیہ السلام ہے جس کا تمہیں طویل انتظار کرنا ہے۔ اور یہی زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فرج مؤذنؒ نے ان سے محمد بن حسن کرخی نے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص ابو ہارون کا کہنا ہے کہ میں نے صاحب الزمان علیہ السلام کو دیکھا ہے وہ جمعہ کے دن سن [illegible] میں پیدا ہوئے۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن ابراہیم کوفی نے کہ ابو محمد امام حسن عسکری علیہ السلام نے میرے پاس اپنے قابل اعتماد شخص کو بھیجا جو ایک ذبح شدہ بکری لے کر آیا تھا۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے حسین بن علی نیشاپوری نے ان سے حسن بن منذر نے کہ ایک دن میرے پاس حمزہ بن ابی فتح آئے اور کہا مبارک ہو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور آپؑ کا حکم ہے کہ اس امر کو راز میں رکھو۔ میں نے پوچھا اس بچے کا کیا نام رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا نام محمدؑ اور کنیت ابو جعفر رکھی ہے۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے ان سے حسن بن علی بن زکریا نے مدینہ میں، ان سے ابو عبداللہ محمد بن خلیلان نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے دادا نے ان سے ان کے جد نے ان سے غیاث بن اسید نے کہ جناب قائم علیہ السلام جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ریحانہ تھیں جن کو نرجس اور صیقل اور سوسن بھی کہا جاتا ہے۔ صیقل اس لئے کہا گیا کہ جنین اور حمل کی وجہ سے وہ نورانی ہوگئیں جناب امام قائم علیہ السلام شعبان کی آٹھ راتیں گزرنے کے بعد سن دو سو چھپن میں پیدا ہوئے۔ آپؑ کے وکیل عثمان بن سعید تھے۔ عثمان بن سعید نے انتقال کرتے ہوئے اپنے صاحبزادہ ابو جعفر محمد بن عثمان کے لئے وصیت کی اور ابو جعفر نے ابوالقاسم حسین بن روح کے لئے وصیت کی اور ابوالقاسم نے علی بن محمد سمری کے لئے وصیت کی رحمتہ اللہ علیہم جب سمریؒ کا آخری وقت آیا تو ان سے آپ کے وکیل کے بارے میں پوچھا گیا۔ سمریؒ نے کہا اب یہ امر اللہ کے پاس ہے۔ پس سمری کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے ان سے حسن بن علی بن زکریا نے مدینہ میں ان سے ابو عبداللہ محمد بن خلیلان نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے دادا نے ان سے ان کے جد نے ان سے غیاث بن اسید اسدی نے کہ محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ جب امام قائم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کے چہرے سے ایک نور ساطع ہوا جو آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔ ولادت کے بعد آپؑ نے اپنا چہرہ سجدہ میں رکھ دیا اور ذکر خدا بجالائے پھر چہرہ اٹھایا اور فرمایا **شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولوا العلم قائما بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم ان الدين عند الله الاسلام** "اللہ نے گواہی دی کہ اس کے علاوہ کوئی اللہ نہیں اور ملائکہ نے اور صاحبان علم نے جو عدل پر قائم ہیں کہ اس عزیز و حکیم کے علاوہ کوئی نہیں۔ بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے"۔

محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ کہتے ہیں کہ امام قائم علیہ السلام کی ولادت بروز جمعہ ہوئی۔

۱۴۔ انہی اسناد کے ساتھ محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ سے روایت ہے کہ آپؑ ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ جناب حکیمہ خاتون کہتی ہیں کہ آپؑ کی والدہ کے نفاس کا خون جاری نہیں ہوا اور یہی پاک و پاکیزہ سنت ائمہ علیہم السلام کی امہات کے لئے جاری رہی ہے۔

۱۵ - بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطارؒ نے ان سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نے ان سے محمد بن حسین بن زید نے ان سے ابو محمد بن یار ازدی نے کہ جب حضرت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے یہاں حضرت امام علی رضا علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ نے فرمایا ۔ میرا یہ بیٹا مختون (ختنہ شدہ) اور طاہر و مطہر پیدا ہوا ہے ۔ اور ہم ہمیشہ مختون اور طاہر و مطہر پیدا ہوتے ہیں ۔ لیکن ہم موسیٰ پر سنت کی درستی اور دین عیسیٰ کی پیروی سے گزریں گے ۔

۱۶ - بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن حسین بن عبداللہ بن مہران الابی الازدی عروضی نے مرو میں ان سے احمد بن حسن بن اسحاق قمی نے کہ جب خلف صالح علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ایک خط میرے والد احمد بن اسحاق کو لکھا کہ ہمارے ہاں ایک نو مولود پیدا ہوا ہے پس یہ بات تمہارے پاس راز میں رہے اور تمام لوگوں سے پوشیدہ رہے ۔ ہم نے اپنے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار اور اس کی دوستی کے ماننے والوں کے علاوہ کسی کو اس بات سے آگاہ نہیں کیا ہے ۔ ہم نے چاہا تمہیں یہ خوشخبری سنائیں تاکہ اللہ تمہارا دل شاد کرے جس طرح ہمیں مسرت سے ہمکنار کیا ہے ۔ والسلام

صاحب الزمان علیہ السلام کی ولادت پر ان کے والد کو مبارک باد

۱ - بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے محمد بن حسن کرخی نے ان سے عبداللہ بن عباس علوی نے ان سے ابو الفضل حسن بن حسین علوی نے کہ حضرت امام قائم علیہ السلام کی ولادت کی خبر پا کر میں سر من رائے (سامرہ) میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت تہنیت کے لئے حاضر ہوا ۔

باب ۴۳ ان لوگوں کا ذکر جنہوں نے حضرت امام قائم علیہ السلام کی زیارت کی

۱ - بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن فرج موذنؒ نے ۔ بیان کیا ان سے محمد بن حسن کرخی نے انہوں نے ابو ہارون جو ہمارے دوستوں میں سے تھا سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے صاحب الزمان علیہ السلام کو دیکھا ۔ آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کے مانند جگمگا رہا تھا ۔ آپ کی ناف پر بالوں کی لکیر تھی ۔ میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا حضور مختون (ختنہ شدہ) ہیں ۔ میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں یہ بچہ اسی طرح پیدا ہوا ہے اور ہم ائمہ اسی طرح پیدا ہوتے ہیں ۔

۲ - بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک فزاری نے ان سے معاویہ بن حکیم اور محمد بن ایوب بن نوح اور محمد بن عثمان عمریؒ نے انہوں نے کہا

کہ ہم چالیس افراد ایک ساتھ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے اپنا فرزند ہمیں دکھایا اور فرمایا کہ یہ میرے بعد تمہارا امام اور تم لوگوں پر میرا خلیفہ ہے۔ اس کی اطاعت کرو اور میرے بعد دین میں تفرقہ نہ ڈالنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ آج کے بعد تم لوگ اس کو نہ دیکھو گے۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اس ملاقات کے چند دنوں کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا انتقال ہوگیا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عثمان عمریؒ سے کہا کہ میں تم سے ایک ایسا سوال پوچھتا ہوں جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ پوچھا تھا **رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی** (سورۃ بقرہ آیت ۲۶۰) "اے میرے پروردگار مجھے دکھلا دے کہ کیوں کر زندہ کرے گا تو مردوں کو۔ فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا۔ کہا کیوں نہیں لیکن چاہتا ہوں کہ تسکین ہوجائے میرے دل کو۔" پس تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم نے صاحب الزمان علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں اور ان کی گردن ایسی ہے اور اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد دقاق محمد بن محمد بن عصام کلینی اور علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہم نے ان سب سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے علی بن محمد نے ان سے محمد اور حسن جو علی بن ابراہیم کے بیٹے تھے نے سن ۲۷۹ ہجری میں ان سے محمد بن علی بن عبدالرحمن عبدی نے ان سے عبد قیس نے ان سے ضوء بن علی عجلی نے ان سے اہل فارس کے ایک شخص نے بیان کیا کہ میں سرّ من رائے (سامرا) میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوا۔ ابھی میں چاہتا ہی تھا کہ اجازت لوں۔ اندر سے آپ کی آواز آئی اور آپ نے مجھے بلایا۔ میں داخل ہوا اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا کہو کیسے ہو؟ پھر مجھے بیٹھنے کے لئے کہا اور میرے اہل وعیال کے حالات معلوم کئے۔ پھر فرمایا کیسے آنا ہوا؟ میں نے عرض کیا آپ کی خدمت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر یہیں رہو۔ میں خادموں کے ساتھ آپ کے گھر میں رہنے لگا۔ ایک دن میں بازار سے اشیاء ضرورت خرید کر واپس لوٹا۔ جب در دولت میں داخل ہوا تو آپ نے مجھے آواز دی کہ اپنی جگہ رک جاؤ۔ نہ باہر نکلنا نہ اندر آنا۔ پس ایک کنیز اندر سے نکلی جس کے ہاتھ میں کوئی چیز کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ پھر امام نے مجھے بلایا اور کنیز کو بھی آواز دی۔ جب کنیز آئی تو آپ نے فرمایا جو تمہارے پاس ہے اسے دکھاؤ۔ اس نے کپڑا ہٹایا تو میں نے اس کے ہاتھوں پر ایک خوبصورت بچہ دیکھا۔ میں نے اس کا پیٹ دیکھا جس پر چھاتی سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارا (میرے بعد) امام ہے۔ پھر کنیز کو حکم دیا کہ اسے لے جاؤ۔ اس کے بعد پھر میں نے اس بچہ کو نہ دیکھا یہاں تک کہ امام کا انتقال ہوگیا۔ ضوء بن علی کہتے ہیں کہ میں نے اس اہل فارس سے پوچھا اس وقت امام قائم علیہ السلام کا سن کیا تھا۔ اس نے جواب دیا دو سال۔ عبدی کہتے ہیں کہ میں نے ضوء بن علی سے پوچھا اس وقت ان کی عمر کیا ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا چودہ سال۔ ابو علی و

ابو عبداللہ کہتے ہیں اس وقت اکیس سال عمر ہوگی۔

۵۔ مجھ سے ابو طالب مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی نے بیان کیا۔ ان سے جعفر بن محمد بن مسعود سے ان سے ان کے والد محمد بن مسعود عیاشی نے ان سے آدم بن محمد بلخی سے ان سے علی بن حسن بن ہارون دقاق سے ان سے جعفر بن محمد بن عبداللہ بن قاسم بن ابراہیم بن اشتر سے ان سے یعقوب بن منقوش سے انہوں نے کہا کہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی داہنی جانب ایک کمرہ تھا۔ جس (کے دروازے) پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ مولا۔ صاحب امر علیہ السلام کون ہیں۔ آپ نے فرمایا پردہ اٹھاؤ۔ میں نے پردہ اٹھایا تو اندر سے ایک آٹھ یا دس سال کے قریب کا ایک خوبصورت لڑکا نکلا جو روشن پیشانی، سفید رو، ستاروں سی آنکھوں، چھوٹے بھرے بھرے ہاتھ اور مضبوط گھٹنوں والا تھا۔ اس کے داہنے رخسار پر تل اور سر پر لمبے بال تھے۔ پس وہ حضرت ابو محمد علیہ السلام کے زانو پر بیٹھ گیا آپ نے فرمایا یہ تمہارے صاحب امر ہیں۔ پھر صاحب امر سے کہا بیٹا وقت معلوم تک کے لئے لوٹ جاؤ۔ پس وہ (صاحب امر) کمرے میں تشریف لے گئے۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا اے یعقوب کمرے کے اندر جا کر دیکھو کون ہے۔ میں نے اندر جا کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے ابو بکر محمد بن علی بن محمد بن حاتم نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسین عبداللہ بن محمد بن جعفر قصبانی بغدادی سے ان سے محمد بن جعفر فارسی معروف بہ ابن جرموز نے ان سے محمد بن اسماعیل بن بلال بن سکون سے ان سے ازہری مسرور بن العاص سے ان سے مسلم بن فضل نے انہوں نے کہا کہ میں ابو سعید غانم بن سعید ہندی کے پاس کوفہ گیا اور اس سے اس کا حال دریافت کیا اور ان امور کے بارے میں معلوم کیا جو اس کے ساتھ پیش آئے تھے وہ بولا میں ہند کے ایک شہر میں رہتا تھا جس کا نام کشمیر تھا اور میں ان چالیس افراد میں سے تھا جو بادشاہ کے مصاحب تھے۔

(یہی روایت ایک اور سند کے مطابق) بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علان کلینی سے ان سے علی بن قیس نے ان سے غانم ابو سعید ہندی نے۔

(ایک اور سند کے مطابق، علان کلینی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک جماعت نے بیان کیا ان سے محمد بن محمد اشعری نے ان سے غانم نے بیان کیا۔

غرض میں ہند کے بادشاہ کے پاس قشمیر (کشمیر) میں تھا اور ہم چالیس افراد تھے جو بادشاہ کے اطراف میں کرسی پر بیٹھتے تھے اور ہم توریت، انجیل اور زبور کے عالم تھے ایک دن ہمارے درمیان حضرت محمدؐ کے متعلق گفتگو ہوئی اور ہم نے کہا کہ ہم نے ان کا ذکر اپنی کتابوں میں پایا ہے۔ اور یہ طے پایا کہ میں ان کی تلاش میں جاؤں اور ان سے دین حق کا حال پوچھوں۔ پس میں کچھ مال لے کر نکل پڑا۔ راستے میں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میں کسی طرح کابل پہنچا اور

کابل سے نکل گیا۔ وہاں کا میر بن ابو شور تھا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے فقہاء اور علماء کو جمع کیا تاکہ اسلام کے بارے میں مجھ سے مناظرہ کریں۔ پس میں نے ان لوگوں سے حضرت محمدؐ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا وہ ہمارے نبی ہیں اور ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ان کا خلیفہ کون تھا۔ ان لوگوں نے جواب دیا ابوبکر۔ میں نے کہا ان کا نسب بیان کرو۔ انہوں نے اس کا نسب قریش سے ملایا۔ میں نے کہا پھر وہ شخص (جس کے خلیفہ ابوبکر ہیں) نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اس کا خلیفہ اس کا ابن عم ہے۔ جو اس کی بیٹی کا شوہر اور اس کے بچوں کا باپ ہے۔ پس وہ یہ سن کر سب کے سب امیر سے بولے کہ یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا ہے۔ اسلئے اس کی گردن مار دی جائے۔ میں نے کہا میں ایک دین پر عمل پیرا ہوں اور میرا مقصد صرف اپنے علم کا بیان ہے۔

پس امیر نے حسین بن اسکیب کو بلوایا اور کہا کہ اے حسین اس شخص سے مناظرہ کرو اس نے کہا کہ آپ کو تو علماء اور فقہاء نے گھیر رکھا ہے میں کیسے ان سے مناظرہ کر سکتا ہوں (امیر نے) کہا اس سے مناظرہ کرو جیسے میں نے کہا ہے۔ اسے خلوت میں لے جاؤ اور مہربانی سے پیش آؤ۔ پس حسین بن اسکیب مجھ کو علیحدگی میں لے گئے۔ میں نے حضرت محمدؐ کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا جیسے کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارے نبی ہیں۔ مگر یہ کہ ان کے خلیفہ ان کے ابن عم علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو ان کی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا کے شوہر اور ان کے بچوں حسن و حسین علیہما السلام کے والد ہیں۔ میں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ وہ مجھ کو امیر کے پاس لے گیا اور میں نے اسلام کا اعلان کیا۔ پس میں حسین بن اسکیب کے ساتھ اس کے گھر آیا۔ اس نے مجھے اسلام کی تعلیمات بیان کیں۔ میں نے کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر خلیفہ کا ایک جانشین ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ کا جانشین کون ہے۔ جواب دیا حسنؑ پھر حسینؑ پھر ایک ایک امام کا نام بیان کیا یہاں تک کہ امام حسن عسکریؑ کے نام پر پہنچے اور کہا تم اب خود حسن عسکریؑ کے جانشین کو تلاش کرو۔ پس میں ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

محمد بن محمد نے کہا اور وہ ہمارے ساتھ بغداد پہنچ گیا۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اس کا ایک دوست تھا جو اس معاملہ میں اس کا ساتھ دے رہا تھا لیکن اسی دوران میں اس کی بعض عادات و خصلتوں سے تنگ ہوا اور اس سے جدا ہو گیا۔

اس نے کہا میں امام مہدیؑ کی تلاش میں بغداد آیا۔ میں پل پر متفکر حالت میں چل رہا تھا کہ آپؑ کو کہاں پاؤں اسی دوران میں میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا اپنے آقا کے پاس چلئے۔ وہ میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ آخر کار اس نے مجھے ایک گھر میں داخل کیا۔ جس میں باغ موجود تھا۔ ناگاہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے آقا تشریف فرما ہیں۔

جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھ سے ہندی میں گفتگو فرمائی۔ اور مجھے سلام کیا۔ مجھے نام لیکر مخاطب کیا اور ان چالیس آدمیوں کے متعلق فرداً فرداً دریافت کیا پھر فرمایا تم اس سال قم کے رہنے والوں کے ساتھ حج ادا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اس سال تم حج ادا نہ کرو خراسان چلے جاؤ۔ آئندہ سال حج ادا کرنا۔ آپ نے میری طرف ایک تھیلی کو پھینک کر فرمایا اس کو اپنے خرچ میں صرف کرو اور بغداد میں کسی کے گھر میں نہ ٹھہرنا اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کے متعلق کسی کو آگاہ نہ کرنا۔

ہم عقبہ سے چلے اور ہمارا حج پورا نہیں ہوا تھا اور قاسم خراسان چلا گیا اور اگلے سال حج کیا۔ پھر ہماری طرف حلف وہبت سے یا اور قم میں داخل نہیں ہوا اور مدینہ حج کیا اور خراسان گیا وہیں اس کی موت واقع ہوئی۔ خدا اس پر رحم فرمائے۔

محمد بن شاذان نے کابلی سے روایت کی ہے میں نے اس کو ابو سعید کے پاس دیکھا اس نے بیان کیا کہ میں دین حق کی تلاش میں تھا میں نے انجیل میں پایا تھا کابل سے نکلا تھا۔ محمد بن شاذان نے مجھ سے کہا کہ مجھ تک یہ خبر پہنچی کہ وہ یہاں پہنچ گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں یہاں تک کہ اس سے میں ملا۔ اس کا حال احوال پوچھا۔ اس نے کہا کہ اب بھی وہ تلاش میں ہے۔ وہ مدینہ میں مقیم ہوگیا تھا۔ جس شخص سے بھی اس بات کا تذکرہ کرتا تھا۔ وہ اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ بنی ہاشم کے ایک شیخ سے ملا جس کا نام یحییٰ بن محمد عریضی تھا اس نے کہا جس شخص کو تم تلاش کرتے ہو وہ صریا میں موجود ہے۔ اس نے کہا میں صریا میں وارد ہوا، ایک چھڑکاؤ کی ہوئی دہلیز پر پہنچا اور اپنے آپ کو وہاں گرا دیا تب ایک سیاہ فام غلام نے مجھے جھڑکا اور کہا اس جگہ سے اٹھ جاؤ۔ میں نے کہا میں اس جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ غلام گھر میں گیا۔ پھر آیا اور مجھے اندر چلنے کو کہا میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ میرے آقا گھر کے درمیان تشریف فرما ہیں۔ آپ نے مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا۔ حالانکہ میرے نام کو میرے اہل کے سوا جو کابل میں تھے اور کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ پھر آپ نے مجھے چند چیزوں کے متعلق آگاہ فرمایا میں نے عرض کیا میرا نفقہ ضائع ہوگیا ہے تو مجھے عطا کیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے ضائع ہوا ہے پھر آپ نے میرا نفقہ مجھے عطا کیا۔ تو جو کچھ میرے پاس پہلے سے تھا وہ ختم ہوگیا لیکن اس کا دیا میرے پاس باقی رہا۔ پھر میں آپ کے پاس سے واپس چلا آیا۔ جب میں دوسرے سال واپس گیا تو میں نے اس گھر میں کسی کو نہیں پایا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے جعفر بن محمد بن مالک کوفی نے ان سے اسحاق بن محمد صیرفی نے ان سے یحییٰ بن مثنیٰ عطار نے ان سے عبداللہ بن بکیر نے ان سے عبید بن زرارہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگ اپنے امام کو کھو دیں گے۔ پس وہ امام ہر سال موسم حج میں (خانہ کعبہ) میں ہوں گے۔ وہ تو لوگوں کو دیکھیں گے مگر لوگ انہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے محمد بن عثمان عمریؒ نے انہوں نے کہا کہ میں نے یہ ارشاد سنا کہ خدا کی قسم صاحب الامرؑ ہر سال حج کے موقع پر تشریف لاتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ لوگ بھی انہیں دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں ہیں۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عثمان عمریؒ سے پوچھا کیا تم نے صاحب الامر علیہ السلام کو دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے انہیں بیت اللہ کے پاس دیکھا ہے۔ وہ فرما رہے تھے **اللھم انجزلی ما وعدتنی** (اے اللہ اس وعدے کو پورا کر جو تو نے میرے ساتھ کیا ہے)۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ محمد بن عثمان عمریؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام قائم علیہ السلام کو دیکھا ہے کہ آپ مستجار میں خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے فرما رہے ہیں۔ **اللھم انتقم لی من اعدائی** (اے اللہ میرے دشمنوں سے انتقام لے)۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے ابو طالب مظفر بن جعفر بن مظفر بن جعفر بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ابو نصر محمد بن مسعود نے ان سے آدم بن محمد بلخی نے ان سے علی بن حسن دقاق نے ان سے ابراہیم بن محمد علوی نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی کنیز نسیم کہتی ہے کہ امام قائمؑ کی پیدائش سے ایک شب بعد میری حاضری ہوئی تو مجھے چھینک آئی۔ تو مولود نے فرمایا **یرحمک اللّٰہ**۔ جس کو سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی پھر فرمایا کہ اس کے متعلق مجھ کو خوشخبری دیں۔ میں نے عرض کیا کہ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا چھینک کا آنا موت سے تین دن تک امان ہے۔

۱۲۔ اسی سند کے ساتھ ابراہیم بن محمد علوی سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے طریف ابو نصر نے کہ میں امام زمانہؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سرخ صندل مجھے لا دو فرمایا۔ کیا تم مجھے جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا، میں کون ہوں؟ میں نے کہا آپ میرے سردار اور میرے سردار کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ میں نے کہا۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ آپ ہی بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں خاتم الاوصیاء ہوں۔ میرے ذریعہ سے میرے اہل اور میرے شیعوں پر سے مصیبتیں دور ہوں گی۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے ان سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن معروف نے انہوں نے کہا کہ ابو عبداللہ بلخی نے مجھے لکھ کر بھیجا ہے کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ سوری نے انہوں نے کہا کہ میں بنو عامر کے باغ میں گیا تو دیکھا کہ لڑکے حوض میں کھیل رہے ہیں۔ اور ایک نوجوان مصلیٰ پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو لڑکوں نے جواب دیا "م ح م د" ابن حسنؑ ہیں۔

آپؑ کی صورت آپ کے والد سے مشابہ تھی۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے ان سے عبداللہ بن جعفر حمیریؒ نے انہوں نے کہا کہ میں احمد بن اسحاق کے ساتھ عمریؒ کے پاس تھا۔ میں نے عمری سے کہا کہ میں تم سے ایک سوال پوچھتا ہوں جیسا کہ اللہ عزوجل نے ابراہیم کے قصے میں کہا۔ اولم تؤمن قال بلی ولکن لیطمئن قلبی (سورۃ بقرہ آیت ۲۶۰) "کیا تو نے یقین نہیں کیا؟ کہا کیوں نہیں۔ لیکن چاہتا ہوں کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے" یہ فرمایئے کہ کیا آپ نے میرے آقا امام زمانہ کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اور ان کی گردن ایسی تھی یہ کہہ کر اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا کیا نام ہے؟ کہا تم ایسے شخص کے متعلق گفتگو کرتے ہو جس کے متعلق لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی عمریؒ نے ان سے جعفر بن محمد بن مسعود نے اس سے ان کے والد نے ان سے جعفر بن معروف نے ان سے ابو عبداللہ بلخی نے ان سے محمد بن صالح بن علی بن محمد بن قنبر الکبیر نے جو حضرت امام رضا علیہ السلام کے غلام تھے بیان کیا کہ امام حسن عسکریؑ کے انتقال کے بعد جب جعفر کذاب نے میراث میں جھگڑا کیا تو صاحب الزمان جعفر کذاب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ اے جعفر آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ جو آپ میرے حقوق میں دخل اندازی کرتے ہیں۔ جعفر حیران و ششدر ہو گیا اور آپ غائب ہو گئے۔ جعفر نے اس کے بعد آپ کو لوگوں میں تلاش کرایا لیکن پھر نہ دیکھا۔ جب حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ کا انتقال ہوا تو اس کی وصیت کے مطابق ان کو گھر میں دفن کیا جانے لگا تو اس نے اس بات پر جھگڑا کیا اور کہا یہ میرا گھر ہے۔ پس صاحب الزمانؑ تشریف لائے اور فرمایا۔ اے جعفر کیا یہ آپ کا گھر ہے؟ اور پھر آپؑ غائب ہو گئے اور پھر آپؑ کو نہیں دیکھا گیا۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد خزاعیؒ نے ان سے ابو علی اسدی نے ان سے ان کے والد نے کہ محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان افراد کے نام بتائے جنہوں نے امام قائمؑ کی زیارت کی ان میں وہ افراد جو آپ کے وکیل تھے یہ وہ تھے جنہوں نے امام عصرؑ کے معجزات دیکھے تھے۔

بغداد میں سے بیٹے والوں میں عمریؒ اور ان کے صاحب زادے، حاجز، بلالی اور عطار، اہل کوفہ میں عاصمی، اہل اہواز میں محمد بن ابراہیم بن مہزیار، اہل قم میں احمد بن اسحاق، اہل ہمدان میں محمد بن صالح، اہل رے میں بسامی اور اسدی، یعنی نفسہ، اہل آذربائجان میں قاسم بن علاء، اہل نیشاپور میں محمد بن شاذان۔

غیر وکلاء میں جو افراد تھے وہ یہ ہیں۔ بغداد سے ابوالقاسم بن ابو حلیس، ابو عبداللہ کندی، ابو عبداللہ جنیدی، ہارون قزاز، نیلی، ابوالقاسم بن دبیس، ابو عبداللہ بن فروخ، امام حسن عسکریؑ کا غلام مسرور طباخ، احمد بن حسن، محمد بن حسن، اسحاق کاتب بنی نوبخت سے اور صاحب النواء، صاحب الصرة مختومہ اور ہمدان سے محمد بن کشمرد، جعفر بن

ہمدان سے محمد بن ہارون بن عمران، دینور سے حسن بن ہارون، احمد بن اخیہ اور ابوالحسن، اصفہان سے ابن باذشالہ، صیمرہ سے زیدان، قم سے حسن بن نضر، محمد بن محمد، علی بن محمد بن اسحاق اور ان کے والد اور حسن بن یعقوب۔ اہل رے سے قاسم بن موسیٰ اور ان کا بیٹا، ابو محمد بن ہارون، صاحب الحصاۃ علی بن محمد، محمد بن محمد کلینی، ابو جعفر رفاء، قزوین سے مرداس اور علی بن احمد، فاقتر سے دو افراد، شہرزور سے ابن الخال، فارس سے محروج، مرو سے صاحب الالف دینار اور صاحب مال اور رقعہ ابیضاء اور ابو ثابت، نیشاپور سے محمد بن شعیب ابن صالح، یمن سے فضل بن یزید ان کا بیٹا، حسن جعفری، ابن الجمی اور شمشاطی، مصر سے صاحب مولودین اور صاحب اموال بمکہ اور ابو رجاء، نصیبین سے ابو محمد بن الوجناء، اور اہواز سے حصینی۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے ان سے علی بن احمد کوفی المعروف بابی القاسم خدیجی نے ان سے سلیمان بن ابراہیم رقی نے ان سے ابو محمد حسن بن وجناء نصیبی نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے ۵۴ ویں حج کے موقعہ پر ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد میزاب کے نیچے سجدہ کر رہا تھا۔ میں دعا میں گریہ و زاری کر رہا تھا کہ ناگاہ مجھے ایک کنیز نے حرکت دی اور کہا۔ اے حسن بن وجناء اٹھو۔ وہ کنیز زرد رو اور نحیف بدن تھی اور چالیس سال سے اوپر نہیں تھی۔ میں اس کے ساتھ خاموشی سے چلتا رہا یہاں تک کہ وہ مجھے حضرت خدیجہ علیہا السلام کے مکان تک لے آئی اس میں ایک گھر تھا جس کا دروازہ دیوار کے درمیان میں تھا اور وہاں ایک لکڑی کا زینہ تھا۔ پس کنیز کھڑی ہو گئی اور مجھ تک ایک آواز آئی اے حسن اوپر آؤ۔ پس میں اوپر گیا اور دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ مجھ سے صاحب الزمانؑ نے فرمایا اے حسن کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے تمہارا پتہ نہ تھا۔ خدا کی قسم جو حج بھی تم نے ادا کیا ہے میں تمہارے ساتھ ہوتا تھا پھر آپ نے ایک ایک کرکے میرے معمولات مجھے بتائے۔ میں نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال دی اور میں نے ایک ہاتھ کا احساس کیا جو مجھ سے مس ہوا تو میں کھڑا ہو گیا۔ پس فرمایا اے حسن تم جعفر بن محمدؑ کے گھر پر قیام کرو اور اپنے کھانے پینے اور ستر پوشی کی فکر نہ کرو۔ پھر آپؑ نے مجھے ایک کتاب دی جس میں دعاء فرج اور آپ پر درود لکھا تھا فرمایا یہ دعا پڑھو اور مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔ میرے خاص دوستوں کے سوا اس دعا کو کسی اور کو نہ بتانا۔ اللہ جل جلالہ تمہیں توفیق دے گا۔ میں نے عرض کیا مولا کیا اس کے بعد آپؑ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ فرمایا اے حسن جب اللہ چاہے گا۔ میں حضرتؑ سے رخصت ہوا اور حضرت جعفر ابن محمد علیہما السلام کے مکان میں قیام کیا۔ میں جب بھی اس گھر سے نکلتا تو صرف تین وجوہات یعنی تجدید وضو یا نیند کرنے یا افطار کرنے کے لئے وہاں آتا تھا۔ جب افطار کے وقت اپنے گھر میں داخل ہوتا تو مجھے ایک چوتھائی پانی سے بھرا ہوا گلاس اور اس کے اوپر روٹیاں اور وہ چیز جس کی خواہش مجھے دن میں ہوتی تھی ملتی۔ پس میں اسے کھاتا اور وہ میرے لئے کافی ہوتی تھی اور موسم سرما میں سردی کا لباس اور موسم گرما میں گرمی کا لباس بھی ملتا۔ میں دن میں (نہانے کے لئے) پانی میں داخل ہو جاتا تھا اور پانی گھر میں بھی چھڑک دیتا تھا۔

خالی کوزہ دیتا تھی اور اس میں کھانا بھر لیتا تھا اور جو میری ضرورت سے زائد ہوتا تھا اسے رات میں تصدق کر دیتا تھی تاکہ جو میرے ساتھ تھے ان کو معلوم نہ ہو۔

۱۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے ان سے ابوالقاسم علی بن احمد خدیجی کوفی نے ان سے ازدی نے بیان کیا کہ میں طواف کعبہ میں مصروف تھا۔ چھ طواف کر چکا تھا اور ساتویں کا ارادہ کیا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کعبہ کے داہنی جانب ایک خوبصورت نوجوان موجود ہیں۔ جن کے پاس سے خوشبو آرہی ہے۔ ان کی ہیبت لوگوں پر طاری ہے اور لوگ انہیں گھیرے ہوئے ہیں تاکہ ان سے گفتگو کریں۔ میں نے ان کے کلام سے زیادہ بہتر ان کے نطق کے مقابلے میں شیریں تر اور ان سے بہتر نشست و برخاست رکھنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا میں بھی ان جانب گیا تاکہ ان سے کچھ بات کر سکوں۔ مگر مجمع نے مجھے پیچھے دھکیل دیا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ فرزند رسولؐ ہیں۔ جو ہر سال ایک دن اپنے خواص سے ملنے کے لئے تشریف لاتے ہیں تاکہ ان سے کلام کریں۔ میں نے صدا دی۔ اے میرے سردار میں بھی آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں تاکہ آپ میری ہدایت فرمائیں۔ یہ سن کر اس نوجوان نے میری جانب ہاتھ سے کنکریاں پھینکیں جنہیں میں نے چن لیا۔ لوگوں نے پوچھا اس جوان نے تمہاری طرف کیا پھینکا۔ میں نے کہا کنکریاں۔ اور یہ کہہ کر مٹھی کھولی تو دیکھا وہ سونے کے ڈلے تھے۔ پس میں ان کے پیچھے پیچھے چل دیا یہاں تک کہ ان سے ملحق ہو گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اب تو تجھ پر میری حجت ثابت ہو گئی۔ حق ظاہر ہو گیا اور تجھے بصیرت مل گئی۔ تو جانتا ہے میں کون ہوں؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا میں مہدی ہوں۔ میں ہی قائم الزماں ہوں۔ میں ہی دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دوں گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔ زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہتی یہ امانت ہے اس کے متعلق اپنے ان بھائیوں کو آگاہ کر جو حق پر قائم ہیں۔

۱۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری سے ان سے ابراہیم بن مہزیار سے انہوں نے کہا کہ میں مدینہ میں اس غرض سے وارد ہوا تاکہ جانشین ابو محمد الحسن بن علی الاخیر علیہما السلام کی تفتیش کروں مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ مجبور ہو کر مکہ معظمہ آگیا۔ ایک دن دوران طواف کعبہ ایک گندمی رنگت، حیران کن حسن، بہترین خیالات رکھنے والے ایک صاحب فراست جوان کو دیکھا۔ میں ان کی طرف اس غرض سے چلا کہ اپنی حاجت ان سے بیان کروں اور اپنے موجودہ امور میں ان سے کچھ مشاورت حاصل کروں۔ اس غرض سے جب میں ان کے قریب پہنچا تو میں نے سلام کیا۔ انہوں نے نہایت خندہ پیشانی اور حسن اخلاق سے میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے کہا کہ عراق کا رہنے والا ہوں۔ پھر پوچھا کہ عراق کے کس شہر میں رہتے ہو؟ میں نے کہا کہ شہر اہواز کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر انتہائی خوش ہو کر مرحبا کہا اور بولے خدا تیرے لئے تمہاری ملاقات کو مبارک کرے۔ تم اہواز میں جعفر بن حمدان حصینی کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ میں

انہیں خوب جانتا ہوں ان کا تو انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر انہوں نے کہا رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ شب و روز عبادت میں گزارتے اور پرہیزگاری میں بسر کرتے تھے۔ اپنی محاسن اعمال کے صلے میں خداوند عالم نے ان کو ثواب جمیل اور اجر جزیل عطا فرمایا۔ اتنا کہہ کر انہوں نے پھر پوچھا کہ ابراہیم بن مہزیار کو جانتے ہو؟ میں نے کہا میں ہی ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے مجھ سے معانقہ کیا اور کہا مرحبا تمہیں اے ابو اسحاق وہ علامت کہاں ہے جس کے ذریعے تمہارے اور ابو محمد علیہ السلام کے درمیان وابستگی قائم ہوئی؟ میں نے کہا شاید آپ اس انگوٹھی کی بات کر رہے ہیں جس کے ذریعے اللہ نے ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام کے ہاتھوں مجھے فضیلت عطا فرمائی۔ انہوں نے کہا میں اس کے سوا کچھ اور نہیں چاہتا۔ چنانچہ میں نے نکالا۔ اس جوانِ صالح نے نہایت شوق سے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور نہایت عظمت و اکرام سے اس کو آنکھوں سے لگایا اور بوسے دیئے۔ پھر جو کچھ اس انگوٹھی کے حلقہ پر نقش تھا پڑھا۔ اس میں اسمائے مقدس "یا اللہ، یا محمدؐ، یا علیؑ" منقوش تھے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میری جان ان حضرات پر فدا ہو۔ میں نے مسائل آپ کی خدمت میں عرض کیے اور ان کا خاطر خواہ جواب پایا اور مختلف احادیث کے فنون کے بارے میں گفتگو کی یہاں تک کہ مجھ سے فرمایا اے ابو اسحاق اپنے اس مقصد عظیم سے جس کی تقدیم و تعیین کا قصد تم بعد فراغت حج اپنے من میں رکھتے ہو مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہا کہ میں اپنا کوئی مطلب آپ سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مناسب تو ایسی ہی ہے۔ اب اس وقت تم کو جو کچھ پوچھنا ہے پوچھو ان شاء اللہ تمہارے تمام مطالب و مقاصد کی تفصیل و تشریح تم سے من و عن بیان کر دوں گا۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ امام حسن عسکریؑ کی اولاد کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ جواب دیا خدا کی قسم آپ کے دو صاحبزادے ہیں۔ محمدؑ اور موسیٰ اور میں ان دونوں بزرگوں کی پیشانی سے انوار ہدایت کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ میں انہی کا بھیجا ہوا ہوں۔ تم کو بلایا ہے۔ اگر تم ان سے ملاقات کرنا چاہتے ہو اور اس سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو میرے ساتھ طائف چلے چلو لیکن اپنے رفقاء میں سے کسی کو بھی اس کی مطلق خبر نہ کرو۔

ابراہیم کہتے ہیں یہ سنتے ہی میں طائف کے لئے اس جوانِ صالح کے ہمراہ ہو لیا ہم ریگستان کے لق و دق میدان سے گزرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں صحرا کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر میں نے ایک بہت بڑا عظیم الشان بالوں کا خیمہ ایک بلند زمین پر لگا ہوا دیکھا جس کی وجہ سے اس ویران میدان کے چاروں طرف کا حصہ شاداب و آباد معلوم ہوتا تھا۔ جب ہم یہاں پہنچے تو میرا ہمراہی جوان صالح مجھ سے جدا ہو کر اس خیمہ کے اندر چلا گیا اور وہاں میری حاضری کی اطلاع کی۔ ان دونوں بزرگواروں میں سے وہ حضرت جو عمر میں بڑے تھے باہر نکلے آنجناب "م ح م د" ابن الحسن علیہما السلام تھے۔ نہایت پاکیزہ صورت اور جوان جسم اطہر کا رنگ بالکل صاف پیشانی چوڑی ابروئے مبارک ایک دوسرے سے باہم ملے ہوئے، رخسار نرم اور بینی مقدس اونچی تھی۔ سیدھے رخسار پر تل تارے کی طرح روشن تھا اور وہ عالم رکھتا تھا جیسے آئینہ پر مشک کا نقطہ۔ فرق اقدس پر گیسو کانوں کی لو تک لٹکے ہوئے تھے اور ایسی

علامات جنہیں میری آنکھوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور جیسے حسن و طمانیت اور حیاء سے میں واقف نہ تھا۔ میں روتا ہوا ان کے قریب پہنچا اور بے ساختہ ان کے قدموں پر گر پڑا اور ان کے پائے مبارک کو چومنے لگا۔ ارشاد فرمایا اے ابو اسحاق تمہیں مبارک ہو کہ میں تمہاری ملاقات کے لئے کافی عرصے سے کوشاں تھا۔ گو کہ تمہارا گھر اور زیارت گاہ کافی دور تھی لیکن تمہاری صورت میرے تصورات میں تھی گویا کوئی لمحہ بھی بہترین گفتگو اور ملاقات کے خیال سے خالی نہیں رہا۔ میں اپنے رب کا شکر اور سپاس ادا کرتا ہوں کہ جو صاحب حمد ہے اور (شکر) اس پر کہ اس نے مجھے ملاقاتوں اور جھگڑوں سے محفوظ رکھا۔ اور گزرے ہوئے اور آنے والے حالات میں سر بلند رہنے کا موقع فراہم کیا۔

اسی تقریر کے بعد پھر آپ نے اہواز کے دیگر مومنین کو پوچھا تو میں نے عرض کیا مولا جس وقت حضرت امام حسن عسکری نے انتقال فرمایا میں نے آپ کی تلاش میں اپنا گھر بار چھوڑ دیا اور اس وقت سے لے کر اب تک برابر آپ کی جستجو میں حیران و پریشان و سرگرداں پھر رہا ہوں۔ اس وجہ سے میں ان حضرات کی کچھ بھی خبر نہیں رکھتا مگر اب **الحمدللہ** خدا نے مجھ کو میرے مقصد تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد آپ مجھے ایک الگ جگہ خلوت میں لے گئے اور مجھ کو اطمینان سے بٹھایا اور ارشاد فرمایا حقیقت حال یہ ہے کہ میرے والد بزرگوار نے مجھے وصیت فرمائی اور مجھ سے ان امور کی نسبت عہد و پیمان لیا ہے کہ میں دنیا میں کسی ایک مقام کو اپنا وطن اور اپنا مسکن نہ بناؤں اور دور دراز اور پوشیدہ سے پوشیدہ مقامات میں سکونت اختیار کروں۔ تاکہ گمراہوں اور روکے ہوئے افراد کے مکر و فریب سے جو گمراہ امتوں میں ہوتے ہیں خود کو محفوظ رکھوں۔ پس مجھے زمین کے چند مقامات کی طرف بھیجا گیا اور میں نے زمین کے ان حصوں کو کہ جن میں کاشت نہیں ہوتی اپنے لئے ضروری سمجھا۔ مجھے وہ ثقاہت دکھائی گئی کہ جس سے امور حل ہو جاتے ہیں اور پریشانیاں دور ہو جاتی ہیں۔

نیز آپ نے مجھے حکمتوں کے خزانوں اور علوم کے باریک نکات سے واقف کیا کہ جن سے میں واقف نہ تھا یا مختصر طور پر واقف تھا میرے والد نے اسرار غیب و حکمت کے خزانوں میں سے مجھے عطا کیا ہے کہ اے ابو اسحاق اگر ان میں سے کوئی جزیا کوئی حصہ میں تم کو بتلا دوں تو پھر تم کو دنیا میں کسی دوسرے سے کسی شے کے پوچھنے یا سیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ میرے والد نے فرمایا کہ خدا نے کسی وقت میں کسی زمانے میں اور کسی خاص میں دنیا کے کسی حصہ کو ایسا نہیں چھوڑا ہے جس میں اپنی حجت کو نہ باقی چھوڑا ہو جو امور دینی اور دنیاوی میں ان کا حامی اور محافظ ہو اور دین و آخرت میں ان کا ہادی اور پیشوا ثابت ہو اس وجہ سے میں تمہیں بتلائے دیتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد اے میرے فرزند تم مقدس لوگوں میں ضرور ہو جو صاحب حق کو حق کرنے اور باطل کو باطل کرنے کے لئے دنیا میں آج تک کے بعد دیگرے بھیجے گئے ہیں یہی مقدس سلسلہ حق کو حق اور ناحق کو ناحق کرتا ہے اور اساس ناحق شناسی کو مٹاتا ہے۔ آتش کفر و عناد کو بجھاتا ہے۔ تم کو لازم ہے کہ تم مصائب زمانہ سے بچنے کے لئے ہمیشہ دور دراز

پوشیدہ سے پوشیدہ مقامات میں اپنی نگاہ سے مستور رہو گیا تو۔ ہر زمانے میں ہر ولی خدا کا ایک دشمن بھی ضرور پیدا کیا گیا ہے۔ اور وہ اس ولی خدا کی مخالفت میں ہمیشہ اس کے ساتھ مخاصمت پر کمربستہ رہا کرتا ہے۔ اور اس کی مخاصمت کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ وہ دشمن، خدا کے ساتھ جہاد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ پس تم کو تعجب ہے دشمنوں کی کثرت خائف کر رہے اور یہ بھی یقین کرو کہ اہل خلوص و عقیدت کے قلوب تمہارے دیدار کے ایسے مشتاق ہیں جیسے طائر اپنے آشیانے کے مشتاق ہوتے ہیں۔ اور صاحبان اعتقاد اور کامل خلوص وہی حضرات ہیں جو دنیا میں ظاہری طور پر نہایت معمولی اور کمزوری حالتوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر خدا کی بارگاہ میں ان کے بڑے بڑے مقامات و مراتب ہیں اور یہ خالق کی نگاہ میں ضرور عزیز تر ہیں۔ گو وہ خلائق کی نگاہوں میں سب سے ذلیل و حقیر اور پریشان حال و محتاج سمجھے جاتے ہوں۔ وہ اہل قناعت ہیں اور گناہوں سے باز رہتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جو دین حق کو مستنبط کرتے ہیں اور وہ دشمنان دین کے ساتھ جہاد پر آمادہ اور تیار رہتے ہیں۔ خدا نے ان کو صبر و تحمل کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔ اور وہ ہمیشہ دنیا میں انہی صفات کے ساتھ رہیں گے جب تک کہ خدا ان کو جنت کے دائمی قیام پر مشرف اور معزز نہ فرمائے۔ ان کی سرشتوں میں صبر کی مخصوص صفات اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ وہ ظلم و ستم کے وقوع کے وقت اپنے صبر کے جوہر دکھلائیں اور دنیا کے تمام مصائب کو نہایت خاموشی کے ساتھ برداشت کر جائیں تاکہ ان تمام مراحل کو طے فرما کر درجات حقیقی پر فائز ہوں۔ پس علم سے فائدہ اٹھاؤ۔ اے فرزند بلا و مصیبت اور ذلت و حقارت کے تمام تاریک امور کو صبر کے نور سے منور کرو تاکہ بلا و مصیبت تم سے ٹل جائے اور یہ بھی یقین کرو کہ جتنے مصائب اور بلائیں تم پر گزری ہیں وہ سب حقیقت میں تمہاری عزت و رفعت کا باعث ہیں اس لئے کہ تم تمام دنیا میں نیک بخت اور سعادتمند مشہور ہو اور اسی وجہ سے تمام مقامات پر تمہاری توصیف و تعریف بیان کی جاتی ہے۔ اے فرزند گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ زمانہ آ گیا ہے کہ تم تائید ربانی سے مؤید کئے گئے ہو اور اس کی وجہ سے تم اپنے دشمنوں پر فتح و نصرت و عزت و غلبہ پا گئے ہو۔ اور گویا کہ اور صعید علم حطیم اور زمزم کے درمیان تمہارے چاروں طرف دیکھ رہا ہوں۔ اور تمہارے شیعہ تمہاری الفت و محبت میں نہایت صفائی اور رسوخ سے کام لیتے ہیں۔ اور تمہارے پاس مثل موتیوں کے جمع ہوتے ہیں اور اپنی پناہ اور حفاظت کے لئے تمہارے گھر کی طرف اس طرح اپنی آنکھیں اٹھاتے ہیں جیسے حجر اسود کی طرف ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ خداوند عالم نے ان کے قلوب کو خالص محبت اور مبارک طینت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور ان کو خباثت اور نفاق کی تمام قلیلہ اور آلودہ اشیاء سے پاک و صاف پیدا کیا ہے۔ وہ طریقہ دین الہی اور اس کے امر و نواہی کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ اور ان کے قلوب فتنہ و فساد اور ظلم و تعدی وغیرہ سے دور رہتے ہیں۔ اور بوجہ تقویت بارگاہ الہی کے ان کے چہرے ہمیشہ منور اور روشن رہتے ہیں۔ ان کے جسم فضل کے باعث مضبوط اور تروتازہ رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دین حق پر ایمان لاتے ہیں اور یہی لوگ نہایت اشتیاق سے ایک دوسرے پر گر پڑ کر تمہاری بیعت

اختیار کریں گے۔ خدا نے ان کے جسموں کو قوی اور ان کی عمروں کو طویل بنایا ہے۔ اور وہ ایک درخت سایہ دار کے نیچے جس کی شاخیں بہت گھنی ہوتی ہیں اس مقام خاص میں جو بحیرا طبریہ کے اطراف میں واقع ہے تم سے بیعت کریں گے اور ان بزرگواروں کے منہاج کی وجہ سے اہل بدعت اور اہل ضلالت کے قوم و قبیلے کے لوگ متفرق اور پراگندہ ہو جائیں گے۔ اسی زمانے میں حقیقت کی صبح روشن ہو گی اور تمام جہالت و ضلالت کی تاریکی زائل ہو جائیگی اور ان سامانوں سے خداوند عالم فتنہ و فساد کو دنیا سے اٹھا لے گا۔ اور دین و ایمان کے طریقوں کے گم ہو جانے کے بعد پھر حالت میں پورے آ جائے گا۔ اور یہ تمام امور تمہارے باعث ہوں گے۔ انسان اس زمانے میں امراض روحانی میں مبتلا ہونگے مگر تمہارے رفقاء اور دوستوں کو ان امراض کا کوئی اثر نہیں پہنچے گا اور تمہاری عام مقبولیت کا اس وقت یہ عالم ہوگا کہ ایک بچہ تک جو اپنے گہوارے میں ہوگا وہ بھی تم سے بیعت کرنے کے لئے گہوارے سے حاضر ہونے کی آرزو کرے گا۔ مگر وہ جو صراط مستقیم سے الگ اور جانوروں کی طرح عالم وحشت میں گرفتار ہوگا وہ البتہ تمہاری طرف مائل نہ ہوگا۔ باقی تمام دنیا تمہاری عدالت سے تحصیل سعادت کرکے اپنی زندگی چین سے بسر کرے گی۔ تمہاری وجہ سے عزت کی شاخیں تروتازہ ہونگی اور عزت و وقعت کی عمارت اپنے مقام پر قیام و قرار کرے گی اور احکام شرعیہ اور اسباب دینیہ کے گم شدہ اوراق تمہاری وجہ سے پھر اپنے مقام پر دستیاب ہوں گے۔ ابر فتح و نصرت تمہارے لئے برسائے جائیں گے۔ اس وقت تم اپنے دشمنوں کے گلے گھونٹ ڈالو گے اور اپنے رفقاء اور اصحاب کی مدد اور اعانت کرو گے۔ پس اس زمانے میں تمام روئے زمین پر کوئی ایسا ستمگار نہیں رہے گا جو امر حق سے عدول کرنے والا ثابت ہوتا ہو اور نہ کوئی ایسا منکر پایا جائے گا جو احکام حقہ کو ذلیل و حقیر جانتا ہو۔ نہ تمہارا کوئی دشمن رہے گا اور نہ عیب لگانے والا نہ تمہارا کوئی ایسا مخالف موجود ہوگا جو تمہارے امور سے عرض اخلاص کرے۔ پس جو بندہ اللہ پر توکل اختیار کرتا ہے خدا اس کی مدد کرتا ہے کیونکہ خدا جس کام کا ارادہ کرتا ہے وہ اس کی قدرت سے پورا اور مکمل ہو جاتا ہے۔

پھر فرمایا اے ابو اسحاق یہ مجلس اور یہ محفل تم پوشیدہ رکھنا سوائے ان کے جو اہل تصدیق ہوں اور تمہارے دینی بھائی ہوں۔ پس جب تمہارے لئے ظہور و غلبہ کے امور ظاہر ہونے لگیں تو تم ہم تک پہنچنے کے لئے اپنے بھائیوں سے پیچھے نہ رہنا اور نور یقین اور دین کے چراغوں کی روشنی حاصل کرنے کے لئے جلدی کرنا۔ تاکہ تم ہدایت کو پالو۔ ان شاء اللہ۔ ابراہیم بن مہزیار نے کہا میں آنجناب کے پاس ٹھہرا رہا تاکہ ان کے ذریعے وہ کچھ حاصل کروں جو آگاہی کی وضاحتوں اور احکام کی روشن دلیلوں کے لیے ضروری ہے۔ نیز دلوں کی سرسبزی اور تازگی کو ان لطیف نکتوں اور طرفہ فضیلتوں سے سیراب کیا جو اللہ نے ان کی طبیعت میں ودیعت کی ہیں۔ اور جب اہواز میں جن لوگوں کو میں نے پیچھے چھوڑ دیا تھا ان کی ملاقات کی ہوک تھی پس میں نے آپ سے واپسی کی اجازت چاہی نیز میں نے اس عظیم وحشت سے آنجناب کو مطلع کیا جو آپ کی فرقت اور جدائی اور اپنے گھر سے سفر کرنے کے دوران واقع ہوئی تھی۔ پس آنجناب نے

مجھے بشارت دی اور مجھ کو ایک صالح دعا سے نوازا جو اللہ کے نزدیک ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور میری اولاد اور معتقدین کے لئے انشاء اللہ کام آئے گی۔

میرے پاس مال موجود تھا جو پچاس ہزار درہم سے زیادہ تھا جو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اسے قبول فرما کر مجھ پر مہربانی فرمائیں۔ آپ مسکرا دیئے اور فرمایا اے ابو اسحاق اس سے اپنے واپس جانے میں مدد حاصل کرو۔ اور اس بات کا غم نہ کرو کہ ہم نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا ہے۔ انشاء اللہ اللہ تمہارے مال میں کثرت دے جو تمہارے پاس ہے اس کو ہمیشہ برقرار رکھے۔ نیکوکاروں کا بہترین ثواب تمہارے لئے تحریر کرے اور اطاعت گزاروں کے بہترین آثار تمہیں عطا کرے بے شک فضل اس کا ہے اور اسی سے ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ انتہائی آسانی کے ساتھ اور سلامتی سے تمہیں تمہارے اصحاب تک واپس پہنچائے اور تم آرام دہ واپسی کے ساتھ رشک کا سبب ہو اور اللہ تمہارا راستہ درست کرے اور تمہارا راہ دکھانے والا تمہیں کسی پریشانی میں نہ ڈالے۔ میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ تم اس کے احسان اور مہربانی سے کامیاب ہو گے۔ انشاء اللہ۔

اے ابو اسحاق ہم نے اس کے عظیم احسانات اور شکر کے فوائد کی وجہ سے قناعت اختیار کی ہے۔ اور ہم نے اپنے نفوس کی حفاظت کی ہے دین کی معاونت، اخلاص نیت اور خالص نصیحت سے۔ اور محافظت کی ہے اس چیز پر جو انتہائی صاف ستھری ہے اور جس کا ذکر انتہائی بلند ہے۔

ابو اسحاق نے کہا میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے کہ اس نے مجھے راہ راست دکھائی آپ کی حضوری سے واپس لوٹا اور اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین کو معطل نہیں رکھے گا اور نہ اس کو دلیل حجت سے خالی رکھے گا۔ اور میں نے اس خبر ماثور اور نسب مشہور کو اہل یقین کی بصیرتوں میں اضافہ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرار دی گئی واجب اطاعت اور پاک فطرت کو پہچنوانے کے لئے مشہور کیا۔ اور میں نے امامت کی ادائیگی اور اس چیز کو جو ظاہر ہوئی تسلیم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ اللہ عزوجل ہدایت کرنے والی ملت کے لئے اور اس راہ مستقیم کے لئے جو پسندیدہ ہے عزم کی قوت، نیت کی تائید، قوت کی شدت اور عصمت کا اعتقاد زیادہ کرے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔

۲۴۔ میں نے ایک بزرگ احمد بن فارس ادیب سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے ہمدان میں اپنے بعض بھائیوں سے یہ حکایت سنی اور کسی کو اس حکایت کی مخالفت کرتے ہوئے نہیں پایا۔

ہمدان میں ایک قبیلہ ہے جو بنو راشد کہلاتا ہے وہ سب کے سب شیعہ امامیہ ہیں میں نے جب ان سے شیعہ ہونے کا سبب دریافت کیا تو ان کے ایک بزرگ نے جن کو میں نے نیکوکار اور راست رو پایا، نے بتایا کہ ہمارے جد راشد ہمدانی سے روایت ہے کہ جب میں حج ادا کر کے واپس لوٹا اور صحرا کی منزلیں طے کرنے لگا تو مجھے قیام کرنے اور

سفر کرنے میں نقصان حاصل ہو رہا تھا - میں نے ایک طویل سفر پیدل طے کیا یہاں تک کہ میں تھک گیا اور آرام کی خواہش پیدا ہوئی تو سوچا کہ کچھ دیر سو لوں تاکہ آرام مل جائے جب قافلہ کا آخری حصہ آئے گا تو میں چلنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا -

پھر ہوا یہ کہ میں سورج کی تپش سے بیدار ہوا اور میں نے وہاں کسی کو نہ پایا مجھے وحشت ہوئی کیونکہ میں نے راستہ بھی نہ دیکھا تھا اور نہ اس کے نشانات سے واقف تھا - پس میں نے اللہ عزوجل پر بھروسہ کیا اور سوچا کہ جس طرح میرا رخ ہے اسی طرف چلوں - تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک سرسبز و شاداب زمین پر پہنچا جس پر کچھ دیر پہلے بارش ہو چکی تھی اور اس کی مٹی بہت خوشبودار تھی - میں نے اس کے درمیان میں نظر کی تو ایک محل دیکھا جو تلوار کی مانند چمک رہا تھا - میں نے خود سے کہا کاش میں اس محل کے بارے میں جان سکتا جس کو نہ میں نے کبھی دیکھا اور نہ جس کے بارے میں کبھی سنا پس جب میں اس کے دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے سفید فام خادموں کو دیکھا انہیں سلام کیا تو انہوں نے خوش اسلوبی سے جواب دیا اور کہا بیٹھ جاؤ - اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے - ایک غلام قصر کے اندر گیا پھر باہر آیا اور کہا اٹھو اندر چلو - میں قصر میں داخل ہوا - میں نے اس قصر کی بنیادوں سے بہتر بنیاد اور اس سے روشن تر عمارت نہیں دیکھی تھی - خادم ایک گھر کے پردے کے پاس کھڑا ہوا - اسے اٹھایا اور مجھ سے کہا داخل ہو جاؤ پس میں گھر میں داخل ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان اس حالت میں تشریف فرما ہے جس کے سر مبارک پر ایک سیاہ تلوار لٹکائی ہوئی ہے اور وہ جوان گویا تاریکی میں بدر کامل کی طرح ہے - میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے مجھے لطف و مروت سے سلام کا جواب دیا پھر پوچھا میں کون ہوں؟ میں نے عرض کیا خدا کی قسم مجھے علم نہیں - آپ نے فرمایا میں وہ قائم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں جو آخری زمانے میں ظاہر ہوں گا - میں اس تلوار کے ذریعہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دوں گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی - میں اپنے منہ کے بل گر پڑا - آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اپنے سر کو اٹھاؤ - تم ہمدان کے رہنے والے راشد ہو - میں نے عرض کیا میرے سید و سردار آپ نے درست فرمایا آپ نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ اپنے اہل و عیال کے پاس واپس جاؤ - میں نے عرض کیا جی ہاں میرے سردار اور جو کچھ اللہ عزوجل نے مجھے عطا کیا اس کی خوشخبری سناؤں گا - آپ نے ایک تھیلی مجھے عنایت فرمائی اور خادم کو اشارہ فرمایا وہ چند قدم میرے ساتھ چلا - میں نے ٹیلوں، درختوں اور مسجد کے مینار کو دیکھا تو خادم نے مجھ سے کہا کیا تم اس شہر کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا یہ میرے شہر اسد آباد جیسا لگتا ہے - پس خادم نے کہا یہ راشد یہ اسد آباد ہے - اب چلے جاؤ - میں نے مڑ کر دیکھا تو اسے نہ پایا - میں اسد آباد میں وارد ہوا - تھیلی میں چالیس یا پچاس دینار موجود تھے - میں ہمدان گیا - میں نے اپنے اہل کو جمع کیا اور اس بات کی بشارت دی - جب تک ہمارے پاس یہ دینار موجود رہے ہم خیر و بھلائی پر قائم رہے -

۲۱ - بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن محمد بن حاتم نوفلی معروف بہ کرمانی نے ان سے ابوالعباس احمد بن عیسیٰ وشاء بغدادی نے ان سے احمد بن طاہر قمی نے ان سے محمد بن بحر بن سہل شیبانی نے ان سے احمد بن مسرور نے ان سے سعد بن عبداللہ قمی نے بیان کیا کہ مجھے دقیق اور پیچیدہ علوم پر مشتمل کتابوں کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا تاکہ حقیقت حال واضح ہوجائے۔ یعنی حقیقتوں کا اظہار میں بڑا حریص تھا اور مشتبہ اور مشکل باتوں کو یاد کرنے کا عادی تھا اور کتابوں پر نظر رکھتا اور مشکلات پر کامیابی حاصل کرنے میں بڑا حریص تھا۔ میں مذہب امامیہ پر پختہ اعتقاد رکھتا تھا اور مخالفین سے مناظرے کیا کرتا تھا۔ ان کے عیوب کا پردہ چاک کیا کرتا تھا اور ان کے اماموں کی کمزوریوں کو بیان کیا کرتا تھا۔ ان کے راہنماؤں کے پردے چاک کرتا تھا یہاں تک کہ اتفاق سے ناصبیوں سے جھگڑے کی نوبت میں ڈالا گیا اور ان سے دشمنی طول پکڑ گئی اور ان سے جنگ و جدال کثرت سے ہوئی۔ میں ان لوگوں کے درپے ہو کر ان کی تفسیق کرتا رہا اور ثابت کیا کہ وہ باطل پر قدم جمائے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ ایک کٹر ناصبی سے مناظرہ ہوا۔ دوران بحث اس نے مجھ سے کہا: اے سعد تم اور تمہارے علماء کا رد کرتے تم تمرد، دشمنہ مہاجرین اور انصار کو برا کہتے ہو۔ رسول اللہ سے ان دونوں کی ولایت اور امامت کو نقصان ہو حالانکہ وہ صدیق ہیں۔ جو شرف سابق فی الایمان میں تمام صحابہ سے بالاتر ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول خدا نے ان سے نہیں اپنے ساتھ غار میں لے گئے کہ آپ جانتے تھے کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔ وہ امر تاویل کی پیروی کرنے والے ہوں گے امت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں ہوگی اختلاف کی صورت میں وہ ان کی پناہ گاہ ہوں گے۔ ان کی پراگندگیوں کی اصلاح کریں گے اور ان کے مقاصد میں رکاوٹ نہیں ہوں گے۔ حدود قائم کریں گے اور بیدو شرک کو بیخ کرنے کے لئے فوجیں ترتیب دیں گے۔ جس طرح حضور اکرمؐ نے نبوت کے لئے اپنی حفاظت کی اور غار میں جا چھپے اسی طرح خلافت کے لئے ان کو بچایا اور کسی شر سے حفاظت چاہنے والے کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کرے جہاں وہ پوشیدہ ہوسکے اور ہم نے رسول اللہ کو اس غار کی طرف جاتے ہوئے دیکھا جب کہ یہ موقع تھا کہ کسی سے مدد طلب کی جاسکے۔ تو اس طرح رسول اللہ کا ابوبکر کو غار میں لے جانے سے یہی تھا جس کی وضاحت ہم نے کی ہے اور حضرت علی سے اپنے بستر پر رات گزارنے کی جگہ نہیں کسی قسم کی فکر۔ تھی اور رسول نے ان سے بچنے کی کوئی تدبیر بھی نہ کی اور اس علم کے باوصف کہ اگر وہ قتل کردیئے گئے تو ان کی جگہ کسی دوسرے کا آنا قابل عذر نہیں ہوگا۔

سعد کہتے ہیں کہ میں نے اس کے بہت سے سوالات کے جوابات دیئے مگر وہ ہر ایک کو رد کرتا گیا۔ اس کے بعد اس نے کہا اے سعد اس طرح کی دوسری دلیلیں بھی ہیں جو روافض کی ناک میں دم کر دیتی ہیں۔ تم لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ وہ صدیق جو شک و شبہ سے بالاتر ہیں اور وہ فاروق جو ملت اسلامیہ کے محافظ ہیں یہ دونوں منافق تھے اور

دلیل میں عقبہ کے واقعہ کو پیش کرتے ہو۔ آیا یہ دو صدیق و فاروق خوشی سے اسلام لائے تھے یا جبر و اکراہ قبول کیا۔

سعد کہتے ہیں کہ میں اس کے اس سوال کو ٹال گیا کیونکہ اگر میں کہہ دوں کہ خوشی سے اسلام لائے تو پھر نفاق ثابت نہیں ہوتا کہ نفاق کی ابتدا ان کے دلوں میں شکوک پیدا ہوں اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک قہر و عذاب کی موجیں نہ جمیں اور حالات سخت تنگی اور خوف کا اظہار اسی شخص کے لئے اظہار ہوتا ہے جس کا دل اس کا مطیع و فرمانبردار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " **فلما رأوا بأسنا قالوا آمنا بالله وحده وكفرنا بما كنا به مشركين فلم يك ينفعهم إيمانهم لما رأوا بأسنا** (سورہ مومن آیت ۸۵ ۸۴) پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے اب ہم خدائے یکتا پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو ہم اس کا شریک کیا کرتے تھے اب ہم ان سب سے منکر ہو گئے۔ مگر جب ہمارا عذاب دیکھ چکیں گے تو ان کا ایمان لانا ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اور اگر کہوں کہ مجبوراً اسلام لائے تھے تو ان کا مقصد پہلے پر طعن تھا کیونکہ اس وقت تلواریں کھنچی ہوئی نہیں تھیں اور یہ دونوں خاص خوف میں رکھے جاتے تھے۔ میں نے کسی بہانے سے اس وقت اس سے جان چھڑائی مگر دل میں ایک قلق کی کیفیت تھی۔ میں نے ایک فائل ترتیب دی تھی جس میں چالیس سے زیادہ اسی طرح کے مشکل مسائل لکھ لئے تھے جن کا جواب دینے والا اب تک مجھے کوئی نہ مل سکا اور ارادہ تھا کہ احمد بن اسحاق جو حضرت امام حسن عسکری کے اصحاب میں معتمد تھے سے دریافت کروں گا۔ میں ان کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ وہ سامرہ جانے کے ارادہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے چلا۔ جب ہم نے معانقہ کر لیا تو انہوں نے کہا تمہارا آنا میرے ساتھ ہو۔ میں نے کہا شوق اور پھر سوال کرنے کی عادت مجھے آپ تک پہنچایا ہے۔ انہوں نے کہا تمہیں ایک کام کافی ہے۔ اور مجھے ہم سب کے مولا ابو محمدؑ کی ملاقات کی تحریک پیدا ہوئی اور میں چاہتا ہوں کہ آنجناب سے تاویل پیچیدگیوں اور تنزیل کی مشکلات کے بارے میں سوالات کروں۔ پس ان کی صحبت مبارک کو ہاتھ سے جانے نہ دو کہ اگر تم سمندر کے کنارے پہ کھڑے ہو گئے تو اس کے عجائب اور غرائب سے واقف نہ ہو سکو گے اور وہ تو ہمارے امام ہیں۔

پس ہم سرمن رای پہنچے اور اپنے سردار کے دروازے تک پہنچے اجازت طلب کی اور ہمیں اندر کی اجازت مل گئی احمد بن اسحاق نے کندھے پر ایک چمڑے کی تھیلی تھی جس میں ایک سو ساٹھ تھیلیاں دیناروں اور درہموں کی موجود تھیں۔ اور ہر تھیلی پر اس کے مالک کی مہر لگی ہوئی تھی۔ سعد کہتے ہیں جب ہم نے اپنے مولا ابو محمد علیہ السلام کے روئے روشن پر نظر کی تو یہ محسوس ہوا گویا چودھویں رات کا بدر کامل ہو اور آپ کے زانو پر ایک بچہ بیٹھا تھا جو اپنی خلقت اور شمائل میں مشتری کی طرح تھا۔ اس کے سر پر کانوں تک آئے ہوئے بال ایک مانگ کی وجہ سے الف کی طرح جدا تھے جیسے دو واو کے درمیان الف ہو۔ ہمارے آقا کے سامنے ایک سونے کا انار پڑا ہوا تھا جو عجیب و غریب نقوش کی وجہ سے چمک رہا تھا وہ نادر قسم کے نگینے اس میں جڑے ہوئے تھے۔ آپ کی خدمت میں اس کو بصرہ کے

روس نے پیش کیا تھا ۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک قلم تھا جب آپؑ چاہتے کہ بیاض پر کچھ لکھیں تو بچہ آپؑ کی انگلیوں کو پکڑ لیتا تھا ہمارے آقا اس انار کو لڑھکا دیتے تھے تاکہ اس لڑکے کو اس میں مصروف رکھیں اور بچہ آپ کو لکھنے سے روک نہ سکے ۔ (۱)

ہم نے سلام کیا تو آنجنابؑ نے بڑے لطف کے ساتھ جواب دیا اور ہمیں بیٹھنے کو کہا ۔ جب آپؑ لکھنے سے فارغ ہوئے تو احمد نے چمڑے کی تھیلی کو اپنی چادر سے باہر نکالا ۔ آپؑ نے بچے کو دیکھا اور فرمایا اے بیٹا اپنے دوستوں اور شیعوں کے تحفہ کی مہر کو توڑ دو ۔ بچہ نے عرض کیا اے میرے آقا کیا یہ بات جائز ہے کہ میں اپنے پاک ہاتھ نجس مغصوب اور پلید مال کی طرف پھیلاؤں ۔ آپؑ نے فرمایا ۔ اے ابن اسحاق جو کچھ چمڑے کے تھیلے میں ہے باہر نکالو تاکہ حرام اور حلال میں تمیز کی جائے ۔ ابن اسحاق نے وہی تھیلی نکالی تو بچہ نے کہا کہ یہ تھیلی فلاں بن فلاں کی ہے ۔ جو قم کے فلاں محلہ میں رہتا ہے ۔ یہ تھیلی باسٹھ دیناروں پر مشتمل ہے یہ اس پتھروں والی زمین کی قیمت میں سے ہے جو اس کے مالک نے خریدی تھی اور جس کو وراثت میں اپنے باپ سے پینتالیس دینار ملے تھے ۔ اور نو کپڑوں کی قیمت میں سے چودہ دینار اور دوکان کی اجرت میں سے تین دینار ۔ ہمارے مولا نے فرمایا میرے بیٹے تم نے سچ کہا ۔ اب تو اس میں حرام ہے اس کے بارے میں بتاؤ ۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا ۔ رے کے دیناروں کے بارے میں ان سے پوچھا جائے ۔ ان پر تاریخ اور سن یوں ہے جن میں ایک طرف کا آدھا نقش مٹ چکا ہے اور اس کا وزن چوتھائی دینار کم ہوگیا ہے ۔ اور اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس تھیلی کے مالک نے فلاں ماہ اور فلاں سال اپنے ہمسائے جولاہے کو سوا من اون تول کر دی تھی ۔ جولاہے کے ہاں سے اس کو چور چرا کر لے گیا تھا ۔ جولاہے نے اس بات سے اس کو آگاہ کر دیا تھا لیکن اس نے

---

(۱) بحار میں جو طبع عرفی میں ہے اسی طرح نقل کیا گیا کہ یہ غریب حدیث ہے اس حیثیت میں کہ بچے کو انار کے ساتھ بہلانے کی بات اور اسی طرح سونے کے پھینکنے کے بارے میں کہ جس سے وہ بچہ کھیل رہا تھا کہ وہ ان کو کتاب میں رکاوٹ نہ ہو اور کافی جرح ۔ مسعود میں صفوان جمال سے روایت ہے اس نے کہا میں نے ابو عبداللہ سے روایت کی صاحب امر کے متعلق تو آپ نے فرمایا کہ یہ امر والا لہو و لعب میں مبتلا نہیں ہوتا کہ ساتھ میں ابو الحسن موسیٰ جو بچے تھے آئے اور ان کے ساتھ مکہ کا مکری کا ایک سال کا بچہ تھا جس سے وہ کھیل رہے تھے کہ تو اپنے پروردگار کو سجدہ کر تو حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے انہیں اپنی آغوش میں پکڑ فرمایا میرے ماں باپ فدا ہوں اس پر کہ جو لہو و لعب میں مبتلا نہیں ہوتا (روایت ختم)۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس روایت کے طریقہ میں معلّیٰ بن محمد بصری موجود ہے علامہ رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ حدیث و مذہب میں مضطرب ہے ۔ اسی طرح نجاشی نے بھی اس کے بارے میں فرمایا ہے اور ابن غضائری نے کہا کہ ہم اس کی حدیث کو پہچانتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں وہ ضعیف لوگوں سے روایت کرتا ہے ۔ مناسب ہے کہ اس کی شہادت کو سند نہ سمجھا جائے (علی اکبر غفاری)

جولاہے کی بات کو جھٹلا دیا۔ اس کے عوض میں دو من کاتی ہوئی اون اس سے وصول کر لی تھی۔ اس نے اس سے کپڑے بنائے اور انہیں فروخت کر کے ان دینار اس کی قیمت میں سے ہیں۔ تھیلی کو جب کھولا گیا تو دیناروں کے درمیان سے ایک خط برآمد ہوا جس پر اس شخص کا نام موجود تھا جس کے بارے میں بتایا گیا تھا اور ان دیناروں کی تعداد اتنی ہی تھی جس قدر اس بچے نے بتائی تھی اور دیناروں کی علامت بھی وہی تھی۔

ابن اسحاق نے ایک اور تھیلی کو نکالا۔ بچے نے کہا یہ فلاں بن فلاں کی ہے۔ جو قم میں فلاں محلہ میں رہتا ہے۔ اس میں پچاس دینار ہیں ان کو ہاتھ لگانا ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔ پوچھا گیا ایسا کیوں؟ جواب دیا یہ گیہوں کی قیمت ہے جس کے مالک نے خیانت کی ہے۔ جب گیہوں کو لیا تو زیادہ تول کر لیا ہے اور جب فروخت کیا تو کم تول کر دیا ہے۔ ہمارے آقا نے فرمایا اے بیٹا تم نے سچ کہا۔

پھر ہمارے آقا نے فرمایا: احمد بن اسحاق تم ان تمام تھیلیوں کو اٹھاؤ اور سب کو ان کے مالکان کے پاس واپس کردو اور ہم لوگوں کو بڑھیا کا کپڑا دے دو۔ احمد نے کہا وہ کپڑا میرے کھانے کے تھیلے میں رہ گیا تھا اور میں اسے بھول چکا تھا۔ جب احمد بن اسحاق وہ کپڑا لینے چلا گیا تو ہمارے آقا نے فرمایا اے سعد تم کیوں آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ احمد بن اسحاق نے آپ کی ملاقات کا شوق دلایا۔ آپ نے فرمایا اور وہ مسائل جو تم نے اس سے پوچھنے چاہے تھے؟ میں نے عرض کیا وہ اسی طرح ہیں۔ فرمایا ان کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک سے دریافت کرو۔ اور حضرت نے بچے کی طرف اشارہ فرمایا۔ بچے نے کہا جو کچھ تمہاری مرضی ہو اسے دریافت کرو۔

میں نے عرض کیا اے مولا ابن مولا ہم لوگ آپ کے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے اپنی ازواج کو طلاق دینے کا اختیار حضرت علیؑ کو دیا تھا۔ چنانچہ جنگ جمل کے روز آپ نے حضرت عائشہ کے پاس کہلا بھیج کر تنبیہ فرمائی تھی کہ تم نے یہ فتنہ برپا کر کے مسلمانوں میں انتشار پیدا کر دیا اور اپنی جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کا خون بہایا۔ اگر تم باز نہیں آ جاؤ گی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رسالتمآب کی وفات کے بعد ازواج رسول کو بن آپ طلاق ہو گئی تھی تو پھر اب یہ طلاق کی دھمکی کیسی؟ آپ نے فرمایا طلاق کا کیا مطلب ہے۔ عرض کیا راستہ خالی ہونا۔ آپ نے فرمایا جب وفات رسول کے بعد ان کا راستہ خالی ہو گیا تو پھر ازواج کے لئے کسی دوسرے سے عقد کرنا کیوں حلال نہیں ہوا؟ عرض کیا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ازواج رسول پر کسی اور سے تزویج حرام قرار دی ہے۔ آپ نے فرمایا مگر کیوں؟ جبکہ موت کی وجہ سے ان کے رشتہ کی تمام رکاوٹیں دور ہو گئی تھیں۔ عرض کیا مولا مجھے آپ ہی فرمائیے کہ طلاق کیسی ہے جس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو تفویض کر دیا تھا۔

آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ازواج رسول کی شان بلند فرمائی اور انہیں امہات المومنین کے شرف سے نوازا

رسول اللہ نے فرمایا ہے جو شرف میری ازواج کا ہے وہ اس وقت تک باقی رہے گا جب تک یہ اللہ کی اطاعت کرتی رہیں۔ مگر ان میں سے جو زوجہ بھی میرے بعد تم پر خروج کرکے اللہ کی نافرمانی کرے تو تمہیں اختیار ہے کہ اسے میری زوجیت سے آزاد کرکے اس سے ام المومنین ہونے کا شرف واپس لے لینا۔

میں نے عرض کیا یہ فرمایئے کہ فاحشہ مبینہ کے لئے کیا حکم ہے کہ اگر زمانے عدت میں کوئی عورت مرتکب ہو تو کیا اس کے شوہر کے لئے جائز ہوگا کہ اسے گھر سے نکال دے ؟ آپ نے فرمایا فاحشہ مبینہ سے مراد سحق ہے زنا نہیں۔ اگر کوئی عورت زنا کرے اور اس پر حد جاری کردی جائے تو حد جاری ہونے کی وجہ سے کوئی شخص اس سے نکاح کرنا چاہے اس کے لئے ممانعت نہیں ہے۔ لیکن اگر عورت سحق کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کی سزا رجم ہے۔ رجم حد وجہ رسوائی ہے۔ اور جس کے لئے اللہ نے رجم کا حکم دیا ہے اس کو رسوا کیا ہے۔ جس کو رسوا کیا اس کو اللہ نے دور کیا اور جس کو اللہ نے دور کیا ہے کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اسے قریب کرے۔

میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا **فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی**، سورۃ طٰہٰ آیت ۱۲) "اپنی جوتیاں اتار ڈالو تم پاک میدان طویٰ میں ہو" اس حکم کی وجہ (مخالفین) کے فقہا یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ مردار کے چمڑے کی جوتیاں پہنے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا جو یہ کہتا ہے وہ حضرت موسیٰ پر الزام لگاتا ہے اور ان کی نبوت سے ناواقف ہے۔ اس کے دو مطلب نکلتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان جوتیوں میں حضرت موسیٰ کے لئے نماز جائز تھی یا نہیں۔ اگر جائز تھی تو وادی مقدس میں پہن کر جانا بھی جائز ہو۔ اور اگر یہ وادی مقدس اور مطہر تھی تو نماز سے زیادہ مقدس و مطہر نہیں تھی اور اگر ان جوتیوں میں نماز جائز نہیں تھی تو حضرت موسیٰ پر الزام آتا ہے کہ وہ حلال و حرام کو نہیں جانتے تھے۔ وہ نہیں علم نہیں تھا کہ نماز میں کیا جائز ہے اور کیا ناجائز اور یہ کفر ہے۔

میں نے عرض کیا میرے مولا آپ ہی فرمائیں اس کی تاویل کیا ہے آپ نے فرمایا حضرت موسیٰ نے وادی مقدس میں اللہ سے یہ مناجات کی کہ اے مالک میرے دل میں خالص تیری محبت ہے۔ اور میں نے اپنے دل سے ہر قسم کی محبت کو دھو ڈالا ہے۔ حالانکہ ان کو اپنے اہل و عیال سے بہت محبت تھی۔ ارشاد خداوندی ہوا **فاخلع نعلیک** "اتار ڈالو اپنی جوتیاں" یعنی اپنے دل سے اہل و عیال کی محبت بھی نکال دو۔ تاکہ تمہاری محبت مجھ سے خالص ہوجائے اور تمہارے دل سے میرے غیر کی محبت دھل جائے۔

میں نے عرض کیا فرزند رسول کھیٰعص کی کیا تاویل ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ حروف غیب کی طرف اشارہ ہیں۔ جس کے ذریعہ سے خدا نے اپنے بندے زکریا کو مطلع کیا۔ پھر حضرت محمدؐ سے ان کا قصہ بیان فرمایا جو یہ ہے کہ ایک مرتبہ جناب زکریا نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے پنجتن پاک کے اسماء گرامی تعلیم فرما۔ حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے پنجتن پاک کے اسماء گرامی تعلیم فرمائے۔ چنانچہ جب زکریا محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کا نام لیتے تو مرحمت

وشادمانی محسوس کرتے مگر جب حسینؑ کا نام لیتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے اور سانس رکنے لگتا۔ ایک دن انہوں نے عرض کیا پروردگار کیا بات ہے۔ جب میں چار اسماء گرامی لیتا ہوں تو خوشی ہوتی ہے مگر حسینؑ کا نام لیتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے ہیں اور میرا سانس بے قابو ہوجاتا ہے۔ تو اللہ نے انہیں واقعہ کربلا سے آگاہ کیا اور فرمایا کہیعص اس میں "ک" سے مراد کربلا ہے۔ "ہا" سے مراد ہلاکت عترت ہے۔ "یا" سے مراد یزید جو حسینؑ پر ظلم کرنے والا ہے۔ "ع" سے مراد حسینؑ کی عطش یعنی پیاس اور "ص" سے مراد صبر ہے۔

جناب زکریا نے یہ سنا تو تین روز تک محراب عبادت سے باہر نہ نکلے اور کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ پس آپ مسلسل گریہ کرتے رہے اور پکارتے تھے اے مالک تو اپنے خیر خلق محمدؐ کو ان کے فرزند کا غم دے گا۔ ان کی ذریت کے لئے ایسی مصیبت نازل کرے گا۔ کیا علی و فاطمہؑ کو اس مصیبت کا لباس پہنائے گا۔ الٰہی کیا اس دردناک واقعہ کی تکلیف کو ان دونوں کے لئے مناسب سمجھے گا۔

اے پروردگار مجھے ایک فرزند عطا کر جس سے بڑھاپے میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کو میرا وارث و وصی بنا۔ اس کو مجھ سے وہی نسبت ہو جو حسینؑ کو اپنے جد سے ہوگی۔ پھر مجھے اس فرزند کی محبت میں مبتلا کر اس کے بعد مجھے اس کا غم نصیب کر۔ جس طرح تو اپنے حبیب محمدؐ کو ان کے فرزند حسینؑ کا غم دے گا۔ چنانچہ اللہ نے زکریا کو یحییٰ عطا فرمایا اور اس کے بعد انہیں اس کا غم نصیب فرمایا۔ اور جناب یحییٰؑ کی مدت حمل بھی چھ ماہ تھی اور حسین علیہ السلام کی بھی۔ اور یہ قصہ طویل ہے۔

میں نے عرض کیا لوگوں کو اپنے لئے خود امام منتخب کرنے کا اختیار کیوں نہیں دیا گیا۔ آپ نے فرمایا کیسا امام مصلح یا مفسد۔ میں نے عرض کیا مصلح۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی تو ممکن ہے کہ لوگ مصلح کی جگہ مفسد منتخب کرلیں لوگوں کو دوسرے کے دل کا حال تو نہیں معلوم کہ اس میں صلاح ہے یا فساد۔ میں نے عرض کیا جی سرکار یہ تو ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا یہی وجہ ہے۔ اچھا ایک اور دلیل سنو۔ یہ بتاؤ وہ انبیاء مرسلین کہ جن کو اللہ نے خود منتخب فرمایا جن پر کتابیں نازل فرمائیں اور وحی و عصمت کے ساتھ ان کی تائید فرمائی اور وہ اپنی امتوں میں سب سے زیادہ عالم تھے جیسے جناب موسیٰ و عیسیٰ کہ باوجود کمال عقل و علم کے جب انہوں نے خود انتخاب کا ارادہ کیا تو ان کے انتخاب میں منافق بھی آگئے اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ یہ مومن ہیں۔

میں نے عرض کیا جی ہاں حضور ایسا ہی ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا دیکھو حضرت موسیٰؑ نے جو کلیم اللہ ہیں میقات کے لئے افراد کا انتخاب کیا۔ جن کے ایمان و اخلاص میں انہیں کوئی شک نہیں تھا۔ مگر ان کے اس انتخاب میں منافق آگئے۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے۔ **واختار موسی قومه سبعين رجلاً لميقاتنا** (سورہ اعراف آیت ۱۵۵) اور چنا موسیٰؑ نے اپنی قوم میں سے ستر افراد ہمارے وعدے کے وقت پر لانے کو۔ مگر ان منتخب شدہ ستر

دیکھیں سے پلٹ کر کہا۔ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ (سورۃ بقرہ آیت ۵۵) "ہم ہرگز تیرا یقین نہ کریں گے جب تک کہ اللہ کو سامنے نہ دیکھ لیں" تو اس کا نتیجہ کیا نکلا فاخذتھم الصاعقۃ بظلمھم (سورۃ نساء آیت ۱۵۳) "سو آپڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث" جب ہم دیکھتے ہیں کہ جن معزز ہستیوں کو اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا ان کا انتخاب غلط نکلا۔ حالانکہ وہ یہی سمجھتے رہے کہ انہوں نے صحیح انتخاب کیا پس انتخاب کا حق صرف ذات باری کو ہے جو دلوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ حضورؐ کے انتقال کے بعد مہاجرین اور انصار کی نگاہِ انتخاب دھوکا کھا سکتی ہے۔ گو ان کا ارادہ صرف صالح کو منتخب کرنے کا ہو پھر بھی غیر صالح منتخب کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا اے سعد! مخالف جو تمہیں یہ دلیل دیتا ہے کہ رسول اللہ ابوبکر کو اپنے ساتھ غار میں اس لیے لے گئے کہ وہ جانتے تھے کہ میرے بعد یہی خلیفہ ہوں گے۔ امور تاویل کی پیروی کریں گے و [illegible] ہوں گے۔ امت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں ہوگی۔ اختلاف کی وادی میں وہ اس کی پناہ گاہ ہوں گے۔ ان کی پراگندگیوں کی اصلاح کریں گے اور ان کے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ حدود قائم کریں گے اور بلادِ شرک کو فتح کرنے کے لئے لشکر ترتیب دیں گے۔ کیا شریعت حفاظت چاہنے والے کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ ایسی جگہ کا ارادہ کرے جہاں وہ پوشیدہ ہو سکے۔ رہ گیا سوائے اس کے نہیں کہ انہوں نے اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا دیا تھا۔ ان کے لئے کوئی فکر و پریشانی نہیں تھی۔ نہ اس سے بچنے کا کوئی قصد کیا تھا اور اس علم کے باوصف کہ اگر وہ قتل کر دیئے گئے تو ان کی جگہ کسی دوسرے کا اٹھانا قابل عذر نہیں ہوگا۔ چنانچہ جس طرح نبوت کے لئے خود کو محفوظ فرمایا اسی طرح خلافت کے لئے ابوبکر کو محفوظ فرمایا تو اس سے یہ پوچھو کہ تم لوگوں کا کہنا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اس طرح آنحضرت نے تمہارے مذہب کے مطابق خلفاء راشدین کی مدت حیات کا تعین کیا۔ جب وہ اس کا اقرار کرے تو کہنا کہ کیا رسول اللہ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ابوبکر کے بعد عمر، عثمان اور علی کو خلیفہ ہونا ہے۔ لازماً وہ کہے گا ہاں رسول اللہ کو علم تھا۔ تو کہنا کہ پھر حضور پر واجب تھا کہ جس طرح ابوبکر کو اپنے ساتھ لے گئے اسی طرح ان سب کو غار تک لے جاتے۔ نہ کسی کی قدر و منزلت کو کم کرتے۔ اور تمہارے مخالف نے جو تم سے یہ سوال کیا ہے کہ صدیق و فاروق خوشی سے ایمان لائے یا بالجبر؟ تو جواب اور کہہ دو کہ یہ دونوں لالچ میں اسلام لائے تھے۔ اس لئے کہ یہ دونوں یہودیوں کے پاس بیٹھتے تھے اور انہیں توریت اور تمام سابقہ کتب سے معلوم ہوا کہ حضرت محمدؐ سارے عرب پر اسی طرح غلبہ حاصل کریں گے جس طرح بخت نصر نے بنی اسرائیل پر حاصل کر لیا تھا اور آپ تمام عرب کو فتح کریں گے جس طرح بخت نصر نے بنی اسرائیل کو فتح کیا تھا۔ بس فرق یہ ہے کہ بخت نصر کاذب تھا اور آپ سچے دعوے میں صادق ہیں پس دونوں حضور کے پاس آئے اور اس لالچ میں کلمہ پڑھا کہ جب ان کی حکومت قائم ہو جائے گی تو ہمیں کسی شہر کا حاکم بنا دیں گے۔ مگر جب اس طرف سے مایوسی ہوئی تو جھلا اٹھے اور اپنے جیسے منافقین کو لے کر عقبہ کی پہاڑیوں میں

چھپ گئے تاکہ حضورؐ کو قتل کر دیں ۔ مگر اللہ نے حضورؐ کی حفاظت فرمائی اور ان کی تدبیر کامیاب نہ ہو سکی ۔ جس طرح طلحہ اور زبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت اس لالچ میں کی تھی کہ شاید کوئی وزارت مل جائے گی مگر جب یہ امید پوری ہوتی نظر نہ آئی تو بیعت توڑ دی اور خروج کیا ۔ پس ان دونوں کو اللہ نے بیعت توڑنے والوں کی طرح پچھاڑ دیا ۔

سعد کہتے ہیں پھر امام حسن عسکریؑ اپنے صاحبزادے کے ساتھ نماز کے لئے کھڑے ہوگئے ۔ میں بھی وہیں چلا گیا میں نے ابن اسحاق کو جدیا تو وہ مجھے روتے ہوئے ملے میں نے کہا تمہیں دیر کیوں ہوئی اور تمہیں کس نے رلایا ۔ انہوں نے کہا میرے مولا نے جو کپڑا مجھ سے طلب کیا تھا وہ میں نے گم کر دیا ہے ۔ میں نے کہا کہ اس کی ذمہ داری تم پر نہیں پس مولا کو بتادو ۔ چنانچہ وہ تیزی سے اندر داخل ہوئے پھر مسکراتے ہوئے واپس آئے اور وہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھ رہے تھے ۔ میں نے کہا کیا ہوا تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے وہ کپڑا اپنے مولا کے قدموں میں دیکھا ہے اور وہ اس پر نماز پڑھ رہے تھے ۔

سعد کہتے ہیں پس ہم نے اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی ۔ اس کے بعد ہم دونوں آپؑ کی خدمت میں برابر کئی دن تک حاضر ہوتے رہے ۔ مگر پھر آپ کے فرزند کو نہ دیکھا ۔ جب رخصت کا دن آیا تو میں اور ابن اسحاق اپنے شہر کے چند ضعیف العمر اشخاص کے ساتھ مولا کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ احمد بن اسحاق نے عرض کیا فرزند رسولؐ وقت رخصت ہے جس کا ہمیں بہت دکھ ہے ۔ اللہ آپؑ کے جد حضرت محمدؐ پر آپ کے پدر بزرگوار حضرت علیؑ پر آپ کی والدہ ماجدہ جناب سیدہؑ پر سرداران جوانان جنت آپؑ کے چچاؑ اور آپ کے والدؑ اور ان کے بعد آپؑ کے آباء طاہرینؑ پر آپ پر اور آپؑ کے فرزند پر رحمت و برکتیں نازل فرمائے ۔ خداوند عالم سے التجا ہے کہ وہ آپؑ کے مقام کو بلند کرے اور آپؑ کے دشمنوں کو نیچا دکھائے اور یہ بھی دعا ہے کہ ہماری اور آپؑ کی آخری ملاقات نہ ہو ۔ احمد بن اسحاق کی یہ بات سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے ۔ آپؑ نے فرمایا بس بس ۔ اے ابن اسحاق اپنی دعا مختصر کرو ۔ اس لئے کہ تم اسی سفر میں اللہ سے ملاقات کرنے والے ہو ۔ یہ سن کر احمد بن اسحاق غش کھا کر گر پڑے جب ہوش آیا تو عرض کیا مولا آپؑ کو آپ کے جد کا واسطہ آپؑ اپنا کوئی پہنا ہوا لباس عطا کر دیں تاکہ وہ میرا کفن بن سکے ۔ یہ سن کر آپ نے فرش کے نیچے ہاتھ ڈال اور تیرہ درہم نکالے اور فرمایا یہ لو اور اس کے علاوہ تم اپنی ذات پر مزید خرچ نہ کرنا اور جو تم نے سوال کیا ہے وہ بھی پورا کر دیا جائے گا ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نیکوکار کا عمل ضائع نہیں کرتا ۔

سعد کہتے ہیں جب ہم لوگ امامؑ سے رخصت ہوئے اور ابھی حلوان پہنچنے میں تین فرسخ باقی تھے کہ احمد بن اسحاق کو بخار آیا اور اس قدر بیمار ہوئے کہ زندگی سے مایوس ہوگئے ۔ حلوان پہنچے تو ایک سرائے میں قیام کیا اور وہاں ابن اسحاق نے اپنے اہل شہر میں سے ایک شخص کو بلایا اور کہا آج کی شب تم مجھے تنہا چھوڑ کر کہیں چلے جاؤ ۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے گئے ۔ جب رات گزر گئی اور صبح ہوئی تو مجھے احمد بن اسحاق کی فکر ہوئی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ امامؑ کا

خادم کا دل کہتا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ اللہ تم لوگوں کو محمد بن اسحاق کی موت پر صبر دے اور محبوب کے ساتھ تمہاری مصیبت کو دور کرے۔ ہم ان کے غسل و کفن سے فارغ ہو چکے ہیں اٹھو اور انہیں دفن کرو۔ وہ امام کی نظروں میں بہت مکرم تھے۔ یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا۔ ہم لوگ آہ و فغاں کرتے ان کے جنازے پر پہنچے اور ان کے دفن سے فارغ ہوئے۔ اللہ ان پر رحمتیں نازل کرے۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن موسیٰ بن جعفر بن محمدؑ بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالبؑ نے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے والد کی کتاب میں لکھا پایا کہ میں نے محمد بن احمد طوال سے سنا۔ اس سے ان کے والد نے بیان کیا ان سے حسن بن علی طبری نے ان سے ابو جعفر محمد بن حسن بن علی بن ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے والد نے ان سے علی بن ابراہیم بن مہزیار نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے بستر میں سویا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اے علی بن ابراہیم حج کے لئے جاؤ وہاں تمہاری ملاقات صاحب الزمانؑ سے ہو جائے گی۔ یہ خواب دیکھ کر میں بے حد مسرور و شادماں ہوا اور نماز فجر سے فارغ ہو کر باہر نکلا تاکہ حاجیوں سے دریافت کروں۔ تو میں نے ایک قافلے کو روانگی کے لئے تیار پایا جس میں بعجلت ان سب سے پہلے نکلنے والے قافلے کے ساتھ ہو لیا۔ پس اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ سب چلے اور میں ان کے ساتھ ساتھ کوفے کے راستے سے چلا۔ کوفہ پہنچ کر میں اپنی سواری سے اترا اور اپنا سامان اپنے جاننے والوں کے پاس رکھوا دیا۔ اور خود امام حسن عسکریؑ کی اولاد کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا میں نے ایک ایک سے پوچھا مگر کوئی سراغ نہ مل سکا نہ کوئی خبر سنی وہاں سے میں پہلے قافلہ کے ساتھ مدینہ کے لئے روانہ ہوا۔ مدینہ پہنچ کر میں اس قابل نہیں رہا تھا کہ سواری سے اترسکوں بہرحال کسی طرح اترا۔ اپنا سامان ایک قابل بھروسہ شخص کے پاس رکھوایا اور باہر نکل گیا کہ (آل ابو محمدؑ کی) خبر دریافت کروں اور سراغ لگاؤں۔ مگر میں نے کوئی خبر نہ سنی۔ اور نہ کوئی سراغ پایا۔ بس اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ کچھ لوگوں نے مکہ کا رخ کیا اور میں بھی روانہ ہونے والوں کے ساتھ روانہ ہو گیا یہاں تک کہ مکہ پہنچ گیا وہاں میں اترا اپنے سامان کو رکھا اور آل ابو محمدؑ کی تلاش میں نکل گیا لیکن نہ ان کی کوئی خبر سنی اور نہ ان کا کوئی سراغ پایا۔ ایک رات میں امید و ناامیدی کی کیفیت میں فکر مند بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ سے کہا چلو کعبہ کا طواف کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت عرض کروں۔ وہ میری امید کی مجھے معرفت کرائے۔ جب میں طواف کے لئے چلا تو کعبہ کا رخ میرے سامنے تھا۔ اور اس وقت میں ایک ایسے جوان کے سامنے تھا جس کے چہرے پر ملاحت تھی۔ بہترین خوشبو والا تھا اور ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور دوسری چادر کے لئے کوشاں تھا۔ اس نے ایک چادر کو اپنے کندھے پر ڈالا اور اس کو حرکت دے رہا تھا۔ وہ نوجوان میری طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا اہواز کا۔ اس نے کہا کیا تم ابن خضیب کو جانتے ہو؟ میں نے کہا اللہ ان پر رحمت کرے وہ تو انتقال کر چکے ہیں۔ وہ بولا رحمتہ

اللہ علیہ وآلہ وسلم النہار اور قائم اللیل تھے۔ قرآن کی تلاوت کرتے اور ہماری محبت رکھتے تھے۔ پھر اس نے کہا کیا تم علی بن ابراہیم بن مہزیار کو جانتے ہو؟ میں نے کہا میں ہی علی بن ابراہیم ہوں، یہ سن کر وہ بولا مرحبا۔ اے ابوالحسن کیا تم امام کے دونوں فرزندوں کو جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ بولا وہ کون ہیں؟ میں نے کہا محمد اور موسیٰ۔ وہ بولا تمہارے پاس وہ نشانی کہاں ہے جو تم کو امام حسن عسکریؑ نے عطا فرمائی تھی؟ میں نے کہا وہ میرے پاس ہے۔ وہ بولا مجھے دکھاؤ۔ میں نے انگوٹھی نکالی جس پر محمدؐ و علیؑ لکھا ہوا تھا۔ جب اس نے انگوٹھی کو دیکھا تو رونے لگا اور بولا! اے ابو محمد اللہ آپ پر رحم کرے آپ امام عادل، امام کے فرزند اور امام کے والد ہیں۔ اللہ آپ کو آپ کے اپنے آباء علیہم السلام کے ساتھ جنت الفردوس میں ساکن کرے۔

پھر کہا اے ابوالحسن اپنی قیام گاہ پر جاؤ اور سامان سفر تیار کرو۔ جب رات کے تین حصے گزر جائیں اور تین باقی رہ جائیں گے تو تم سے ملاقات ہوگی۔ ابن مہزیار کہتے ہیں کہ میں اپنی قیام گاہ پر آیا اور طویل وقت فکر میں گزارا یہاں تک کہ چلنے کا وقت آگیا پس میں کھڑا ہوا اور اپنی سواری کو درست کیا اور اس پر بیٹھ کر آگے بڑھا جب وقت مقرر پر بتائی ہوئی جگہ پہنچا تو اس جوان کو وہاں پایا اس نے کہا **اھلاً و سہلاً**۔ اے ابوالحسن تمہیں مبارک ہو کہ تم کو ملاقات کی اجازت مل گئی۔ پھر ہم دونوں روانہ ہوئے اور عرفات اور منیٰ سے ہوتے ہوئے طائف کے پہاڑوں سے نیچے کی طرف چلے۔ اس نے مجھ سے کہا اے ابوالحسن یہاں اترو اور نماز کا سامان کرو۔ ہم دونوں نے وہاں اتر کر نماز شب ادا کی اور پھر اس نے کہا فجر کی نماز پڑھو اور اس میں اختصار کرو۔ پس میں نے نماز میں اختصار کیا اور سلام پھیرا۔ اور اس نے اپنا چہرہ خاک آلود کیا پھر وہ سوار ہوا اور مجھے بھی سوار ہونے کا حکم دیا۔ پس میں سوار ہوا پھر ہم روانہ ہوئے۔ جب صحرا میں پہنچے تو اس نے مجھ سے کہا کیا تم کو کچھ نظر آیا؟ میں نے کہا ہاں میرے سردار ایک سرسبز صحت افزاء مقام دیکھ رہا ہوں۔ پھر کہا اس کے اوپر کچھ نظر آیا؟ میں نے کہا میں ریت کے ٹیلے پر بالوں سے بنا خیمہ دیکھ رہا ہوں جس سے نور نکل رہا ہے۔ پھر پوچھا کچھ اور نظر آیا؟ میں نے کہا ہاں فلاں فلاں چیز نظر آئی۔ وہ بولا اے ابن مہزیار خدا تمہارے نفس کو پاک اور تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے ہم اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ اپنی سواری سے اترو۔ میں سواری سے اترا تو وہ بولا اے ابن مہزیار اپنی سواری کی باگیں چھوڑ دو۔ میں نے کہا میں سواری کس کے حوالے کروں۔ یہاں تو کوئی نہیں ہے۔ اس نے کہا یہ حرم ہے یہاں صرف ولی ہی آ اور جا سکتے ہیں۔ (تمہاری سواری کوئی نہیں لے جائے گا)۔ پس میں نے سواری کو چھوڑ دیا۔ ہم خیمہ کے قریب پہنچے تو اس نے مجھ سے کہا تم یہیں ٹھہرو میں تمہارے لئے اجازت لے کر آتا ہوں۔ پس وہ اندر گیا اور ایک لمحہ میں ہی واپس آگیا اور بولا مبارک ہو تمہیں حاضری کی اجازت مل گئی۔ میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ امام عصر صلوات اللہ علیہ ایک چمڑے کے ٹکڑے پر تشریف فرما ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ امام نے جواب سلام دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مثل چاند کے چمک رہا ہے۔ اس میں کسی قسم کی شگفتگی اور شکن

نہیں تھی نہ وہ طویل تھا نہ چھوٹا وہ رہ چکا ہو۔ وہ دراز قامت تھے۔ آپ خوبصورت پاکیزہ صورت ہیں۔ جسم اطہر کا رنگ بالکل صاف ہے۔ چوڑی پیشانی ہے ابروہائے مبارک ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ رخسار نرم ہیں آنکھیں بڑی اور بینی مقدس اونچی ہے سیدھے رخسار پر تل ہے۔ میں نے جب ان کو دیکھا تو میری عقل ان کی ذات و صفات دیکھ کر حیرت میں رہ گئی۔ امام نے مجھ سے فرمایا اے ابن مہزیار عراق میں تمہارے بھائی کس حال میں ہیں؟ میں نے کہا مولا آپ کے بارے میں گمان باطل پر گامزن ہیں۔ ان پر شیاطین کی اولاد مسلط ہے۔ آپ نے فرمایا **قاتلهم الله انی یوفکون** (سورۃ توبہ آیت ۳۰) "اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں"۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک قوم نے کی جو نہیں ان کے شہر میں قتل کر دے گی۔ اللہ کا حکم ان کو دن اور رات میں کسی وقت بھی جکڑ لے گا۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول ایسا کب ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس وقت ہوگا جب تمہارے اور راہ کعبہ کے درمیان ایک ایسی قوم حائل ہوگی جن سے خدا اور اس کا رسول بیزار ہوں گے آسمان میں تین دن تک مسلسل سرخی نظر آئے گی۔ اس میں ایک ستون نظر آئے گا جیسے چاندی کا ستون ہو جس سے نور ساطع ہوگا۔ پھر ارمینیہ اور آذربائیجان سے سروی خروج کرے گا جو رے کے پیچھے جبل اسود پہنچنے کا ارادہ کرے گا جو جبل احمر کے سامنے اور جبل طالقان سے متصل ہے پھر اس کے اور مروزی کے درمیان ایسی طویل اور گھمسان کی جنگ ہوگی جس میں بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور بوڑھے کمزور۔ ان دونوں کے درمیان کشت و خون کا مقابلہ ہوگا۔ پھر اس وقت توقع کرنا کہ صاحب زمان کا خروج ہوگا اور زورا کی طرف بڑھیں گے۔ وہاں سے ماہان پھر وہاں سے عراق کے شہر واسط پہنچیں گے اور ایک سال تقریباً وہاں قیام کریں گے۔ وہاں سے آگے بڑھ کر کوفہ پہنچیں گے وہاں سے نجف وہاں سے حیرہ اور غری کی طرف بڑھیں گے۔ وہاں دونوں گروہوں میں ایسی جنگ ہوگی کہ عقل حیران رہ جائے گی۔ نتیجے میں دونوں فوجیں تباہ ہو جائیں گی اور ان میں جو باقی رہ جائیں گے۔ انہیں اللہ کاٹ کے رکھ دے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **بسم الله الرحمن الرحیم ○ اتاها امرنا لیلا او نهارا فجعلناها حصیدا کان لم تغن بالامس** (سورۃ یونس آیت ۲۴) "ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر اس کو کاٹ کر ڈھیر کر ڈالا۔ گویا کل یہاں آبادی نہ تھی"۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول امر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ہم ہی تو اللہ کے امر اور اس کی فوج ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور کیا وہ وقت آگیا ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی **اقتربت الساعة وانشق القمر** (سورہ قمر آیت ۱) "پاس آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند"۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو القاسم جعفر بن محمد علوی رقی عریضی نے ان سے ابو الحسن علی بن محمد عقیقی نے ان سے ابو نعیم انصاری زیدی نے انہوں نے کہا کہ میں مکہ میں مستجار کے پاس تھا۔ ہمارے ساتھ عمرہ ادا کرنے والوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان میں محمودی اور علان کلینی اور

ابو ہیثم دیناری اور ابو جعفر احول ہمدانی اور محمد بن قاسم علوی وہ تمیں افراد تھے اور محمد بن قاسم علوی عقیقی کے سوا ان میں کوئی مخلص نہ تھا۔ یہ ذوالحجہ کی چھ تاریخ اور سن ۲۹۳ ہجری تھا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان آیا جو احرام باندھے ہوئے تھا اس کے ہاتھ میں اس کی نعلیں تھیں۔ وہ ہمارے درمیان آیا۔ ہم لوگ اس کے رعب و دبدبہ کی وجہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے سلام کیا اس نے دائیں بائیں دیکھا اور ہمارے درمیان بیٹھ گیا اور بولا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ حضرت امام جعفر صادقؑ اپنی دعا میں کیا فرمایا کرتے تھے۔ ہم نے دریافت کیا کیا فرمایا کرتے تھے؟ اس جوان نے کہا آپ فرمایا کرتے تھے **اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِاسْمِكَ الَّذِي بِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَ بِهِ تَقُومُ الْأَرْضُ، وَ بِهِ تُفَرِّقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ، وَ بِهِ تَجْمَعُ بَيْنَ الْمُتَفَرِّقِ، وَ بِهِ تُفَرِّقُ بَيْنَ الْمُجْتَمِعِ، وَ بِهِ أَحْصَيْتَ عَدَدَ الرِّمَالِ وَ زِنَةَ الْجِبَالِ وَ كَيْلَ الْبِحَارِ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ أَنْ تَجْعَلَ لِي مِنْ أَمْرِي فَرَجاً وَ مَخْرَجاً۔** اے میرے پروردگار میں تجھ سے ان اسمائے مقدسہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں۔ جن کے باعث آسمان و زمین تھمے ہوئے ہیں۔ جن کے باعث حق و باطل کا فرق ہوتا ہے۔ جن کی وجہ سے متفرق اور پراگندہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور جن کے ذریعے سے جماعتوں میں افتراق اور اختلاف واقع ہوتا ہے۔ اور جن کے وسیلے سے ریگ بیابان کے اعداد، پہاڑوں کے اوزان اور دریاؤں کے پانی کا اندازہ ہوتا ہے، درود بھیج محمدؐ اور آل محمدؐ پر اور میرے لئے میرے جملہ امور کو کشادہ اور آسان فرما۔

پھر وہ جوان اٹھا۔ مسجد الحرام میں ہم بھی اٹھے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اس کی ہیبت کے باعث ہم یہ پوچھنا بھول گئے کہ وہ کون تھے۔ دوسرے دن اسی وقت طواف سے فارغ ہو کر تشریف لائے اور اسی طرح ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر دائیں بائیں نظریں کیں اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ امیرالمومنینؑ نماز فریضہ کے بعد کیا دعا مانگتے تھے۔ ہم نے دریافت کیا کیا دعا فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ یہ دعا فرماتے تھے **اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ رُفِعَتِ الْأَصْوَاتُ [وَ دُعِيَتِ الدَّعَوَاتُ] وَ لَكَ عَنَتِ الْوُجُوهُ، وَ لَكَ خَضَعَتِ الرِّقَابُ وَ إِلَيْكَ التَّحَاكُمُ فِي الْأَعْمَالِ يَا خَيْرَ مَسْؤُولٍ وَ خَيْرَ مَنْ أَعْطَى، يَا صَادِقُ يَا بَارِئُ، يَا مَنْ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ، يَا مَنْ أَمَرَ بِالدُّعَاءِ وَ تَكَفَّلَ بِالْإِجَابَةِ، يَا مَنْ قَالَ "ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" يَا مَنْ قَالَ "وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَ لْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ" يَا مَنْ قَالَ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ"** پروردگار تیری ہی طرف سب کی آوازیں جاتی ہیں۔ تجھ سے ہی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ تیرے ہی سامنے رخسار رکھے جاتے ہیں۔ تیری بارگاہ میں خضوع و خشوع بجا لایا جاتا

ہے ۔ تمام عجائب میں تیرا ہی حکم مانا جاتا ہے ۔ اے ان سب سے بہتر جن سے سوال کیا جاتا ہے اور اے تمام عطا کرنے والوں سے بہتر ۔ سے تیجے اور سے عفو کرنے والے ۔ سے وہ جو کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ۔ اے وہ جو دعا کرنے کے لئے بھی حکم کرتا ہے اور قبول فرمانے کا بھی وعدہ فرماتا ہے ۔ اے وہ کہ جس نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا میں اس سے قریب ہوں ۔ اس کی دعا قبول کرتا ہوں جس دم وہ مجھ سے دعا کرتا ہے ۔ بس دین کو قبول کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ کہ تم ہدایت یافتہ ہو ۔ اور اے وہ جو ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندوں جو اپنے نفسوں پر اسراف کر چکے ہو خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو ۔ خدا تعالیٰ تمام گناہوں کا بخشنے والا ہے ۔ کیونکہ وہ بہت بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

پھر انہوں نے دونوں جانب نظریں کیں اور فرمایا کیا تم کو معلوم ہے کہ امیر المومنین سجدہ شکر میں کیا فرماتے تھے؟ ہم نے دریافت کیا کیا فرماتے تھے؟ آپ نے فرمایا وہ کہا کرتے تھے: یَا مَنْ لَا یَزِیْدُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ اِلَّا جُوْدًا وَّکَرَمًا، یَا مَنْ لَّہٗ خَزَائِنُ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ یَا مَنْ لَّہٗ خَزَائِنُ مَا دَقَّ وَجَلَّ، لَا تَمْنَعُکَ اِسَاءَتِیْ مِنْ اِحْسَانِکَ اِلَیَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اَنْ تَفْعَلَ بِیْ مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ وَاَنْتَ اَھْلُ الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ وَالْعَفْوِ، یَا رَبَّاہُ یَا اَللّٰہُ اِفْعَلْ بِیْ مَا اَنْتَ اَھْلُہٗ فَاَنْتَ قَادِرٌ عَلَی الْعُقُوْبَۃِ وَقَدِ اسْتَحْقَقْتُھَا، لَا حُجَّۃَ لِیْ وَلَا عُذْرَ لِیْ عِنْدَکَ، اَبُوْءُ اِلَیْکَ بِذُنُوْبِیْ کُلِّھَا، وَاَعْتَرِفُ بِھَا کَیْ تَعْفُوَ عَنِّیْ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا مِنِّیْ، بُؤْتُ اِلَیْکَ بِکُلِّ ذَنْبٍ اَذْنَبْتُہٗ وَبِکُلِّ خَطِیْئَۃٍ اَخْطَاْتُھَا، وَبِکُلِّ سَیِّئَۃٍ عَمِلْتُھَا، یَا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔ رونے والوں کی گریہ و زاری سوائے تیرے جود و کرم کے اضافہ کے اور کوئی اضافہ نہیں کرتی ۔ اے وہ جس کے پاس آسمان اور زمین کے خزانے ہیں ۔ اے وہ جس کے فضل بہت وسیع ہیں ۔ میرے گناہ مجھے تیرے احسانات کے ملنے سے نہیں روک سکتے جن کے لئے میں تیری جناب میں استدعا کرتا ہوں ۔ تو میرے ساتھ وہی کر جیسے کہ تجھے شایان اور سزاوار ہے ۔ تو ہر قسم کے عذاب پر قادر ہے مجھ کو ان عذابوں کا پورا استحقاق ہے ۔ مجھ کو تیری جناب میں کوئی حجت حاصل نہیں ہے اور نہ تیری درگاہ میں مجھے کوئی عذر کرنے کا موقع ہے ۔ میں اپنے گناہ تیری خدمت میں پیش کرتا ہوں اور ان کا اقرار کرتا ہوں تاکہ تو مجھے معاف فرما دے اور تو سب سے بہتر جاننے والا ہے ۔ میں ان گناہوں سے جو عمل میں لا چکا ہوں بری ہوتا ہوں اور ان تمام خطاؤں سے جو مجھ سے سرزد ہو چکی ہیں اور ان تمام برائیوں سے جو بجا لایا ہوں ۔ اے میرے پروردگار تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور ان تمام امور سے درگزر فرما جن کو تو سب سے اچھا جانتا ہے کیونکہ تو سب سے زیادہ عزت اور مہربانی کرنے والا ہے ۔)

پھر وہ حضرت رخصت ہوگئے۔ دوسرے روز پھر آئے اور ہم نے روز کی طرح ان کا استقبال کیا۔ پس وہ ہمارے درمیان بیٹھ گئے اور دائیں بائیں دیکھا اور فرمایا علی بن حسین سید عابدین علیہ السلام اپنے سجدے میں اس جگہ۔ اپنے دست مبارک سے حجر اسود کی طرف اشارہ فرمایا وہ کہا کرتے تھے۔ عُبَیْدُکَ بِفِنَائِکَ، مِسْکِیْنُکَ بِبَابِکَ سَائِلُکَ مَا لَا یَقْدِرُ عَلَیْهِ سِوَاکَ تیرا بندہ تیری چوکھٹ پر، تیرا مسکین تیرے دروازے پر، تجھ سے ان چیزوں کا طالب ہے جن پر سوائے تیرے کوئی دوسرا قدرت نہیں رکھتا) پھر انہوں نے دائیں بائیں نظر کی اور محمد بن قاسم علوی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے محمد بن قاسم تم بھلائی پر قائم ہو ان شاء اللہ۔ یہ کہہ کر) آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور طواف میں داخل ہوگئے۔ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے یہ دعا سیکھی نہ ہو اور ہم بھول گئے تھے لیکن دن کے آخری حصے میں اس بارے میں گفتگو کی۔ محمودی نے ہم سے کہا اے لوگو تم جانتے ہو یہ کون تھے؟ ہم نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم یہ صاحب الزمانؑ تھے۔ ہم نے کہا: اے ابو علی کیسے؟ وہ بولے میں نے اپنے رب سے سات سال دعا کی تھی کہ وہ مجھے صاحب الزمانؑ کی زیارت کرائے۔

سات سال پہلے کی بات ہے کہ یہی حضرت عرفہ کی شام کو دعا پڑھ رہے تھے۔ میں نے خدمت میں عرض کیا آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا انسانوں میں سے ہوں۔ میں نے کہا کن انسانوں میں سے؟ عربوں میں سے یا ان کے دوستوں میں سے؟ فرمایا عربوں میں سے۔ میں نے دریافت کیا کن عربوں میں سے؟ فرمایا اشراف اور بلند مرتبہ لوگوں میں سے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا بنو ہاشم۔ میں نے عرض کیا بنو ہاشم کی کس شاخ میں سے ہیں؟ جواب دیا جو مشہور رتبے میں بلند اور رفعت میں قابل تعریف ہیں۔ میں نے دریافت کیا ان میں سے کن حضرات سے ہیں؟ فرمایا ان میں سے ہوں جنہوں نے کھوپڑی کو شگافتہ کیا تھا، کھانا کھلایا تھا، اور رات کو اس وقت نماز پڑھی جب لوگ سوئے ہوئے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ کوئی علوی ہوں گے اور میں علویوں سے محبت کرتا ہوں۔ پھر آپ پوشیدہ ہوگئے۔ مجھے علم نہ ہوسکا کہ آسمان کی طرف گئے یا زمین کے اندر تشریف لے گئے۔ میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا جو آپ کے گرد جمع تھے کہ کیا تم اس علوی کو جانتے ہو؟ سب نے کہا ہاں۔ ہر سال ہمارے ساتھ پیدل تشریف لا کر حج ادا کرتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کے قدم کے چلنے کا کوئی نشان نہیں دیکھا۔ پھر ان کی جدائی کی وجہ سے حزن و ملال کی حالت میں مزدلفہ چلا آیا۔ میں نے اسی رات رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا اے محمودی تم نے اپنے مطلوب کو دیکھا۔ میں نے عرض کیا میرے آقا وہ کون تھے؟ فرمایا عشاء میں تم نے جنہیں دیکھا وہ صاحب الزمانؑ تھے۔

پس ہم نے اس سے یہ بات سنی تو اس پر غصہ کیا کہ اس نے ہمیں اب تک آگاہ کیوں نہ کیا۔ تو اس نے بتایا کہ وہ گفتگو کے دوران اس بات کو بھول گیا تھا۔

اور مجھ سے اس حدیث کو مظفر بن حسین بن اسحاق الاسروشنی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا سرزمین فرغانہ میں جبل بوتک پر، ان سے ابو عباس، محمد بن عشرب ان سے ابوالحسین محمد بن عبداللہ الاسکافی نے ان سے سلیم نے ان سے ابو نعیم انصاری نے بیان کیا ہے کہ میں مستجار کے قریب مکہ میں تھا اور میرے ساتھ عمرہ ادا کرنے والوں کی ایک جماعت بھی تھی جس میں محمودی اور علان کلینی بھی تھے۔ پھر مذکورہ بالا حدیث بیان کی۔

اور مجھ سے ابوبکر محمد بن محمد بن علی بن محمد بن حاتم نے بیان کیا ان سے ابوالحسین عبیداللہ بن محمد بن جعفر قصبانی بغدادی نے ان سے ابو محمد علی بن محمد بن احمد بن حسین مادرائی نے ان سے ابو جعفر محمد بن علی منقذی حسنی نے مکہ میں بیان کیا کہ میں مکہ میں مستجار کے قریب تھا میرے ساتھ عمرہ ادا کرنے والوں کی ایک جماعت تھی۔ ان میں محمودی، ابو ہاشم مدینی، ابو جعفر الاحول، علان کلینی اور حسن بن وجناء تھے۔ ہم تقریباً تیس افراد تھے پھر مذکورہ حدیث بیان کی۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن الحسین ابن علی بن ابی طالبؑ نے ان سے ابوالحسین حسن بن وجناء نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد نے بیان کیا کہ میں امام حسن عسکریؑ کے گھر میں موجود تھا کہ کچھ لوگوں نے گھر پر حملہ کیا ان میں جعفر کذاب بن علی بھی تھے اور وہ لوٹ مار میں مصروف تھے کہ میں نے امام زمانہؑ دروازے سے ظاہر ہوتے۔ میں نے انہیں دیکھا وہ اس وقت چھ سال کے تھے اس کے بعد کسی نے انہیں نہیں دیکھا۔

میں نے بعض تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہوا پایا اور محمد بن حسین بن عباد سے بھی روایت سنی کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے جمعہ کے روز بوقت نماز صبح شہادت پائی۔ اس رات آپؑ نے اپنے ہاتھوں سے کئی خطوط مدینہ کے لئے لکھے۔ اس دن آٹھ ربیع الاول سن ۲۶۰ ہجری تھا۔ اس وقت آپ کے پاس صیقل کنیز اور عقید خادم اور وہ جو اللہ کے علم میں ہے (یعنی امام زمانہؑ) موجود تھے۔ عقید نے کہا امام حسن عسکریؑ نے پانی مانگا میں پانی لے کر آیا۔ پانی مصطکی میں جوش دیا گیا۔ پھر ہم لے کر آئے تو آپؑ نے فرمایا نماز کی تیاری کی ابتداء کرو۔ پھر ہم نے آپؑ کے حجرہ میں چادر بچھا دی پس آپ نے صقیل سے پانی لیا اور اپنے چہرے کو دھویا اور کہنیوں سے انگلیوں کے سرے تک بار بار دھویا اور اپنے سر اور پیروں کا مسح کیا اور اپنے بستر پر ہی نماز ادا کی پھر آپؑ نے اپنے پینے کے لئے پانی کا کوزہ مانگا۔ پانی پیتے ہوئے آپؑ کا ہاتھ کانپنے لگا۔ صیقل نے آپ کے ہاتھ سے کوزہ لے لیا۔ اسی لمحے آپؑ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپؑ کو سر من رائے میں آپ کے گھر میں آپ کے والد گرامی کے پہلو میں ہی دفن کر دیا گیا۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک اٹھائیس سال تھی۔

عباد نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ جن کا نام "حدیث" تھا مدینے سے تشریف لائیں جب خبر ان کو سر من رائے میں ملی اور امام حسن عسکریؑ کے بھائی جعفر اور ان کے مطالبہ میراث اور بادشاہ کے پاس

شناخت کے سلسلے کے بیہودہ قصوں کی وضاحت ہوئی کہ اس نے ان تمام امور کو اس کے اوپر ظاہر کردیا جن کا پوشیدہ رکھنا واجب تھا۔ معتمد نے آپ کی کنیز صیقل کو گرفتار کروالیا۔ اور اپنے محل میں ہی قید کر دیا۔ صیقل نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ حاملہ ہیں۔ جس پر معتمد نے اپنی عورتوں اور کنیزوں اور قاضی ابن ابی شوارب کی بیوی کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ صیقل کی سخت نگرانی کریں یہاں تک کہ کچھ ایسے واقعات ہونے جیسے عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی موت، سرمن رأے میں بغاوت اور بصرہ میں صاحب زنج کی حکومت جن کی وجہ سے صیقل کی طرف سے توجہ ہٹ گئی۔

ابوالحسن علی بن محمد حباب کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالادیان نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ عقید خادم کہتا ہے۔

ابو محمد بن خیرویہ تستری اور حاجز الوشاء نے عقید خادم سے حکایت کی ہے۔ ابو سہل بن نوبخت نے بھی خادم عقید سے روایت کی ہے کہ حجت خدا امام حسن ابن الحسن ابن علی ابن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب صلوۃ اللہ علیہم اجمعین ماہ رمضان میں جمعہ کی رات سن ۲۵۷ ہجری کو پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم اور بعض نے کہا ابو جعفر ہے۔ آپ کا لقب مہدی ہے۔ وہ تمام خلق پر اللہ کی حجت ہیں۔ آپ کی والدہ صیقل تھیں۔ آپ درب الراصد میں سرمن رأے میں پیدا ہوئے۔ لوگوں نے آپ کی ولادت کے بارے میں اختلاف کیا۔ ان میں سے کچھ پر انہیں ظاہر کیا گیا۔ کچھ سے چھپایا گیا۔ کچھ نے ان کے ہونے کا انکار کیا۔ اور کچھ نے ہمیشہ ان کا تذکرہ کیا اور بعد ان کے متعلق زیادہ جانتا ہے۔

ابوالادیان بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام حسن عسکری کی خدمت بجا لایا کرتا تھا۔ میں آپ کے خطوط کو شہروں میں پہنچایا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ پر وہ بیماری وارد ہوئی جس میں آپ صلوات اللہ علیہ کی وفات واقع ہوئی۔ آپ نے ایک خط تحریر فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ اس کو مدائن لے جاؤ تم پندرہ روز غیر حاضر رہو گے اور سامرا (سرمن رأے) میں پندرہویں دن واپس آؤ گے تو میرے گھر سے موت کی آوازیں سنو گے اور مجھے غسل دینے کی جگہ پر پاؤ گے۔ میں نے عرض کیا اے آقا آپ کے بعد قائم کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا جو شخص میرے ان خطوط کا تم سے جواب طلب کرے۔ میں نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جو شخص میری نماز جنازہ پڑھائے گا وہ میرے بعد قائم ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اور وضاحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ میرے بعد امام وہ ہوگا کہ جو کچھ تھیلیوں میں ہوگا اس سے تمہیں آگاہ کر دے گا۔ پھر آپ کے رعب اور دبدبہ نے مجھے تھیلیوں کے بارے میں سوال کرنے سے روک دیا۔

میں خطوط لے کر مدائن روانہ ہو گیا وہاں میں نے ان خطوط کے جواب حاصل کئے اور جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا پندرہویں روز سامرہ (سرمن رأے) میں داخل ہوا۔ حضرت کے گھر سے موت کی خبر سنی۔ آپ غسل کی جگہ پر موجود تھے۔ گھر کے دروازے پر آپ کے بھائی جعفر بن علی موجود تھے۔ لوگ انہیں گھیرے ہوئے کھڑے تھے اور پرسہ دے رہے تھے اور امامت پر تہنیت کر رہے تھے۔ میں نے دل میں سوچا اگر یہ شخص امام ہے تو پھر امامت باطل

ہو گئی کیونکہ میں اس کو اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ نبیذ پیتا اوباشوں میں بیٹھتا اور طنبورہ بجاتا تھا۔ بہرحال میں بھی آگے بڑھا اور تعزیت کی، تہنیت دی مگر کوئی بات نہ پوچھی۔ اتنے میں عقید خادم گھر سے نکلا اور بولا اے سردار آپ کے بھائی کو کفن دے دیا ہے۔ اب آپ آیئے اور نماز پڑھایئے۔ پس جعفر بن علی اور وہ شیعہ جو ان کے ساتھ تھے گھر میں داخل ہوئے نیز سمان اور حسن بن علی بھی جن کو (بعد میں) معتصم المعروف بہ سلمہ نے قتل کیا۔ جب ہم لوگ گھر میں حضرت امام حسن بن علی صلوات اللہ علیہ کی کفن نعش کے پاس پہنچے تو جعفر بن علی آگے بڑھے تاکہ اپنے بھائی کی نماز پڑھائیں انہوں نے تکبیر کا ارادہ کیا تھا کہ ایک بچہ نکلا جس کا چہرہ گندم گوں، بال گھنگریالے اور دانت جدا جدا تھے۔ اس نے جعفر بن علی کی چادر کو کھینچا اور فرمایا اے چچا پیچھے ہو جایئے میں اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہوں۔ پس اس صاحبزادے نے نماز پڑھائی اور امام حسن عسکریؑ کو ان کے والد کے پہلو میں دفن کیا۔ پھر فرمایا اے بصری ان خطوط کے جواب لاؤ جو تمہارے پاس ہیں میں نے ان کو (خطوط کے جوابات) پیش کئے۔ اور سوچا کہ یہ دو نشانیاں پوری ہو گئیں۔ اور ابھی تھیلیوں کی بات باقی ہے۔ جعفر خجالت کے ساتھ باہر نکلے۔ حاجز الوشاء نے ان سے پوچھا اے میرے سردار یہ کون بچہ ہے جس نے تم پر حجت قائم کی۔ وہ بولے خدا کی قسم میں نے آج سے پہلے اس کو کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ اسے جانتا ہوں۔ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ قم سے ایک جماعت وارد ہوئی۔ اس نے امام حسن عسکریؑ کے متعلق پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا ان کے جانشین کون ہیں؟

لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ جماعت جعفر کے پاس آئی سلام کیا، تعزیت کی اور امامت کی مبارک باد دی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس خطوط اور مال ہے۔ آپ فرمائیں کہ کس کے خطوط ہیں اور کتنا مال ہے۔ جعفر یہ سن کر سیخ پا ہو گئے اور کہا کیا تمہارا خیال ہے کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں۔ اتنے میں ایک خادم ظاہر ہوا اور اس نے کہا کہ خطوط کے مالک فلاں فلاں اور فلاں اشخاص ہیں۔ اور تھیلیوں میں ایک ہزار دس دینار ہیں۔ امام عصرؑ غیب طلب فرماتے ہیں۔ انہوں نے خادم کو خطوط اور مال دے دیا۔ اور کہا یہی علامت ہے اس شخص کے لئے جو امام ہے۔ پس جعفر بن علی معتمد کے پاس آ گئے اور یہ تمام حالات بیان کر دیئے۔ معتمد نے اپنے سپاہی امامؑ کے گھر پر بھیجے جو صیقل کو گرفتار کر کے لے آئے۔ معتمد نے صیقل سے حضرت امام حسن عسکریؑ کے صاحبزادے کو حوالے کرنے کے لئے کہا۔ صیقل نے کسی بھی بچہ کی ولادت سے انکار کر دیا اور دعویٰ کیا کہ میں حمل سے ہوں تاکہ معتمد بچہ کی تفتیش سے غافل ہو جائے۔ پس اس نے صیقل کو ابن ابی شوارب قاضی کے پاس قید کرا دیا یہاں تک کہ عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی ناگہانی موت واقع ہوئی۔ بصرہ میں صاحب الزنج نے بغاوت کر دی۔ ان حالات میں مصروف ہو کر وہ صیقل سے غافل ہو گیا اور اس طرح وہ اس کی قید سے رہا ہو گئیں۔ والحمدللہ رب العالمین

۲۶۔ مجھ سے ابو العباس احمد بن حسین بن عبداللہ بن محمد بن مہران الآبی عروضیؒ نے مرو میں بیان کیا اس سے

و حسین بن زید بن عبداللہ بغدادی سے ان سے ابوالحسن علی بن سنان موصلی نے ان سے ان کے والد سے بیان کیا کہ امام حسن عسکری کی شہادت کے بعد قم سے ایک وفد کچھ اسباب کے ساتھ آیا ان لوگوں کو امام کی شہادت کی خبر نہیں تھی۔ جب وہ لوگ سرمن رائے پہنچے اور امام کے متعلق معلوم کیا تو ان لوگوں کو بتایا گیا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا ان کا وارث کون ہے؟ کہا گیا کہ ان کے بھائی جعفر بن علی۔ پوچھا وہ کہاں ہیں؟ ان سے کہا گیا کہ وہ دریائے دجلہ کے کنارے سیر کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ان کے ساتھ گانے بجانے والے بھی گئے ہیں۔ وفد کے لوگوں نے آپس میں کہا کہ یہ تو امام کی صفت نہیں ہو سکتی۔ پس ہمیں یہ اسباب واپس جا کر ان کے مالکوں کو لوٹا دینے چاہییں۔

ابو العباس محمد بن جعفر حمیری قمی بولے ہمیں اس شخص کا انتظار کرنا چاہیے اور اس سے مل کر اس کے متعلق خبر کی صحت کی تصدیق کرنا چاہیے۔

جب جعفر لوٹے تو وہ لوگ ان کے پاس گئے۔ انہیں سلام کیا اور بولے اے ہمارے سردار ہم اہل قم سے ہیں۔ ہمارے ساتھ کچھ شیعوں کی جماعت میں سے اور کچھ غیر ہیں۔ اور ہم کچھ اموال شرعیہ امام حسن عسکری کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لائے ہیں۔ جعفر نے پوچھا وہ مال کہاں ہے؟ ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس ہے۔ اس نے کہا لاؤ وہ مال مجھے دے دو۔ ان لوگوں نے کہا یہ نہیں بلکہ اس مال کو دینے کا ایک طریقہ ہے۔ اس نے کہا وہ کیا؟ ان لوگوں نے کہا کہ یہ مال شیعوں سے جمع ہوا ہے۔ پھر اس کو تھیلیوں میں بند کر کے ان پر مہر لگائی گئی ہے۔ ہم جب بھی امام کی خدمت میں مال پیش کرتے تھے تو آپ فرماتے تھے یہ مال اتنا ہے۔ یہ دینار اتنے ہیں اور یہ فلاں فلاں سے بھیجا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام لوگوں کے نام بتاتے اور جو مہر پر نقش ہوتا وہ بھی بتاتے تھے۔ جعفر بولے تم لوگ میرے بھائی پر تہمت باندھتے ہو۔ یہ علم غیب ہے جس کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

جب ان لوگوں نے جعفر کی یہ بات سنی تو آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ جعفر نے کہا وہ مال میرے حوالے کر دو۔ وہ بولے ہم تو صرف صاحبان مال کے امین اور قاصد ہیں۔ ہم صرف ان علامات کو جو ہم نے امام حسن عسکری میں دیکھیں اور مشاہدہ کر کے مال دے سکتے ہیں۔ اگر تم امام ہو تو بیان کرو۔ ورنہ ہم اس مال کو ان کے مالکان کے پاس لوٹا دیں گے۔ پھر وہ جو چاہے کریں۔ جعفر نے خلیفۂ وقت کے پاس شکایت کر دی جو سامرہ میں موجود تھا خلیفہ نے ان لوگوں کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ مال جعفر کے حوالے کر دو۔ انہوں نے خلیفہ کو دعائے خیر دے کر کہا کہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہم وہ جماعت ہیں جو ہمارے ملک اور زبان میں اجیر کہے جاتے ہیں۔ ہم لوگ بذات خود ان اموال کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے اصلی مالکوں کی طرف سے صرف وکیل ہیں۔ وہ امین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے ہم کو یہ اموال اس شرط و عہد پر حوالے کیے ہیں کہ ہم ان کی یہ امانت اس شخص کو دیں جس کے پاس علامت اور دلائل موجود ہوں۔ چنانچہ امام حسن عسکری کی حیات میں ہم لوگ ہمیشہ ان کی ذات سے ایسے ہی

گیا ہو دیکھتے رہتے۔ خلیفہ نے کہا پھر محمد کی وہ علامت کیا تھی؟ لوگوں نے کہا آنجناب ہم کو ان کے اموال کی اقسام تعداد اور ان کے جملہ اوصاف سے پوری خبر دیتے تھے اور ان کے مالکوں کے نام اور ان کے بھیجنے والوں کے پتے اور نشان کامل طور پر بتلا دیتے تھے جب ان کی زبان معجز بیان سے ہم ان کی یہ تفصیل سن لیتے تھے تب اموال ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ اب ان کے انتقال کے بعد اگر یہ شخص بھی انہی اوصاف کے ساتھ موصوف ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہی اعجاز جو ہمارے امور خاص کے متعلق ہیں ہم کو دکھلائے جو اس کے بھائی دکھایا کرتے تھے ورنہ ہم مال کو اپنے ہمراہ لے جا کر ان کے مالکوں کو واپس کر دیں گے۔

ان کے یہ بیانات سن کر جعفر (کذاب) نے معتمد سے کہا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور میرے بھائی پر تہمت لگاتے ہیں۔ اور یہ تو علم غیب ہے۔ معتمد نے کہا کہ یہ لوگ ان اموال کی بابت دوسروں کی طرف سے امین اور رسول ہیں اور وہ ادائے رسالت کے سوا اور کسی امر کے مجاز نہیں ہو سکتے۔ پس جعفر مبہوت ہو گیا اور سوائے خاموشی کے کچھ اور کرتے نہ بن پڑا۔ ان لوگوں نے معتمد سے درخواست کی کہ چونکہ ہم لوگ مسافر ہیں اور یہاں کے راستوں سے ناواقف ہیں اس لئے کوئی شخص ہمارے ساتھ کر دیا جائے جو ہمیں اس شہر سے نکلنے میں مدد دے۔ معتمد نے ایک خاص ملازم ان لوگوں کے ہمراہ کر دیا اور وہ اس کے ہمراہ سلطان کے ساتھ وہیں آئے جہاں یہ بیرون شہر ٹھہرے کہ ایک خوش شکل نوجوان ظاہر ہوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ خادم ہے اس نے آواز دی۔ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں تمہارے مولا تمہیں بلاتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا تم ہمارے مولا ہو؟ اس نے کہا معاذ اللہ میں تمہارے مولا کا غلام ہوں تم ان کی طرف چلو۔ ہم لوگ اس غلام کے ساتھ چلے اور جب خانہ امام حسن عسکریؑ میں داخل ہوئے تو ان کے صاحبزادے ہمارے سردار قائم علیہ السلام کو دیکھا کہ ایک پر تکلف تخت پر شان و شوکت کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ آپ کا جمال جہاں آرا چودھویں کے چاند کو ماند کر رہا ہے۔ آپ اس وقت سبز لباس زیب تن کئے ہوئے تھے ہم لوگوں نے حاضر خدمت ہوتے ہی نہایت ادب سے سلام کیا۔ آپ نے نہایت خوش اخلاقی سے سلام کا جواب دیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کل مال اتنا ہے اتنے دینار فلاں شخص نے اٹھا رکھے ہیں۔ اتنے دینار فلاں ابن فلاں کی طرف سے ہیں۔ اور کوئی چیز نہیں چھوڑی کہ جس کی تفصیل نہ بتائی ہو۔ حتی کہ آپ نے ہمارے کپڑوں، سواریوں اور بار برداری کے جانوروں کے بارے میں بتایا۔ پس ہم اللہ عزوجل کے لئے سجدہ میں گر گئے اور اس کا شکر ادا کیا کہ اس نے ہمیں امام کی معرفت کرائی۔ پس ہم نے اپنے سینے کی دفینہ کا اظہار کیا۔ ہم نے امام سے کچھ سوالات کئے۔ جن کے جوابات آپ نے عنایت فرمائے۔ پس وہ مال ہم نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے ہمیں حکم دیا کہ اس کے بعد ہم لوگ سامرہ کی طرف مال میں سے کوئی چیز لے کر نہ آئیں۔ آپ نے ہمارے لئے بغداد میں ایک شخص مقرر فرما دیا کہ اس کے پاس مال لائیں۔ اور اس شخص کے پاس سے آپ کے فرامین جاری ہوتے تھے۔ اس کے بعد ہم آپ سے واپس ہوئے اور آپ نے ابو العباس محمد بن جعفر قمی حمیری کی طرف

مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا خدا تجھے تیرے نفس پر پڑنے والی مشکلات پر اجر عظیم عطا فرمائے ۔ یہ فرما کر حنوط اور کفن عطا کیا ۔ شہر ہمدان کے قریب پہنچ کر محمد بن جعفرؒ نے رحلت فرمائی ۔ خدا ان پر رحمت کرے ۔

اس کے بعد ہم لوگ اپنے اموال کو بغداد میں ہی آپؑ کے مقرر کردہ نائبین تک پہنچاتے اور وہیں سے امامؑ کے احکامات جاری ہوتے ۔

اس کتاب کے مؤلف کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ وقت کو امام حسنؑ کے فرزند کا علم تھا اور یہ کہ وہ کہاں ہیں اسی لئے اس نے اس جماعت سے جو اموال لائی تھی کوئی تعرض نہ کیا اور جعفر کے مطالبہ پر کان نہیں دھرا تاکہ یہ خبر مخفی رہے اور مشتہر نہ ہو ۔ ورنہ لوگ بھی امام قائمؑ کی طرف متوجہ ہو جائیں گے ۔ جب جعفر حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد حاکم وقت کے پاس بیس ہزار دینار (بطور رشوت) لے کر گیا اور کہا میرے بھائی کا مرتبہ و منزلت میرے لئے مقرر کردو تو خلیفہ وقت نے کہا کہ تمہارے بھائی کا منصب میری طرف سے نہیں تھا ۔ بلکہ یہ خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا ۔ مجھے دیکھو میں نے اپنی تمام طاقت اس بات پر صرف کردی کہ تمہارے بھائی کی قدر و منزلت میں کمی ہوجائے مگر میری ہر کوشش ناکام ہوگئی اور بلکہ دن بدن ان کے مرتبہ اور منزلت اور علم و عبادت میں اضافہ ہوتا رہا ۔ اگر تمہارے بھائی کے شیعوں کے نزدیک تمہاری ذات میں بھی وہی اوصاف پائے جاتے تو پھر تم کو ہم سے کسی امداد کی ضرورت نہیں اور اگر ان لوگوں کے نزدیک تمہاری ذات میں وہ اوصاف نہیں پائے جاتے جو تمہارے بھائی میں تھے تو پھر ایسی حالت میں اگر میں تم کو منصب امامت پر مامور کر بھی دوں تو میرا یہ فعل تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ۔

باب (۴۴) غیبت کا سبب

۱ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکلؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے اس سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے سعید بن غزوان سے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اس امر کے صاحب کی ولادت خلق سے مخفی ہوگی تاکہ جب وہ خروج کرے تو اس کی گردن کسی کی بیعت میں نہ ہو یعنی وہ آزاد ہوگا) ۔

۲ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبد اللہ نے ان سے محمد بن عیسیٰ اور محمد بن حسین بن ابی خطاب نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے جمیل بن صالح نے ان سے زرارہ نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب قائمؑ مبعوث ہوں گے تو ان کی گردن پر کسی کی بیعت نہ ہوگی ۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان سے یعقوب بن یزید اور حسن بن ظریف نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ہشام بن سالم نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ قائم علیہ السلام قیام فرمائیں گے اور ان کی گردن میں کسی کی بیعت نہیں ہوگی۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاقؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن بن علی بن فضال نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابی الحسن علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے تیسرے فرزند کے اٹھ جانے کے بعد شیعہ چراگاہ تلاش کرتے پھریں گے اور انہیں چراگاہ نہیں ملے گی۔ میں نے عرض کیا فرزند رسول ایسا کیوں ہوگا آپ نے فرمایا اس لئے کہ ان کا امام ان سے غائب ہوگا۔ عرض کیا کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ جب وہ تلوار لے کر قیام کرے تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد عطارؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عمرو کشی نے ان سے محمد بن مسعود نے ان سے جبرئیل بن احمد نے ان سے محمد بن عیسیٰ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے سعید بن غزوان نے ان سے ابو بصیر نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ اس امر کا صاحب وہ ہے جس کی ولادت خلق سے مخفی ہوگی تاکہ جب وہ خروج کرے تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو اور اللہ اس کے تمام امور کو ایک رات میں درست کر دے گا۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود اور حیدر بن محمد سمرقندی نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جبرئیل بن احمد نے ان سے موسیٰ بن جعفر بغدادی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد صیرفی نے ان سے حنان بن سدیر نے ان سے ان کے والد نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ہم لوگوں میں سے جو امام قائم ہوگا اس کے لئے غیبت ہے اور غیبت بہت طویل ہوگی۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہی مقصد کر رکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں جو غیبت کا دستور جاری تھا وہی دستور ان میں بھی جاری کرے اور اسے سعید لازمی اور لازم ہے کہ تمام انبیاء نے جس جس مدت کے لئے غیبت اختیار کی ان کی مجموعی مدت تک یہی غیبت میں رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ** سورۃ انشقاق آیت ۱۹ تم کو چڑھنا ہے سیڑھی پر سیڑھی تم سے قبل کی سنت تھی۔

۷۔ اسی اسناد سے بیان کیا محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن محمد بن خالد سے

انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہلال نے ان سے عثمان بن عیسیٰ رواسی نے ان سے خالد بن نجیح جواز نے ان سے زرارہ نے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ اے زرارہ قائمؑ کے لیے غیبت لازم ہے ۔ میں نے کہا وہ کیوں آپ نے فرمایا اپنے نفس کے خوف کے باعث اور آپ نے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا (یعنی قتل) ۔

۸۔ اسی اسناد کے ساتھ بیان کیا محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمدان بن احمد قلانسی نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے ابن بکیر نے ان سے زرارہ نے کہا کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ امام قائمؑ کے لیے قیام سے پہلے غیبت ہوگی ۔ میں نے عرض کیا وہ کیوں ؟ آپ نے فرمایا وہ ڈریں گے اس سے اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا یعنی قتل سے ۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد بن عبدوس عطار رضی اللہ عنہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نے ان سے حمدان بن سلیمان نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے ابن محبوب نے ان سے علی بن رئاب نے ان سے زرارہ نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قائمؑ کے لیے ظہور سے پہلے غیبت ہوگی ۔ میں نے عرض کیا یہ کیوں ؟ آپ نے فرمایا کہ وہ اس بات سے ڈریں گے یہ کہہ کر آپ نے اپنے شکم کی طرف اشارہ کیا ۔ زرارہ کہتے ہیں کہ یعنی قتل سے ۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے جنہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ برقی نے ان سے ایوب بن نوح نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے ابن بکیر نے ان سے زرارہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ قائمؑ کے لیے اس کے قیام سے پہلے غیبت ہوگی ۔ میں نے کہا وہ کیوں ؟ آپ نے فرمایا (ذبح) قتل کے خوف سے ۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے عبدالواحد بن محمد عبدوس عطار نے جنہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن قتیبہ نیشاپوری نے ان سے حمدان بن سلیمان نیشاپوری نے ان سے محمد بن عبداللہ بن جعفر ہمدانی نے ان سے عبداللہ بن فضل ہاشمی نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام عصر زماں کے لیے غیبت ضروری ہے ۔ جس میں ہر باطل پرست کو شک ہوگا ۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان یہ کیوں ؟ آپ نے فرمایا اس کی ایک وجہ ہے کہ جس کے بتانے کی ہم لوگوں کو اجازت نہیں ہے ۔ میں نے عرض کیا مگر اس غیبت میں اللہ کی کیا حکمت ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ اس کی غیبت میں بھی وہی حکمت ہے جو سابق حجت ہائے الٰہی کی غیبت میں تھی اور اس حکمت [illegible] جیسے حضرت خضر کا کشتی میں سوراخ کرنا اور بچے کو قتل [illegible] وقت [illegible] حضرت موسیٰ [illegible]

جدا ہونے لگی۔

اے لعل یہ اللہ کے معاملوں میں سے ایک معاملہ ہے۔ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور اللہ کے غیب میں سے ایک غیب ہے۔ اور جب ہم لوگوں نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے تو اس کا بھی یقین کر لیا کہ اس کے تمام افعال سراسر حکمت ہیں اگرچہ اس کی وجہ ہم لوگوں پر منکشف نہ ہوئی ہو۔

باب (۴۵) توقیعات (امام عصرؑ کے فرمان، احکامات)

۱۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علویؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود اور حیدر بن محمد بن سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے ابو نصر محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے آدم بن محمد بلخی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسن دقاق اور ابراہیم بن محمد نے انہوں نے کہا کہ میں نے علی بن عاصم کوفی کو کہتے ہوئے سنا کہ صاحب الزمانؑ سے ایک توقیع میں فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جس نے لوگوں کے درمیان میرا نام لیا۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن صالح ہمدانی نے کہ میں نے صاحب الزمان کو لکھا کہ میرے گھر والے مجھے اس حدیث کے بارے میں پریشان کرتے ہیں جو آپ کے آباء سے مروی ہے کہ **قوامنا و خدامنا شرار خلق اللّٰہ** (ہمارے پیروکار اور ہمارے خدام شرار خلق اللہ ہیں)۔

پس امام عصرؑ نے تحریر فرمایا تم پر افسوس ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا **وجعلنا بینھم و بین القری التی برکنا فیھا قری ظاھرۃ** (سورۃ سبا آیت ۱۸) "اور رکھی تھیں ہم نے ان میں اور ان بستیوں میں جہاں ہم نے برکت رکھی ہے ایسی بستیاں جو راہ پر نظر آتی تھیں" ہم خدا کی قسم وہ قریے ہیں جس میں خدا کی برکت ہے اور تم لوگ قریٰ ظاہری ہو۔

عبداللہ بن جعفر نے کہا کہ یہ حدیث ہم سے علی بن محمد کلینی نے بیان کی ان سے محمد بن صالح نے ان سے امام عصرؑ نے بیان کی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی محمد بن ہمام نے ان سے محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ نے انہوں نے کہا کہ آپ کا فرمان ظاہر ہوا کہ جس نے لوگوں کے مجمع میں میرا نام لیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ ابو علی محمد بن ہمام کہتے ہیں کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں وقت خروج کے

متعلق سوال بھیجا تو جواب میں آپ نے تحریر فرمایا شک کرنے والے جھوٹے ہیں۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد عصام کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینی نے ان سے اسحاق بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن عثمان عمریؒ کے ذریعے مختلف مسائل امام کی خدمت میں بھیجے جن کے جوابات امام نے اس طرح تحریر فرمائے

۔ اللہ تم کو ہدایت دے اور دین پر قائم رکھے اور ان لوگوں کے امر سے بچائے جو ہمارے اہل بیت اور ہمارے بنی عم میں سے میرے منکر ہیں۔ جان لو کہ اللہ اور کسی بندے کے درمیان کوئی قرابت نہیں ہے۔ جو میرا انکار کرے وہ مجھ سے نہیں اور اس کا راستہ نوح کے بیٹے کا راستہ ہے۔

۔ جہاں تک میرے چچا جعفر اور ان کی اولاد کا معاملہ ہے تو ان کی مثال برادران یوسفؑ جیسی ہے۔

۔ فقاع (جو کی شراب) کا پینا حرام ہے اور شلماب کے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

۔ تمہارے اموال (خمس) ہم اس وقت قبول کرتے ہیں جب وہ پاک ہوں۔ تو جو چاہے وہ متصل رہے اور جو چاہے وہ کٹ جائے کہ جو خیر تم تک آتا ہے وہی اللہ کی طرف سے ہم تک آتا ہے۔

۔ ظہور سے متعلق علم صرف اللہ کو ہے۔ جو اپنے دل سے گھڑتے ہیں وہ جھوٹے ہیں۔

۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ قتل نہیں کئے گئے وہ کفر کرتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور گمراہ ہیں۔

۔ مسائل شرعیہ میں ہماری حدیث کے راویوں کی طرف رجوع کرو وہ تم پر ہماری حجت ہیں اور میں ان پر حجت ہوں۔

۔ محمد بن عثمان عمریؒ اور ان سے پہلے ان کے والد ہمارے قابل بھروسہ امین ہیں۔ ان کی تحریر ہماری تحریر ہے۔

۔ محمد بن علی مہزیار اہوازی کا جہاں تک تعلق ہے تو اللہ ان کے قلب کی جلد ہی اصلاح کرے گا اور ان کے شک کو دور کرے گا۔

۔ جو مال تم ہمارے پاس بھیجتے ہو وہ صرف اسی صورت میں قابل قبول ہوتا ہے جب وہ پاکیزہ ہو اور مغنیہ کی کمائی حرام ہے۔

۔ محمد بن شاذان بن نعیم ہم اہل بیت کے شیعوں میں سے ہیں۔

۔ ابو خطاب محمد بن ابی زینب اجدع ملعون ہے۔ اس کے ساتھی ملعون ہیں۔ ان سے تعلق نہ رکھو۔ میں اور میرے آباء علیہم السلام ان سے بیزار ہیں۔

۔ ہمارے اموال کے ساتھ اگر کسی کا مال مل جائے اور اگر وہ اجازت دیدے تو استعمال کرلو۔

۔ خمس کو میں نے اپنے شیعوں کے لئے وقت ظہور تک حلال قرار دے دیا ہے تاکہ ان کی ولادت پاک ہو۔

۔ وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے دین میں شک کیا پھر ان کو ندامت ہوئی اور وہ ہم سے منسلک ہوگئے تو ہم نے ان سے درگزر کیا اور شکایت کرنے والوں کے مدعے میں کوئی حاجت نہیں ۔

۔ غیبت کے واقع ہونے کا جو جواب تم نے پوچھا ہے تو پروردگار عالم کا ارشاد ہے **یایھا الذین امنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم** سورہ مائدہ آیت ۱۰۱ اے ایمان لانے والو مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھول دی جائیں تو تم کو بری لگیں ' ہمارے آباء علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایک ایسا نہیں گزرا جس کی گردن پر اس زمانے کے طاغوت کی گرفت نہ ہو ۔ لیکن جب میں خروج کروں گا تو میری گردن پر کسی کی گرفت نہ ہوگی ۔

۔ غیبت میں میرے وجود کا تعلق ہے کہ غیبت میں امام سے کس طرح فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے سورج بادلوں میں چھپنے کے بعد بھی فائدہ دیتا ہے ۔ میں اہل زمین کے لئے باعث امان ہوں جس طرح ستارے اہل آسمان کے لئے باعث امان ہیں ۔ پس اس بارے میں سوال نہ کرو جس کو تم نہیں سمجھ سکتے ۔ اور اس چیز کو جاننے کی زحمت نہ کرو جو تمہارے لئے ضروری نہیں ۔ اور تعجیل فرج کی کثرت سے دعا کیا کرو یہی تمہارے لئے باعث کشادگی ہے ۔ اور اے اسحاق تم پر سلام ہو اور ہر اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے ۔

۵ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علی بن محمد رازی معروف بہ علان کلینی نے ان سے محمد بن شاذان بن نعیم نیشاپوری نے بیان کیا کہ میرے پاس پانچ سو درہم مال امام جمع ہوگئے ۔ ان میں سے بیس درہم کھوٹے تھے ۔ مجھے اچھا نہیں لگا کہ ناقص مال امام کے پاس بھیجوں ۔ میں نے اپنے پاس سے بیس درہم ملا کر محمد بن جعفر کے پاس بھجوا دیئے اور کوئی تفصیل تحریر نہیں کی ۔ کچھ دنوں بعد مجھے جو رسید وصول ہوئی اس میں تحریر تھا پانچ سو درہم موصول ہوئے جس میں بیس درہم تمہارے ہیں ۔

۶ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان سے اسحاق بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عمری سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ اہل سواد میں سے ایک شخص نے کچھ مال امام کی خدمت میں بھیجا ۔ آپ نے وہ مال واپس کردیا اور فرمایا کہ اس میں سے اپنے ابن عم کا حق نکال دو جو چار سو درہم ہے تحریر پڑھ کر سب حیرت میں رہ گئے ۔ خیر حساب کیا گیا تو واقعی اس کے ہاتھ میں اس کے ابن عم کا کچھ مال تھا اس نے کچھ چھوڑ دیا ان لوگوں کو لوٹا دی تھی اور کچھ حصہ باقی تھا ۔ اور ان کو صدقے کے طور پر دینا تھا وہ وہی چار سو درہم تھا جیسے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا تھا ۔ وہ نکال کر دوبارہ آپ کی خدمت میں بھیجا گیا تو آپ نے قبول کرلیا ۔

۷ ۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علی بن محمد رازی نے کہ ہمارے اصحاب کی ایک جماعت نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ امام نے ابو عبداللہ بن جنید کے پاس جو واسط میں تھے ایک غلام بھیجا اور حکم دیا کہ اس کو بیچ دو ۔ انہوں نے اس کو بیچ کر رقم حاصل کی جب دیناروں کو کسوٹی پر کسا تو اس میں سے اٹھارہ

تیرہ اور کچھ رتی کم ہو گئے تو میں نے اپنے پاس سے شمارہ تیرہ اور کچھ رتی شامل کر کے امام کی خدمت میں بھیجے۔ امام نے رہ گیا تھا تیرہ اور کچھ رتی واپس کر دیئے۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسنؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علی بن محمد رازی معروف بہ علان کلینی نے وہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جبرئیل اہوازی نے ان سے ابراہیم بن مہزیار اور محمد بن ابراہیم نے ان سے محمد بن ابراہیم بن مہزیار نے بیان کیا کہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے بعد شک اور حیرت میں عراق پہنچا۔ پس میرے نام امام کی توقیع آئی۔ مہزیار سے کہو کہ تم سے جو باتیں اپنے مولا کے بارے میں کہیں وہ ہم نے سن لیں۔ تو ان سے کہو کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا **یایھا الذین امنو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** سورۃ نساء آیت ۵۹ اے ایمان لانے والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور صاحب امر کا جو تم ہی میں سے ہو۔ کیا امر اس شخص کے علاوہ بھی کسی کے لئے ہے جو قیامت تک ہے۔ اور تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اللہ نے تمہیں عقل دی ہے تاکہ غور کرو اور تمہارے لئے نشانیاں مقرر کی ہیں تاکہ آدمؑ سے لے کر حضرت امام حسن عسکریؑ تک تم ان کے ذریعہ سے ہدایت پاؤ۔ پھر ایک نشانی غائب ہو گئی تو دوسری ظاہر ہوگئی جیسے ایک ستارہ ڈوبتا ہے تو دوسرا ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت امام حسن عسکریؑ کے انتقال کے بعد کیا تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان کوئی وسیلہ نہیں رکھا۔ ایسا نہیں ہے بلکہ قیامت تک حکم خدا ظاہر ہوتا رہے گا اور وہ ہدایت کرتے رہیں گے۔

اے محمد بن ابراہیم اپنے دل میں شک داخل نہ کرو کیونکہ خدائے عزوجل کبھی زمین کو اپنی حجت سے خالی نہیں چھوڑتا۔ کیا تمہارے والد نے مرنے سے پہلے نہیں کہا تھا وقت آگیا ہے کہ کوئی شخص ان دیناروں کو جو میرے پاس ہیں کسوٹی پر کسے۔ جب اس کام انجام پانے میں تاخیر ہوئی اور شیخ نے خود جلدی فوت ہو جانے کے خوف کا اظہار کیا تو تجھ سے اس نے کہا تھا کہ میں ان دیناروں کو کسوٹی پر کسو اور میں تمہیں ایک بڑا کیسہ نکال کر دیتا ہوں اور تمہارے سامنے تین کیسے اور کچھ تھیلیاں تھیں جن میں مختلف تعداد میں دینار تھے پھر تم نے ان کو کسوٹی پر کسا اور شیخ نے اس پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگائی اور تم سے بھی کہا کہ میری انگشتری کے ساتھ تم بھی مہر لگاؤ۔ پس اگر میں زندہ رہا تو میں ان کا زیادہ حقدار ہونگا اور اگر میں مرگیا تو تم اللہ سے بچنا اور میرے بارے میں ڈرنا۔ اور مجھ سے جدائی کے بعد میری خواہش کے مطابق عمل کو ڈھونڈنا۔ اللہ تمہارے اوپر رحم کرے۔ ان دیناروں میں سے جو میں نے اپنے حساب میں سے تم کو دیئے ہیں نکالو اور وہ دس دینار ہیں۔ اور جو تم نے لیا تھا اسے واپس کرو اس لئے کہ زمانہ جو کچھ گزر چکا اس سے کہیں زیادہ دشوار گزر رہا ہے۔ و حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

محمد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں عسکر گیا تاکہ امامؑ سے ملاقات کروں۔ اسی وقت مجھے ایک خط ملا جس نے مجھ

سے کہا کیا تم محمد بن ابراہیم ہو؟ میں نے کہا ہاں وہ بولے اس وقت لوٹ جاؤ، رات کو یہ دروازہ تمہارے لئے کھلا ہوگا اس میں چلے جانا اور اس کمرے کی طرف آنا جس میں چراغ جل رہا ہو تو میں نے ایسا ہی کیا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ میں داخل ہوا جاتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھا تو اسے دو قبروں کے درمیان پایا میں رونے لگا تو ایک آواز آئی۔ اے محمد اللہ سے ڈرو اپنے امور (یعنی وکالت) کو انجام دو کہ یہ امر عظیم ہے۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علی بن محمد رازی نے ان سے نصر بن صباح بلخی نے انہوں نے کہا کہ مرو میں ایک خوزستانی کاتب تھا۔ اس کو میری طرح نصر کہہ کر پکارتے تھے۔ اس کے پاس مال امامؑ کے ایک ہزار دینار جمع ہوگئے تھے تو اس نے مجھ سے مشورہ کیا۔ میں نے کہا یہ حاجزی کو بھیج دو۔ پس اس سے کہا اس کی ذمہ داری تمہاری ہے اگر اللہ عزوجل نے قیامت کے روز اس کے متعلق مجھ سے سوال کیا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ نصر نے کہا پس میں اس کے بعد اس سے جدا ہوگیا۔ پھر میں دو سال بعد اس سے ملنے کے لئے اس کی طرف گیا تو اس سے (مذکورہ) مال کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے بتایا کہ اس مال میں سے دو سو دینار حاجزی کو بھیجے تھے۔ تو اس کی رسید دعا کے ساتھ آئی اور یہ بھی لکھا آیا کہ یہ ایک ہزار دینار تھے جس میں سے تم نے دو سو دینار بھیجے ہیں۔ اگر باقی بھیجنا چاہتے ہو تو رے میں ہمارے عامل اسدی کو پہنچا دو۔

نصر نے کہا مجھ تک حاجزی کی موت کی خبر پہنچی تو مجھے پر شدید گریہ گلوگیر ہوا۔ پس میں نے اخود سے کہا دل تنگ نہ ہو اور مت رو کیونکہ اللہ نے دو دلیلوں سے تم پر احسان کیا ہے۔ ایک یہ کہ تم کو کل مال کی خبر دی گئی دوسرے حاجزی کی موت کی خبر (کہ ان کی جگہ ابوالحسین کو مقرر کیا گیا)۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انھوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علی بن محمد رازی نے انھوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے نصر بن صباح نے کہ اہل بلخ میں سے ایک شخص نے پانچ دینار حاجزی کی معرفت امامؑ کو بھیجے اور ساتھ ہی ایک رقعہ بھی رکھا جس میں اپنا نام لکھنے کے بجائے ایک فرضی نام لکھ دیا۔ اس کے لئے جو رسید امامؑ سے جاری کی اس میں اس کا (صحیح) نام و نسب درج تھا۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے ابو حامد مراغی نے ان سے محمد بن شاذان بن نعیم نے کہا کہ اہل بلخ کی جانب سے ایک شخص آیا جس کے پاس کچھ مال اور ایک رقعہ تھا جس میں کچھ تحریر نہ تھا بلکہ انگلیوں سے دائرے ڈالے ہوئے تھے۔ اہل بلخ نے اس قاصد سے کہا تھا کہ یہ مال اس شخص کے حوالے کرنا جو تم کو اس قصہ کی بابت بتائے جو ہمارے ساتھ پیش آیا۔ اور اس رقعہ کا جواب دے۔ پس وہ شخص عسکر آیا اور جعفر (کذاب) کے پاس گیا اور اس کو خبر دی تو جعفر نے اس سے کہا کیا تم بداء پر یقین رکھتے ہو؟ اس شخص نے کہا ہاں۔ (تو جعفر نے) کہا بیشک تمہارے صاحب مال کو بداء ہوا تھا اور انہوں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ مال مجھے دینا۔ اس

لانے والے نے کہا میں اس جواب پر قناعت نہیں کر سکتا۔ پھر وہ وہاں سے نکلا اور ہمارے اصحاب کے پاس آیا۔ تو اس کے بعد امامؑ کی توقیع ظاہر ہوئی۔ یہ مال جدا ہے رہا ہے یہ ایک صندوق میں رکھا تھا۔ چور گھر میں داخل ہوئے اور صندوق میں جو کچھ تھا لے گئے۔ مگر مال بچ گیا۔ اس کے اندر رقعہ موجود تھا۔ اس میں راستے بند ہونے تھے جن کے ذریعے دعا کی گزارش کی گئی ہے۔ اللہ تمہارے ساتھ (تمہاری خواہش کے مطابق) ایسا ہی کرے۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن صالح نے انہوں نے کہا کہ میں نے امامؑ کی خدمت میں سوال کیا کہ ایک شخص بادانشاہ جو بن عبدالعزیز کی قید میں ہے۔ اس کی رہائی کے لئے دعا کریں نیز اپنی ایک کنیز سے ایک اولاد کی خواہش ظاہر کی۔ توقیع ظاہر ہوئی "کنیز سے اولاد ہوگی۔ اور اللہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اسیر رہائی پائے گا۔" پس اس کنیز سے ولادت ہوئی۔ اس کے بعد وہ کنیز مر گئی اور توقیع ظاہر ہونے کے دن ہی اسیر کو رہائی ملی۔

بیان کیا مجھ سے ابو جعفر نے کہ میرے گھر بچہ کی ولادت ہوئی۔ میں نے امامؑ سے اس کے عقیقہ کو ساتویں دن یا آٹھویں دن کرنے کی اجازت چاہی۔ امامؑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ آٹھویں دن وہ بچہ مر گیا۔ میں نے امامؑ کو اس کے مرنے کی اطلاع لکھی۔ آپؑ نے توقیع میں فرمایا۔ کہ غم نہ کرو۔ جلدی ہی تمہارے یہاں دو بیٹے ہوں گے ایک کا نام احمد اور بعد والے کا نام جعفر رکھنا۔ پس ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔ میں نے ایک عورت سے خفیہ طور پر شادی کی۔ وہ ایک لڑکی سے حاملہ ہوئی۔ اس بات سے میں پریشان ہو گیا۔ میں نے امامؑ کو لکھا تو امامؑ نے جواب دیا جلد ہی تمہیں اس سے نجات مل جائے گی۔ وہ لڑکی چار سال زندہ رہنے کے بعد مر گئی۔ پس امامؑ نے مجھے لکھا "اللہ صاحب تدبیر ہے اور تم عجلت پسند ہو۔"

نیز وہ کہتے ہیں کہ جب ابن ہلال ملعون کی موت کی خبر امامؑ کی طرف سے ظاہر ہوئی تو شیخ [حسین بن روح] میرے پاس آئے اور کہا وہ صندوق جو تمہارے پاس ہے نکالو۔ میں نے نکالا تو اس میں ایک رقعہ تھا جس میں تحریر تھا "تم نے جو ابن ہلال (ملعون) کا تذکرہ کیا پس اللہ نے اس کی عمر مختصر کر دی" اس کی موت کے بعد دوسرے رقعہ میں جو ظاہر ہوا تحریر تھا "ہم نے صبر کیا پس اللہ نے ہماری دعاؤں کی بدولت اس کی عمر مختصر کر دی۔"

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علان کلینی نے ان سے حسن بن فضل یمانی نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں شہر سر من رائے گیا تو (جناب قائم آلِ محمدؐ کی طرف سے) ایک تھیلی میرے لئے آئی جس میں چند دینار تھے اور اس کے ساتھ دو کپڑے بھی تھے میں نے ان کو واپس کر دیا اور اپنے دل میں یہ سوچا کہ میری موجودہ حیثیت ایسی نہیں ہے کہ میں ایسا چھوٹا اور بے مقدار تحفہ قبول کروں۔ جب میں ان چیزوں کو واپس کر چکا تو پھر مجھے سخت ندامت ہوئی اور بالآخر میں نے اپنی اس گستاخی کی بابت معذرت میں

ایک عریضہ بھی لکھا۔ اور امامؑ کی خدمت میں بھیجا اور اسی وقت نیت کر لی کہ اگر اللہ اس تھیلی کو مجھے لوٹا دے تو میں اسے کھول کر نہیں دیکھوں گا کہ اس کو استعمال کروں وہ خرچ کروں بلکہ اپنے باپ کے پاس لے جاؤں گا کیونکہ وہ مجھ سے زیادہ اس (کی اہمیت) سے آگاہ ہیں۔ امامؑ نے اس تھیلی کے بیچنے کے بارے میں کچھ بھی اشارہ نہیں کیا اور نہ ہی (دوبارہ اس کے بیچنے سے انکار کیا۔ پس جواباً آپ کی تحریر آئی کہ تم نے تھیلی کے واپس کر دینے میں) خطا کی ہے۔ بیشک ہم اپنے دوستوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ خود ہم سے اس کو طلب کرتے ہیں۔ وہ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور مجھ تک یہ بھی لکھا آیا کہ تم نے ہماری بھلائی کے رد کرنے کی وجہ سے غلطی کی ہے اور ہم اللہ عزوجل سے مغفرت طلب کرتے ہیں پس اللہ تمہاری بخشش فرمائے گا۔ مگر چونکہ اب تمہارا یہ قصد ہے کہ وہ رقم خود تم اپنے مصرف میں نہیں لاؤ گے اس لئے وہ رقم تو تمہیں نہیں بھیجی جاتی ہے ہاں وہ دونوں کپڑے بھیجے جاتے ہیں تمہارے لئے لازم ہے کہ تم انہی کپڑوں میں احرام باندھو۔ اور کہا میں نے دو مرادوں کے بارے میں لکھا اور چاہا کہ تیسری مراد کے بارے میں بھی لکھوں لیکن پھر سوچا کہ شاید امامؑ ناپسند کریں گے اس لئے نہ لکھا)۔ تو مجھ تک ان دونوں مرادوں کے بارے میں جواب آیا اور اس تیسری مراد کے بارے میں بھی جسے میں چھپا گیا اور نہیں لکھا تھا۔ اور کہا میں نے امامؑ سے ایک خوشبو مانگی۔ آپ نے ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر خوشبو مجھے بھجوائی۔ وہ خوشبو میری محمل میں تھی۔ جب میں راہ مکہ میں عسفان کے مقام پر تھا تو میرا ناقہ بھاگ گیا اور محمل گر پڑی اور جو کچھ بھی میرا مال و متاع اس پر تھا بکھر گیا۔ میں نے سارا سامان سمیٹا مگر اس میں ایک تھیلی نہیں تھی۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ ایک شخص جو میرے ساتھ تھا مجھ سے پوچھنے لگا۔ کیا تلاش کر رہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ میری ایک تھیلی گم گئی ہے۔ اس نے پوچھا اس میں کیا تھا؟ میں نے کہا میری ضرورت کی چیز تھی اس نے کہا میں نے اسے دیکھا ہے جس نے اسے اٹھایا ہے (لیکن کچھ تفصیل نہ بتائی) مگر میں اس سے مسلسل پوچھتا رہا یہاں تک کہ مایوس ہو گیا۔ جب میں مکہ پہنچا اور میں نے اپنا سارا سامان کھولا تو سب سے پہلے اس گٹھڑی میں وہ تھیلی نظر آئی جو محمل سے گر گئی تھی جس وقت کہ سارا مال و متاع بکھرا تھا۔

میں بہت پریشان تھا کہ اب میں بغداد میں اپنے گھر کیسے جاؤں گا اور سوچا کہ مجھے خوف ہے کہ اس سال حج نہ کر سکوں گا اور نہ اپنے گھر پہنچ سکوں گا۔ میں ابو جعفر کے پاس گیا اور جو رقعہ میں نے لکھا تھا اس کا جواب طلب کیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ فلاں مقام پر ایک مسجد ہے تم وہاں چلے جاؤ وہاں ایک شخص تمہیں ملے گا جو تمہیں تمہارے احوال کی خبر دے گا۔ میں اس مسجد میں پہنچا تو ایک شخص داخل ہوا اس نے مجھے سلام کیا اور مسکرایا اور بولا میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ تم اس سال حج بھی کرو گے اور خیر و عافیت سے اپنے گھر بھی لوٹو گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

میں اس شخص کو تلاش کرنے لگا تاکہ اس سے کہوں کہ وہ میرے لئے کرایہ پر ناقہ کا انتظام کر دے۔ کچھ دنوں بعد اس سے ملاقات ہوئی تو وہ مجھے دیکھتے ہی بولا کہ میں کئی روز سے تمہاری تلاش میں تھا۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں

تمہارے لئے کرایہ کی سواری کا انتظام کر دیں۔ پس حسن نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اس سال امامؑ کے وجود کی دلیل واسطوں سے مطلع ہو۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علی بن محمد شمشاطی ماسندہ جعفر بن ابراہیم یمانی نے بیان کیا کہ میں بغداد میں مقیم تھا میں نے ارادہ کیا کہ یمن کے قافلے کے ساتھ سفر پر نکلوں میں نے امامؑ سے اجازت چاہی تو جواب ظاہر ہوا کہ ہرگز قافلے کے ساتھ نہ نکلو۔ اس سفر میں تمہارے لئے خیر نہیں ہے۔ اور کوفہ میں قیام کرو۔ پس قافلہ سفر کے لئے نکلا ان کے ساتھ جو حنظلہ بھی نکلے۔ وہ قافلہ رستے میں حادثہ کا شکار ہو گیا۔ میں نے امامؑ کو لکھا میں بحری سفر پر جانا چاہتا ہوں۔ جواب آیا "ہرگز نہیں"۔ پس وہ کشتی جس پر میں جانا چاہتا تھا اس کو رستے میں بحری قزاقوں نے لوٹ لیا۔

میں عسکر میں امامؑ کی زیارت کے لئے گیا۔ مغرب کے وقت میں جامع مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک صاحبزادے تشریف لائے اور مجھ سے کہا کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے عرض کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کون ہوں اور کہاں کا ارادہ رکھتا ہوں؟ فرمایا تم علی بن محمد ماسندہ جعفر بن ابراہیم یمانی ہو۔ اپنے گھر والوں ہمارے اصحاب میں سے کوئی بھی میری قیام گاہ کو نہیں جانتا۔ پس میں ان کی جائے مقام تک گیا اور اجازت لی کہ زیارت کے لئے داخل ہو جاؤں تو مجھے اجازت مل گئی۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے ان سے سعد بن عبداللہ نے ان سے علان کلینی نے ان سے علم مصری نے ان سے ابو رجاء مصری نے بیان کیا کہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد دو سال تک ان کی اولاد کی تلاش میں مارا مارا پھرتا رہا۔ تیسرے سال میں مدینہ میں امام قائمؑ کی تلاش کرنے آیا۔ مجھ سے ابو غانم نے پوچھا کیا امام قائمؑ حیات ہیں؟ پس میں متفکر بیٹھا تھا اور اپنے آپ سے کہہ رہا تھا کہ اگر کوئی امر ہے تو تیسرے سال کے بعد ضرور ظاہر ہونا چاہیے۔ اسی میں ایک ہاتف کی صدا آئی۔ جس کو میں سن سکتا تھا مگر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "اے نصر بن عبد ربہ اہل مصر سے پوچھ کہ کیا تم رسول اللہ کو دیکھ کر ایمان لائے ہو؟" نصر کہتے ہیں کہ میرے والد کا نام کوئی نہیں جانتا کیونکہ میں مدائن میں پیدا ہوا اور مجھے نوفلی نے پالا تھا کیونکہ میرے والد انتقال کر چکے تھے تو اس طرح میں نے پرورش پائی۔ پس جب میں نے آواز سنی تو نجات دہندہ قائمؑ کے پاس جانے کے بجائے مصر روانہ ہو گیا۔

اور اہل مصر میں سے دو مردوں نے ان کے دو بیٹوں کے بارے میں لکھا۔ تو جواب آیا لیکن اے فلاں تمہارا اجر اللہ کے پاس ہے اور دوسرے کے لئے دعا ہے۔ پس ابن معتزی مر چکا ہے۔

۱۶۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد وجنائی نے کہ ہمارے شہر کے احوال میں سخت بدامنی اور بے چینی پیدا ہو گئی تھی آخرکار میں اپنے شہر سے نکل کر بغداد چلا گیا وہاں دس روز تک مقیم رہا۔ اسی دوران ایک بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اب تم اپنے شہر واپس جاؤ۔ پس میں بغداد سے نہ چاہتے ہوئے نکلا۔ جب سرمن رائے پہنچا تو چاہا

کہ وہاں قیام کروں۔ لیکن اپنے شہر کے لیے پھر بھی بے چین ہوا۔ الغرض وہاں سے چلا۔ ابھی راستہ میں ہی تھا کہ پھر وہی بزرگ میرے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے ایک خط مجھے نکال کر دیا جو میرے اہل و عیال نے لکھا تھا۔ انہوں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ شہر میں امن و امان ہو گیا ہے اور مجھ سے کہا تھا کہ میں واپس آجاؤں۔

۱۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے سعد بن عبداللہ سے انہوں نے محمد بن ہارون سے انہوں نے کہا کہ مجھ پر پانچ سو دینار حق امام کے واجب الادا تھے۔ ایک رات جب میں بغداد میں تھا اور رات بھی طوفانی اور تاریک تھی۔ متفکر تھا کہ کس طرح امام کی رقم کی ادائیگی کروں۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس چند دکانیں ہیں جو میں نے پانچ سو تیس دینار میں خریدی تھیں ان کو پانچ سو دینار کے عوض حق امام میں دے دوں تاکہ امام کی رقم ادا ہو جائے۔ یہ بات میں نے کسی پر ظاہر نہیں کی تھی نہ امام کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا تھا مگر آپ کی طرف سے ایک شخص دکانیں لینے کے لئے آگیا۔

۱۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالقاسم بن ابی حلیس نے انہوں نے کہا کہ میں پندرہ شعبان کو ہمیشہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں شعبان سے پہلے عسکر پہنچا تو ارادہ کیا کہ اس مرتبہ شعبان میں زیارت نہیں کروں گا۔ مگر جب شعبان کا مہینہ آیا تو خیال آیا کہ ہمیشہ شعبان میں آپ کی زیارت کرتا رہا ہوں اس لئے اسے نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ چنانچہ زیارت کے لئے چل دیا۔ میرا دستور تھا کہ جب عسکر جاتا تو پہلے اپنی آمد کی اطلاع خط یا پیغام سے وہاں کے لوگوں کو دیتا۔ مگر اس سال ایسا تو میں نے ابوالقاسم حسن بن احمد وکیل سے کہا کہ میرے آنے کی اطلاع کسی کو نہ دینا اس لئے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ سفر خالصتاً زیارت کے لئے ہو۔ ابوالقاسم مسکراتے ہوئے میرے پاس آئے اور بولے۔ امام عصرؑ نے دو دینار میرے پاس بھیجے ہیں اور فرمایا ہے کہ حلیسی کو دے دو اور اس سے کہہ دو کہ جو اللہ کا کام کرتا ہے اللہ اس کا کام کرتا ہے۔

میں ایک مرتبہ سر من رائے میں بیمار ہو گیا۔ بیماری اتنی شدید ہو گئی کہ میں زندگی سے مایوس ہو گیا۔ امام عصرؑ نے میرے لئے دو طرح کے معجون بھیجے اور انہیں استعمال کا حکم دیا۔ میں نے انہیں استعمال کیا تو خدا کا شکر ہے میں تندرست ہو گیا۔

میرے ایک قرضدار کا انتقال ہو گیا۔ میں نے امام عصرؑ سے متوفی کے ورثاء کے پاس واسط جانے کی اجازت چاہی اور کہا کہ میں اس کی موت کے حادثے کی وجہ سے ورثاء تک پہنچنا چاہتا ہوں تاکہ اپنی رقوم وصول کرلوں۔ مگر آپؑ نے اجازت نہیں دی۔ میں نے دوبارہ اجازت کے لئے عریضہ لکھا۔ مگر آپ نے منع کر دیا میں نے ایک بار پھر لکھا لیکن آپ نے اس بار بھی منع فرما دیا۔ پھر دو سال بعد آپ نے خود خط تحریر فرمایا کہ اب اس کے ورثاء کے پاس چلے جاؤ۔ جب میں ان لوگوں کے پاس گیا تو میری رقم وصول ہو گئی۔

ابو القاسم کہتے ہیں کہ ابو رجیس نے دس دینار حاجز کو بھیجے حاجز وہ دینار بھول گئے۔ امام عصرؑ نے انہیں لکھا "ابو رجیس کے دینار بھیج دو"۔

ہارون بن موسیٰ بن فرات نے چند باتیں امامؑ سے دریافت کیں اور جو خط لکھا وہ بغیر دوات کے قلم سے لکھا اور اس میں اپنے بھتیجوں کی رہائی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ پس جواب میں اسیروں کی رہائی کی دعا ان کے ناموں کے ساتھ کی گئی۔

رملہ کے ایک شخص حمید نے امامؑ سے اولاد کی درخواست کی۔ جواب آیا۔ حمل میں جو تھے بیٹے پر دعا کرو۔ جلد ہی ایک بیٹی تمہیں ملے گی۔ پس ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپؑ نے فرمایا تھا۔

محمد بن محمد بصری نے امامؑ سے درخواست کی کہ دعا کریں کہ لڑکیوں کے امور کی کفایت ہو، حج پر جاؤں میرا مال مجھے واپس مل جائے۔ پس ان کو امامؑ کی طرف سے جواب ملا۔ وہ اسی سال حج پر گئے۔ ان کی چھ بیٹیاں تھیں جن میں چار کا انتقال ہو گیا اور مال واپس مل گیا۔

محمد بن یزداد نے امامؑ سے والدین کے لئے دعا کی درخواست کی جواب آیا "اللہ تمہاری، تمہارے والدین اور تمہاری بہن کی مغفرت فرمائے" جس کا لقب کلثم تھا یہ ایک صالح عورت تھی۔ جس کی شادی ایک کسان سے ہوئی تھی۔

میں نے مختلف مومنین کی طرف سے پچاس دینار بھیجنے کے بارے میں لکھا جن میں دس دینار میرے چچا کی لڑکی کے بھی تھے مگر وہ ایمان سے بالکل عاری تھی۔ اس لئے میں نے اس کا نام خط کے بالکل آخر میں علیحدہ کر کے لکھا۔ جس میں میں نے اس وجہ سے ترک دعا کی التماس کی تو مومنین کے لئے تحریر ظاہر ہوئی "اللہ مومنین کے اعمال کو قبول فرمائے انہیں نیکی کی مزید توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی داخل ثواب کرے"۔ لیکن میرے چچا کی بیٹی کے لئے کوئی دعا نہیں کی گئی تھی۔

نیز میں نے پھر کچھ دینار مومنین کی طرف سے امامؑ کی خدمت میں بھیجے اور ایک شخص نے جس کا نام محمد بن سعید تھا کچھ دینار دیئے تھے وہ بھی بھیج دیئے اور عمداً اس کا نام نہیں لکھا بلکہ اس کے والد کے نام سے بھیجے اس لئے کہ وہ دین سے بالکل ہی عاری تھا۔ جواب آیا تو رسید میں اس کے والد کے بجائے خود اسی کا نام محمد تحریر تھا۔

مال امامؑ میں سے ایک ہزار دینار جو ابو جعفر نے بھیجے تھے وہ میرے پاس امانتاً جمع تھے میں نے قصد کیا کہ وہ تمام رقم خدمت امامؑ میں پہنچا دی جائے۔ اس لئے ہم لوگ ابو الحسین محمد بن محمد بن خلف اور اسحاق بن جنید کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ابو الحسین نے وہ تھیلی جس میں مال رکھا ہوا تھا اٹھا لی۔ جب ہم لوگ قریہ قاطول پہنچے تو ان گدھوں کو نہ پایا جن کا ہم پہلے سے کرایہ ادا کر چکے تھے۔ میں نے ابو الحسین سے کہا کہ تم تھیلا لے کر قافلہ سے مل جاؤ اور ہم یہاں کرایہ کا ایک گدھا بن اسحاق بن جنید کی سواری کے لئے تلاش کرتے ہیں کیونکہ وہ بوڑھا شخص ہے۔ غرض کہ ہم نے اس کے

سے کرایہ کا گدھا حاصل کیا اور قریہ حیرہ یعنی شہر سرمن رائے کے قریب قافلہ کو پا لیا۔ میں نے ابو الحسین کو تھیلی
حوالے کر دی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ خدا کا شکر کرو کہ اس نے یہ مال منتخب شخص کو عطا فرمایا۔ اس نے جواب دیا کہ میں
خدا کی اس عنایت خاص کے لیے شکر ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیشہ یہ مبارک خدمت مجھ سے لیا کرے۔
الغرض تھوڑے عرصہ کے بعد ہم لوگ بخیریت و عافیت شہر سرمن رائے سامرہ میں داخل ہو گئے اور تمام مال امام کے
وکیل کی خدمت میں بھیجا اور وکیل نے وہ رقم ایک رومال میں باندھ کر ایک غلام حبشی کی معرفت آپ کی خدمت میں
بھیج دی۔ عصر کے وقت ابو الحسین وہ خالی تھیلا میرے پاس لے آئے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابو القاسم وکیل امام
تشریف لائے ابو الحسین اور اسحاق نے ان کا خیر مقدم کیا۔ ابو القاسم نے اس غلام کے متعلق فرمایا جو تھیلا لے کر آیا تھا
کہ اس کے لئے وہ ہم لائے ہیں۔ اور مجھ سے فرمایا انہیں اسے دے دو جو تھیلا لے کر آیا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ سب
جب وہ گھر کے دروازے سے نکل گئے تو ابو الحسین سے تسلی کی کہ میں جو مطالبہ یاد رکھتا ہوں کہ میرے پاس کیا ہے کہا
میں جب بمقام حیرہ میں تمہارے ساتھ تھا اور اس وقت یہ ارادہ تھا کہ حضرت قائم کے حضور سے کچھ
مجھے عنایت ہوتا تو میں اسے تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھوں۔ ایک مرتبہ میں نے یہی تمنا کی تھی جب ہم تم دونوں
لوح میں تو کہ تمہیں ملی ہے خدا نے تمہاری استدعا کے مطابق تمہیں عطا فرمایا۔ **الحمدلله رب العالمین**

محمد بن شاذان نے مقام حلوان میں ... محمد جو امام وقت سے تھا کے لئے دعا کی درخواست کی امام نے
جواب میں لکھا **و لتصفری حل لبه به دلک** ... اس کو جا کر ... کہ اس کی
کنیت ابو جعفر ہے۔

اور مجھ سے بیان کیا علی بن قیس نے ... ابو سعید الحذری سے ... ایک جماعت کہتی ہے کہ ان سے محمد
بن محمد ستوری نے ... بیان کیا کہ میں ہند کے بادشاہ کے پاس قشمیر کشمیر میں تھا اور ہم چالیس
افراد تھے۔ جو بادشاہ کے اطراف میں کرسیوں پر بیٹھتے تھے۔ اور ہم توریت انجیل اور زبور کے عالم تھے ایک دن
... حضرت محمد کے متعلق گفتگو ہوئی ... ہم نے کہا کہ ہم نے ان کا ذکر اپنی کتابوں میں پایا ہے سب نے
... تلاش میں جانا ہو ... ان کا جواب دریافت کریں ... میں بہت سا مال لے کر نکل پڑا راستے
میں ترکوں نے لوٹ لیا ... کسی طرح کابل پہنچا اور وہاں سے بلخ گیا وہاں کا امیر ابن ابی شور تھا۔ میں اس کے پاس
گیا اور اس سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے علماء اور فقہا کو جمع کیا تاکہ علماء کے بارے میں مجھ سے مناظرہ کریں۔
پس میں نے ان سے حضرت محمد کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے نبی ہیں۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے۔
میں نے کہا کہ ان کا خلیفہ کون تھا انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر ہیں میں نے کہا ان کا نسب بیان کرو۔ انہوں نے ...

نسب قریش سے ملایا۔ میں نے کہا پھر وہ شخص جس کے جانشین ابو بکر ہیں نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پایا ہے کہ نبی کا جانشین اس کا ابن عم ہے جو اس کی بیٹی کا شوہر اور اس کے بچوں کا باپ ہوتا ہے۔ یہ سن کر وہ سب کہنے لگے "یہ شخص شرک سے نکل کر کفر میں داخل ہو گیا ہے۔ اس کی گردن مار دی جائے۔" میں نے کہا کہ میں ایک دین پر عمل پیرا ہوں اور میرا مقصد صرف اپنے مذہب کا بیان ہے۔ پس اس امیر نے حسین بن اشکیب کو بلوایا اور کہا اس شخص سے مناظرہ کرو۔ اس نے جواب دیا کہ اس کو تو علماء اور فقہاء نے گھیر رکھا ہے میں کیسے اس سے مناظرہ کروں؟ پس امیر نے اس سے کہا اس سے مناظرہ کرو جیسے میں نے کہا ہے۔ اس کو تخلیہ میں لے جاؤ اور لطف سے پیش آؤ۔ پس حسین مجھ کو الگ لے گئے۔ میں نے حضرت محمدؐ کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا جیسا کہ ان لوگوں نے کہا تھا کہ وہ ہمارے نبی ہیں۔ فرق یہ کہ ان کے خلیفہ ان کے ابن عم علی بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلب ہیں جو نبی کی بیٹی فاطمہؑ کے شوہر اور ان کے بچوں حسنؑ و حسینؑ کے والد ہیں۔ میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ پھر وہ مجھے امیر کے پاس لے گئے اور میں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ پس شیخ حسین کے ساتھ اس کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے اسلام کی تعلیمات بیان کیں میں نے کہا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ ہر خلیفہ کا ایک جانشین ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ کا جانشین کون ہے؟ کہا حسن پھر حسین پھر ایک ایک امام کا نام لیا یہاں تک کہ امام حسن عسکریؑ کے نام پر پہنچے اور کہا کہ تم اب خود حسن عسکریؑ کے جانشین کو تلاش کرو۔ پس میں ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

محمد بن محمد نے کہا وہ ہمارے ساتھ بغداد آئے۔ تو انہوں نے ذکر کیا کہ ان کا ایک دوست ہے جو اس سلسلے میں ان کے ساتھ تھا پھر اس کی بعض عادات ناگوار گزریں تو وہ اس سے جدا ہو گیا۔ وہ کہتا ہے پس اسی دوران ایک دن میں نہر کے کنارے چل رہا تھا اور فکر میں چلتا تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا اپنے آقا کے پاس چلئے۔ میں اس کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جس میں باغ موجود تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ میرے آقا تشریف فرما ہیں۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھ سے ہندی میں گفتگو کی۔ اور مجھے سلام کیا اور میرے نام سے مجھے مخاطب کیا اور تمام چالیس آدمیوں کے بارے میں مجھ سے پوچھا پھر فرمایا تم اس سال اہل قم کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ تم اس سال حج نہ کرو اور خراسان چلے جاؤ۔ آئندہ سال حج کرنا۔ آپ نے میری طرف ایک تھیلی پھینکی اور فرمایا یہ خرچ کرو اور بغداد میں فلاں کے گھر میں مت داخل ہونا اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کے بارے میں کسی کو آگاہ نہ کرنا۔

محمد کہتے ہیں کہ ہم عقبہ سے نکلے اور حج کیا اور ہاشم خراسان چلا گیا اور دوسرے سال حج کر کے نکلا اور گھومتے گھومتے ہماری طرف آیا لیکن قم میں داخل نہیں ہوا۔ حج کیا اور خراسان چلا گیا اور وہیں وفات پا گیا۔ اللہ اس پر رحم

فرمائے۔

محمد بن شاذان نے کابلی سے روایت کی ہے اور میں نے اسے ابو سعید کے پاس دیکھا ہے کہ میں دین حق کی تلاش میں جو میں نے انجیل میں پایا تھا طلب ہدایت کے لئے کابل سے نکلا پس مجھ سے محمد بن شاذان نیشاپوری نے بیان کیا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ وہ حضرت حجت علیہ السلام تک پہنچ گیا تھا۔ تو میں اس کی تلاش میں مدینہ تک گیا اس سے ملاقات ہوئی پس اس سے اس بارے میں پوچھا اس نے بتایا کہ میں ہر امام قائمؑ کی جستجو میں تھا۔ میں نے اپنا قیام مدینہ میں رکھا۔ جس سے بھی میں آپ کا ذکر کرتا وہ میرا مذاق اڑاتا۔ میں ایک بوڑھے سے ملا جو ہاشم سے تھا اور جس کا نام یحییٰ بن محمد عریضی تھا۔ اس نے مجھ سے کہا جس شخص کی تم کو تلاش ہے وہ صریاء میں موجود ہے۔ میں صریاء پہنچا۔ ایک دہلیز تک پہنچا جس پر چھڑکاؤ کیا ہوا تھا۔ پس خود کو وہاں چبوترے پر ڈال دیا۔ تو ایک حبشی غلام برآمد ہوا اس نے مجھے جھڑکا اور کہا۔ اس جگہ سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ میں نے کہا میں اس جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ وہ غلام گھر میں گیا۔ پھر واپس آیا اور مجھ سے اندر چلنے کو کہا میں اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے آقا و مولا گھر کے درمیان میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے مجھے میرے نام کے ساتھ پکارا حالانکہ میرے نام کو سوائے میرے اہل خاندان کے جو کابل میں تھے اور کوئی شخص نہیں جانتا تھا۔ آپ نے مجھے کچھ چیزیں دیں۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ میرا نفقہ ضائع ہوگیا ہے تو مجھے زاد راہ عنایت کیجئے۔ آپ نے فرمایا وہ تمہارے جھوٹ کی وجہ سے ضائع ہوا ہے۔ پھر مجھے زاد راہ عنایت فرمایا جو کہ میرے پاس سے ضائع ہوگیا تھا اور جو انہوں نے مجھے عطا کیا تھا وہ محفوظ رہا۔ اور میں آپ کے پاس سے واپس چلا آیا۔ پھر میں دوسرے سال گیا تو میں نے اس گھر میں کسی کو نہیں پایا۔

۱۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے اشعری نے کہا بیان کیا مجھ سے علی بن محمد بن اسحاق اشعری نے انہوں نے کہا کہ میری ایک زوجہ تھی جسے میں ایک عرصے سے چھوڑے ہوئے تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آئی اور بولی اگر تم نے مجھے طلاق دے دی ہے تو مجھے بتلا دو۔ میں نے جواب میں کہا نہیں طلاق نہیں دی ہے۔ پھر میں نے اس سے اسی دن ہمبستری کی۔ ایک ماہ بعد اس نے مجھے خط لکھا کہ اسے حمل قرار پاگیا ہے۔ میں نے اس بارے میں اور اس گھر کے بارے میں جو میری سسرال کا تھا امام زمانہؑ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر التجا کی کہ میں اسے خرید لیں اور اس کی قیمت اقساط میں ادا کردیں تو گھر کے بارے میں جواب آیا کہ جو تم نے سوال کیا ہے وہ میں نے پورا کردیا اور عورت کے حمل کے بارے میں لکھا کہ اس کا تذکرہ چھوڑ دو۔ تھوڑے عرصہ بعد اس کی زوجہ کا خط آیا اس میں تحریر تھا کہ اس نے جھوٹ لکھا تھا حمل کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اور تمام شکر اور سپاس اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

۱۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے سعد بن عبداللہ نے اشعری سے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی متیل

نے انہوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ابو جعفر میرے پاس آئے اور مجھے لے کر عباسیہ پہنچے اور وہاں ایک ویران جگہ داخل ہوئے۔ وہاں انہوں نے مجھے ایک رقعہ نکال کر پڑھ کر سنایا اس میں جو کچھ اس گھر میں واقع ہونے والا تھا اس کی تشریح کی گئی تھی اور اس میں لکھا تھا۔ "فلاں بیبی ام عبداللہ کو بالوں سے پکڑ کر گھر سے نکالا جائے گا اور سے بادشاہ کے سامنے بغداد میں پیش کیا جائے گا۔" اس کے علاوہ دوسری باتیں بھی جو رونما ہونے والی تھیں تحریر تھیں اور مجھ سے کہا کہ یاد رکھنا یہ کہہ کر انہوں نے وہ رقعہ چاک کر ڈالا۔ یہ اطلاع ان واقعات کے رونما ہونے سے بہت پہلے دی گئی تھی۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر مروزی نے ان سے جعفر بن عمرو نے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ عسکر گیا اس وقت حضرت امام حسن عسکریؑ کی والدہ حیات تھیں۔ جب ہم عسکر پہنچے تو میرے ایک ساتھی نے تمام ہمراہ زیارت کی اجازت چاہی میں نے کہا میرا نام نہ لکھو۔ میں زیارت کی اجازت نہیں چاہتا۔ امامؑ کے پاس سے اجازت آئی کہ سب لوگ میں اور وہ بھی آئے جس نے اجازت لینے سے انکار کر دیا ہے۔

۲۲۔ سعد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن جعفر بن محمد نے کہ ابراہیم بن محمد بن فرج رخجی نے امامؑ کو عریضہ لکھا۔ جس میں مختلف امور کے بارے میں دریافت کیا گیا تھا اور یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ ان کے نومولود بچہ کا نام تجویز فرمائیں۔ امامؑ نے تمام امور کا جواب دیا مگر بچے کے نام کی بابت کچھ تحریر نہ کیا۔ کچھ دنوں بعد وہ بچہ مر گیا۔

سعد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہمارے دوستوں نے ایک محفل میں آپس میں مختلف امور پر گفتگو کی۔ امامؑ نے ان میں سے ایک کو خط لکھا اور ان تمام باتوں کا تذکرہ تفصیل سے کیا جو اس محفل میں ہوئی تھیں۔

۲۳۔ سعد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ بیان کیا مجھ سے عاصمی نے کہ ایک شخص حیرت پریشان تھا کہ وہ مال امامؑ کس طرح امامؑ کی خدمت میں پہنچائے۔ اس نے ایک "آواز سنی" جو مال تمہارے پاس ہے وہ حاجز کو دے دو۔"
انہوں نے کہا ابو محمد سروی سر من رأے آئے ان کے پاس مال امام تھا امامؑ کی خدمت میں پیش کرنے سے قبل ان کو رقعہ ملا اس میں تحریر تھا "نہ ہمارے بارے میں شک کرو اور نہ ہمارے وکیل کے بارے میں شک کرو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے حاجز کو دے دو"۔

۲۴۔ سعد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر نے مجھ سے کہا کہ ہم نے اپنے ایک قابل اعتماد شخص کے ہاتھ امامؑ کی خدمت میں عسکر کچھ چیزیں بھیجیں۔ کسی اور شخص نے ہمارے سامان کے ساتھ ہمارے علم کے بغیر اپنا خط بھی شامل کر دیا۔ پس امامؑ نے اس کا خط بغیر جواب دیئے واپس کر دیا۔

مجھ سے ابو عبداللہ حسین بن اسماعیل کندی نے کہا کہ مجھ سے ابو طاہر بلالی نے کہا کہ میرے پاس امام حسن عسکریؑ کی طرف سے آپ کے جانشین کے بارے میں ایک توقیع آئی جسے انہوں نے اپنے گھر میں بطور امانت لٹکا دیا تھا

تو میں نے حسین سے کہا میں چاہتا ہوں کہ توقیع کی عبارت نقل کروں۔ حسین نے میری خواہش کی خبر اسے ظاہر کی۔ اس نے کہا کہ سعد کو میرے پاس بھیج دو تاکہ وہ خود توقیع دیکھ لے اور بلا واسطہ مجھ سے روایت کرے۔ پس اس نے بتایا کہ) حضرت امام حسن عسکریؑ کے پاس سے ان کے انتقال سے دو سال پہلے ایک توقیع آئی جس میں ان کے جانشین کا تذکرہ تھا۔ پھر تین دن بعد ایک اور توقیع آئی جس میں اس جانشین کی خبر دی گئی تھی۔ پس اللہ کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو اللہ کے ولی کے حق کا انکار کرتے ہیں۔ اور لوگوں کی ذمہ داری نبھانے سے انکار کرتے ہیں اور اللہ کی بہت زیادہ تعریف و شکر ہے۔

۲۵۔ اس نے کہا جعفر بن حمدان نے امامؑ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا کہ میں نے ایک کنیز سے مباشرت کی مگر اس سے پہلے اس پر یہ شرط عائد کی تھی کہ مجھے اولاد نہیں چاہئے اور نہ میں اس کو اپنی اولاد کی ماں کا مقام دوں گا۔ کچھ عرصہ بعد وہ میرے پاس آئی اور بولی کہ وہ حمل سے ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ کیونکر ممکن ہے جبکہ مجھے نہیں علم کہ میں نے تم سے اولاد طلب کی ہو۔ پھر وہ ایک عرصہ غائب رہی اور اس کے بعد جب وہ میرے پاس آئی تو اس کی گود میں ایک بچہ تھا۔ میں نے اس بچے سے انکار کیا اور اس کنیز کا نان و نفقہ بند کیا۔ اس کنیز کے بچہ لانے سے پہلے میں نے اپنی جائداد کے لئے اپنی اولاد میں وصیت کر دی تھی۔ اب جب یہ کنیز میرا نومولود بچہ لائی تو میں نے مقررہ وصیت میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ البتہ اتنا اضافہ کر دیا کہ جب یہ بچہ بالغ ہو جائے تو اس کو دو سو دینار یک مرتبہ دے دیئے جائیں۔ اس کے بعد اس بچہ یا اس کی اولاد کا اس جائداد سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اب مولا آپ فرمائیں کہ کیا میں نے بچے کے بارے میں صحیح فیصلہ کیا؟ اور میرے لئے دنیا اور آخرت میں عافیت اور خیر کی دعا فرمائیں۔

جواب آیا کہ تمہارا کنیز کے ساتھ مباشرت کرنا اور پھر یہ شرط عائد کرنا کہ تم کو اولاد نہیں چاہئے عجیب بات ہے۔ وہ چیز ہے جو صاحب ایمان کے لئے زیب نہیں دیتی جب بھی وہ اس شک میں مبتلا ہو اور وہ اس وقت کو نہیں جانتا ہے کہ جس میں وہ اس کنیز کے پاس گیا تھا پس وہ اپنے بیٹے سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کو دو سو دینار سے اور سے مال وقف سے کچھ دینا صحیح ہے اس لئے کہ وہ مال اس کا مال ہے جس کا اس سے (ہبہ کا) ارادہ نہیں کیا۔

ابو الحسین نے کہا مولود کی پیدائش سے قبل اس نے حساب کا اندازہ لگایا پھر وہ لڑکا صحیح و سالم پیدا ہوا۔

اور ہم نے ابو الحسن اصفہانی کے نسخہ میں پایا۔ "مجھ تک" یا "اللہ تمہیں باقی رکھے۔ تمہارا خط اور جو خط اس نے بھیجا۔" اور حسن بن علی بن ابراہیم نے سیاری سے یہ توقیع نقل کی ہے۔

۲۶۔ علی بن محمد صیمری نے امامؑ کی خدمت میں کفن کی درخواست کی تو جواب آیا کہ تمہیں ابھی کفن کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی یا اکیاسی سال کی عمر میں پیش آئے گی۔ چنانچہ جو وقت آپ نے تحریر فرمایا تھا اسی وقت ان کی وفات ہوئی اور آپ نے ان کی وفات سے ایک مہینہ قبل ان کے لئے کفن بھیج دیا۔

۲۷ ـ [بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن مہزیار نے] انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابوالحسین محمد بن جعفر اسدی نے اور ان سے احمد بن ابراہیم نے کہا کہ میں سن ۲۶۲ ہجری میں جناب حکیمہ خاتون بنت حضرت امام محمد تقیؑ کی خدمت میں مدینہ میں حاضر ہوا۔ میں پردے کے پیچھے سے ان سے باتیں کر رہا تھا۔ میں نے ان سے ان کے دین کے بارے میں سوال کیا۔ وہی ہستی جس سے میری توجہ اس شخصیت کی طرف مبذول کرائی جس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر فدا کرے۔ کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے یا خبر ملی ہے؟ جواب میں فرمایا ہاں وہ امام حسن عسکریؑ نے اس کی اطلاع اپنی والدہ کو بھی دی۔ میں نے کہا پھر وہ مولود کہاں ہیں؟ جواب میں فرمایا پوشیدہ ہیں۔ میں نے عرض کیا ان کی غیبت کے دور میں شیعہ اپنے مسائل کے حل کے لیے کس کی طرف رجوع کریں۔ فرمایا ان کی دادی اور امام حسن عسکریؑ کی والدہ کی طرف۔ میں نے عرض کیا امام حسن عسکریؑ نے اپنے اس حکم کے جاری کرنے میں جس میں جمیع مومنین کو ایک عورت کی تقلید کا حکم دیا، کس کی تاسی فرمائی ہے؟ انہوں نے فرمایا اس امر خاص میں امامؑ نے حضرت امام حسینؑ کی تاسی کی ہے۔ جیسا کہ آپؑ نے بوقت شہادت اپنے باقی ماندہ اہل بیت کو تا صحت امام زین العابدینؑ اپنی بہن جناب زینبؑ کی تقلید کا حکم دیا تھا۔ آپؑ کے بعد امام زین العابدین نے بھی اپنی گوشہ نشینی کے ایام میں جناب زینبؑ کو اس امر کا مجاز فرمایا تھا۔ پھر آپؑ نے فرمایا تم لوگ تو روایان احادیث ہو کیا تم نے یہ روایت نہیں سنی کہ امام حسینؑ کے نویں فرزند کی میراث تقسیم ہوگی حالانکہ وہ زندہ ہوگا۔

۲۸ ـ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی اسود نے کہ میں نے کچھ مال ابو جعفر محمد بن عثمان عمریؒ کو دیا تاکہ امامؑ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ انہوں نے وہ مال مجھ سے لے لیا۔ پھر ان کی موت سے دو یا تین سال قبل میں پھر کچھ مال امامؑ کے لیے کر ان کے پاس گیا۔ اب کی مرتبہ انہوں نے مجھ کو حکم دیا کہ میں یہ مال ابوالقاسم روحیؒ کے پاس لے جاؤں۔ پس ابو جعفر عمریؒ نے ان کی شناخت کی تو مجھے حکم دیا کہ میں ان سے یہ مال لے لینے کا مطالبہ نہ کروں۔ مگر جو ابوالقاسم تک پہنچا ہے وہ مجھ تک پہنچ گیا۔ آخر کار میں وہ اموال ابوالقاسم کے پاس لے گیا اور ان کے قبضہ میں جو مال تھا اس کا مطالبہ ترک کر دیا۔

اس کتاب کے مولف جناب شیخ الصدوق علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ امامؑ کے وکلاء کو امامؑ کی طرف سے یہ علم ہوتا ہے کہ کس کی کیا ذمہ داری ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب یہ سب امور حکم الٰہی سے انجام پائیں۔

۲۹ ـ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی اسود نے کہ ابو جعفر عمریؒ نے اپنے لیے ایک قبر بنوائی پھر اسے برابر کر دیا اور امامؑ سے اس کے متعلق پوچھا۔ جواب آیا "انسان کے لئے اسباب ہیں" دوبارہ سوال بھیجا تو جواب آیا "میں حکم دیتا ہوں کہ میرے امور کو مکمل کرو" اس کے بعد دو مہینے میں ان کا انتقال ہو گیا۔

۳۰۔ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی اسودؒ نے کہ ایک سال مجھے ایک عورت نے کپڑا دیا اور کہا کہ اسے عمریؒ کے پاس پہنچا دینا۔ چنانچہ میں بہت سے کپڑوں کے ساتھ اسے بھی لے گیا۔ جب بغداد پہنچا تو مجھے حکم ہوا کہ یہ سب محمد بن عباس قمیؒ کے سپرد کر دو۔ یہ حکم پاتے ہی میں نے سوائے اس عورت کے دیئے ہوئے کپڑے کے تمام کپڑے محمد بن عباس قمیؒ کے حوالے کر دیئے۔ عمریؒ میری طرف متوجہ ہو کر بولے اس عورت کا کپڑا بھی تو حوالے کر دو۔ اب مجھے خیال آیا کہ ایک عورت نے مجھے ایک کپڑا دیا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے بہت تلاش کیا مگر وہ مجھے نہیں ملا۔ عمریؒ نے کہا تم پھر تلاش کرو مل جائے گا۔ میں نے مزید تلاش کیا تو وہ مل گیا۔ یہ امر قابل غور ہے کہ سامان کی فہرست میرے پاس تھی وہ عمریؒ کے پاس نہ تھی۔

۳۱۔ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی اسودؒ نے کہ محمد بن عثمان عمریؒ کی وفات کے بعد علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہؒ نے مجھ سے کہا کہ ابو القاسم روحیؒ سے گزارش کرو کہ وہ امام زمانہؑ سے عرض کریں کہ آپؑ میرے لئے ایک بیٹے کی دعا کریں۔ میں نے ابو القاسم سے کہا مگر انہوں نے منع کر دیا پھر تین دن کے بعد انہوں نے مجھے بتایا کہ امام عصرؑ نے علی بن حسین کے لئے دعا کر دی ہے۔ اور فرمایا کہ ان کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوگا اور اس کے بعد اور بھی اولاد ہوگی۔

ابو جعفر محمد بن علی اسودؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے لئے بھی درخواست کی کہ میرے لئے بھی ایک فرزند کی دعا فرما دیں۔ مگر میرے جواب میں فرمایا "اس کی کوئی سبیل نہیں" پس علی بن حسین کے یہاں اسی سال فرزند پیدا ہوا پھر اس کے بعد اور دوسرے ہوئے۔ لیکن میرے یہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

اس کتاب کے مؤلف جناب شیخ الصدوقؒ فرماتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی اسودؒ اکثر مجھ سے فرماتے تھے کہ جب کبھی محمد بن حسن احمد بن ولیدؒ مجھے دیکھتے کہ میں علمی کتب کے مطالعہ اور اس کے یاد کرنے میں مشغول ہوں تو فرماتے طلب علم میں تمہاری اس قدر رغبت کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ تم امام عصرؑ کی دعا سے پیدا ہوئے ہو۔

۳۲۔ بیان کیا مجھ سے ابو الحسین صالح بن شعیب طالقانی نے ذی القعدہ سن ۳۲۹ ہجری میں اس نے ابو عبداللہ احمد بن ابراہیم بن مخلد نے کہا کہ میں بغداد میں مشائخ رضی اللہ عنہم کے پاس حاضر ہوا تو شیخ ابو الحسن علی بن محمد سمری قدس اللہ روحہ نے کہا کہ "اللہ تعالیٰ علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی پر رحمت نازل کرے" ہم نے اس دن کی تاریخ لکھ لی کچھ دنوں بعد خبر آئی کہ اسی دن علی بن حسین کا انتقال ہوا تھا۔ اس کے بعد نصف شعبان سن ۳۲۸ ہجری میں ابو الحسن سمری کا بھی انتقال ہو گیا۔

۳۳۔ خبر دی مجھے محمد بن علی بن متیل نے ان سے کہا ان کے چچا جعفر بن محمد بن متیل نے بیان کیا کہ میں اور ابو القاسم حسین بن روح، ابو جعفر بن محمد بن عثمان عمری سمانؒ کی موت کے وقت موجود تھے۔ میں عمریؒ کے سرہانے

یا تھا تو وہ ان سے مسائل دریافت کر رہا تھا۔ پس عمریؓ میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ابو القاسم حسین بن روح کو نمائندہ مقرر کروں۔ پس میں اپنی جگہ سے اٹھا اور حسین بن روح کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ بٹھایا اور خود عمریؓ کے پاس جا بیٹھ گیا۔

۳۴۔ ہم سے محمد بن علی بن متیل نے بیان کیا کہ اہل آبہ کی ایک عورت جس کا نام زینب تھا اور وہ محمد بن عبدیل آبی کی زوجہ تھی میرے چچا جعفر بن محمد بن متیل کے پاس آئی۔ اس کے پاس تین سو دینار تھے وہ بولی کہ میں خود اپنے ہاتھ سے یہ رقم ابو القاسم بن روح کے حوالے کروں گی۔ میرے چچا نے مجھے اس کے ساتھ ترجمانی کے لئے کر دیا۔ جب وہ ابو القاسم بن روح کی خدمت میں پہنچی تو انہوں نے آبی زبان میں نہایت فصاحت سے کہا۔ "زینب! چون خویذا، کوانذا، چون استه" یعنی اے زینب تم کیسی ہو۔ تمہارا کیا حال ہے۔ بچے کیسے ہیں جب زینب نے یہ سنا تو مجھے ترجمانی سے مستغنی کر دیا اور رقم ان کے حوالے کر کے واپس چلی گئی۔

۳۵۔ مجھ سے محمد بن علی بن متیل نے بیان کیا ان سے ان کے چچا جعفر بن محمد بن متیل نے کہا کہ ایک روز ابو جعفر محمد بن عثمان سمان المعروف بہ عمری نے مجھے بلایا اور کچھ کپڑے اور درہموں کی ایک تھیلی دی اور مجھ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم بذات خود ابھی واسط جاؤ اور جو کچھ میں نے تمہارے سپرد کیا ہے وہ اس شخص کو دے دو جو واسط میں کشتی سے اتر کر ساحل پر جانے سے پہلے تمہیں ملے۔ یہ سن کر مجھے بہت رنج ہوا کہ ایسے معمولی کام کے لئے یہ سامان میرے سپرد کر کے مجھے بھیجا جا رہا ہے۔ بہر حال میں وہ سامان لے کر چلا اور کشتی سے اتر کر جیسے ہی ساحل کی طرف بڑھا سب سے پہلے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی۔ تو میں نے اس سے حسن بن محمد بن قطاۃ صیدلانی وکیل وقف واسط کے متعلق دریافت کیا انہوں نے جواب دیا میں ہی حسن بن محمد ہوں۔ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا میں جعفر بن محمد بن متیل ہوں۔ انہوں نے مجھے میرے نام سے پہچان کر مجھے سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا۔ اور ہم نے معانقہ کیا۔ میں نے کہا ابو جعفر عمری نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اور یہ کپڑے اور یہ تھیلی میرے سپرد کی ہے کہ میں آپ تک پہنچا دوں۔ انہوں نے کہا خدا کا شکر ہے۔ میں تو محمد بن عبد اللہ حائری کے انتقال کے بعد ان کے کفن وغیرہ کے انتظام کے لئے نکلا تھا یہ کہہ کر انہوں نے کپڑوں کی گٹھڑی کھولی۔ تو اس میں کفن اور کافور تھا جبکہ تھیلی کے اندر حمالوں برداروں اور گورکن کی مزدوری تھی۔ پھر میں جنازے میں شرکت کرنے کے بعد واپس آ گیا۔

۳۶۔ خبر دی مجھے ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ علوی نے کہ انہیں ان کے بھتیجے طاہر نے اپنے مکان میں جو بغداد میں روئی کے بازار کے قریب ہے بتایا کہ ایک مرتبہ ابو الحسن علی بن محمد بن علی عقیقی سن ۲۹۸ ہجری میں بغداد میں علی بن عیسیٰ بن جراح کے پاس آئے جبکہ وہ وزیر بادشاہت تھے۔ ابو الحسن عقیقی نے ان سے اپنی حاجت بیان کی تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے خاندان والے اس شہر میں بہت ہیں اگر میں ہر ایک کو دینا شروع کر دوں تو یہ سلسلہ بہت طویل

ہوجائے گا۔ عقیقی نے کہا اچھا تو پھر میں اس سے حاجت طلب کروں گا جس کے قبضے میں میری حاجت روائی ہے۔ علی بن عیسیٰ نے پوچھا وہ کون ہے؟ عقیقی نے کہا "خداتعالیٰ" یہ کہہ کر وہ غصے کی حالت میں وہاں سے چلے گئے۔ پس میں یہ کہتا ہوا چلا کہ ہر ہلاک ہونے والے کے لئے خدا کی طرف سے تعزیت ہے اور ہر مصیبت سے بچنے کا احساس ہے۔

عقیقی کہتے ہیں کہ جب میں وہاں سے واپس آیا تو حسین بن روح کا قاصد میرے پاس آیا میں نے اس سے علی بن عیسیٰ کی شکایت کی۔ اس نے جاکر حسین بن روح کو خبر دی تو انہوں نے ایک سو درہم جو عدد اور وزن میں پورے تھے، ایک رومال، حنوط اور کفن کے پارچے میرے پاس بھیج دیئے اور کہلایا کہ تمہارے مولا تم کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تمہیں ہم اور غم ہو تو اس رومال سے اپنا منہ پونچھ لیا کرنا۔ یہ تمہارے آقا علیہ السلام کا رومال ہے یہ درہم، حنوط اور کفن کے ٹکڑے لے لو اور تمہاری حاجت اسی شب میں پوری ہوجائے گی اور جب تم مصر جاؤ گے تو محمد بن اسماعیل تم سے دس دن پہلے مرجائے گا اس کے بعد تمہاری موت واقع ہوگی۔ یہ تمہارا کفن اور حنوط ہے اور تجہیز و تدفین کے لئے رقم بھی تم کو دی گئی ہے۔

میں نے وہ سب چیزیں بحفاظت رکھ لیں اور نمائندہ واپس ہوگیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی میں نے اپنے غلام سے کہا۔ خیر سے جاؤ دیکھو کون دستک دے رہا ہے۔ خیر دیکھ کر آیا اور کہا وزیر کے چچا زاد بھائی حمید بن محمد کاتب کا غلام ہے۔ میں نے کہا کہ اندر بلالو۔ وہ اندر آیا اور بولا۔ میرے مالک حمید نے کہلایا ہے کہ آپ کو وزیر نے بلایا ہے۔ آپ میرے ساتھ سواری پر چلئے۔

میں اس کے ساتھ گلی کوچوں کو طے کرتا ہوا شارع وزارت میں پہنچا۔ دیکھا کہ حمید میرے انتظار میں بیٹھا ہے۔ اس نے مجھے دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر ہم اس کے پاس پہنچے۔ وزیر نے مجھ سے کہا اے شیخ پروردگار نے تیری حاجت پوری کردی وہ مجھ سے معذرت کرنے لگا اور مجھے سربمہر ایک تحریر دی۔ میں وہ لے کر واپس ہوا۔

ابو محمد الحسن بن محمد کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نصیبین کے مقام پر خود ابوالحسن علی بن احمد عقیقی رحمۃ اللہ نے مجھ سے بیان کیا اور کہا کہ اس حنوط میں سے صرف اپنی پھوپھی کے لئے میں نے تھوڑا سا نکالا ہے۔ باقی میں نے سنبھال کے رکھ چھوڑا ہے۔ حسین بن روح نے مجھے بتایا ہے کہ میں صاحب املاک و جاگیر ہوگیا ہوں اور یہ کہ تمہاری حاجتیں امام عصرؑ کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی گئی ہیں۔ حسن بن محمد کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے عقیقی کی پیشانی اور آنکھوں کا بوسہ لیا اور کہا مجھے بھی اس کفن و حنوط اور ان درہموں کی زیارت کرادیں۔ انہوں نے یہ چیزیں مجھے دکھائیں جن میں ایک دھاری دار یمنی چادر، تین کپڑے اور عمامہ تھا۔ حنوط ایک تھیلی میں تھا۔ پھر انہوں نے درہم نکالے۔ میں نے گنے تو وہ سو درہم تھے۔ اور وزن میں بھی سو درہم تھے میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے ان میں سے ایک درہم عنایت فرمادیں۔ میں اس کی انگوٹھی بنواؤں گا۔ انہوں نے کہا ان میں سے تو نہیں البتہ میرے پاس سے جتنے چاہو لے

ہو۔ میں نے کہا میں آپ ہی سے لپٹنا چاہتا ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کی پیشانی اور آنکھوں کا بوسہ لیا اور پھر عرض کیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے ایک درہم دے دیا۔ اور میں نے اسے اپنے رومال میں باندھ کر آستین میں چھپالیا۔ جب میں مصر جانے لگا تو رومال کو تھیلے میں ڈال دیا۔ اور کتابیں اور کاغذات اس کے اوپر رکھ دیئے۔ کچھ دن مصر میں قیام کیا۔ ایک دن رومال نکال کر دیکھا تو اس میں گرہ تو لگی ہوئی تھی مگر اس میں درہم نہ تھا۔ میں پریشان ہوگیا اور عقیقی کے دروازے پر گیا۔ وہاں اس کے غلام خیر سے کہا کہ میں شیخ سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے عقیقی کے پاس لے گیا۔ عقیقی نے پوچھا کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ وہ درہم جو تم نے مجھے دیا تھا وہ میری تھیلی سے غائب ہے۔ یہ سن کر اس نے اپنے پاس موجود تمام درہموں کو شمار کیا تو وہ وزن اور عدد میں پورے ہو گئے۔ میں نے کہا ایک درہم پھر سے مجھے دے دو۔ انہوں نے انکار کیا۔ پھر وہ مصر چلے گئے۔ اپنی جائیداد کو قبضہ میں لیا پھر ان کے سامنے محمد بن اسماعیل کا انتقال ہوا۔ اور اس کے بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور امام کی دی ہوئی چیزوں سے ان کی تجہیز و تدفین ہوئی۔

بیان کیا مجھ سے علی بن حسین بن شاذویہ مؤدبؒ نے ان سے محمد بن عبداللہ نے ان سے ان کے والد عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ابراہیم نے کہ میں سن ۲۶۲ ہجری میں جناب حکیمہ خاتون بنت امام محمد تقیؑ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا۔ ہمارے درمیان ایک پردہ حائل تھا۔ میں نے ان سے ان کے دین کے بارے میں سوال کیا۔ پس انہوں نے میری توجہ اس شخصیت کی طرف مبذول کرائی جس کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ میں نے عرض کیا کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے یا ان کے متعلق کوئی خبر ملی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور حضرت امام عسکریؑ نے اس کی اطلاع اپنی والدہ کو بھی دی ہے۔ میں نے عرض کیا پھر وہ مولود کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا پوشیدہ ہیں۔ میں نے عرض کیا ان کی غیبت کے دور میں شیعہ اپنے مسائل کے حل کے لئے کس کی طرف رجوع کریں؟ آپ نے فرمایا ان کی دادی اور حضرت امام عسکریؑ کی والدہ کی طرف۔ میں نے عرض کیا حضرت امام حسن عسکریؑ نے اپنے اس حکم کے بارے میں جس میں جمیع مومنین کو ایک عورت کی تقلید کا حکم دیا کسی کی تاسی کی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا اس معاملہ میں حضرت امام حسینؑ کی تاسی کی ہے۔ جیسا کہ آپ نے بوقت شہادت اپنے باقی ماندہ اہل بیت کو تا صحت امام زین العابدین اپنی بہن جناب زینبؑ کی تقلید کا حکم دیا تھا۔ آپ کے بعد امام زین العابدین کی گوشہ نشینی کے ایام میں جو علم ظاہر ہوا اس کو جناب زینب کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تم لوگ تو روایات والے ہو۔ کیا تم نے یہ روایت نہیں سنی کہ امام حسین کے نویں فرزند کی میراث تقسیم ہوگی حالانکہ وہ زندہ ہوگا۔

۴۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ شیخ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے درمیان علی بن عیسیٰ قصری بھی تھے۔ پس ایک شخص کھڑا ہو

اور حسین بن روح سے بولا میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں فرمایا پوچھو۔ اس نے کہا یہ بتائیے کہ کیا حسین بن علی اللہ کے ولی تھے۔ فرمایا ہاں۔ پھر کہا کہ یہ بتائیں کہ ان کا قاتل خدا کا دشمن تھا؟ فرمایا ہاں۔ پھر کہا یہ کیسے جائز ہے کہ اللہ اپنے دشمن کو اپنے ولی پر مسلط کر دے۔ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ بولے میں جو کہا تم کہنا چاہتے ہو۔ یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے ظاہر ہو کر خطاب نہیں کرتا اور نہ بالمشافہ کلام کرتا ہے۔ بلکہ اس نے بندوں کی طرف ان کی جنس و اوصاف سے بشر کو رسول بنا کر بھیجا۔ اگر کسی اور جنس یا کسی اور صورت کے رسول بھیجتا تو لوگ ان سے متنفر ہو جاتے اور کبھی قبول نہ کرتے۔ پس انسانوں میں ان کی جنس کے رسول آئے جو کھاتے پیتے تھے اور بازار میں چلتے پھرتے تھے۔ لوگ انہیں دیکھ کر کہتے تم تو ہمارے جیسے بشر ہو۔ پس ہم اس وقت تک تمہاری بات تسلیم نہ کریں گے جب تک تم ہمیں کوئی ایسا معجزہ نہ دکھاؤ جس کے دکھانے پر دوسرے قادر نہ ہوں۔ پھر ہم سمجھیں گے کہ تم اللہ کے مخصوص بندے ہو۔ پس اللہ نے ان رسولوں کے لئے معجزے قرار دیئے۔ جن پر دوسرے لوگ قادر نہ تھے۔ ان رسولوں میں کوئی وہ تھے جنہوں نے قوم کو ڈرایا لیکن جب قوم کی سرکشی بڑھی تو ان کی بددعا سے طوفان آیا اور تمام باغی اور نافرمان ڈوب گئے۔ ان میں ایک ایسے تھے جن کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ آگ ان کے لئے ٹھنڈی ہو گئی اور سلامتی بن گئی۔ ان میں سے کوئی ایسا تھا جس نے پتھر سے اونٹنی کو نکالا جو دودھ دیتی تھی۔ کسی کے لیے پانی پر راستہ بنایا۔ کسی کے لئے پتھر سے چشمے جاری ہوئے اور خشک عصا سے اژدہا بنا دیا کہ جو کچھ ملا تھا کھا لیتا تھا۔ کسی نے مادر زاد اندھوں اور مبروص کو صحت دی اور مردوں کو خدا کے اذن سے زندہ کیا۔ اور لوگوں کو خبر دی کہ وہ گھر میں کیا کھاتے ہیں اور کیا جمع کرتے ہیں۔ کسی سے چاند کے ٹکڑے کئے اور ان سے جانوروں مثلاً اونٹ اور بھیڑیے وغیرہ نے گفتگو کی۔

پس اللہ تعالیٰ نے ایسے معجزے عطا کئے جن کی مثال لانے میں بندے عاجز تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کا اپنے بندوں پر لطف اور اس کی حکمت تھی کہ اس قدرت اور معجزات کے ہونے کے باوجود کچھ انبیاء علیہم السلام غالب رہے کچھ مغلوب، کچھ قاہر رہے کچھ مقہور۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کو اپنے اپنے زمانے میں غالب اور قاہر قرار دیتا تو پھر ان کی آزمائش اور امتحان نہ ہوتا۔ اور لوگ ان کو خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرنے لگتے اور بلاء اور مصیبت پر ان کی صورت صبر کا پتہ نہ چلتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال عام لوگوں کے احوال کی طرح رکھے تاکہ وہ بلاء اور مصیبت پر صبر کریں اور عافیت اور اعداء پر غلبہ پر شکر بجا لائیں اور ہر حال پر تواضع اختیار کریں، تکبر نہ کریں اور سرکشی نہ کریں تاکہ لوگ سمجھیں اور جانیں کہ ان کا ایک اللہ ہے جو ان کا خالق اور مدبر ہے۔ پس بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے رسول کی اطاعت کریں اور ان لوگوں پر اللہ کی حجت ثابت ہو جائے جو حدود خدا کو توڑتے ہیں اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں یا اللہ کی مخالفت اور دشمنی کرتے ہیں اور ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں جو اس کے رسول اور انبیاء لے کر آئے

تاکہ جو ہلاک ہو وہ دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔

محمد بن ابراہیم بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں دوسرے دن ابو القاسم بن روح قدس اللہ روحہ کے پاس گیا تو میں اپنے دل میں کہہ رہا تھا کہ اس شخص نے کل اپنی طرف سے کتنی بڑی بات کہہ دی۔ میرے کچھ کہنے سے قبل ہی حسین بن روح مجھ سے مخاطب ہوئے اور بولے اے محمد بن ابراہیم مجھے یہ بات منظور ہے کہ میں آسمان سے پھینک دیا جاؤں یا کوئی پرندہ مجھے اچک کر لے جائے یا ہوا مجھے اڑا کر کہیں دور لے جا کر پھینک دے مگر مجھے یہ منظور نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی رائے سے یا اپنے دل سے گھڑ کر کوئی بات کہوں۔ میں نے کل جو کچھ کہا وہ حضرت حجت صلوات اللہ علیہ وسلامہ سے سنا تھا۔

۳۸۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن یحییٰ عطارؒ نے ان سے ان کے والدؒ نے ان سے محمد بن شاذان بن نعیم شاذانی نے کہ میرے پاس پانچ سو درہم مال امامؑ کے جمع ہوئے جن میں بیس کھوٹے تھے تو میں نے ان میں اپنی طرف سے اصل بیس درہم ملا کر ابوالحسن اسدیؒ کے حوالے کر دیئے مگر یہ نہیں بتایا کہ میں نے ان میں اپنی طرف سے بیس درہم ملائے ہیں۔ امامؑ کی طرف سے جواب آیا کہ پانچسو درہم وصول پائے جن میں بیس درہم تمہارے ہیں۔

محمد بن شاذان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کچھ مال امامؑ کی خدمت میں بھیجا مگر تفصیل تحریر نہیں کی کہ کون سا مال کس کا ہے۔ جواب آیا کہ اتنا اتنا مال وصول ہوا جس میں اتنا مال فلاں کا ہے اور اتنا مال فلاں کا ہے۔

ابو العباس کوفی کا بیان ہے کہ ایک شخص کچھ رقم خدمت امامؑ میں بھیجنا چاہتا تھا مگر یہ بھی چاہتا تھا کہ کوئی معجزہ نظر آئے امامؑ کی طرف سے تحریر آئی اگر تم ہدایت چاہو گے تو ہدایت پاؤ گے اگر تلاش کرو گے تو حاصل کرو گے۔ لہٰذا جو کچھ تمہارے پاس ہے لے کر آؤ۔

اس شخص نے کہا پس میں نے اس رقم میں سے چھ دینار نکال کر باقی بغیر وزن کئے ہوئے خدمت امامؑ میں ارسال کر دیئے جواب آیا کہ طلب وہ چھ دینار جو بلا وزن تم نے نکال لئے ہیں وہ واپس لے آؤ جن کا وزن چھ دینار پانچ دوانیق اور ایک حبہ ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے ان دیناروں کا وزن کیا تو واقعاً اتنا ہی وزن تھا جتنا امامؑ نے تحریر فرمایا تھا۔

۳۹۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد عمار بن حسین بن اسحاق اسروشنیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو العباس احمد بن خضر بن ابی صالح خجندیؒ نے کہ وہ امام عصرؑ کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلے تاکہ ان پر حقیقت حال واضح ہو اور اطمینان قلب حاصل ہو اور رشد و عمل کی نشاندہی ہو۔ پس ان کے لئے امام عصرؑ کی یہ تحریر ظاہر ہوئی۔

جس نے بحث کی اس نے طلب کیا جس نے طلب کیا اس نے دلیل قائم کی جس نے دلیل قائم کی وہ ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا اس نے شرک کیا۔ وہ اس سے کہا پس میں نے جستجو کو چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا۔

ابو القاسم بن روح سے حکایت ہے کہ انھوں نے اس روایت کے بارے میں جو حضرت ابو طالب کے بارے میں ہے کہ حساب جمل کے ذریعے اسلام لائے اور اپنے ہاتھ سے تریسٹھ گرہیں لگائیں۔ کہا کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ ایک صاحب جود و کرم ہے۔(۱)

۲۰۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہارون فامیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عبد اللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اسحاق بن حامد کاتب سے انہوں نے کہا کہ قم میں ایک شخص پارچہ فروش تھا۔ اس کا ایک شریک تجارت مرجئی فرقہ کا تھا۔ ایک مرتبہ دونوں کے درمیان ایک نفیس کپڑا آیا۔ مومن نے کہا کہ یہ کپڑا میں اپنے مولا کو بھیجوں گا۔ اس کا شریک بولا میں تمہارے مولا کو نہیں جانتا مگر تم جو چاہو وہ کرو۔ پس اس نے وہ کپڑا مولا کی خدمت میں بھیجا۔ مولا نے اس کپڑے کے طول سے دو ٹکڑے کئے۔ ایک اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ ہمیں مرجئی کے مال کی حاجت نہیں۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے کہ شیخ ابو جعفر محمد بن عثمان عمری کے پاس امامؑ کی ایک توقیع آئی جس میں ان کے والد کے انتقال پر تعزیت کی گئی تھی۔ اس توقیع کے ایک حصہ میں تحریر تھا۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون تسلیماً لامرہ و رضاء بقضائہ" تمہارے والد کی زندگی سعید اور موت حمید ہے اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے اور انہیں اپنے اولیاء اور موالیان علیہم السلام سے ملحق فرمائے۔ یہ مسلسل ائمہ کے امور میں جدوجہد کرتے رہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اور ائمہ کا تقرب حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے چہرے کو پر نور اور شاداب رکھے"۔

اس توقیع کے ایک دوسرے حصہ میں یہ عبارت تھی۔ "اللہ تعالیٰ تمہیں اس مصیبت پر صبر جمیل عطا فرمائے ان کی موت پر تم بھی سوگوار ہو اور ہم بھی۔ ان کی جدائی کا جس قدر تم کو دکھ ہے اسی قدر ہمیں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے مقام پر خوش اور مطمئن رکھے۔ ان کے لئے کمال سعادت تو یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تم جیسا فرزند عطا فرمایا ہے جو ان کے بعد ان کا جانشین اور قائم مقام ہو۔ جو ان کے لئے طلب رحمت کر رہا ہے۔ اور میں کہتا ہوں الحمد للہ کہ اس نے تمہارے اور تمہارے قریبی رشتہ داروں کے نفوس پاک و طاہر بنائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے۔ تمہیں قوت اور تمہارے بازوؤں میں طاقت عطا فرمائے تمہیں توفیق خیر عطا فرمائے اور تمہارا ولی اور محافظ و نگہبان رہے۔

(۱) اس کی تفصیل صفحہ ۹۰ میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت امام عصرؑ کی توقیع

جو عمریؓ اور ان کے صاحب زادےؓ کے لیے ظاہر ہوئی اور جسے سعد بن عبداللہ نے روایت کیا

۴۲ - شیخ ابو عبداللہ جعفرؒ کہتے ہیں کہ امامؑ کی طرف سے ظاہر ہونے والی توقیع میں تحریر تھا۔

"اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اپنی طاعت کی توفیق دے۔ تم دونوں کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھے اور اپنی رضا سے نوازے۔ میں نے تذکرہ کیا کہ میثمی نے مختار اور اس کے مناظروں کی تمہیں خبر دی کہ اس وقت کوئی بھی جعفر بن علی کے علاوہ حق دار امامت نہیں اور وہ باتیں بھی تم نے تحریر کیں جو تمہارے ساتھیوں نے اس سے بیان کی ہیں۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اس شخص سے جو روشنی کے بعد اندھا ہو جائے۔ ہدایت کے بعد گمراہ ہو جائے اور برے عمل اور فتنوں کی ہلاکتوں میں مبتلا ہو۔ ارشاد رب العزت ہے۔ الم ۞ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا آمنا وهم لا یفتنون سورۃ عنکبوت آیت ۱-۲۔ الم۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ چھوڑ دیئے جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم ایمان لائے اور ہم ان کو نہیں آزمائیں گے؟ یہ لوگ کیسے فتنے کے شکار ہوگئے حیرت میں سرگرداں ہیں اور دائیں بائیں کو کھینچ رہے ہیں۔ یہ لوگ یا تو دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں یا اس میں شک کرتے ہیں۔ یا حق کے دشمن ہوگئے ہیں یا روایات صادقہ اور اخبار صحیحہ سے جاہل ہیں یا پھر جانتے ہیں مگر فراموش کر دیا ہے کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی چاہے وہ حجت ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

کیا یہ نہیں جانتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سلسلہ امامت جاری ہوا جو ایک امام کے بعد دوسرے امام سے ہوتا ہوا حضرت امام حسن عسکریؑ تک پہنچا۔ پس وہ اپنے آباء کرام علیہم السلام کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے حق اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی۔ یہ نور اور روشن ستارے اور منور قمر تھے۔ پھر اللہ نے حضرت امام حسن عسکریؑ کو بھی ان کے آباء کرام علیہم السلام سے ملحق کر دیا۔ اور یہ عہد امامت ان کے وصی تک پہنچا جن کو اللہ نے پردہ غیبت میں چھپا دیا۔ اور اس نے اس کے مقام کو اپنی مشیت کے ذریعے سے جو سبب حکم نافذ قضا و قدر کے پوشیدہ رکھا۔ اور اس میں ہماری مسرت ہے۔ ہمارے لیے ہی اللہ کا فضل و رحمت ہے۔ اگر اللہ کا حکم نہ ہوتا تو میں ان پر بہتر طریقے سے حق ظاہر کر دیتا اور امامت کو واضح کر دیتا اور علامت کو ظاہر کر دیتا اور اپنے کو ظاہر کر دیتا اور حجت قائم کرتا مگر اللہ کی مرضی یہ ہے کہ کسی میں غلبہ نہ حاصل کروں۔ اس کا ارادہ یہ ہے کہ ابھی واپس نہ آؤں۔ اس کی توفیق یہ ہے کہ ابھی ملاقات نہ کی جائے۔ پس وہ اپنی خواہشات نفس کی پرستش میں مصروف ہیں۔ انہیں چاہیئے کہ دین کی اصل پر قائم ہوں۔ اور ان امور میں بحث نہ کریں جو ان سے پوشیدہ ہیں تاکہ گناہگار نہ ہوں۔ اور اللہ کے بھیدوں کو کھولنے کی کوشش نہ کریں ورنہ شرمندہ ہوں گے اور جانیں کہ حق ہمارے ساتھ اور ہمارے درمیان ہے۔ ہمارے علاوہ جو یہ

دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور فتنہ پرداز ہے۔ ہمارے علاوہ جو اپنی طرف دعوت دے وہ گمراہ ہے۔ پس اس پر اکتفا کریں اور سننے پر قناعت کریں اور تفصیل و تشریح طلب نہ کریں۔ ان شاء اللہ

"غیبت قائم علیہ السلام میں دعا"

۴۳۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسین بن احمد مکتب نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے ابو علی بن ہمام نے یہ دعا بیان فرمائی اور کہا کہ شیخ عمری قدس اللہ روحہ نے ان کو یہ دعا املاء کرائی اور تاکید کی کہ یہ دعا پڑھا کریں۔ یہ دعا غیبت امام کے زمانے کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي نَفْسَكَ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَفْسَكَ لَمْ أَعْرِفْ نَبِيَّكَ، اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي نَبِيَّكَ فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي نَبِيَّكَ لَمْ أَعْرِفْ حُجَّتَكَ اَللّٰهُمَّ عَرِّفْنِي حُجَّتَكَ، فَإِنَّكَ إِنْ لَمْ تُعَرِّفْنِي حُجَّتَكَ ضَلَلْتُ عَنْ دِيْنِي، اَللّٰهُمَّ لَا تُمِتْنِي مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً وَلَا تُزِغْ قَلْبِي بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنِي، اَللّٰهُمَّ فَكَمَا هَدَيْتَنِي بِوِلَايَةِ مَنْ فَرَضْتَ طَاعَتَهُ عَلَيَّ مِنْ وُلَاةِ أَمْرِكَ بَعْدَ رَسُوْلِكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ حَتّٰى وَالَيْتُ وُلَاةَ أَمْرِكَ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَعَلِيًّا وَمُحَمَّدًا وَجَعْفَرًا وَمُوْسٰى وَعَلِيًّا وَمُحَمَّدًا وَعَلِيًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُجَّةَ الْقَائِمَ الْمَهْدِيَّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِيْنَ، اَللّٰهُمَّ فَثَبِّتْنِي عَلٰى دِيْنِكَ وَاسْتَعْمِلْنِي بِطَاعَتِكَ، وَلَيِّنْ قَلْبِي لِوَلِيِّ أَمْرِكَ، وَعَافِنِي مِمَّا امْتَحَنْتَ بِهِ خَلْقَكَ، وَثَبِّتْنِي عَلٰى طَاعَةِ وَلِيِّ أَمْرِكَ الَّذِي سَتَرْتَهُ عَنْ خَلْقِكَ وَبِإِذْنِكَ غَابَ عَنْ بَرِيَّتِكَ، وَأَمْرَكَ يَنْتَظِرُ وَأَنْتَ الْعَالِمُ غَيْرُ الْمُعَلَّمِ بِالْوَقْتِ الَّذِي فِيْهِ صَلَاحُ أَمْرِ وَلِيِّكَ فِي الْإِذْنِ لَهُ بِإِظْهَارِ أَمْرِهِ وَكَشْفِ سِتْرِهِ، فَصَبِّرْنِي عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى لَا أُحِبَّ تَعْجِيْلَ مَا أَخَّرْتَ وَلَا تَأْخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ، وَلَا كَشْفَ مَا سَتَرْتَهُ، وَلَا الْبَحْثَ عَمَّا كَتَمْتَهُ، وَلَا أُنَازِعَكَ فِي تَدْبِيْرِكَ وَلَا أَقُوْلَ لِمَ وَكَيْفَ، وَمَا بَالُ وَلِيِّ الْأَمْرِ لَا يَظْهَرُ، وَقَدِ امْتَلَأَتِ الْأَرْضُ مِنَ الْجَوْرِ، وَأُفَوِّضُ أُمُوْرِي كُلَّهَا إِلَيْكَ.

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ أَنْ تُرِيَنِي وَلِيَّ أَمْرِكَ ظَاهِرًا نَافِذَ الْأَمْرِ مَعَ عِلْمِي بِأَنَّ لَكَ

اللُّطْفَ وَالْقُدْرَةَ وَالْبُرْهَانَ وَالْحُجَّةَ وَالْمَشِيَّةَ وَالْإِرَادَةَ وَالْحَوْلَ وَالْقُوَّةَ، فَافْعَلْ ذٰلِكَ بِي وَبِجَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى نَنْظُرَ إِلَى وَلِيِّكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ ظَاهِرَ الْمَقَالَةِ، وَاضِحَ الدَّلَالَةِ، هَادِيًا مِنَ الضَّلَالَةِ، شَافِيًا مِنَ الْجَهَالَةِ، أَبْرِزْ يَا رَبِّ مُشَاهَدَتَهُ وَثَبِّتْ قَوَاعِدَهُ، وَاجْعَلْنَا مِمَّنْ تَقَرُّ عَيْنُهُ بِرُؤْيَتِهِ، وَأَقِمْنَا بِخِدْمَتِهِ، وَتَوَفَّنَا عَلَى مِلَّتِهِ وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَتِهِ.

اللَّهُمَّ أَعِذْهُ مِنْ شَرِّ جَمِيعِ مَا خَلَقْتَ وَبَرَأْتَ وَذَرَأْتَ وَأَنْشَأْتَ وَصَوَّرْتَ وَاحْفَظْهُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ فَوْقِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ بِحِفْظِكَ الَّذِي لَا يَضِيعُ مَنْ حَفِظْتَهُ بِهِ، وَاحْفَظْ فِيهِ رَسُولَكَ وَوَصِيَّ رَسُولِكَ اللَّهُمَّ وَمُدَّ فِي عُمُرِهِ، وَزِدْ فِي أَجَلِهِ وَأَعِنْهُ عَلَى مَا أَوْلَيْتَهُ وَاسْتَرْعَيْتَهُ، وَزِدْ فِي كَرَامَتِكَ لَهُ فَإِنَّهُ الْهَادِي الْمُهْتَدِي وَالْقَائِمُ الْمَهْدِيُّ الطَّاهِرُ التَّقِيُّ النَّقِيُّ الزَّكِيُّ الرَّضِيُّ الْمَرْضِيُّ الصَّابِرُ الْمُجْتَهِدُ الشَّكُورُ.

اللَّهُمَّ وَلَا تَسْلُبْنَا الْيَقِينَ لِطُولِ الْأَمَدِ فِي غَيْبَتِهِ وَانْقِطَاعِ خَبَرِهِ عَنَّا، وَلَا تُنْسِنَا ذِكْرَهُ وَانْتِظَارَهُ وَالْإِيمَانَ وَقُوَّةَ الْيَقِينِ فِي ظُهُورِهِ وَالدُّعَاءَ لَهُ وَالصَّلَاةَ عَلَيْهِ حَتَّى لَا يُقَنِّطَنَا طُولُ غَيْبَتِهِ مِنْ ظُهُورِهِ وَقِيَامِهِ، وَيَكُونَ يَقِينُنَا فِي ذٰلِكَ كَيَقِينِنَا فِي قِيَامِ رَسُولِكَ صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَآلِهِ، وَمَا جَاءَ بِهِ مِنْ وَحْيِكَ وَتَنْزِيلِكَ وَقَوِّ قُلُوبَنَا عَلَى الْإِيمَانِ بِهِ حَتَّى تَسْلُكَ بِنَا عَلَى يَدَيْهِ مِنْهَاجَ الْهُدَى وَالْحُجَّةَ الْعُظْمَى، وَالطَّرِيقَةَ الْوُسْطَى، وَقَوِّنَا عَلَى طَاعَتِهِ، وَثَبِّتْنَا عَلَى مُتَابَعَتِهِ وَاجْعَلْنَا فِي حِزْبِهِ وَأَعْوَانِهِ وَأَنْصَارِهِ وَالرَّاضِينَ بِفِعْلِهِ وَلَا تَسْلُبْنَا ذٰلِكَ فِي حَيَاتِنَا وَلَا عِنْدَ وَفَاتِنَا حَتَّى تَتَوَفَّانَا وَنَحْنُ عَلَى ذٰلِكَ غَيْرَ شَاكِّينَ وَلَا نَاكِثِينَ وَلَا مُرْتَابِينَ وَلَا مُكَذِّبِينَ.

اللَّهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَهُ وَأَيِّدْهُ بِالنَّصْرِ وَانْصُرْ نَاصِرِيهِ وَاخْذُلْ خَاذِلِيهِ، وَدَمِّرْ عَلَى مَنْ نَصَبَ لَهُ وَكَذَّبَ بِهِ، وَأَظْهِرْ بِهِ الْحَقَّ، وَأَمِتْ بِهِ الْبَاطِلَ وَاسْتَنْقِذْ بِهِ عِبَادَكَ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الذُّلِّ وَانْعَشْ بِهِ الْبِلَادَ، وَاقْتُلْ بِهِ جَبَابِرَةَ الْكُفْرِ، وَاقْصِمْ بِهِ رُؤُوسَ الضَّلَالَةِ وَذَلِّلْ بِهِ الْجَبَّارِينَ وَالْكَافِرِينَ وَأَبِرْ بِهِ الْمُنَافِقِينَ وَالنَّاكِثِينَ وَجَمِيعَ الْمُخَالِفِينَ وَالْمُلْحِدِينَ فِي مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَمَغَارِبِهَا، وَبَرِّهَا وَبَحْرِهَا،

وسهلها وجبلها حتّى لا تدع منهم ديّاراً ولا تبقي لهم آثاراً، وتطهّر منهم بلادك، واشف منهم صدور عبادك، وجدّد به ما امتحى من دينك، وأصلح به ما بدّل من حكمك، وغيّر من سنّتك حتّى يعود دينك به وعلى يديه غضّاً جديداً صحيحاً لا عوج فيه ولا بدعة معه حتّى تطفئ بعدله نيران الكافرين، فإنّه عبدك الذي استخلصته لنفسك وارتضيته لنصر نبيّك، واصطفيته بعلمك وعصمته من الذنوب وبرّأته من العيوب، وأطلعته على الغيوب، وأنعمت عليه وطهّرته من الرجس ونقّيته من الدنس

اللهمّ فصلّ عليه وعلى آبائه الأئمّة الطاهرين، وعلى شيعتهم المنتجبين، وبلّغهم من آمالهم أفضل ما يأملون، واجعل ذلك منّا خالصاً من كلّ شكّ وشبهة ورياء وسمعة حتّى لا نريد به غيرك ولا نطلب به إلّا وجهك

اللهمّ إنّا نشكو إليك فقد نبيّنا، وغيبة وليّنا، وشدّة الزمان علينا، ووقوع الفتن بنا، وتظاهر الأعداء علينا، وكثرة عدوّنا وقلّة عددنا

اللهمّ فافرج ذلك عنّا بفتح منك تعجّله، ونصر منك تعزّه، وإمام عدل تظهره إله الحقّ ربّ العالمين

اللهمّ إنّا نسألك أن تأذن لوليّك في إظهار عدلك في عبادك وقتل أعدائك في بلادك حتّى لا تدع للجور يا ربّ دعامة إلّا قصمتها ولا بنية إلّا أفنيتها، ولا قوّة إلّا أوهنتها، ولا ركناً إلّا هددته ولا حدّاً إلّا فللته، ولا سلاحاً إلّا أكللته ولا راية إلّا نكّستها، ولا شجاعاً إلّا قتلته، ولا جيشاً إلّا خذلته، وارمهم يا ربّ بحجرك الدامغ واضربهم بسيفك القاطع، وبأسك الذي لا تردّه عن القوم المجرمين، وعذّب أعداءك وأعداء دينك وأعداء رسولك بيد وليّك وأيدي عبادك المؤمنين

اللهمّ اكف وليّك وحجّتك في أرضك هول عدوّه وكد من كاده وامكر بمن مكر به، واجعل دائرة السوء على من أراد به سوءاً، واقطع عنه مادّتهم وارعب له قلوبهم، وزلزل له أقدامهم، وخذهم جهرة وبغتة، وشدّد عليهم عقابك، وأخزهم في عبادك، والعنهم في بلادك، وأسكنهم أسفل نارك،

وَأَحْطِطْ بِهِمْ شَدَّ عَذَابِكَ، وَأَصْلِهِمْ نَارَكَ، وَاحْشُ قُبُورَ مَوْتَاهُمْ نَاراً، وَأَصْلِهِمْ حَرَّ نَارِكَ، فَإِنَّهُمْ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ وَأَذَلُّوا عِبَادَكَ.

اَللّٰهُمَّ وَأَحْيِ بِوَلِيِّكَ الْقُرْآنَ، وَأَرِنَا نُورَهُ سَرْمَداً لَا ظُلْمَةَ فِيهِ، وَأَحْيِ بِهِ الْقُلُوبَ الْمَيِّتَةَ، وَاشْفِ بِهِ الصُّدُورَ الْوَغِرَةَ، وَاجْمَعْ بِهِ الْأَهْوَاءَ الْمُخْتَلِفَةَ عَلَى الْحَقِّ، وَأَقِمْ بِهِ الْحُدُودَ الْمُعَطَّلَةَ وَالْأَحْكَامَ الْمُهْمَلَةَ حَتَّى لَا يَبْقَى حَقٌّ إِلَّا ظَهَرَ، وَلَا عَدْلٌ إِلَّا زَهَرَ، وَاجْعَلْنَا يَا رَبِّ مِنْ أَعْوَانِهِ وَمُقَوِّي سُلْطَانِهِ وَالْمُؤْتَمِرِينَ لِأَمْرِهِ وَالرَّاضِينَ بِفِعْلِهِ، وَالْمُسَلِّمِينَ لِأَحْكَامِهِ، وَمِمَّنْ لَا حَاجَةَ لَهُ بِهِ إِلَى التَّقِيَّةِ مِنْ خَلْقِكَ وَأَنْتَ يَا رَبِّ الَّذِي تَكْشِفُ السُّوءَ وَتُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاكَ، وَتُنْجِي مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ، فَاكْشِفْ يَا رَبِّ الضُّرَّ عَنْ وَلِيِّكَ، وَاجْعَلْهُ خَلِيفَةً فِي أَرْضِكَ كَمَا ضَمِنْتَ لَهُ.

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِي مِنْ خُصَمَاءِ آلِ مُحَمَّدٍ، وَلَا تَجْعَلْنِي مِنْ أَعْدَاءِ آلِ مُحَمَّدٍ، وَلَا تَجْعَلْنِي مِنْ أَهْلِ الْحَنَقِ وَالْغَيْظِ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، فَإِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ ذَلِكَ فَأَعِذْنِي وَأَسْتَجِيرُ بِكَ فَأَجِرْنِي.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَاجْعَلْنِي بِهِمْ فَائِزاً عِنْدَكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ.

ترجمہ: اے اللہ تو مجھے اپنی معرفت عطا فرما۔ اگر تو نے اپنی معرفت عطا نہ کی تو میں تیرے نبی کی معرفت حاصل نہ کر سکوں گا۔ اے اللہ اپنے نبی کی معرفت عطا کر اگر تو نے نبی کی معرفت عطا نہ کی تو میں تیری حجت کی معرفت نہ حاصل کر سکوں گا۔ اے اللہ اپنی حجت کی معرفت عطا کر اگر تو نے اپنی حجت کی معرفت عطا نہ کی تو میں اپنے دین سے گمراہ ہو جاؤں گا۔ اے اللہ مجھے جاہلیت کی موت نہ دے اور میرے قلب کو ہدایت کے بعد پھیر نہ دے۔ اے اللہ جب کہ تو نے میری ہدایت کی ان کی ولایت کی طرف جن کی اطاعت مجھ پر لازم ہے جو تیرے رسول کے بعد تیرے امر کے ولی ہیں ان پر اور ان کی ولایت پر درود یہاں تک کہ میں متمسک ہو گیا ہوں تیرے امر کے ولی امیرالمومنین و حسن و حسین و علی و محمد و جعفر و موسیٰ و علی و محمد و علی و حسن و حجۃ القائم مہدی ان سب پر تیرا درود ہو۔ اے اللہ مجھے اپنے دین پر ثابت قدم رکھ اپنی اطاعت پر ہر وقت آمادہ رکھ اور میرے قلب کو اپنے ولی کے امر کے لئے نرم رکھ۔ مجھے بچا ان آزمائشوں سے جن میں تو اپنی مخلوق کو مبتلا کرتا ہے۔ اور مجھے ثابت قدم رکھ اپنے ولی کے امر کی اطاعت پر جن کو تو نے خلق کی نظروں سے پوشیدہ کیا ہے اور جو تیرے اذن سے مخلوق سے غائب ہیں۔ اور تیرے حکم کے منتظر ہیں اور تو عالم غیر معلم

ہے اس وقت کا جس میں تیرے ولی کے امور کی صلاح ہوگی (اسباب ظہور درست ہوں گے) اور ظہور پر نور تیرے اذن سے ہوگا اور غیبت کا پردہ چاک ہوگا۔ پس مجھے ان امور میں صبر عطا فرما کہ میں ان چیزوں میں عجلت نہ کروں جن کو تو نے مؤخر کیا ہے۔ ان میں تاخیر نہ کروں جن میں تو نے تعجیل پسند کی ہے اور نہ ان چیزوں کے پیچھے پڑوں جن کو تو نے پوشیدہ رکھا ہے اور نہ ان امور میں جن کو تو نے مخفی رکھا بحث میں پڑوں اور نہ تیری تدبیر میں تنازعہ کروں اور نہ (تیری قضا و قدر میں) کیوں اور کیسے کہوں اور نہ یہ کہ کیا وجہ ہے کہ صاحب امرؑ ظہور نہیں کرتے حالانکہ زمین ظلم و جور سے بھر گئی ہے اور میں نے اپنے تمام امور تیری طرف تفویض کر دیئے۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنے ولی امرؑ کے جمال بے مثال کی زیارت کرا جبکہ ان کے احکامات نافذ ہوں گے (ان کی حکومت قائم ہوگی) میں جانتا ہوں کہ تیرے لئے ہی دلیل و قدرت و برہان، حجت، مشیئت و ارادہ اور طاقت و قوت ہے۔ پس یہ لطف مجھ پر اور تمام مومنین پر فرما کہ ہم سب تیرے ولی امر کی زیارت کریں تیرا درود ان پر اور ان کی آل پر ہو۔ اس طرح ان کا فرمان ظاہر ہو، رسائی واضح ہو، وہ گمراہی سے ہدایت کرنے والے اور جہالت کی بیماری سے شفا دینے والے ہیں۔ اے اللہ ہمیں ان کے مشاہدہ کر شکار کر ان کے ارکان حکومت کو مستحکم کر اور ہمیں ان لوگوں میں قرار دے جو ان کے جمال بے مثال کی زیارت کریں گے۔ اور ہمیں توفیق دے کہ ہم ان کی خدمت بجالائیں۔ اور ان کے دین پر مریں اور ان کے زمرے میں محشور ہوں۔

اے اللہ امام غائبؑ کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھ جنہیں تو نے خلق کیا، عدم سے وجود میں لایا، پیدا کیا، پرورش کی اور صورت دی اور امامؑ کو بچا اس (شر) سے جو ان کے سامنے سے آئے اور پیچھے سے آئے۔ دائیں سے آئے بائیں سے آئے، اوپر سے آئے اور نیچے سے آئے۔ اپنی حفاظت میں رکھ کر اس حفاظت میں آنے کے بعد کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور ان کے ذریعے (ذریعہ رسولؐ اور وصی رسولؐ کے احکامات) کی حفاظت فرما۔ اے اللہ امام عصرؑ کی عمر طویل فرما۔ ان کی حیات میں اضافہ فرما اور اپنی اس ولایت و حکومت میں جو تو عطا کرے گا ان کی مدد فرما۔ ان پر لطف و کرم میں اضافہ فرما۔ وہ ہادی، مہتدی اور امر حق کو قائم کرنے والے ہدایت یافتہ، پاک، صاحب تقویٰ، خالص، پاکیزہ، خوشنود، پسندیدہ، صابر، راہ خدا میں کوشاں اور شاکر ہیں۔

اے اللہ ہمارے یقین کو ان کی مدت غیبت کی طوالت اور ان کے خبر کے منقطع ہوجانے کے باعث سلب نہ کر اور ان کی یاد اور ان کے انتظار اور ان پر ایمان اور ان کے ظہور کے بارے میں یقین کامل، ان کے لئے دعا اور ان پر درود و سلام کے طریقہ کو ہمارے دل سے محو نہ کرنا یہاں تک کہ ہم ان کی طوالت غیبت کے باعث ان کے ظہور سے مایوس نہ ہوجائیں اور ہمیں امام عصرؑ کے قیام کا اسی طرح یقین کامل ہو جیسے ہمیں تیرے رسولؐ کے قیام کا یقین ہے۔ اور جیسے ان چیزوں کا جو وحی اور تنزیل کے ذریعہ حضور اکرمؐ تک آئیں ہمارے قلوب میں ان کے ظہور کے ایمان

کر قوی فرما یہاں تک کہ تو ہمیں اس راہ پر چلا جو شاہراہ ہدایت عظمیٰ اور وہ میانہ روی کا راستہ ہے اور ہمیں ان کی اطاعت کی طاقت دے اور ان کی اتباع پر ثابت قدم رکھ اور ہمیں ان کے لشکر اور ان کے دوستوں اور مددگاروں میں قرار دے اور ان لوگوں میں قرار دے جو ان کے ہر عمل سے راضی ہیں اور اس سعادت سے ہمیں ہماری زندگی میں محروم نہ رکھ اور موت کے وقت یہاں تک کہ جب ہمیں موت آئے تو ہم اسی ایمان و یقین پر ہوں اور نہ ہم شک کرنے والوں میں ہوں اور نہ عہد شکنی کرنے والوں میں اور نہ سستی و کاہلی کرنے والوں میں اور نہ تکذیب کرنے والوں میں ہوں۔

اے اللہ ان کے ظہور میں تعجیل فرما اور ان کی نصرت فرما اور ان لوگوں کی نصرت فرما جو ان کی مدد کریں اور انہیں چھوڑ دے جو انہیں چھوڑ دیں اور ان کو تباہ و برباد کر دے جو آپ سے دشمنی رکھیں اور ان کی تکذیب کریں۔ ان کے وجود اقدس سے دین حق کو ظاہر فرما۔ ان کے ذریعہ باطل کا خاتمہ فرما اور ان کے ذریعہ مومنین کو ذلت و خواری سے نجات دلا۔ شہروں کو ان کی برکت سے آباد فرما ان کے ہاتھوں کفر کے جباروں کو قتل کر۔ گمراہوں کے رؤسا کی طاقت کو توڑ اور ان کے ذریعہ جابروں و کافروں کو ذلیل فرما اور ان کے ذریعہ منافقین عہد شکنی کرنے والوں اور تمام مخالفوں، بے دینوں کو جو زمین پر مشرق و مغرب، خشکی اور سمندر، بیابانوں اور پہاڑوں میں جہاں بھی رہتے ہوں تباہ و برباد کر دے یہاں تک کہ ان کے شہر بھی نہ ان کے آثار اور ان سے تیرے شہر پاک ہو جائیں۔ اور ان کے ناپاک وجود سے اپنے بندوں کے دلوں کو شفا بخش کیونکہ ان کا وجود مرض کی علامت ہے اور جو چیزیں تیرے دین سے مٹا دی گئی ہیں امام عصر کے ذریعہ ان کی تجدید کر اور تیرے وہ احکام جو بدل دیئے گئے ہیں اور تیری وہ سنت جس میں تبدیلی کی گئی ہے امام عصر کے وسیلہ سے ان کی اصلاح فرما یہاں تک کہ امام کے وجود کی برکت سے تیرا دین پھر سے تروتازہ اور صحیح حالت میں آ جائے۔ جس میں کجی اور بدعت نہ ہو اور قابل عمل ہو جائے اور ان کی حکومت عدل کے باعث کفر کی آگ بجھ جائے کیونکہ (امام عصر) تیرے وہ بندے ہیں جن کو تو نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے اور اپنے نبی کی نصرت کے لئے پسند کیا اور اپنے علم کے لئے چن لیا اور انہیں گناہوں سے محفوظ رکھا اور ہر قسم کے عیب سے مبرا رکھا اور ہر عیب سے ان کو مطلع کیا اور ان پر اپنی نعمتیں نازل کیں۔ ان کو ہر رجس و نجاست سے پاک رکھا۔ اور ہر طرح کے میل کچیل سے پاک و طاہر رکھا۔

اے اللہ درود بھیج ان پر اور ان کے آباء طاہرین پر اور ان کے برگزیدہ شیعوں پر اور ان کی امیدوں کو کامل فرما اور ہماری اس دعا کو ہر شک شبہ اور ریاکاری و خودنمائی سے پاک رکھ یہاں تک کہ ہم تیرے علاوہ کسی غیر کا ارادہ نہ کریں اور صرف تیری ذات کی خوشنودی طلب کریں۔

اے اللہ ہم تیری بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں اس بات کی کہ ہمارے درمیان ہمارے نبی نہیں ہیں اور ہمارے امام غیبت میں ہیں ہم پر زمانہ کی سختیاں ہیں ہم فتنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر دشمن غالب آ گئے

ہیں۔ ہمارے دشمنوں کی کثرت ہے، ہماری تعداد کم ہے۔

پس [illegible] محمد و آل محمد پر درود بھیج اور ہمیں ان مصیبتوں سے نجات دلا اور امام عدل کے ذریعہ ہمیں غلبہ عطا فرما۔ اے معبود برحق ہماری دعا قبول کر۔

اے اللہ ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو اپنے ولی کو اجازت دے کہ وہ تیرے بندوں میں تیرے عدل کا اظہار کریں اور تیرے دشمنوں کو قتل کریں یہاں تک کہ ظلم کا کوئی ستون باقی نہ رہے۔ اے پروردگار ظلم کے ستون ڈھا دے اور ظلم کی بنیادوں کو ویران کر دے۔ ان کے رکن کو منہدم کر دے۔ ان کی تلوار کو کند کر دے۔ ان کے اسلحہ کو ناکارہ کر دے۔ ان کے جھنڈے کو نیچا کر دے۔ ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دے۔ ان کے لشکر میں پھوٹ ڈال دے۔ [illegible] سخت پتھروں کی ان پر بارش کر دے۔ [illegible] تلوار سے ان پر ضرب لگا اور اپنے عذاب کی شدت کو قوم مجرمین سے [illegible] اور اپنے دشمنوں اور اپنے رسول کے دشمنوں پر اپنے ولی اور مومن بندوں کے ہاتھ سے عذاب نازل فرما۔

اے پروردگار تو اپنے ولی اور اپنی حجت کی زمین پر کفایت فرما اور ان کے دشمنوں کے خوف و ہراس سے ان کے [illegible] اور جو ان کے ساتھ مکر و فریب کرے تو اس مکر و فریب کو توڑ دے اور جو امام قائم کے ساتھ [illegible] کا ارادہ کرے تو اس کو [illegible] کر دے۔ ان کے وجود مبارک سے زمانے کے فتنے کو دور کر [illegible] دشمنوں کے دلوں پر ان کا رعب و دبدبہ ڈال۔ ان کے دشمنوں کے اقدام کو متزلزل کر دے۔ ان کے دشمنوں کو سرگردان [illegible] کر دے [illegible] پر اپنا شدید عذاب نازل [illegible] اپنے بندوں میں [illegible] ان پر لعنت کر دے۔ اور جہنم کے انتہائی پست مقام میں [illegible] ان پر دردناک عذاب نازل [illegible] آگ سے [illegible] اور ان کی اموات کی قبور کو آگ سے بھر دے [illegible] آتش [illegible] جلا دے [illegible] کر ضائع کیا [illegible] شہوات کا اتباع کیا اور تیرے بندوں کو ذلیل کیا۔

اے اللہ قرآن کو اپنے ولی کے ذریعے سے زندہ کر دے [illegible] کو [illegible] جس میں تاریکی نہیں [illegible] ہوتی [illegible] کے ذریعہ مختلف [illegible] نفسانی کو حق [illegible] جمع فرما [illegible] ان کے [illegible] معطل حدود [illegible] احکام کو قائم [illegible] یہاں تک کہ حق ظاہر [illegible] عدل قائم ہو جائے [illegible] لوگوں میں قرار دے [illegible] حکومت کے باعث تقویت ہوں [illegible] ان کے احکامات کے [illegible] ان کے ہر فعل سے [illegible] احکام کو تسلیم کرنے [illegible] کو تیری مخلوق سے تقیہ کی ضرورت نہ ہو گی۔ اے پروردگار تو ہی [illegible] مضطر کی دعا قبول [illegible] عظمت [illegible] تقیہ سے نجات لانے والا [illegible]

دل سے [illegible] طرف [illegible] پر [illegible] قرار دے جیسا کہ تو نے [illegible] کے لیے فیصلہ فرمایا ہے۔

اے پروردگار مجھے آل محمدؐ سے محبت کرنے والوں میں قرار دے [illegible] ان کے دشمنوں میں قرار نہ دے اور مجھے [illegible] عجلت [illegible] اور [illegible] ان باتوں سے میں تیری پناہ [illegible] بس تجھ سے پناہ [illegible] اور [illegible] تیری فریاد کرتا ہوں۔

اے اللہ درود بھیج محمد و آل محمدؐ پر اور مجھے ان کے ساتھ دنیا و آخرت میں کامیاب فرما اور اپنی بارگاہ میں مقرب قرار دے۔

۴۴۔ بیان کیا مجھ سے ابو محمد حسن بن احمد مکتب نے انہوں نے کہا کہ جس سال شیخ علی بن محمد سمری [illegible] اللہ [illegible] کا انتقال ہوا میں مدینہ [illegible] میں تھا [illegible] ان کی وفات سے چند دن پہلے جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے امام [illegible] توقیع تمام لوگوں کو دکھائی جس میں تحریر تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم اے علی بن محمد سمری اللہ تمہارے بھائیوں کو تمہارے بارے میں اجر عظیم عطا کرے اب سے چھ دن بعد تمہارا انتقال ہو جائے گا۔ پس اپنے امور کو مکمل کر لو اور خدا کے لیے کسی کو مقرر نہ کرنا جو تمہاری وفات کے بعد تمہارا قائم مقام ہو [illegible] غیبت تامہ واقع ہو چکی ہے اور [illegible] ظہور نہ ہوگا [illegible] اور یہ ایک طویل مدت کے بعد ہوگا [illegible] دلوں میں [illegible] سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی۔ ہمارے شیعوں میں سے کچھ ایسے ہوں گے جو مجھے دیکھنے کا دعویٰ کریں گے۔ مگر جو خروج سفیانی اور صیحہ [illegible] کے پیدا ہونے سے قبل مجھے دیکھنے کا دعویٰ کرے وہ [illegible] مفتری ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم [illegible] اس توقیع کی نقل [illegible] ان کے پاس سے چلے [illegible] چھٹا دن [illegible] ان کے پاس [illegible] وہ عالم نزع میں تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے بعد آپ کا نائب کون ہوگا [illegible] خدا کے لیے [illegible] ہے جسے وہ پورا کرنے والا ہے [illegible] وہ انتقال کر گئے [illegible] آخری کلام تھا جو [illegible] سے سنا گیا۔

۴۵۔ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن احمد بن بزرج بن عبداللہ بن منصور بن یونس بن بزرج [illegible] امام جعفر صادق علیہ السلام کے صحابی [illegible] محمد بن حسن صیرفی [illegible] کے رہنے والے تھے کہ ایک سال میں نے حج کا قصد کیا میرے پاس کچھ مال [illegible] تھا جس میں کچھ سونا [illegible] اور کچھ چاندی [illegible] قدم [illegible] چاندی کی ڈلیاں [illegible] شیخ ابو القاسم حسین بن روح [illegible] سرخس پہنچا تو ایک [illegible] مقام پر [illegible] سونے [illegible] چاندی [illegible] کو نکال کر دیکھنے لگا [illegible]

[illegible]

[illegible]

مدینہ پہنچا تو شیخ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ تمام ثیاب ان کو پیش کر دیں۔ انہوں نے تمام ثیاب لے لیں مگر اس ثوب کو جو میں نے اپنے مال سے شامل کی تھی نکال کر مجھے واپس کر دیا اور بولے یہ ہماری ثوب نہیں ہے ہماری ثوب تو تم نے سرخس میں گم کر دی ہے جب تم نے رستے میں خیمہ لگایا تھا۔ اب جاؤ اور اسی مقام پر جہاں خیمہ قیام کیا تھا تلاش کرو وہ مل جائے گی اسے لے کر واپس۔ لیکن تمہاری ملاقات مجھ سے نہ ہو سکے گی۔

میں واپس سرخس گیا اور اس مقام پر جہاں خیمہ قیام کیا تھا اترا۔ رستے میں ثوب تلاش کی تو وہ مل گئی اس پر سبز گھاس اگ آئی تھی۔ اسے لے کر میں واپس شہر آیا پھر حج میں نے کیا اور مدینہ پہنچا تو شیخ ابوالقاسم حسین بن روح کا انتقال ہو چکا تھا۔ چنانچہ میں نے ابوالحسن سمریؒ سے ملاقات کی اور وہ ثوب ان کو دے دی۔

۲۹ بیان کیا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن محمد رقی نے کہ میں نے ... میں ایک مسجد میں جو مسجد زبیدہ کے نام سے مشہور تھی اور بازار کے راستے پر واقع تھی ایک جوان کو دیکھا وہ ہاشمی موسیٰ بن عیسیٰ کا فرزند تھا۔ ابو جعفرؒ نے اس کے نام کا ذکر نہیں کیا۔ میں جب نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو اس نے مجھ سے کہا تم قمی ہو یا رازی؟ میں نے کہا میں قمی ہوں اور کوفہ میں مسجد امیر المومنین کا مجاور ہوں۔ اس نے کہا کیا تم کوفہ میں موسیٰ بن عیسیٰ کا گھر جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا میں ان کا فرزند ہوں۔ وہ میرے والد تھے۔ ان کے دو بھائی تھے۔ بڑا بھائی صاحب حیثیت تھا جبکہ چھوٹا غریب تھا۔ پس ایک دن چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے گھر گیا اور چھ سو دینار چرا لے گیا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ میں حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان سے کہوں گا کہ وہ چھوٹے بھائی سے کہہ کر میرا مال واپس دلوا دیں کیونکہ وہ شیریں کلام ہیں۔ جب صبح ہوئی تو اس کا ارادہ بدل گیا اور اس نے سوچا کہ میں بادشاہ کے حاجب کے پاس جا کر اس کی شکایت کرتا ہوں۔ پس وہ حاجب کے پاس گیا وہ مرد ایک قسم کا کھیل کھیلنے میں مشغول تھا۔ بڑے بھائی کا بیان ہے کہ وہ اس کے فارغ ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ راستے میں اس کے پاس حضرت امام حسن عسکری کا ایلچی آیا اور بولا تمہیں امام بلا رہے ہیں۔ پس وہ حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اس شب میں تم کو ہم سے حاجت تھی پھر وقت سحر ارادہ بدل گیا۔ اپنے گھر واپس جاؤ وہ صندوقچہ جس میں تمہارا مال تھا وہی تمہارے گھر آ گیا ہے اور اپنے بھائی پر شک نہ کرو۔ اس کے ساتھ اچھے طریقہ سے پیش آؤ اور اس کو بھی کچھ مال دے دو۔ اگر تم ایسا نہیں چاہتے ہو تو اس کو ہمارے پاس بھیج دو ہم اسے دیں گے۔ پس جب میں گھر کی طرف لوٹ رہا تھا تو رستے میں مجھے غلام ملا جس نے بتایا کہ مال کا صندوقچہ مل گیا ہے۔

ابو جعفر بزوفری کہتے ہیں کہ دوسرے دن وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور میری ضیافت کی۔ پھر اپنی کنیز کو آواز دی اسے ... جب کنیز آئی تو اس سے کہا ... سلامی والا قصہ سناؤ۔ کنیز بولی ہمارا ایک بچہ ... تکلیف میں مبتلا تھا۔ میری مالکہ نے مجھ سے کہا کہ تم امام حسن عسکری کے گھر جاؤ اور جناب حکیمہ

حاضر سے کہنا کہ وہ کوئی ایسی چیز عنایت فرمادیں جس کے استعمال سے ہمارا بچہ تندرست ہو جائے۔ یہاں تک میں امام حسن عسکری کے گھر گئی اور یہی کچھ کہا جو میری مالکن نے مجھے بتایا تھا۔ حکیمہ خاتون نے فرمایا میں تم کو وہ سلائی دیتی ہوں جس سے میں نے کل شب پیدا ہونے والے بچہ یعنی پسر حسن عسکری کے سرمہ لگایا تھا۔ پس میں وہ سلائی لے کر آئی اور یہ مالکن کو دے دی۔ مالکن نے جب اس سلائی سے بچہ کی آنکھوں میں سرمہ لگایا تو وہ صحت یاب ہوگیا اور ایک عرصہ تک وہ سلائی ہمارے پاس رہی اور ہم اس کی برکت سے شفا پاتے تھے پھر وہ ہم سے کھو گئی۔

ابو جعفر مروزی کہتے ہیں کہ مسجد کوفہ میں میری ملاقات ابوالحسن بن برہون برسی سے ہوئی میں نے اس ہاشمی کا یہ قصہ بیان کیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے بھی بالکل یہی قصہ اس ہاشمی نے بیان کیا تھا نہ زیادہ نہ کم۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن علی بن محمد قمی المعروف بہ ابی علی بغدادی نے کہ میں بخارا میں تھا کہ مجھے ابن جاوشیر نے سونے کی دس ڈلیاں دیں اور کہا کہ انہیں مدینہ لے جاؤ اور شیخ ابوالقاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کو دے دو۔ میں انہیں لے کر اہواز پہنچا تو ان میں سے ایک ڈلی مجھ سے گم ہو گئی جس کا مجھے علم نہ ہو سکا۔ جب مدینہ پہنچا اور ان ڈلیوں کو شمار کیا تو معلوم ہوا کہ ایک ڈلی کم ہے۔ میں نے اپنے ہی پاس سے ایک ڈلی خرید کر ان میں شامل کر دی پھر ابوالقاسم حسین بن روح کے پاس پہنچا اور ان ڈلیوں کو ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ انہوں نے ان ڈلیوں پر نظر ڈالی اور ایک ڈلی کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ ڈلی تم نے خرید کر شامل کی ہے اس لئے کہ جو ڈلی گم ہوگئی تھی وہ گم شدہ ڈلی ہمارے پاس پہنچ گئی ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے پاس سے ایک ڈلی نکالی۔ میں نے دیکھا تو واقعی وہ ڈلی وہی تھی جو غائب ہوگئی تھی۔

حسین بن علی بن محمد معروف بہ ابی علی بغدادی مزید بیان کرتے ہیں کہ اسی سال میں نے مدینہ میں ایک عورت کو دیکھا جو امام عصر کے وکیل کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔ کسی قمی نے اسے بتایا کہ ابوالقاسم حسین بن روح آپ کے وکیل ہیں چنانچہ وہ حسین بن روح کے پاس پہنچی۔ اس وقت میں ان کے پاس موجود تھا۔ وہ عورت بولی اے شیخ یہ بتائیں کہ میرے پاس کیا ہے؟ حسین بن روح نے کہا کہ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے وہ لے جا کر دریائے دجلہ میں پھینک دے۔ پھر بتاؤں گا کہ تیرے پاس کیا ہے۔ وہ عورت گئی اور جو مال اس کے پاس تھا دریائے دجلہ میں پھینک دی۔ پھر واپس ابوالقاسم روحی قدس اللہ روحہ کی خدمت میں آئی۔ حسین بن روح نے اپنی کنیز کو ڈبہ لانے کو کہا کہ وہ ڈبہ لے کر آؤ۔ کنیز ایک ڈبہ لے کر آئی۔ آپ نے اس عورت سے کہا یہ ہی ڈبہ تیرے پاس تھا جسے تو نے دریائے دجلہ میں پھینک دیا تھا۔ اب تو بتائے گی کہ اس میں کیا ہے یا میں بتاؤں؟ اس نے کہا آپ ہی بتائیے۔ فرمایا اس ڈبہ میں سونے کے کنگن کا ایک جوڑا ہے۔ ایک بڑی بالی ہے جس میں جواہرات جڑے ہیں اور دو چھوٹی چھوٹی بالیاں ہیں۔ ان میں بھی جواہرات ہیں۔ دو انگوٹھیاں ہیں جن میں سے ایک میں فیروزہ اور دوسری میں عقیق ہے۔ ایسا ہی تھا جیسا ذکر

کیا گیا اور اس میں کسی شے میں کمی نہیں ہوئی۔ پھر انہوں نے ڈبہ کھولا اور اس عورت کی طرف بڑھا دیا۔ عورت نے کہا یہ واقعی وہی ڈبہ ہے جسے میں دریائے دجلہ میں پھینک کر آئی ہوں۔ وہیں کی صداقت دیکھ کر خوشی کے مارے میں اور وہ عورت بے ہوش ہو گئی۔

اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد حسین بن علی داوی نے کہا میں قیامت کے روز اللہ عزوجل کے سامنے گواہی دوں گا کہ جو کچھ بیان کیا ہے اس میں کوئی زیادتی نہیں کی۔ اور ائمہ اثنا عشری علیہم السلام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ بیان کیا وہ سچ تھا اس میں کچھ زیادتی نہیں کی۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے ابو الفرج محمد بن مظفر بن نفیس مصری الفقیہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الحسن محمد بن احمد داؤدی نے روایت کی اپنے والد سے کہ میں ابو القاسم حسین بن روح قدس اللہ روحہ کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضور اکرمؐ سے کہا "آپ کے چچا ابو طالب جمل کے حساب سے اسلام لائے اور انہوں نے تریسٹھ گرہیں اپنے ہاتھ سے لگائیں۔" فرمایا "اس سے مراد ہے وہ اللہ کو احد و جواد مانتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ الف کا ایک، لام (ل) کے تیس، ہا (ہ) کے پانچ، احد کے (الف کا ایک (ا)، حا (ح) کے آٹھ، دال (د) کے چار، جواد کے) جیم (ج) کے تین، واؤ (و) کے چھ، الف کا ایک، دال (د) کے چار۔ پس اس طرح کل تریسٹھ ہوئے۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی، علی بن احمد بن محمد دقاق، حسین بن ابراہیم بن احمد بن ہشام مؤدب، علی بن عبداللہ وراق رضی اللہ عنہم نے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو الحسین محمد بن جعفر اسدی نے بیان کیا کہ شیخ ابو جعفر محمد بن عثمان قدس اللہ روحہ کے ذریعہ امام عصر نے میرے عریضہ کا جواب دیا۔ "اس بات کے بارے میں کہ تم نے پوچھا ہے کہ طلوع و غروب شمس کے دوران جیسا کہ عام لوگوں کا عقیدہ ہے کہ سورج طلوع کرتے ہوئے شیطان کے دونوں سینگوں کے بیچ سے نکلتا ہے اور غروب کرتے ہوئے اس کے دونوں سینگوں میں ڈوب جاتا ہے تو ایسی صورت میں شیطان کی ناک کو زمین پر رگڑنے میں نماز سے افضل اور بہتر اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ پس اس وقت نماز ادا کرو اور شیطان کی ناک زمین پر رگڑو۔ اور جو تم نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کے پاس تمہارا مال تھا اور اس نے ہم تک نہیں پہنچایا پھر وہ محتاج ہو گیا۔ پس جو مال قطعاً باقی نہیں ہے تو اس میں اس کا مالک مختار ہے کہ چھوڑ دے اور جتنا مال باقی بچا اس کے مالک کو کوئی اختیار نہیں ہے وہ اس کا مالک ہے اس کی ضرورت محسوس کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔ اس کا محتاج ہو یا اس سے مستغنی ہو۔"

"ان لوگوں کے بارے میں جو تم نے پوچھا ہے کہ وہ ہمارے اموال (خمس) میں سے جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہوتا

ہے اس کو بلا اجازت صرف میں لاتے ہیں تو جو ایسا کرتا ہے وہ ملعون ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے دشمن ہوں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا جو کوئی میری عترت کے مال کو اپنے لئے حلال قرار دے وہ میرے نزدیک اور ہر نبی کے نزدیک ملعون ہے پس جو ہم پر ظلم کرے گا وہ ظالمین کے ساتھ محشور ہوگا اور ان کے لئے اللہ کی لعنت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "**الا لعنۃ اللہ علی الظالمین O**"

اور تمہارا یہ سوال کہ اگر ایک مولود کی ختنہ ہونے کے بعد دوبارہ وہ کھال نکل آئے تو کیا دوبارہ ختنہ کرنی جائے گی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ واجب ہے کہ اس کی وہ کھال کاٹ دی جائے۔ جب ایک غیر ختنہ شدہ شخص پیشاب کرتا ہے تو زمین چالیس دن تک خدا سے فریاد کرتی ہے۔

تمہارا یہ سوال کہ آگ تصویر یا چراغ سامنے رکھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟ تو اس کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ پس یاد رکھو کہ وہ شخص جو بت پرستوں یا آتش پرستوں کی اولاد نہیں ہے اس کے لئے اس حالت میں کہ سامنے تصویر آگ یا چراغ ہو نماز جائز ہے۔ اور وہ شخص جو بت پرستوں یا آتش پرستوں کی اولاد ہے اس کے لئے جائز نہیں ہے۔

اور تمہارا پوچھنا اس جائیداد کے متعلق جو ہماری ہے کہ کیا اس عمارت میں ٹھہرنا جائز ہے اور اس جائیداد کے ذریعے سے طرح طرح کرنا مناسب ہے اور جو شخص ہمارے تقرب اور اجر کے لئے اس موضع میں داخل ہوتا ہے تو اس کی مہمانداری کے لئے خرچہ جات کرنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب دوسروں کے اموال کو ان کی اجازت کے بغیر استعمال کرنا جائز نہیں ہے تو ہمارے اموال کو استعمال کرنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ جب کہ ہماری اجازت حاصل نہ کی گئی ہو۔ پس جو شخص ہماری اجازت کے بغیر ہمارے اموال استعمال کرے گا تو گویا اس نے اسے حلال کیا جسے ہم نے اس پر حرام کیا تھا۔ اور جس نے ہمارے اموال میں سے کوئی شے کھائی تو اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری اور عنقریب وہ جہنم میں جائیگا۔

یہ سوال کہ ایک شخص نے اپنی جائیداد ہمارے لئے مخصوص کی اور اس کی دیکھ بھال کے لئے ایک متولی مقرر کیا جو اس عمارت کی دیکھ بھال کرے، اس کی چوکیداری کرے اور اس کا حساب کتاب رکھے اور جو آمدنی اس جائیداد سے ہو اس میں سے مقرر حصہ بطور اجرت وہ لے اور باقی امام کی خدمت میں پہنچا دے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس متولی کے لئے اس جائیداد سے اتنا حصہ جو اس جائیداد کو وقف کرنے والے نے مقرر کیا ہے لینا جائز ہے اور اس متولی کے علاوہ کسی شخص کے لئے جسے وقف کرنے والے نے مقرر نہیں کیا ہے کچھ بھی لینا جائز نہیں ہے۔

تم نے ہماری جائیداد سے پھلوں کے بارے میں سوال کیا ہے۔ جو راہ گیر گزرتے ہیں ان میں سے کوئی لے تو کیا یہ اس کے لئے جائز ہوگا؟ تو اس کا کھانا تو اس کے لئے حلال ہے لیکن لے جانا حرام ہے۔

۵۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسن بن احمد بن ولیدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے محمد بن محمد بن عیسیٰ سے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے علی بن ابی حمزہ سے ان سے ابو بصیر نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ آپ کا بھلا کرے وہ معمولی ترین سبب جس کے باعث آدمی دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص یتیم کے مال سے ایک درہم بھی کھائے گا اور ہم (آلِ محمدؐ) یتیم ہیں۔

اس کتاب کے مصنفؒ نے کہا کہ یہاں یتیم کا مطلب ہے وہ شخص جس کو اس کی قوم نے چھوڑ دیا ہو۔ اسی معنی میں رسول اللہ کو یتیم کہا جاتا تھا اور آپؐ کے بعد تمام ائمہ اسی معنی میں یتیم ہیں۔ اور وہ آیت جس میں یتیموں کا مال ظلم سے کھانے کی ممانعت ہے انہی حضرات کے بارے میں ہے۔ ان کے بعد اس کا اطلاق عام یتیموں پر ہوگا۔ اور دُرِّ یتیم کا نام اس لئے دُرِّ یتیم رکھا گیا کہ وہ بھی اپنے ہم جنسوں سے منفرد ہوتا ہے۔

۵۱۔ بیان کیا مجھ سے ابوجعفر محمد بن محمد خزاعیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی ابن ابی حسین اسدی نے انہوں نے ان کے والدؒ نے کہا کہ شیخ ابوجعفر محمد بن عثمان عمری قدس اللہ روحہ سے ایک توقیع امام زمانہ وارد ہوئی جس کے شروع میں سوال نہیں لکھا تھا۔ توقیع کے الفاظ یہ تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم "اللہ، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے ہمارے مال میں سے ایک درہم کو بھی اپنے لئے جائز قرار دیا۔"

ابوالحسن اسدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ مال امام میں سے ایک درہم بھی جس شخص نے بغیر کھائے ہوئے بھی جائز سمجھا تو وہ اس کے لئے حلال نہیں ہے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو اس کو حلال سمجھتا ہے لہٰذا یہ اس کے لئے حرام ہے۔ تو میں یہ بھی سوچتا رہا کہ حجت علیہ السلام کو اپنے غیر پر کون سی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس نے محمدؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا۔ جب میری نظروں سے امامؑ کی ایک اور توقیع گزری تو جو کچھ میں نے دل میں سوچا تھا اس توقیع میں اس کو پایا اور جو کچھ میں نے سوچا تھا وہ کافور ہو گیا۔ اس دوسری توقیع کے الفاظ یہ تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم "اللہ تعالیٰ، ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے ہمارے مال سے ایک درہم بھی حرام کھایا۔"

ابوجعفر محمد بن خزاعی کہتے ہیں کہ ابو علی بن حسین اسدی نے یہ توقیع ہمیں دکھائی اور ہم سب نے خود اسے پڑھا۔

۵۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن عصام کلینیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینیؒ نے ان سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے محمد بن علی بن عیسیٰ قمی نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو ایک سوال لکھا کہ اگر کسی شخص کے پاس کچھ مال امامؑ (خمس) ہو اسی دوران وہ خود محتاج ہو جائے تو کیا وہ یہ مال استعمال میں لا سکتا ہے؟ یا یہ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کو بھجوائے؟ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا جب تک

وہ اس کے ہاتھ میں ہے تو اس کو اختیار ہے۔ اگر ہمارے پاس پہنچ جائے گا تو پھر ہم اس کی احتیاط کو دیکھ کر بہتر و مناسب اختیار کریں گے۔

باب (۴۶) طولِ عمر کے بارے میں

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے ان سے علی بن حکم نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت نوح دو ہزار پانچ سو سال حیات رہے۔ ان میں آٹھ سو پچاس سال قبل بعثت تھے۔ نو سو پچاس سال بعد بعثت قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے۔ طوفان کے بعد آپ سفینے سے اترے اور آپ کی اولاد زمین پر پھیل چکی ہوئی تو ... پانچ سو سال زندہ رہے۔
پھر ایک دن جب آپ دھوپ میں کھڑے تھے تو ملک الموت علیہ السلام نے اور کہا السلام علیک۔ آپ نے جواب سلام دیا اور پوچھا اے ملک الموت کیسے آنا ہوا۔ وہ بولے آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ آپ نے کہا اتنی مہلت دو کہ دھوپ سے نکل کر سائے میں چلا جاؤں۔ ملک الموت نے کہا ٹھیک ہے نوح علیہ السلام سائے میں آئے تو فرمایا اے ملک الموت مجھے یہ زندگی ایسی ہی گزری جتنی دھوپ سے سائے میں آنے کا دور ہے۔ اب تمہیں جیسا حکم ہوا ہے ویسا کرو۔ پس انہوں نے حضرت نوح کی روح قبض کر لی۔
۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے حسین بن حسن بن ابان نے ان سے محمد بن اورمہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعید بن جناح نے ان سے ایوب بن راشد نے ان سے ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قوم نوح میں ہر فرد کی عمر تین سو سال ہوتی تھی۔
۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ادریس اور محمد بن یحییٰ عطار نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن احمد بن یحییٰ نے ان سے محمد بن یوسف تمیمی نے ان سے جعفر بن محمد نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے جد علیہم السلام نے ان سے رسول کریم نے ارشاد فرمایا کہ ابوالبشر آدم نو سو تیس سال زندہ رہے۔ حضرت نوح نے دو ہزار چار سو پچاس سال زندگی پائی۔ حضرت ابراہیم نے ایک سو پچھتر سال۔ حضرت اسمٰعیل نے ایک سو تیس سال۔ حضرت اسحاق نے ایک سو اسی سال۔ حضرت یعقوب نے ایک سو بیس سال۔ حضرت یوسف نے ایک سو بیس سال۔ حضرت موسیٰ نے ایک سو چھبیس سال۔ حضرت ہارون نے ایک سو تیتیس

سال۔ حضرت داؤد نے ایک سو سال جس میں چالیس سال حکومت کا دور تھا اور حضرت سلیمانؑ نے سات سو بارہ سال عمر پائی۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی بن بشار قزوینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو الفرج مظفر بن احمد نے انہوں نے کہا بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر کوفی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محمد صالح بزاز نے انہوں نے کہا کہ میں نے امام حسن عسکریؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد میرا بیٹا قائم ہوگا۔ جس کی طویل عمر اور غیبت کے ذریعے سنتیں جیسی انبیاء علیہم السلام جاری ہوں گی۔ اس کی غیبت اتنی طویل ہوگی کہ لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور کوئی دین پر ثابت قدم نہ رہے گا سوائے ان لوگوں کے جن کے قلوب پر اللہ نے ایمان لکھ دیا اور جن کی روح القدس سے مدد کی گئی ہے۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن احمد شیبانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابو عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد حمران بن اعین نے ان سے سعید بن جبیر نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام زین العابدینؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قائم کے لیے نوح کی سنت ہے اور وہ سنت طول عمر ہے۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت داؤد کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن حضرت داؤد گھر سے نکلے۔ وہ زبور کی تلاوت کر رہے تھے اور جب وہ زبور کی تلاوت کرتے تو کوئی پہاڑ، کوئی پتھر اور کوئی پرندہ ایسا نہ ہوتا جو ان کے ساتھ تلاوت نہ کرتا ہو۔ یہاں تک کہ آپ ایک پہاڑ کے قریب پہنچے۔ جس پر ایک عابد شخص حزقیل نامی رہتا تھا۔ جب اس نے پہاڑ، درخت اور پرندوں کو ہم آواز ہو کر تلاوت کرتے ہوئے سنا تو سمجھ گیا کہ حضرت داؤد آئے ہیں۔ حضرت داؤد نے کہا کہ اے حزقیل مجھے بھی اجازت دو کہ میں تمہارے پاس اوپر آؤں۔ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ یہ جواب سن کر حضرت داؤد رونے لگے۔ اللہ نے اس عابد کو وحی کی کہ داؤد کو اجازت دے دو اور مجھ سے عافیت طلب کرو۔ چنانچہ اس نے حضرت داؤد کا ہاتھ پکڑ کر انہیں پہاڑ پر چڑھا لیا۔ حضرت داؤد نے کہا اے حزقیل کیا تیرا کبھی گناہ کا دل چاہا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے پوچھا کہ تجھے اپنی عبادت گزاری پر فخر ہوتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے کہا کیا تیرا دل کبھی چاہتا ہے کہ تو بھی دنیا کی شہوتوں اور لذتوں کو حاصل کرے؟ اس نے کہا کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے۔ آپ نے پوچھا پھر تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا میں اس غار میں چلا جاتا ہوں اور اس میں جو چیز موجود ہے اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کرتا ہوں۔ پس حضرت داؤد اس غار میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک لوہے کا تخت ہے جس پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ رکھا ہوا ہے۔ اور ایک

لوہے کی تختی تھی ہے۔ داؤد علیہ السلام نے سے پڑھا۔

"میں اروی بن سام ہوں۔ میں نے ایک ہزار سال حکومت کی۔ ایک ہزار شہر تعمیر کرائے۔ ایک ہزار کنواریاں کیں اور میری ساری زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ میں آج مٹی ہو گیا ہوں۔ کیڑے مکوڑوں کی غذا ہوں۔ پس جو مجھے دیکھے اسے چاہیے کہ دنیا کی رغبت نہ کرے۔"

باب ۴۷ دجال کے واقعات اور دوسرے علامات ظہور

۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی نے بصرہ میں انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن معاذ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قیس بن حفص نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے یونس بن ارقم نے ان سے ابی سیار شیبانی نے ان سے ضحاک بن مزاحم نے ان سے نزال بن سبرہ نے انہوں نے کہا کہ حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ نے ہمارے درمیان خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد و ثنا کی اور محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجا پھر فرمایا اے لوگو مجھ سے جو چاہو پوچھ لو قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ کہا۔ صعصعہ بن صوحان کھڑے ہوئے اور بولے اے امیرالمومنین دجال کب خروج کرے گا؟ آپ نے اس سے کہا بیٹھ جاؤ۔ اللہ نے تیرا کلام سنا اور تیرا ارادہ جانا۔ خدا کی قسم اس کا علم کسی کو نہیں لیکن اس کی علامات اور کچھ صورتیں ہیں جو ایک کے بعد ایک آتی ہیں جیسے ایک قدم دوسرے کے بعد پڑتا ہے کہو تو میں بیان کروں۔ اس نے کہا ہاں اے امیرالمومنین۔

آپ نے فرمایا پس یاد رکھو وہ علامات یہ ہیں

جب لوگ نماز کو فراموش کر دیں گے۔ امانتیں ضائع ہوں گی۔ جھوٹ بولنا جائز سمجھا جائے گا۔ سود کھایا جائے گا رشوت عام ہو جائے گی۔ بلند عمارتیں تعمیر کی جائیں گی۔ دین کے عوض دنیا خریدی جائے گی۔ بے وقوفوں کی حکمرانی ہوگی۔ عورتوں سے مشورہ لیا جائے گا۔ قطع رحم ہوگا۔ ہوس پرستی عام ہوگی۔ خونریزی کو معمولی فعل سمجھا جائے گا۔ بردباری کو کمزوری اور ظلم کو قابل فخر سمجھا جائے گا۔ امراء و سردار فاسق و فاجر ہوں گے۔ وزراء جھوٹے ہوں گے۔ عرفاء خائن ہوں گے۔ قرآن کے قاری فاسق ہوں گے۔ جھوٹی گواہی قابل قبول ہوگی۔ گناہ کا علانیہ ارتکاب ہوگا۔ بہتان تراشی عام ہوگا۔ گناہ اور سرکشی عام ہوں گے۔ قرآن کو حقیر سمجھا جائے گا۔ مساجد کو آراستہ کیا جائے گا۔ مینار بلند ہوں گے شریر لوگوں کی تکریم کی جائے گی۔ صفیں (استحکام کے بجائے) دھکم پیل کا مظاہرہ پیش کریں گی۔ دل ایک دوسرے سے دور ہوں گے۔ عہد شکنی کی جائے گی۔ جس کا وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہو جائے گا۔ عورتوں کو حرص دنیا کی غرض سے

تجارت میں شریک کیا جائے گا۔ گانے والیوں کی آوازیں بلند ہوں گی اور انہیں سنا جایا کرے گا۔ رذیل لوگ قوم کے سردار ہوں گے۔ گانے والے اور گانے والیوں کو اجرت پر حاصل کیا جائے گا۔ اس زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں پر لعنت کریں گے۔ عورتیں گھوڑوں کی سواری کریں گی۔ عورتیں مردوں اور مرد عورتوں کی شباہت اختیار کریں گے۔ گواہ بغیر اس کے کہ ان سے گواہی طلب کی جائے گواہی دیں گے اور دوسرے لوگ بغیر حق کو پہچانے۔ اور دین کے علاوہ دوسرے امور میں سوچ بچار کرتے ہیں گواہی دیں گے۔ دنیا کو آخرت پر فضیلت دیں گے۔ بظاہر بھیڑوں کی طرح ہوں گے لیکن اندر سے بھیڑیوں کی طرح ہوں گے اور ان کے دل مردار سے زیادہ سڑے ہوئے، بدبودار اور ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔ اس وقت (بیتابی کے ساتھ) العجل العجل کہا جائے گا اس وقت بیت المقدس بہترین رہنے کی جگہ میں سے ہوگا اور لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ ہر کوئی تمنا کریگا کہ وہ بیت المقدس میں سکونت اختیار کرے۔

اصبغ بن نباتہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا مولا دجال کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا دجال کا نام صائد بن صید ہے پس وہ شخص شقی ہے جو اس کی تصدیق کرے گا۔ اور وہ شخص خوش بخت ہے جو اس کی تکذیب کرے گا۔ وہ اصفہان کے قریہ یہود سے خروج کرے گا۔ اس کی داہنی آنکھ نہیں ہوگی۔ بائیں آنکھ خون بار چہ کی طرح پیشانی پر ہوگی جو صبح کے ستارے کی طرح چمک رہی ہوگی۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا "کافر" جس کو ہر عالم و جاہل شخص پڑھ لے گا۔ سمندروں میں گھس جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ سورج چلے گا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ اور پیچھے کوہ سفید ہوگا۔ جس کو قحط کے زمانے میں لوگ کھانے کا پہاڑ سمجھیں گے۔ جب خروج کرے گا قحط شدید ہوگا۔ سفید گدھے پر سوار ہوگا اس گدھے کا ایک قدم ایک میل کے برابر ہوگا۔ جس چشمہ یا کنوئیں پر پہنچے گا وہ قیامت تک کے لیے خشک ہوجائے گا۔ وہ بلند آواز سے ندا دے گا جس کو مشرق و مغرب کے درمیان موجود تمام جن و انسان اور شیاطین سنیں گے۔ اپنے دوستوں سے کہے گا: انا الذی خلق فسوی وقدر فھدی انا ربکم الاعلی "میں وہ ہوں جس نے پیدا کیا پھر درست کیا۔ اندازہ کیا پھر راہبری کی۔ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔"

وہ دشمن خدا جھوٹا ہوگا وہ ایک آنکھ کا، طعام کھانے والا اور بازاروں میں چلنے پھرنے والا شخص ہوگا جبکہ تمہارا رب نہ تو کانا ہے اور نہ ہی اسے احتیاج طعام ہے۔ نہ وہ چلتا پھرتا ہے اور نہ ہی اسے زوال ہے وہ ان تمام باتوں سے بلند ہے۔ جان لو کہ اس کا اتباع کرنے والوں کی کثرت زنا کی اولاد ہوگی اور سبز ٹوپی پہنے گی۔ اللہ تعالیٰ اس کو جمعہ کے روز تین ساعت گزرنے کے بعد شام میں عقبہ افیق پر اس کے ہاتھوں قتل کروائے گا جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔ جان لو کہ اس کے بعد عظیم حادثہ پیش آئے گا۔

پس ہم نے عرض کیا امیر المومنین وہ کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: دابۃ الارض کوہ صفا سے خروج کرے گا اس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ کا عصا ہوگا۔ وہ انگوٹھی جب مومن کے چہرہ پر لگائی جائے

گی تو وہ مہر لکھ دے گی کہ یہ حقیقتاً مومن ہے۔ اور جب کافر کے چہرہ پر لگائی جائے گی تو وہ لکھ دے گی کہ یہ حقیقتاً کافر ہے یہاں تک کہ مومن کافر سے کہے گا: افسوس ہے تیرے لئے اے کافر، اور کافر مومن سے کہے گا طوبیٰ ہے تیرے لئے اے مومن۔ کاش آج میں بھی تیری طرح فائز و کامران ہوتا

پھر وہ اپنا سر اٹھائے گا تو مشرق و مغرب کے درمیان جو بھی ہوگا وہ سورج کے نکلنے کے بعد اس کو دیکھ سکے گا۔ اور یہ اس وقت ہوگا۔ جب سورج مغرب سے طلوع ہو چکا ہوگا۔ اس وقت توبہ کی مہلت کا وقت ختم ہوجائے گا اور پھر کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور نہ کوئی عمل بڑھ جائے گا جیسے کہ ارشاد ہے۔ **لاینفع نفساً ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً** (سورۃ انعام آیت۔ ۱۵۹) "نہیں آئے گا کچھ کام کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے سے ایمان نہیں لایا تھا یا حالت ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔"

پھر امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد کے حالات کا مجھ سے سوال نہ کرو۔ یہ ایک عہد ہے جو میرے حبیب رسول اللہؐ سے مجھ تک پہنچا ہے اور اس کی خبر میں اپنی عترت کے علاوہ کسی اور کو نہ دوں۔

نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ میں نے صعصعہ ابن صوحان سے پوچھا کہ امیرالمومنینؑ کی اس سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ اے ابن سبرہ یہ وہی ہے جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ بن مریم نماز ادا کریں گے۔ وہ عترت کا بارہواں فرد ہوگا اور حسین بن علیؑ کی نسل سے نواں ہوگا۔ یہ وہ ہوگا جس کے لئے سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور وہ رکن و مقام کے درمیان سے ظہور کرے گا۔ پس وہ زمین کو پاک کرے گا اور میزان عدل قائم کرے گا۔ پس کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے گا۔

پس امیرالمومنینؑ سے ان کے حبیب رسول اللہؐ نے عہد لیا تھا کہ اس کے بعد کی خبر غیر عترت صلوات اللہ علیہم اجمعین سے بیان نہ کریں۔

ایسی ہی ایک حدیث ہم سے ابوبکر محمد بن عمر بن عثمان بن فضل عقیلی فقیہ نے بیان کی انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو عمرو محمد بن جعفر بن مظفر عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن رازی، ابو سعید عبداللہ بن محمد بن موسیٰ بن کعب صیدانی اور ابوالحسن محمد بن عبد ت بن صبیح جوہری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو یعلیٰ بن احمد بن مثنیٰ موصلی نے ان سے عبدالاعلیٰ بن حماد نرسی نے ان سے ایوب نے ان سے نافع نے انہوں نے ابن عمر نے اور انہوں نے رسول کریمؐ سے روایت کی ہے۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے ابوبکر محمد بن عمر بن عثمان بن فضل عقیلی فقیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ اپنے مشائخ سے انہوں نے ابی یعلیٰ موصلی سے انہوں نے عبدالاعلیٰ بن حماد نرسی سے انہوں نے ایوب سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمر سے انہوں نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ایک دن اپنے اصحاب کے ساتھ نماز فجر ادا کی۔ اس کے بعد اپنے اصحاب کے

[illegible] کھڑے ہو گئے اور مدینہ میں ایک گھر کے دروازے پر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک عورت نکل کر آئی اور کہا اے ابوالقاسم آپ کیا چاہتے ہیں؟ رسول [illegible] عبداللہ کی ماں مجھے عبداللہ کے پاس جانے دو۔ اس نے عرض کیا یا ابالقاسم آپ عبداللہ سے ملاقات [illegible] چاہتے ہیں [illegible] اپنی عقل کھو بیٹھا ہے اور اپنے آپ سے باتیں کر رہا ہے [illegible] ایک وقت بڑے [illegible] میں [illegible] آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس جانے دو [illegible] عرض کی کیا آپ [illegible] پر جانا چاہتے ہیں [illegible] عرض کی تو بہتر ہے۔ پس آپ گھر میں داخل ہوئے تو [illegible] وہ ایک کھلی چادر [illegible] ہوا ہے [illegible] باتیں کر رہا ہے۔ اس کی ماں نے اس سے کہا چپ [illegible] محمدؐ ہیں جو تمہارے پاس آئے ہیں۔ پس وہ چپ ہو گیا اور بیٹھ گیا۔ پس رسول خداؐ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا ہے [illegible] اگر یہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں بتا دوں کہ کیا [illegible] ہے۔ [illegible] کے بعد آپ [illegible] مجھے [illegible] دیکھ رہا ہوں اور ایک تخت کو پانی پر دیکھ رہا ہوں [illegible] فرمایا تو کیا تم اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دو گے؟ تو وہ کہنے لگا کہ آپ اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت کی گواہی دیں کیوں [illegible] آپ کو مجھ سے زیادہ حق دار نہیں بنایا ہے۔

جب دوسرا دن آیا تو آپ [illegible] اصحاب کے ساتھ [illegible] کھڑے ہوئے تو اصحاب بھی کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اس گھر کا دروازہ پھر کھٹکھٹایا [illegible] کیا تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ ایک کھجور کے درخت پر [illegible] کی ماں [illegible] کہا چپ ہو جا اور نیچے [illegible] محمدؐ ہیں [illegible] تمہارے پاس آئے ہیں۔ وہ چپ ہو گیا۔ پس رسول خداؐ نے فرمایا اسے کیا ہو گیا [illegible] اگر یہ مجھے چھوڑ دے تو میں تمہیں بتا دوں کہ یہ کون ہے۔

جب تیسرا دن آیا تو پھر آپ نے [illegible] اصحاب کے ساتھ [illegible] ہو گئے تو آپ کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے [illegible] تو دیکھا کہ وہ ایک بکری کے ساتھ [illegible] پس اس کی ماں نے کہا چپ ہو جا [illegible] تمہارے پاس [illegible] وہ چپ ہو گیا [illegible] بات [illegible] آپ سے پوچھا کہ کیا تم [illegible] گواہی دیتے ہو کہ اللہ [illegible] وحدانیت [illegible] مجھ سے زیادہ حق دار نہیں بنایا ہے۔

تو [illegible] تمہارے لئے کوئی چیز چھپا رکھی ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

پھر آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا مگر یہ کہ اس نبی نے اپنی قوم کو دجال کے مکر و فریب سے ڈرایا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو تمہارے لیے اب تک باقی رکھا ہے۔ وہ جب بھی تم پر اس کی بات مشتبہ ہو جائے تو جان لو کہ تمہارا پروردگار ایک آنکھ والا نہیں ہو سکتا۔ بلاشبہ وہ (دجال) ایک گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہوگا۔ وہ نکلے گا اور اس کے ساتھ جنت اور دوزخ ہوگی۔ اور روٹیوں کا ایک پہاڑ اور پانی کی ایک نہر ساتھ ہوگی۔ اس کے پیروکار اکثر یہودی، عورتیں اور جاہل لوگ ہوں گے۔ وہ زمین کے ہر حصے کا چکر کاٹے گا سوائے خانہ خدا مکہ، مسجد اقصیٰ اور مدینہ کے۔

مؤلفؒ فرماتے ہیں کہ اہل عناد و مخالفین تمام خبروں کی تصدیق کرتے ہیں اور ان روایات کو جو دجال اور اس کی غیبت اس کے طول عمر اور آخر زمانے میں اس کے خروج کے بارے میں ہیں صحیح مانتے ہیں۔ مگر اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ امام قائمؑ موجود ہیں اور ایک طویل عرصہ پردۂ غیبت میں رہیں گے پھر ظاہر ہوں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اس کے باوجود کہ امام قائمؑ کے نام نسب و غیبت پر نبیؐ اور ائمہؑ کی نص موجود ہے۔ اور طول غیبت پر احادیث ہیں ان کے انکار کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کے نور کو بجھا دیں اور ولی خدا کے امر کو باطل کر دیں۔ مگر اللہ اپنا نور مکمل کر کے رہے گا چاہے مشرکین کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔ ہمارے مخالفین انکار کے سبب میں کہتے ہیں کہ امام غائب کی شان اور ان کی غیبت کے بارے میں جو روایات آپ کے بارے میں ہیں وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

پس حضورؐ کی نبوت کے انکار کے لیے بھی ملحدین، براہمہ، یہود، نصاریٰ اور مجوسی بھی یہی دلیل لاتے ہیں کہ آپ جو روایات اپنے نبی کے معجزات اور دلائل کے بارے میں بیان کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں اور اس جہت سے ہم ان کی دلیل کا باطل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے مخالفین کے اعتراض کو صحیح مان لیں تو پھر حضورؐ کے منکرین کے اعتراض کا کیا بنے گا جو تعداد میں ان کے منکرین سے زیادہ ہیں۔ اسی طرح ہمارے مخالفین یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بات بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص کی عمر اپنے زمانے کے لوگوں کی عمروں سے تجاوز کر جائے جیسے تمہارے امام کی عمر تمہارے گمان کے مطابق ان کے زمانے کے لوگوں کی عمر سے تجاوز کر گئی۔

پس ہم ان سے کہیں گے کہ تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ دجال کی عمر جائز ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگوں سے بڑھ جائے اسی طرح بلکہ عیسیٰ کی عمر۔ لیکن اس کی تصدیق نہیں کرتے ہو کہ اسی طرح قائم آل محمد علیہم السلام کی عمر بھی۔ نصوص کے باوجود جو آپ کی غیبت، طول عمر اور حکم نبیؐ کے بعد ظہور و قیام کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں اور وہ احادیث جن کی روایت کی گئی ہے اور اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے اور اس روایت کے ساتھ جس کی صحت نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ثابت ہے جس میں آپ نے فرمایا۔ ہر وہ بات جو سابقہ امتوں میں واقع ہوئی

ہے اس امت میں بھی واقع ہوگی جس طرح قدم بقدم اور نعل بہ نعل ہے۔

دوسری بات بیان ہو چکی کہ کئی نبیوں اور حجت ہائے خدا کی عمریں طویل تھیں۔ جیسے حضرت نوح نے دو ہزار پانچ سو سال کی عمر پائی۔ اور قرآن نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ اپنی قوم میں نو سو پچاس سال رہے۔

اور یہ حدیث بھی پیش کی گئی جس کی سند اس کتاب میں ہے کہ حضرت قائم کے لئے نوح کی سنت طول عمر ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی اور آپ اسے خلاف عقل سمجھتے ہیں۔ بلکہ آپ کو تو چاہیئے کہ اس کا اقرار کریں کیونکہ وجود امام قائم نص رسول سے ثابت ہے۔

اور ایسے ہی قائم علیہ السلام کا اقرار لازم ہے تمام عقول کے تحت جیسے کہ اصحاب کہف تین سو نو سال تک سوتے حالت میں سوتے رہے۔ کیا اس روایت کی تصدیق کی جا سکتی ہے؟ تو پھر کیوں امر قائم علیہ السلام کی روایت کی تصدیق اسی طرح نہیں کی جا سکتی؟ اور کس طرح وہب بن منبہ اور کعب الاحبار کی روایات کی تصدیق کی جاتی ہے جو محالات میں سے ہیں اور جن کی سچائی قول رسول سے ثابت نہیں ہے۔ اور جو عقلوں پر پوری نہیں اترتیں۔ اور جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کی جانب سے قائم، ان کی غیبت اور ظہور کے بارے میں ارشاد کیا گیا مگر لوگ اس امر میں شک اور اس قول سے انکار کی بنا پر اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ حضرات علیہم السلام کے تاریخ کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ کیا یہ جان بوجھ کر حق کا انکار کرنے کے علاوہ کچھ اور ہے؟

مخالفین یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے زمانے کے لوگوں کی عمروں سے تجاوز نہیں کر سکتا حالانکہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول اس بارے میں صحیح ہے کہ سابقہ امتوں کی سنت اس امت میں بھی جاری ہوگی یہاں کہ مشہور اقوام میں امام قائم علیہ السلام کی نوع سے زیادہ مشہور کون سے نوع ہو سکتی ہے کہ اس کا ذکر مشرق و مغرب میں اقرار کرنے والوں کی زبانوں پر بھی ہے اور انکار کرنے والوں کی زبانوں پر بھی۔ پس اگر غیبت امام قائم باطل قرار پاتی ہے جبکہ ان کے بارے میں حضور سے روایات بھی وارد ہوئی ہیں تو اس صورت میں بھی حضور کی نبوت باطل قرار پائے گی کیونکہ انہوں نے امام قائم کی غیبت کی خبر دی جو واقع ہی نہیں ہوئی۔ پس اس طرح حضور کی نبوت باطل قرار پائے گی۔ حالانکہ مخالفین ان خبروں کی تصدیق کرتے ہیں جو حضور نے جناب عمار بن یاسر کے بارے میں دیں کہ ان کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور امیرالمومنین کے بارے میں فرمایا کہ ان کی داڑھی ان کے سر کے خون سے خضاب ہوگی۔ امام حسن کے بارے میں فرمایا کہ یہ زہر سے شہید ہوں گے اور امام حسین تلوار سے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ امام قائم کی غیبت کے واقع ہونے اور ان کے نام و نسب تک کی خبر دی لیکن مخالفین اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ حقیقتاً حضور سے تمام اقوال میں صادق ہیں۔ وہ ہر حال میں صاحب الامر ہیں اور کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل اور صحیح قرار نہیں پاتا جب تک کہ حضور کے فیصلے نہ مانے اور تمام امور میں ان کے احکامات کے آگے سر تسلیم خم

کرنے میں کوئی تنگی محسوس نہ کرے اور اپنے دل میں کسی شک وشبہ کو دخل نہ کرے۔ اور یہی اسلام ہے۔ اسلام نام ہی تسلیم و اطاعت کا ہے اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا دین پیش کرے گا وہ قابل قبول نہ ہوگا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ پانے والوں میں ہوگا۔

سب سے زیادہ مقام حیرت یہ ہے کہ ہمارے مخالف روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ زمین کربلا سے گزرے آپ نے دیکھا کہ وہاں ہرن جمع ہیں وہ ان سے قریب ہوئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں یہ حال دیکھ کر حضرت عیسیٰ زمین پر بیٹھ گئے اور حواریین ان کے گرد بیٹھ گئے۔ پس وہ روئے اور حواریین بھی روئے جبکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت کیوں بیٹھے ہیں اور کیوں رو رہے ہیں۔ ان لوگوں نے عرض کیا یا روح اللہ و کلمۃ اللہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا کیا تم اس سرزمین کو جانتے ہو؟ حواریین نے عرض کیا ہم نہیں جانتے۔ فرمایا یہ وہ سرزمین ہے جہاں فرزند پیغمبر "قمر الزماں" جن کا نام نامی احمدؐ ہے اور فرزند طاہرہ بتول سلام اللہ علیہا جو میری والدہ ماجدہ مریمؑ کی شبیہ ہیں اس زمین پر شہید ہوگا اور یہیں دفن ہوگا۔ اس زمین کی خاک مشک سے زیادہ تر ہے کیونکہ یہ خاک مدفن ہے اس شہید مظلوم کی۔ اور انبیاء اور اولاد انبیاء کی طینت ایسی ہی ہوتی ہے اور یہ ہرن مجھ سے کلام کرتے ہیں اور خبر دیتے ہیں کہ بوجہ اشتیاق نسبت امام مظلوم ہم اس زمین کی گھاس چرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس زمین پر محفوظ ہیں۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے ان کی مینگنیوں کو توڑ کر سونگھا اور فرمایا خداوند عالم ان مینگنیوں کو اسی ہیئت پر باقی رکھ تاکہ اس شہید مظلوم کا پدر بزرگوار ان کو سونگھے اور اس کی تسلی کا باعث ہو۔ چنانچہ وہ مینگنیاں حضرت علیؑ کے دور تک موجود رہیں۔ یہاں تک کہ امیرالمومنینؑ کا گزر اس علاقہ سے ہوا۔ آپ نے ان مینگنیوں کو سونگھا، روئے اور اس واقعہ کی خبر دی جو کربلا میں پیش آنے والا تھا۔

ہمارے مخالف اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ مینگنیاں پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ تک باقی رہیں ان کی تازگی اور ان کی بو میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور گردش ہائے روز و شب اور طویل برسوں نے ان پر اثر نہیں کیا مگر اس بات کو نہیں مانتے کہ قائم آل محمدؐ امام عصرؑ باقی ہیں وہ تلوار کے ساتھ خروج کریں گے، دشمنان خدا کو قتل کریں گے اور دین خدا کو ظاہر کریں گے۔ جبکہ ان کے لیے نبیؐ و ائمہؑ سے نام و نسب و طویل مدت کی غیبت کے بارے میں روایات صحیحہ وارد ہوئی ہیں اور آپ کے لیے امت سابقہ کی سنت طول عمر مقرر ہوئی ہے۔ یہ انکار صرف بغض و عناد اور حق کے انکار کا باعث ہے۔ ہم رسوائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

باب (۴۸) اڑتالیسواں ارض نینویٰ کی حدیث کا تفصیلی بیان

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن قطان نے جو شہر رے کے بزرگ محدث تھے اور ابو علی بن عبدربہ کے نام سے مشہور تھے ان سے احمد بن یحییٰ بن زکریا قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے بکر بن عبداللہ بن حبیب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے تمیم بن بہلول نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن عاصم نے ان سے حصین بن عبدالرحمٰن نے ان سے مجاہد نے ان سے ابن عباس نے کہا کہ جناب امیرالمومنینؑ جنگ صفین پر گئے تو میں بھی ساتھ تھا جب حضرت زمین نینویٰ پر پہنچے جو دریائے فرات کے کنارے واقع ہے تو آپ نے با آواز بلند مجھ کو پکارا اے ابن عباس کیا تم اس مقام کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا امیرالمومنینؑ میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اے ابن عباس اگر تم اس زمین کو جانو جیسے کہ میں جانتا ہوں تو یہاں سے نہ جاؤ گے مگر جب تک میری طرح گریہ نہ کر لوگے۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ رونے لگے یہاں تک کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور آنسوؤں کے قطرے ٹپک ٹپک کر سینہ اقدس پر جاری ہوئے۔ ابن عباس کہتے ہیں ہم آپ کو روتا دیکھ کر ہم لوگ بھی رونے لگے۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ نے فرمایا آہ۔ آہ۔ مجھے آل ابوسفیان اور آل حرب سے کیا مطلب ہے جو لشکر شیطان اور سرگروہ کفر ہیں۔ (اس کے بعد فرمایا) صبر کرو اے ابو عبداللہ کیونکہ تمہارے باپ کو بھی ان اشقیاء کے ہاتھوں وہی صدمات گزرے ہیں جو تجھ کو پہنچنا ہیں۔ پھر آپ نے پانی طلب کیا اور وضو کر کے نماز میں مشغول ہو گئے اور جتنا خدا نے چاہا نمازیں پڑھیں۔

پھر آپ نے پہلا سا کلام جاری رکھا مگر یہ کہ نماز کے پورا کرنے میں کچھ دیر ٹھہرے رہے پھر آپ نے غنودگی کی اور فرمایا اے ابن عباس! میں نے عرض کیا مولا میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا تم چاہو تو ٹھہرو جو میں نے اس وقت خواب میں حالت بیداری کی طرح دیکھا ہے۔ میں نے عرض کیا مولا ہمیشہ آپ کی آنکھیں سوتی رہیں جو خواب آپ نے دیکھا ہے بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا میں نے ابھی دیکھا کہ کچھ اشخاص آسمان سے اس صحرا میں نازل ہوئے ہیں جن کے ہاتھ میں سفید علم اور گلے میں چمکتی تلواریں ہیں جب سے اس زمین کے گرد ایک خط کھینچا پھر میں نے دیکھا کہ جو درخت اس صحرا میں ہیں ان سب کی تمام شاخیں زمین پر جھک گئیں اور ایک ہیک تازہ خون اس صحرا میں موجیں مارنے لگا اور میں نے اپنے فرزند حسینؑ کو دیکھا کہ وہ اس دریائے خون میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ سفید اور نورانی افراد جو آسمان سے نازل ہوئے تھے حسینؑ سے باآواز بلند کہتے ہیں صبر کرو اے آل رسولؐ تم بدترین خلق کے ہاتھوں قتل ہو گے اے ابو عبداللہ بہشت تمہاری مشتاق ہے۔ اس کے بعد وہ نورانی افراد میرے پاس آئے اور مجھے پرسہ دے کر کہنے لگے اے ابوالحسنؑ خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں تمہاری آنکھوں کو شہادت حسینؑ کی وجہ سے روشن کرے گا جب تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ یہ دیکھ کر میں بیدار ہوا۔ اسے

ابن عباس میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ مجھے مخبر صادق
ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ تم اس زمین پر سے اس وقت گزرو گے جب اہل ظلم و ستم سے جنگ
کر کے ۔ یہ زمین کرب و بلا ہے ۔ اس زمین میں میرا حسین مدفون ہوگا ۔ اور اس کے ہمراہ سترہ اشخاص جو میری اور
فاطمہ کی اولاد سے ہوں گے اس زمین میں دفن ہوں گے ۔ یہ زمین ساتوں آسمانوں میں مشہور ہے ۔ اور اہل آسمان زمین
کرب و بلا کا اسی طرح تذکرہ کرتے ہیں جس طرح زمین کعبہ و زمین مدینہ اور زمین بیت المقدس کا تذکرہ کرتے ہیں ۔
اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابن عباس تم اس صحرا میں ہرن کی مینگنیاں تلاش کرو ۔ خدا کی قسم نہ تو میں نے
جھوٹ کہا اور نہ ہی رسول خدا نے جھوٹ سنا کہ ان کا رنگ مثل زعفران کے زرد ہوگا ۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے
امیرالمومنین کے حکم کے مطابق مینگنیاں تلاش کیں تو ایک جگہ ان کو جمع پایا ۔ میں نے باآواز بلند پکارا ۔ یا امیرالمومنین
مجھے اسی صفات کی مینگنیاں مل گئیں جیسا آپ نے فرمایا تھا ۔ امیرالمومنین نے ارشاد فرمایا خدا اور رسول نے سچ کہا ۔ پھر
آپ تشریف لائے اور ان مینگنیوں کو اٹھا کر سونگھا اور فرمایا یہ وہی مینگنیاں ہیں جن کی خبر رسول خدا نے دی تھی ۔ پھر
فرمایا جانتے ہو اے ابن عباس یہ وہ مینگنیاں ہیں جنہیں حضرت عیسیٰ ابن مریم نے سونگھا تھا ۔ حضرت عیسیٰ اپنے
حواریوں کے ساتھ جب اس صحرا میں وارد ہوئے تو دیکھا کہ یہاں ہرنوں کا ایک گلہ جمع ہے اور وہ ہرن رو رہے ہیں ۔ یہ
حال دیکھ کر حضرت عیسیٰ زمین پر بیٹھ گئے اور ان کے حواریین ان کے گرد بیٹھے ۔ اس وقت حضرت عیسیٰ رونے لگے
حواریین بھی یہ دیکھ کر رونے لگے جبکہ وہ اس بات سے آگاہ نہ تھے کہ حضرت عیسیٰ کیوں بیٹھے ہیں اور کیوں رو رہے ہیں
حواریین نے عرض کیا یا روح اللہ اور اس کا کلمہ آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا کیا تم اس زمین کو جانتے ہو
حواریین نے عرض کیا ہم نہیں جانتے ۔ فرمایا یہ وہ سرزمین ہے جہاں پیغمبر آخرالزماں کا فرزند وہ پیغمبر جس کا نام احمد
ہوگا اور فرزند طاہرہ بتول جو میری والدہ مریم کی شبیہ ہوں گی اس زمین پر شہید ہوگا اور اس زمین میں دفن ہوگا ۔ اس
زمین کی خاک پاک مشک سے فزوں تر ہے ۔ کیوں کہ یہ خاک اس مظلوم شہید کا مدفن ہے ۔ اور انبیاء اور اولاد انبیاء کی
طینت ایسی ہی ہوتی ہے ۔ یہ ہرن مجھ سے کلام کرتے ہیں اور مجھے بتاتے ہیں کہ تربت امام مظلوم کے اشتیاق میں ہم
اس زمین کی گھاس چرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس زمین پر محفوظ ہیں اس کے بعد حضرت عیسیٰ نے ان مینگنیوں کو توڑ کر
سونگھا اور فرمایا ان میں اس گھاس کی خوشبو ہے جو اس زمین میں اگتی ہے ۔ اے اللہ ان مینگنیوں کو ہمیشہ اسی حالت
میں باقی رکھ تاکہ اس شہید مظلوم کے والد بزرگوار ان کو سونگھیں اور ان کی تسلی کا باعث ہو ۔ اس کے بعد
امیرالمومنین نے فرمایا اے ابن عباس یہ مینگنیاں آج تک باقی ہیں ۔ اور طویل مدت کے باعث ان کا رنگ زرد ہو گیا
ہے اور یہ زمین جائے کرب و بلا ہے ۔ اس کے بعد آپ نے بلند آواز سے فرمایا اے عیسیٰ بن مریم خدا برکت نہ دے
حسین کے قاتلوں اس کے اشقیاء کی نصرت کرنے والوں اور اس کی مدد نہ کرنے والوں کو ۔ یہ کہہ کر امیرالمومنین

بہت روئے۔ آپ کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت روتے روتے بے ہوش ہو کر گر پڑے جب غش سے افاقہ ہوا تو تھوڑی مینگنیاں اٹھا کر اپنی چادر کے دامن میں باندھ لیں اور مجھے بھی حکم دیا میں نے بھی تھوڑی سی مینگنیاں اٹھالیں۔ اس کے بعد آپؑ نے فرمایا اے ابن عباس جب تم دیکھو کہ خون تازہ ان میں رواں ہے تو یقین کرنا کہ میرا فرزند اس زمین پر شہید ہو گیا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں اپنے واجبات سے زیادہ ان مینگنیوں کی حفاظت کرتا تھا اور ہمیشہ اپنی آستین سے باندھے رہتا تھا۔ ایک دن میں گھر میں سویا ہوا تھا۔ جب نیند سے بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری آستین خون سے بھری ہے اور خون ان مینگنیوں سے جاری ہے یہ حال دیکھ کر میں اٹھ بیٹھا اور آہ و بکا کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم فرزند رسول شہید ہو گئے اور میرے مولا علیؑ نے ہرگز غلط نہیں فرمایا اور کبھی میرے مولا نے مجھے ایسی خبر نہیں دی جو واقع نہ ہوئی ہو کیونکہ رسول خدا ان کو بہت سی خبریں دیتے تھے جس سے دوسروں کو مطلع نہ فرماتے تھے۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک غبار نے سارے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور کچھ نظر نہیں آتا اور گویا سورج کو گہن لگ گیا ہو۔ اور مدینہ کی دیواریں سرخ ہو گئیں۔ ایسا لگتا تھا کہ ان پر خون چھڑکا گیا تھا۔ میں بیٹھ گیا اور رونے لگا۔ اور کہا خدا کی قسم حسینؑ شہید ہو گئے۔ اتنے میں میں نے ایک صدائے غیبی سنی جو کہہ رہی تھی۔

اصبروا آل الرّسول قتل الفرخ النحول
نزل الرّوح الأمین ببکاء و عویل

یعنی اے آل رسولؐ صبر کرو کہ فرزند بتول خستہ تن قتل ہوا اور روح الامین نے نالہ و فریاد اس شہید مظلوم کے ماتم میں نزول کیا۔

پھر اس شخص کے رونے کی آواز میرے کان میں آئی۔ اس کے رونے سے مجھ پر بڑی رقت طاری ہوئی۔ اور میں نے اس وقت کو یاد رکھا اور وہ محرم کا مہینہ اور عاشورہ کا دن تھا۔

جب امام حسینؑ کی شہادت کی خبر مدینہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ اسی روز شہید ہوئے۔ اور وہ لوگ جو آپؑ کے ساتھ تھے بیان کرتے تھے کہ خدا کی قسم ہم نے بھی یہی آواز سنی تھی جو تم نے سنی۔ ہم معرکہ میں تھے اور نہ سمجھ سکے کہ وہ کون تھا اور ہمارا گمان ہے کہ وہ حضرت خضرؑ تھے۔ اللہ کا درود ہو ان پر اور حسینؑ پر اور اللہ حسینؑ کے قاتلوں اور ان اشقیاء کے فعل پر راضی ہونے والوں پر لعنت کرے۔

روایت میں ہے کہ حبابہ والبیہ نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے ملاقات کی اور آپ کے بعد دیگر ائمہ علیہم السلام سے بھی اور وہ حضرت امام رضاؑ کے زمانے تک زندہ رہی۔ اور کوئی اس کی طول عمر کا انکار نہیں کرتا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ امام قائمؑ کا انکار کیا جائے؟

باب (۳۹) حبابہ والبیہ کے بارے میں

۱۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد دقاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد نے ان سے علی بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر نے ان سے محمد بن قاسم قمی نے ان سے احمد بن یحییٰ معروف بہ بردہ نے ان سے محمد بن خداہی نے ان سے عبداللہ بن ایوب نے ان سے عبداللہ بن ہاشم نے ان سے عبدالکریم بن عمر خثعمی نے ان سے حبابہ والبیہ نے بیان کیا کہ میں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کو دیکھا کہ لشکر میں ہیں اور آپؑ کے ہاتھ میں کوڑا ہے اور آپ جری اور مارماہی اور زمار اور طافی (قسم کی مچھلیاں) فروخت کرنے والوں کو اس سے مار رہے تھے اور فرما رہے تھے اے بنی اسرائیل کے مسوخات بیچنے والو۔ بنی مروان کے لشکرو۔ فرات بن احنف نے پوچھا یا امیرالمومنین بنی مروان کا لشکر کیسا؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ جو داڑھی منڈواتے ہیں اور مونچھوں کو بل دیتے ہیں (بنو مروان کے لشکر والے ایسی ہی صورت کے تھے)۔ میں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالب سے بہتر کلام کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔ پھر میں آپ کے پیچھے چل دی۔ اور آپ کی پشت پر رہی یہاں تک کہ آپ مسجد کے چبوترے پر بیٹھے تو میں نے عرض کیا اے امیرالمومنینؑ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ دلائل امامت کیا ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا یہ پتھر اٹھاؤ اور اپنے ہاتھ سے ایک پتھر کی طرف اشارہ کیا۔ آپؑ نے اس پتھر پر اپنی انگوٹھی لگائی تو اس انگوٹھی کا نقش پتھر پر ثبت ہوگیا۔ پھر فرمایا، اے حبابہ کوئی مدعی امامت ہو تو اس سے کہو کہ اسی طرح پتھر پر مہر لگا دے۔ اگر لگا دے تو سمجھ لینا وہ امام ہے۔ اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ اور امام جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ اس سے پوشیدہ نہیں رہتی۔

حبابہ کہتی ہے میں حضرت علیؑ کے انتقال کے بعد حضرت امام حسنؑ کے پاس آئی۔ آپؑ حضرت علیؑ کی جگہ بیٹھے تھے اور لوگ آپؑ سے سوال کر رہے تھے۔ آپؑ نے فرمایا اے حبابہ والبیہ میں نے عرض کی جی میرے مولا۔ آپ نے فرمایا جو تیرے پاس ہے وہ مجھے دے۔ میں نے وہ پتھر کا ٹکڑا حضرت امام حسنؑ کو دے دیا۔ آپؑ نے اس پر بھی طرح مہر لگائی جس طرح جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ نے لگائی تھی۔

پھر میں امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ اس وقت مسجد نبوی میں تھے۔ حضرت نے مجھے اپنے پاس بلایا اور مرحبا کہا۔ پھر فرمایا جو تو نے ارادہ کیا ہے وہ دلائل امامت میں سے ایک دلیل ہے۔ کیا تیرا ارادہ دلیل امامت معلوم کرنے کا نہیں ہے؟ میں نے کہا ہاں ضرور۔ میرے مولا نے فرمایا جو تیرے پاس ہے وہ مجھے دے۔ میں نے وہ پتھر ان کو دے دیا۔ آپ نے اس پتھر پر مہر لگا دی۔ پھر میں علی ابن حسینؑ کے پاس آئی۔ بڑھاپے کے باعث مجھے رعشہ تھا۔ اس وقت میری عمر ایک سو تیرا برس تھی۔ میں نے امام زین العابدینؑ کو رکوع و سجود اور عبادت میں مشغول پایا جس میں مایوس

ہوئی تو آپ نے انگشت شہادت سے اشارہ کیا تو میرا شباب لوٹ آیا۔ میں نے کہا آقا میری عمر کتنی گزر گئی اور کتنی باقی ہے؟ آپ نے فرمایا گزری کو بتادوں گا باقی عمر نہیں بتاؤں گا۔ پھر فرمایا جو تیرے پاس ہے دو لا۔ میں نے وہ پتھر حضرت امام زین العابدینؑ کو دے دیا۔ آپ نے اس پر مہر لگا دی۔ پھر میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں آئی۔ آپ نے بھی مہر لگا دی اس کے بعد میں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ انہوں نے بھی (اس پتھر پر) مہر لگا دی۔ پھر میں حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے بھی اس پر مہر لگا دی۔ پھر میں حضرت امام علی رضا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو انہوں نے بھی اس پتھر پر مہر لگا دی۔ عبد اللہ بن ہشام کے مطابق حبابہ اس کے بعد نو ماہ زندہ رہی۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن عصام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب کلینی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل بن موسیٰ بن جعفر نے ان سے ان کے والد نے ان سے ان کے والد موسیٰ بن جعفر نے ان سے ان کے والد جعفر بن محمد نے ان سے ان کے والد محمد بن علی علیہم السلام نے کہا کہ حبابہ والبیہ کے لئے امام علی بن الحسینؑ نے دعا کی تو اللہ نے اس کا شباب لوٹا دیا۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا تو وہ حائضہ ہو گئی اور اس وقت اس کی عمر ایک سو تیرہ سال تھی۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ جب حبابہ والبیہ کے لئے جائز ہے کہ خدا امام زین العابدینؑ کی دعا سے اس کا شباب اس وقت پلٹا دے جب اس کی عمر ایک سو تیرہ ہو اور وہ امام رضا سے ملنے کے نو ماہ بعد تک زندہ رہے تو پھر یہ کیسے جائز نہیں کہ اللہ امام قائمؑ کو بھی بحالت جوانی سلامت رکھے۔ اور اس وقت تک زندہ رکھے جب تک وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح نہ بھر دیں جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ حالانکہ امام قائمؑ کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سے نصوص بھی وارد ہیں۔

ہمارے مخالفین ابو الدنیا معروف بہ معمر مغربی کے بارے میں بھی روایت کرتے ہیں کہ اس کا نام علی بن عثمان بن خطاب بن مرہ بن مؤید تھا۔ حضورؐ کے انتقال کے وقت اس کی عمر تین سو سال کے قریب تھی۔ حضورؐ کے بعد اس نے امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کی خدمت کی اور بادشاہان وقت نے اس سے طول عمر کا سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے آب حیات پیا تھا وہ مقتدر کے دور تک زندہ رہا۔ ہمارے مخالفین تو اس کی موت کو ہی تسلیم نہیں کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ وہ امام قائمؑ کی طول عمر کا انکار کرتے ہیں۔

باب ۵۰) معمر مغربی کے بارے میں

بیان کیا مجھ سے ابو سعید عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب بن نصر سجزی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو بکر محمد بن فتح رقی، ابوالحسن علی بن حسن بن اسحٰق جو ابو بکر کے رشتہ دار تھے، ان دونوں نے کہا کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں کی ملاقات ایک شخص سے مکہ میں ہوئی۔ جس کا تعلق اہل مغرب سے تھا۔ ہم لوگ جو صاحب حدیث کی ایک جماعت کے ساتھ بیت اللہ حج کے لئے آئے ہوئے تھے اس کی خدمت میں پہنچے۔ یہ تین سو نو ہجری تھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس شخص کے سر اور داڑھی کے سب بال سیاہ ہیں۔ مگر وہ خود ہڈی اور چمڑے کا ایک ڈھانچہ ہے۔ جیسے خشک مشک۔ اور اس کے ارد گرد اس کی اولاد اور اولاد اولاد اور اس کے ہم وطن سن رسیدہ اشخاص جمع ہیں۔ ان لوگوں نے بتایا کہ وہ لوگ مغربی ممالک کے بالکل آخری خطہ باہرہ علیا کے قریب کے رہنے والے ہیں۔ اور ان سن رسیدہ اشخاص نے گواہی دیتے ہوئے کہا ہم نے اپنے آباء سے اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے سنا ہے کہ ہم لوگ اس شخص کو جو ابوالدنیا معمر کہلاتا ہے اور جس کا نام علی بن عثمان بن خطاب بن مرہ بن موید ہے ایک مدت سے دیکھتے آرہے ہیں۔ یہ ہمدانی ہے اور یمن کے بالائی حصہ کا باشندہ ہے۔ ہم نے اس معمر شخص سے پوچھا کیا آپ نے حضرت علیؑ کو دیکھا ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اس کی بھویں لٹک کر آنکھوں پر آگئی تھیں۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں تو ایسا معلوم ہوا جیسے دو چراغ روشن ہیں۔ اس نے ہم سے کہا میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میں ان کا خادم تھا۔ جنگ صفین میں ان کے ساتھ تھا اور یہ زخم کا نشان آپ کی سواری کی لات کا ہے۔ ہم نے اس زخم کا نشان اس کی سیدھی ابرو پر دیکھا۔ اور سن رسیدہ اشخاص اس کے پوتوں، نواسوں اور دوسرے اہل خاندان میں سے جو لوگ اس کے گرد جمع تھے سب نے اس کو طول عمر کی گواہی دی اور کہا کہ جب سے ہم پیدا ہوئے اور ہوش سنبھالا ان کو اسی حال میں دیکھا ہے۔ اور اپنے آباء و اجداد سے بھی ایسا ہی سنا ہے۔

جب ہم نے ان سے گفتگو کی تو دیکھا کہ وہ فاتر العقل نہیں ہیں اور جو بات بھی پوچھی جاتی اس کا صحیح سمجھ کر جواب دیتے ہم نے ان سے ان کے حالات پوچھے تو انہوں نے بیان کیا میرے والد سابقہ کتابیں اور صحائف پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک کتاب میں آب حیات کے بارے میں پڑھا کہ وہ ظلمات میں ہے۔ اور جو اس کا پانی پی لے گا اس کی عمر بہت طویل ہو جائے گی۔ یہ پڑھ کر ان کے دل میں ظلمات جانے کا شوق ہوا۔ ہم نے زاد سفر لیا اور چند حامل اونٹ، دودھ دینے والی اونٹنیاں اور ضروریات کے سامان کو اپنے ساتھ لیا اور روانہ ہوگئے۔ اس وقت میری عمر تیرہ سال کی تھی۔ چلتے چلتے ظلمات تک جا پہنچے اور پھر ظلمات میں داخل ہوگئے ہم لوگ اس میں چھ دن رات تک مسلسل چلتے رہے۔ ہم رات اور دن کی تمیز اس طرح کرتے تھے کہ دن میں ہلکی سی روشنی ہو جاتی تھی جو رات کی سیاہی

سے کچھ ہی کم ہوتی تھی۔ چلتے چلتے ہم پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان اتر گئے اور میرے والد چشمہ حیات کی تلاش میں ہر طرف چکر لگانے لگے۔ انہوں نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ چشمہ آب حیات اسی مقام پر واقع ہے۔ ہم نے چند دن وہاں قیام کیا یہاں تک کہ ہمارے ساتھ جو پانی تھا وہ ختم ہو گیا تو ہم نے اونٹنی کے دودھ پر گزارا کیا۔ اگر ہمارے ساتھ اونٹنیاں نہ ہوتیں تو ہم لوگ پیاس سے مر جاتے۔ میرے والد لگاتار چشمہ حیات کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتے رہے اور ہمیں حکم دیا کہ ہر وقت آگ جلائے رکھیں تاکہ راستے کی نشاندہی ہوتی رہے۔ اور انہیں ہم تک آنے میں دقت پیش نہ آئے۔ وہاں ہم پانچ دن ٹھہرے رہے اور میرے والد مسلسل تلاش میں معروف رہے مگر چشمہ نہ مل سکا۔ بالآخر مایوس ہو کر واپسی کا ارادہ کیا۔ زادِ راہ بھی ختم ہو چکا تھا۔ خادموں کو جان کا خطرہ ہوا تو انہوں نے والد سے ظلمات سے باہر نکلنے کا اصرار کیا۔ ایک دن میں اپنے قافلہ سے نکل کر رفع حاجت کے لئے تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اتفاقاً مجھے ایک چشمہ مل گیا۔ جس کا پانی سفید اور شیریں تھا۔ وہ چشمہ نہ تو بہت بڑا تھا اور نہ بالکل چھوٹا بلکہ درمیانہ درجہ کا تھا جو آہستہ آہستہ ابل رہا تھا میں اس کے قریب گیا اور دو تین چلو لے کر پانی پی لیا جو نہایت شیریں اور خوش ذائقہ اور ٹھنڈا تھا۔ میں بھاگ کر اپنے قافلہ میں آیا اور خادموں کو خوشخبری سنائی کہ میں نے پانی کا ایک چشمہ پا لیا ہے۔ ان لوگوں نے مشکیں اٹھالیں اور میرے ساتھ ہو لئے۔ مجھے اس وقت اس بات کا قطعاً خیال نہیں رہا کہ میرے والد چشمہ کی تلاش میں ہیں۔ بلکہ مجھے خوشی اس بات کی تھی کہ میرے قافلہ میں پانی ختم ہو گیا ہے اور مجھے چشمہ مل گیا۔ میرے والد اس وقت موجود نہ تھے بلکہ پانی کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے اس چشمہ کو بہت تلاش کیا مگر چشمہ دوبارہ نہیں ملا۔ خادموں نے مجھے جھٹلایا اور کہا تم نے سچ نہیں بولا۔ پس ہم اپنی قیام گاہ کے پاس واپس آئے تو دیکھا کہ والد صاحب بھی واپس آ چکے تھے۔ میں نے ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا میرے فرزند میں نے اسی چشمے کی خاطر اتنے مصائب برداشت کئے مگر میں اس کو نہ پاسکا اور تم کو مل گیا۔ اب تمہاری عمر اتنی طویل ہوگی کہ تم خود زندگی سے عاجز آ جاؤ گے۔ پھر ہم لوگ واپس اپنے گھر آ گئے۔ والد چند برس زندہ رہے اور اس کے بعد انتقال کر گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

جب میری عمر تیس سال کے قریب ہوئی تو اس دوران میں رسول خداؐ اور ان کے بعد دو خلفاء انتقال کر چکے تھے تیسری خلافت کے آخری دور میں حج کے لئے مکہ آیا تو تمام اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں میرا دل حضرت علیؑ کی طرف مائل ہوا۔ چنانچہ میں ان کی خدمت پر مامور ہو گیا۔ ان کے ساتھ تمام جنگوں میں حاضر رہا۔ جنگ صفین میں ان کے گھوڑے کے پیر سے جو زخم آیا تھا اس کا نشان یہ رہا۔ اس کے بعد بھی میں مسلسل ان کی خدمت کرتا رہا یہاں تک کہ ان کا بھی انتقال ہو گیا۔ پھر ان کی اولاد اور اہل خانہ نے بہت اصرار کیا کہ میں ان کے پاس رہوں مگر میں اپنے وطن واپس آ گیا۔

بنی مروان کے دور میں میں پھر حج کے لئے نکلا اور اپنے ہم وطنوں کے ساتھ واپس ہوا۔ میں جب بھی کسی سفر پر نکلتا ہوں تو بلاد مغرب کے جن سلاطین کو میری طول عمری کی خبر ہوتی ہے وہ مجھے اپنے دربار میں بلاتے ہیں اور مجھ سے میری طویل عمر اور میرے مشاہدات و تجربات کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ میری خواہش تھی کہ میں آخری حج ادا کرلوں چنانچہ یہ میرے پوتے اور نواسے جنہیں تم لوگ میرے گرد دیکھ رہے ہو مجھے یہاں لائے ہیں۔

معمر مغربی نے کہا کہ میرے دانت دو یا تین مرتبہ ٹوٹے اور پھر نکل آئے۔ ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے جو احادیث امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ سے سنی ہیں۔ وہ ہم سے بیان کریں۔ انہوں نے کہا: مجھے حصول علم کا شوق تھا اور نہ حوصلہ۔ اور آپ کے اصحاب بھی آپ سے کثیر علم حاصل کررہے تھے۔ چونکہ مجھے مولا سے بہت محبت تھی اس لئے میں صرف ان کی خدمت میں مشغول رہتا تھا پھر بھی جو کچھ میں نے مولا سے سنا وہ بلاد مغرب و مصر و حجاز کے بہت سے علم دوست لوگوں کو سنایا۔ اور وہ سب وفات پاچکے مگر میرے ان پوتوں اور نواسوں نے وہ سب کچھ لکھ لیا ہے پھر انہوں نے ایک کتاب نکالی اور چند احادیث ہمیں پڑھ کر سنائیں (جو ذیل میں درج ہیں۔)

۱۔ بیان کیا مجھ سے ابوالحسن علی بن عثمان بن خطاب بن مرۃ بن مویّد ہمدانی المعروف بہ ابوالدنیا معمر مغربی نے (اللہ ان سے راضی ہو زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی) کہ ایک دن حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اہل یمن سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے اہل یمن سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

۳۔ بیان کیا ہم سے ابوالدنیا معمر مغربی نے کہ مجھ سے حضرت علیؑ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے گا اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا۔ دس گناہ مٹا دے گا اور اس کے دس درجہ بلند کرے گا۔

پھر امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ حضور اکرمؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو کوئی اپنے مومن بھائی کی حاجت برآوری کے لئے کوشش کرے گا بغرض خوشنودی خدا تو اس کا یہ عمل ایسا ہے جیسے گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی ایک ہزار سال تک خدمت کی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس نے اللہ کی معصیت نہیں کی۔

۴۔ بیان کیا ہم سے ابوالدنیا معمر مغربی نے کہ میں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت بھوک لگی اس وقت آپؐ حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا۔ اے علیؑ دسترخوان لاؤ۔ میں دسترخوان لایا تو اس میں سے کچھ روٹی اور بھنا ہوا گوشت نکلا۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے ابوالدنیا معمر مغربی نے کہ میں نے امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جنگ خیبر میں میرے جسم پر پچیس زخم آئے تھے۔ جب میں اس حال میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ مجھے دیکھ

کر دینے لگے اور آپؐ نے اپنے ستونوں کو میرے دشمن پر لگایا تو وہ دشمن فوراً منتشر ہو کر پیچھے ہو گئے۔

۶۔　　بیان کیا مجھ سے ابو الدنیا معمر مغربی نے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے سورہ قل ھو اللہ احد کی ایک بار تلاوت کی گویا اس نے ایک تہائی قرآن کی تلاوت کی۔ جس نے دو مرتبہ تلاوت کی اس نے گویا دو تہائی قرآن پڑھا۔ جس نے تین مرتبہ تلاوت کی اس نے گویا پورا قرآن پڑھ لیا۔

۷۔　　بیان کیا مجھ سے ابو الدنیا معمر مغربی نے کہ میں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک مرتبہ بکریاں چرا رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بھیڑیا آگیا۔ میں نے اس سے کہا تو یہاں کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا کہ آپؐ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ گلہ بانی کر رہا ہوں۔ پس وہ واپس چلا گیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے ریوڑ کو پانی پلا رہا تھا کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا اور چیر پھاڑ دیا تو میں نے اس کی گردن پکڑی۔ اسے ذبح کیا اور اسے اپنے قبضے میں لے لیا۔ پھر میں اس (ذبح شدہ بکری) کو بازار میں لے گیا کہ اچانک تین فرشتے میرے سامنے نمودار ہوئے جبرئیلؑ میکائیلؑ اور ملک الموتؑ۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہا کہ یہ محمدؐ ہیں۔ جن میں اللہ نے برکت دی ہے۔ پس انہوں نے مجھے لٹایا اور اس چھری سے جو ان کے پاس تھی میرا سینہ چاک کیا۔ میرے سینے سے دل نکالا اس کو ٹھنڈے پانی سے دھویا جو ان کے پاس ایک کٹورے میں تھا۔ یہاں تک کہ اس پر سے خون بالکل صاف ہو گیا اور پھر اس کو واپس میرے سینے میں رکھ دیا۔ پھر اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا تو اللہ عزوجل کے حکم سے میرا سینہ سالم ہو گیا مجھے چھری سے درد اور تکلیف کا احساس نہیں ہوا۔ میں وہاں سے واپس اپنی رضاعی ماں حلیمہ کے پاس آیا انہوں نے پوچھا جانور کہاں ہیں؟ میں نے ان کو سارا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا قریب ہے کہ تمہیں جنت میں عظیم منزلت ملے۔

۸۔　　بیان کیا مجھ سے ابو سعید عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے ان سے ابو بکر محمد بن فتح رقی اور ابو الحسن علی بن حسین عثلی نے کہا کہ مکہ کے گورنر کے پاس جب ابو الدنیا کے متعلق خبر پہنچی تو وہ متعرض ہوا اور بولا کہ تم کو میرے ساتھ لازماً بعداد معتمد کے پاس جانا ہوگا۔ اگر ان سے اطلاع ہوئی تو وہ مجھ پر ناراض ہوگا کہ میں نے تم کو جانے کیوں دیا پس اہل مغرب و اہل مصر و شام کے حاجیوں نے کہا کہ اسے معاف کریں اور سفر پر نہ لے جائیں کیونکہ یہ بوڑھا شخص ہے اور جو کچھ اس پر گزرے گی اس سے یہ زندہ نہ بچ سکے گا تب اس کی جان بخشی ہوئی۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ اگر میں اس سال حج کے لئے جاتا تو ابو الدنیا سے ضرور ملاقات کرتا۔ اس کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی تھی اور مصر و شام و بغداد وغیرہ کے محدثین نے اس سے احادیث نقل کی تھیں۔ مجھے بھی شوق تھا کہ میں اس سے ملتا اور احادیث نقل کرتا۔

۹۔　　خبر دی مجھ کو ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ بن حسن بن جعفر بن عبداللہ بن حسن بن علی بن حسین بن علی

ابن ابی طالب علیہم السلام سے کہ مجھے حدیث میں سے صحیح احادیث روایت کرنے کا اجازہ مرحمت فرمایا گیا اور میرے نزدیک حدیث شریف یہ ہے ابو عبداللہ محمد بن حسن بن اسحاق بن حسین بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام درست ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے سن ۳۱۳ ہجری میں حج کیا اور ۸۰ سال مقتدر باللہ کا صاحب مصر قشہ بھی حج کے لیے آیا تھا۔ اس کے ساتھ عبداللہ بن حمدان جس کی کنیت ابو الہیجاء تھی بھی تھا۔ ہم سب ذیقعدہ میں مدینہ پہنچے تو دیار بنی مصر کا ایک قافلہ ملا جس میں ابوبکر محمد بن علی ماذرائی بھی تھا۔ اس کے ساتھ اہل مغرب کا ایک شخص بھی تھا جس سے متعلق معلوم ہوا کہ اس نے حضور کے اصحاب میں ایک شخص کو دیکھا ہے۔ اس کو دیکھنے اور اس سے ملنے کے لیے لوگوں کا اژدحام تھا۔ لوگوں نے اسے گھیرا ہوا تھا وہ اسے حیرت سے دیکھتے اور چھوتے تھے۔ قریب تھا کہ اس اژدحام و دھکم پیل کے باعث اس کی روح پرواز کر جائے۔ میرے چچا ابو القاسم طاہر بن یحییٰ نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس مجمع کو منتشر کردو۔ چنانچہ غلاموں نے ایسا ہی کیا اور معمر مغربی کو ابن ابو سہل طفیل کے گھر میں ٹھہرایا گیا میرے چچا دربان نے لوگوں کو ایک ایک کرکے اس سے ملاقات کی اجازت دی گئی۔ معمر مغربی کے ساتھ پانچ افراد تھے جو اس کے فرزندوں کے فرزند تھے۔ ان میں ایک ۸۰ سال سے زائد عمر کا بوڑھا شخص بھی تھا جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ معمر مغربی کا پوتا ہے۔ دوسرا ۷۰ سال اور دو اشخاص پچاس یا ساٹھ سال کے تھے جو اس کے پوتے تھے۔ پانچواں شخص ۱۷ سال کا تھا جو اس کا پڑپوتا تھا۔ اس سے کم عمر اور کوئی نہیں تھا۔ معمر مغربی کو دیکھنے سے پتہ چلتا تھا کہ وہ تیس چالیس سال سے زیادہ کا نہ ہوگا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال بالکل سیاہ تھے وہ دبلا پتلا، پستہ قد، چھوٹے پیروں اور پچکے ہوئے گال والا شخص تھا۔ ابو محمد علوی کہتے ہیں کہ یہ شخص جس کا نام علی بن عثمان بن خطاب بن مرة بن مؤید تھا نے مجھ سے چند احادیث بیان کیں جن کو میں نے اسی کے ساتھ میں لکھ دیا۔ میں نے غور کیا کہ اس کے نیچے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کے بال سفید تھے جب وہ کھانا کھا لیتا تو وہ سیاہ ہو جاتے

ابو محمد علوی کہتے ہیں کہ مدینہ کے اشراف اور حاجیوں کی ایک جماعت اور دوسرے بہت سے افراد نے اگر یہ احادیث سنی نہ ہوتی تو میں نے بھی جو کچھ سنا تھا اسے بیان نہ کرتا۔ میں نے اس سے کچھ احادیث مدینہ اور مکہ میں حسینین کے مشہور مکان میں جو مکریہ کے نام سے مشہور ہے اور جو علی بن عیسیٰ بن جراح کا ہے سنیں۔ اور باب صفا کے نزدیک قنطوری کے خیمے میں جو مادرائی کے خیمے میں ہے۔ نصر قنطوری کا ارادہ ہوا کہ معمر مغربی اور اس کی اولاد کو اپنے ساتھ بغداد مقتدر کے پاس لے جائے مگر اہل مکہ نے آکر کہا کہ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ پچھلوں سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اگر معمر مغربی بغداد میں داخل ہو گیا تو بغداد تباہ ہو جائے گا اور بادشاہت پر زوال آجائے گا۔ یہ سن کر اس نے ساتھ لے جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ اور بلاد مغرب کی طرف چلا گیا ہم نے اہل مغرب اور اہل مصر کے مشائخ سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم اپنے آباء کرام اور بزرگوں سے اس شخص کا نام اور اس کے وطن طنجہ

کا نام "معمّر" ہے۔ اور ہم نے بھی ان سے بہت سی احادیث اپنی اس کتاب میں نقل کی ہیں۔

ابو محمد علوی کا بیان ہے کہ اس بزرگ یعنی علی بن عثمان معمر مغربی نے اپنے سفر کا حال اس طرح بیان کیا میرے والد اور چچا مجھے اپنے ساتھ لے کر حج اور زیارت کے ارادے سے حضرموت (ایک شہر کا نام) سے نکلے دوران سفر راستہ بھٹک گئے۔ تین رات اور تین دن تک راستہ معلوم نہ کرسکے۔ چلتے چلتے ریت کے ٹیلوں میں جسے رمل عالج کہتے ہیں جو رمل ارم ذات العماد سے متصل ہے پھنس گئے۔

ابھی ہم لوگ اسی پریشانی میں گرفتار تھے کہ ہمیں کسی شخص کے بڑے بڑے قدموں کے نشان نظر آئے ہم ان نشانوں کو دیکھتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ایک قریہ میں پہنچے ہم نے دیکھا کہ دو افراد کنوئیں یا چشمہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جیسے ہی انہوں نے ہمیں دیکھا تو ان میں سے ایک شخص اٹھا اور ایک ڈول پانی سے بھر کر ہماری طرف آیا اور ہمیں پانی پیش کیا۔ والد صاحب نے کہا کہ آج شام ہم لوگ اسی کنوئیں پر قیام کریں گے اور اسی سے افطار کریں گے۔ پھر وہ شخص میرے چچا کے پاس آیا اور بولا یہ پانی پی لو۔ انہوں نے بھی وہی کہا جو میرے والد صاحب نے کہا تھا۔ پھر اس نے وہ ڈول میری طرف بڑھایا اور بولا تم اس سے پانی پی لو۔ میں نے اس میں سے پانی پیا تو وہ شخص کہنے لگا تمہیں مبارک ہو تم علی ابن ابی طالبؑ سے ملاقات کرو گے۔ جب تم ان سے ملو تو کہنا کہ خضر والیاسؑ نے آپ کو سلام کہا ہے۔ اور انہیں یہ واقعہ سنا دینا۔ اے فرزند تم اتنے عرصہ زندہ رہو گے کہ امام قائمؑ اور حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کرو گے۔ جب تم ان سے ملو تو ہمارا سلام انہیں پہنچانا۔ اس کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ یہ دونوں تمہارے کیا لگتے ہیں؟ میں نے کہا میرے والد اور چچا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے چچا تو مکہ نہ پہنچ سکیں گے البتہ تم اور تمہارے والد مکہ پہنچ جاؤ گے۔ مگر تمہارے والد کا انتقال ہو جائے گا۔ تمہاری عمر طویل ہوگی۔ تم حضورؐ سے ملاقات نہ کرسکو گے۔ کیونکہ ان کا انتقال ہونے والا ہے۔

خدا کی قسم یہ کہہ کر وہ دونوں نہ معلوم کہاں چلے گئے۔ آسمان کی طرف یا زمین میں۔ پھر ہم نے دیکھا کہ نہ وہاں قدموں کے نشان ہیں اور نہ کوئی چشمہ نہ ہی پانی۔ ہمیں اس واقعہ پر بڑی حیرت ہوئی۔ ہم سب نجران کی طرف واپس گئے۔ وہاں میرے چچا بیمار ہوئے اور مر گئے۔ میں اور میرے والد نے حج ادا کیا پھر مدینہ پہنچ گئے۔ وہاں میرے والد بیمار ہوگئے اور انہوں نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کو میرے بارے میں وصیت کی اور ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ حضرت علیؑ نے میری پرورش فرمائی۔ میں تینوں دور خلافت میں اور پھر حضرت علیؑ کی خلافت ظاہری میں بھی جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ ابن ملجم نے آپ کو شہید کردیا۔ اللہ کی اس پر لعنت ہو۔

جب حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو انہوں نے مجھے بلایا اور ایک خط اور ایک سواری دے کر مجھ سے کہا کہ یہ خط حضرت علیؑ کے پاس پہنچا دو۔ حضرت علیؑ اس وقت مدینہ میں نہ تھے بلکہ اپنی زمینوں پر گئے ہوئے تھے۔ میں وہ

خدا ٹیکر دو مدینہ بھی میں ابو معاویہ کی دیدہ تک ہی پہنچا تھا کہ تلاوت قرآن کی آواز میں نے سنی۔ دیکھا کہ مولا علی ابن ابی طالب مقام ینبوع سے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ **افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا وانکم الینا لا ترجعون** (سورۃ مومنون آیت ۱۱۵) سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بے مقصد بنایا اور تم ہمارے پاس پھر کر نہ آؤ گے۔ جب آپ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابو الدنیا کیا بات ہے یہاں کیسے؟ میں نے عرض کیا ایک خط ہے جو عثمان نے دیا ہے آپ نے خط کھولا تو اس میں یہ شعر لکھا تھا۔

فان کنت ماکولا فکن انت آکلی
والا فادرکنی ولما امزق

یعنی اگر میں اس لائق ہوں کہ کھایا جاؤں تو پھر آپ ہی مجھے کھائیں ورنہ اس سے پہلے کہ میں چیر پھاڑ دیا جاؤں میری مدد کو پہنچیں۔

آپ نے خط پڑھ کر فرمایا۔ چلو مگر جب ہم مدینے پہنچے تو عثمان قتل ہو چکے تھے۔ آپ مدینہ کی بازار کی طرف مڑ گئے جب لوگوں کو آپ کی آمد کا پتہ چلا تو آپ کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ اس سے پہلے ان لوگوں کا ارادہ تھا کہ طلحہ کی بیعت کریں مگر آپ کو دیکھا تو اس طرح دوڑتے ہوئے آئے جیسے بکریوں کے گلے پر جب کوئی بھیڑیا حملہ کرتا ہے تو وہ بھاگتی ہیں۔ سب سے پہلے طلحہ نے پھر زبیر نے اور ان کے بعد مہاجرین و انصار نے بیعت کی۔ میں آپ کی خدمت گزاری میں مصروف رہا۔ میں جنگ جمل اور جنگ صفین میں موجود تھا۔ صفین میں ایک مرتبہ جب آپ کے ہاتھ سے تازیانہ چھوٹ کر گر گیا تو میں آپ کی داہنی جانب کھڑا تھا میں نے جھک کر تازیانہ اٹھانا چاہا تو گھوڑے کی لگام جو لوہے کی تھی میری بھنووں پر لگی جس کے باعث زخم ہو گیا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے مجھے بلایا اور اپنا لعاب دہن زخم پر لگایا اور ایک چٹکی خاک لی پر ڈال دی۔ خدا کی قسم اس کی برکت سے فوراً درد رک گیا۔ میں آپ کی خدمت میں رہا۔ پھر امام حسن کی خدمت میں رہا جب کہ ساباط مدائن میں آپ کو زخمی کر دیا گیا میں آپ کے ہمراہ مدینے آ گیا۔ آپ کی خدمت میں مشغول رہا یہاں تک کہ جعدہ بنت اشعث ابن قیس کندی، اللہ کی اس پر لعنت ہو، نے معاویہ کے ساتھ مل کر سازش کی اور امام حسن کو زہر دے کر شہید کر دیا۔

پھر میں امام حسین کے ہمراہ کربلا پہنچا جب امام حسین شہید کر دیئے گئے تو میں بنو امیہ کے خوف سے بھاگ کر بلاد مغرب چلا گیا اور اب ظہور امام قائم اور حضرت عیسیٰ کے خروج اور نزول کے انتظار میں ہوں۔

ابو محمد علوی کا بیان ہے کہ میں نے ان بزرگ میں ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ جب وہ میرے چچا طاہر بن یحییٰ کے گھر میں یہ واقعات بیان کر رہے تھے تو ان کے بیچ کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کے بال سرخ ہو گئے پھر سفید ہو گئے۔ میں اس سے پہلے دیکھ چکا تھا کہ ان کے سر اور داڑھی میں سفید بال تھے۔ جب ان بزرگ نے مجھے

تعجب دیکھا تو کہا تم کیا دیکھ رہے ہو۔ جب مجھے بھوک لگتی ہے تو ایسا ہوتا ہے۔ اور جب میرا پیٹ بھر جاتا ہے تو یہ بال سیاہ ہو جاتے ہیں۔ پس میرے چچا نے کھانا منگوایا تو تین طشت کھانے سے بھرے ہوئے آئے۔ ایک طشت معمر مغربی کے سامنے رکھا گیا اور اس میں کچھ حاضرین کے ساتھ میں بھی کھانے میں شریک ہو گیا۔ باقی دو طشت اور لوگوں کے درمیان رکھ دیئے گئے۔ میرے چچا نے لوگوں سے کہا میرے حق تم لوگوں پر ہے تو تم کیوں نہیں کھاتے اور کیوں ہمارے کھانے کو بے اوپر حرام کرتے ہو۔ پس کچھ لوگوں نے کھانا کھایا اور کچھ لوگوں نے نہیں کھایا۔ میرے چچا معمر مغربی کے داہنی جانب بیٹھے تھے۔ وہ خود بھی کھاتے اور ان کی طرف بھی بڑھاتے جاتے تھے۔ میں نے دیکھا انہوں نے اتنا کھانا کھایا جتنا ایک جوان آدمی کھاتا ہے میں نے دیکھا کہ ان کے بروت اور ڈاڑھی کے درمیان کے بال سیاہ ہوتے جارہے ہیں یہاں تک کہ جب وہ پیٹ بھر کر کھا چکے تو سب بال سیاہ ہو گئے۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے علی بن عثمان بن خطاب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے انہوں نے کہا کہ جناب رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ جس نے اہل یمن سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے اہل یمن سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

باب (۵۱)　عبید بن شریہ جرہمی

۔ بیان کیا مجھ سے ابو سعید عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب سجزی نے انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی ابوالحسن کی خود نوشت کتاب میں ایک تحریر دیکھی کہ میں نے ایک صاحب علم کو بیان کرتے ہوئے سنا جو کتابیں پڑھتا تھا اور حدیثیں سنتا تھا کہ عبید بن شریہ جرہمی تین سو پچاس سال تک زندہ رہا۔ اس نے حضور کرمؐ کا عہد مبارک دیکھا اور اسلام لایا۔ پھر حضورؐ کی وفات کے بعد بھی زندہ رہا یہاں تک کہ معاویہ نے اس کو طلب کیا اور حکومت کے دور میں ملا معاویہ نے اس سے کہا کہ اے عبید مجھے بتاؤ تم نے زمانے کو کیسا پایا کیا سنا اور کیا کیا دیکھا؟

عبید نے کہا کہ زمانے میں تو کوئی فرق نہیں پایا جیسے پہلے رات دن تھے ویسے اب بھی ہیں۔ جیسے پہلے لوگ پیدا ہوتے مرتے تھے ویسے اب بھی پیدا ہوتے مرتے ہیں۔ اور لوگ اپنے زمانے کو برا کہتے ہیں۔ میں نے ایسے شخص کو دیکھا ہے اور اس سے ملا ہوں جو ایک ہزار سال زندہ رہا اور اس شخص نے بتایا کہ وہ ایسے شخص سے ملا تھا جو دو ہزار سال زندہ رہا۔

اور جو کچھ میں نے سنا ہے وہ یہ ہے کہ سلاطین حمیران میں سے ایک بادشاہ جو یمن کے شاہوں میں سے تھا ایسا شخص کہ تمام شہروں والے اس سے واقف تھے۔ اسے ذوسرح کہتے تھے۔ نوعمری میں اسے بادشاہت مل گئی تھی وہ اچھے اخلاق سے اپنی رعایا کے ساتھ پیش آتا تھا۔ ان پر مہربان تھا لوگ اس کی اطاعت کرتے تھے اس نے سات سو سال حکومت کی۔ وہ اکثر اپنے مصاحبین کے ہمراہ سیر و شکار کے لئے جاتا تھا۔ ایک دن وہ سیر کے لئے نکلا تو راستے میں وہ

سانپ نظر آئے ایک چاندی کی طرح سفید اور دوسرا کوئلہ کی طرح سیاہ۔ دونوں آپس میں لڑ رہے تھے۔ کالا سانپ سفید سانپ پر غالب آگیا اور قریب تھا کہ سفید سانپ ہلاک ہو جائے۔ بادشاہ نے کالے سانپ کو مار ڈالا اور سفید سانپ کو اٹھا لیا۔ ایک چشمہ پر لے جا کر اس کو پانی پلایا تو اس کو ہوش آیا۔ پھر اسے چھوڑ دیا وہ رینگتا ہوا چلا گیا۔ بادشاہ اپنی قیام گاہ پر واپس آیا جب شام ہوئی تو وہ اپنے محل میں واپس آگیا اور ایسے خلوت میں جا کر بیٹھا جہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں تھی ناگاہ اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان جس کی خوبصورتی کی تعریف نہیں ہو سکتی چوکھٹ پر ہاتھ رکھے کھڑا ہے اس نے سلام کیا۔ بادشاہ کو خوف محسوس ہوا۔ اس نے کہا تم کون ہو اور یہاں کیسے آئے جبکہ یہاں کسی کو آنے کی اجازت نہیں ہے؟ اس نوجوان نے جواب دیا اے بادشاہ خوف نہ کھائیں۔ میں انسان نہیں ہوں بلکہ ایک جن ہوں اور آپ کو اس نیک سلوک کا بدلہ دینا چاہتا ہوں جو آپ نے میرے ساتھ کیا۔ بادشاہ نے کہا میں نے تمہارے ساتھ کیا نیکی کی ہے؟ اس نے کہا میں دراصل وہی سانپ ہوں جس کی آج آپ نے جان بچائی ہے اور جس سانپ کو آپ نے قتل کیا وہ مجھے بچایا وہ میرا غلام تھا جو باغی ہو گیا تھا۔ اور میرے خاندان کے بہت سے افراد کو قتل کر چکا تھا۔ اور جب بھی کسی کو تنہا پاتا قتل کر دیتا تھا اور آپ نے میرے دشمن کو قتل کر دیا اور مجھے بچایا پس میں آپ کو اس کے بدلے کچھ دینا چاہتا ہوں اور شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اے بادشاہ ہم جن ہیں اہل نہیں ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا جن اور اہل میں کیا فرق ہے۔ پس یہیں پر تحریر ختم ہو گئی اور اسے آخر تک نہیں پہنچایا گیا۔

باب (۵۲) ربیع بن ضبع فزاری

۱۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ مکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو طیب احمد بن محمد وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا محمد بن حسن بن درید الازدی عمانی نے ان کتابوں میں جنہیں انہوں نے تصنیف کیا اور اسے ہم نے دوسری طریقوں میں بھی پایا جس میں انہوں نے کہا کہ عبدالملک بن مروان کے پاس جو وفد گیا تھا اس میں ربیع بن ضبع فزاری بھی تھا۔ جو معمر ترین افراد میں سے ایک تھا۔ اس کے ساتھ اس کا پوتا وہب بن عبداللہ بن ربیع بھی تھا۔ جو خود بہت ضعیف تھا۔ اس کی بھویں لٹک کر آنکھوں پر آگئی تھیں جن کو اس نے پیشانی پر باندھ رکھا تھا۔ جب حاجب نے اسے دیکھا تو سب سے زیادہ ضعیف سمجھ کر اس سے کہا بزرگوار! پہلے آپ اندر آجائیں وہ عصا ٹیکتا ہوا اندر آیا اور عصا سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی داڑھی اس کے گھٹنوں تک پہنچ گئی تھی۔ جب عبدالملک نے اسے دیکھا تو بولا بزرگو! بیٹھ جاؤ۔ وہ بولا میں کیسے بیٹھ جاؤں جبکہ میرے دادا دروازے پر کھڑے ہیں۔ عبدالملک بولا اچھا تو تم ربیع بن ضبع کے پوتے ہو۔ اس نے کہا ہاں میں وہب بن عبداللہ بن ربیع ہوں۔ عبدالملک نے حاجب کو حکم دیا کہ ربیع کو حاضر کرو۔ حاجب نکلے اور کہا ربیع کون ہے؟ ربیع نے بڑھ کر کہا میں ربیع ہوں اور تیزی سے دربار میں حاضر ہو گیا اور سلام

بجا لایا۔ عبدالملک نے اپنے ہم نشینوں سے کہا وائے ہو تم پر یہ تو دو آدمیوں سے زیادہ اہم ہے اے ربیع تم نے عمر کیسے گزاری اور کیا کیا دیکھا۔ ربیع نے کہا میں وہ ہوں جس نے کہا ہے۔

ها انا ذا آمل الخلود وقد

آگاہ رہو میں وہ ہوں جو ہمیشگی اور ہمیشگی کی امید رکھتا ہوں۔

ادرک عمری ومولدی حجرا

میری زندگی اور پیدائش نے بہت سے دور کو دیکھا اور پایا ہے۔

انا امرؤ القيس قد سمعت به

میں امرؤالقیس ہوں یقیناً تم نے اس کے بارے میں سنا ہوگا۔

هيهات هيهات طال ذا عمرا

ہائے افسوس ہائے افسوس اس کی عمر طولانی ہوگئی۔

عبدالملک نے کہا میں نے یہ تمہارے اشعار میں دیکھا ہے اور میں بچہ تھا۔ اس سے کہا اور میں نے کہا تھا۔

اذا عاش الفتی مائتین عاماً فقد ذهب اللذاذة والفتاء

جب کوئی دو سو سال زندگی گزارے تو لذتیں اور جوانی چلی جاتی ہے

عبدالملک نے کہا میں نے یہ بھی دیکھا ہے جب میں لڑکا تھا۔ اے ربیع تم نے بہترین خوش قسمتی کو طلب کیا پس مجھے اپنی زندگی کے بارے میں بتاؤ۔ تو اس نے کہا میں نے دو سو سال حضرت محمدؐ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کے زمانہ فترت میں گزارے پھر دور جاہلیت میں ایک سو بیس سال پھر دور اسلام میں ساٹھ سال گزارے۔ عبدالملک نے کہا تم قریش میں سے کس کس کو جانتے ہو۔ اس نے کہا آپ جس کا چاہیں حال پوچھ لیں۔ عبدالملک نے کہا عبداللہ بن عباس کیسے تھے۔ جواب دیا وہ صاحب علم و فہم، جود و سخا اور حلیم و بردبار تھے۔ کہا عبداللہ بن عمر کے متعلق مجھے بتاؤ۔ جواب دیا کہ وہ صاحب علم و حلم، احسان کرنے والے اور غیظ کو قابو میں رکھنے والے، ظلم سے دور رہنے والے تھے۔ پوچھا عبداللہ بن جعفرؓ، کہا کہ وہ ہلکی اور بھینی خوشبو کی طرح اور نرم دل تھے اور مسلمانوں کو ان سے کوئی ضرر نہ پہنچا تھا۔ پوچھا عبداللہ بن زبیر کے متعلق کیا خیال ہے؟ کہا کہ وہ ایک ایسا پہاڑ تھے جس سے چٹانیں ٹوٹ کر گرتی تھیں۔

عبدالملک نے کہا خدا کی قسم تم کو یہ معلومات کیسے حاصل ہوئیں؟ کہا کچھ ان کی قربت میں رہ کر اور کچھ ان کے بارے میں خبریں جو مجھ تک پہنچیں۔

باب (۵۳) شق الکاهن

۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن یحییٰ مکتب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو طیب احمد بن محمد وراق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن درید ازدی عمانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن عیسیٰ ابو بشیر عقیلی نے ان سے ابو حاتم نے ان سے ابو قبیصہ نے ان سے ابن کلبی نے ان سے ان کے والد نے کہا کہ میں نے بجیلہ کے بزرگوں سے سنا ہے کہ انہوں نے ادمیت و شرف اور خوبصورتی میں شق الکاہن کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ وہ خبر دیتے ہیں کہ شق الکاہن تین سو سال زندہ رہا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو اس کی قوم کے لوگ اس کے پاس جمع ہونے اور کہنے لگے کہ ہمیں کچھ نصیحتیں کرو کیونکہ اب تمہارا آخری وقت ہے۔ اس نے کہا۔ اے لوگو تم آپس میں متحد رہنا۔ قطع تعلق نہ کرنا ایک دوسرے کے آگے آگے رہنا، پیچھے نہ رہنا۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا۔ اپنے فرائض کو ادا کرنا۔ سمجھ دار ہی کو اپنا سردار بنانا۔ بخشش کرنے والے کی تعظیم کرنا۔ بزرگوں کی عزت کرنا کمینے کو ذلیل کرنا۔ سنجیدگی کے موقع پر بردبار رہنا۔ اپنی نیکیوں کا احسان جتا کر برباد نہ کرنا۔ دشمن پر قدرت حاصل ہو جانے کے بعد اسے معاف کر دینا۔ جب عاجز ہو جاؤ تو صلح کر لینا۔ اور جب تم سے چال بازی کی جائے تو احسان کرنا۔ بزرگوں کی اطاعت کرنا دشمنی کے موقع پر اصلاح کی دعوت دینے میں سبقت کرنا۔ کیونکہ یقیناً دشمنی میں انتہا کو پہنچنا ایسا زخم ہے جس کا بھرنا مشکل ہے۔ کسی کے نسب پر طعنہ زنی نہ کرنا۔ عیب جوئی نہ کرنا۔ اپنی لڑکیوں کو غیر کفو میں نہ دینا کیونکہ یہ بڑے عیب اور رسوائی کی بات ہے نرمی سے کام لینا کیونکہ سختی کا انجام ندامت ہے اور ندامت کی کمائی ہے۔ صبر کرنا بدلہ لینے سے زیادہ سود مند ہے۔ قناعت بہترین دولت ہے۔ لوگ حرص و طمع کے غلام ہیں۔ ہلاکت ان کی ہم نشین ہے۔ ان کی سواری جزع و فزع اور رسوا کرنے والی ذات کی روح ہے۔ وہ ایسے ناظر ہیں جن کی اوپر اٹھی ہوئی آنکھوں میں ہمیشہ سے مالوں کی امید اور پنج جانداروں کے ضائع ہونے کا خوف شامل رہے گا۔ پھر اس نے کہا یہ کیسی نصیحت ہے جو فصیح شیرینی سے گری ہوتی ہے جب کہ اسے سچائی سمت اور معبود ہونا چاہیئے اور نصیحت کی کان ہر ایک کے لئے عام نہیں۔ پھر وہ مر گیا۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ ہمارے مخالفین اسی طرح کی بہت سی حکایات نقل کرتے ہیں اور ان کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ شداد بن عاد بن ارم کے متعلق بھی روایت کرتے ہیں کہ وہ نو سو سال زندہ رہا۔ نیز اس کی جنت کے اوصاف روایت کرتے ہیں اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ وہ جنت اسی زمین پر ہے مگر لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ یہ لوگ صرف حق اور اہل حق سے بغض و عناد کی وجہ سے قائم آل محمدؑ کا انکار کرتے ہیں۔ اور ان سے متعلق روایات سے انکار کرتے ہیں

باب (۵۴) شداد بن عاد بن ارم اور ذات عماد کی جنت کہ اس جیسی روئے زمین پر کوئی اور نہیں بنائی گئی

۱ - ایک خط کے ذریعہ محمد بن ہارون زنجانی نے مجھے خبر دی کہ ان سے معاذ بو مثنی عنبری نے بیان کیا ان سے عبداللہ بن محمد بن اسماء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا جویریہ نے ان سے سفیان نے ان سے منصور نے ان سے ابو وائل نے بیان کیا کہ ایک شخص عبداللہ بن قلابہ اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں نکلا، وہ عدن کے جنگل اور بیابان میں تلاش کر رہا تھا کہ انہی بیابانوں میں ایک شہر نظر آیا جس کے گرد ایک فصیل تھی چاروں طرف بہت سے قصر اور بے شمار علم بلند تھے۔ وہ سمجھا کہ اس میں آبادی ہوگی وہ اپنے اونٹ کے بارے میں معلوم کرے گا مگر کسی کو اس شہر میں سے جاتے نہیں دیکھا۔ وہ قریب پہنچا اور اپنے اونٹ سے اتر کر اس کو ایک طرف باندھ دیا اور اپنی تلوار نیام سے باہر نکال کر شہر کے دروازے میں داخل ہوا۔ دو بڑے دروازے اور نظر آئے جن سے بڑے اور اونچے دروازے کسی نے دنیا میں نہ دیکھے ہوں گے۔ ان دروازوں کی لکڑیاں نہایت خوشبودار اور یاقوت زرد اور سرخ سے مرصع تھیں۔ جن کی روشنی سے تمام مکانات روشن تھے یہ دیکھ کر وہ بہت متعجب ہوا۔ پھر اس نے ایک در وا کھولا اور اندر داخل ہوا۔ اس میں بھی ایک شہر دیکھا۔ جو بے مثل اور بے نظیر تھا۔ اس میں ایسے محل نظر آئے جو معلق تھے اور جن کے نیچے ستون زبرجد اور یاقوت سے بنائے گئے تھے۔ ہر محل کے اوپر کھڑکیاں تھیں اور ہر کھڑکی کے اوپر ایک دوسری کھڑکی تھی وہ سب سونے، چاندی، مروارید، یاقوت اور زبرجد سے بنی ہوئی تھیں۔ ان محلوں کے دروازے بھی شہر کے دروازوں کے مانند تھے۔ جن کی لکڑیاں نہایت خوشبودار اور یاقوت سے مزین تھیں۔ ان محلوں کے فرش مروارید اور مشک و زعفران کی گولیوں سے بنے ہوئے تھے۔ اس نے جب ان عمارتوں کو دیکھا اور کسی کو وہاں نہ پایا تو خوف زدہ ہوا۔ ان محلوں کے چاروں طرف کیاریاں تھیں۔ جن میں درخت لگے ہوئے تھے۔ اور ان میں پھل لٹک رہے تھے۔ ان کے نیچے نہریں جاری تھیں۔ اس نے گمان کیا کہ یقیناً یہی وہ بہشت ہے جس کا خدا نے نیک بندوں کے لئے وعدہ فرمایا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ دنیا ہی میں اس نے مجھے بہشت میں داخل کیا۔ پھر اس نے مروارید، مشک اور زعفران کی گولیوں سے جس قدر لے سکتا تھا لے لیا۔ لیکن زبرجد اور یاقوت کا کوئی ٹکڑا نہ نکال سکا کیونکہ وہ دیواروں اور دروازوں پر مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے اور مروارید و مشک و زعفران کی گولیاں ان محلوں اور کمروں میں ریت کی طرح پھیلی ہوئی تھیں۔ جتنا لے سکتا تھا لے لیا پھر باہر آیا اور اپنے ناقہ پر سوار ہو کر جس راہ سے آیا تھا واپس یمن پہنچا۔ وہاں ان مروارید، زعفران اور مشک کی گولیوں کو دکھایا اور جو کچھ دیکھا تھا بیان کیا۔ موتیوں کو فروخت کیا جو کہ گردش زمانہ کے سبب زرد اور متغیر

ہوگئے تھے یہ خبر مشہور ہوئی اور معاویہ بن ابی سفیان تک پہنچی تو اس نے والی صنعاء کے پاس قاصد بھیجا کہ اس شخص کو میرے پاس بھیج دو ۔ چنانچہ وہ شخص معاویہ کے پاس آیا اس نے اس کو تنہائی میں بلا کر اس شہر کے متعلق دریافت کیا اور یہ کہ اس میں کیا دیکھا ۔ اس نے تمام واقعہ اس سے بیان کیا اور وہ بھی دکھایا جو لولو مشک اور زعفران میں سے وہاں سے لایا تھا ۔ اور کہا خدا کی قسم سلیمان بن داؤد کو بھی ایسا شہر نہیں ملا ہوگا ۔ معاویہ نے کعب الاحبار کو بلوایا اور کہا اے ابو اسحاق کیا تجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا شہر ہے جو سونے اور چاندی سے بنایا گیا ہو ۔ جس کے ستون یاقوت اور زبرجد کے ہوں اس کے قصر اور کھڑکیاں موتی کی ہوں اور اس کی کیاریوں میں درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں ۔ کعب نے کہا ہاں اس شہر کو شداد بن عاد نے تعمیر کیا تھا ۔ وہی ارم ذات العماد ہے ۔ جس کی تعریف میں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری کہا کہ اس کا مثل نہیں خلق ہوا ۔ معاویہ نے کہا کہ اس کا حال مجھ سے بیان کرو ۔ کعب نے کہا کہ ایک شخص عاد اول تھا اور یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد سے نہیں تھا ۔ اس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام شدید اور دوسرے کا شداد تھا ۔ جب عاد مر گیا تو اس کے یہ دونوں بیٹے بادشاہ ہوئے اور غلبہ حاصل کیا یہاں تک کہ اہل مشرق و مغرب سب نے ان کی اطاعت کی ۔ شدید بن عاد مر گیا اور شداد بلا نزاع بادشاہ بن گیا ۔ اسے کتابیں دیکھنے کا بہت شوق تھا ۔ جب وہ بہشت کا ذکر سنتا کہ اس میں یاقوت و زبرجد و مروارید کی عمارتیں ہیں تو چاہتا تھا کہ دنیا میں بھی اس کے مثل عمارت کے مقابلہ میں ایک بہشت بنائے ۔ اس نے ایک سو افراد کو اس کام پر مامور کیا ۔ اور ان میں سے ہر ایک کی مدد کے لئے ہزار ہزار افراد مقرر کئے اور حکم دیا کہ ایک بہت بہتر اور وسیع میدان تلاش کرو اور اس میں میرے لئے ایک شہر سونے ، چاندی ، یاقوت و زبرجد اور مروارید کا تیار کرو ۔ اور اس کے ستون زبرجد کے بناؤ ۔ اس میں محل تیار کرو اور ان محلوں پر کھڑکیاں بناؤ اور ان کھڑکیوں پر مزید کھڑکیاں تیار کرو ۔ ان قصروں کے نیچے مختلف میووں کے درخت لگاؤ اور ان کے نیچے نہریں جاری کرو جیسے کہ میں نے کتابوں میں بہشت کے اوصاف دیکھے ہیں ۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی کی مثل دنیا میں ایک شہر تعمیر کروں ۔ ان لوگوں نے کہا کہ اس قدر جواہرات اور سونا چاندی کہاں سے آئے گا جس سے ہم ایسا شہر بنائیں جیسا کہ تم چاہتے ہو ۔ شداد نے کہا شاید تم لوگ نہیں جانتے کہ دنیا کے تمام ممالک میرے قبضہ میں ہیں ۔ ان لوگوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں ۔ اس نے کہا کہ جاؤ اور سونے چاندی اور جواہرات کی کانوں پر ایک ایک گروہ کو مقرر کرو تاکہ جس قدر تم کو ضرورت ہو وہ لوگ جمع کریں ۔ اس کے علاوہ لوگوں کے پاس جس قدر سونا ، چاندی ہو حاصل کرو ۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے فرمانروان مشرق و مغرب کو خطوط لکھے گئے اور لوگ دس سال تک جواہرات جمع کرتے رہے ۔ پھر تین سو سال کی مدت میں وہ شہر تیار کیا گیا ۔ شداد کی عمر نو سو سال تھی ۔ لوگوں نے اس کو اطلاع دی کہ ہم بہشت کی تعمیر سے فارغ ہوگئے ہیں تو اس نے کہا اس کے گرد ایک حصار تیار کرو اور اس حصار کے چاروں طرف ہزار قصر بناؤ اور ہر قصر کے پاس ہزار ہزار علم نصب کرو

کیونکہ ہر قصر میں میرا ایک وزیر رہے گا یہیں واپس جاؤ اور یہ تمام کام کرو۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس ہوگئے اور اس کے حکم کے مطابق سب کچھ تیار کر کے اس کو اطلاع دی۔ تب اس نے حکم دیا کہ لوگ ارم ذات العماد چلنے کی تیاری کریں تو لوگ دس سال تک سامان سفر تیار کرتے رہے۔ پھر بادشاہ ارم کے ارادے سے روانہ ہوا جب اس جنت کے قریب پہنچا اور ایک دن اور شب کی مسافت باقی رہ گئی تو پروردگار عالم نے اس پر اور اس کے ساتھیوں پر آسمان سے ایک آواز بھیجی جس کو سن کر سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ نہ وہ خود ارم میں داخل ہوسکا اور نہ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی داخل ہوسکا۔ یہ ہیں اس ارم کی صفات کہ شہروں میں اس جیسا شہر اور کوئی نہیں بنایا گیا۔

اور میں نے یہ بات کتابوں میں پائی ہے کہ ایک شخص اس ارم میں جائے گا۔ اسے دیکھے گا اور لوگوں سے بیان کرے گا مگر لوگ اس کی بات کا یقین نہیں کریں گے۔ البتہ آخری زمانہ میں اہل ایمان اس میں داخل ہوں گے۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ اگر عدن میں پہنچنے اس جنت کے لئے یہ بات جائز ہے کہ وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہے گی اور کوئی فرد اس کا پتہ نہ لگا سکے گا اور لوگ یہ علم نہ ہونے کے باوجود کہ وہ کہاں ہے، روایتوں کی بنا پر اس کی موجودگی کا اعتقاد رکھیں گے تو پھر روایتوں کی بنا پر قائم علیہ السلام کی غیبت کو کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ اور اگر یہ قائل قبول ہے کہ شداد بن عاد نو سو سال تک زندہ رہ سکتا ہے تو پھر امام قائمؑ کی طویل عمر پر اعتراض کیوں کیا جاتا ہے۔ شداد بن عاد سے متعلق خبر ابو وائل سے مروی ہے اور امام قائمؑ سے متعلق خبر نبیؐ اور ائمہؑ سے مروی ہے یہ تو صرف حق کا انکار کرنا ہے۔

میں نے کتاب معمرین میں دیکھا ہے جس میں ہشام بن سعید رحال سے منقول ہے کہ میں نے اسکندریہ میں ایک پتھر دیکھا جس پر لکھا تھا۔ میں شداد بن عاد ہوں جس نے ارم ذات العماد تعمیر کیا، جس کے مانند کوئی شہر نہیں تعمیر ہوا اور بہت سے لشکر تیار کئے اور اپنی قوت بازو سے میدانوں کو ہموار کیا اور قصر اور ارم تیار کئے جس وقت میری موت نہ تھی اور پتھر نرمی میں موم کے مانند تھے اور میں نے بہت سا خزانہ بارہ منزل تک دریا میں ڈال دیا جس کو کوئی نہ نکال سکے گا جبکہ حضرت محمدؐ کی امت اس کو باہر لائے گی۔

اس بن جعفر بن کعب بن میسر الطائی دو سو چودہ سال زندہ رہا اور یہ اشعار کہے۔

لقد عمرت حتی مل اہلی	ثوبی عندھم و سئمت عمری
میں نے اتنی زندگی گزاری کہ میرے گھر والے اکتا گئے	میرے ان کے پاس رہنے اور میری عمر کے طول سے
وحق لمن اتی مئتان عاماً	علیہ واربعٌ من بعد عشر
اور مناسب ہے کہ دو سو سال کے	اور چودہ سال گزارے

یملّ من الثواء وصبح یوم ... یغدیه ولیلٌ بعد یسری

زندگی سے گھبرا ہی جاتا ہے اور دن کے بعد رات کرتا ہے۔

فبلی جُدّتی و تبرکت شلوا ... وبح بما جنّ ضمیر صدری

میری ہڈیوں سے اسپ کی ہڈیوں کی طرح گوشت کو چھوڑ دیا ہے اور میرے ضمیر نے اس کو قبول کر لیا ہے۔

ابو زبید جس کا نام حرملہ بن منذر طائی تھا وہ جو ایک معمر تھا ایک سو پچاس سال زندہ رہا۔

معمر بن دھمان بن بعصاء بن بکر بن ثعلبہ بن شیخ بن سعد بن غطفان ایک سو نوے سال زندہ رہا یہاں تک کہ اس کے سارے دانت جھڑ گئے اور سر کے سارے بال سفید ہو گئے اور وہ فاتر العقل ہو گیا تھا۔ جب اس کی قوم کو کسی معاملہ میں اس سے مشورہ کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ اس کی عقل اور بینائی اسے واپس کر دے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور اسے عقل اور جوانی عطا کر دی اور اس کے تمام بال سیاہ ہو گئے۔

پس اس سلسلہ میں کہا مسلمہ بن قرشب اسدی نے اور ... بن بعیثیء سے روایت کیا جاتا ہے بلکہ صحیح مرد اس سلمی نے کہا

لمعمر بن دھمان الهُنیدة عاشها ... وتسعین حولاً ثم قوِّم فانصاتا

معمر بن دھمان کی عمر سو سال کے وقت کی طرح تھی جو اس نے گزاری۔ اس کا قد سیدھا ہو گیا اور اس کے بدن نے اس کو قبول کر لیا۔

وعاد سواد الرأس بعد بیاضه ... وراجعه شرخ الشباب الذی فاتا

اور تریسٹھ سال پھر اس کے سر کے بالوں کی سفیدی سیاہی میں بدل گئی۔ اور جوانی کی ابتدا پھر پلٹ آئی۔ اس کے کھو جانے کے بعد

وراجع عقلاً بعد مافات عقله ... ولکنه من بعد ذا کله ماتا

اور اس کی عقل بھی واپس آ گئی جبکہ وہ اس کو کھو چکا تھا لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود وہ مر گیا۔

سوید بن حذاق عبدی دو سو سال زندہ رہا۔

جعثم بن عوف بن حذیمہ ایک طویل عرصہ تک زندہ رہا۔ اور یہ شعر کہا

حتی متی الجعثم فی الاحیاء ... لیس بذی اید ولا غناء

کب تک جعثم زندوں میں رہتا جس کا نہ کوئی پشت پناہی کرنے والا ہے۔ نہ غنی ہے۔

هيهات ما للموت من دواء

ہائے افسوس موت کے لئے کوئی دوا نہیں ہے۔

شعبہ بن کعب بن ربیعہ بن عبدالاشہل دو سو سال زندہ رہا اور یہ اشعار کہے

لقد صحبت اقواماً فمضوا خفاتاً ما يجيب لهم دعاء

میں نے بہت سے گروہوں کے ساتھ زندگی گزاری ہے — لیکن وہ سب چلے گئے اور ایسے خاموش ہوگئے

مضوا قصد السبيل وخلفوني فطال عليّ بعدهم الثواء

کہ جنہیں پکاریں تو کوئی جواب نہیں ملتا۔ — پس مجھ پر ان کے بعد زندگی طویل ہوگئی۔

فاصبحت الغداة رهين بيتي واخلفني من الموت الرجاء

پس میں دن بھر اپنے گھر میں گوشہ نشین رہا — اور موت کی تمنا میں وہ دن گزر رہے۔

دوید بن کعب بن ذہل بن قیس نخعی تین سو سال زندہ رہا اور یہ اشعار کہے

لم يبق يا خذلة من لداتي ابو بنين لا ولا بنات

اور باقی نہ رہا ہائے کیا رسوائی ہے۔ — میں تو نہ بیٹوں اور نہ بیٹیوں کا باپ ہوں۔

ولا عقيم غير ذي سبات الا يعد اليوم في الاموات

نہ ہی عقیم ہوں جس کے لئے کوئی بیٹا نہ ہو — مگر یہ کہ اب وہ مردوں کو گنتا جا رہا ہے۔

هل مشتر بيعه حياتي

کیا کوئی ہے جو میری زندگی خرید لے میں اسے فروخت کردوں۔

عدی بن حاتم طی ایک سو بیس سال زندہ رہا۔

ماماۃ بن قیس بن حارث بن شیبان کندی ایک سو ساٹھ سال زندہ رہا۔

عمیرہ بن حاجر بن عمیر بن عبدالعزیٰ بن قمیر ایک سو ستر سال زندہ رہا اور یہ اشعار کہے

بليتُ وافناني الزمان واصبحت هنيدة قد ابقيت من بعدها عشرا

میں پرانا ہوگیا اور زمانے نے مجھے فنا کردیا اور میں نے — زندگی کے سو سال اور مزید دس سال

پالئے

واصبحت مثل الفرخ لا انا ميت فاسلی ولا حيٌّ فاصدر لی امرا

اور میں ایسا ہوگیا جیسے کوئی چوزہ کہ نہ میں مردوں میں سے — کہ تسلی سے دور ہو جاؤں نہ زندوں میں سے شمار ہے کہ

شمار ہوتا ہوں — پر حکم جاری کروں۔

وقد عشت دهراً من عشيرتي — لها ميتا حتى أخطّ به قبرا

میں نے ایک طویل عرصہ زندگی گزاری اپنے قبیلے والوں کے ساتھ۔ — اب ان کے لئے ایک مردہ ہے جو اپنی قبر کی تلاش وہی کر رہا ہے۔

توام بن صعد بن ربیعہ بن قیس بن حارثہ بن لام دور جاہلیت میں ایک طویل عرصہ زندہ رہا اور عمر بن عبدالعزیز کے زمانے کو دیکھا اور ان سے ملاقات کی۔ اس کی چادر گر جانے سے اس کی پسلیاں ایک دوسرے کے پیچھے نظر آ رہی تھیں پس اس سے پوچھا گیا تم نے کیا پایا تو اس نے یہ اشعار کہے

و والله ما أدري أ أدركت أمة — على عهد ذي القرنين ام كنت أقدما

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں نے — ذوالقرنین کے دور کے لوگوں کو دیکھا ہے یا میں اس سے بھی پہلے پیدا ہوا ہوں

متى تخلع مني القميص تبينا — جآجيء لم يكسين لحماً ولا دما

کب مجھ سے قمیص اتار لے تاکہ — نظر آئے وہ سینہ جس پر نہ کوئی گوشت ہے نہ خون

جلی بن وھب بن صرمہ طائی دو سو سال زندہ رہا اور یہ اشعار کہے

الا انني عجلاً ذاهبُ — فلا تحسبوا انني كاذبُ

خبردار ہو جاؤ کہ میں بہت جلد جانے والا ہوں — اور یہ خیال نہ کرو کہ میں جھوٹا ہوں۔

لبست شبابي فأفنيته — و أدركني قدر الغالبُ

جو کچھ جوانی تھی اس کو فنا کر دیا — اور مجھے حاوی مقدر نے آن لیا

وخصم دفعت و مولى نفعت حتى يثوب له ثائبُ

اور دشمن کو دفع کر رہا اور چاہنے والوں کو نفع پہنچایا تاکہ کوئی بچنے والا اس کے پاس رہے۔

ارطاۃ بن وشحیہ مری ایک سو تیس سال زندہ رہا اس کی کنیت ابو ولید تھی۔ اس سے عبدالملک بن مروان نے کہا کہ اے ارطاۃ تمہارے شعر سے کچھ بچا ہے۔ کہا اے امیر المومنین میں نہ شراب پیتا ہوں نہ گانا گاتا ہوں نہ غصہ کرتا ہوں اور میرے پاس جو شعر ہے وہ ان خصلتوں کے حامل نہیں ہوتے۔ میں نے کہا ہے

رأيت المرء تأكله الليالي — كأكل الأرض ساقطة الحديد

میں نے دیکھا کہ راتیں اسے کھا جاتی ہیں — جیسے زمین لوہے کے ذرے کو کھا جاتی ہے۔

وما تبقی منیّۃ حین تأتی — علی نفس ابن آدم من مزید

اور جب موت آتی ہے تو — فرزند آدم کی زندگی ایک لحہ کے لیے بھی باقی نہیں رہتی۔

وأعلم انہ سنکرّ حتّی — توفّی نذرہا بأبی الولید

اور جان لو یہ پھرے گی یہاں تک کہ — ابو الولید کی نذر کو پورا کر دے۔

عبد الملک چونک گیا۔ پھر کہا اے ارطاۃ! تو ارطاۃ نے کہا یا امیر المومنین میری کنیت ابو الولید ہے۔

اور عبید بن ابرص تین سو سال زندہ رہا اور یہ شعر کہا

فنیتُ وأفنانی الزّمنُ واصبحت — لداتی بنو نعش وزُہرُ الفراقد

میں فنا ہوا اور زمانے نے مجھے فنا کر دیا — اور میری مثال بنو نعش اور ستارہ فرقد کی طرح ہو گئی کہ جن سے راستے کے لیے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔

پھر نعمان بن منذر نے اسے گرفتار کیا اور یوم بؤس پر اسے قتل کر دیا۔

اور شریح بن ہانی ایک سو بیس سال زندہ رہا یہاں تک کہ حجاج بن یوسف کے دور میں قتل ہوا۔ اپنی ضعیفی اور پیری میں یہ اشعار کہے

اصبحت ذا بثّ اقاسی الکبرا — قد عشتُ بین المشرکین أعصرا

میں طویل عمر ہوا اور بڑھاپے کی دقتیں برداشت کرتا ہوں — اور میں نے مشرکین کے درمیان کافی عرصہ گزارا

ثُمّت أدرکت النبیّ المنذرا — وبعدہ صدّیقہ و عمرا

اس کے بعد ڈرانے والے نبی کے زمانہ کو دیکھا — اور اس کے بعد صدیق اور عمر کو بھی دیکھا۔

ویوم مہران ویوم تسترا — والجمعُ فی صفّینھم والنّہر

اور روز مہران اور اس اجتماع کو بھی (دیکھا) — جو صفین اور نہروان میں ہوا تھا

ہیہات ما أطول ہذا عُمُر

ہائے یہ لمبی عمر پر افسوس

اور بنی ضبہ میں سے ایک شخص جس کو مسیاح بن سباح ضبی کہا جاتا تھا طویل عمر تک زندہ رہا اور اس نے یہ اشعار کہے۔

لقد طوّفت فی الآفاق حتی — بُلیتُ وقد أنی لی لو أبیدُ

میں نے زمین کے اطراف بہت چکر لگائے یہاں تک کہ — میں کمزور ہو گیا اور میری خواہش یہ ہوئی کہ کاش میں مر جاتا۔

وأفنتنی ولو یفنی نهارٌ — ولیلٌ کلّما یمضی یعودُ

اور مجھے فنا کر دیا گیا اور اگر دن — اور رات فانی ہو جاتے ہیں تو پھر دوبارہ پلٹ آتے ہیں۔

وشهرٌ مستهلٌّ بعد شهر — وحولٌ بعده حولٌ جدید

اور ہر مہینے کے بعد ایک مہینہ آ جاتا ہے۔ — اور ہر سال کے بعد ایک سال آتا ہے۔

لقمان بن عادی کبیر پانچ سو ساٹھ سال زندہ رہا۔ عمر ساتھ النسر زندہ رہا اور عمر النسر میں ۸۰ سال ہوتے ہیں۔ اور وہ عاد اولیٰ کا بقیہ تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ تین ہزار پانچ سو سال زندہ رہا۔ اور یہ قوم عاد کے اس وفد میں شامل تھا جو حرم کی طرف بارش کی دعا مانگنے گیا تھا۔ وہ نسر کے فرجوڑے کو اس پہاڑ پر رکھ دیتا تھا جو اس کا اصل گھر ہوتا تھا کہ جب تک وہ زندہ رہتا اور اس کے بعد دوسرے کو پکڑ لیتا پھر اس کی پرورش کرتا یہاں تک کہ ان کا بھی کچھ باقی نہ رہتا۔ اور اس کی عمر کافی طویل تھی۔ پس اس کے بارے میں کہا گیا۔ لبد کچھ نہ ہونے کے وہ ابد تک باقی رہا۔

اور اس کے بارے میں بہت سے معروف اشعار کہے گئے۔ اور ایسے قوت و قدرت سماعت اور بصارت اس قدر عطا کی گئی تھی جو اس کے لئے ضروری تھی۔ اور اس سے بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔

زہیر بن جناب بن ہبل بن عبداللہ بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللہ بن رفیدہ بن ثور بن کلب کلبی تین سو سال زندہ رہا۔

مزیقیا جس کا نام عمرو بن عامر تھا آسمانی پانی کی مانند تھا کہ جہاں پہنچتا زندگی بکھیر دیتا اس کو مزیقیا اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے آٹھ سو سال زندگی پائی۔ چار سو سال عوامی رہا اور چار سو سال حکومت کی۔ یہ ہر دن دو جوڑے کپڑے پہنتا پھر ان کو پھاڑ دیتا کہ کوئی دوسرا استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

ہبل بن عبداللہ بن کنانہ چھ سو سال زندہ رہا۔

ابو طمحان قینی ایک سو پچاس سال زندہ رہا۔

ان معمرین کے علاوہ جو حضرت ولی عصر کے دور میں تھے (علی اکبر غفاری)

قسمو بن ربیعہ بن کعب بن زید مناۃ بن تمیم تین سو تیس سال زندہ رہا۔ اس نے اسلام کا زمانہ دیکھا مگر اسلام نہ لایا۔ اس کے اشعار مشہور ہیں۔

وائل بن ربیعہ بن شعد چار سو پچاس سال زندہ رہا۔ اس نے کہا

ألقى علىّ الدهر رجلاً ويداً   والدهر ما أصلح يوماً أفسدا

زمانے نے مجھے گھیر لیا۔   اور زمانہ ایسا ہے کہ جو کچھ بنائے اسے بگاڑ دیتا ہے

يُفسد ما اصلحه بيوم غد

جس کی آج اصلاح کرے اسے کل خراب کر دیتا ہے۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور وصیت کی کہ لوگوں کے شر سے بچتے رہو ان کی معذرت قبول کرو اور ان کے انتقام کو قبول نہ کرو۔

تیم اللہ بن ثعلبہ بن عکابہ دو سو سال زندہ رہا۔

ربیع بن ضبع بن وہب بن بغیض بن مالک بن سعد بن عدی بن فزارہ دو سو چالیس سال زندہ رہا۔ اس نے دور اسلام کو پایا مگر اسلام نہ لایا۔

آل ذی یزن سے معدی کرب حمیری ایک سو پچاس سال زندہ رہا۔

شریہ بن عبداللہ جعفی تین سو سال زندہ رہا۔ جب یہ مدینہ میں عمر بن خطاب کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے اس صحرا میں جس میں تم ہو دیکھا ہے جو کچھ اس میں بارش کے قطرات گرتے تو درخت تھے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ یہیں قوم کے قوم لوگ تمہاری اس شہادت کو پڑھتے تھے۔ یعنی **لا الٰہ الا اللہ** اور اس کا بیٹا بھی اس کے ساتھ تھا جو ڈر ڈر کر چل رہا تھا اور اس پر بڑھاپے کا عالم تھا۔ اس سے کہا گیا کہ اے شریہ۔ تمہارا بیٹا بڑھاپے کے عالم میں ہے۔ تم اب تک باقی ہو اس کا سبب کیا ہے تو جواب دیا خدا کی قسم میں نے اس کی ماں سے اس وقت شادی کی تھی جب میں ستر سال کا تھا مگر وہ عورت نیک سیرت پاک دامن وفادار تھی اگر میں خوش ہوتا تو میرے لیے وہ کچھ کرتی جس سے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ اگر میں ناراض ہوتا تو منت سماجت کر کے مجھے خوش کر لیتی۔ اور میرے اس بیٹے نے ایک ایسی عورت سے شادی کی جو بے حد فاحشہ اور بدکار تھی اگر یہ خوش ہوتا تو اس کو اس قدر ستاتی کہ وہ ناراض ہو جاتا اور اگر ناراض ہو جاتا تو اس پر اس قدر زبان درازی کرتی کہ وہ مرنے کے قریب ہو جاتا۔

بیان کیا مجھ سے ابو سعید عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب بن نصر سجزی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوالحسن احمد بن محمد بن عبداللہ بن حمزہ بن زید شعرانی سے سنا جو عمار بن یاسر کی اولاد میں سے تھا اس نے کہا کہ مجھ سے ابوالقاسم محمد بن قاسم مصری نے حکایت کی ہے کہ ابو الجیش خمارویہ بن احمد بن طولون پر مصر کے خزانوں کے منہ ایسے کھلے جتنے کسی دوسرے

نہیں کھلے تھے۔ پھر اس نے اہرام مصر کے انہدام کا ارادہ کیا تو اس کے باعتماد مشیروں نے مشورہ دیا کہ ایسا نہ کریں مگر وہ نہ مانا اور ایک ہزار مزدور اس کام پر لگا دیئے جو اس کے گرد ایک سال تک کھدائی کا کام کرتے رہے مگر راستہ نظر نہیں آیا تو مایوس ہو کر واپسی کا ارادہ کیا۔ کہ راستے میں ایک سوراخ نظر آیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ یہی وہ دروازہ ہے جس کی تلاش تھی۔ اس کو کھودنا شروع کیا تو سنگ مرمر کا ایک فرش نظر آیا۔ پس انہوں نے اندازہ کیا کہ یہ دروازہ ہے جسے انہوں نے ترکیب سے کھود کر نکالا [محمد بن مظفر نے کہا کہ جس نے اس کے پیچھے ایک ایسی بنیاد دیکھی جو بہت مضبوط تھی پھر اسے نکال کر صاف کیا تو اس پر یونانی زبان میں ایک تحریر کندہ تھی۔ اس تحریر کو پڑھنے کے لئے مصر کے تمام حکماء اور تمام مذاہب کے علماء کو بلایا گیا۔ لیکن کوئی بھی وہ تحریر پڑھنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ان میں ایک شخص ابو عبداللہ مدینی تھا جو دنیا کے بہترین علماء میں شمار ہوتا تھا۔ اس نے ابو الجیش خمارویہ بن احمد سے کہا کہ میں حبشہ کے ایک اسقف کو جانتا ہوں جس کی عمر اس وقت تین سو ساٹھ سال ہے اور وہ اس رسم الخط کو جانتا ہے۔ اس نے یہ رسم الخط مجھے بھی سکھانا چاہا تھا لیکن مجھے عربی سے زیادہ لگاؤ تھا اس لئے میں نے نہیں سیکھا۔ وہ شخص اب بھی زندہ ہے۔ چنانچہ ابو الجیش خمارویہ نے شاہ حبشہ کو ایک خط لکھا کہ وہ اسقف کو یہاں بھیج دے۔ شاہ حبشہ نے جواب میں لکھا کہ اسقف بہت بوڑھا ہو چکا ہے اور یہاں کی آب و ہوا کا عادی ہے اگر وہ اس آب و ہوا سے نکل کر کسی دوسری جگہ جائے تو خطرہ ہے کہ اسے وہاں کی آب و ہوا راس نہ آسکے اور وہ مر جائے اور اب وہ طویل سفر بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ ہمارے لئے اس کا وجود باعث شرف و فرحت و طمانیت ہے۔ البتہ اگر آپ کو اس سے کچھ پڑھوانا ہے یا تفسیر کرانی ہے یا سوال پوچھنا ہے تو وہ یہاں لکھ بھیجیں۔

لہٰذا سنگ مرمر کے اس ٹکڑے کو ایک کشتی پر رکھ کر شہر اسوان بھیجا گیا۔ پھر وہ اسوان سے شہر حبشہ روانہ کیا گیا جو اسوان کے قریب ہے۔ جب وہ ٹکڑا حبشہ پہنچا تو اسقف نے اسے پڑھ کر اس کا ترجمہ حبشہ کی زبان میں کیا۔ حبشہ سے پھر اس کا ترجمہ عربی میں ہوا۔ اس میں تحریر تھا کہ

میرا نام ریان بن دومغ ہے۔ ابو عبداللہ مدینی نے اسقف سے پوچھا یہ کون شخص تھا؟ اس نے جواب دیا یہ حضرت یوسفؑ کے زمانے کے بادشاہ عزیز مصر کا باپ تھا جس کا نام ولید بن ریان بن دومغ تھا۔ عزیز مصر کی عمر سات سو سال تھی۔ اس کے باپ ریان کی عمر ایک ہزار سات سو سال اور دومغ کی عمر تین ہزار سال تھی۔ بہرحال اس میں تحریر تھا۔

میں ریان بن دومغ ہوں۔ میں یہ معلوم کرنے کے لئے نکلا تھا کہ دریائے نیل کہاں سے نکلتا ہے کیونکہ مجھے اس کے منبع کا پتہ نہ تھا۔ میرے ساتھ چار ہزار آدمی تھے اور میں اسی ماہ تک چلتا رہا یہاں تک کہ ظلمات اور بحر محیط تک پہنچا۔ دیکھا کہ دریائے نیل اس بحر محیط کو کاٹ کر اسے عبور کر رہا ہے۔ میرے پاس سے عبور کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا اور میرے ساتھ چار ہزار افراد میں سے ایک فرد باقی رہ گیا تھا۔ مجھے اپنی مملکت کے ختم ہونے کا اندیشہ ہوا اس لئے مصر واپس آ گیا پھر میں نے بہت سے اہرام اور قبے بنائے ہوئے۔ دو اہرام ایسے بھی ہیں جن میں میں نے سارا خزانہ محفوظ کر دیا۔ اور اس

بارے میں میں سے یہ اشعار کہے۔

وادرک علمی بعض ماھو کائن ولا علم لی بالغیب واللّٰہ علم

میرے علم سے موجودات میں سے کچھ کے بارے میں جانا جا ہے۔ اور میرے پاس غیب کا علم نہیں اور اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

وأتقنت ما حاولت اتقان صنعہ وأحکمتہ واللّٰہ أقوی وأحکم

اور جس چیز کو بنانے میں محکم کاری چاہیے تھی اس میں محکم کاری کی۔ میں نے مضبوطی کی اور اللہ تو سب سے قوی اور حکیم ہے۔

وحاولت علم النیل من بدء فیضہ فاعجزنی والمرء بالعجز ملجم

میں نے کوشش کی کہ یہ معلوم کروں کہ دریائے نیل کہاں سے بہنا شروع ہوا ہے تو میں عاجز آگیا اور آدمی عاجزی سے ہے۔

ثمانین شھراً قطعت مسایحاً وحولی بنی حجر و جیش عرمرم

اسی مہینے میں نے جہان گردی میں گزارے۔ جبکہ میرے اور گرد بنی حجر کے قبیلے کے لوگ اور ایک بہت بڑا لشکر تھا۔

الی ان قطعت الانس والجن کلّھم وعارضنی لجّ من البحر مظلم

یہاں تک کہ میں نے تمام جن و انس کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور ایک تاریک دریا کا میرے سامنا ہوا۔

فأیقنت ان لا منفذ بعد منزلی لذی ھمّۃ بعدي ولا متقدم

پس میں نے یقین کرلیا کہ اس منزل کے بعد کوئی منزل نہیں ہے۔ کسی بھی صاحب ہمت کے لیے خواہ وہ میرے بعد ہو یا پہلے

فأبت الی ملکی وأرسیت ثوبۃ بمصر وللأیام بؤس وانعم

پس میں اپنے ملک کی طرف لوٹ آیا اور اس میں قیام کیا کبھی بلاؤں کے ساتھ اور کبھی نعمتوں کے ساتھ۔

أنا صاحب الاھرام فی مصر کلّھا وبانی برانیھا بھا المقدّم

میں مصر کے تمام اہراموں کا مالک ہوں۔ اور اس کے تمام سی کے برتنوں کا دیکھ بھال کرنے والا ہوں

ترکت بھا آثار کفی و حکمتی علی الدھر لا تبلی ولا تتھدم

میں نے اس میں اپنے ہاتھوں کی ہنرمندی کے آثار اور اپنی حکمت کے اثرات چھوڑ دیئے۔ اور زمانے کے حوالے کئے جو کبھی بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی ختم ہوں گے۔

وفیه کنوز جمّة و عجائب ۔۔۔ وللدهر أمر مرّة و تجهّم

اور اس میں بہت سے خزانے اور عجائبات ہیں۔ ۔۔۔ اور زمانے کے لیے یہ کام تلخی اور مایوسی کا سبب ہے۔

سیفتح أقفالی ویبدی عجائبی ۔۔۔ ولی لربّی آخر الدهر ینجم

میرے تالے کھولے جائیں گے اور میرے عجائب ظاہر ہوجائیں گے۔ ۔۔۔ میرے پروردگار کے ایک ولی کے ہاتھوں جو آخری زمانے میں ستارے کی طرح چمکے گا۔

بأکناف بیت الله تبدو اموره ۔۔۔ فلابد ان یعلو ویسمو به السم

بیت اللہ کے اطراف میں اس کے کام آشکار ہوں گے۔ ۔۔۔ اور وہ بلندی پر پہنچ جائے گا اور سب [illegible] ہوگا۔

ثمان وتسع واثنتان واربع ۔۔۔ وتسعون أخری من قتیل ومسجم

آٹھ، نو اور دو اور چار ۔۔۔ اور دوسرے نوے یا تو مقتول ہوں گے یا اسیر ہوجائیں گے۔

ومن بعد هذا کر تسعون تسعه ۔۔۔ وتنک ابراثی تستخر و تهدم

اور اس کے بعد نوے سال تکرار ہوگا ۔۔۔ اور میرے سارے آثار اس کے ہاتھ لگ جائیں گے اور منہدم ہوجائیں گے۔

وتبدی کنوزی کلّها غیر انثی ۔۔۔ اری کلّ هذا أن یفرّقها الدّم

میرے تمام خزانے ظاہر ہوجائیں گے ۔۔۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی وجہ سے خون بہے گا۔

زبرت مقالی فی صخور قطعتها ۔۔۔ ستبقی وأفنی بعدها ثمّ اعدم

میں نے اپنے قول کو چٹانوں پر نقش کیا ہے۔ ۔۔۔ یہ باقی رہیں گے اور اس کے بعد میں فنا اور پھر معدوم ہوجاؤں گا۔

اس تحریر کو دیکھ کر ابو جیش خمارویہ بن احمد نے کہا کہ یہ تو ایسی چیز ہے جس پر صرف قائم آل محمد کا تصرف ہوگا۔ پھر وہ سنگ مرمر کا ٹکڑا اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔

اس واقعہ کے ایک سال بعد ابو الجیش کو جبکہ وہ حالت نشہ میں تھا اس کے غلام طاہر نے اس کے بستر پر قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلا کہ اہرام کی تعمیر کب وجود میں آئی اور اس کو بنانے والا کون تھا۔ اور یہ دلیل اہرام کے بارے میں صحیح ترین روایت ہے

عصیر بن سعید بن اسعد بن حکم قرشی ایک سو سی سال زندہ رہا۔ اس نے دور اسلام بھی پایا۔ اس کی موت ناگہانی ہوئی۔

اور لبید بن ربیعہ جعفری ایک سو چالیس سال زندہ رہا اور اس نے اسلام کا زمانہ پایا اور اسے قبول کیا۔ جب وہ ستر سال کا ہوگیا تو یہ شعر کہا

كأني وقد جاوزت سبعين حجة ــ خلعت بها عن منكبي ردائيا

"گویا میں نے ۷۰ سال گزار دیے۔ اور یوں اپنے کاندھے سے ردا اتار دی۔"

اور جب ۷۷ سال کا ہوگیا تو یہ اشعار کہے

باتت تشكي إليّ النفس مجهشة ــ وقد حملتك سبعاً بعد سبعينا

یہ نفس روتے ہوئے مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ میں نے تجھے ستر سال کے بعد سات سال مزید اٹھائے رکھا۔

فان تزيدي ثلاثاً تبلغي أملا ــ وفي ثلاث وفاء لثمانينا

اگر مزید تین سال اضافہ کرو گے تو کسی حد تک پہنچ گے اور ان تین سالوں کے ساتھ ہی ۸۰ سال ہو جائیں گے۔

اور جب نوے سال کا ہوا تو یہ اشعار کہے

كأني وقد جوزت تسعين حجة ــ خلعت بها عني عذار لجامي

گویا اب تو میں نے نوے سال گزار دیے پس میں نے زندگی کی لگام کو اسی کے ساتھ اتار دیا۔

رمتني بنات الدهر من حيث لا أرى ــ وكيف بمن يرمى وليس برام

دختران زمانہ نہ معلوم کہاں سے مجھ پر وار کرتی ہیں۔ اور اس کی حالت کیا ہوگی جس پر وار کیا جائے اور وہ کچھ نہ کرسکے۔

فلو أنني أرمى بنبل رأيتها ــ ولكنني أرمى بغير سهام

اگر مجھ پر تیر کے ساتھ وار کیا جائے تو مجھے نظر آتا ہے۔ لیکن میں تیروں کے علاوہ کسی اور چیز سے زخم کھاتا آرہا ہوں۔

اور جب ایک سو دس سال کا ہوا تو کہا

أليس في مائة قد عاشها رجل ــ وفي تكامل عشر بعدها عمر

جو شخص ۱۰۰ سال زندہ رہا اور اس کے بعد مزید دس سال پورے کیے تو اس عمر میں اس کے لیے کیا کچھ نہیں ہے۔

اور جب وہ ایک سو تیس سال کا ہو گیا تو کہا

قد عشت دهراً قبل مجرى داحس ‌ ‌ ‌ لو كان للنفس اللجوج خلود

میں نے ایک طویل زندگی گزاری قبل اس کے کہ مجھ پر داحس جاری ہو۔ ‌ ‌ ‌ مگر ان ہٹ دھرم نفس کے لیے کوئی مقام نہیں ہے۔

اور جب ایک سو چالیس سال کا ہو تو یہ اشعار کہے

ولقد سئمت من الحياة وطولها ‌ ‌ ‌ وسؤال هذا الناس كيف لبيد

اب میں زندگی اور اس کی طوالت سے اکتا چکا ہوں۔ ‌ ‌ ‌ اور لوگوں کے اس سوال سے کہ لبید تم کیسے ہو

غلب الرجال وكان غير مغلب ‌ ‌ ‌ دهر طويل دائم ممدود

مرد لوگ مغلوب ہو گئے جبکہ تم نہ ہارے۔ ‌ ‌ ‌ وہ طولانی زمانہ جو دائم و ممدود ہے۔

يوماً اذا ياتي علي وليلة ‌ ‌ ‌ وكلاهما بعد المضي يعود

اگر ایک دن مجھ پر آتا ہے اور اس کے بعد رات ‌ ‌ ‌ تو یہ دونوں گزرنے کے بعد پھر واپس آتے ہیں۔

جب اس کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ اے فرزند تمہارا باپ نہ صرف مرے گا بلکہ فنا ہو جائے گا۔ پس جب تمہارے باپ کی روح قبض ہو جائے تو اس کی آنکھیں بند کر دینا اسے قبلہ رخ کر دینا اور اسے اس کے کپڑے میں لپیٹ دینا۔ اور سب سے کہہ دینا کہ خبردار کوئی نہ روئے نہ چیخے۔ پھر اس بڑے پیالے میں جس میں ضیافت کیا کرتا تھا اچھا سا کھانا پکانا اور مسجد میں ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میرے لیے فریاد کی ہے اٹھا دینا۔ جب امام جماعت سلام پھیرے تو اسے لوگوں کو کھلا دینا۔ جب سب لوگ فارغ ہو جائیں تو ان سے کہنا کہ آپ کا بھائی لبید بن ربیعہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ لوگ اس کے جنازے میں شریک ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض فرمائی ہے پھر یہ اشعار کہے

وإذا دفنت اباك فاجعل فوقه خشباً وطيناً

"جب اپنے باپ کو دفن کرنا تو اس پر لکڑیاں اور گیلی مٹی ڈال دینا"

وصفائحاً صماً رواسيها يسددن الغضونا

اور ایسے سخت تختے کہ ... ان میں گھونسلہ نہ بنا سکیں

ليقين حر الوجه سفساف التراب ولن يقينا

اور یقین ہے کہ چہرہ باریک مٹی کی طرح ہو جائے گا گو اب کا یقین نہیں تھا

بڑے پیالے دیگ سے متعلق ایک اور بھی روایت ہے کہ لبید نے نذر مانی تھی کہ جب باد شمالی چلے گی تو میں چند اونٹ نحر کر کے اس بڑے پیالے دیگ کو بھر دوں گا اور سب کی دعوت کروں گا۔

جب ولید بن عقبہ بن ابی معیط کوفہ کا والی بنا تو اس نے ایک خطبہ دیا اور حمد و درود کے بعد کہا کہ لوگو! تمہیں لبید بن ربیعہ جعفری کے بارے میں اور اس کی شرافت و مروت کا علم ہے۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ اس نے نذر مانی ہے کہ جب کبھی باد شمالی چلے گی تو وہ چند اونٹ نحر کرے گا۔ لہذا تم لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی شرافت کو دیکھتے ہوئے اس کی مدد کرو۔ اس کے بعد وہ منبر سے اترا اور اس نے لبید کے پاس پانچ اونٹ روانہ کیے اور ان کے ساتھ یہ اشعار بھی لکھ کر بھیجے

أری الجزار يشحذ شفرتيه ۔۔۔ إذا هبت رياح أبي عقيل

میں دیکھتا ہوں کہ جب ابی عقیل لبید کی باد شمال چلتی ہے ۔۔۔ تو قصاب اپنی چھریاں تیز کرتے ہیں۔

طويل الباع أبلج جعفريّ ۔۔۔ كريم الجدّ كالسيف الصقيل

وہ تنومند قد آور اور کشادہ چہرے والا جعفری ہے ۔۔۔ نسل کے لحاظ سے سخاوت مند تیز تلوار کی طرح

وفي ابن الجعفري بما نذرته ۔۔۔ على العلات والمال القليل

اور جعفری کے فرزند میں بھی یہی صفات ہیں ۔۔۔ گو اس کے پاس مال کی قلت ہے۔

کہتے ہیں کہ ولید نے بیس اونٹ بھیجے تھے جب یہ اشعار لبید نے پڑھے تو کہا خدا امیر کو اس کی جزائے خیر دے امیر کو علم نہیں کہ اب میں نے اشعار کہنا چھوڑ دیا۔ اس کے بعد لبید نے اپنی پانچ سالہ بیٹی کو آواز دی اور کہا کہ تو امیر کے ان اشعار کا جواب دے۔ اس بچی نے تھوڑی دیر غور و فکر کیا پھر چند اشعار کہے

إذا هبّت رياح أبي عقيل ۔۔۔ دعونا عند هبّتها الوليدا

اب جب کبھی ابو عقیل کی باد شمال چلے گی ۔۔۔ تو ہم لوگ ولید کو یاد کریں گے۔

طويل الباع أبلج عبشميٌّ ۔۔۔ أعان على مروته لبيدا

طویل القامت کشادہ چہرے والا ۔۔۔ اور عبد شمس سے تعلق رکھنے والا

بأمثال الهضاب كأنّ ركباً ۔۔۔ عليها من بني حام قعودا

اس نے لبید کی مدد کی اس طرح پہاڑوں کی طرح ۔۔۔ جن پر بنی حام کے لوگ سوار ہوں

جیسے اونٹوں کا قافلہ

أبا وهب جزاک الله خيرا　　نحرنا ه واطعمنا الثريدا

اے ابو وہب (وہیب) خدا آپ کو اس کا بدلہ دے　　ہم نے آپ کے عطا کردہ اونٹ نحر کر دیئے اور ان کے گوشت کا ثرید سب کو کھلایا۔

فعد ان الكريم له معاد　　وعهدي بابن أروى ان تعودا

اب دوبارہ مگر سخاوت کریں۔ کیونکہ سخی وہ ہوتا ہے　　جو بار بار سخاوت کرے اور ہماری مدد بار بار انجام پائے۔

بیہس نے یہ اشعار سنے تو کہا کہ سخی تو نے بہت اچھے اشعار کہے مگر تجھے ان میں کچھ طلب بھی کرنا چاہیے تھا۔ اس نے جواب دیا بادشاہ طلب کرنے سے کبھی ناراض نہیں ہوا کرتے لہذا یہ کہا جو تو بہت بڑی فضیلت ہے۔

ذوالاصبع عدوانی جس کا نام حرثان بن الحارث بن محرث بن ربیعہ بن وہیب بن ثعلبہ بن ظرب بن عثمان تھا وہ تین سو سال زندہ رہا۔

جعفر بن قبط تین سو سال زندہ رہا اور اس نے اسلام کا زمانہ پایا۔

عامر بن ظرب عدوانی تین سو سال زندہ رہا۔

محصن بن عتبان بن ظالم بن عمرو بن قطیعہ بن حارث بن سلمہ بن مازن زبیدی دو سو پچاس سال زندہ رہا اور یہ اشعار کہے

ألا يا سلم إنّي لستُ منكم　　ولكنّي امرؤٌ قوتي سغوب

خبردار اے قوم مسلم میں تم میں سے نہیں ہوں　　میں تو ایسا مرد ہوں جس کی قوت بھوک ہے۔

دعاني الدّاعين فقلت . ميّ　　فقالا كلُّ من يدعى يُجيب

مجھے دو نے پکارا تو میں نے کہا کہ　　تو دونوں نے کہا ہر وہ شخص جس کو پکارا جائے وہ اپنا جوہر دکھاتا ہے۔

الا يسم أعياني قيمي　　وعيتني المكاسب والذموب

آگاہ رہو اے (بنی) مسلم میری زندگی نے مجھے بیمار کر دیا　　اور میری تجارت اور اس کے لئے آنے جانے نے مجھے ناتوان بنا دیا۔

وصرت رذيّة في البيت كلّا　　تأذّى بي الأباعد والقريب

یوں میں بیماری اور کمزوری کی بنا پر گھر پر بوجھ بنا　　اور ہر اجنبی اور رشتہ دار مجھ سے بیزار ہو۔

كذلك الدهر والأيام خون   لها في كلّ سائمة نصيب

یہ زمانہ اور ایام دسترخوان کی طرح ہیں جس پر ہر جانور کے لئے کوئی نہ کوئی حصہ ضرور ہے۔

عوف بن کنانہ بن عوف بن عذرہ بن زید بن ثور بن کلب تین سو سال زندہ رہا۔ جب اس کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو جمع کر کے وصیت کی۔

"اے میرے فرزندو میری وصیت کو یاد رکھنا اگر تم نے یاد رکھا اور اس پر عمل کرتے رہے تو میرے بعد تم لوگ قوم کی سرداری کرو گے۔"

"اللہ سے ڈرو (مال کے نقصان ہونے پر) حرص و ملال نہ کرنا، خیانت کرنے سے بچنا، رشتہ داروں کو نہ چھیڑنا ورنہ وہ سب اپنی پناہ گاہوں سے نکل پڑیں گے اور تمہیں ندامت ہوگی۔ لوگوں کو تکلیف مت پہنچانا اور صلح اور سلامتی کے ساتھ زندگی گزارنا۔ دست سوال دراز کرنے سے گریز کرنا تاکہ لوگ تمہیں بوجھ نہ سمجھیں۔ حق بات کے سوا زبان نہ کھولنا تاکہ لوگ تمہاری تعریف کریں۔ لوگوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا تاکہ ان کے دل تمہارے لئے کشادہ ہوں۔ لوگوں کو اپنی طرف سے فائدہ رسانی سے محروم نہ کرنا ورنہ ان کے دل میں تمہارے لئے شکایت پیدا ہوگی۔ اور اپنے بچوں کو پوشیدہ طور پر انعام دینے والوں میں سے ہو جاؤ۔ لوگوں کے ساتھ زیادہ نہ اٹھنا بیٹھنا ورنہ حقیر جانے جاؤ گے۔ اگر مشکل پیش آئے تو صبر سے کام لینا اور زمانے کے کپڑے اسی کو پہنا دینا۔ پس یقیناً مشکل کے ساتھ اچھی گفتگو، سچائی کے ساتھ برے تذکرے سے اچھی ہے۔ جو تم سے محبت کرے تم بھی اس سے محبت کرو۔ کیوں کہ محبت سے لوگ قریب ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بغض رکھنے کو ظاہر کرے تو تم عہد وفا سے نہ اٹھو جو تم سے عذر خواہی کرے تو اس کے عذر کو قبول کر لو۔ وفائے عہد اختیار کرنا اور عہد شکنی سے بچنا۔ جھوٹ سے گریز کر کے اپنے حسب و نسب کو بلند کرو اس لئے کہ آدمیت کی آفت کذب اور خلاف مرضی بات کرنا ہے۔ لوگوں سے اپنی مسلک و سبق کا ذکر نہ کرو ورنہ ان کی نظروں میں گر جاؤ گے۔ عزت سے ڈرو اس لئے کہ یہ ذلت ہے۔ جو تمہارے نام پیدا ہوں ان سے بزرگی کے ساتھ پیش آؤ اور اپنے لئے بلندیوں کی خواہش کرو اور تمہیں عورتوں کا حسن، صحت سب سے ہٹ کر غفلت میں ہلکا نہ کرے۔ اس لئے کہ شریف عورتوں سے نکاح عزت و شرف کے مدارج میں سے ہے۔ اپنی قوم سے محبت کرو ان سے بغاوت نہ کرو اور وہ سب جس بات پر متفق ہو جائیں اس بات سے اختلاف نہ کرو۔ اس لئے کہ مخالفت سردار کی اطاعت کے خلاف ہوتی ہے۔ پہلے اپنے لوگوں کے ساتھ نیکی کرو پھر دوسروں کے ساتھ۔ اور تم اپنے اہل و عیال کی خواہشات سے وحشت اختیار نہ کرو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا محنت کی آگ کے بجھانے اور حقوق کے ادا نہ کرنے کا سبب ہوگا۔ اور سونے دے کر چھوڑ دو اور تم ان کی مصیبتوں اور تکلیفوں میں مددگار بن جاؤ تو تم غلبہ حاصل کرو گے اور اس مطالبہ سے ڈرو جس کی منفعت ان تک نہیں پہنچی۔ بلندی کے ساتھ عزت سے پیش آؤ جو تمہارے پاس تر و تازگی کے ساتھ آتا ہے۔ ضعیف کے

حق کو خود پر ترجیح دو ۔ بیوقوفوں کے ساتھ تحمل سے کام لو تاکہ تمہارا غم والم کم ہو ۔ اگر وہ جلدی سے چھیڑ کرے کیونکہ اس میں ذلت ہے ۔ سوائے حالت مجبوری کے اپنے آپ کو اپنی استطاعت سے زیادہ تکلیف میں مت ڈالو مگر جب مجبور ہو تاکہ تم عذر و شیخ ہونے کے بعد ملامت کا نشانہ نہ بنو اور تمہارے پاس ایسی قوت ہونی چاہئیے کہ جو بیچارگی کی حالت میں ان سے معذرت کے ساتھ تعاون کرنے سے بہتر ہو یعنی قبل اس کے کہ معذرت کرنی پڑے تم ان سے تعاون کرو) اور کوشش کرو اور اس میں کمی نہ کرو اس لئے کہ کوشش فقر و احتیاج سے روکتی ہے ۔ تم سب کا نعرہ ایک ہونا چاہئیے کیونکہ یہی بات باعث تکریم ہے ۔ اور تم اپنی دھار کو تیز رکھو ۔ جو بے عزت لوگ ہیں ان کی طرف توجہ نہ کرو کہ تمہیں منہ لگائیں ورنہ کمینے لوگوں سے بچو کہ ان سے تم کو تکلیف پہنچے ۔ آپس میں حسد نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے ۔ کنجوسی ایک مرض ہے اس سے دور رہو ۔ جود و کرم اور ادب و تہذیب اہل فضل کی پاکیزگیوں سے اپنا مقام بلند کرو ۔ خرچ کرکے محبتیں حاصل کرو ۔ صاحبان علم و فضل کی عزت کا خیال رکھو ۔ تجربہ کاروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ ۔ اور تم کو کسی چھوٹے سے کام سے بھی منع نہیں کریں گے جس میں ثواب ہو ۔ اور لوگوں کی تحقیر نہ کرو ورنہ یہی پلٹ کر تم تک آئے گا ۔ کیونکہ آدمی تذکیہ قلب یا تذکیہ لسان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جب تم کسی امر سے خوف میں مبتلا ہو تو تم پر عجلت سے قبل ثابت قدمی لازم ہے ۔ اور دیکھو محبت کے ذریعے حاکموں کے پاس اپنی جگہ بناؤ ۔ اس لئے کہ جس شخص نے ان کی بے حرمتی کی وہ خود بے حرمت کیا گیا ۔ اور جس نے انہیں جلدی دی وہ جلد کیا گیا ۔ اور شرافت کے ساتھ چشم دیکھو نگاہیں تمہاری طرف نشان دہی کر رہی ہیں ۔ لوگوں سے وقار کے ساتھ تواضع کرو تاکہ تمہارا رب تمہیں پسند کرے ۔ پھر کہا

وما کلُّ ذی لبٍّ بمؤتیک نصحہ ولا کلُّ موتٍ نصحہ بلبیب

اور ہر صاحب عقل و فراست تمہیں نصیحت نہیں کرے گا ۔ نہ ہی ہر نصیحت کرنے والا عقلمند ہوتا ہے ۔

ولکن اذا ما استجمعا عند واحد فحقٌ لہ من طاعۃ بنصیب

لیکن اگر یہ دونوں چیزیں کسی کے پاس جمع ہو جائیں تو اس کی اطاعت کرنا ضروری ہے ۔

صیفی بن رباح بن اکثم جو اسد بن عمرو بن تمیم کی اولاد میں سے تھا دو سو ستر سال زندہ رہا ۔ وہ کہا کرتا تھا ۔ تمہیں تمہارے بھائی پر سوائے حالت جنگ کے ہر حال میں قابو ہے ۔ کیونکہ جب مرد اسلحہ اٹھا لیتا ہے تو پھر کسی کے قابو میں نہیں آتا ۔ تلوار سب سے بڑی تنبیہ ہے ۔ فخر کا چھوڑ دینا تعریف کو باقی رکھتا ہے ۔ سب سے بڑی سزا باغی کی سزا ہے ۔ مصرت کا شر ظلم ہے ۔ بدترین اخلاق تنگ کرنا ہے اور بے جا کرنا عتاب کی زیادتی کا باعث ہے ۔ اس نے چالا مصب میں پر ... اور یہ شعر کہا

کاموں میں ان کی مدد کرو۔ وہ جس امر کی دعوت دیتے ہیں اگر وہ حق ہے تو اس کا فائدہ تم کو ہوگا اور اگر وہ باطل ہے تو تمہارا فرض ہے کہ ان کی پردہ پوشی کرو اور ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔"

اس سے پہلے سقف نجران نے بھی ان کے اوصاف بیان کئے تھے۔ اس سے قبل سفیان بن مجاشع نے بھی ان کا ذکر کیا تھا اور اسی لئے اس نے اپنے لڑکے کا نام محمد رکھا تھا۔ تم میں سے جو صاحب الرائے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جس امر کی طرف وہ دعوت دے رہے ہیں وہ اچھی بات ہے۔ لہٰذا ان کو تسلیم کرنے میں تم لوگ ہی پہل کرو اور اس سلسلے میں تاخیر نہ کرو۔ ان کی اتباع کرو تو تمہارے شرف کا باعث ہوگا اور تم نمایاں ہو جاؤ گے۔ ان کی اطاعت میں جلدی کرو قبل اس کے کہ مجبوراً ایسا کرنا پڑے۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ کسی بلندی و باتی کو نہ چھوڑیں گے اور بچی ہوئی چیز کو کھائے بغیر نہیں رہیں گے۔ اور ہر جگہ پہنچیں گے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ جس طرف دعوت دے رہے ہیں وہ کوئی دین نہیں ہے تو نہ سہی اچھے اور کریمانہ اخلاق تو ہیں۔ میری بات مان لو اور اس پر عمل کرو۔ میں تم سے اس بات کے لئے کہتا ہوں جو تم سے کبھی چھینی نہ جا سکے۔ عرب میں تمہاری تعداد سب سے زیادہ ہے اور تمہارے شہر سب سے زیادہ وسیع ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی ذلیل بھی ان کی پیروی کرے گا تو عزت دار ہو جائے گا اور اگر عزت دار بھی ان کی مخالفت کرے گا تو ذلیل ہو جائے گا۔ تم لوگ عزت دار ہو اس لئے تمہاری عزت دوگنی ہو جائے گی۔ پھر تمہارے مقابل کا کوئی نہ ہوگا۔ یاد رکھو آگے جانے والے پیچھے رہنے والوں کے لئے کچھ نہیں چھوڑتے۔ سبقت کرنے والوں کے لئے رہبری اور پیچھے رہ جانے والوں کے لئے پیروی ہوتی ہے۔ پس تم اپنے کام میں جلدی کرو اس لئے کہ عزیمت قوت کا نام ہے اور احتیاط عجز کا نام ہے۔"

مالک بن نویرہ بولا۔ لوگو یہ بڑھا فاتر العقل ہو گیا ہے۔ اکثم نے کہا وائے ہو اس شخص کے لئے جو غمگین ہو اور تمہارا غمزدہ ہو۔ تم لوگ تو میری بات پر خاموش ہو۔ نصیحت کے لئے سب سے بری بات یہ ہے کہ اس سے منہ موڑ لیا جائے۔

ذلیل ہو تیرے لئے اے مالک تو ہلاک ہوگا۔ جب حق سر بلند ہوتا ہے تو وہ اپنے پیروکاروں کو بھی سربلند کرتا ہے تو پسماندہ لوگ بھی ترقی یافتہ لوگوں کے برابر ہو جاتے ہیں۔ پس تو اپنے لئے لازم کر لے کہ تو ان لوگوں میں ہو جائے جو قیام حق کے لئے کھڑے ہوں۔ اب جب کہ تم سے مجھے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے تو میری ناقہ لے آؤ تاکہ میں اس پر سوار ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور اس کے بیٹے اور بھتیجے اس کے پیچھے چل دیئے۔ پھر اس نے کہا

مجھے اس کام پر افسوس ہے جسے میں نہیں کر پایا اور جس نے مجھے آگے نہیں بڑھایا۔

بنو طی نے اکثم کو خط لکھا۔ یہ لوگ اس کے ماموں ہوتے تھے۔ جبکہ کچھ کا کہنا ہے کہ بنی مرہ نے خط لکھا یہ بھی اس کے ماموں تھے کہ ہمیں کچھ نصیحتیں کریں۔ اکثم نے ان کے جواب میں لکھا۔

بابعد - میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو صلہ رحم اختیار کرو۔ اس لیے کہ اس کی جڑیں مستحکم اور شاخیں پھیلنے والی ہیں۔ معصیت اور قطع رحم سے بچو۔ اس لیے کہ اس کی جڑیں کمزور اور شاخیں پھیلنے والی نہیں ہوتیں۔ بے وقوف عورت سے نکاح نہ کرو کیونکہ اس سے مباشرت مکروہ اور اولاد بے کار ہوتی ہے۔ اونٹوں کی اہمیت ملحوظ رکھو یہ عرب کے لیے مضبوط قلعے ہیں۔ ان پر ان کی قوت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ یہ کریم مہر اور قتل کی دیت قرار پاتے ہیں۔ ان کا دودھ بڑوں کے لیے تحفہ اور بچوں کے لیے غذا ہے۔ یہ جنگی حملے کے بھی کام آتے ہیں۔ جس شخص کو اپنی اہمیت کا احساس ہے وہ کبھی برباد نہیں ہوتا۔ عجب دراصل عقل کی خرابی ہے۔ مرد صالح اپنے دل کو کبھی برباد نہیں کرتا۔ کبھی کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک مرد سو مردوں سے بہتر ثابت ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک گروہ دو گروہوں سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ جو زمانے کی شکایت کرتا ہے وہ تکلیف اٹھاتا ہے۔ جو قسمت پر شاکر ہے وہ اچھی زندگی بسر کرتا ہے۔ خواہش (صاحب) رائے کی راہ میں رکاوٹ ہے اور عادت ادب کے تحت ہونی چاہیے۔ ایک ایسا محتاج جس کے دل میں محبت ہے اس دولت مند سے بہتر ہے جس کے دل میں عداوت ہے۔ دنیا سرائے فانی ہے۔ جو کچھ آنا ہے وہ تمہاری کمزوری کے باوجود آئے گا۔ اگرچہ تم اس کی طلب میں قاصر رہے اور جو کچھ جانا ہے وہ تمہاری بھرپور طاقت و کوشش کے باوجود چلا جائے گا۔ فقر و فاقہ کی برائی شرف کو ضائع کر دیتی ہے۔ حسد ایسا مرض ہے جس کی کوئی دوا نہیں اور شماتت اس کے بعد آتی ہے۔ جس نے کسی کے ساتھ نیکی کی تو اس کے ساتھ بھی نیکی کی جائے گی۔ بے وقوفی کے ساتھ ندامت ہے۔ حلم عقل کا ستون ہے۔ تمام (اچھے) کاموں کا مجموعہ صبر ہے اور بہترین کام معاف کر دینا ہے۔ معاہدہ کی پابندی مودت کو باقی رکھتی ہے اور جو شخص رحمت کا اظہار کرتا ہے اس سے محبت زیادہ ہو جاتی ہے۔"

کثم بن صیفی نے اپنی موت کے وقت اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے کہا اے میرے فرزندو! میں ایک طویل عرصہ زندہ رہنے کے بعد اب مرنے سے پہلے تمہیں چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں۔ نیکی کرتے رہنا تاکہ تمہاری تعداد میں اضافہ ہو۔ اس کی جڑیں ختم ہوتی ہیں نہ شاخیں۔ اللہ کی نافرمانی اور قطع رحم سے بچنا کیونکہ قطع رحم کرنے والے کی نہ جڑیں مضبوط ہوتی ہیں نہ شاخیں۔ اپنی زبان پر قابو رکھو کیونکہ یہ بھی تمہاری دشمن ہے۔ حق بات سے کوئی دوست بھی گم نہیں کرتا۔ اور تم اونٹوں کی گردنوں کو دیکھو اور ان کے ہر ان کی طاقت کے مطابق بوجھ رکھو کیونکہ ان میں بہترین مہر اور قتل کا خون بہا ہے۔ اور تمہیں احمقوں کے نکاح سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ان کا نکاح آنکھ کا مزا ہے اور ان کی اولاد بربادی ہے۔ سفر میں معاش کا خیال رکھنا راحت و قوت کی بقا کا ضامن ہے۔ اور جو شخص کسی چیز کے ضائع ہونے پر مایوس نہیں ہوا تو اسے سکون حاصل ہوا۔ اور جس نے جو کچھ اس کے پاس ہے اس پر قناعت کی تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ نادم ہونے سے قبل اس (غلط) کام کو چھوڑ دو۔ اور کسی گناہ کے سر انجام دینے سے بہتر میرے نزدیک یہ ہے کہ میں صحیح کام کروں۔ کوئی تدبیر ہلاک

نہیں ہوتا جب کہ وہ اپنی قدر و منزلت پہچان لے ۔ مصیبت کے وقت عاجز ہو جانا وقار کی رکاوٹ کا سبب ہے ۔ جس نے تجھے نصیحت کی تو تمہارے قبضے سے کوئی چیز جاتا نہیں رہی ۔ اس عالم پر افسوس ہے جو اپنی نادانی سے بے خوف رہا ۔ اور وحشت آگاہی کا چلا جاتا ہے ۔ جب کوئی کام سامنے آتا ہے تو وہ متعجب ہو جاتا ہے اور جب کوئی کام پیچھے چلا جاتا ہے تو اسے چالاک اور احمق دونوں پہچان لیتے ہیں ۔ خوشیوں میں اسراف حماقت ہے ۔ بلندیاں حاصل کرنے میں عزت ہوتی ہے تھوڑا ملنے پر قسمت کو برا نہ کہو کیونکہ اس سے زیادہ بھی ملے گا ۔ جو بات تم سے نہ پوچھی جائے اس کا جواب نہ دو ۔ جو بات ہنسنے کی نہ ہو اس پر نہ ہنسو ۔ دنیا سے بیزاری کا اظہار کرو اور بغض نہ رکھو ۔ حسد قرابت میں ہوتا ہے کہ جب جمع ہوتے ہیں تو ان کے ہتھیار کو کو نے لگتے ہیں تم جب محبت میں قریب ہوتے ہو تو قرابت پر بھروسہ نہ کرو کہ کہیں علیحدگی نہ ہو جائے ۔ اور تم پر لازم ہے کہ مال کے ذریعے اصلاح کرو کیونکہ تمہاری اصلاح کے بغیر مال ، مال کی اصلاح نہیں ہو سکتی ۔ اپنے معاشی حالات پر توجہ دو ۔ اپنے بھائی کے مال پر بھروسہ نہ کرو کہ وہ اپنی حاجت کو پورا ہوتے ہوئے دیکھے ایسا کرنے کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی پانی کو مٹھی میں بند کرنے کی کوشش کرے ۔ جو صاحب ثروت ملنا چاہے تو اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا چاہیے ۔ اپنے سرداروں کا اکرام کرو ۔ شریف عورت کا کھیل تکلے سے کھیلنا ہے یعنی وہ اپنے کاموں میں مصروف رہتی ہے) ۔ جب کوئی تدبیر نہ ہو تو صبر ہی آخری تدبیر ہے ۔

قردہ بن ثعلبہ بن معاویہ سلولی ایک سو تیس سال زمانہ جاہلیت میں زندہ رہا پھر اس نے اسلام کا زمانہ دیکھا اور اسلام قبول کیا ۔

مصاد بن جناب بن مرارہ جو عمرو بن یربوع بن حنظلہ بن زید بن مناۃ کی اولاد سے تھا ایک سو چالیس سال زندہ رہا ۔

قیس بن ساعدہ ایادی چھ سو سال زندہ رہا اور یہ وہی ہے جس نے یہ اشعار کہے

هل الغيث معطي الأمن عند نزوله ۔ بحال مسيء في الأمور و محسن

کیا برستا بادل قریب حال شخص کو امن سے ۔ ہمکنار کرتا ہے یا اس پر احسان کرتا ہے ؟

وما قد تولى وهو قد فات ذاهباً ۔ فهل ينفعنّي ليتني ولو انّني

جو کچھ گزر گیا وہ ہاتھ سے نکل گیا تو کیا ۔ افسوس کرے اور اے کاش میں ایسا ہوتا کہنے سے کوئی فائدہ ملے گا ؟

اسی طرح یہ بھی کہتا ہے

واخيف قسّاً ليتني والوانّني ۔ وعيت على لقمان حكم التدبّر

ہو قس ہے، اے کاش وہ اگر میں ایسا ہوتا ۔ کہ کہ لقمان کو بھی حکمت میں پیچھے چھوڑ دیا ۔

حارث بن کعب مذحجی ایک سو ساٹھ سال زندہ رہا ۔

اس کتاب کے مولف فرماتے ہیں کہ ان تمام روایات کا ذکر ہمارے مخالفین نے بھی محمد بن سائب کلبی، محمد بن اسحاق بشار، عوانہ بن حکم، عیسیٰ بن زید بن آب اور ہیثم بن عدی طائی کے حوالے سے کیا ہے۔ اور حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہو چکا ہے وہ اس امت میں بھی ضرور ہوگا۔ بالکل اسی طرح قدم بقدم۔

پس جب کہ سابقہ امتوں میں طول عمر کا ہونا صحیح ہے اور حجج اللہ علیہم السلام کے وقوع غیبت جو پچھلی صدیوں میں گزرے ہیں تو پھر امام قائم کی غیبت اور طول عمر کا انکار کیوں کیا جائے جب کہ اس کے متعلق تو رسول اکرمؐ و ائمہ طاہرین کی نصوص وارد ہوئی ہیں جن کو ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔

بیان کیا مجھ سے علی بن احمد دقاق نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے موسیٰ بن عمران نخعی نے ان سے ان کے چچا حسین بن یزید نوفلی نے ان سے غیاث بن ابراہیم نے ان سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے آبائے کرامؑ نے انہوں نے کہا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہو چکا ہے وہ سب اس امت میں ہوبہو ہوگا۔ بالکل اسی طرح قدم بقدم۔

بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن قطان نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا نے ان سے جعفر بن محمد بن عمارہ نے ان سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے ان سے ان کے والد بزرگوار نے ان سے ان کے جد مجدؑ نے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی اور بشیر مبعوث کیا میری امت میں وہ تمام باتیں جاری ہوں گی جو قدم بقدم سابقہ امتوں میں ہوئیں حتیٰ کہ اگر بنی اسرائیل میں ایک سانپ کسی سوراخ میں داخل ہوا تھا تو میری امت میں بھی ایسا ہوگا۔

بیان کیا مجھ سے شریف ابوالحسن علی بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبیداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو علی حسن بن کاظم نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد نوفلی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن ہلال نے ان سے عثمان بن عیسیٰ کلابی نے ان سے خالد بن نجیح نے ان سے حمزہ بن حمران نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعید بن جبیر نے انہوں نے کہا کہ میں نے سید العابدین علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے قائمؑ کے لیے انبیاء کی سنتیں ہیں۔ ان میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ایوبؑ اور حضرت محمدؐ کی سنت ہے۔

حضرت نوحؑ کی سنت طویل عمر، حضرت ابراہیمؑ کی سنت ولادت کا پوشیدہ ہونا اور لوگوں سے پوشیدہ رہنا ہے۔ حضرت موسیٰ کی سنت خوف اور غیبت۔ حضرت عیسیٰؑ کی سنت یہ کہ لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا۔ حضرت ایوبؑ کی سنت مصیبت کے بعد خوشحالی اور حضرت محمدؐ کی سنت تلوار لے کر خروج۔

جب سابقہ امتوں میں طول عمر کا واقع ہونا صحیح ہے تو امام قائمؑ کے لیے اس سنت کا جاری ہونا بھی صحیح ہے۔

بارہویں امام تھے ہمارے مت مناسب نہیں ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ صاحب کی غیبت میں کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔ اور جیسا کہ حضور اکرمؐ اور ائمہ علیہم السلام کا ارشاد ہے کہ اگر دنیا کے خاتمہ میں ایک دن بھی رہ جائے گا تو خدا اس کو اتنا طویل کر دے گا کہ امام قائمؑ ظاہر ہو کر دنیا کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اور اسلام ہمیں اس وقت حاصل ہوگا جب ہم حضور اکرمؐ اور ائمہ طاہرین کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں گے۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم O

سابقہ ادوار میں بھی وہ لوگ جو دین دار، عبادت گزار اور پرہیزگار ہوتے تھے وہ اپنے مخلص کو پوشیدہ اور اپنے امور کو لوگوں سے چھپائے رکھتے تھے۔ اور صرف اس صورت میں حق کو ظاہر کرتے تھے جب لوگوں کے خوف سے امان ہوتی تھی ورنہ پوشیدہ رہتے تھے۔ یہی طریقہ اس دنیا میں شروع سے ہمارے وقت تک رائج ہے۔ پھر کس طرح امام قائمؑ کی غیبت کا انکار ممکن ہے؟ یہ انکار صرف وہی لوگ کریں گے جن کے دلوں میں کفر و ضلالت اور نبیؐ و ائمہ علیہم السلام کے لئے بغض رکھا ہوا ہے۔

بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطان نے، انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن علی سکری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا نے انہوں نے کہا کہ مملکت ہندوستان میں ایک بادشاہ کثیر الافواج اور وسیع مملکت پر حکومت کرتا تھا جس کی ہیبت رعایا کے دلوں پر تھی اور معمولی سی خواہشات نفسانی کا دلدادہ تھا۔ دنیا کے ہر عمل تا فائدے سے محبت کرنے والا اور بہت زیادہ خوشامد پسند تھا۔ جو لوگ اس کی رائے کو اچھا سمجھتے تھے ان سے محبت کرتا تھا اور ان سے زیادہ مخلص تھا لیکن جو لوگ اس کے حکم کو نہ مانتے تھے اور کسی دوسرے کے اثر میں رہتے تھے ان سے بغض و عناد رکھتا تھا اور انہیں ملامت کرتا رہتا تھا۔ وہ بچپن اور عنفوان شباب میں پہنچ گیا تھا اس کی رائے بہت پختہ تھی، اس کی زبان فصیح تھی لوگوں کے ساتھ تدبیر اور نظم و ضبط کا ماہر تھا۔ چنانچہ اس بات کے مشہور ہونے سے عوام الناس اس کے مطیع ہو گئے اور چھوٹے اور بڑے سب ہی اس کے آگے سر جھکائے ہوئے تھے۔ نشۂ شباب اور نشۂ قوت و شہوت و غرور اس میں یکجا ہو گئے تھے۔ دشمنوں پر ظفریاب ہونے اور اہل مملکت پر قہر ڈھانے اور لوگوں کے مطیع ہو جانے سے اس کو وہ تقویت ملی جس کی بدمستی میں وہ لوگوں کی تحقیر کرتا تھا۔ خوشامدیوں کی مدح سرائی سے اور مدہوش کیا ہوا تھا۔ پھر اس کی رائے اور اس میں غرور و تکبر اس حد تک بڑھ گیا کہ لوگوں سے اس کی خوب تعریفیں کیں اور اس کے اقدامات کو اس کے سامنے سراہا۔ اس کی خواہش صرف دنیا تھی اور دنیا اس کو سب کچھ دے رہی تھی اور کوئی خواہش ایسی نہ تھی جسے دنیا سے پورا نہ کیا ہو۔ وہ عورتوں اور مردوں سے محبت حاصل کرتا تھا اور اولاد سے محروم تھا۔ اس کی حکومت سے پہلے دین پھیلا ہوا تھا اور اکثریت اس پر عمل پیرا تھی۔ پس شیطان نے دین اور دینداروں کی عداوت کو اس کی نظروں میں زینت دی اور اس نے اہل دین کو ضرر پہنچایا اور ان کے زہد کو توڑ کر انہیں خوف زدہ کیا اور بت پرستوں کو اپنے سے قریب کیا اور ان کے لئے

چاندی اور سونے کے بت بنائے۔ ان کو فضیلت دی ان کا اکرام کیا اور ان کے بتوں کو سجدہ کیا

پس جب رعایا نے یہ دیکھا تو وہ بھی بت پرستی کی طرف مائل ہوگئی اور اہل دین کو ذلیل کیا گیا۔

ایک روز اس نے ایک شخص کے متعلق پوچھا جو ملک میں اچھی صورت اور بلند مقام کا حامل تھا تاکہ اس سے بعض امور میں مدد لے اور اس سے محبت سے پیش آئے اور اس کا اکرام کرے۔

لوگوں نے کہا کہ جناب اس نے دنیا کو اور جو کچھ اس میں ہے سے چھوڑ رکھا ہے اور درویشوں سے منسلک ہوگیا ہے۔ یہ بات بادشاہ پر گراں گزری اور حکم دیا کہ اس کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ جب وہ شخص بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا اور بادشاہ نے اس شخص کو درویشوں کے لباس میں درویشوں کی طرح فروتنی کا اظہار کرتے ہوئے پایا تو اسے جھڑکا اور شماتت کی اور کہا تو ہمارے درمیان ہمارے خدمت گزاروں، اعیان اہل مملکت، اور ان کے نمایاں افراد اور اشراف میں سے تھا۔ تو کیوں تو نے خود کو رسوا کیا اور اپنے گھر والوں اور اپنے مال کو ضائع کیا اور کیوں نقصان اٹھانے والوں اور بیکار لوگوں کی پیروی کی یہاں تک کہ لوگوں کے لئے مضحکہ اور مثال بن گیا۔ اور تو ہمارے اہم ترین امور میں ہمارا مددگار تھا اور جو بھی میں چاہتا تھا اس میں تو میری مدد کرتا تھا۔

پس اس نے جواب دیا اے بادشاہ، اگر میرا تم پر کوئی حق نہیں ہے تو تمہاری عقل کا تو تم پر حق ہے۔ پس میری بات سننے میں غصہ مت کرو۔ اور فہم اور دلیل کے بعد اس مسئلے میں فیصلہ کرنا کیونکہ غصہ عقل کا دشمن ہوتا ہے۔ اور یہ انسان اور اس کی فہم کے درمیان پردہ ڈال دیتا ہے۔ بادشاہ نے کہا تجھے کیا کہنا ہے؟ درویش نے کہا اے بادشاہ میں تم سے پوچھتا ہوں کیا میرے ذاتی گناہ پر تم نے مجھ پر عتاب کیا ہے؟ یا میرا گناہ تم پر اثر انداز ہوا ہے۔ بادشاہ نے کہا تیرا گناہ میرے نزدیک بہت بڑا ہے اور میری رعیت میں سے جو کوئی اپنے نفس کی ہلاکت کا سامان کرے گا تو میں اس کے اور اس کے نفس کے درمیان آجاؤں گا۔ کیونکہ اس کا اپنے نفس کو ہلاک کرنا ایسا ہی ہے جیسے کسی دوسرے شخص کو ہلاک کرنا۔ میں اس کا ولی ہوں اور تم پر بھی اور اس پر بھی حاکم ہوں۔ پس میں تمہارے نفس پر زیادہ حاکم ہوں اور مواخذہ کرنے والا ہوں جب کہ تم نے خود کو اس طرح ضائع و برباد کر دیا ہے۔ درویش نے اس سے کہا اے بادشاہ دلیل کے بغیر میری گرفت نہ کر اور دلیل کو نافذ نہ کرو سوائے اس کے کہ تمہارے پاس قاضی بھی ہو۔ اور تمہارے پاس مصاحبوں میں سے بہت سے قاضی ہیں مگر تم انہیں کے احکامات نافذ کرتے ہو۔ اور میں ان میں سے کچھ سے راضی ہوں اور کچھ سے خوف زدہ۔

بادشاہ نے کہا وہ قاضی کون ہیں؟ اس شخص نے کہا کہ جس کے فیصلہ پر میں راضی ہوں وہ قاضی تمہاری عقل ہے اور جس سے میں خوف زدہ ہوں وہ تمہاری خواہش نفس ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بیان کر تو کہنا کیا چاہتا ہے۔ یہ خیال تیرے دل میں کب سے پیدا ہوا؟ اور کس نے تجھے بتایا؟ اس شخص نے کہا مجھے اس طرح پتہ چلا کہ میں نے اپنے بچپن میں یہ بات سنی تھی جو میرے دل میں بیٹھ گئی اور اس دانے کی طرح ہوگئی جسے زمین میں بو دیا گیا ہو۔ پھر وہ بڑھتی رہی اور

رخصت ہو گئی جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ میں نے ایک معلم سے سنا ہے کہ جو بے وقوف ہوتا ہے وہ اس چیز کو جس کی کوئی اصل و حقیقت نہیں ہوتی اور وہ کسی کام نہیں آتی اس کو کارآمد سمجھ لیتا ہے اور وہ چیز جو اصل رکھتی ہے اور کارآمد ہوتی ہے اس کو بے کار سمجھ لیتا ہے۔ اور وہ اس امر کو نہیں چھوڑتا جس کی کوئی حقیقت نہیں تو وہ اس مقصد کو حاصل نہیں کرتا جو در اصل حقیقت ہے اور اس امر کو نہیں دیکھتا جو حقیقت ہے تو اس کا عکس اس امر کو چھوڑ دینے سے حاصل نہیں ہوتا جو حقیقت نہیں اور حقیقت تو دراصل آخرت ہے اور جو حقیقت نہیں ہے وہ دنیا ہے۔ جب سے میں نے یہ سنا ہے تو میں نے بے حقیقت چیز کو جو یہ دنیائے فانی ہے ترک کر دیا اور حقیقی شے کو جو دار باقی ہے اختیار کر لیا ہے اور اب میری نظر میں حیات موت ہے تونگری فقر۔ دنیا کی خوشی غم، صحت و بیماری، قوت یا ضعف و مجبوری، عزت و ذلت ہے۔ اور کس طرح حیات دنیا موت نہ ہو جبکہ جینے والا موت کے لیے جیتا ہے۔ اور اسے موت کا یقین ہوتا ہے اور حیات کے ختم ہونے کا بھی۔ اور کیوں اس سے تونگر کو فقیر نہ سمجھا جائے کہ کوئی چیز نہیں ملتی مگر یہ کہ اس کی وجہ سے وہ کسی دوسری کا محتاج ہو جاتا ہے جو اسے کسی شے کی طرف مائل کرتی ہے جو اس کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

جیسے اگر کبھی چوپائے کا محتاج ہوتا ہے جسے وہ خریدتا ہے تو اس کے گھاس، چارے اور اس کے تعاون کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ہر چیز کے لیے کچھ دوسری چیزوں کا محتاج ہوتا ہے جو اس کے کام کی تکمیل کے لیے ضروری ہوں۔ تو اس کی حاجت کب پوری ہو سکتی ہے جو اس طریق کار کا محتاج ہو۔ اور کس طرح اس کی خوشی غم میں تبدیل نہ ہو کہ جسے بھی آنکھوں کی ٹھنڈک ملتی ہے تو غم و تکلیف اس کی گھات میں بیٹھی رہتی ہے اور وہ اپنی آنکھ سے ظلم و حزن کو واقع ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔ اگر وہ اپنے بچے سے خوشی محسوس کرتا ہے تو اس کی بیماری اور موت میں سے حزن سے سابقہ پڑتا ہے جو اس کے مرادوں سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اور اگر مال سے خوشی محسوس کرتا ہے تو کیا اس کی بربادی اور ضائع ہونے سے خوف نہیں کھاتا۔ کہ مال کی خوشی ہی سب سے بڑی خوشی ہے۔ اگر یہ امر اسی طرح ہے تو لوگوں کا حق یہ ہے کہ وہ کسی شے سے بچتے رہیں اور پرہیز کریں جو انہیں پہلے سے معلوم ہے۔ اور کس طرح اس کی صحت بیماری میں تبدیل نہیں ہو سکتی کہ اس کی صحت مختلف اخلاط پر مبنی ہے اور حیات سے قریب ترین خط موت ہے۔ اور فصیح ترین بات یہ ہے کہ انسان جو طین سے تخلیق کیا گیا ہے وہ ناگہانی موت، ذبح، طاعون، رخسار کے زخم اور ذات الجنب میں مبتلا ہو کر فوت ہو سکتا ہے اور کیوں اس کی قوت ضعف میں تبدیل نہ ہو جائے حالانکہ اس میں وہ قوتیں بھی پائی جاتی ہیں جو اسے نقصان پہنچاتی ہیں اور اسے ہلاک کر دیتی ہیں۔ اور کیوں کر ان اخلاط کی صورت ذلت میں تبدیل نہ ہو جائے جب کہ کبھی عزت برقرار نہیں رکھی گئی مگر اس انسان کے ہاں کہ طویل مدت کا وارث بنا دیا گیا۔ اس سے اس کے کہ عزت کے اسباب مختصر ہیں اور ذلت کے دن طویل ہیں۔ لیکن آپ کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس دنیا کی مذمت کریں جس کے لیے سب نے ہاتھ پھیلا رکھے ہیں۔ پھر حاجت پوری ہونے کے بعد وہ ہر ساعت اور ہر لمحہ توقع رکھے کہ ہر شب و روز وہ اپنے مال کو شمار کرے جس کا وہ محتاج

ہے اور وہ ان کے جمع کرنے میں اپنے دشمن ... ان کی نگاہوں کو چندھیا دیتا ہے ۔ اس کو جمع کی ہوئی اشیاء پر وہ لوگ مار
تے ہیں ۔ اور ان کی عمارت کی بنیاد ان کو منہدم کر دیتے ہیں ۔ موت اس کے اہل و عیال پر حملہ آور ہوتی ہے تو ان کو
پہنچانے سے انکار دیتی ہے ۔ اور ہر شخص جو ان سے بھائی چارہ رکھتا ہے اسے تکلیف میں مبتلا کرتا ہے ۔ پس اسے بادشاہ میں
اس دنیا کی کہ جو کچھ وہ دے رہی ہے مذمت کرتا ہوں ۔ اور محبت کے مال سے جو یہاں پائدار ہے کہ وہ مال موروثہ جو اس
کے بعد ہر ایک کرے گا ۔ بعض اوقات وہ کسی کی سعدی کا سبب بنتا ہے لیکن بعد میں رونے پیٹنے کا سبب بنتا ہے ۔ اور وہ
ان کے عشق میں مبتلا ہے وہ اسے چھوڑنے والا ہے ۔ مال موروثہ کے ملنے کے بعد شقاوت قلبی پیدا ہو جاتی ہے ۔ اور جس نے
اس مال کی اطاعت کی اسے دھوکہ دیتا ہے اور جس نے اس پر بھروسہ کیا اس سے غداری کرتا ہے ۔ مال موروثہ اس
سورج کی طرح ہے جو الٹا سو کر ... کو گرا دیتی ہے اور ایسا ساتھی ہے جو جاتی ہے ۔ اور سیدھا راستہ ہے جو گمراہ کرنے والا
ہے ۔ اور ایسا جانے ہوں ہے کہ جو ہلاک کرنے والا ہے ۔ اور ایسی زندگی ہے جو کسی کا اکرام نہیں کرتی بلکہ ذلیل کر دیتی ہے
اور ایسی محبوب ہے جو کسی سے محبت نہیں کرتی ۔ اور ایسی لازم شے ہے جو ہمیشہ کسی کے ساتھ نہیں رہتی ۔ کبھی یہ مال
موروثہ وفا کرتا ہے اور کبھی بے وفائی ۔ کبھی تصدیق کرتا ہے اور کبھی تکذیب ۔ کبھی موافقت کرتا ہے اور کبھی مخالفت ۔
تو اس مال موروثہ کے سہارے جو ایک ... سمجھتا ہے ... بیماری پیدا کر رہا ہے ۔ جس شخص نے اس کو اپنے قبضہ میں لیا تو
وہ مال اس کے ساتھ کھیلتا ہے ۔ اسی اثنا میں جو شخص کھانے کا قصد کرتا ہے اسے لقمے کھلاتا ہے اور اسی دوران جب
اس دنیا کو خادم بنا لیتا ہے تو اس کی خدمت کرتا ہے اور جو اس کے ساتھ ہنسی کرتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے اور جو اسے
بھلا کہتا ہے تو وہ بھی اس کو برا بھلا کہتا ہے اور جب کوئی اس کے لئے روتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے روتا ہے ۔ جب کوئی
دست سوال دراز کرتا ہے تو وہ بھی عطا کے لئے ہاتھ بڑھا دیتا ہے ۔ وہ عزت دیتا ہے جب کہ وہ ذلیل ہوتا ہے ۔ اس کا
احترام و اکرام کرتا ہے جب کہ وہ بے عزت ہوتا ہے اور اسی طرح وہ صاحب عظمت بنتا ہے حالانکہ وہ حقیر ہے ۔ اور اسی طرح وہ بلند
ہو جاتا ہے جب کہ وہ پستی میں گرا ہوا ہو ۔ اور کبھی مال موروثہ مطیع ہوتا ہے جب کہ اس کی نافرمانی کی جاتی ہے ۔ اور اسی طرح
اس مال موروثہ میں خوشی ہوتی ہے جب کہ اسے غم دیا جائے ۔ اور اسی طرح اس میں شکم سیر لوگ حقیقتاً بھوکے ہوتے
ہیں ۔ اور اسی طرح اس مال موروثہ کے سبب کچھ لوگ مردہ ہوتے ہیں حالانکہ وہ زندوں کی شکل میں ہوتے ہیں ۔

یہ ایسا گھر ہے کہ جس کے کاروبار ... ہوں اور اس میں اس قسم کی صفات پائی جائیں کہ یہ کسی کے سر پر
کبھی صبح تاج رکھتا ہے اور کسی کو شام مٹی کے گڑھے میں دفن کر دیتا ہے ۔ اور کسی کو رات میں ہاتھوں میں سونے کے
زیور پہنا دیتا ہے صبح کے وقت زنجیروں میں گرفتار کر دیتا ہے ۔ کسی کو یہ دنیا کبھی تخت پر صبح کے وقت بٹھا دیتی ہے
اور کبھی رات میں کسی قید خانے میں پھینک دیتی ہے ۔ کبھی رات میں دیباج کے فرش بچھاتی ہے اور صبح کے وقت خاک پر
سلا دیتی ہے ۔ صبح کے وقت کبھی کھیل کود اور لہو و لعب کو جمع کرتی ہے اور کبھی رات میں گریہ کرنے والوں کو جمع کرتی

ہے۔ کسی رات میں اس دنیا کے اہل دنیا میں کی قربت کو محبوب بناتی ہے اور کسی صبح ان کی دوری کو محبوب بناتی ہے۔ کبھی صبح کے وقت اس کی خوشبو کو خوشگوار بناتی ہے اور کبھی رات میں اسی خوشبو کو ناگوار بناتی ہے۔ پس وہ اپنی شان و شوکت کے ذریعے توقع رکھنے والا ہے جو اس کے فتنوں اور مصیبتوں سے نجات پانے والا نہیں ہے۔ اس دنیا کا دوست دنیا کی باتوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور اس کی آنکھیں ان کی عجیب و غریب اشیاء سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اس کا ہاتھ دنیا کی نعمتوں سے بھر ہوا ہوتا ہے پھر خالی بھی ہو جاتا ہے۔ مال کا چشمہ پرسکون رہتا ہے جو گیا سو گیا اور جو ہلاک ہوا سو ہلاک ہوا۔ جو ظاہر ہو وہ ظاہر ہو۔ ہر ایک کے بعد کسی ایک کو برقرار رکھتا ہے اور ہر ایک سے اس کے بدلے کے طور پر راضی رہتا ہے اور ہر صدی کو صدی کے بعد سکون پہنچاتا ہے۔ اور ہر قوم کے سرداروں کو بحیثیت قوم کے کھلاتا ہے۔ رذیل لوگوں کو افضل لوگوں کی جگہوں پر بٹھا دیتا ہے۔ اور عاجزوں کو صاحبان اقتدار کی جگہ بٹھا دیتا ہے۔ وہ قوموں کو خشک سالی سے تروتازگی کی طرف لاتا ہے۔ اور پیدل کو سواری، فاقہ کشی سے نعمت کی طرف، شدت سے نرمی کی طرف، بدبختی سے پوشیدگی کی طرف یہاں تک کہ جس وقت وہ اس میں ڈوب جاتا ہے تو اس کے ذریعے سے حالات میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور پھر ان سے خوشحالی اور تروتازگی کو دور کر دیتا ہے۔ اور ان سے قوت کو چھین لیتا ہے پھر وہ سب سے بڑی ہلاکت اور سب سے بڑی تنگی اور سب سے بڑی خشک سالی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔

اے بادشاہ! یہ جو تم نے کہا کہ میں نے ترک دنیا کر کے اپنے نفس اور اپنے اہل و عیال کو ہلاکت میں ڈالا ہے تو ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں ان کی طرف زیادہ متوجہ ہو گیا۔ اور ان کے ساتھ خصوصی تعلق رکھا۔ لیکن میں ابھی عبرت کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا کہ جس کے ذریعے سے رشتہ داروں میں سے اجنبیوں کو اور دوستوں میں سے دشمنوں کو نہیں پہچان پاتا تھا۔ پس جب یہ سحر ختم ہوا تو سحر زدہ آنکھ صحیح آنکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اور دوستوں میں سے دشمن ظاہر ہو گئے اور اجنبی لوگوں میں سے قریبی رشتہ داروں کا پتہ چل گیا۔ پس اس وقت میں نے رشتہ داروں، دوستوں اور بھائیوں اور تعلقات والوں کو شمار کرنا شروع کر دیا اور وہ شکاری کتوں کی طرح تھے جن کا قصد و ارادہ تھا کہ وہ مجھ کو کھا لیں سوائے اس کے کہ ہمت و قوت کے اعتبار سے ان کے مختلف درجات تھے۔ پس ان میں سے کچھ گرم مزاجی کی بنا پر شیر کی طرح تھے، کچھ بھیڑیے کی طرح پھاڑ ڈالنے والے اور لوٹ کھسوٹ میں مشہور تھے، کچھ چاپلوس کتوں کی طرح دم ہلانے والے تھے اور کچھ لومڑی کی طرح حیلہ گر اور چور تھے ان کا مقصد ایک ہی تھا لیکن ان کے طریقے جدا جدا تھے۔

اگرچہ اے بادشاہ تمہاری عظیم مملکت کے باوصف اور تمہارے رشتہ داروں، لشکروں اور مصاحبوں اور مطیع و فرماں بردار لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تمہیں عظمت حاصل ہے لیکن میں نے تمہارے بارے میں غور و فکر کیا تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس دنیا کے لوگوں میں سے کوئی تمہارے ساتھ نہیں ہے اور تم تنہا ہو اور یہ بھی مجھے پتہ چلا کہ عوام تمہارے دشمن ہیں اور یہ کہ یہ امت جس پر تمہیں قدرت حاصل ہے بہت زیادہ حسد کرنے والی ہے اور یہ دشمنی کرنے

دستے ہیں اور ان میں منافق چھپے ہوتے ہیں۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جو شکاری کتوں سے زیادہ تمہارے دشمن ہیں۔ وہ تمام اشخاص تم سے دشمنی رکھنے والے ہیں۔ اور جب میں تمہارے مطیع و مددگار اور رشتہ داروں کی طرف دیکھتا ہوں تو ان کو ایسا گروہ پاتا ہوں جو ایک ظاہری فائدے کے لیے عمل کرتے ہیں۔ اور اس کے باوجود طرح طرح کے وہموں میں مبتلا ہیں کہ تمہارے لیے کام کم کریں اور اجر زیادہ لیں اور جب میں تمہارے مخصوصین اور رشتہ داروں کی طرف دیکھتا ہوں تو ان کو ایسا گروہ پاتا ہوں جو تمہاری طرف سے کوشش اور عمل میں مصروف ہیں اور تمہیں مال و دولت کما کر دیتے ہیں اور تم انہیں اسی طرح تکلیف پہنچاتے ہو حالانکہ وہ سب ایسے نہیں ہیں۔ وہ تمہاری کوشش و جدوجہد سے راضی ہیں پس اگر تم نے انہیں اس کوشش و جدوجہد سے روک دیا تو وہ تم سے ناراض ہو جائیں گے تو اے بادشاہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم تنہا ہو نہ کوئی تمہارا رشتہ دار ہے اور نہ تمہارے پاس مال و دولت۔

لیکن میرے پاس میرے اہل و عیال بھی ہیں، مال بھی، دوست بھی، بھائی بہنیں بھی جو مجھے نہیں کھا رہے۔ اور میرے ذریعے کی رب ہیں وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں ان سے محبت کرتا ہوں۔ ہمارے درمیان محبت مفقود نہیں ہے۔ میں انہیں نصیحت کرتا ہوں اور وہ مجھے نصیحت کرتے ہیں اور ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہے وہ میری تصدیق کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں اور ہم ایک دوسرے کو جھٹلاتے نہیں۔

وہ مجھ سے ہمدردی رکھتے ہیں اور میں ان سے ہمدردی رکھتا ہوں اور ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہیں۔ وہ میری مدد کرتے ہیں اور میں ان کی مدد کرتا ہوں اور ہم ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ وہ نیکی کو چاہتے ہیں کہ میں بھی اسے چاہوں۔ انہیں خوف نہیں ہے کہ میں انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔ ہمارے درمیان نہ فساد ہے نہ حسد۔ وہ میرے لیے اور میں ان کے لیے خیر خواہی کرتے ہیں کہ جو نہیں ہے۔ ہمیشہ یہ عمل ہمارے درمیان قائم ہے۔ یہ لوگ اگر میں گمراہ ہو جاؤں تو میرے راہنما ہیں اور میرے نور نگاہ ہیں اگر میں نابینا ہو جاؤں اور اگر میں ان کے پاس نہ آؤں تو میرے لیے محافظ بن جاتے ہیں اور اگر مجھ پر حملہ کیا جائے تو میری ڈھال بن جاتے ہیں۔ اور جب میں کسی دشواری میں پڑوں تو میرے مددگار بن جاتے ہیں۔ اور ہم گھروں، دکانوں اور علوم گاہوں سے بے آپ لوچ رہے ہوئے ہیں ورنہ تم کو ان کی طلب ہے اور ہم نے تمام دنیاوی اور مال و متاع کو اہل دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے ہم میں ان مصالح کی خواہش نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے سے سرکشی نہیں کرتے ایک دوسرے سے بغض نہیں رکھتے، نہ فساد کرتے ہیں نہ حسد رکھتے ہیں نہ قطع تعلقات کرتے ہیں۔ پس اے بادشاہ یہ میرے اہل و عیال ہیں۔ یہ میرے بھائی ہیں قریبی رشتہ دار ہیں دوست ہیں میں انہی سے محبت کرتا ہوں اور انہی کی طرف رخ کرتا ہوں اور میں نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا ہے جن کو میں نے اپنی عبرت کی آنکھوں سے دیکھ کر پہچان لیا تھا اور میں نے اپنے لیے ان سے سلامتی چاہی تھی۔

پس اے بادشاہ یہ دنیا جیسی کہ میں نے تم کو بتایا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ اس کا حسب و نسب ہے

درحقیقت اس کی گردش ہے جو میرے سے ہی تھی اور یہ جان لینے کے بعد میں نے سے چھوڑ دیا اور میں نے اس امر کو دیکھا کہ جو اصل حقیقت ہے۔ میں نے بادشاہ! اگر تم پسند کرو تو میں اس امر کے متعلق جو مجھے معلوم ہے کہ وہ اصل میں حقیقت ہے تمہارے سامنے بیان کروں تو تم سننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور بہت ہی توجہ سے سنو اس طرح نہیں جیسے تم دوسری چیزوں کے بارے میں سنتے ہو۔ پس بادشاہ نے اس پر کوئی زیادتی نہیں کی مگر یہ کہ اس سے کہا کہ تو نے جھوٹ بولا ہے اور تیری کوئی بات درست نہیں اور تو شقاوت و عناد میں کامیاب رہا ہے پس فوراً یہاں سے نکل جاؤ اور میری مملکت کے کسی حصہ میں قیام مت کرنا اس لئے کہ تم فساد برپا کرنے والوں میں سے ہو۔

اسی زمانے میں بادشاہ کے یہاں بیٹا پیدا ہوا جب کہ وہ اولاد سے مایوس ہو چکا تھا۔ یہ بچہ حسن و جمال و قد میں ایسا تھا کہ لوگوں نے ایسا مولود نہیں دیکھا تھا۔ بادشاہ بے انتہا خوش ہوا قریب تھا کہ وہ خوشی کی زیادتی سے ہلاک ہو جائے۔ اس کے خیال میں یہ عطا ان بتوں کی تھی جن کی وہ پرستش کرتا تھا۔ پس لوگوں نے جو کچھ اموال ان کے گھروں میں تھے بتوں کے مندروں پر نچھاور کر دیئے۔ لوگوں کو ایک سال تک خوشی منانے کا حکم دیا گیا۔ اس نے اپنے بیٹے کا نام یوذاسف رکھا۔ اور ملک کے تمام علماء اور نجومیوں کو طلب کیا تاکہ وہ بچے کا زائچہ تیار کریں۔ تمام نجومیوں نے بڑے غور و فکر کے بعد بتایا کہ اس ملک میں شرف و عزت میں یہ زمانے کے ہر بچے سے بلند تر ہوگا۔ لیکن ایک شخص نے کہا کہ صرف شرف و عزت و فضیلت دنیا ہم اس کے لیے پاتے ہیں بلکہ شرف آخرت بھی۔ اور میرے حساب سے تو یہ دین اور عبادت گزاروں کا امام بنے گا۔ اور درجات آخرت میں فضیلت کا حامل ہوگا کیونکہ میں اس میں وہ شرف دیکھ رہا ہوں جو دنیا کے کسی شرف کے مماثل نہیں بلکہ آخرت کے شرف کے مماثل ہے۔

اس گفتگو سے بچے کے بارے میں بادشاہ کا سرور کافور ہو گیا۔ کیونکہ مذکورہ نجم معتمد ترین نجم تھا اور بادشاہ کے ملک میں سب سے زیادہ صاحب علم اور سب سے زیادہ راست گو تھا۔ پس بادشاہ نے بچے کے لئے شہر میں ایک مکان خالی کرایا اور معتمد دایاؤں اور خادموں کو وہاں مامور کیا اور ان کو حکم دیا کہ بچے کے سامنے موت، آخرت، غم، مرض اور فنا کا تذکرہ نہ کریں یہاں تک کہ اس کی یہ باتیں اس کی عادت بن جائیں اور اس کے دل سے حقیقت کو فراموش کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ جب بچہ بڑا ہو تو اس کے سامنے کوئی ایسی گفتگو نہ کریں جس سے اس کے دل میں کوئی خوف پیدا ہو جو مت دیں اور دین داروں کی جانب جانے کا سبب بنے اور کہ وہ اس کی حفاظت کریں اور اس سے بچائیں اور ان میں سے ہر ایک ایک دوسرے کو بھی بچائے۔

اسی طرح بادشاہ اپنے بیٹے کے راہ راست اختیار کر لینے کے خوف کی وجہ سے درویشوں پر شدید غضب ناک تھا۔

اس کا ایک وزیر تھا جو نہ اس کے مال میں خیانت کرتا تھا نہ جھوٹ بولتا تھا اور نہ اس سے کچھ چھپاتا تھا۔ نہ اس پر دوں اثر و ... تھا اور اس کے اعمال میں اس کا ہمسر کوئی نہ تھا اور بادشاہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ

• عقلمند، عالم دین، اخلاق کا حامل جیسے ہر دلعزیز لوگوں میں مشہور تھا عوام الناس اس سے محبت کرتے تھے اور وہ ان سے محبت کرتا تھا۔ مگر بعض بادشاہ کے مصاحب اور امراء اس سے حسد کرتے تھے۔ اس پر بہتان باندھا کرتے تھے اور اس کی موت کے منتظر رہتے تھے۔

ایک دن بادشاہ شکار کے ارادے سے باہر گیا اور وزیر بھی اس کے ہمراہ تھا۔ ایک پہاڑی راستے میں اس نے ایک شخص کو پڑا ہوا دیکھا جس کی ٹانگ ایک درخت کی جڑ سے پھنس گئی تھی اور وہاں سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہ تھا۔ وزیر نے اس سے اس کی حالت دریافت کی تو اس شخص نے بتایا کہ درندوں اور موذی جانوروں سے اس کی یہ حالت ہوئی ہے۔ وزیر کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اس شخص نے وزیر سے کہا کہ میری مدد کرو اور مجھے گھر لے چلو تو میں بھی کسی وقت تم کو فائدہ پہنچاؤں گا۔ وزیر نے کہا اگر تجھ سے کوئی فائدہ نہ بھی پہنچے تب بھی اس عالم مجبوری میں تیری مدد کرنا میرا فرض ہے مگر یہ تو بتا کہ تو مجھے کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے؟ کیا تو کوئی ہنر رکھتا ہے یا کسی چیز کو بنا کر کھلاتا ہے؟ اس نے کہا میں بگڑی بات کو بنانا جانتا ہوں۔ جب تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور لوگ تمہارے خلاف ہوں تو میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ وزیر نے اس کی بات پر کوئی خاص توجہ نہ دی اور اسے گھر لا کر علاج کروایا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔

قریب تھا کہ اس بادشاہ کے حاسد امراء نے مشورہ کیا کہ اب وزیر کو الزام لگا کر بادشاہ کی نظروں سے گرانا چاہئے چنانچہ بادشاہ سے کہا کہ یہ وزیر بادشاہت کی طمع رکھتا ہے کہ آپ کے بعد غلبہ حاصل کرے اسی لئے یہ رعایا پر اس قدر احسانات کرتا ہے اور انہیں اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ اگر آپ اس امر کی صداقت جاننا چاہیں تو آپ اس کو بلا کر مشورہ کریں کہ میں ترک حکومت کر کے درویشی کو اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ پس آپ کو اس کی خوشی کے ذریعے پتہ چل جائے گا اور حقیقت حال سب پر واضح ہو جائے گی۔ اور قوم جانتی تھی کہ دنیا کے فانی ہونے کے ذکر اور موت کے ذکر سے وزیر کا دل رقیق ہو جاتا تھا اور دنیا کے مال کی طرف اس کا میلان نہ تھا اور وہ ان سے محبت کرتا تھا۔ انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے یہ کیا کہ وہ اپنے مطلب میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا جب میری اس سے ملاقات ہوگی تو میں اس سے پوچھوں گا۔ چنانچہ جب وزیر بادشاہ کے پاس آیا تو بادشاہ نے اس سے کہا کہ تم میری دنیا کی حرص اور طلب سے واقف ہو اور میں نے تم سے ذکر کیا تھا کہ دنیا میں میرے پاس یہ مال و دولت ہمیشہ نہیں رہے گی اور میں نے جان لیا ہے کہ کچھ باقی رہنے والا نہیں جو کچھ میرے پاس تھا۔ میں نے ان سب چیزوں کو جمع کیا ہے جو تمام ہونے والا ہے اور کیا ہے اس کا حساب میں نہیں جانتا۔ یہ مال میرے ہاتھ میں ہے اس کے لئے میں نے جو کچھ کیا وہ ہے میرا اس سے کوئی عمل باقی نہیں رہا۔ میں جس طرح خدمت کرتا ہوں اس کا حق ادا نہیں کر سکا۔ میں حکومت کو اس کے اہل کے لئے چھوڑتا ہوں تو تمہاری کیا رائے ہے۔ جب وزیر نے بادشاہ کی باتیں

سن کر شدت سے رو پڑا یہاں تک کہ بادشاہ نے جان لیا کہ اس کے دل میں کیا ہے اور عرض کیا بادشاہ سلامت جو چیز باقی رہنے والی ہے اگرچہ مشکل سے حاصل ہو لیکن پھر بھی اس کا حاصل کرنا بہتر ہے۔ اور جو چیز فانی ہو اور وہ آسانی سے حاصل ہو جائے اس کا حاصل کرنا بے کار ہے۔ صاحب کی رائے درحقیقت ٹھیک ہے میں امید کرتا ہوں کہ خدا آپ کو دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔

وزیر کی یہ بات بادشاہ کو بہت بری لگی اور اسے یقین ہو گیا کہ اس کے بارے میں مجھے جو اطلاعات دی گئیں ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ ادھر وزیر کو اس کی خفگی محسوس ہو گئی پس وہ اپنے گھر والوں کی طرف حسرت و افسوس اور محزون واپس ہوا وہ نہیں سمجھتا تھا کہ بادشاہ کے اس طرز عمل سے بچاؤ کا طریق کار کیا ہے۔ پس وہ رات کو بیدار رہ کر سوچ بچار کرتا رہا تو اسے اس شخص کا خیال آیا جس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ بگڑی بات کو بنا سکتا ہے۔ چنانچہ اسے بلایا جب وہ آیا تو اس سے کہا تم نے مجھ سے کہا تھا کہ تم بگڑی بات بنا سکتے ہو اس شخص نے کہا ہاں بے شک تو آپ کو اس سلسلہ میں کون سی ضرورت پڑ گئی وزیر نے کہا ہاں میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں اس بادشاہ کی بادشاہت سے پہلے سے اس کا ساتھی رہا ہوں اور جب سے وہ بادشاہ ہوا ہے تو میں واقف نہیں کہ میرے اور اس کے درمیان کبھی ناگوار بات ہوئی ہو۔ وہ جانتا ہے میری نصیحت میری شفقت و میرے اخلاص کے بارے میں تو میں نے اس کے لطف اور تمام معاملوں کے لئے کرتا ہوں یہاں تک کہ کل کے دن جو کچھ پیش آیا میں اس سے قطعاً ناواقف ہوں اور گمان کرتا ہوں کہ اس کی طرف سے اس کے بعد بھلائی سامنے آئے گی۔ اصلاح کرنے والے نے کہا تمہارے پاس اس کا کوئی سبب یا علت ہے؟ وزیر نے کہا ہاں کل بادشاہ نے مجھے بلایا تھا اور ایسا ایسا کہا اور میں نے جواباً یہ کہا۔ پس اس شخص نے کہا میں اختلاف کا سبب سمجھ گیا ہوں اور ان شاء اللہ اسے ٹھیک کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جان لو کہ بادشاہ یہ گمان کر رہا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ اسے اس کے ملک سے ہٹا دو اور اس کے بعد اس پر قابض ہو جاؤ۔ تو جب صبح ہو تو اپنا لباس اور زیورات اتار دینا اور وہ کپڑے پہن لینا جو درویش پہنتے ہیں پھر اپنا سر منڈوا لینا اور پھر بادشاہ کے دروازے پر گزرنا تو بادشاہ تمہیں بلا کر پوچھے گا کہ تم نے یہ کیا حلیہ بنایا ہے تو اس سے کہنا یہ وہ چیز ہے جس کی طرف میں نے آپ کو دعوت دی تھی اور کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ ساتھی کو کوئی نصیحت کرے ہاں مگر یہ کہ خود بھی ویسا ہی کرے اور اس پر ثابت قدم رہے اور میں نے جو کچھ آپ کو دعوت دی تھی تو میرا اور ہم دونوں کے لیے خیر کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ پس آمادہ ہو جاؤ اس کام کے لئے جس کا تم سے ارادہ کیا ہے۔ پس وزیر نے ایسا ہی کیا جب جا کر بادشاہ کے ذہن سے یہ بات نکل پائی۔

بادشاہ نے دوسرے ہی روز شاہی حکم دیا کہ تمام عابد و زاہد اس کے ملک سے نکل جائیں پس وہ وہاں سے بھاگنے لگے اور خود کو پوشیدہ کرنے لگے۔ ایک دن بادشاہ شکار کے لئے نکلا تو اس کی نظر دور دو اشخاص پر پڑی۔ اس نے انہیں بلایا جب وہ قریب آئے تو وہ دو درویش تھے بادشاہ نے ان سے کہا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم میری مملکت سے نہیں نکلے تو دونوں نے کہا کہ

ہم تو جا رہے تھے لیکن آپ کے فرستادہ ہمیں یہاں لے آئے بادشاہ نے کہا تم کہاں کیوں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم ضعیف ہیں نہ ہمارے پاس جانور ہے۔ اور ہم معمولی رفتار سے زیادہ سفر کرنے پر قادر نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جو شخص موت سے ڈرتا ہے وہ بغیر کسی جانور اور زادِ راہ کے تیزی دکھاتا ہے۔ ان دونوں نے عرض کی کہ ہم موت سے نہیں ڈرتے بلکہ ہم کسی شے میں خوشی و مسرت نہیں محسوس کرتے۔ بادشاہ نے کہا تم موت سے کیوں نہیں ڈرتے جب کہ تمہارے خیال میں ہمارے فرستادہ تمہیں لے کر آتے اور تم جا رہے تھے کیا یہ موت سے فرار نہیں تھا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ موت سے ڈر اور خوف کا سبب نہیں ہے اب یہ گمان کریں کہ ہم آپ سے خوفزدہ ہیں لیکن ہم اس لئے بھاگ رہے ہیں تاکہ اپنے مسلک کے برخلاف آپ کی مدد کریں۔ بادشاہ نے ان کی گفتگو پر خفگی کا اظہار کیا اور ان دونوں کو آگ میں جلانے کا حکم دیا اور حکم دیا کہ جو کوئی جہاں بھی کسی عابد کو دیکھے تو فوراً آگ میں جلا دے۔ یہ حکم سنتے ہی بت پرستوں اور ان کے پیشواؤں نے ملک کے گوشہ گوشہ میں عابدوں کو نذرِ آتش کر دیا۔ جب سے ہی سرزمین ہندوستان میں مردوں کو جلانے کی رسم چلی۔

ملک سے عابد و زاہد ناپید ہو گئے۔ چند عابدوں نے جان پر کھیل کر اپنے آپ کو مخفی رکھا اور پوشیدہ رہے تاکہ کسی وقت تلاشِ حق کرنے والے کو راہِ حق دکھا سکیں۔

یوذاسف بادشاہ کا فرزند اب سمجھدار ہو گیا تھا وہ بہت عقلمند نوجوان تھا۔ اس کی دانائی اس کو یہ سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ اس کو چند رسیوں کے درمیان تنہائی میں کیوں قید کیا ہوا ہے۔ وہ سوچتا تھا کہ ان کا سبب اپنے باپ سے معلوم کروں پھر خیال آتا تھا کہ یہ سب کچھ تو انہی کا کیا ہوا ہے وہ کیوں بتائے گا۔ وہ لوگ جو اس کے پاس ادب شاہی اور امور سلطنت بتانے کے لئے مقرر کئے گئے تھے ان میں سے ایک شخص جو اس کی دانائی اور عقلمندی کی وجہ سے بہت مرعوب تھا اس سے یوذاسف نے کہا کہ آپ سے مجھے بہت محبت ہے۔ اور میں آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں اور بادشاہ کے بعد سلطنت کا وارث میں ہوں اس وقت آپ کا درجہ سلطنت میں یا تو بہت بلند ہوگا یا بہت کم۔

اس شخص نے کہا تم کیوں مجھے خوف دلاتے ہو کہ میرا حال برا ہوگا۔ یوذاسف نے جواب دیا اس لئے کہ تم نے آج تک مجھ سے وہ بات چھپائی جو کل مجھے کسی اور سے پتہ چل جائے گی۔ تو میں تم سے شدید انتقام لوں گا جیسے بھی میرے بس چلے گا۔ یہ سب سن کر وہ شخص بہت ڈرا اور یوذاسف کو تمام ماجرا نجومیوں کی پیشین گوئی تنہائی سے باہر نکلنے کا سبب سب کچھ شہزادے کو بتا دیا۔ جس پر شہزادے نے شکریہ ادا کیا اور اسے چپ رہنے کو کہا یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ شہزادے کے پاس آیا تو شہزادے نے عرض کیا کہ بابا جان اگرچہ میں ابھی بچہ ہی ہوں تو میں نے خود خیال کیا اور اپنے حالات کے اختلاف کو بھی دیکھا تو مجھے جو یاد ہے میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور بچپنے کے بہت سے حالات کا میں نے ذکر نہیں کیا ہے بھی اچھی طرح جانتا ہوں اور میں یہ بات بھی اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں اس حالت پر نہیں ہوں اور نہ آپ اس حال پر

ہیں۔ اور جب آپ مجھ پر اس پر ثابت رکھے ہوئے ہیں اور جب آپ اسی حالت سے عنقریب متغیر کر دے گا۔ پس اگر آپ چاہتے تھے کہ دنیا فلاں کے معاملات مجھ سے مخفی رہیں تو وہ مجھ پر مخفی نہیں رہے۔ اور اگر باہر نکلنے سے آپ نے مجھے پابند کر دیا اور میرے اور لوگوں کے درمیان حائل ہو گئے تاکہ مجھ میں ایسی قوت پیدا نہ ہو اس چیز کے بارے میں جس میں میں نہیں ہوں۔ تو بے شک آپ نے مجھے اپنے حصار سے الگ کر دیا۔ میرے دل میں اضطراب اور بےچینی ہے اس چیز سے جو میرے اور ذہن کے درمیان حائل ہے یہاں تک کہ مجھے کسی شے کا غم نہیں ہے۔

اور میرے لئے اس کے علاوہ اور کچھ اور نہیں ہے یہاں تک کہ میرا دل اس چیز سے مطمئن نہ ہو جائے جس حالت میں میں ہوں اور جس سے میں کوئی نفع نہیں اٹھا رہا اور اس سے مجھے دلچسپی ہے۔ پس آپ مجھے چھوڑ دیجئے اور مجھے اس بارے میں آگاہ فرمائیے جو آپ کو ناپسند ہے اور جس سے آپ خائف ہیں تاکہ میں اس سے اجتناب کروں اور آپ کی موافقت اور رضامندی مجھ پر واجب ہو جائے۔ میری سمجھ میں اب تک یہ نہیں آیا کہ مجھے اس گوشہ تنہائی میں کیوں رکھا گیا ہے؟ باہر نکلنا میرے لئے کیوں منع ہے کیا۔ میرے کسی جرم کی سزا ہے۔ اگر یہ مقصد ہے کہ میں فنا اور بقاء کے حالات سے بے خبر رہوں تو کب تک؟ ملک اور دنیا خود بھلا دے گی۔ آپ مجھے باہر جانے کی اجازت دیں ورنہ میں یہ سوچ سوچ کر مر جاؤں گا۔

پس بادشاہ نے جب اپنے بیٹے سے یہ سنا تو سمجھ گیا کہ اس کو اس بات کا علم ہو گیا ہے جس سے میں اسے بچانا چاہتا تھا اور اس پابندی لگانے اور قید کر کے رکھنے سے سوائے تجسس اور حقیقت حال جاننے کی خواہش کے علاوہ اور کسی چیز کا اضافہ نہ ہو۔ پس اس نے کہا اے میرے بیٹے تمہیں اس پابندی میں رکھنے کا سبب اس کے علاوہ کچھ نہ تھا کہ میں تم کو تکلیف سے بچانا چاہتا تھا۔ پس مصلحت دیکھو سوائے اس کے جو موافق ہو اور درست نہ ہو سوائے اس کے جو تمہیں خوش کر دے۔ پس جب تمہاری خواہش اس کے علاوہ ہو تو یقیناً میں اس شے کو نزدیک تر کر دوں اس چیز پر جس پر تم رضامند ہو اور جس کی تم خواہش رکھتے ہو۔

پھر اس نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اس کو شان و شوکت کے ساتھ سوار کرائیں اور اس کے رستے سے تمام قبیح منظر صورت چیزوں کو ہٹا دیں۔

اس اتفاقی سواری کے بعد وہ متعدد بار سوار ہو کر نکلا۔

ایک روز وہ ایسے رستے پر گیا جس سے وہ واقف نہ تھا اس نے دو بھکاریوں کو دیکھا۔ ایک کا جسم متورم اور زرد تھا اور چہرہ بے رونق اور کریہہ منظر تھا اور دوسرا نابینا۔ جب اس نے یہ دیکھا تو ڈر گیا اور ان سے اس بارے میں پوچھا۔ انہوں نے کہا یہ ورم اندرونی بیماری کی بنا پر ہے اور اندھا ایک زمانے سے اندھا ہی ہے۔ شہزادے نے پوچھا اس کے علاوہ کسی اور کو بھی یہ تکلیف پہنچ سکتی ہے؟ کہا گیا ہاں۔ پوچھا کوئی ان بیماریوں سے خود کو بچا سکتا ہے جو آفت دیا گیا نہیں۔ پس اس روز

شہزادہ غم زدہ و محزون رہتا ہو اور اس سے خائف و ترساں جو کچھ اس کے اور اس کے باپ کی سلطنت میں تھا واپس ہو۔ اور اسی حال میں کئی دن رہا۔

ایک دن راستے میں اس نے ایک بوڑھا دیکھا سفید بال، کمر خمیدہ، چلنے سے مجبور اس کی رنگت سیاہ ہو چکی تھی، جلد پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہا تھا۔ پس شہزادے کو اس کے حال پر تعجب ہوا اور اس نے اس بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا یہ بوڑھا ہے۔ پوچھا کتنے عرصے میں انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے؟ کہا تقریباً ایک سو برس میں۔ پوچھا بعد میں کیا ہوتا ہے؟ کہا کہ بعد میں مر جاتا ہے۔ شہزادے نے کہا کہ آدمی اور اس کی عمر کے بعد کوئی چیز باقی رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں اور یہ مختصر عرصے میں ہوتا ہے۔ تو شہزادے نے کہا مہینہ تیس دن کا ہوتا ہے اور سال بارہ مہینے کا اور عمر کی حد سو سال ہے تو مہینے میں سب سے زیادہ تیز گزرنے والا دن کون سا ہے۔ اور سال میں کونسا مہینہ تیزی سے گزرتا ہے اور عمر میں کون سا سال دن سے گزر جاتا ہے؟ پھر شہزادہ واپس ہوا اور اپنی اس بات کو بار بار دہرا رہا تھا۔ پھر وہ راتوں کو بیدار رہنے لگا۔ اس کا دل زندہ ہو گیا اس میں ذکاوت و عقل پیدا ہو گئی۔ اس میں سادہ پسندی و عظمت باقی نہیں رہی اور اس میں حزن و اہتمام پیدا ہو گیا اور اس کا دل دنیا اور خواہشات دنیا سے پھر گیا۔ بہرحال وہ اپنے باپ کی عیادت کرتا تھا اور اس سے ملتے مہربانی سے پیش آتا تھا۔ اس کے باوجود وہ ہر متکلم کی اپنی بات سننے کا حریص تھا کہ جس طرح فکر رہی ہے اس کے خیال سے کوئی دلیل ملے تاکہ وہ اس کی رہنمائی کا سبب ہو۔

شہزادے نے اپنے اس اتالیق کو بلایا جس نے اسے اس راز سے واقف کرایا تھا اور اس سے پوچھا تم ایسے لوگوں کو جانتے ہو کہ جن کی حالت ہماری اس حالت سے مختلف ہو۔ اس رفیق نے جواب دیا ہاں ایک گروہ ہے جنہیں درویش کہا جاتا ہے۔ انہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا ہے اور آخرت کی طلب میں ہیں۔ اور ان کا کلام اور علم انجام ہے کہ میں اس کے متعلق نہیں جانتا سوائے اس کے کہ لوگ ان سے دشمنی کرتے ہیں ان سے بغض رکھتے ہیں اور ان کو جلا دیتے ہیں اور بادشاہ نے انہیں اس سرزمین سے نکال دیا ہے۔ لیکن ان دنوں ہمارے شہروں میں کوئی شخص ان کو نہیں جانتا کیونکہ وہ پوشیدہ ہو گئے ہیں اور کشائش کے منتظر ہیں۔ اور یہ اولیاء اللہ کا طریقہ قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے کہ وہ باطل سلطنتوں میں ایک دوسرے سے پوشیدہ طور پر رہتے ہیں۔ لیکن یہ بات اس کی دل تنگی کا باعث ہو گئی اور اس کا ہم و غم اس شخص کی مانند طویل ہو گیا جو اپنی گمشدہ سرمایہ کی خواہش کرتا ہے جو اس کے لیے ضروری ہوتا ہے اور زمین کے گوشے گوشے میں اس کے تفکر، جمال، علم، عقل، زہد اور وقار کی خبر پھیل گئی۔

پس سرزمین سرندیپ کے ایک درویش بلوہر نامی تک یہ بات پہنچی۔ جو نہ صرف درویش بلکہ حکیم بھی تھا۔ پس وہ کشتی پر سوار ہو کر بحری راستے سے اس سولابط آیا اور شہزادے کی بارگاہ کا ارادہ کیا تاکہ اس سے وابستہ ہو جائے۔ اس نے درویشی کا لباس اتار کر تاجروں کا لباس پہن لیا۔ پھر اس نے اہل دربار حکام اور ان سب لوگوں کے متعلق مکمل واقفیت

حاصل کی۔ چنانچہ اسے شہزادے کے رفیق و رازداں کے ساتھ شہزادے کے حسن سلوک کے بارے میں بھی آگاہی ہوئی اور یہ کہ شہزادہ اس کا بہت احترام کرتا ہے چنانچہ بلوہر نے اس رفیق کے مکان پر رفت و آمد شروع کی حتیٰ کہ وہ اس کی تنہائی میں پہنچا اور اسے کہا کہ میں سراندیپ کا تاجر ہوں چند دن سے یہاں آیا ہوں۔ میرے پاس ایک انمول چیز ہے جو بہت زیادہ مفید ہے چونکہ میں نے تمہیں قابل بھروسہ پایا اس لئے اس عظیم کام کے لئے تمہیں منتخب کیا ہے کہ میری دوا سرخ گندھک سے زیادہ قیمتی ہے جو اندھے کو بینا بہرے کو قوت سماعت دیتی ہے، کمزوریوں کا مداوا کرتی ہے۔ ضعف کو قوت میں بدلتی ہے جنون سے محفوظ رکھتی ہے اور دشمن کے مقابلے میں مدد دیتی ہے اور میں اس جواہر سے زیادہ اس دوا کا حقدار کسی کو نہیں پاتا لیکن اگر تم مناسب سمجھو تو اس کا تذکرہ شہزادے سے کرو اگر اس نے ضرورت محسوس کی تو مجھے اس تک لے چلنا کیونکہ میری اکسیر کی فضیلت اس کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہنی چاہیئے۔ اتالیق نے حکیم سے کہا کہ جو بات تم کہہ رہے ہو ہم نے اس سے قبل کسی سے نہیں سنی اور میں تمہاری طرف سے اس چیز کا تذکرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا اس کے متعلق وہ نہیں جانتا لیکن پہلے مجھے وہ دوا دکھاؤ تو اگر میں نے اس میں کچھ بھی حقیقت پائی تو میں شہزادے سے اس کا تذکرہ کروں گا بلوہر نے کہا کہ میں مرد طبیب ہوں۔ تمہاری بینائی میں ضعف پاتا ہوں چنانچہ ڈرتا ہوں کہ کہیں میری دوا دیکھنے سے تمہاری رہی سہی بینائی سلب نہ ہو جائے۔ لیکن شہزادہ کی بصارت صحیح ہے اور وہ سن میں کم بھی ہے چنانچہ مجھے اس کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اگر اس نے دیکھ لیا تو اس کے لئے مفید ہی ثابت ہوگی۔ یہ سن کر وہ شخص شہزادہ کے پاس گیا اور اس سے بلوہر کا تذکرہ کیا۔ اس کی حق شناسی کی باتیں سن کر شہزادہ نے فراست باطنی سے سمجھ لیا کہ اس سے مقصد معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔

میں اس سے کہا اس شخص کو آج رات ہی لے آؤ مگر یہ سب پوشیدہ رہے بظاہر ہو کہ ایسے آدمی کو بے وقعت نہیں کیا جاتا چنانچہ اس نے بلوہر کو اس ملاقات کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ پس اس نے ایک ٹوکری ہمراہ لی جس میں کتابیں تھیں اتالیق نے پوچھا یہ ٹوکری کیسی ہے؟ بلوہر نے کہا اس ٹوکری میں میری دوا ہے۔ تو اگر تم چاہتے تو مجھے اس کے پاس لے چلو۔ پس وہ روانہ ہوئے اور شہزادے تک پہنچ گئے۔ بلوہر نے وہاں پہنچ کر شہزادے کو سلام کیا، دعا دی اور بہترین طریقے سے پذیرائی کی۔ اس کے بعد اتالیق چلا گیا۔ حکیم شہزادے کے پاس بیٹھ گیا اور سب سے پہلے بلوہر نے اس سے سوال کیا اے شہزادے میں نے محسوس کیا ہے کہ تم نے اپنے خادموں اور ملک کے اشراف سے زیادہ میری تکریم کی ہے۔ شہزادے نے کہا یہ اس عظیم امید کی بناء پر ہے جو مجھے تم سے ہے۔ بلوہر نے کہا تم نے اسی طرح کیا ہے جیسے کسی ملک کے ایک بادشاہ نے کیا تھا جو اپنی نیکیوں کی وجہ سے معروف تھا اور اس سے لوگ بہتر توقع رکھا کرتے تھے۔ وہ ایک دن سیر کر رہا تھا کہ اسی دوران اس نے اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ دو مفلوک الحال آدمیوں کو دیکھا جن کے پاس پھٹے ہوئے تھے محتاجی اور حاجت مندی کے آثار ان سے ظاہر تھے۔ بادشاہ اترا انہیں سلام کیا اور مصافحہ کیا۔ اس کے وزراء

جب اس نے یہ دیکھا تو اس کی طبیعت بہت مکدر ہوئی۔ پس وہ اس کے بھائی کے پاس آئے جو اس پر اثر رکھتا تھا۔ اور اس سے کہا بادشاہ سے کہو کہ وہ اہل مملکت کو رسوا کیا ہے۔ وہ دو ذلیل انسانوں کے سامنے زمین پر اترا۔ پس اس کی سرزنش کرو تاکہ وہ دوبارہ ایسا نہ کرے اور جو کچھ اس نے کیا اس کی وجہ پوچھو۔ پس بادشاہ کے بھائی نے ایسا ہی کیا تو بادشاہ نے اسے جو جواب دیا اس سے وہ نہ سمجھ سکا کہ بادشاہ نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے یا اس سے راضی ہے اور وہ اپنے گھر کو واپس چلا گیا یہاں تک کہ کچھ دن بعد بادشاہ نے منادی کو حکم دیا جسے منادی موت کا نام دیا گیا تھا پس اس نے اس (بادشاہ کے بھائی) کو اس کے گھر میں موت کی خبر دی۔ اور یہی بادشاہ کا طریق کار تھا جس کے لئے بھی وہ قتل کا ارادہ کرتا تھا۔ پس بادشاہ کے بھائی کے گھر میں رونا اور پکار شروع ہو گئی۔ وہ لباس موت پہن کر بادشاہ کے دروازہ پر پہنچا اور شدت سے گریہ کیا اور اپنے بال نوچنے لگا۔

جب بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے اسے طلب کیا۔ بادشاہ کی اجازت پا کر وہ داخل ہوا تو خود کو زمین پر گرا دیا اور واویلا کرنے اور ہلاک کرنے لگا اور اظہار رحمت کے ساتھ ہاتھ جوڑنے لگا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: اے بے وقوف قریب تو اس کو یہ ہے کہ منادی نے خالق کا نہیں بلکہ مخلوق کا حکم تجھ تک پہنچایا تھا اور میں تیرا بھائی ہوں اور تو جانتا ہے کہ تو نے میرے لیے کوئی کام نہیں کیا کہ میں تجھے قتل کروں تیئں میں میں جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر تم مجھے ملامت کرتے ہو۔ اور میں اپنے رب کے منادی کو دیکھ رہا ہوں اور تم سے زیادہ اپنے گناہوں سے واقف ہوں۔ پس واپس جاؤ کہ میں سمجھ چکا ہوں کہ میرے وزیروں نے تجھے دھوکہ دیا تھا اور وہ بھی جلد اپنی خطا کو جان لیں گے۔

اس کے بعد بادشاہ نے لکڑی کے چار صندوق بنوائے۔ دو صندوقوں پر تارکول ملوا دیا اور اندر سونا، یاقوت اور زبرجد جیسے مال و دولت بھر دیئے اور دو پر سونے کا ملمع کیا اور ان میں فضلہ، خون اور مردار جیسی چیزیں بھر دیں۔ پھر ان وزراء اور اشراف کو جمع کیا جنہوں نے بادشاہ پر دو ضعیف درویشوں پر سجدہ کرنے کا عیب لگایا تھا۔ اور سوال کیا۔ ان صندوقوں میں کونسے صندوق زیادہ قیمتی ہیں۔ انہوں نے کہا ظاہری طور پر جو ہم دیکھ رہے ہیں اور جو ہمارا علم ہمیں بتاتا ہے کہ جو صندوق سونے کے ہیں وہ زیادہ قیمتی ہیں اور جو تارکول کے ہیں وہ اپنی بے قدری کی بنا پر بے قیمت ہیں۔ بادشاہ نے کہا ہاں تو یہ ہے اشیاء کے بارے میں تمہارے علم و تمہاری رائے کی حقیقت۔ پھر اس نے تارکول والے صندوقوں کو کھولنے کا حکم دیا پس دربار جواہرات کی چمک دمک سے روشن ہو گیا۔ پھر اس نے کہا ان صندوقوں کی مثال ان دو درویشوں جیسی ہے جن کے لباس اور ظاہر بوسیدہ تھے۔ حالانکہ وہ علم و حکمت و صدق و احسان اور تمام مناقب خیر سے آراستہ تھے جو یاقوت، لعل، جواہر اور سونے سے کہیں زیادہ افضل ہیں۔ پھر اس نے سونے کے صندوق کھولنے کا حکم دیا۔ پس انہوں نے بڑے کچرے جیسے اور کریہہ منظر دیکھا کر قوم کانپنے لگی اور سب کو اس کی غلاظت اور بدبو سے شدید اذیت ہوئی۔ پس بادشاہ نے کہا ان دونوں صندوقوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو بظاہر کپڑوں اور لباس سے مزین ہوتے ہیں لیکن ان کے پیٹ جہالت،

جاتے ہیں، جھوٹ، ظلم اور تمام اقسام کے شر سے بھرے ہوئے ہیں جو مردہ لاشوں سے زیادہ قبیح، بدتر اور قابلِ نفرت ہیں۔

اس پر قوم نے بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ ہم سمجھ گئے اور نصیحت حاصل کی۔

پھر بلوہر نے کہا: اے شہزادے! مجھ سے ملاقات کرنے اور میرا اکرام کرنے میں تمہاری مثال بھی ایسی ہی ہے جیسے شہزادہ یوذاسف کھڑا ہو گیا اور کہا کوئی اور سچے امور و قصے مثالیں۔ حکیم نے کہا: ہر دہقان زمین میں بیج ڈالتا ہے۔ کچھ دانے کھیت کے کنارے گر پڑتے ہیں کچھ پتھر پر گر جاتے ہیں جو بالآخر خشک ہو جاتے ہیں۔ کچھ جھاڑیوں میں گرتے ہیں جن کو جھاڑیاں پنپنے نہیں دیتیں۔ کچھ پاک و صاف زمین میں گرتے ہیں جو کارآمد بنتے ہیں۔ اے شہزادے سوائے اس پاک و صاف زمین کے دوسرے سب بیج بیکار جاتے ہیں۔ اسی طرح نیک باتیں صرف پاک و صاف دل میں نشوونما پاتی ہیں۔ شہزادے نے کہا: اے حکیم آپ کی باتوں سے مجھے جو سکون ملا ہے وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کوئی ایسی مثال دیں جس سے دنیا کی محبت و فریب کہا جا سکے۔

بلوہر نے کہا: سنئے کہ ایک مست ہاتھی نے ایک شخص کا پیچھا کیا۔ وہ ڈر کے مارے بھاگا۔ ہاتھی پیچھے پیچھے بھاگا۔ راستے میں ایک کنواں تھا جس کے کنارے پر ایک درخت تھا۔ اس کی شاخ کو پکڑ کر لٹک گیا۔ دیکھا کہ درخت کی جڑ میں چار سانپ ہیں اور سب سے نیچے ایک اژدھا منہ کھولے بیٹھا ہے۔ اور دیکھا تو سفید و سیاہ چوہے درخت کی شاخ کو کاٹ رہے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ درخت کی شاخوں میں شہد لگا ہوا ہے۔ یہ شخص شہد چاٹنے میں مشغول ہو گیا اور آنے والے خطرات سے بے خبر ہو گیا۔ اے شہزادے دنیا یہی کنواں ہے جو آفات و مصائب اور شرور سے پر ہے۔ وہ شاخیں عمر ہیں۔ دو چوہوں سے مراد رات اور دن ہیں جو موت کے لانے میں جلدی کرتے ہیں۔ اور وہ چار سانپ چار خلطیں جو زہر قاتل ہیں یعنی سودا، صفرا، بلغم اور خون ہیں کہ ان کا مالک نہیں جانتا کہ کب یہ ہیجان میں آ جائیں گے۔ اور نیچے منہ کھولے ہوئے اژدھا موت ہے جو اس کے انتظار میں ہے۔ شہد سے مراد دھوکا ہے کہ مغرور آدمی دنیا کی لذتوں، شہوتوں، نعمتوں، جائیدادوں، کھانے پینے کی لذتوں اور سونگھنے، چھونے، سننے اور دیکھنے کی حساسات سے دھوکا کھاتا ہے۔ شہزادے نے کہا: یہ مثل عجیب ہے اور یقیناً یہ تشبیہ درست ہے۔ پس مجھے دنیا، صاحبِ دنیا اور اس کے ذریعہ مغرور اور اس پر عاشق اور اس سے نفع حاصل کرنے والے کے بارے میں مزید بتائیں۔

بلوہر نے کہا: کہا جاتا ہے کہ ایک شخص کے تین دوست تھے۔ ایک دوست سے وہ بے حد محبت کرتا تھا کہ انتہائی خوفناک اور زور دار چیزوں پر اس کے سبب غالب رہتا تھا اور اسی سبب سے مغرور ہو گیا تھا۔ رات دن اسی کی حاجت براری میں لگا رہتا ہے۔ دوسرے دوست سے بھی محبت کرتا مگر قدرے کم۔ وہ اس کا حکم مانتا تھا۔ اس سے لطف و کرم سے پیش آتا تھا۔ اس کی خدمت اور اطاعت کرتا تھا۔ اس سے انصاف اور کرم سے پیش آتا تھا اور اس سے غافل نہیں رہتا تھا لیکن تیسرا دوست جو کہ حقیر و ضعیف تر تھا۔ اس سے اس کو محبت نہیں تھی۔ وہ قریب بھی تھا۔

یہاں تک کہ اس شخص پر ایک ایسا وقت پڑا کہ اسے تینوں دوستوں کی ضرورت پڑی۔ اس کے پاس بادشاہ کے سپاہی آئے کہ اسے بادشاہ تک لے جائیں۔ پس وہ پہلے دوست کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم میرے بارے میں میرے ایثار سے واقف ہو۔ اور یہ کہ میں نے خود کو تمہارے اختیار میں دے دیا تھا۔ اور آج کا دن وہ ہے کہ مجھے تمہاری ضرورت ہے تو تمہارے پاس میرے لئے کیا ہے؟ اس نے کہا میں اب تمہارا دوست نہیں ہوں۔ میرے دوست اب اور ہیں جن کے ساتھ میں تمہارے بعد مشغول ہوں۔ وہ آج کے دن میرے لئے تم سے بہتر ہیں تاہم میں تمہیں دو کپڑے دے سکتا ہوں جو تمہارے کام آئیں گے

پھر وہ دوسرے صاحب لطف و محبت دوست کے پاس پہنچا۔ اور اس سے کہا تم میرے بارے میں میرے اکرام و لطف سے واقف ہو اور یہ کہ میں تمہاری خوشی کا کیسا حریص تھا۔ تو آج کے دن مجھے تمہاری ضرورت ہے تو تمہارے پاس میرے لئے کیا ہے؟ اس نے کہا میرے نفس نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم سے اور تمہارے کام سے غافل ہو جاؤں۔ پس تم اپنے اوپر ہی بھروسہ کرو۔ اور جان لو کہ میرے اور تمہارے درمیان قطع تعلق ہو چکا کیونکہ میرے اور تمہارے راستے جدا ہیں۔ میں تمہارے ساتھ چند قدم چل سکتا ہوں جس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ پھر میں اس کام کی طرف چلا جاؤں گا جو میرے لئے تم سے زیادہ اہم ہے۔

وہ مایوس ہو کر تیسرے کے پاس گیا جسے وہ ذلیل سمجھتا تھا۔ اس کی بات نہیں مانتا تھا اور اس کی دوستی کے زمانے میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ پس اس سے کہا کہ میں تم سے شرمندہ ہوں لیکن ضرورت مجھ کو تمہارے پاس لے آئی ہے تو تم میرے ساتھ کیا کر سکتے ہو؟ اس نے کہا میرے پاس تمہارے لئے مددگاری اور بھائی چارہ ہے اور تمہاری حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ اگر تمہاری طرف سے کچھ غفلت ہوئی تھی۔ تو تمہیں بشارت ہو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو۔ میں تمہارا ایسا ساتھی رہوں گا جو تمہارے لئے نہ نقصان کا باعث ہوگا اور نہ کسی اور کے حوالے کرے گا۔ پس میں تمہیں شرمندہ نہیں کروں گا اس تھوڑے عمل پر جو تم نے میرے ساتھ کیا۔ بلوہر نے کہا یہ پہلا دوست مال تھا۔ دوسرا دوست اولاد تھی۔ تیسرا دوست عمل صالح تھا

شہزادہ یہ سن کر کہنے لگا بے شک یہ کھلا ہوا حق ہے پس اس دنیا اس کے غرور اور اس پر مغرور ہو جانے والے اور اس پر مطمئن ہو جانے والے کے بارے میں مجھے کچھ اور بتائیں۔ بلوہر نے کہا ایک شہر کے رہنے والے تھے جب ان کے پاس کوئی غریب جاہل آدمی آتا ایک سال کے لئے اپنا بادشاہ بنا لیتے اور وہ اپنی جہالت کی بنا پر اس غلط فہمی میں رہتا تھا کہ یہ ہمیشہ ان پر حکومت کرتا رہے گا۔ لیکن جب سال ختم ہوتا تھا تو وہ لوگ اسے اپنے شہر سے خالی ہاتھ اور عریاں کر کے نکال دیتے تھے۔ پس وہ بلا و بدبختی میں گرفتار ہو جاتا تھا اور کسی سے بیان بھی نہ کر پاتا۔ وہ شخص جو کچھ اس سے اس کی حکومت میں تنگدستی اور جیسا وہ ذلیل ہوا اور نقصان اٹھایا اور مصیبت و زحمت میں مبتلا ہوا اس بنا پر افسوس کر کے رہ جاتا تھا۔ اسی طرح

انہوں نے ایک بار ایک شخص کو پکڑ کر اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس شخص سے پہلے جو صاحب بادشاہی پر مقرر کیا گیا وہاں اس کا کوئی مونس نہ تھا تو اس نے ان لوگوں کے رواج سے باخبر ہو کر اپنے علاقے سے ایک آدمی کو طلب کیا جب وہ آگیا تو اسے اس قوم کے حالات سے آگاہ کیا اور جو مال و دولت اس وقت اسکے تصرف میں تھا اس کی طرف توجہ دلائی کہ اس میں سے جتنا ہو سکے تھوڑا تھوڑا کرکے نکالو اور اس مقام پر جمع کر دو جہاں مجھے جانا ہے۔ پس جب قوم مجھے نکال دے گی تو میں اس جمع پونجی کا رخ کروں گا جو میں نے پہلے ہی بھیج رکھی ہوگی اور جمع کر رکھی ہوگی۔

پس اس آدمی نے ایسا ہی کیا اور اس کے حکم کی قطعاً خلاف ورزی نہیں کی۔

بلوہر نے کہا شہزادے میں سمجھتا ہوں کہ تم وہ شخص ہو جو دوسرے انجانوں اور پردیسیوں سے انس نہیں رکھتے اور نہ طلب و اقتدار سے مغرور ہو اور میں وہ شخص ہوں جسے تم نے طلب کیا ہے اور میرے پاس تمہارے لئے دلیل معرفت اور منصب تھے یہ سن کر شہزادے نے کہا آپ نے سچ کہا میں ہی وہ شخص ہوں اور آپ ہی میری وہ خواہش ہیں جسے میں نے چاہا تھا۔ اب میرے سامنے امر آخرت کی مکمل توصیف فرمائیں چونکہ میری عمر کی قسم میں نے تصدیق کی ہے میں نے اس دنیا سے وہ کچھ دیکھا ہے جو اس کی فنا پر میری رہنمائی کرتا ہے اور مجھ کو اس کے بارے میں بے رغبتی کی طرف متوجہ کرتا ہے اور امر دنیا میرے سامنے ہمیشہ حقیر و ذلیل رہا ہے۔

بلوہر نے کہا اے شہزادے دنیا سے ترک دنیا آخرت کی خواہش کی کنجی ہے اور جس نے آخرت طلب کی وہ اس کے دروازے تک پہنچ گیا اور اس کے حدود میں داخل ہو گیا اور تم اس دنیا کو کیوں نہ ترک کرو گے کہ اللہ نے تمہیں عقل عطا کی ہے اور تم نے دیکھا کہ اگرچہ اس دنیا کی کثرت ہے لیکن وہ نہیں فانی جسموں میں نظر آتی ہے اور جسموں کے لئے بقا نہیں ہے یہ اجسام ان کے لئے ضروری بھی ہیں جنہیں اس کی گرمی پگھلا دیتی ہے اور سردی جما دیتی ہے اس کی باد سموم بھی مار دیتی ہے۔ اس کا پانی غرق کر دیتا ہے۔ اس کا سورج جھلسا دیتا ہے۔ اس کی ہوا بیمار کر دیتی ہے اور درندے پھاڑ کھاتے ہیں اور پرندے ٹھونگیں مارتے ہیں۔ لوہا اس کو کاٹ دیتا ہے اور دوسرا اسے توڑ کر رکھ دیتا ہے۔

پس وہ جسم کے تقاضا سے مختلف قسم کی بیماریوں، دردوں اور امراض کا معجون مرکب ہے اور وہ اس میں گرفتار ہے۔ اور اس میں وہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور اس دنیا سے بچنے میں دلچسپی بھی نہیں لیتا۔ جہاں وہ ایسی سات آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے جن سے کوئی خلاصی ممکن نہیں اور وہ ہیں بھوک، پیاس، گرمی، سردی، درد، خوف اور موت۔ لیکن تم نے جو آخرت کے بارے میں پوچھا ہے تو میں تمنا کرتا ہوں کہ تم جسے دور سمجھتے ہو اسے قریب پاؤ اور جسے تم دشوار سمجھتے ہو اسے آسان پاؤ اور جسے تم قلیل سمجھتے ہو اسے کثیر پاؤ۔

شہزادے نے کہا اے حکیم! اب سے اس قوم کو دیکھو جسے میرے والد نے آگ میں جلا دیا اور ان اصحاب کو ان سے دور کر دیا۔ بلوہر نے کہا ہاں۔ شہزادے نے کہا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ ان کی عداوت پر اکٹھے ہو گئے تھے اور ان

کے نقائص بیان کرتے تھے۔ بلوہر نے کہا ہاں ایسا ہی تھا۔ شہزادے نے پوچھا اس کا کیا سبب تھا؟ بلوہر نے کہا لیکن ان کے نقائص کے سبب تمہارا قول، تو قریب تھا کہ وہ کہتے جو سچ کہتا ہے وہ جھوٹ نہیں بولتا اور جو جانتا ہے جاہل جیسی ہے۔ اور روکتا ہے اور اصلاح نہیں دیتا اور پڑھتا ہے اور سوتا نہیں، اور دیکھتا ہے وہ فساد نہیں کرتا اور بد میں گرفتار ہو کر صبر کرتا ہے جب فکر کرتا ہے تو نصیحت حاصل کرتا ہے، مالداروں کے مال کی اسے کوئی پرواہ نہیں وہ لوگ اپنے اموال اور عیال کے بارے میں اس سے کوئی خوف نہیں رکھتے۔ شہزادے نے کہا لوگ ان کی عداوت پر کیسے اکٹھے ہو گئے جب کہ ان میں آپس میں اختلاف تھا؟

بلوہر نے کہا ان کی مثال ان کتوں کی طرح ہے جو مردار سڑی ہوئی لاش پر جمع ہو جاتے ہیں اسے دانتوں سے نوچتے ہیں اور ایک دوسرے پر بھونکتے جاتے ہیں۔ وہ مختلف رنگ اور جنس کے ہوتے ہیں۔ پس جو فوراً اس مردار پر دوڑ پڑتے ہیں کہ اسی دوران وہاں ایک انسان آ جاتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو چھوڑ کر اس انسان پر جھپٹتے ہیں اور سب اس پر بھونکنے لگتے ہیں کیونکہ وہ اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں حالانکہ اس انسان کو ان کی سڑی ہوئی لاش کی کوئی طلب نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ ان سے اس بارے میں جھگڑنا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے اجنبی ہونے کی بنا پر انہیں وحشت ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو بھول جاتے ہیں گو وہ اس انسان کے آنے سے پہلے ایک دوسرے سے خوفزدہ ہوتے ہیں (کہ دوسرا اس مردار میں سے زیادہ سے زیادہ کھا جائے گا۔

بلوہر نے کہا سڑی ہوئی مردار لاش کی مثال متاع دنیا جیسی ہے اور کتوں کی اقسام کی مثال ان آدمیوں جیسی ہے جو دنیا کے لئے قتل و غارتگری کرتے ہیں انسانوں کا خون بہاتے ہیں اور ان کے اموال کو لوٹتے ہیں۔ اور اس شخص کی مثال جو ان کتوں کی طرف آیا جو مردار کو کھا رہے تھے اور اسے خود اس مردار کی کوئی خواہش نہیں تھی اس دین دار شخص جیسی ہے جس نے دنیا کو چھوڑ دیا اور اس میں سے نکل گیا۔ پس وہ اس بارے میں اہل دنیا سے جھگڑا نہیں کرتا اور وہ ان لوگوں کو اس بات سے نہیں روکتا کہ وہ ان سے اجنبی ہونے کی وجہ سے اس سے دشمنی کریں۔

پس اگر تم تعجب کرتے ہو تو افسوس۔ تعجب کرو کہ ان کا مقصود اور دو حرف دنیا، اس کی کثرتِ مال و اولاد اس کا فخر اور ان کا اس پر غلبہ حاصل کرنے کی ہمت ہے یہاں تک کہ جب دیکھتے ہیں کہ کسی نے ان کے سامنے دنیا کو چھوڑ دیا اور اس سے علیحدہ ہو گیا تو وہ اس پر سخت غضبناک ہوتے ہیں اس شخص کے حق میں جو دنیا کو چھوڑے ہوئے ہے تو اے شہزادے وہ کون سی دلیل ہے جو دو مختلف چیزوں کے حساب سے اس شخص پر جس کے لئے کوئی حجت نہ (چلتی) ہو تم دین کو باطل کر سکتے ہو؟ شہزادے نے کہا میرے لئے اس کی وضاحت کریں۔

بلوہر نے کہا بادشاہ ایک مہربان طبیب جب ایسے جسم کو دیکھتا ہے جسے فاسد اخلاط نے ہلاکت میں مبتلا کر دیا ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اسے قوی اور موٹا کر دے پس اسے ایسا کھانا نہیں کھلائے گا جو گوشت اور خون پر مشتمل ہو اور مقوی ہو کیونکہ وہ

جاتا ہے کہ جب یہ کھانا معدہ میں داخل ہوگا تو جسم کو نقصان پہنچائے گا، فائدہ نہیں پہنچائے گا اور قوی نہیں کرے گا لہٰذا وہ کھانے سے پرہیز سے اس کا علاج کرتا ہے۔ پس جب جسم سے فاسد اخلاط نکال دے گا تو صالح خوراک اسے دے گا اس سے کھانے کی خواہش ہونے لگے گی چنانچہ مریض بدن کی صحت سے موٹا بھی ہوگا، قوی بھی اور وزن بھی رہے گا۔

شہزادے نے کہا اے حکیم مجھے بتائیے کہ کھانے پینے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

حکیم نے کہا لوگوں میں مشہور ہے کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ایک بڑے ملک پر حکومت کرتا تھا کثیر لاؤ لشکر اور اموال رکھتا تھا اس نے ایک اور بادشاہ سے جنگ چھیڑ دی تاکہ اپنا ملک اس کے ملک سے اور اپنا مال اس کے مال سے بڑھائے۔ پس اپنے لشکر اور سامان جنگ، عورتیں، اولاد اور خزانے لے کر اس کی طرف چلا۔ جب اس سے مقابلہ ہوا تو اس پر غالب آگیا اور اس نے اس کے لشکر کو فنا کر دیا پس وہ بادشاہ بھاگا۔ اس کی عورتوں اور بچوں کو حقارت سے ہنکایا گیا۔ شام کے وقت وہ ایک نہر کے کنارے پر پہنچے۔ انہوں نے اپنے جانوروں کو مع سامان باندھ کر پابند کر دیا تھا کہ کہیں ان کے ہنہنانے سے دشمن ان کا سراغ نہ پالیں۔ پس انہوں نے نہر کے کنارے پر رات گزاری اور وہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی ہر طرف سے سن رہے تھے۔ انہیں کھانے پینے تک پہنچنے کا موقع تھا اور نہ نہر کو عبور کرنے کی طاقت اور حالت یہی تھی کہ دشمن کے پیدل دستے وہاں سے نکل سکیں۔ تھا وہ ایک تنگ مقام میں تھے جہاں سردی انہیں ستا رہی تھی اور وہ خوفزدہ تھے۔ بھوک نے انہیں کمزور کر دیا۔ ان کے پاس کھانا تھا اور ان کے ساتھ راہ تھا اور طعام و سامان تھا۔ بادشاہ کے چھوٹے چھوٹے بچے اور بیٹیاں اس اضطراب سے رو رہے تھے جس میں وہ گرفتار تھے۔ پس اسی طرح دو دن گزر گئے پھر اس کا ایک بیٹا مر گیا تو اسے نہر میں ڈال دیا گیا۔ دوسرا دن آیا تو اس نے بیوی سے کہا ہم سب کے سب عنقریب ہلاک ہونے والے ہیں۔ اگر کچھ لوگ ہم میں سے باقی رہیں اور کچھ ہلاک ہو جائیں تو اس سے بہتر ہے کہ ہم سب کے سب ایک ساتھ مر جائیں۔ اور میری رائے یہ ہے کہ ان بچوں میں سے ایک بچے کو ذبح کر دیا جائے تاکہ وہ ہمارے اور ہماری اولاد کے لئے خوراک کا باعث ہے یہاں تک کہ اللہ ہمارے لئے کشائش کا انتظام کر دے۔ اگر ہم نے اس میں تاخیر کی تو ہم اور ہماری اولاد کمزور اور لاغر ہو جائیں گے۔ پھر ہم اس کے گوشت سے شکم سیر بھی نہیں ہو سکیں گے تا یہ کہ ہم بھی کمزور ہو جائیں گے اور چلنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ اس کے علاوہ اب ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔

اس کی بیوی نے بھی اس امر سے اتفاق کیا۔ پس بیٹوں میں سے ایک کو ذبح کر دیا گیا اور سب کے درمیان رکھ دیا تو انہوں نے اس میں سے کھایا تو اے شہزادے اس مضطر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بتاؤ کہ زیادہ کھانے والے کتنے اور ایک مجبور اور مضطر شخص کے قلیل کھانے میں کیا فرق ہے؟

شہزادے نے کہا قلیل کھانے والا بہتر ہے۔

حکیم نے کہا: شہزادے یہ دنیا میں اسی طرح کھانا چاہتا ہے کہ میں مجبور کھا پی رہا ہوں۔

شہزادے نے کہا: اے حکیم جس کی طرف آپ مجھے دعوت دے رہے ہیں کیا وہ ایسی چیز ہے جو لوگوں کی نظر میں ان کی عقل اور ہوش مندیوں کے مطابق ہے یہاں تک کہ انہوں نے دنیا کو چھوڑ کر اسے پسند کیا۔ یا اللہ نے ان کی طرف اس کو بلایا تب انہوں نے اس کو قبول کیا۔ اس امر سے مقصود و طلب کی بات یہ ہے کہ زمین والوں نے یا ان کی رائے سے اس کی تدبیر کی گئی ہے اور اگر یہ امر اہل زمین کی طرف سے ہے تو انہوں نے اس کے کام، اس کی ریاست، اس کی حفاظت اور اس کے متعلق اس کی محنتوں، اس کی لذتوں، اس کے لہو و لعب اور اس کی خواہشوں کی طرف دعوت دی ہے لیکن یہ امر عجیب ہے اور یہ اللہ عزوجل کی طرف سے روشن دعوت ہے اور سیدھا راستہ ہے جو اہل دنیا کے اعمال کے برخلاف ہے اور ان کا مخالف ہے۔ یہ ان پر عیب لگانے والا ہے، طعن و تشنیع کرنے والا ہے ان کی خواہشوں کو چھڑانے والا ہے اور انہیں پروردگار کی اطاعت کی طرف دعوت دینے والا ہے اور یہ واضح ہے اس شخص کے لئے جو سبب حاصل کرے اور جو حالانکہ اور دلیل یہ امر ان سے چھپا ہوا ہے یہاں تک کہ اللہ حق کو اس کی پوشیدگی کے بعد ظاہر کرے گا اور جھوٹ اور ان لوگوں کا علم بنائے گا جس سے گمراہ لوگ لاعلم ہیں۔

شہزادے نے کہا: آپ نے سچ کہا اے حکیم۔

پھر حکیم نے کہا: انسانوں میں ایسے ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے آنے سے پہلے تفکر کرتے ہیں پس وہ راستہ راہ پر ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں رسول آنے کے بعد بلاتے ہیں تو وہ ٹھیک پہنچتے ہیں اور تم نے شہر سے دور ہو کر جس نے اپنی عقل سے تفکر کیا پس تم بھی راہ راست پر ہو۔

شہزادے نے کہا: کیا آپ جانتے ہیں انسانوں میں سے کوئی ملک آپ کے علاوہ بھی ایسا ہے جو ترک دنیا کی دعوت دیتا ہو؟ حکیم نے کہا: اس ملک میں تو نہیں ہے لیکن تمام ملکوں میں ایسی قوم ہوتی ہے جو دین کو اپنی زبانوں سے اختیار کرتے ہیں اور اپنے اعمال سے اس کا حق ادا نہیں کرتے تو ہمارا راستہ اور ان کا راستہ مختلف ہے۔

شہزادے نے کہا: کیسے؟ تم حق کے ساتھ خود کو ان سے بہتر سمجھتے ہو؟ اور حالانکہ یہ امر جب تم تک بھی پہنچا ہے یا جہاں سے ان تک پہنچا۔ حکیم نے کہا: یہ حق اللہ عزوجل کی طرف سے آیا ہے اور بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنی طرف بلایا ہے تو قوم نے حق اور شریعت کے ساتھ ان پر ... یہاں تک کہ اس کے اہل کی طرف لوٹایا جیسا کہ علم دیا گیا تھا تو انہوں نے ظلم کیا نہ ... سے تجاوز کیا اور دوسروں نے اس طرح قبول کیا کہ اس کے حق اور شرائط سے قیام کیا ... کے اہل کی طرف لوٹایا اور ... ان کا عمل چھپا ... سے تجاوز کیا اور ... کی طرح نہیں ہوتا، ... کی طرح ہوتا ہے ... کی طرح ہوتا ہے ... ہم ان کے مقابلے میں حق سے زیادہ قریب

اور ان سے بہتر ہیں۔ اور بعض معنی اپنے نبی کے بعد کچھ عرصہ زمانے کے گزرنے کے بعد اس پر ٹھہری رہیں کہ ان میں کوئی تغیر و تبدیل نہیں ہوا۔ پھر اس کے بعد لوگ مختلف حوادث میں مبتلا ہو گئے اور خواہشات نفسانی کی اتباع کرنے لگے اور علم کو ضائع کرتے رہے۔ تو جو شخص عالم معتبر ہوتا تھا وہ اپنی شخصیت کو مخفی رکھتا تھا اور اپنے علم کو ظاہر نہیں کرتا تھا لوگ اس کو نام سے پہچانتے تھے لیکن اس کے مقام تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ اور ان میں سے وہی لوگ باقی رہ گئے جو اہل علم میں سے خسیس و لئیم تھے اور جاہل اور باطل لوگوں کے اوپر چھائے ہوئے تھے۔ علم کو گمنام کر رہے تھے اور جہل کا برملا اظہار کر رہے تھے اور صدیاں گزر رہی تھیں لیکن وہ اپنے جہل اور باطل کو پہچان نہیں رہے تھے اور جاہلوں کا نصیب ہو رہا تھا اور کثرت بڑھتی جا رہی تھی۔ اور علماء گوشہ تنہائی اور قلیل تعداد میں تھے۔ انہوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی نشانیوں کو تبدیل کر دیا تھا۔ اور اس کے راستے کے ارادے کو ترک کر دیا تھا۔ اور وہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی تنزیل کے اقرار کرنے والے تھے اور اپنی تاویل کا اتباع کرنے والے تھے وہ اس صفت سے متعلق تھے اور اس کی حقیقت کے ترک کرنے والے تھے اور اس کے احکام کے مخالف تھے پس ہر صفت کے رسول آئے کہ جو اس کی طرف دعوت دیتے تھے۔ پس ہم اس صفت میں ان کے موافق تھے اور انبیاء کے احکام اور ان کی سیرت کے مخالف تھے اور ہم کسی چیز کے بارے میں ان کی مخالفت نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس پر کوئی واضح حجت اور عذاب پر بھی کوئی دلیل۔ ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کی موجودگی میں ہمارے سامنے ہوتی تھی ہر ایک ان انبیاء میں سے کچھ علامت کے متعلق گفتگو کرتا تھا تو وہ ہمارے اور ہمارے ان کے درمیان اس پر گواہ تھا کہ ہماری صفت اور صورت اور حکم ان کے موافق ہے اور اس پر بھی گواہی دیتا تھا کہ وہ ان کی سنت اور ان کے عمل کا مخالف ہے پس وہ کتاب کو سوائے اس کی تحریف کے نہ جانتے تھے اور وہ دین کے نام سے ہی واقف تھے۔ وہ حقیقتاً اہل کتاب میں سے نہیں تھے کہ اس پر قیام کر سکیں۔

شہزادے نے کہا کہ وہ انبیاء و رسل علیہم السلام جو ایک زمانے کے بعد دوسرے زمانے تک ان کا حال کیا ہے؟

حکیم نے کہا کہ ان کی مثال اس بادشاہ کی طرح ہے کہ جس کی زمینیں بنجر ہوں اور جس میں آبادی نہ ہو۔ پس جب اس نے چاہا کہ اس کی آبادی کے لیے متوجہ ہو تو اس ملک کی طرف قوی امین اور ناصح شخص کو بھیجا۔ پھر اس کو حکم دیا کہ اس زمین کو آباد کرے اور یہ کہ مختلف قسم کے درخت اور طرح طرح کے کھیتوں کو سیراب کرے پھر اس کا نام طلب رکھا جو رنگ برنگ درختوں سے پر ہو گیا اور طرح طرح کے کھیتوں سے مشہور و معروف ہو گیا اور پھر اس قوی، امین اور ناصح شخص کو حکم دیا کہ وہ اس تمام ملک کے ساتھ دشمنی نہیں کرے اور اس میں کوئی ایسی چیز نہیں کرے جس کا حکم اس کے سردار نے نہ دیا ہو اور اس کو حکم دیا کہ اس میں ایک نہر نکالے اور ایک چار دیواری کھینچ دے اور اس کی روک تھام کرے کہ کوئی مفسد اس کو تباہ و برباد کرے تو وہ اس زمین کی طرف بھیجا تھا اس نے اس کو اس کے بنجر ہونے کے باوجود اور سر سبز حیات بخشی اور اس کی زمین کو آبادی میں تبدیل کیا اور اسے سینچا اور اس کی قسم قسم کی کاشت کی کہ جس کا اس

کو ظلم و بربریت تھا ۔ پھر اس زمین کی طرف پانی پہنچایا ۔ تا کہ کھیتی اگے اور زراعت پھولے پھلے ۔ پھر وہ کچھ عرصہ سرسبز و شاداب تک کہ اس زمین کو ہمارے منتظر رہے اور اسے کو موت آگئی ۔ اور اس کے بعد اس کے قائم مقام آگئے ۔ اور اس کے بعد میں سے اس کے قیام کے خلاف گئے اور ان امور پر انہوں نے غلبہ حاصل کر لیا ۔ آبادی کو ویران کر دیا ، نہروں کو خشک کر دیا ساری تری خشکی میں تبدیل ہو گئی اور کھیتی برباد ہو گئی ۔ جب اس کے رسول کے بعد اس کی حفاظت پر زمین تباہ ہو گئی تو بادشاہ نے اس کی طرف ایک دوسرا شخص بھیجا جو اس کی دیکھ بھال کرے اور اس کی کایا پلٹ دے نیز اصلاح بھی کرے جیسے کہ وہ پہلے تھی ۔ یہی طریقہ ہے انبیاء اور رسل علیہم السلام ہیں کہ جنہیں خدا عزوجل ایک کے بعد دوسرے کو بھیجتا ہے اور وہ لوگوں کے معاملات کو ان کی تباہی کے بعد اصلاح کرتے ہیں ۔

شہزادے نے کہا کیا انبیاء و رسل علیہم السلام مخصوص کر دیئے جاتے ہیں کہ وہ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ عام افراد کے لئے ہوتا ہے ؟ بلوہر نے کہا بے شک انبیاء و رسل جب آتے ہیں تو قوم کو دعوت دیتے ہیں تو جو لوگ ان کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان میں شامل ہو جاتے ہیں اور جو ان کی نافرمانی کرتے ہیں ان کا شمار ان میں نہیں ہوتا اور زمین کبھی اس بات سے خالی نہیں ہوئی کہ اللہ عزوجل کا اس کے انبیاء اور رسولوں اور ان کے وصیوں میں سے کوئی اطاعت گزار شخص ہو ۔ اور اس کی مثال اس پرندہ کی طرح ہے جس کو قدم ایک قسم کا پرندہ کہا جاتا ہے اور وہ سمندر کے کنارے پر ہوتا ہے اور بہت سارے انڈے دیتا ہے اور بچوں کی کثرت کا خواہشمند ہوتا ہے ۔ اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ اس سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ کسی دوسری سرزمین کی طرف اس کے سفر کرنے کا وقت آجاتا ہے ۔ تو وہ اس خوف سے اپنے انڈوں کو کہ وہ اس کی شفقت کی محرومی کی وجہ سے خراب نہ ہو جائیں ۔ مختلف پرندوں کے گھونسلوں میں رکھ دیتا ہے اور پرندے اپنے انڈوں کے ساتھ اس کے انڈے کو بھی سیتے ہیں ۔ اور ان کے بچوں کے ساتھ اس کا بچہ بھی نکل آتا ہے ۔ اور جب کچھ مدت گزر جاتی ہے تو قدم کے بچے ان پرندوں کے بچوں کے ساتھ باہمی الفت میں منسلک ہو جاتے ہیں اور ان سے مانوس ہو جاتے ہیں لیکن جب قدم اپنی جگہ واپس آتا ہے تو وہ پرندوں کے گھونسلوں میں رات کے وقت پہنچتا ہے تو اپنے بچوں اور دوسروں کے بچوں کی آواز کو سنتا ہے لیکن جب اس کا بچہ اس کی آواز کو سنتا ہے تو بھاگ نکلتا ہے اور دوسرے پرندوں کے بچوں میں بھی جو اس کے ساتھ الفت رکھتے ہیں وہ بھی اس کے ساتھ ہو لیتے ہیں ۔ گویا مراد یہ ہے کہ قدم کے بچے پہلے محبوب ماں کی محبت اس کے بلاوے کا جواب دیں ۔ اسی طرح انبیاء ہیں کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں تو اہل حکمت و عقل بصیرت حاصل ہونے کی معرفت کی وجہ سے ان کی دعوت کو قبول کرتے ہیں ۔ اس پرندے کی مثال جس نے اپنی اولاد جمع کی وہ انبیاء اور رسولوں کی طرح ہے جن کی دعوت تمام لوگوں کے لئے عام ہے اور مختلف پرندوں کے گھونسلوں میں رکھے ہوئے انڈوں کی مثال حکمت کی مثال ہے اور تمام پرندوں کے بچوں کی قدم کے بچوں کے ساتھ مثال اس شخص کی طرح ہے کہ جس نے رسولوں کے آنے سے پہلے حکماء کی باتوں کو قبول کیا ۔ اس لئے کہ خدا

عزوجل نے اپنے انبیاء اور رسولوں کو وہ فضل اور صلاحیت، رائے بخشی ہے جو دوسرے لوگوں کو نہیں دی۔ اور ان کو وہ چیزیں نور اور منصب عطا کیے ہیں جو ان کے غیر کو نہیں دیئے۔ اور یہ اسی وقت ہوتا ہے کہ جب وہ رسالت کا اعلان اور اس کی حجتوں کے ظہور کا ارادہ کرتا ہے اور جب رسول آتے ہیں اور ان کی دعوت غالب ہوتی ہے تو لوگوں میں سے بھی کچھ لوگ ان کو قبول کرتے ہیں۔ مجوسیوں نے حکم کو قبول نہیں کیا اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کی دعوت میں روشن اور واضح دلیل کو رکھا ہے۔

شہزادے نے کہا آپ کہتے ہیں کہ جو کچھ رسول اور انبیاء لاتے ہیں وہ انسانوں کا کلام نہیں ہوتا اور اللہ عزوجل کا کلام ہی دراصل کلام ہے اور اس کے فرشتوں کا کلام بھی کلام ہے۔ حکیم نے کہا کیا تم نے لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جب وہ بعض چوپاؤں اور پرندوں کے متعلق چاہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی پہلے رہے کوئی بعد میں، کوئی آگے رہے کوئی پیچھے رہے تو وہ چوپاؤں اور پرندوں کے لئے جو لوگ ان کے کلام کو سمجھتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں اپنے منہ سے سیٹی کی آواز یا چیخ کی آواز نکالتے ہیں اور چوپائے اور پرندے اسی طرح کی آوازوں پر ان کی خواہش کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ان کی بات کو سمجھنے کے اہل نہیں ہیں۔ اسی طرح بندے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل اور ملائکہ کے کلام کو اس کی حقیقت، کمال، لطف اور صفت کو سمجھ پانے سے عاجز ہیں تو عوام الناس ان دونوں کی طرف جو حکمت کے ذریعے چوپاؤں اور پرندوں کے مشابہ وضع کی گئی ہیں توجہ کرتے ہیں۔ اور اس حکمت کی جگہ ہے کہ جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ یہ آوازیں عوام الناس کے درمیان واضح، قوی، روشن، شرف والی، عظمت والی ہیں اور حکمت ان معانی کے مختلف موقعوں پر واقع ہونے سے ان کو نہیں روکتی اور اس ہدایت سے بھی نہیں۔ وہ کتنی کہ جس کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر حجت قائم کی ہے۔ اور حکمت کے لئے جسم اور مسکن کی طرح ہے اور حکمت آوازوں کے لئے نفس اور روح کی حیثیت رکھتی ہے اور لوگوں میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ حکمت کے کلام کی گہرائی پر عبور حاصل کر سکیں۔ اور نہ وہ اپنی عقلوں کے ذریعے اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔ اور اس سے پہلے علماء نے اپنے علم میں فضیلت حاصل کی ہے۔ پس ہمیشہ ایک عالم دوسرے عالم سے علم حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ علم کا مرجع اللہ عزوجل کی وہ ذات ہے جس کی طرف سے وہ علم آیا ہے۔ اسی طرح علماء ہیں جو حکمت اور علم سے وہ کچھ پاتے ہیں جس کے ذریعے سے وہ جہل سے نجات پاتے ہیں۔ لیکن ہر صاحب فضل کے لئے اس کا فضل کافی ہوتا ہے جس طرح سے لوگ سورج کی روشنی سے وہ نفع حاصل کرتے ہیں جو ان کی ضروریات زندگی اور جسموں کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ لیکن وہ اس بات پر قادر نہیں ہیں کہ وہ سورج کو اپنی نگاہوں سے دیکھ سکیں جو کہ مشرق سے اس طرح نکلتا ہے تو بعد میں اس کا مقام آتا ہے لیکن اس کا عنصر پوشیدہ ہے تو لوگ اس روشنی سے جو ظاہر ہوتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں اور اس کے سبب تک نہیں پہنچتے۔ اور اس حکمت کی مثال ان روشن ستاروں کی طرح ہے کہ جن سے لوگ راہنمائی پاتے ہیں لیکن وہ ان کے اس مقام سے واقف نہیں ہوتے۔

سب میں سے جو کچھ بیان کیا حکمت ان سب سے اشرف، ارفع اور عظیم ہے۔ وہ تمام نیکیوں کے بند دروازے کی چابی ہے [illegible] جہالت سے نجات کا [illegible] ہے۔ وہ آب حیات ہے جس نے اسے پی لیا وہ کبھی نہیں مرے گا اور بیماری سے شفا ہے کہ جس [illegible] کے [illegible] وہ کبھی بیمار نہیں پڑے گا۔ وہ سیدھا راستہ ہے کہ جس سے اسے [illegible] نہیں [illegible] کہ جو [illegible] کی گرہ سے ٹھکتا نہیں۔ جس نے اس سے [illegible] جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑ لیا وہ کامیاب ہوا اور ہدایت پاگیا اور [illegible] کے مقصود [illegible] مضبوطی سے تمام ہوگیا)۔ شہزادے نے کہا آپ نے فضل و شرف، بلند اور قرب منفعت [illegible] بیان [illegible] جس حکمت کی تعریف کی ہے اگر وہ تمام انسانوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکی تو اس کا کیا فائدہ [illegible] علم و حکمت کی مثال آفتاب کی سی ہے جو گورے کالے، چھوٹے اور بڑے پر [illegible] روشنی ڈالتا ہے۔ تو جو اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے روکتا نہیں اور نہ وہ قریب اور بعید کے درمیان حائل ہوتا ہے [illegible] اگر کوئی شخص [illegible] کہ آفتاب سے فائدہ حاصل نہ کرے تو اس میں آفتاب کا کوئی قصور نہیں [illegible] تمام لوگوں کو [illegible] لوگوں اور [illegible] کے درمیان حائل ہوتا ہے [illegible] اسی طرح حکمت کا حال ہے کہ وہ قیامت تک لوگوں کے درمیان [illegible] حکمت تمام لوگوں میں عام ہے مگر [illegible] لوگ اس میں ایک [illegible] مرتبے کے حیثیت رکھتے ہیں اور سورج جب [illegible] آنکھوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے تو وہ تین قسم کے لوگوں میں تقسیم ہو جاتا ہے تو ان میں سے [illegible] صحیح نظر [illegible] روشنی [illegible] نظر و قوی بینائی ہے اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو اس سے بصارت کے حامل ہوتے ہیں کہ اگر ان [illegible] ایک [illegible] یا بہت سے سورج طلوع ہو جائیں تو [illegible] بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا [illegible] کچھ کمزور بصارت والے ہوتے ہیں کہ جن کا شمار [illegible] میں ہوتا ہے [illegible] میں۔ اسی طرح حکمت ہے جو [illegible] سورج ہے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو وہ بھی تین منزلوں میں بٹ جاتا ہے۔ پہلی منزل ان [illegible] بصیرت کی ہے جو حکمت کو سمجھتے ہیں [illegible] کا شمار [illegible] حکمت میں ہوتا ہے اور وہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ [illegible] دوسری منزل [illegible] کی ہے جن کے [illegible] حکمت کی وجہ سے سست ہو جاتے ہیں [illegible] حکمت قبول کرنے کو ترک کردیتے ہیں جس طرح کہ [illegible] سے سورج کی روشنی غائب ہوتی ہے۔ اور تیسری منزل ان مریضان قلوب کی ہے جن کا علم بہت کم ہوتا ہے جن کا عمل ضعیف ہوتا ہے اور [illegible] کے نزدیک برائی اور اچھائی [illegible] حق و باطل برابر ہوتے ہیں۔ [illegible] جن لوگوں پر زیادہ طلوع ہوتا ہے وہ وہی حکمت ہے کہ جس سے لوگ [illegible] ہوتے ہیں۔

شہزادے نے کہا کیا [illegible] حکمت قبول کرنے کی طاقت رکھتے [illegible] تک کہ وہ کچھ عرصہ اس کا منکر [illegible] قبول کرے [illegible] اس کی طرف بازگشت کرے [illegible] کہا ہاں حکمت کے بارے میں لوگوں کے پاس

ہر حالت میں قبیح ہے۔

شہزادے نے کہا کیا اس بادشاہ کو میرے والد نے کبھی منع نہیں کیا؟ بلوہر نے کہا نہیں میں نے ان کو صحیح طریقہ سے سنتے ہوئے نہیں پایا جو ان کے دل میں اتر جاتا اور وہ کسی شفیق ناصح سے اس بارے میں کلام کیا۔

شہزادے نے کہا ان علماء نے معتبر ہونے کے باوجود کس طرح اسے ترک کیا کہ معتبر شخص سے خوف ہوتا ہے۔

بلوہر نے کہا انہوں نے موقع محل کی مناسبت کی وجہ سے ترک کر دیا بلکہ اس کو اس طے کے لیے چھوڑ دیا جو تمہارے باپ کے لئے بطور انصاف کے زیادہ بھی اور بحیثیت نفس کے زیادہ نرم اور بحیثیت شنوائی کے زیادہ بہتر تھی یہاں تک کہ جو آدمی کسی آدمی کے ساتھ عمر طویل کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور ان کے درمیان موانست و مودت اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی ہوتی ہے اور ان کے درمیان کوئی شے سوائے دین اور حکمت کے تفریق پیدا نہیں کرتی اور اس کے اوپر جرح و قدح کرتا ہے اور اس کے لیے دردناک ہوتا ہے پھر بھی اس پر حکمت کے اثرات واضح نہیں ہوتے اس لئے کہ اس نے ان کے لئے کوئی موقع نہیں دیکھا اور ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ ایک عقلمند بادشاہ جو لوگوں سے قریب تھا ان کے امور کی اصلاح کرنے والا تھا حسن نظر کا مالک اور انصاف کرنے والا تھا اس کا ایک وزیر بھی بڑا نیک اور سچا تھا جو اصلاح کے سلسلے میں اس کا مددگار تھا اور امور کی نصرت کرتا اور اس کے امور میں مشورے دیتا تھا یہ وزیر صاحب ادب عاقل تھا، دین دار، پرہیزگار اور دنیا سے بے رغبت تھا، اہل دین سے ملاقات کرتا تھا ان کی باتوں کو سنتا تھا، اس کی فضیلت کو پہچانتا تھا، اس کو مانتا تھا اور اس سے بھائی چارگی اور محبت کا تعلق رکھتا تھا اور بادشاہ کے حضور اس کو مرتبہ اور خصوصیت حاصل تھی۔ بادشاہ اس سے کسی امر کو چھپاتا نہیں تھا اور وزیر بھی اس منزلت پر فائز تھا لیکن دینی امور کے متعلق بادشاہ کو مطلع نہیں کرتا تھا اور نہ حکمت کے رازوں کو اس پر آشکار کرتا تھا دونوں نے اسی طرح ایک طویل عرصہ گزارا اور وزیر جب کبھی بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو بتوں کو سجدہ کرتا اور ان کی تعظیم کرتا اور بہت کچھ بطور جہالت اور ضلالت اور تقیہ کے طور پر کرتا تھا گو وزیر پر یہ سب شاق گزرتا تھا آخر اس نے اپنے احباب اور بھائیوں سے مشورہ طلب کیا تو انہوں نے کہا کہ تم خود اپنی طرف اور اپنے ساتھیوں کی طرف نظر ڈالو اور کوئی گفتگو کا موقع دیکھ کر بادشاہ سے گفتگو کرو اور اس تک حق بات پہنچاؤ ورنہ تم اس کی اپنی ذات کے خلاف مدد کر رہے ہو اور اپنے اہل دین کے خلاف اس کو نقصان میں ڈال رہے ہو۔ کیونکہ بادشاہ کو اس طرح دھوکا نہیں دینا چاہئے اور نہ اس کی شان و شوکت سے بے خوف رہنا چاہئے۔ تو وزیر اس اہتمام کے لئے کمربستہ رہا اور اس امید میں بادشاہ کا رفیق رہا کہ فرصت ملی تو اسے نصیحت کرے گا یا گفتگو کے لئے کوئی موقع ملا تو یہ بات اس تک پہنچائے گا۔

بادشاہ باوجود اپنی گمراہی کے بہت متواضع اور نرم دل تھا۔ اپنی رعیت کے بارے میں اس کا طریقہ کار اچھا تھا۔

وہ دین کی اصلاح کا حریص تھا اور ان کے امور میں گہرائی تک پہنچنے والا تھا۔ پس کچھ عرصے کے بعد وزیر کو بادشاہ کی صحبت حاصل ہوئی۔ بادشاہ نے ایک رات جب کہ لوگ نیند میں مشغول تھے وزیر سے کہا کیا تم میرے ساتھ سیر کرنے کے لیے شہر چل سکتے ہو تاکہ ہم لوگوں کے حالات اور ان مصائب کے آثار کو دیکھ سکیں جن میں وہ مبتلا ہیں۔ وزیر نے حامی بھری اور دونوں شہر کے گرد و نواح میں گھومنے کے لیے چلے۔ ان دونوں کا گزر رستے میں ایک کوڑہ گھر پر ہوا جو ایک پہاڑی کے مثل تھا۔ بادشاہ نے اس کوڑہ گھر کے اندر آگ کی روشنی دیکھی تو وزیر سے کہا اس واقعے کو دیکھنے کے لیے اترو تاکہ ہم چپکے سے اس کے قریب پہنچیں اور معلوم کریں کہ کیا بات ہے۔ پس ان دونوں نے ایسا کیا۔ جب وہ روشنی کے مخرج تک پہنچے تو انہیں غار کے مثل ایک گڑھا نظر آیا جس میں ایک مسکین تھا۔ پھر انہوں نے غار کو اچھی طرح دیکھا تو انہیں کوئی اور مرد نظر آیا۔ اور وہ مسکین انتہائی بدہیئت تھا۔ اس کے بدن پر کوڑہ گھر کے پھٹے ہوئے کپڑوں کا لباس تھا وہ کوڑے کا تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے ایک بڑی چھاگل رکھی ہوئی تھی جس میں شراب تھی اور اس کے ہاتھ میں طنبورا تھا جسے وہ بجا رہا تھا اور اس کی عورت بھی پھٹے ہوئے لباس میں اس کے سامنے تھی جو اس کو شراب پلا رہی تھی اور وہ جب اس کو بلاتا تھا تو وہ رقص کرتی تھی۔ وہ عورت اسے شراب پلا کر بادشاہوں کی سی تعظیم دیتی تھی۔ وہ مرد اس عورت کو سیدۃ النساء کے نام سے پکارتا تھا۔ اور وہ دونوں اپنے آپ کو حسین و جمیل سمجھ رہے اور ان کے مابین خوشی، مسرت اور ایسا طرب تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بادشاہ اپنے دونوں پیروں پر مضبوطی سے کھڑا رہا تھا اور وزیر بھی اس منظر کو دیکھ رہا تھا اور یہ دونوں اب دونوں کی لذت اور پسندیدگی جو ان کے مابین تھی کو تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ پھر بادشاہ اور وزیر واپس ہوئے۔ بادشاہ کہنے لگا۔ تمہیں اور مجھے کبھی محسوس ہوا جو ان دونوں نے اس رات ہوئے اور جو خوشی انہیں عطا کی ہے۔ میرا ان دونوں کے متعلق خیال ہے کہ وہ ہر رات اسی طرح عمل کرتے ہیں۔ پس وزیر نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کچھ دیر بعد بادشاہ سے کہا اے بادشاہ مجھے ڈر ہے کہ ہماری دنیا بھی اسی قسم کے دھوکے کی ہے اور آپ کا ملک اور وہ چیز جس میں ہم خوشی اور مسرت محسوس کر رہے ہیں جو ہماری نگاہوں میں ہے۔ کون جانتا ہے کہ یہ ہمیشگی کی سعادت بھی اس کوڑہ گھر کی طرح ہو اور ان دونوں افراد کی طرح ہو جنہیں ہم نے دیکھا ہے۔ کون ہے جو سمجھ سکتا ہے اس شخص کی طرح جو سعادت اور آخرت کے ثواب کی امید رکھتا ہے اس گھر کی طرح کہ جسے ہم نے دیکھا ہے۔ اور ہمارے جسم جو طہارت اور تازگی اور حسن و صحت کے ذریعے پہچانے جاتے ہیں اس بدہیئت آدمی کے جسم کی طرح ہوں اور ہماری تدبیر سے لوگوں کو تعجب ہو جس طرح ہم ان دونوں افراد کو اس حالت میں دیکھ کر متعجب ہوئے۔

بادشاہ نے کہا کیا تم اس صفت کا کسی کو اہل پاتے ہو؟ وزیر نے کہا جی ہاں۔ بادشاہ نے کہا وہ کون لوگ ہیں؟ وزیر نے کہا وہ اہل دین ہیں جنہوں نے رب کے ملک اور اس کی نعمتوں کو پہچانا پھر ان کو طلب بھی کیا۔ بادشاہ

نے کہا آخرت کا مطلب کیا ہے؟ اس نے کہا وہ ایسی نعمت ہے جس کے بعد ہلاکت نہیں ہے۔ وہ ایسی تونگری ہے جس کے بعد کوئی فقیری نہیں۔ وہ ایسی خوشی ہے جس کے بعد کوئی غم نہیں اور ایسی صحت ہے جس کے بعد کوئی بیماری نہیں۔ وہ ایسی رضامندی ہے جس کے بعد کوئی ناراضگی نہیں اور ایسا امن ہے کہ جس کے بعد کوئی خوف نہیں۔ وہ ایسی حیات ہے جس کے بعد موت نہیں اور ایسی سلطنت ہے جس کے بعد زوال نہیں۔ وہ ہمیشہ رہنے والا گھر ہے اور ہمیشہ کی زندگی والا گھر ہے جس سے کبھی جدائی نہیں ہوتی اور جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی۔ خدا عزوجل نے دارِ آخرت کے ساکنوں کے لیے بڑھاپا، دکھ، بیماری، مشقت، تھکن، بھوک، پیاس اور موت دور رکھی ہے۔ یہ ملک آخرت کی تعریف ہے جو اس بادشاہی کی معلومات ہیں۔

بادشاہ نے کہا کیا اس گھر تک رسائی کی کوئی شکل ہے اور کیا اس میں داخل ہونے کی کوئی سبیل ہے؟ وزیر نے کہا ہاں یہ آخرت چاہنے والے کو میسر ہوتا ہے اور وہ اس کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے اور کامیاب ہو جاتا ہے۔ بادشاہ نے کہا آج سے پہلے تمہیں مجھے یہ بات بتانے سے کس نے روکا تھا؟ وزیر نے کہا مجھے اس بات سے آپ کے جاہ و جلال اور ہیبتِ سلطانی نے روکا تھا۔ بادشاہ نے کہا جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے اگر یقینی طور پر یہ بات ہے تو ہمارے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہم اس کو فراموش کریں اور ہمیں اس تک پہنچنے کے لیے جدوجہد ترک نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن ہمیں کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہم اس کی خبر جان سکیں اور درست ہو جائے۔ وزیر نے کہا کیا بادشاہ آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ میں آپ سے اس کا ذکر بار بار کرتا رہوں؟ بادشاہ نے کہا بلکہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس کا تذکرہ رات دن مجھ سے کرو اور کسی وقت اس تذکرے کو روکو نہیں۔ کیونکہ یہ عجیب معاملہ ہے کہ جسے ہمیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے اور اس جیسے کام سے غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

اور یہی بادشاہ اور وزیر کی حکایت کی انتہا تھی۔

شہزادے نے کہا میں ان امور سے اور اس رستے سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔ بلکہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ میں تمہارے ساتھ رات کو کسی مقام پر جاؤں جہاں سے تمہیں یہ بات معلوم ہوئی۔ بلوہر نے کہا آپ میرے ساتھ کس طرح جا سکتے ہیں اور میری ہم نشینی پر کس طرح صبر کر سکتے ہیں جبکہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جو میری حفاظت کرے اور نہ ہی میرے پاس سواری کے لیے چارپایہ ہے، نہ میں سونے چاندی کا مالک ہوں، نہ میرے پاس رات کے کھانے کے لیے غذا ہے۔ میرے پاس کپڑے ہیں نہ میں مستقل طور پر کسی شہر میں ٹھہرتا ہوں۔ جب تک میں اس سے آوارہ گردی جیسا کرتا رہوں اور نہ میرے پاس ایک سرزمین سے دوسری سرزمین تک پہنچنے کے لیے کوئی مستقل زادِ راہ ہوتا ہے۔ شہزادے نے کہا مجھے بھی وہی چیز قوی کرے گی جس نے تمہیں قوی کیا ہے۔ بلوہر نے کہا لیکن یہ کہ اگر تم میری ہم نشینی کا خیال چھوڑ دو تو تم اس ... کی طرح ہو گے جو کسی فقیر کا

ترجمہ دور کرو۔

یوذاسف نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ وزیر نے کہا یوں سمجھو کہ ایک جوان مالداروں کی اولاد میں سے تھا اس کا باپ اس کے چچا کی بیٹی سے اس کی شادی کرنا چاہتا تھا جو صاحب مال و جمال تھی۔ لیکن وہ جوان اس بات پر متفق نہیں تھا۔ اس نے اپنی اس ناپسندیدگی سے اپنے باپ کو مطلع بھی نہیں کیا بلکہ کسی دوسری جگہ چلا گیا۔ راستے میں ایک لونڈی سے ملاقات ہوئی جس نے بوسیدہ کپڑے پہنے تھے اور جو مفلوک الحال لوگوں کے گھر کے دروازے پر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ لڑکی اسے پسند آگئی۔ تو اس نے اس لڑکی سے کہا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اس گھر میں رہنے والے ایک بوڑھے آدمی کی بیٹی ہوں۔ اس جوان نے اس بوڑھے شخص کو آواز دی اور اس تک پہنچا۔ پھر اس نے کہا کیا تم اپنی اس بیٹی کی مجھ سے شادی کردو گے؟ اس بوڑھے نے کہا تم فقیروں کی بیٹیوں سے شادی کرنے والے نہیں ہو کیونکہ تم مالداروں میں سے ایک جوان ہو۔ تو وہ کہنے لگا مجھے یہ لڑکی اچھی لگی ہے اور میں صاحب حسب و مال اور عورت سے بھاگ کر آیا ہوں۔ جس کی شادی مجھ سے ہونی تھی اور میں نے اسے ناپسند کیا۔ لہٰذا تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کردو۔ کیونکہ تم مجھے ان شاء اللہ صحیح پاؤ گے۔

اس بوڑھے نے کہا میں اپنی بیٹی کی شادی تمہارے ساتھ کس طرح کردوں جبکہ تم اس کو ہم سے جدا کر دو گے اور اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی گمان رکھتا ہوں کہ تمہارے گھر والے اس کے تمہارے ساتھ رہنے پر متفق نہیں ہوں گے۔ وہ جوان کہنے لگا ہم اسی گھر میں آپ کے ساتھ رہیں گے۔ بوڑھے نے کہا جو تم کہہ رہے ہو اگر سچ ہے تو تم اپنا یہ لباس اور زیورات اتار دو۔ اس جوان نے ایسا ہی کیا اس نے ان کے اثاثے میں سے ایک پرانا لباس پہنا اور جہاں وہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس بوڑھے نے اس کے حالات دریافت کئے اور اس سے گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ اس کی عقل کا اندازہ کر سکے۔ پس اس نے جان لیا کہ وہ صحیح عقل ہے اور اس کی اس حرکت کو بیوقوفی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ بوڑھے نے کہا اب جب کہ تم نے ہمیں پسند کر لیا ہے اور ہمارے ساتھ رہنے پر راضی ہو تو تم اس کمرے کے اندر داخل ہو جاؤ۔ اس مکان کے پیچھے بہت سے مکانات تھے۔ وسعت و حسن کے اعتبار سے جن کا کوئی مثیل و نظیر نہیں تھا اور ان میں وہ تمام خزانے موجود تھے جن کی کسی کو احتیاج ہو سکتی ہے۔ پھر اس بوڑھے نے اس کی کنجیاں اس کے حوالے کیں اور کہا یہاں جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے اور اس سے جو تم چاہو کرو۔ کیونکہ تم ایک بہترین جوان ہو۔ اس طرح وہ جوان جو کچھ چاہتا تھا اس کو مل گیا۔

یوذاسف نے کہا جس طرح بوڑھے نے اس لڑکے کی عقل کا امتحان لیا تاکہ اس پر اعتماد کر سکے میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں پس تم میری عقل کے بارے میں کوشش کرو اور اس بارے میں جو کچھ تمہیں معلوم ہے اس سے مجھے آگاہ کرو۔

حکیم نے کہا اگر یہ کام میرے سپرد کرنا چاہتے ہو۔ تو میں مختصر گفتگو سے اس مسئلے کو حل کر سکتا ہوں لیکن میرے سامنے ایک اور طریقہ ہے جو انتہا تک پہنچنے میں توفیق کے لئے انتہائی کا طریقہ ہے اور ایک علم ہے جو کانوں میں حلاوت ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر تم نے اس طریقہ کی مخالفت کی تو میں کہیں کسی بدعت کے شروع کرنے کا سبب نہ بن جاؤں اور میں تم سے آج رات رخصت ہو رہا ہوں اور پھر دوبارہ آؤں گا۔ لہذا تم خود اس بارے میں غور و فکر کرو اور اس سے نصیحت حاصل کرو۔ اور اپنے فہم و فراست سے کام لو اور ثابت قدم رہو۔ اور تم پر جو تکلیف وارد ہو اس کی تصدیق میں جلدی نہ کرو کہ وہ حقیقی علم ہے، تاکہ اس کی ادائیگی اور قربت کے بعد تمہیں اس کی حقیقت کا علم ہو جائے اور تم پر لازم ہے کہ اس بارے میں تم اس بات سے بچو کہ تمہیں ہوا و ہوس اور شبہ اور تم گفتگو ہی کی طرف راغب ہو۔ اور ان مسائل میں پہچان میں کرو کہ جن میں تمہیں شبہ محسوس ہو پھر اس بارے میں مجھ سے استفسار کرو اور اپنے غور و فکر کے نتیجے سے مجھے آگاہ کرو۔ اس بات پر اس رات وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔

پھر حکیم جب دوبارہ آیا تو اسے سلام کیا دعا دی اور بیٹھ گیا۔ اس نے دعا میں کہا میں اس اللہ سے سوال کرتا ہوں جو اول ہے اور جس سے پہلے کچھ نہ تھا اور وہ ایسا آخر ہے کہ جس کے ساتھ کوئی شے باقی نہیں رہے گی اور ایسا باقی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے وہ ایسا واحد و یگانہ اور بے نیاز ہے کہ کوئی اس کے ساتھ نہیں اور ایسا قاہر ہے کہ کوئی اس کا شریک نہیں اور ایسا پیدا کرنے والا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ خالق نہیں وہ ایسا قادر ہے کہ کوئی اس کی ضد نہیں وہ ایسا صمد ہے کہ جس کا کوئی مثل نہیں وہ ایسا مالک ہے کہ تم کو ملک عطا کر دیتا ہے جب کہ کوئی اور ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ وہ تقویٰ کی طرف لے جانے والا ہے اور اللہ سے ملنے سے بشارت دینے والا ہے دنیا سے زہد و بے رغبتی عطا کرنے والا ہے اور صاحبان عقل کو دوست رکھنے والا ہے اور ہلاکت والوں سے قطع تعلق رکھنے والا ہے۔ وہ ہمیں اور تمہیں پورا نصیب پہنچاتا ہے اس چیز کی طرف پہنچاتا ہے جس کا اس اللہ نے اپنے دین کے سبب اپنے انبیاء کی زبانوں کے ذریعے اپنی جنت اور اپنی رضا کا وعدہ کیا۔ پس ہماری اللہ کی طرف رغبت نور بخشنے والی ہے اور اس سے ہمارا خوف باطنی ہے اور جس سے ہماری نگاہیں خوف و خضوع و خشوع محسوس کرتی ہیں اور ہماری گردنیں اس کے آگے جھکی ہوئی ہیں اور ہمارے تمام امور اسی کی طرف بازگشت کرتے ہیں

شہزادے پر اس دعا سے شدید رقت طاری ہوئی اور خیر کی رغبت میں اضافہ ہوا اور اس کا تعجب اس قدر ظاہر ہوا کہ اے حکیم مجھے اپنی عمر کے بارے میں بتائیے کہ کتنی ہے؟ حکیم نے کہا بارہ سال۔ شہزادہ حیران رہ گیا اور کہا بارہ سال کا تو بچہ ہوتا ہے اور میں آپ کو بڑھاپے کے اعتبار سے ساٹھ سال کا سمجھ رہا ہوں۔ حکیم نے کہا بااعتبار پیدائش تو ساٹھ سال کا ہوں لیکن تم نے مجھ سے عمر کے متعلق سوال کیا اور عمر تو حیات کا نام ہے اور حیات دین و امر پر عمل کرنے سے اور دنیا سے بچنے سے ہے اور اس کا عرصہ میرے لئے بارہ سال سے زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے

پہلے میں مردہ تھا۔ اور میں موت کے دنوں کو اپنی عمر میں شامل نہیں کرتا۔

شہزادے نے کہا تو پھر آپ کیوں کھاتے پیتے تھے جب کہ آپ مردہ تھے؟ حکیم نے جواب دیا اس لئے کہ میں اندھے پن اور بہرے پن اور گونگے پن میں مردوں جیسا تھا میری زندگی جڑی کردی تھی اور دوسروں پر انحصار کرتا تھا۔ گو کہ میں اس صفت میں ان مردوں کا شریک تھا تو میں نے تمام کے تمام اعتقادات ان کے ساتھ موافقت کی۔

شہزادے نے کہا اگر آپ اپنی زندگی کا شمار نہیں کرسکتے اور اس خوشحالی اور شادمانی کا جو آپ کے لئے ضروری ہے تو آپ واقع ہونے والی موت سے جسے آپ ناپسند نہیں سمجھتے اسے شمار کریں۔

حکیم نے کہا میری ذات تمہاری رہنمائی کرے گی یہ جاننے کے باوجود کہ تمہارے باپ کی معلق اللعانی، اہل دین کے بیٹے میری بے باعث ہے گی اس لئے کہ میں موت کو موت سمجھتا ہوں۔ اس زندگی کو زندگی سمجھتا ہوں اور نہ میں موت سے کسی ناپسندیدہ چیز کی توقع رکھتا ہوں۔ پس وہ شخص زندگی سے کیا رغبت رکھے گا جس نے اس کا حصہ ہی چھوڑ دیا ہو۔ یا وہ کیوں موت سے بھاگے گا کہ جس نے خود اپنے ہاتھ سے اپنے کو مار ڈالا ہو۔ اے شہزادے کیا تم نہیں دیکھتے کہ دین دار آدمی نے دنیا کے اہل و عیال کو چھوڑ دیا اور ان چیزوں کو بھی ترک کر دیا جو زندگی میں اسے دستیاب تھیں لیکن وہ ان کی طرف راغب نہیں ہوا۔ اس نے عبادت کے بار کو اٹھایا جو سوائے موت کے اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ پس ایسا شخص جو حیات کی لذتوں سے مستفید نہیں ہوسکتا تو اسے ایسی حیات کی کیا ضرورت؟ اور اس راحت سے وہ کیوں بھاگے جو اسے موت سے حاصل ہوتی ہے۔

شہزادے نے کہا اے حکیم آپ نے سچ کہا۔ کیا آپ کو خوشی ہوگی اگر موت آپ کو کل آجائے؟ حکیم نے جواب دیا بلکہ میری خوشی کا باعث ہوگا کہ کل کے بجائے اس رات ہی میں موت مجھ پر واقع ہو جائے۔ کیونکہ جس شخص نے برائی اور بھلائی کو پہچانا اور ان کے اجر کو پہچانا جو اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ جو برائی کے چھوڑنے اور اس کی سزا کے خوف میں ہے۔ اور اچھائی کا عمل اس کے ثواب کی امید میں کرے اور جو اللہ کے یکتا ہونے میں یقین رکھے اور اس کے وعدہ کی تصدیق کرے تو وہ موت کو پسند کرتا ہے اس لئے کہ موت کے بعد جس امر کا وہ امیدوار ہے اور زندگی میں دنیاوی خواہشات اور اللہ کی نافرمانی سے خوف کھاتا ہے تو وہی موت کے جلد آنے کو پسند کی نگاہ سے دیکھتا ہے شہزادے نے کہا۔ تو بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ ہلاکت کی جلدی نجات کی خواہش کے لئے کرے۔ ہمیں ہماری اس قوم کے متعلق بتائیے کہ وہ کیوں بتوں پر اعتقاد کرتے ہیں۔ حکیم نے کہا ایک آدمی نے محنت کرکے ایک باغ لگایا۔ اس میں پھرنا اس کے لئے راحت کا باعث تھا ایک دن اس نے اپنے باغ میں ایک چڑیا کو دیکھا کہ جو ایک درخت پر لگا ہوا پھل کھا رہی تھی۔ تو اس نے ایک ڈھیلا اس پر کھینچ مارا۔ پس جب اس نے اس کے ذبح کا ارادہ کیا تو اللہ عزوجل نے چڑیا کو قوت گویائی عطا کی اور اس نے باغ کے مالک سے کہا تم مجھے ذبح کرنے کا قصد رکھتے ہو جب کہ تم میرے ذبح سے شکم

سیر نہیں ہو سکتے اور نہ اس سے تمہیں کوئی قوت حاصل ہو سکتی ہے تو جو تم نے ... وہ کیا ہے کیا اس میں خیر کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے؟ اس آدمی نے کہا وہ چیز کیا ہے؟ چڑیا نے کہا مجھے آزاد کر دو تو میں تمہیں تین باتیں بتاؤں گی۔ اگر تم نے انہیں یاد رکھا تو یہ تمہارے اہل و مال سے جو تمہارے پاس ہے بہتر ہوگا۔ وہ آدمی بولا میں نے تجھ کو آزاد کر دیا ہے اب تم مجھے یہ باتیں بتاؤ۔ چڑیا نے کہا تو میں کہتی ہوں اسے یاد رکھنا۔ جو تم سے گم ہو جائے اس پر مایوس نہ ہونا اور افسوس نہ کرنا اور جو نہ ہونے والی بات ہو اس کی تصدیق نہ کرنا اور جس کی طاقت نہ ہو اس کی طلب نہ کرنا۔ جب باتیں پوری ہو گئیں تو اس مرد نے چڑیا کو آزاد کر دیا وہ اڑ کر ایک درخت پر بیٹھ گئی اور اس آدمی سے کہا کاش تمہیں معلوم ہو جائے کہ تم سے کیا چیز ضائع ہو گئی ہے تو میں بتاتی ہوں کہ تم سے ایک بڑا امر فوت ہو گیا ہے۔ اس نے کہا وہ امر کیا ہے؟ چڑیا نے کہا اگر تم نے جو ارادہ کیا تھا اس پر عمل کرتے اور مجھے ذبح کر دیتے تو میرے پوٹے سے بطخ کے انڈے کے برابر ایک موتی پاتے جس کے تم مالک ہو جاتے اور زمانے سے بے نیاز ہو جاتے۔

جب اس آدمی نے یہ بات سنی تو جو اس سے ضائع ہو گیا تھا اس سے اس کے دل میں ندامت پیدا ہو گئی اور کہا جو کچھ گزر گیا ہے اسے چھوڑو اور نیچے اتر آؤ اور میں تمہارے ساتھ اپنے گھر چلتا ہوں اور تمہاری ہم نشینی سے بھلائی اور تمہارے احسانات سے بزرگی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

چڑیا نے کہا اے نادان تو نے مجھ سے جو کچھ سنا تھا اسے یاد نہیں رکھا اور تو نے میرے ان کلمات سے فائدہ نہیں حاصل کیا جو میں نے تجھے بتائے تھے۔ کیا میں نے تجھ سے عہد نہیں لیا تھا کہ جو چیز تم سے گم ہو جائے اس پر غم نہ کرنا اور جو موجود نہ ہو اس کو سچ نہ سمجھنا اور جو حاصل نہ ہو سکے اس کی طلب نہ کرنا۔ کیا تم جو گم کر چکے ہو اس سے درد اور افسوس کر رہے ہو؟ اور مجھ سے میری واپسی کی خواہش کر رہے ہو اور وہ طلب کر رہے ہو جو تم پا نہیں سکتے۔ اور تم سچ کہہ رہے ہو کہ میرے پوٹے میں ایک ایسا موتی ہے جو بطخ کے انڈے کے برابر ہے اور حالانکہ میرا مکمل جسم بطخ کے انڈے سے چھوٹا ہے اور میں نے تم سے عہد لیا تھا کہ جو موجود نہ ہو اس کو سچ نہ سمجھنا۔

اسی طرح تمہاری قوم نے اپنے ہاتھوں سے بت بنائے اور تم نے یہ خیال کیا کہ یہی وہ ہیں جنہوں نے تم کو پیدا کیا اور جنہوں نے تم کو خوف و خطرات سے بچانے کی کوشش کی اور تم نے یہ بھی گمان کیا کہ یہ بت تمہاری حفاظت کرتے ہیں پس تم اپنی کمائی ان پر خرچ کر رہے ہو اور تمہاری قوم نے یہ گمان کیا کہ یہی بت ان کو رزق دیتے ہیں اور تمہاری قوم نے اس چیز کو طلب کیا جو بت سے نہیں پا سکتے اور اس کو سچ سمجھا جس کا کوئی وجود نہیں۔ پس انہوں نے بھی اسی کو ضروری سمجھا جیسے اس چڑیا کے مالک نے ضروری سمجھا۔

شہزادے نے کہا آپ نے سچ فرمایا لیکن بتوں کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا میں نے کبھی ان کی طرف رغبت نہیں کی اور نہ انہیں فائدہ پہنچایا۔ اب آپ مجھے اس ذات کے بارے میں بتائیے جس کی طرف آپ مجھے دعوت دیتے ہیں۔

اور اس ذات کے متعلق بھی بتایئے جسے آپ نے اپنے لیے پسند کیا ہے کہ وہ کیا ہے۔

حکیم نے کہا: دین دو باتوں پر مشتمل ہے۔ ایک اللہ عزوجل کی معرفت اور دوسرا اس کی رضا پر عمل۔ شہزادے نے کہا: اللہ کی معرفت کس طرح ہو سکتی ہے؟ حکیم نے کہا: میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم یہ جان لو کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ ہمیشہ سے یگانہ پروردگار ہے اور اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں وہ سب اس کی پروردہ ہیں۔ اور یہ کہ وہ خالق ہے اور اس کے علاوہ تمام مخلوق ہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے اور اس کے علاوہ سب حادث ہیں اور یہ کہ وہ صانع ہے اور اس کے علاوہ سب مصنوع ہیں اور یہ کہ وہ مدبر ہے اور اس کے علاوہ سب اس کے تدبیر کردہ ہیں۔ اور یہ کہ وہ باقی ہے اور اس کے علاوہ سب فانی ہیں۔ اور یہ کہ وہ صاحب عزت ہے اور اس کے علاوہ سب ذلیل ہیں۔ اور یہ کہ نہ وہ سوتا ہے نہ غافل ہوتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ کمزور ہے نہ اس پر غلبہ حاصل کیا جاسکتا ہے نہ اس سے ناراضگی کا اظہار کیا جاسکتا ہے نہ کوئی شے اسے عاجز کر سکتی ہے۔ آسمان، زمین، ہوا، خشکی اور تری اس کے حکم کو ٹال نہیں سکتے۔ اس نے اشیاء کو بغیر کسی شے کی مدد کے پیدا کیا، وہ ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس میں حوادث پیدا نہیں ہوتے اور حالات اس کو متغیر نہیں کر سکتے اور نہ زمانے اس میں تبدیلی کر سکتے ہیں اور وہ ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتا نہیں۔ اس سے کوئی مکان خالی نہیں اور نہ وہ کسی مکان میں مقید ہے اور کوئی جگہ اس سے قریب تر نہیں ہے کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے۔ وہ عالم ہے جس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ایسا قدرت رکھنے والا ہے کہ کوئی شے اس سے بچی ہوئی نہیں ہے۔ اور یہ کہ تم اس کو اس کی رحمت اور عدل سے پہچان سکتے ہو۔ اور یہ کہ اس شخص کے لیے اس نے ثواب مقرر کر رکھا ہے جس نے اس کی طاعت کی اور اس شخص کے لیے عذاب مقرر کیا ہے جس نے اس کی نافرمانی کی۔ اور تم خدا کی رضا کے مطابق عمل کرو اور اس کی ناراضگی سے پرہیز کرو۔

شہزادے نے کہا: کیا چیز خالق متعال کو راضی کر دیتی ہے؟ حکیم نے کہا: اے شہزادے اس کی رضا یہ ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی نہ کرو اور تمہیں جو کچھ دیا جائے وہ تم اپنے غیر کو دینا پسند کرو۔ اور جو کچھ تم سے روکا جائے وہ تم اپنے غیر سے روکنے کی کوشش کرو۔ یہی عدل ہے اور عدل میں اللہ کی مرضی ہے اور اللہ کے نبیوں اور رسولوں کے آثار کی پیروی کرنے میں ہے۔ تم ان کی سنت کو مت بھلاؤ۔

شہزادے نے کہا: اے حکیم! بڑھاپے اور اس کی حالت کے متعلق مجھے بتائیے۔

حکیم نے کہا: جب میں نے دنیا کو تصرف و زوال کا گھر پایا اور اس کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلتے ہوئے دیکھا اور جب کہ میں نے اہل دنیا کو مصائب کا نشانہ بنتے دیکھا اور مختلف زمانوں میں ہر چیز کو بدلتا پایا۔ اور کبھی صحت کے بعد بیماری اور جوانی کے بعد بڑھاپا اور مالداری کے بعد فقر اور خوشی کے بعد حزن اور عزت کے بعد ذلت

آسودگی کے بعد بے سروسامانی۔ امن کے بعد خوف۔ اور زندگی کے بعد موت کو دیکھا اور میں نے قلیل عمریں دیکھیں اور ایسی اچانک موتیں دیکھیں جو بغیر کسی قتل وغیرہ کے واقع ہوتی ہیں اور ایسے تیر دیکھے جو نشانے پر بیٹھنے والے تھے اور ایسے جسم دیکھے جو کمزور تھے۔ جن کے جوڑ جوڑ الگ تھے اور جو محفوظ نہیں تھے تو میں نے جان لیا کہ دنیا جدا ہو جانے اور فنا ہو جانے والی ہے اور میں نے یہ بھی پہچانا کہ اس دنیا سے جو کچھ بھی ظاہری طور پر میرے سامنے آیا اس میں سے بہت کچھ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں نے اس کے ظاہر و باطن کو دیکھا اور اس کی گہرائیوں کو وسیع طور پر پہچانا اور اس کے پوشیدہ رازوں کو علانیہ طور پر دیکھا اور اس کے وارد ہونے سے اس کے مخالفت کے صادر ہونے کو دیکھا تو میں آپ اس صورت سے خوفزدہ ہو گیا اور جو کچھ میں نے دیکھا اس سے راہ فرار اختیار کی۔ اور اب تم ایسے لوگ بھی دیکھو گے جو نہایت متکبر اور مغرور اور سرکش ہیں اور ایسے بادشاہ بھی ہیں جو آسودگی اور مال کے اعتبار سے اور نعمت اور گنجائش کے اعتبار سے شباب کی راحت اور اپنے ملک پر تکبر کرنے اور اپنے قلب کی خوشی میں اور صحت بدن میں مسرور ہیں۔ جب دنیا میں انقلاب آتا ہے تو آدمی اس کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے اور جس کو اس نے آنکھ سے دیکھا ہے اس کا اقرار کرتا ہے۔ لہذا تم اس دنیاوی ملک، اس کے تکبر، اس کی آسودگی اور اس کی خوشی سے نکل جاؤ۔ اور ذلت کو عزت سے بدل دو، غم کو خوشی سے، حزن کو سرور سے، ہلاکت کو نعمت سے، فقر کو مالداری سے، تنگی کو کشائش سے، بڑھاپے کو شباب سے، بدنامی کو شرف سے اور موت کو حیات سے تبدیل کر لو۔ یہ ایک تنگ قبر ہے جس میں انتہائی وحشت ہے جس میں انسان یکتا و تنہا مسافر کی طرح ہے جو اپنے دوستوں سے جدا ہو گیا ہے۔ اور جنہوں نے اسے چھوڑ دیا ہے، اس کے بھائیوں نے بھی اسے تنہا چھوڑ دیا ہے اور اس کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اس کے دشمنوں نے اسے دھوکا دیا ہے۔ اب اس کی طرف سے کوئی دفاع کرنے والا نہیں ہے۔ اور اس کی عزت، اس کا ملک، اس کے اہل وعیال اور اس کا مال و دولت، اس کے بعد لوٹ کا مال بن جاتے ہیں۔ گویا وہ دنیا ہی میں نہیں تھا اور ایک لمحہ بھی اس کا تذکرہ نہیں ہوتا اور کبھی اس کا خیال نہیں آتا۔ گویا اسے کسی زمین کی ملکیت میں سے کوئی حصہ نہیں ملا تھا۔ تو اے شہزادے ایسے گھر کو اختیار مت کرنا۔ ورنہ اس گھر میں مال و متاع اور چوپائے رکھتا۔ پس اس دنیا کے اطراف بھی ہے اور تنگ بھی ہے۔

شہزادے نے کہا اس دنیا کے لئے بھی اف ہے اور اس شخص کے لئے بھی اف ہے جو اس پر غرور کرے جب کہ اس کا یہ حال ہے یہ کہہ کر شہزادہ رونے لگا اور اس نے حکیم سے کہا آپ بات کریں اور بڑھئیے اس لئے کہ یہ میرے سینے کے لئے شفا ہے۔

حکیم نے کہا عمر بہت قلیل ہے اور رات دن تیزی سے بدل رہے ہیں اور دنیا سے کوچ بہت تیزی سے قریب ہے اگرچہ عمر کتنی ہی طویل ہو جائے لیکن موت سے دوری ہے اور کوچ کرنے والا سامنے جانے والا ہے اور جو کچھ اس دنیا میں

جمع کیا ہے وہ منتشر ہونے والا ہے اور جو کچھ اس نے اس دنیا میں اعمال کئے ہیں وہ محاسب اس سے بیزار ہیں اور جو کچھ اس نے مضبوط سے مضبوط تعمیرات کی ہیں وہ ویران اور مسمار ہونے والی ہیں۔ لوگ اس کے نام سے ناواقف ہو جائیں گے اور اس کا ذکر بھلا دیا جائے گا۔ اس کا حسب گمنام ہو جائے گا اور اس کا جسم کہنہ اور شکستہ ہو جائے گا اور اس کا شرف کمینگی سے بدل جائے گا۔ اس کی نعمت وبال بن جائے گی اور اس کی کمائی خسارہ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور کوئی دوسرا اس کی مملکت کا وارث بن جائے گا اور اس کے پیچھے رہنے والے ذلیل ہو جائیں گے۔ اس کے اہل حرم دوسروں پر مباح ہو جائیں گے۔ اس کے عہد و پیمان ٹوٹ جائیں گے۔ اس کی ذمہ داریاں فراموش کر دی جائیں گی۔ اس کے آثار پرانے ہو جائیں گے۔ اس کا مال تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کے ساز و سامان کو لپیٹ دیا جائے گا۔ اس کے دشمن خوش ہوں گے۔ اس کا ملک تباہ و برباد کر دیں گے۔ اس کے تاج کے وارث بن جائیں گے اس کے تخت سلطنت پر بیٹھ جائیں گے۔ اور اسے اس کے گھر سے نکال کر ہر چیز چھین کر اس کی قبر کی طرف لے جائیں گے اور اسے قبر میں تنہائی، وحشت، تاریکی اور مسکنت کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ دوست اسے مٹی کے سپرد کر کے جدا ہو جائیں گے۔ وہ کبھی اپنی وحشت سے مانوس نہیں ہوگا اور اس کا عالم غربت کبھی ختم نہ ہوگا اور یہ بھی جان لو کہ ایک عقلمند آدمی کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نفس کو سولی پر چڑھا دے خاص طور پر اس امام عادل اور حاکم کی سیاست کی طرح جو عوام کو ادب سکھاتا ہے اور رعایا کی اصلاح کرتا ہے اور جو ان کے لئے درست ہوتا ہے اس کا حکم دیتا ہے اور جس سے ان میں فساد پیدا ہوتا اس سے روکتا ہے پھر ان میں سے جو نافرمانی کرتا ہے اس کو سزا دیتا ہے اور ان میں سے جو اطاعت کرتے ہیں ان کی عزت کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مرد دانا کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے تمام اخلاق، خواہشوں اور خواہشات نفسانی میں اپنے نفس کو ادب سکھائے اور ان کو برداشت کرے خواہ وہ ان کے ضروری فائدوں سے کراہت کرتا ہو۔ اور اپنے نفس کو ان کے نقصانات سے بچائے اور یہ کہ جب اس سے کوئی نیک کام کیا ہے اور اسے خوشی محسوس ہو تو اپنے نفس کو ثواب و عتاب کے لئے تیار رکھے اور ایسے ہی جب اسے غم ہو اور اسے برا لگے تب بھی اور یہ بھی صاحب عقل کا حق ہے کہ جو اس پر امور وارد ہوتے ہیں ان پر نظر غائر ڈالے اور ان کے درست امور کو حاصل کرے اور ان امور کے غلط ہونے سے اپنے نفس کو روکے اور یہ کہ اپنے عمل کو اور خود کو اپنی رائے میں حقیر سمجھے تاکہ اس میں غرور و عجب پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے صاحبان عقل کی مدح کی ہے۔ اور بلا غرور کی مذمت کی ہے۔ اور ان لوگوں کی بھی مذمت کی ہے جن کے پاس عقل نہیں۔ عقل سے اس کی عادت سے ہر نیکی کا ادراک کیا جاتا ہے اور جہل کے ذریعے نفوس ہلاک ہو جاتے ہیں اور بے شک صاحبان عقل کے لئے سب سے معتبر بات یہ ہے کہ جو ان کی عقلوں نے ادراک کیا ہے اور جو ان کے تجربوں سے علم تک پہنچا ہے اور جو ان کی نگاہوں نے ترک ہونے والوں میں دیکھا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور صاحب عقل کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے عمل کی حفاظت پر قوت رکھنے کے باوجود اس کو حقیر سمجھ کر

چھوڑ دے حسد اس عمل پر جو اس سے زیادہ اہم ہے وہ قدرت رکھتا ہو۔ دیکھو تم بچ جاؤ شیطان کے ہتھیاروں میں سے ایک ہتھیار سے کہ جس کو وہ شخص رکھتا ہے جو اس میں غور و فکر کرتا ہے۔ اور اس سے کوئی شخص محفوظ نہیں رہتا۔ مگر وہ کہ جسے اللہ محفوظ رکھے۔ شیطان کے اسلحے کا سر۔ دو ہتھیار ہیں۔ ایک ان میں سے انکار عقل ہے کہ انسان عاقل کے قلب میں پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس کے پاس عقل ہے۔ اس کی کوئی ... عقل و شعور نہیں ... کوئی فائدہ ہے۔ اور وہ اس کو علم کی محبت و طلب سے روکنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لیے دنیا کے امور میں سے کچھ مشغلوں کی طرف راغب کرتا ہے تو اگر اسی طریقے سے انسان اس کی پیروی کرتا ہے تو یہ شیطان کی کامیابی ہے۔ اور اگر وہ شیطان کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ غلبہ پانے کے لیے دوسرے ہتھیار کی طرف مائل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے اور غور کرتا ہے تو شیطان ایسی شے اس کے سامنے رکھ دیتا ہے کہ وہ سمجھ نہیں پاتا کہ وہ اس کو کسی پریشانی میں داخل کر دیں گی۔ جس چیز کا اسے علم نہیں ہے اس میں وہ سے نقصان پہنچائیں گی یہاں تک کہ وہ شے اس کی عقل کی کمزوری کا سبب بنتی ہیں اور اس میں بغض اور شک پیدا ہو جاتا ہے اور شیطان کہتا ہے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ تم اس کام کو پورا نہیں کر سکتے اور اس کی طاقت تم میں کبھی نہ تھی۔ تم ... بیکار مشقت میں ... پس وہ ... سے بہت سے لوگوں کو ہٹا دیتا ہے۔ چنانچہ ... علم کے حاصل کرنے سے اور یہ تمہیں سکھاتا ہے اور جو تم نے اس سے کسب کیا ہے وہ دھوکا ہے۔ تم ایسے مقام پر ہو کہ جہاں کی کثرت پر شیطان نے مختلف حسدوں اور گمراہیوں کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا ہے۔ ان میں سے وہ بھی ہیں کہ جنہوں نے اپنے ... مقام کو دور رکھا ہے اور شیطان نے ایسے لوگوں کو چھوڑ دیا کہ جو کچھ بھی نہیں جانتے اور یہ علم ہے جس سے وہ ... جانوروں کی طرح سوال نہیں کرتا۔ اور ... مختلف راہیں ان میں سے کچھ وقت اس گمراہی میں آگے بڑھے ہوئے ہیں کہ دیگر لوگوں کے خون اور اموال کو حلال سمجھتے ہیں۔ اور ان کی گمراہی ... حق کی چیزوں سے ... کرتا ہے تاکہ ان پر ان کے ... کا غلبہ کرے۔ ... اس مردودی کو ... تعلیم سے ... شیطان اور اس کا لشکر لوگوں کی ہلاکت میں ہمیشہ کوشاں ہیں ... ان کے گمراہ کرنے میں وہ مایوس نہیں ہوتے ... راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ ... ان کی تعداد ... سوائے اللہ کے کوئی شمار نہیں کر سکتا اور کسی شخص کے لیے ان شیطانوں کے مکر و فریب کا علاج اللہ تعالیٰ کی مدد ... کے دین کو مضبوطی سے پکڑے بغیر ممکن نہیں۔ پس ہم اللہ سے اس کی اطاعت کی توفیق ... غلبہ حاصل کرنے کا سوال کرتے ہیں کیونکہ سوائے اللہ کے کسی میں کوئی طاقت نہیں۔

... نے کہا ... اللہ تعالیٰ کی تعریف ... اسی طرح کریں ... علیم سے ... جس کا ذکر بڑا پاک اور پاکیزہ ہے اس کا ... کے ذریعہ وصف بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور مخلوق کے ذریعے اس

کے وصف کی حقیقت تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ اور نہ ہی اس کی مدح کی حقیقت تک پہنچا جاسکتا ہے۔ اور خدا نے اپنے علم کے ذریعے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر اس علم کے ذریعے کہ جو خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو سکھایا تم وہی اس کی حقیقت اور وصف بیان کر سکتے ہیں اور ہماری قوت وہم و ادراک اس کی ماہیت کا ادراک نہیں کر سکتی وہ اس سے کہیں بلند و بالا اور بلند و برتر ہے۔ وہ سب سے عظیم عطا کرنے والا اور لطف و مہربانی کرنے والا ہے۔ اس نے اپنے علم میں سے جو پسند کیا اپنے بندوں کو عطا کیا ہے۔ وہ اپنی صفت میں سے جس کا ارادہ کیا اس کو بیان، ظاہر کیا ہے۔ اپنی معرفت اور اپنی ربوبیت کی معرفت کو ان چیزوں سے جو تمہیں پیدا کرکے اور جو موجود تمہیں اس کو معلوم ہے کے بیان کی رہنمائی کی۔

شمعون نے کہا: اس کی قطعی دلیل کیا ہے؟ امام نے کہا: جب تم کسی بنی ہوئی چیز کو دیکھتے ہو اور اس کا بنانے والا تمہارے سامنے نہیں ہوتا تو تم اپنی عقل کے ذریعے جان لیتے ہو کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے اسی طرح آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا کوئی صانع ہے یہی کوئی سی دلیل اس سے قوی تر ہے

شمعون نے کہا: مجھے سمجھائیے کہ یہ لوگوں کو جو امراض اور درد و فقر اور دوسرے نامناسب حالات پیش آتے ہیں، کیا اللہ کی قدرت سے ہیں یا اس کے بغیر ہیں۔ بلوہر نے کہا: نہیں بلکہ قدرت سے متعلق ہیں۔ شمعون نے کہا تو مجھے لوگوں کے ان احوال کے متعلق بتلائیے۔ بلوہر نے کہا: خدا نے ان لوگوں کے بارے میں سب سے ... ان سب میں اس نے سب سے بڑا ثواب ان لوگوں کے لئے رکھا ہے جو اس کے مطیع ہیں اور جس نے اس کی نافرمانی کی ہے ان کے لئے سخت عذاب رکھا ہے۔

شمعون نے کہا: آپ مجھے سب سے زیادہ عادل انسان، سب سے زیادہ ظلم و جور کرنے والے، سب سے زیادہ عمل کرنے والے، سب سے زیادہ احمق، سب سے زیادہ شقی اور سب سے زیادہ نیک لوگوں کے بارے میں بتائیے۔

بلوہر نے کہا: سب سے زیادہ عادل وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ذات سے انصاف کیا، سب سے زیادہ ظالم و جور کرنے والے وہ لوگ ہیں جو ظلم و جور کو عدل سمجھتے ہیں اور جن کے نزدیک عدل کرنے والوں کا عدل ظلم ہے۔ اور سب سے زیادہ عمل کرنے والا وہ شخص ہے کہ جس نے آخرت کے لئے زاد راہ حاصل کیا اور سب سے زیادہ احمق وہ شخص ہے کہ جس کا مقصود دنیا اور خطائیں اس کا عمل ہوں اور سب سے زیادہ نیک بخت وہ شخص ہے کہ جو اپنے عمل کا خاتمہ خیر پر ختم کرے اور سب سے زیادہ شقی وہ شخص ہے کہ جو اپنے عمل کو خدا کی ناراضگی پر ختم کرے۔

بلوہر نے کہا: جس نے اپنے دین کو اپنی خواہش جیسا سمجھا وہ ہلاک ہوگیا یہی اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور ... بات سے جلد کرنی چاہیے تھی اس کا مخالف ہے۔ اور جس نے یہ یقین کیا کہ دین صحیح کی ... تو بھی اللہ کا مطیع ہے ... یہ بات اللہ کی ناراضگی سے بچنے والے کے لئے شرمندگی کا باعث ہے

مجھ کہا چھپانی اگرچہ … مددوں میں ہو تو اسے برا نہ سمجھو اور اگر یہی نیک لوگوں میں پائی جائے تو اس کو اچھا سمجھنا

پھر شہزادے نے کہا مجھے بتائیے کہ کون لوگ عبادت کے حقدار ہیں وہ کون لوگ شفیق کہلانے کے مستحق ہیں بلوہر نے جواب دیا عبادت کے حقدار وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اس کے احکامات میں طاعت کریں اور اس کے ممنوعہ احکامات سے پرہیز کریں اور شقاوت کے حامل وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کی نافرمانی پر عمل پیرا ہیں۔ اس کی طاعت ترک کئے ہوئے ہیں۔ اور اللہ … کے مخالف ہیں جو عذاب الٰہی کو خود پر اختیار کئے ہوئے ہیں۔

شہزادے نے کہا دین لوگ سب سے زیادہ اس کی طاعت کرنے والے ہیں؟

حکیم نے کہا جو اس کے امر کی اتباع کرنے والے ہیں اور جو اس کے دین پر مضبوطی سے قائم ہیں اور جو برے اعمال سے دور ہیں۔

شہزادے نے کہا نیکیاں اور برائیاں کیا ہیں حکیم نے جواب دیا نیکیاں نیت، عمل، پختہ قول اور عمل صالح کی صداقت کا نام ہے اور برائیاں بری نیت، برے عمل اور برے قول کا نام ہے۔

شہزادے نے کہا صدق نیت کیا ہے حکیم نے جواب دیا دنیا میں میانہ روی اختیار کرنے کا نام ہے۔

شہزادے نے کہا برائی کیا ہے؟ حکیم نے جواب دیا مجھ سے اس سے پوچھ … عمل کیا ہے؟ بلوہر نے کہا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری۔

شہزادے نے کہا مجھے بتائیے کہ دنیا میں میانہ روی کس طرح ہو سکتی ہے؟ بلوہر نے کہا دنیا کے دوام اور امور دنیا سے قطع تعلق کرنے یا … ترک کرنے سے اور ان امور سے بچنے سے جن سے آخرت میں ہلاکت اور زوال ہو۔

شہزادے نے کہا سخاوت کیا ہے؟ بلوہر نے جواب دیا اللہ کی راہ میں … سخاوت ہے۔ اس نے کہا کرم کیا ہے؟ بلوہر نے کہا تقویٰ کرم کا نام ہے۔ اس نے کہا بخل کیا ہے؟ بلوہر نے جواب دیا حق داروں کو حق نہ دینا اور بغیر کسی وجہ کے ان کا حق لے لینا بخل ہے۔

شہزادے نے کہا حرص کیا ہے؟ بلوہر نے کہا دنیا کی طرف ہمیشہ رغبت کرنا اور ان امور کی طرف متوجہ ہونا جن سے فساد ہی فساد ہو اور جس کا نتیجہ آخرت کو عذاب ہو۔

شہزادے نے کہا صدق کیا ہے؟ بلوہر نے جواب دیا دین کی راہ میں خوش دلی ہے کہ تو اپنے آپ کو دھوکا دے … اس دین کے راستے کی تکذیب کرے۔

شہزادے نے کہا حماقت کیا ہے؟ بلوہر نے کہا دنیا پر مطمئن ہونا اور ان چیزوں کو چھوڑنا جو دائم و باقی حاصل ہونے

والی ہیں۔

شہزادے نے پھر دریافت کیا: جھوٹ کیا ہے؟ بلوہر نے جواب دیا: آدمی اپنے آپ کو جھٹلائے اور اپنی خواہشاتِ نفس پر فریفتہ ہو۔ اور بے جا طریقہ پر پختہ ہو۔

شہزادے نے دریافت کیا: کون لوگ صلاح و مشورے میں کامل ترین ہوتے ہیں؟

بلوہر نے کہا: جو لوگ عقل میں کامل اور امور کے نتائج میں زیادہ بصیرت رکھتے ہیں اور جو اپنے دشمنوں کا مکمل علم رکھتے ہیں اور جو ان سے بچنے میں شدید ہیں۔

شہزادے نے کہا: انجام کیا ہے اور وہ کون دشمن ہیں کہ جنہیں ایک عقلمند انسان پہچانے اور پھر خود کو ان سے محفوظ رکھے۔ بلوہر نے کہا: انجام آخرت اور دنیا کی فنا کا نام ہے۔

شہزادے نے پوچھا: دشمن کون ہیں؟ بلوہر نے کہا: حرص، غضب، حسد، حمیت، شہوت، ریا اور لجاجت دشمن ہیں۔

شہزادے نے کہا: وہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ زیادہ قوی اور اہم سمجھتے ہیں اس بات سے کہ ان سے بچا جائے؟ بلوہر نے جواب دیا: حرص جس میں رضا قطعاً نہیں اور جو غضب کے عقیدہ سے زیادہ برا ہے اور غضب قصہ میں ریا، ظلم کرنے والا ہے اور شکر و کم کر دینے والا ہے اور بخشش کرنے والوں کی سب سے بڑی کمائی ہے۔ اور حسد نیت کی تنائی و زیادہ ... کرکے دکھانے والا ہے۔ اور ظن اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے اور حمیت لجاجت سے زیادہ شدید ہے اور معصیت سے زیادہ پریشان کن ہے اور کینہ کی جگہ دینے والی ہے اور رحمت کی قاتل ہوتی ہے اور غلبہ کے عقیدہ سے شدید ہوتی ہے۔ اور ریاکاری دھوکہ اور فریب سے زیادہ سخت ہوتی ہے اور پوشیدہ چیز کو اور مخفی کر دیتی ہے اور موقع و محل کے خلاف ہوتی ہے۔ اور لجاجت دشمنی کو بڑھاتی ہے اور عذر خواہی کو قطع کر دیتی ہے۔

شہزادے نے پوچھا: شیطان کے وہ کون سے حیلے ہوتے ہیں جو لوگوں کی ہلاکت کا زیادہ باعث ہوتے ہیں؟

حکیم نے جواب دیا: شیطان کا اس شخص کو جو شہواتِ نفسانی کے ارتکاب میں اور نیکی، گناہ، ثواب اور عذاب میں غرق بنا دینا ہے۔

شہزادے نے کہا: مجھے اس قوت کے بارے میں آگاہ فرمائیے کہ جس کے ذریعے اللہ نے اپنے بندوں کو ان مہلک امور اور ہلاک کر دینے والی خواہشات پر غلبہ حاصل کرنے میں قوی بنایا ہے۔

حکیم نے جواب دیا: وہ علم کہ جس کے ساتھ عقل بھی ہو اور عمل بھی اور خواہشاتِ نفسانی سے اپنے نفس کو روک رکھنا اور دین میں ثواب حاصل کرنے کے لئے امیدوار ہونا ہے۔ اور فنائے دنیا کا اور موت سے قریب رہنے کا کثرت سے تذکرہ کرنا ہے۔ اور فنائے دنیا کے بعد باقی رہ جانے والی ذات کی مدد سے پرہیز کرنا۔ پس گزرنے والے امور کا اعتبار ان کے انجام سے ہے۔ اور ان کا ذہن میں محفوظ رکھنا۔ سوائے صاحبانِ عقل کے کوئی شخص اپنے نفس کو بری

عادت سے روکنے اور اچھی عادت پر عمل کرنے اور پسندیدہ اخلاق پر قائم رہنے پر مخصوص نہیں کرتا ہے کہ صاحبانِ
عقل اپنی زندگی کے مطابق اس کی بہتر شکل تلاش کریں۔ اور یہی باتیں ہیں کہ جن کا نام قناعت ہے اور صاحبانِ
زندگی کے ساتھ صبر کرنا ہے وہ تعبیر حق کو پہچاننا لازم رکھتا ہے۔ اور خوش بخت تکلیف نہ دے اور اکتساب
کرنے میں زیادتی کرے اور جو کچھ ہم نے رکھا ہے اس پر قائم کرے۔ نفس کے برے خوش ہونے والی مدح و ستائش
دینے سے جو عمل نہیں ہوسکتا ان لوگوں پر صبر کرنے سے خواہ وہ پرور ہوتے ہیں اور آخرت کو بہتری کے لئے
اختیار کرے اور نفس کو اس بات پر قائم کرتے ہیں کہ جو اچھا عمل کرے گا اسے اچھی جزا دی جائے گی اور جو برا
عمل کرے گا تم سے ویسی ہی جزا دی جائے گی۔ پس اس ... معرفت ... پہنچے اور حقوق ... تقویٰ اور
حقیقت پر عمل کرے اور خواہشوں کی پیروی سے نفس کو روکے اور شہوات ... پر ...
رہے، عمل کرے اور یقین و قوت کے ... اس کی معرفت ... جائے۔ ...
... وہ ... کسی ... کے ... گا۔
شہزادے نے کہا کون سا خلق زیادہ اچھا ... ہے۔ حکیم نے کہا ... کے ساتھ ... خوش
گفتاری اور ... سے پیش آنا۔
شہزادے نے کہا کون سی عادت زیادہ بہتر ہے؟ حکیم نے کہا وہ عبادت ... ہے ... مجھے
بتائیے ... نیکیوں ... محبت کرنا۔
شہزادے نے ... کون سا ... حکیم نے کہا ... بہتر ہے جو نیک کام کرے اور
... باتوں سے روکنے ...
شہزادے نے پوچھا کون سا دشمن سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ حکیم نے کہا گناہوں ... دشمن
ہیں۔
شہزادے نے کہا مجھے بتائیے کون سا نفس سب سے بڑھ کر ہے۔ حکیم نے کہا ... زندگی ...
... حاصل ہو جائے اس پر اکتفا کرنا۔
شہزادے نے کہا کون سا ادب زیادہ اچھا ہے؟ حکیم نے کہا دین کا ادب۔
پوچھا کون سی چیز زیادہ ظلم ... کرنے ... سے جواب دیا ... بادشاہ ...
شہزادے نے پوچھا کون سی چیز ... حکیم نے جواب دیا حریص کی وہ ... جو دنیا سے
سیر نہیں ہوتی۔
... حکیم نے کہا ...

اور حقّ میں لوگوں کی رضامندی کی خواہش کرنا۔

شہزادے نے پوچھا کون سی چیز زیادہ جلد تبدیل ہوتی ہے؟ بلوہر نے جواب دیا ان بادشاہوں کے دل جو دنیا کے لیے کام کرتے ہیں۔

شہزادے نے کہا مجھے بتائیے کہ کون سے گناہ ایسے ہیں جو زیادہ برے ہیں؟ حکیم نے کہا اللہ کے عہد کو قبول کرنا اور پھر اس سے خیانت کرنا۔

شہزادے نے کہا کون سی چیز جلد منقطع ہونے والی ہے؟ حکیم نے کہا فاسق کی محبت جلد ختم ہو جاتی ہے۔

شہزادے نے دریافت کیا کون سی چیز سب سے زیادہ خیانت کرنے والی ہے؟ بلوہر نے جواب دیا جھوٹے کی زبان سب سے زیادہ خائن ہے۔

شہزادے نے کہا کون سی چیز زیادہ چھپی رہتی ہے؟ بلوہر نے کہا دھوکہ دینے والے نفسوں کا شر۔

شہزادے نے دریافت کیا کون سی چیز دنیا کے حالات سے زیادہ مشابہ ہے؟ حکیم نے کہا کسی سونے والے کے جھوٹے خواب۔

شہزادے نے پوچھا کون لوگ رضا کے اعتبار سے افضل ہیں؟ بلوہر نے کہا وہ لوگ جو اللہ سے حسن ظن رکھتے ہوں زیادہ پرہیزگار ہوں اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ برتتے ہوں اور موت کو یاد رکھتے ہوں اور مدتِ حیات کے ختم ہونے کو پیش نظر رکھتے ہوں۔

شہزادے نے دریافت کیا دنیا کی کون سی چیز ایسی ہے جو دلوں کی ٹھنڈک ہے؟ بلوہر نے جواب دیا صاحب اولاد ہونا اور موافقت کرنے والی بیوی جو امور آخرت پر معین و مددگار ہو۔

شہزادے نے کہا کون سی بیماری ہے جو دنیا کے ساتھ متصل ہوتی ہے؟ بلوہر نے کہا کسی کا لڑکا بد تہذیب اور عورت بدقماش ہو کہ وہ ان سے چھٹکارا نہ پا سکے۔

شہزادے نے کہا دنیا کی کون سی آسودگی سب سے بہتر ہے؟ بلوہر نے کہا آدمی کا اپنے حصے پر راضی ہونا اور نیک لوگوں کے ساتھ محبت کرنا۔

پھر شہزادے نے حکیم سے کہا آپ اپنے آپ کو تھوڑا سا روک دیں کیونکہ میں آپ سے اہم ترین اشیاء کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ان چیزوں کے متعلق بصیرت عطا کی جن سے میں جاہل تھا اور مجھے رزقِ دین عطا کیا کہ جس سے میں مایوس تھا۔ حکیم نے کہا جو بات تم پر منکشف ہوئی ہے دریافت کرو۔

شہزادے نے کہا آپ کی رائے میں جس بچے کو بچپن میں سلطنت دے دی گئی اور جس کا دین بتوں کی پرستش ہے اور وہ دنیاوی لذتوں سے فائدہ حاصل کر رہا ہے اس سے متعود ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ مکمل مرد اور پھر بوڑھا

ہو جاتا ہے۔ اور وہ شدت تعلق سے اپنی جہالت کی وجہ سے اپنی حالت کو تبدیل نہیں کرتا اور نہ اپنے نفس کو خواہشات نفسانی کے پورے کرنے کی وجہ سے مقصود کے حاصل ہونے تک خالی رہتا ہے۔ اس وجہ سے کہ خواہشات اس کے لئے بہت بڑھ گئی ہیں اور اس پر اختیار حق نہیں رہا اور وہ اس پر جرأت رکھتا ہے۔ اور وہ ابھی جو انقلاب میں رفتہ رفتہ موت کو پاتا ہے اور طویل ہونے تک ان خواہشات کی محبت اس کے دھوکے اور اس کے فکر میں مستغرق رہتا ہے اور وہ اپنی قوم اور صاحبان رحمت کے لئے محرومی محبت کا موجب ہے اور اس کی بصیرت نے اس کو چھوڑ دیا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی آخرت کے امور سے بھی جاہل و غافل رہا اور اس کو اس سے حقیقت تھی اور اس کے قلب کے اندر قساوت پیدا ہو گئی اور خبث نیت اور تنگی پیدا ہو گئی اور اس کی عداوت دوستوں کی مخالفت اور پوشیدہ اشخاص جو اس کے نظام سے نکلنا چاہتے ہیں کے سے شدت پکڑ گئی۔ کیا ان نزاعات میں جب میں اس کی عمر طویل ہو جائے اس کی تمنا کرتا ہے کہ وہ اس سے نکل جائے۔ اور اس قفس کی طرف کہ جو روشنی ہے اور اس جنت کی طرف کہ جو واضح ہے اس کا نکلنا درست ہو سکتا ہے؟ اور دین کا سب سے بڑا حصہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے گزرے ہوئے گناہوں سے جس مغفرت کی تمنا کرتا ہے اور جو کچھ اس دین میں اچھے ثواب کی تمنا کرتا ہے تو وہ اسے حاصل کرے گا؟

حکیم نے کہا: تم نے اس بات کو جان لیا ہے اور اس مسئلے میں تم کیا چاہتے ہو؟

شہزادے نے کہا: عقل و فہم کے ذریعے جو فضل آپ کو عطا کیا گیا ہے میں اس کا منکر نہیں ہوں اور نہ جس علم سے آپ کو مخصوص کیا گیا ہے اس کا منکر ہوں۔

حکیم نے کہا: اس صفت کا حامل بادشاہ ہے اور وہ شخص ہے جس کی ملامت سے تمہیں دعوت دی جس سے تم نے روایت کیا اور جس سے اس امر کا اعتقاد کیا۔ اور یہ کہ اگر اللہ نے عذاب کا وعدہ کیا تھا مگر اس انسان پر اس کی خواہش کے مطابق شفقت کی اس کے ساتھ ساتھ تم نے اللہ کے ثواب کا اور حق کے بارے میں قصد کیا ہے جو تم نے قرار دیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم لطف و مہربانی میں عدل کی انتہا تک پہنچنا چاہتے ہو۔ تم ایک بہت بڑے خطرے سے خود کو نکال لو اور اس ہمیشہ کی مصیبت سے خود کو بچا لو کیونکہ اللہ کے عذاب سے بچاؤ ممکن نہیں مگر یہ کہ اسی کی مدد شامل حال ہو۔

شہزادے نے کہا کہ آپ کی جو مراد ہے اس سے مجھے محروم نہ کریں بلکہ آپ اپنے سے مطلع کیجئے اس ثواب کے بارے میں جو بادشاہ کو اپنی موت کے مستحق ہوتا ہے جس سے وہ حسرت و ندامت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کوئی شے اس کی کفایت نہیں کرتی۔ آپ مجھے اس کے بارے میں یقین دلائیے۔ اور آپ میرے شدت غم کو مجھ سے دور فرمائیے کیونکہ اس کے بارے میں میرے پاس کوئی حیلہ نہیں ہے۔

حکیم نے کہا کہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ ہم مخلوق کو اس کے خالق اللہ عزوجل کی رحمت سے دور اور اس کی رحمت

سے مایوس نہیں کرسکتے جب تک اس میں روح باقی رہے خواہ وہ سرکش جبار و نگر ہو کیونکہ ہم نے اپنے پروردگار کی توصیف مہربان رحیم و رحمت سے کی ہے اور اس پر ایمان کی دلالت کی ہے اور جس کے لئے استغفار و توبہ کا حکم دیا ہے اس میں ان شاء اللہ تمہاری حاجت و ضرورت کے مطابق تمہاری خواہش کا فضل ہے۔ اور لوگوں کا خیال ہے کہ کسی زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جو عظیم شہرۂ آفاق لشکر تھا مہربان محافظ تھا جو اپنی قوم و ملت میں عدل اور اپنی رعایا کے صلاح حال میں کوشاں رہتا تھا وہ اسی طرح اچھی حالت میں عرصہ دراز تک زندہ رہنے کے بعد مرگیا تو اس کی قوم نے اس کا سوگ منایا۔ اس کی بیوی حاملہ تھی تو نجومیوں اور کاہنوں نے بتایا کہ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو ان کے ملک کا منتظم و مدبر ہوگا جو کوئی شخص اس کے زمانہ سلطنت میں ہوگا دیکھ لے گا۔ تو نجومیوں اور کاہنوں کے کہنے کے مطابق یہ معاملہ طے پا گیا اور اس حمل سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے اس کی یوم پیدائش سے ایک سال تک گانے بجانے کھیل تماشے اور شراب نوشی اور کھانے پینے کا جشن منایا۔ اس کے بعد ان کے اہل علم، صاحب علم و خرد اور عارف باللہ اشخاص نے عوام الناس سے کہا کہ یہ مولود اللہ کا عطیہ ہے اور تم نے اس کے غیر کا شکریہ ادا کیا اور اگر یہ غیر اللہ کا عطیہ ہے تو تم نے اس کا حق ادا کردیا کہ جس نے تم کو عطیہ دیا لیکن جس نے تم کو رزق بخشا تم نے اس کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی؟ تو عوام الناس نے ان لوگوں سے کہا کہ اس مولود کو ہمیں اللہ نے بخشا ہے اور اس کے علاوہ کسی نے ہم پر احسان نہیں کیا ہے۔ علماء نے کہا کہ اگر اس بچہ کو اللہ ہی نے بخشا ہے تو تم اس کے غیر کو جس نے تم کو عطا نہیں کیا تھا راضی کرلیا اور اس اللہ کو ناراض کردیا جس نے اس کو تمہیں عطا کیا تھا تو رعایا نے ان علماء سے کہا کہ اے عالمو! ہمیں نصیحت کرو اور اے عالمو! ہمیں آگاہ کرو تاکہ ہم تمہاری بات کی پیروی کریں اور تمہاری نصیحت کو مانیں اور تمہارے علم کے مطابق چلیں۔ علماء نے کہا کہ ہماری یہ رائے ہے کہ موسیقی، لہو و لعب اور نشہ اور شیطان کی پسندیدہ اشیاء ہیں پس اس کی پیروی سے انحراف کرو اور اللہ عزوجل کی خوشنودی کی خواہش اور اس کی نعمتوں کا شکریہ شیطان کے بجائے کرو تاکہ جو کچھ تم سے ہوا ہے وہ اس سے تم کو معاف کردے۔ رعایا نے کہا کہ آپ لوگوں نے جو فرمایا اور حکم دیا ہے ان تمام باتوں کا بار ہم نہیں اٹھا سکتے۔ علماء نے کہا کہ اے جاہلو! تم اس کے مطیع کس طرح ہوگئے جس کا تم پر کوئی حق نہیں ہے اور تم اس کی نافرمانی کرتے ہو جس کا حق تم پر واجب ہے اور تم کس طرح نامناسب بات پر قوی و قادر ہوگئے اور اس چیز سے جو مناسب ہے ضعیف اور کمزور ہوگئے۔ عوام الناس کہنے لگے کہ اے حکماء کے پیشوا ہم میں شہوات نفسانی بڑھ گئی ہیں اور لذات دنیوی کی کثرت ہوگئی ہے تو ہم کو جو عادات کے اعتبار سے عظیم معلوم ہوتی ہیں انہوں نے قوی کردیا اور ہماری نیتیں اور ارادے ضعیف ہوگئے تو ہم بھاری بوجھ اور مشکل کام کے اٹھانے سے عاجز ہوگئے پس آپ لوگ ہماری ان سے بازگشتگی پر راضی ہوجائیں اور ان تمام بار کو اٹھانے میں ہمیں مہلت دیں نہ فرمائیں۔ اب علماء نے ان سے کہا کہ اے جاہلوں کے گروہ کیا تم جہل کے بیٹے اور گمراہی کے بھائی

نہیں ہو جاتی ہے حقیقت تم کو اس کی معلوم ہو رہی ہے اور سعادت ہماری لگ رہی ہے۔ تو عوام الناس نے ان سے کہا کہ اے سردار ان حکماء و قائدین علماء! ہم آپ کی اس سختی و عتاب سے اللہ کی مغفرت کے ساتھ پناہ چاہتے ہیں۔ اور ہم آپ کی طرف سے ہمیں ہماری طرف منسوب ہونے پر عفو و درگذری کے مدد سے پردہ پوشی چاہتے ہیں لہذا ہم کو ملامت نہ کیجئے اور نہ ہماری کمزوری کو عار سے تعبیر کیجئے اور نہ ہم پر جہالت کا عیب لگائیے۔ کیونکہ اگر ہم اللہ کی طاعت اس کے عفو اور عمل و حسنات کی کمزوری کے ساتھ کریں گے اور ہم اس کی عبادت اس شخص کی طرح کریں گے جس نے ہماری خواہشات کو باطل ٹھہرا دیا تو ہم اپنی حاجت کو حاصل کریں گے اور اللہ ہماری قناعت کو پائے گا۔ اور ہم پر رحم کرے گا جس طرح اس نے ہم کو خلق کیا۔ پس جب انہوں نے یہ کہا تو ان کے علماء نے ان سے اقرار کیا اور ان کے قول سے راضی ہوئے اور انہوں نے پورے سال نماز روزہ عبادت اور صدقات ادا کئے۔ پس جب وہ لوگ یہ کر چکے تو کاہنوں نے کہا کہ اس ذات نے کہ جس نے اس مولود کی پیدائش سے قوم پر احسان کیا ہے بتا دیا ہے کہ یہ بادشاہ قاہر ہو گا اور نیک بھی ہو سکتا اور سرکش بھی ہو سکتا ہے اور متواضع بھی۔ کبھی یہ برائی کا مرتکب ہو سکتا ہے اور کبھی احسان کرنے والا بھی۔ نجومیوں نے بھی ایسا ہی بتایا۔ تو ان کاہنوں اور نجومیوں سے کہا گیا کہ تم نے یہ باتیں کس طرح کہیں؟ کاہنوں نے کہا کہ ہم نے یہ بات اس لئے کہی کہ اس کی پیدائش پر جیسے لہو و لعب، گانا بجانا اور باطل کام کئے گئے اور اس کے بعد اس کے برخلاف کیا گیا۔ نجومیوں نے جواب دیا کہ ہم نے یہ بات زہرہ اور مشتری کے اعتدال سے اخذ کی ہے کیونکہ یہ بچہ شرافت کے ساتھ پیدا ہوا ہے جس کی عظمت کی تعریف نہیں کی جا سکتی اور خوشی و شادمانی کی حالت میں پیدا ہوا ہے کہ جس کی مکمل توصیف نہیں کی جا سکتی اور ظلم کے ساتھ پیدا ہوا ہے جس کی برداشت کی کوئی طاقت و قدرت نہیں رکھتا پس وہ ظلم و جور و ستم کے احکامات جاری کرے گا اور حقوق غصب کرے گا اور اس کے محبوب ترین وہ لوگ ہوں گے جو اس کی موافقت کریں گے اور وہ لوگ ناپسندیدہ ہوں گے جو ان تمام امور میں اس کی مخالفت کریں گے اور وہ شباب، صحت قوت، عمر اور فکر کی وجہ سے غافل رہے گا اور وہ اسی میں سرور و مسرت میں مبتلا رہے گا۔ اور وہی دیکھے گا جو اس کو پسند ہے اور وہی سنے گا جس کی اس کو خواہش ہے

غرض جب وہ [illegible] سال کا ہو گیا تو اس نے بادشاہ کی اولاد میں سے عورتوں، بچوں اور لڑکوں، پردہ دار خواتین، عورتوں، بہترین گھوڑوں سواروں، رنگ برنگ کی عمدہ سواریوں اور کنیزوں اور خدمت گاروں کو جمع کیا اور ان کو بہترین لباس پہننے کو کہا اور یہ کہ وہ اچھی طرح بناؤ سنگھار کریں۔ اس نے حکم دیا کہ مطلع شمس مشرق کے مقابل جلسہ گاہ تعمیر کریں۔ جس کی زمین کی سطح سونے کی ہو جو مختلف جواہرات سے جڑی ہوئی ہو۔ جس کی لمبائی ایک سو بیس گز اور چوڑائی ساٹھ گز ہو۔ جس کی چھت اور دیواریں سونے سے آراستہ ہوں اور جو قیمتی دیوارات، طرح طرح کے جواہرات اور منظم و مرتب عمدہ موتیوں سے سجائی جائے اور طرح طرح کے امور و ستاح کے لئے حکم دیا جو

دروازوں سے نکالے گئے اور راستہ کے دونوں جانب چھپا دیئے گئے اور اس نے اپنے لشکر، اپنے اصحاب، مطیع افراد، کاتبوں، پرچہ نویسوں، حاجبوں، اپنے شہر کی عظیم ہستیوں اور علماء کو حکم دیا کہ وہ آئیں تو وہ سب کے سب مسلح شہ سوار بہترین شکل و صورت میں اپنی صفوں میں حاضر ہوگئے پھر وہ اپنے مقامات اور اپنے اعلیٰ درجات کے مطابق گھوڑوں کے ساتھ کھڑے ہوگئے، اس بادشاہ نے یہ خیال کیا تھا کہ وہ بہترین و اعلیٰ نظارہ دیکھے گا کہ جس سے اس کو مسرت حاصل ہوگی اور اس سے آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوگی۔ پھر وہ چل کر نشست گاہ تک پہنچا اور تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوا تو سب نے اس کو سجدہ کیا۔ اس نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ میں نے اپنی رعایا کا ایک اچھا منظر دیکھا اور اب میں اپنی شکل و صورت دیکھنا چاہتا ہوں چنانچہ اس نے آئینہ منگوایا اور اپنے چہرہ کو دیکھا۔ وہ اس آئینہ میں نگاہوں کو الٹ پلٹ کر رہا تھا کہ اس کو اپنی ڈاڑھی کے سیاہ بالوں میں سفید روپے کی طرح ایک بال نظر آیا جس سے اس کو خوف و وحشت محسوس ہوئی اور اس کی حالت متغیر ہوگئی اور دل شکستگی و حزن کا اس کے چہرے سے اظہار ہونے لگا اور ساری مسرت اس سے رخصت ہوگئی۔

پھر اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ وقت میرے شباب میں موت کی خبر دے رہا ہے اور مجھ پر ظاہر کر رہا ہے کہ میرا ملک منتشر ہو جانے والا ہے اور مجھ کو تخت سلطنت سے اتار کر ذلیل کیا جائے گا۔ پھر کہنے لگا کہ یہ وقت موت کا پیش خیمہ اور مصیبت کا قاصد ہے جس کو مجھ سے کوئی حاجب نہیں روک سکتا اور نہ کوئی محافظ منع کر سکتا ہے۔ یہ مجھ کو موت سے مطلع کر رہا ہے اور زوال سلطنت کی خبر دے رہا ہے۔ میری خوبصورتی اور رعنائی کو تبدیل کرنے اور میری خوشی اور مسرت کو ختم کرنے اور قوت کو گھٹانے میں کتنی جلدی کر رہا ہے۔ جس کو مجھ سے قلعوں اور پناہ گاہوں نے نہیں روکا اور جس کو مجھ سے لشکروں نے نہیں بچایا۔ یہ وقت شباب و قوت کا چھیننے والا ہے۔ عزت و ثروت کا مٹانے والا، لوگوں میں جدائی پیدا کرنے والا، دوستوں اور دشمنوں میں میراث تقسیم کرنے والا، اور عیش زندگی کو تباہ کرنے والا، لذتوں کو بدمزہ کرنے والا، عمارتوں کو ویران کرنے والا، مجمع کو متفرق کرنے والا، بلند کو پست کرنے والا اور قوی کو ذلیل کرنے والا ہے۔ اس نے مجھ پر بوجھ لاد دیئے ہیں اور اس نے مجھ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

پھر وہ خوف زدہ اپنی نشست گاہ سے اتر کر چلا اور لشکروں کو جمع کیا، اپنے با اعتماد لوگوں کو بلایا اور کہنے لگا اے سرداران قوم جب سے میں بادشاہ ہوا اور تمہارے امور کا نگراں ہوا میں نے تمہارے بارے میں کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ اے پسندیدہ بادشاہ ہمارے نزدیک آپ کی مصیبت عظیم ہے اور ہماری جانیں آپ کی طاعت میں معروف ہیں پس آپ اپنے اس امر کے متعلق بتایئے۔ بادشاہ نے کہا کہ ایک خطرناک دشمن رات کے وقت آیا تم نے اس کو مجھ تک نہیں روکا حالانکہ تم میری جماعت اور اعتبار کے لوگ ہو۔ ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ وہ دشمن کہاں ہے؟ کیا وہ دکھائی دیتا ہے یا نہیں دکھائی دیتا؟ بادشاہ نے کہا وہ اثر کے ذریعہ دکھائی دیتا ہے اور اسے آنکھیں نہیں دیکھتی ہیں۔

ب صاحبان علم و خرد نے کہا اے بادشاہ آپ ہماری جماعت کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارے پاس برکت و سکون ہے اور ہم میں صاحبان عقل و فہم ہیں پس ہمیں اس کا حکم دیجیے ہم ہر بلا کو آپ سے (اس قوت کے ذریعے) روک دیں گے۔ بادشاہ نے کہا میں تم پر سب سے زیادہ مغرور ہو گیا اور میں نے غلط جگہ اور موقع پر اعتماد کیا جبکہ میں نے تم کو اپنے خواص بنایا۔ میں نے تم کو مال و دولت عطا کیا۔ تمہارے شرف کو بلند کیا اور تم کو لوگوں کے مقابلہ میں خواص بنایا تاکہ تم دشمنوں سے میری حفاظت کرو اور ان سے میری نگہداری کرو۔ پھر اس کے بعد میں نے شہروں کی تعمیر اور مضبوطی اور ہتھیاروں کی فراہمی سے تمہاری تائید کی اور تم سے ہر رنج و اندوہ کو دور کیا اور تم کو شجاعت دکھانے اور حفاظت کے لیے فارغ کیا اور میں تمہاری ذمہ داری ہوں۔ انہیں پر فقط فکر مسلط ہوا اور اپنی عمارت پر خوف کے آنے سے ڈر بھی نہیں گھبرایا کیونکہ تم اس میں بیٹھے ہو اور طاعت گزار ہو۔ میں چلا تو تم میرے ارد گرد تھے اور میں بیٹھا تو تم میرے ساتھ تھے پس اگر یہ تمہاری کمزوری کی وجہ سے ہو تو میں اپنے امور میں تم پر بھروسہ کرنے سے نہیں ڈرتا اور اگر یہ تمہاری غفلت کا نتیجہ ہے تو تم نصیحت کے قابل نہیں ہو اور نہ میری شفقت و مہربانی کے لائق ہو۔ ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ جس چیز کا دفاع ہم لشکر اور قوت سے کر سکتے ہیں تو وہ ان شاء اللہ ہماری زندگی میں آپ تک نہیں پہنچ سکے گی لیکن جو چیز دکھائی نہیں دیتی تو اس کا علم ہم کو نہیں ہے اور اس سے ہماری قوت و قدرت عاجز ہے۔

بادشاہ نے کہا کیا تم نے عہد نہیں کیا تھا کہ تم مجھ کو میرے دشمن سے بچاؤ گے انہوں نے کہا ہاں۔ بادشاہ نے کہا کیا تم مجھ کو اس دشمن سے محفوظ رکھو گے جو مجھ کو نقصان پہنچائے یا اس دشمن سے جو نقصان و ضرر پہنچائے انہوں نے جواب دیا اس دشمن سے آپ کی حفاظت کریں گے جو آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ بادشاہ نے کہا کیا تمام ضرر رساں لوگوں سے یا کسی ایک سے؟ انہوں نے کہا ہر ضرر رساں سے۔ بادشاہ نے کہا قاصد ارواح میرے پاس آچکا ہے کہ جو مجھے میری سلطنت کے متعلق خبر دے رہا ہے کہ جو کچھ میں نے آباد کیا ہے اس کو وہ اجاڑ دینا چاہتا ہے اور جو کچھ میں نے تعمیر کیا ہے اس کو ڈھانے کا ارادہ کر رہا ہے اور جو کچھ میں نے اکٹھا کیا ہے اس کو متفرق و منتشر کرنا چاہتا ہے اور جو کچھ میں نے صلاح کی ہے اس کو فاسد کر دینا چاہتا ہے اور جو کچھ میں نے جمع کیا ہے اس کو فضول خرچ کرنا چاہتا ہے، جو میں نے کام کیے ہیں ان میں جلدی کرنا چاہتا ہے۔ جس کو میں نے مضبوط بنایا ہے دشمن اس کو کمزور کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اسی میں دشمنوں کی خوشی بھی ہے جن کی آنکھیں میری مصیبت کی وجہ سے ٹھنڈک محسوس کریں گی۔ اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ وہ میری وجہ سے ان کے سینوں کو شفاء عطا کرے اور اس نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ جلد ہی میرے لشکر کو شکست دے دے گا، میری انسیت کو وحشت میں تبدیل کر دے گا میرے عزو وقار کو ختم کر دے گا اور میرے بچوں کو یتیم کر دے گا۔ میری جماعت کو منتشر کر دے گا۔ میری وجہ سے میرے بھائیوں، اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو دردناکی میں مبتلا کر دے گا۔ وہ میرے اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ میرے دشمنوں کا قیام میرے

مخالفت نہیں کرے گا۔

ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ ہم آپ کی حفاظت لوگوں، درندوں، زہریلے کیڑوں اور زمین پر رینگنے والے جانوروں سے کر سکتے ہیں۔ لیکن اس آزمائش سے بچانے اور روکنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے۔ تو بادشاہ نے پوچھا مجھ کو اس سے بچانے کی کوئی ترکیب ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ بادشاہ نے کہا لیکن تم اس کے علاوہ ایک چیز کی طاقت رکھتے ہو۔ انہوں نے پوچھا وہ شے کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا وہ بیماریاں اور غم و اندوہ ہیں۔ ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ ان اشیاء کو قوت لطیف عطا ہوئی ہے اور یہ جسم و نفس پر حملہ آور ہوتی ہیں اور وہ آپ تک بغیر پہچانے پہنچ جاتی ہیں اور آپ سے چھپ نہیں سکتی ہیں اگرچہ پوشیدہ ہوں۔ بادشاہ نے کہا اس کے علاوہ ایک اور مسئلہ ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو قضا سے سبقت لے گئی؟ انہوں نے کہا اے بادشاہ وہ کون شخص ہے جو قضا پر غالب آئے اور پھر مغلوب نہیں ہو؟ کون ہے وہ شخص جس نے اس کی مخالفت اور دشمنی کی اور مغلوب نہیں ہوا۔ بادشاہ نے کہا تمہارے پاس اس کا کیا حل ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہم قضاء کے دفاع کی قدرت نہیں رکھتے اور توفیق و درستگی سے دور ہیں۔ لیکن آپ کیا چاہتے ہیں؟ بادشاہ نے کہا میں ایسے ساتھی چاہتا ہوں جو دوستی کا عہد کریں اور میرے وفادار رہیں اور ان کی ہمدردانہ محبت میرے لئے برقرار رہے اور موت ان کو مجھ سے حجاب میں نہ رکھ سکے اور بلاء و آزمائش ان کو میری ہم نشینی سے روک نہ سکے، ان کے لئے میری صحبت سے محرومی محال ہو اور وہ مجھ کو تنہا نہ چھوڑیں خواہ میں مر ہی جاؤں۔ اور اگر میں زندہ ہوں تو وہ مجھ کو کسی دوسرے کے سپرد نہ کر دیں۔ مجھ سے امر موت کا دفاع کریں۔ جس سے تم عاجز ہو۔ انہوں نے کہا وہ کون لوگ ہیں جن کی تعریف و توصیف آپ نے کی ہے؟ بادشاہ نے کہا وہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تمہاری دوستی کو فاسد کر دیا ہے۔ ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ! کیا آپ ہم پر اور ان پر احسان نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کے اخلاق مکمل ہیں اور آپ بہت مہربان ہیں؟ بادشاہ نے کہا اب تمہاری ہم نشینی میرے لئے زہر قاتل ہے اور تمہاری اطاعت میں گراں گوشی و نابینائی اور تمہاری موافقت میں گونگا پن ہے۔ ان لوگوں نے کہا اے بادشاہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ بادشاہ نے کہا تمہاری ہم نشینی تونگری اور مالداری کی وجہ سے ہے اور تمہاری دوستی جمع ہونے پر ہے اور تمہاری اطاعت و فرمانبرداری انتظار منفعت کی وجہ سے ہے۔ تم نے مجھ کو معاد سے روکا اور میرے لئے دنیا کو زینت دیا اور اگر تم مجھ کو نصیحت کرتے اور مجھ کو موت سے متعلق بتاتے اور یاددہانی کراتے اور اگر تم مجھ سے ہمدردانہ رویہ رکھتے تو تم مجھ سے اس آزمائش و امتحان کا تذکرہ کرتے اور میرے لئے وہ جمع کرتے جو باقی رہتا اور میرے لئے کثرت مال و دولت کی کوشش نہ کرتے جو فنا ہو جائیں گے تو یہ منفعت جس کا تم نے دعویٰ کیا ہے ضرر و نقصان ہے اور یہ محبت عداوت ہے میں نے اس کو تم پر لوٹا دیا ہے۔ ان میں سے مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے

ان لوگوں نے کہا: اے صاحب حکمت و پسندیدہ اخلاق بادشاہ! ہم نے آپ کی بات سمجھ لی اور دل سے اس کو قبول کر لیا اور ہم آپ کے خلاف کوئی دلیل نہیں دے سکتے ہیں کیونکہ ہم نے مقام حجت دیکھ لیا ہے۔ لہٰذا ہمارا اپنی حجت سے سکوت اختیار کرنا ملک کی تباہی، ہماری دنیا کی ہلاکت اور ہمارے دشمن کی شماتت کا باعث ہوگا۔ ہم کو ایک امر عظیم پیش آگیا ہے جس نے ہمیں آپ کی رائے سے تبدیل کر دیا ہے۔ بادشاہ نے کہا: بے خوف ہو کر کہو اور جو کچھ تم پر ظاہر ہو بغیر مرعوب ہوئے بیان کرو۔ کیونکہ میں اب تک ہٹ دھرمی اور غرور و تکبر سے مغلوب تھا اور آج میں ان دونوں پر غالب ہوں۔ آج تک میں ان دونوں (حمیت و غرور) کے زیر اثر تھا لیکن آج میرا ان دونوں پر غلبہ ہے۔ وہ میں آج تک تمہارا بادشاہ تھا اور میں نے تم کو مملوک غلام بنا رکھا تھا اور آج میں آزاد ہوں اور تم میری سلطنت کے آزاد کردہ لوگ ہو۔ ان لوگوں نے کہا: اے بادشاہ! آپ کس سبب سے مملوک غلام تھے جبکہ آپ ہمارے بادشاہ تھے؟ بادشاہ نے کہا: میں اپنی خواہشات کا غلام، عقل کا دشمن اور خواہشات نفسانی کا پجاری تھا۔ تو میں نے ان کی اطاعت کو جڑ سے قطع کر دیا۔ اور ان سب کو پس پشت ڈال دیا۔ ان لوگوں نے کہا: اے بادشاہ! آپ نے کس چیز کا تہیہ کیا ہے؟ بادشاہ نے کہا: میں نے عجز اور عبادت کے لئے خلوت نشینی، اس غرور کے ترک، اس بار کو اپنی پشت سے اتارنے، موت کے لئے تیار ہونے اور بلاء کے دفاع کا تہیہ کیا ہے کیونکہ اس کے ایلچی نے مجھ کو بتایا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے کہ جب تک مجھے موت نہ آئے وہ میرے ساتھ رہے اور قیام کرے۔ ان لوگوں نے کہا: اے بادشاہ! وہ کون سا ایلچی ہے جو آپ کے پاس آیا اور جس کو ہم نے نہیں دیکھا اور جو موت کا ایلچی جیسا ہے جس کو ہم نہیں پہچانتے؟ بادشاہ نے جواب دیا: اس کا قاصد یہ سفیدی ہے جو سیاہی میں چمک رہی ہے اور جو ہر شے میں زوال کو چیخ چیخ کر بتا رہی ہے۔ تو ان لوگوں نے اس کو تسلیم کیا اور یقین کر لیا کہ موت کا ایلچی قریب آ چلا ہے کہ جس کا راستہ یہ سفیدی ہے۔

ان لوگوں نے کہا: اے بادشاہ! کیا آپ سلطنت چھوڑ دیں گے؟ اور اپنی رعایا کو رلائیں گے اور آپ اپنی قوم کو بغیر والی و وارث چھوڑنے کے گناہ سے کیوں خوف نہیں کھاتے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ سب سے بڑا اجر لوگوں کی خیر خواہی اور بھلائی چاہنے میں ہے۔ اور یہ کہ بہترین اصلاح قوم و جماعت کی فرمانبرداری ہے۔ پھر آپ اس گناہ سے ذرا بھی خوف نہیں کرتے؟ اور خواص کی صلاح کے اجر کی امید سے زیادہ عوام کی ہلاکت اور تباہی کے گناہ سے بچنے کی فکر کرنا چاہیے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ افضل عبادت عمل ہے اور سب سے زیادہ سخت عمل حکمرانی اور امور مملکت کی انجام دہی ہے۔ پس اے بادشاہ! آپ میں جتنی قدرت و طاقت ہو اپنی رعایا پر توجہ مبذول کریں۔ اپنی تدبیر سے ان کی بہتری چاہیں۔ کیونکہ آپ جتنا ان کی بہتری کے لئے کام کریں گے اتنا ہی اجر آپ کو ملے گا۔ اے بادشاہ! کیا یہ نہیں ہے کہ اگر آپ اپنی قوم کی درستی کے اختیار سے ہاتھ اٹھائیں گے (الگ ہو جائیں گے) تو یہ ان کی تباہی اور بربادی چاہنے کا مصداق ہوگا پس ان کے بارے میں آپ کا گناہ اس سے بڑھ کر اٹھائیں گے کہ جتنا آپ خواص کے لئے اجر چاہتے ہیں

اے بادشاہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ علماء ڈرتے ہیں کہ جس نے نفس کو برباد کیا تو وہ اپنے نفس کے لئے سبب فساد بنا اور جس نے اس کو درست حالت میں رکھا تو اس نے اپنے جسم کو درست حالت میں رکھا اور یہ دنیا کو چھوڑ دینے سے بڑھ کر کون سا فساد ہو سکتا ہے کہ جس کے آپ جیسے دور رہنما ہیں اور اس قوم کے ساتھ ترک تعلق کرے کہ جس کے ناظم آپ ہیں۔ اے بادشاہ آپ اس سے الگ رہیں گے اور لباس شاہی اتار دیں گے جو کہ دنیا و عوام کے شرف کا وسیلہ ہے؟ بادشاہ نے کہا جو کچھ تم نے بیان کیا میری سمجھ میں آگیا اور جو باتیں تم لوگوں نے کہی ہیں میری عقل میں آگئی ہیں اگر میں بادشاہت کو تم پر عدل و انصاف کرے اور اللہ تعالیٰ سے اجر کے لئے چاہوں تو میں تمہارے بارے میں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیا تم سب لوگ دنیا اور اس کی خواہشات و لذات کے مشتاق و شیدائی نہیں ہو؟ اور مجھے اس کا یقین ہے کہ میں اس حال پر باقی رہوں گا جس کو میں چھوڑ دینا اور ترک کرنا چاہتا ہوں۔ تو اگر میں ایسا کروں گا تو میں عظمت کی حالت میں مر جاؤں گا جو مجھے تخت سلطنت سے اتار کر زمین بوس کر دے گی اور مجھ کو سونے سے بنے ہوئے لباس اور قیمتی جواہرات کے بجائے مٹی کا لباس پہنا دے گی اور کشادہ محل کے بعد تنگ جگہ میں داخل کر دے گی اور کرامت و شرافت کے بعد چادر رسوائی پہنا دے گی تو میں تنہا ہو جاؤں گا اور اس تنہائی میں تم لوگوں میں سے کوئی میرے ساتھ نہیں ہو گا تم مجھ کو آبادی سے نکال کر ویرانے کے سپرد کر دو گے۔ اور میرے گوشت کو درندوں پرندوں اور کیڑوں مکوڑوں کے لئے چھوڑ دو گے۔ اور مجھے چیونٹی اور اس سے بڑھ کر شیر کھا لیں گے۔ میرا جسم کیڑوں سے پر اور سڑی ہوئی لاش کی طرح ہو جائے گا۔ ذلت میری ساتھی ہو گی اور عزت میرے لئے عیب ہو گی۔ تم لوگ مجھ سے زیادہ محبت کے اظہار میں دفنانے میں جلدی کرو گے۔ اور مجھے اور میرے اعمال تنگ اور بکھرے ہوئے گناہوں کے درمیان تنہا چھوڑ دو گے تو یہ حسرت مجھ کو وراثت میں ملے گی اور مجھ کو انجام میں غضب ملے گا۔ اور تم لوگوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ مجھ کو نقصان پہنچانے والے دشمن سے بچاؤ گے۔ اس وقت تمہارے پاس اس کو روکنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ تمہارے پاس قوت و قدرت ہے اور نہ کوئی راستہ ہے۔ اے لوگو میں خود کو فریب دے رہا ہوں یا تم فریب دے رہے ہو؟ اور تم نے پر فریب اور بیہودہ باتوں کا جال لگا رکھا ہے۔

تو ان لوگوں نے جو بیٹھے ہوئے تھے بادشاہ سے کہا ہم وہ نہیں ہیں جو تھے اور آپ بھی وہ نہیں ہیں جو تھے وہ ہمیں بھی اس نے بدل دیا ہے جس نے آپ کو بدل دیا ہے اور اسی نے ہم کو تبدیل کر دیا ہے جس نے آپ کی حالت میں تغیر پیدا کیا ہے تو اب ہماری توبہ کو قبول فرمائیں اور ہم کو مفید مشورہ و نصیحت فرمائیے۔ بادشاہ نے کہا فی الحال میں تمہارے اس عمل و فعل کے ساتھ قیام کرتا ہوں لیکن جب تم اس کے برخلاف کرو گے تو تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد وہ بادشاہ اپنے ملک پر سلطنت کرتا رہا اور اس کا تمام لشکر اس کی سیرت پر عمل کرتا رہا۔ وہ عبادت و خلوت میں مصروف رہے۔ اس کا ملک سرسبز و شاداب ہو گیا دن کے دشمن مغلوب ہو گئے اور اس کی سلطنت میں اضافہ ہوا۔

اور اسی طریقہ و سیرت پر جتنے سال گزر گئے تا اینکہ وہ بادشاہ مر گیا اور مجموعی طور پر وہ پچاس سال زندہ رہا۔

یوذاسف نے کہا میں اس قصہ کو سن کر بہت خوش ہوا ہوں اس جیسا کچھ اور بیان کیجیے جو میری خوشی اور شکر رب میں زیادتی کا باعث ہو۔

حکیم نے کہا مجھ تک یہ پہنچا ہے کہ نیک بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ اور اس کے لشکری خوف خدا رکھتے تھے اور اس کی عبادت کرتے تھے اور اس کے باپ کی سلطنت پر جمے ہوئے رہتے تھے اور ان کے درمیان اتفاق تھا لیکن شہزادہ ان شہروں کے دشمن کو کم کرتا تھا اور ان لوگوں کو پرہیزگاری، خوف خدا، اللہ سے امداد چاہنے اور اس کی نگہبانی و پناہ کے لئے کہتا تھا پس جب وہ بادشاہ ہوا تو اس نے اپنے دشمن کو مغلوب کیا، رعایا کو یکجا کیا اور شہروں میں درستی پیدا کی اور اپنے ملک کا انتظام کیا۔ پھر جب اس نے خود پر فضل الٰہی دیکھا تو مال و دولت نے اس کو سرکش اور متکبر بنا دیا اور وہ بہک گیا اور یہاں تک کہ اس نے عبادت الٰہی کو ترک کر دیا اور اس کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اور جو اللہ کی عبادت کرتے تھے ان کے قتل میں سرگرمی دکھائی۔ اس کی حکومت کافی عرصہ تک قائم رہی اور اس کی مدت کافی طویل ہو گئی اور لوگ اس کی بادشاہت سے پہلے جس حق پر تھے اسے بھول گئے، نشہ میں سرشار ہو گئے۔ اس کے احکامات کی اطاعت میں لگ گئے گمراہی کی طرف دوڑ پڑے اور اسی ڈگر پر برقرار رہے پھر انہی ماؤں میں ان کے بچوں نے پرورش پائی ان میں کوئی شخص اللہ کی بندگی نہیں کرتا تھا اور اس کا نام تک نہیں لیتا تھا۔ اور وہ سوائے اس بادشاہ کے اللہ کو نہیں مانتے تھے۔ حالانکہ شہزادہ نے اپنے باپ کی زندگی میں اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ کبھی بادشاہ ہوا تو طاعت الٰہی کے سلسلہ میں ایسے امور انجام دے گا جو اس سے قبل بادشاہوں نے انجام نہیں دیئے تھے اور نہ وہ اس کی قدرت و استعداد رکھتے تھے۔ مگر جب وہ بادشاہ بنا تو اس نے اپنی پہلی روش اور نیت کو بھلا دیا اور بدمست شرابی کی طرح نشہ میں مخمور ہو گیا۔ نہ اس کا نشہ اترا اور نہ ہوش میں آیا۔ بادشاہ کے احسان مندوں میں ایک مرد صالح بھی تھا جو اس کے مصاحبوں میں زیادہ قدر و منزلت رکھتا تھا تو اس کو بادشاہ کی دین میں گمراہی اور اللہ سے عہد کی فراموشی پر دکھ اور غم ہوا اور جب بھی وہ چاہتا کہ اس کو نصیحت کرے تو وہ اس کے حد سے گزرنے اور سرکشی کا ذکر کرتا اور اس بادشاہ کی حدود مملکت میں کوئی شخص اس کے علاوہ باقی نہیں تھا جو اس کا مقام نہیں پہچانتا ہو اور اس کے نام سے نہ پکارتا ہو۔

پھر وہ ایک دن بادشاہ کے پاس ایک کھوپڑی کو جو کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی لے کر آیا اور بادشاہ کی دائیں جانب بیٹھ کر اس کھوپڑی کو کپڑے سے نکالا اور بادشاہ کے سامنے رکھ دیا پھر اس کو اپنے پیروں سے روندا اور فرش پر رگڑتا رہا یہاں تک کہ بادشاہ کی جائے نشست اس کھوپڑی کے ریزوں سے اٹ گئی۔ بادشاہ اس کے اس فعل سے بہت غضبناک ہوا پس بادشاہ کے مصاحبوں اور ہم نشینوں کی نگاہیں اس پر جم گئیں اور پاسبان لوگ اس کے قتل کے لئے شاہی حکم کے انتظار میں تلواریں سونت کر مستعد ہو گئے۔ بادشاہ اس وقت اپنے غصہ کو روک رہا تھا اور اس زمانے کے بادشاہ

لوگوں پر اپنی قدرت اور ان کی سرکشی کے باوجود انتہائی مہربانی اور محبت اور اپنی رعایا کی خیرخواہی کے لیے اپنی سرزمین کو آباد رکھنے کے لیے اپنے غصہ کو ضبط کرتے تھے تاکہ (یہ رویہ) ان کے فائدے کے حصول اور فروغ کے وسائل کرنے میں مددگار ثابت ہو چنانچہ بادشاہ اسی حالت پر خاموش رہا یہاں تک کہ اس شخص نے اس کھوپڑی کو کپڑے میں لپیٹا اور اس کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی اس نے یہی عمل کیا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ بادشاہ اس کھوپڑی کے متعلق کچھ دریافت ہی نہیں کر رہا ہے اور اس کے بارے میں کچھ گفتگو کرنا نہیں چاہتا تو ایک دن اس کھوپڑی کے ساتھ ایک ترازو اور تھوڑی سی مٹی لے کر آیا اور ترازو کے ایک پلڑے میں درہم رکھا اور دوسرے پلڑے میں اس کے وزن کے برابر مٹی رکھی پھر اس مٹی کو اس کھوپڑی کی آنکھ میں ڈال دیا اور تھوڑی سی مٹی لے کر اس کھوپڑی کے منہ میں ڈالی۔ پس جب بادشاہ نے اس کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے اس کی حرکات کی تہہ تک پہنچنا چاہا جب اس سے کہا میں سمجھ رہا ہوں کہ تم نے یہ جرات اس لیے کی ہے کہ میں نے تمہیں مقام عطا کیا ہے اور میری رہنمائی کرنا چاہتے ہو۔ حالانکہ تمہاری قدر و منزلت میرے نزدیک کافی زیادہ ہے۔ اور شاید جو تم نے عمل کیا ہے اس کا مقصد یہی تھا۔ اس اثنا میں اس نے بادشاہ کو سجدہ کیا اور اس کے قدموں کو بوسہ دیا اور کہنے لگا اے بادشاہ آپ اپنی عقل کے ساتھ متوجہ ہوئیے کیونکہ کلام کی مثال اس تیر کی طرح ہے کہ جب اسے نرم زمین میں پھینکا جائے تو اس میں گڑ جاتا ہے اور جب اسے سخت چیز پر مارا جاتا ہے تو وہ اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور کلمے کی مثال اس بارش کی طرح ہے کہ جب وہ کسی اچھی زمین پر برستی ہے تو اس سے نباتات اگتی ہیں اور جب بنجر زمین پر برستی ہے تو کچھ نہیں اگتا۔ اور یقیناً لوگوں کی خواہشیں جدا جدا ہیں اور عقل اور خواہش دونوں قلب پر اثر انداز ہوتی ہیں اور اگر خواہش عقل پر غالب آجائے تو آدمی غصہ اور بیوقوفی کے کام کرتا ہے اور اگر خواہش مغلوب ہو جائے تو پھر آدمی کے کام میں کوئی لغزش نہیں پائی جاتی۔ میں بچپن ہی سے علم کو دوست رکھتا تھا اور اسی میں رغبت رکھتا تھا۔ اور میں اپنے تمام کاموں میں علم ہی کو موثر گردانتا تھا۔ پس میں نے دامن علم کو نہیں چھوڑا چنانچہ اس کے ذریعے بہترین مقام پر فائز ہو گیا اسی دوران ایک دن میں قبروں کے درمیان گھوم رہا تھا تو میں نے اس کھوپڑی کو بادشاہوں کی قبروں سے نکلا ہوا دیکھا اور اپنے جسم سے جدا تھی تو بادشاہوں کے ادب کے باعث اس کھوپڑی کا اپنے جسم سے جدا ہو کر اس طرح تجھے ملنا میرے لیے غم و غصہ کا باعث ہوا۔ پس میں نے اسے اٹھایا اور اپنے گھر لے گیا اس کھوپڑی کو دیبا کا لباس پہنایا۔ گلاب اور خوشبوؤں کے پانی سے دھویا اور فرش پر رکھا اور دل میں کہا اگر یہ بادشاہوں کی کھوپڑیوں میں سے ہے تو میرے اوپر اس کی عزت کرنا ضروری ہے اور اسے حسن و جمال سے آراستہ کرنا چاہیے۔ اور اگر یہ غریبوں کی کھوپڑیوں میں سے ہے تو شرافت اور بزرگی کا یہ عمل اس کے لیے زیادتی کا سبب نہیں بنے گا۔ پس میں کافی دنوں تک اس کھوپڑی کے ساتھ یہی کرتا رہا لیکن مجھے اس کی زندگی کے متعلق کچھ جواب نہ ملا۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے اپنے غلام کو بلایا جو

میرے دشمن مددگار ہے پھر میں نے اس کھوپڑی کی توہین کی۔ تو اس کی حالت تو یہی اور ہم دونوں صورتوں میں ایک جیسی پائی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو میں حکماء کے پاس پہنچا اور ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا۔ انہیں بھی اس کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ باوفا، اجتماعی عالم اور حکیم شخص ہے چنانچہ میں آپ کے پاس ڈرتا ہوا حاضر ہوا لیکن میرے لئے یہ ممکن تھا کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں جب تک آپ خود ہی مجھ پر اس کو ظاہر نہ کریں اور میں یہ بھی چاہتا تھا کہ اے بادشاہ آپ مجھے بتائیں کہ یہ کھوپڑی بادشاہ کی ہے یا کسی غریب کی۔ کیونکہ جب میں نے اس کے امور کے متعلق غور و فکر کیا تو اس کی آنکھوں میں دیکھا کہ جہاں کچھ نہ تھا۔ اگر میں اس بات پر (غور کرتا) ہوتا کہ آسمانوں کے پیچھے کیا ہے تو اس بات سے بھی مطلع ہو جاتا کہ آسمان کے اوپر کیا ہے۔ تو میں سوچتا رہا کہ وہ کونسی چیز ہے جو ان انگلیوں، کو آنکھوں سے بھرتی ہے اور نہیں وہاں روکتی ہے۔ بالآخر میں نے ایک درہم وزن کی سی وہ کہ کھوپڑی کی تقریباً سے روشن نہیں ہوتی ہے اور اسے گڑھے میں ڈال دیا۔ سو میں نے اس کے اندر دیکھا تو پایا کہ اس میں کوئی چیز نہیں ہے تو میں نے تھوڑی مٹی اور بھری لیکن وہاں نہ ٹھہری تو اے بادشاہ اگر آپ مجھے بتائیں کہ یہ ایک غریب آدمی کی کھوپڑی ہے تو میری دلیل آپ کے سامنے یہ ہے کہ میں نے اس کو بادشاہوں کی قبروں کے درمیان سے پایا تھا۔ میری درخواست ہے (کہ) آپ بادشاہوں اور غریبوں کی کھوپڑیوں کو یکجا کریں۔ پس اگر یہ آپ (بادشاہوں) کی کھوپڑیوں میں سے ہے کہ جنہیں فضیلت حاصل ہے تو جیسے میں نے کہا ہے ویسا ہی ہے اور اگر آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ بادشاہوں کی کھوپڑیوں میں سے نہیں ہے تو میں نے آپ کو بتایا ہے کہ یہ اس بادشاہ کی کھوپڑی ہے کہ جو ملک کا حسن و جمال تھا اور جس کی عزت تھی جیسا کہ آج کل آپ ہیں۔ پس اللہ آپ کو بچائے اس بات سے کہ آپ کی حالت بھی اس کھوپڑی کی طرح ہو جائے کہ جو پیروں میں روندی جاتی ہے اور مٹی میں مل جاتی ہے اور جسے کیڑے مکوڑے کھاتے ہیں اور کثرت کے بعد قلت محسوس کریں اور عزت کے بعد ذلیل ہو جائیں اور اسے گڑھے میں ڈال دیئے جائیں جس کی لمبائی چار گز کے قریب ہو۔ اور آپ کے ملک کا وارث اور دشمن ہو جائے۔ آپ کا تذکرہ منقطع ہو جائے۔ اور آپ کے کاموں میں فساد پیدا ہو جائے اور جنہیں آپ نے عزت دی ہے وہ ذلیل کر دیئے جائیں اور جن کو آپ نے ذلیل سمجھا ان کا اکرام کیا جائے اور آپ کے دشمن خوش ہوں اور آپ کے مددگاروں کو نابود کر دیا جائے اور آپ کے درمیان مٹی حائل ہو جائے۔ پس اگر ہم آپ کو پکاریں گے تو آپ نہیں سنیں گے اور اگر ہم آپ کا اکرام کریں گے تو آپ قبول نہیں کریں گے اور اگر آپ کی توہین کریں گے تو آپ غصہ نہیں ہوں گے۔ پس آپ کی اولاد یتیم ہو جائے گی اور آپ کی بیویاں بیوہ ہو جائیں گی اور آپ کے خاندان والے قریب ہے کہ آپ کی بیویوں کی زوجیت کو تبدیل کر دیں۔

پس جب بادشاہ نے سنا تو اس کا دل غمگین ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور اس کی زبان سے ... دیں ... شروع ہوا۔ جب اس آدمی نے یہ دیکھا تو اس نے محسوس کر لیا کہ اس کی بات بادشاہ پر

اگر آمدہ رسوائی ہے اور اس کی بات نے بادشاہ میں کیفیت درد پیدا کر دی ہے تو اس کی جرأت میں اضافہ ہوا اور اس نے کہا کہ تھا اس کی تکرار کی اور اس نے بادشاہ سے کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کو (جہاں موجود) میرے گروہ عظیم اور طاقتور لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے بادشاہ نے کہا میری عمر کی قسم کہ میں تمہاری گفتگو کو سمجھ گیا ہوں اور مجھے صحیح صورتحال نظر آگئی ہے۔

جب لوگوں نے یہ خبر سنی تو بہل فلس اور ان جیسے لوگ متوجہ ہوئے اور اس کے لئے دعائے خیر کی۔ وہ دا اس امر پر باقی رہا یہاں تک کہ اس نے دنیا سے مفارقت اختیار کی۔

شہر دمہ نے کہا اب اس جیسی چیزیں کچھ اور بیان فرمائیں۔

حکیم نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ پچھلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا وہ چاہتا تھا کہ اس کے ایک بیٹا ہو اور اس نے اس علاج کے لئے کوئی طریقہ نہیں چھوڑا جو اس کے اس عمل کو کامیاب کر سکتا۔ جب کافی مدت گزر گئی تو اس کی کنیزوں میں سے ایک کو حمل قائم ہوا اور اس سے ایک بچہ ہوا۔ جب وہ پرورش پا کر جوان ہو گیا تو اس نے ایک دن کہا تمہاری بازگشت قیامت تمہیں برائیوں سے روکتی ہے پھر دوسری بات یہ کہی کہ تم بوڑھے ہو جاؤ گے پھر تیسری بات کہی کہ اس کے بعد تم مر جاؤ گے پھر اس کی حالت اس طرح ہو گئی جس طرح بچے حرکات کرتے ہیں۔ اس کی پیدائش کے بعد بادشاہ نے علماء اور نجومیوں کو بلایا تھا اور ان سے کہا تھا کہ تم میرے بیٹے کے بارے میں بتاؤ۔ انہوں نے اس کے بیٹے کے بارے میں غور و خوض کیا تو اس کے بارے میں عاجز ہو گئے اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے۔ جب بادشاہ نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو ذرا بھی علم نہیں ہے تو اس لڑکے کو دائیوں کے سپرد کر دیا کہ اسے دودھ پلائیں مگر ایک نجومی نے کہا کہ عنقریب یہ امام ہوگا اور اس کے اوپر ایسے پاسبان مقرر کرنے چاہئیں جو اس سے کبھی جدا نہ ہوں یہاں تک کہ جب وہ جوان ہو گیا تو ایک دن اپنی دائیوں اور پاسبانوں سے چھپ کر باہر نکل گیا اور ایک بازار میں پہنچا جہاں سے ایک جنازہ گزر رہا تھا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا ایک آدمی مر گیا ہے۔ اس نے دریافت کیا اس کو کس چیز نے مار دیا ہے؟ لوگوں نے کہا بڑھاپے نے اور زمانے نے اس کو فنا کر دیا یعنی اس کی موت قریب ہوئی اور وہ مر گیا۔

اس نے دریافت کیا کیا وہ تندرست اور زندہ تھا اور چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا؟

لوگوں نے کہا جی ہاں

پھر وہ آگے بڑھا اور اس نے ایک بہت بوڑھے شخص کو دیکھا تو انتہائی حیرت زدہ ہوا پھر اس نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ ایک بوڑھا شخص ہے کہ جس کی جوانی رخصت ہو گئی ہے اور بڑھاپا آگیا ہے۔ اس نے ان سے دریافت کیا کیا وہ بچہ سے جوان ہوا تھا؟

لوگوں نے کہا جی ہاں

پھر وہ آگے بڑھے تو انہوں نے ایک مریض شخص کو دیکھا جو اپنی پشت کے بل لیٹا ہوا تھا وہ اسے کھڑا دیکھتا رہا اور تعجب کرتا رہا۔ پس لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ایک بیمار آدمی ہے اس نے دریافت کیا کیا یہ صحت مند تھا پھر مریض ہوا؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔

تو یہ جوان کہنے لگا خدا کی قسم اگر تم سچے ہو تو یقیناً لوگ مجنون اور دیوانے ہیں۔

پس اس وقت ایک غلام نے اس کو بازار میں جالیا چنانچہ اسے لے کر واپس ہوا اور گھر میں پہنچا دیا۔ جب وہ گھر میں داخل ہوا تو اس نے چھت کی ایک لکڑی دیکھی تو پوچھا۔ کس طرح کی ہے؟ اسے بتایا گیا کہ یہ لکڑی پہلے درخت تھی پھر لکڑی بن گئی پھر اس کو کاٹا گیا جب یہ گھر تعمیر کیا گیا تو اس لکڑی کو یہاں رکھ دیا گیا۔

اس دوران بادشاہ نے اس پر مقرر کردہ لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ دیکھیں کہ وہ کیا کچھ گفتگو کرتا ہے انہوں نے بتایا وہ جو کلام کرتا ہے ہمارے خیال میں وہ وسوسہ ہے جب بادشاہ نے غلام سے یہ بات سنی تو اس نے علماء کو بلوایا اور ان سے اس بارے میں دریافت کیا لیکن ان میں سے کسی کو اس کے متعلق کچھ علم نہ تھا سوائے اس بوڑھے آدمی کے اور بادشاہ سے اس کی بات کا انکار کیا تھا پھر بعض علماء نے بادشاہ سے کہا اگر آپ اس کی شادی کر دیں تو جو بات آپ دیکھ رہے ہیں آپ سے ختم ہو جائے گی اور وہ اس صورت حال کو قبول کرے گا عقلمند ہو جائے گا اور اس میں بصیرت پیدا ہو جائے گی۔ تو بادشاہ نے اپنی مملکت میں ایسی عورت کی تلاش کے لیے لوگوں کو بھیجا پس ایک ایسی عورت ملی جو بہت حسین تھی۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کی شادی اپنے لڑکے سے کر دی۔ جب شادی کا وقت ہوا تو کھیل کود کرنے والوں نے ہو و لعب شروع کیا اور ستار والوں نے ستار نوازی شروع کی پس جب اس لڑکے نے ان کی یہ چیزیں دیکھیں تو دریافت کیا یہ کیا ہے؟ اسے جواب دیا گیا یہ لوگ کھیل کود کرنے والے اور گانے بجانے والے ہیں جو آپ کی شادی پر جمع ہو گئے ہیں۔ تو وہ لڑکا خاموش ہو گیا۔ پس جب لوگ شادی کے ہنگامے سے فارغ ہوئے اور شام ہوئی تو بادشاہ نے اپنی بہو کو بلا کر کہا میرے اس لڑکے کے علاوہ کوئی بیٹا نہیں جب تم اس کے پاس جاؤ تو اس سے لطف و مہربانی کے ساتھ پیش آنا اور اس سے قربت حاصل کرنا اور اس سے محبت کا اظہار کرنا۔ پس وہ عورت جب اس کے پاس گئی اور اس کے قریب ہونا چاہا تو اس لڑکے نے کہا تھوڑی سی مہلت دو۔ کیونکہ رات لمبی ہے۔ اللہ تمہارے بارے میں مجھے برکت دے۔ اتنی دیر صبر کرو کہ ہم کچھ کھا پی لیں۔

پس کھانا آیا تو دونوں نے کھانا شروع کر دیا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو اس نے اس عورت کو شراب دی اور وہ عورت خود بھی شراب پی کر سو گئی۔

پس وہ لڑکا تنہا اٹھا اور چوکیداروں سے بچ کر چپکے سے گھر سے نکل گیا۔ لیکن شہر پہنچ کر متردد ہوا اور اہل شہر

میں سے ایک جیسے قد و قامت کا ایک جوان نظر آیا۔ وہ اس کے پیچھے گیا اور اس سے اپنے لباس کو تبدیل کر لیا۔ اس طرح اس کی ہیئت بدل گئی۔ پھر دونوں شہر سے نکلے اور پوری رات چلتے رہے لیکن صبح کے قریب ڈھونڈے جانے کے خوف سے ایک جگہ چھپ گئے۔

ادھر صبح اس کی بیوی سے جو اونگھ رہی تھی لوگوں نے دریافت کیا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے اس نے کہا کہ وہ بھی تو میرے ساتھ تھا۔

اب ان کا معمول یہ ہو گیا کہ رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپے رہتے یہاں تک کہ وہ اپنے باپ کی سلطنت سے نکل کر ایک دوسرے بادشاہ کی سلطنت میں پہنچ گئے۔ یہ دونوں جس مملکت میں پہنچے تھے وہاں کے بادشاہ کی ایک بیٹی تھی جس کے لئے طے کیا گیا تھا کہ وہ اس سے شادی کرے گی جسے وہ پسند کرے گی چنانچہ اس کے لئے شاہراہ عام پر ایک بالاخانہ تعمیر کیا گیا تھا جہاں بیٹھ کر وہ ہر آنے جانے والے کو دیکھتی رہتی تھی۔ ایک دن اس کی نظر بازار میں گھومتے ہوئے ایک جوان پر پڑی جس کا ساتھی بوسیدہ اور کہنہ لباس میں تھا تو شہزادی نے بادشاہ کے پاس اطلاع کر دی کہ مجھے ایک جوان پسند آگیا ہے اگر آپ میری شادی کرنا چاہتے ہیں تو اس سے کر دیں۔ یہ بات ملکہ تک پہنچائی گئی تو وہ خوش ہو کر اپنی بیٹی کے پاس آئی تاکہ اس لڑکے کو دیکھے۔ چنانچہ شہزادی نے اس لڑکے کو دکھایا۔ ملکہ خوش ہو کر بالاخانہ سے اتری اور بادشاہ تک پہنچی اور اسے بتایا آپ کی بیٹی ایک شخص کی محبت میں گرفتار ہو گئی ہے۔ پس بادشاہ نے بھی اسے دیکھنے کی خواہش کی۔ چنانچہ اسے بھی وہ شخص دکھایا گیا۔ بادشاہ نیچے اترا اور اسے حکم دیا کہ وہ دوسرا لباس پہنے اور اس سے دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے؟ اس نے جواب دیا مجھ سے آپ کا یہ کیا سوال ہے کہ میں مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں۔ بادشاہ کہنے لگا تم پردیسی ہو تمہارا رنگ روپ اس شہر والوں جیسا نہیں ہے۔ جوان نے جواب دیا میں پردیسی نہیں ہوں۔ بادشاہ نے اس سے اس بات کا ثبوت مانگا تو اس نے اس سے انکار کر دیا۔

پس پھر بادشاہ نے جاسوسوں کو اس کام پر مامور کیا کہ وہ اس کے علم میں آئے بغیر یہ دیکھیں کہ وہ کہاں رہتا ہے پھر وہ لوگ پتہ چلا کر بادشاہ کے پاس آئے اور کہا مجھے لگتا ہے کہ یہ شخص کسی بادشاہ کا بیٹا ہے اور تم لوگ اسے جس طرف مائل کرنا چاہتے ہو اسے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

تمام بادشاہ نے ایک شخص کو بھیج کر اسے بلایا۔ تو اس جوان نے کہا میری کوئی حیثیت نہیں ہے اس کے باوجود وہ بادشاہ مجھے بلا رہا ہے حالانکہ مجھے اس سے کوئی حاجت نہیں جبکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ بہرحال وہ ناگواری خاطر کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اسے کرسی پر بٹھایا۔ اپنی بیوی اور بیٹی کو بھی بلایا جو بادشاہ کے پیچھے پس پردہ بیٹھ گئیں۔ بادشاہ نے اس جوان سے کہا میں نے تمہیں ایک اچھے کام کے لئے بلایا ہے میری ایک بیٹی ہے جو تم پر ریجھ گئی ہے چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی اس سے کر دوں۔ اگر تم مسکین و محتاج

ہو تو ہم تمہیں غنی و تونگر بنا دیں گے اور تمہاری قدر و منزلت و شرف کو بڑھا دیں گے۔ اس جوان نے کہا آپ مجھے جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں البتہ اگر آپ چاہیں تو آپ کے لئے ایک مثال پیش کر دوں۔ بادشاہ نے کہا بیان کرو۔

جوان نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ کسی بادشاہ کا ایک بیٹا تھا جس کے دوستوں نے اسے دعوت طعام دی تو اس نے ان کے ساتھ جا کر خوب کھایا پیا اور وہ سب بدمست ہو کر سو گئے۔ شہزادہ رات کے درمیانی حصہ میں بیدار ہوا اور اس کو گھر والے یاد آئے تو اپنے گھر کی طرف چلا۔ اس کے دوستوں میں سے کوئی بھی جاگ نہیں رہا تھا۔ مدہوشی میں راستہ طے کرنے کے درمیان اس کو ایک قبر نظر آئی تو اس کو گمان ہوا کہ وہ اس کے گھر میں داخل ہونے کی جگہ ہے تو وہ اس قبر کے اندر داخل ہو گیا اس کو مردے کی بو خشگوار دی تو حالت نشہ کی وجہ سے اس نے خیال کیا کہ وہ خوشبو ہے جب اس نے ہڈیوں کو دیکھا تو یہ سمجھا کہ یہ اس کا آراستہ بستر ہے۔ جب اس نے ایک جسم کو دیکھا جو ابھی تازہ تازہ مرا تھا اور اس نے اس کی بو محسوس کی تو سمجھا کہ اس کی بیوی ہے تو اس نے اس کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اس کا بوسہ لیا اور ساری رات اس سے کھیلتا رہا۔ جب (نشہ دور ہونے سے) اس کی حالت درست ہوئی اور اس نے اس منظر کو دیکھا کہ وہ ایک مردہ جسم کے اوپر ہے اور اس سے بدبو آرہی ہے اور اس کے کپڑے اور کھال گندے ہو گئے ہیں تو قبر اور مردہ کی یہ حالت دیکھ کر اور اپنے عیب کو چھپانے کے لئے اس نے شہر کے دروازہ کی طرف رخ کیا جو کھلا ہوا تھا چنانچہ اس نے گزر کر اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ گیا اور اس نے خیال کیا کہ یہ اس پر انعام کیا گیا ہے کہ اس حالت میں کسی شخص سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی۔ تب اس نے ان کپڑوں کو اتار کر غسل کیا۔ دوسرا لباس پہنا اور خوشبو لگائی۔

اے بادشاہ آپ کو اللہ عمر عطا فرمائے کیا آپ کی رائے میں وہ جس حالت میں تھا اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ وہ جوان کہنے لگا میں وہی شخص ہوں۔ پھر بادشاہ اپنی بیوی اور بیٹی کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا میں نے تم کو بتایا تھا کہ اس کو اس بارے میں کوئی رغبت نہیں ہے جس کی ہم دعوت دے رہے ہیں۔ شہزادی کی ماں نے کہا آپ نے میری بیٹی کی تعریف و توصیف میں کمی کی ہے اس لئے میں اس کے ساتھ علیحدہ گفتگو کرنا چاہتی ہوں چنانچہ بادشاہ نے اس جوان سے کہا میری بیوی باہر آکر تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہے حالانکہ اس سے پہلے اس نے کسی غیر مرد کے لئے ایسا نہیں کیا۔ اس جوان نے کہا اگر وہ چاہتی ہے تو باہر نکلے۔ پس وہ باہر آکر بیٹھی اور جوان سے کہنے لگی کہ اس مسئلہ کی طرف آؤ جو اللہ نے تم کو خیر و دولت میں سے دیا ہے پھر میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کر دوں گی اگر تم اس کو دیکھو کہ خدا نے اس کو کیا حسن و شکل عطا کی ہے تو تم رشک کرو گے۔ جوان نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا کیا میں آپ کو ایک مثال نہ سناؤں؟ بادشاہ نے کہا ہاں سناؤ۔

اس جوان نے کہا چند چوروں نے یہ طے کیا کہ وہ شاہی خزانہ میں داخل ہو کر چوری کریں گے تو انہوں نے خزانے کی دیوار میں نقب لگائی اور اندر داخل ہو کر ایسا مال و متاع دیکھا جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسی اثنا میں ان کی نظر ایک سونے کے مٹکے پر پڑی جس پر سونے سے مہر لگائی گئی تھی تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس سونے سے مہر شدہ مٹکے سے بہتر کوئی شے نہیں ہے اور جو کچھ اس کے اندر ہے اس سے بہتر ہے جو ہم نے دیکھا ہے تو اس مٹکے کو اٹھا کر وہ چل دیئے یہاں تک کہ وہ ایک جنگل میں داخل ہوئے اور انہیں ایک دوسرے پر اعتماد نہ رہا اور انہوں نے اس مٹکے کو کھولا تو اس کے اندر سانپ تھے جنہوں نے زہر اگل کر ان سب کو مار ڈالا۔

اے بادشاہ! اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے کیا آپ نے کسی کو دیکھا ہے کہ اس کو اس امر کا علم ہو جیسا ان چوروں کے ساتھ واقعہ پیش آیا کہ وہ بھی مٹکے میں اپنا ہاتھ ڈال دے جس میں سانپ ہوں؟ بادشاہ نے کہا۔ نہیں۔ اس جوان نے کہا کہ میں وہی شخص ہوں۔ شہزادی نے اپنے باپ سے کہا آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں باہر خود نکل کر اس سے گفتگو کروں۔ اگر وہ جوان مجھ کو اور میرے حسن اور شکل و صورت کو دیکھ لے گا اور جو اللہ نے مجھ کو جمال سے نوازا ہے تو وہ قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکے گا۔ بادشاہ نے جوان سے کہا میری بیٹی چاہتی ہے کہ تمہارے پاس نکل کر آئے حالانکہ وہ کبھی کسی کے سامنے نکل کر نہیں آئی ہے۔ اس لڑکے نے کہا اگر وہ یہ چاہتی ہے تو سامنے آئے پس وہ نکل کر سامنے آئی اور وہ چہرہ مہرہ، قد و قامت اور آنکھ ناک اور جسمانی اعتبار سے بہت حسین تھی اس نے اس جوان کو سلام کرنے کے بعد کہا کیا تم نے کبھی مجھ جیسی دیکھی ہے یا ایسا کامل خوبصورت اور بے عیب حسین تمہاری نظر سے گزرا ہے؟ مجھے تم سے عشق ہے اور تم سے محبت کرتی ہوں۔ تو جوان نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا کیا میں آپ کو ایک مشہور قصہ نہ سناؤں؟ بادشاہ نے کہا ہاں ضرور سناؤ۔

نوجوان نے کہا لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے ان میں سے ایک بیٹا دوسرے ملک چلا گیا جہاں اس کو ایک گھر میں محبوس کر دیا گیا اور وہاں کے بادشاہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ جو بھی ادھر سے گزرے وہ اس کو پتھر مارے اس طرح کافی عرصہ گزر گیا۔ اس کے بھائی نے اپنے والد سے اجازت طلب کی کہ وہ اپنے بھائی تک پہنچ کر اس کو چھڑانے کی جدوجہد کرے۔ بادشاہ نے کہا سفر کی تیاری کرو اور اپنے ساتھ جواہرات و متاع اور ساز و سامان باربرداری جو پانا چاہتے ہو لے لو پس جتنی وہ زاد راہ، ساز و سامان باربرداری لے کر چلا اس کے ساتھ گانے بجانے والیاں اور اجرت پر رونے پیٹنے والی عورتیں بھی تھیں۔ جب وہ اس بادشاہ کے شہر (دارالسلطنت) کے قریب پہنچا تو بادشاہ کو اس کی آمد کی اطلاع دی گئی۔ اس نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے استقبال کے لیے جائیں اور اس کے لیے حکم دیا کہ وہ شہر کے باہر قیام کرے تو وہ وہیں قیام پذیر ہو گیا جب وہ اطمینان سے بیٹھ گیا تو اپنے مال و متاع کو کھولا اور اپنے خادموں کو حکم دیا کہ اس مال و متاع کے بیچنے میں لوگوں کے ساتھ سہل نگاری سے کام لیں اور ارزاں کر دیں

خفیہ کریں۔ پس میں نے ایسا ہی کیا جب اس شہزادے نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ خرید و فروخت میں مشغول ہو گئے ہیں تو وہ خاموشی سے نکل کر شہر میں داخل ہو گیا۔ اس کو قید خانے کا علم تھا کہ جس میں اس کے بھائی کو قید کیا گیا تھا اس نے قید خانہ میں داخل ہو کر اس پر ایک کنکری پھینکی تاکہ پتہ چل سکے کہ اس کا بھائی زندہ ہے۔ جب اس قیدی بھائی کو کنکری لگی تو اس نے چیخ ماری اور کہنے لگا کہ تم نے مجھ کو مار ڈالا۔ تو اس وقت عمارتی محافظ خوف زدہ ہو گئے اور اس کے پاس جا کر دریافت کیا کہنے لگے کہ تم نے چیخ کیوں ماری اور تمہارا کیا حال ہے اور ہم کو کیا سوجھی ہے ہم نے تم کو روتا ہوا کبھی نہیں دیکھا حالانکہ ہم تم پر سختی کرتے تھے اور جو کوئی یہاں سے گزرتا تھا وہ تم کو مارتا بھی تھا اور پتھر بھی پھینکتا تھا۔ اس آدمی نے ایک کنکری ماری تو تم اس سے چیخ پڑے؟ اس قیدی نے کہا کہ لوگ میرے بارے میں علم نہیں رکھتے تھے اور اس شخص نے جانتے کے باوجود مجھ کو کنکری ماری ہے۔

اس قیدی کا بھائی سیدھا ٹھکانہ اور اپنے دستانچہ پر واپس آیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ کل میرے پاس آنا میں تم کو مصنوعات دستکاری اور ساز و سامان دکھاؤں گا جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا تو اس دن لوگ واپس چلے گئے جب دوسرا دن ہوا اور وہ سب کے سب پھر جمع ہوئے تو اس نے مصنوعات کو کھول کر دکھانے کا حکم دیا اور گانے بجانے والی اور جرأت پر ہنگامہ کرنے والی عورتوں اور ہر قسم کے لوگوں کو جن سے لوگ لہو و لعب میں مشغول ہو جاتے ہیں حکم دیا تو انہوں نے ان لوگوں کی شان میں بولنا شروع کیا اور لوگ مشغول و مصروف ہو گئے جب وہ قید خانہ میں آیا اور اپنے بھائی کی بیڑیاں کاٹ دیں اور اس سے کہنے لگا کہ میں تمہارا علاج کروں گا اس کے بعد چھپ چھپا کر اس کو شہر سے نکال کر لے گیا اس کے زخموں پر مرہم لگایا۔ جب اس کو آرام آگیا تو اس کو راستہ کا پتہ بتایا اور کہا اب جاؤ تم کو سمندر میں ایک کشتی نظر آئے گی پس وہ چھپتا چھپاتا چلتا رہا کہ اچانک ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا جس میں ایک اژدہا موجود تھا اور گڑھے پر ایک سایہ دار درخت تھا جب اس کی نظر درخت پر پڑی تو اس نے اس پر بارہ خوفناک شکلیں دیکھیں اور اس کے نیچے حصہ میں بارہ تلواریں تھیں جو نیام سے باہر نکلی ہوئی تھیں۔ وہ ہر شخص کے ساتھ جدوجہد کرتا رہا اس اثناء میں اس کے ہاتھ میں اس درخت کی ایک شاخ آگئی جس سے لٹک کر اس نے سمت پائی پھر چلتے چلتے سمندر تک پہنچا جہاں ساحل سمندر پر کشتی موجود تھی جس پر سوار ہو کر وہ اپنے ملک اور پھر اپنے گھر والوں تک پہنچ گیا۔ اے بادشاہ اللہ آپ کی عمر دراز کرے کیا آپ نے کسی شخص کو دیکھا ہے کہ جس نے ایسی مصیبتوں کو دیکھا ہو اور جھیلا ہو وہ پھر اس کی طرف پلٹ جائے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ اس جواب سے کہا میں ہی وہ شخص ہوں۔ اس پر بادشاہ، اس کی بیٹی اور سب ہی مایوس ہو گئے مگر اس شہزادے کے ساتھ جو جوان آیا تھا اس نے شہزادے کے کان میں کہا اس شہزادی کے متعلق میری بات کریں اور اس کا نکاح مجھ سے کر دیں۔ تو شہزادے نے بادشاہ سے عرض کیا۔ میرا ساتھی کہہ رہا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ بادشاہ شہزادی کا نکاح اس سے کر دے۔ بادشاہ نے کہا میں ایسا ہی کر دوں گا۔ شہزادے نے کہا کہ میں آپ کو ایک مشہور

واقعہ نمبر سادس ؟

بادشاہ نے کہا ہاں ضرور سناؤ۔ شہزادہ نے کہا کہ ایک شخص کچھ لوگوں کے ساتھ کشتی میں سفر کر رہا تھا۔ چند شب و روز وہ سفر کرتے رہے پھر ان کی کشتی سمندر میں ایک جزیرہ کے قریب ٹوٹ گئی وہ سب کے سب اس شخص کے علاوہ غرق ہو گئے اور اس کو سمندر نے اس جزیرہ میں پھینک دیا۔ یہ جزیرہ غول بیابانی کا مسکن تھا یہ بھوت جزیرہ سے سمندر کی طرف دیکھتے رہتے تھے جہاں وہ شخص ایک بھوتنی پر عاشق ہو گیا اور اس سے نکاح کر لیا جب صبح ہوئی تو اس بھتنی نے اس کو قتل کر کے اپنے ساتھیوں میں اس کے اعضاء تقسیم کر دیئے۔ اور یہی اتفاق ایک دوسرے آدمی کو پیش آیا کہ اس کو بھوتوں کے بادشاہ کی بیٹی لے گئی اور اس شخص نے اس بھوتنی کے ساتھ رات گزاری اور اس دوسرے شخص کو پہلے والے شخص کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا معلوم تھا تو وہ خوف کے مارے رات بھر نہیں سویا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور وہ بھوتنی سو گئی تو وہ شخص چپکے سے نکل کر ساحل پر پہنچا۔ اچانک اس کو ایک کشتی نظر آئی تو اس نے کشتی والوں کو پکارنا شروع کیا اور فریاد کی تو انہوں نے اس کو کشتی پر سوار کر لیا اور بالآخر وہ اپنے گھر والوں میں پہنچ گیا۔ جب بھوت صبح کو اٹھے تو وہ اس بھتنی کے پاس آئے جس نے اس شخص کے ساتھ پوری رات گزاری تھی۔ اس سے کہنے لگے وہ آدمی کہاں ہے جس نے تیرے ساتھ رات گزاری ہے؟ وہ کہنے لگی وہ میرے پاس سے فرار ہو گیا۔ تو انہوں نے اس کو جھٹلایا اور کہنے لگے تو نے اس کو تنہا کھا لیا اور خود کو ہم پر ترجیح دی ہے اور اگر تو اس کو لے کر نہیں آئی تو ہم تجھ کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ وہ پانی میں سفر کر کے اس کے گھر تک پہنچ گئی اور گھر میں داخل ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ اس سے کہنے لگی کہ تم کو اس سفر میں کن حالات سے سابقہ پڑا۔ اس شخص نے کہا میں ایک مصیبت میں گرفتار ہو گیا تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو نجات دلائی اور پورا واقعہ بیان کیا۔ اس بھتنی نے پوچھا تجھ کو چھٹکارا مل گیا؟ اس شخص نے کہا ہاں۔ تو وہ کہنے لگی کہ میں وہی بھتنی ہوں اور تم کو لینے کے لئے آئی ہوں۔ اس شخص نے کہا میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ جو تو مجھ کو ہلاک کرے۔ میں تجھے ایک آدمی کا پتہ بتاتا ہوں (جس سے تیرا مطلب پورا ہو جائے گا)۔ اس بھتنی نے کہا کہ میں تم پر رحم کھاتی ہوں پھر یہ دونوں چل کر بادشاہ تک پہنچے۔ بھتنی نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ تم پر خدا رحم کرے۔ ہماری بات سنو۔ میں نے اس آدمی سے شادی کی اور یہ مجھے سب سے زیادہ پسند ہے مگر یہ مجھ سے کراہت کرتا ہے اور میری صحبت اس کو ناگوار گزرتی ہے تو ہمارے بارے میں غور فرمایئے۔ جب بادشاہ نے اس کو دیکھا تو اس کا حسن و جمال دیکھ کر مبہوت ہو گیا پس بادشاہ نے تخلیہ میں اس آدمی کے کان میں یہ بات کہی کہ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کو چھوڑ دو اور میں اس سے شادی کر لوں گا۔ اس آدمی نے کہا بادشاہ جس بات کو اچھا سمجھتا ہے تو اللہ اس کو بہتر کرے۔ پھر بادشاہ نے اس بھوتنی سے شادی کی اور اس کے ساتھ تمام رات گزاری اور سحر کے وقت اس بھوتنی نے بادشاہ کو ذبح کر دیا اس کے اعضاء کے ٹکڑے کئے اور ان کو اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف چلی گئی۔

سے بادشاہ! کیا آپ نے کسی شخص کو دیکھا ہے جو ان تمام حالات کا علم رکھتا ہو پھر وہ جزیرہ کی طرف چلا جائے؟ بادشاہ نے کہا نہیں۔ یہ حکایت سن کر شہزادی کے طلبگار نے شہزادے سے کہا میں تم سے جدا نہیں ہوں گا۔ وہ جو میں نے اور دیکھا تھا اس کی مجھ کو ضرورت نہیں۔ پھر وہ دونوں بادشاہ کے پاس سے چلے گئے۔ وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور زمین کی سیاحت کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے ذریعہ کثیر لوگوں کو راہ راست دکھائی۔ شہزادہ کی شان میں اضافہ ہوا اور چاروں طرف اس کا تذکرہ ہونے لگا۔ پھر اس کو اپنے والد کی یاد آئی اور دل میں کہنے لگا کہ اگر میں ان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں تو مجھے چاہیے کہ جس حالت میں وہ ہیں میں ان کو نجات دلاؤں تب اس نے اپنا قاصد بھیجا اس نے جا کر بادشاہ سے کہا کہ آپ کے بیٹے نے آپ کو سلام کہا ہے اور اس نے اس کی بابت تمام قصہ بیان کیا پھر اس کے والد اور گھر والے اس شہزادہ کے پاس آئے اور اس نے انہیں اس حالت سے نجات دلائی جس میں وہ پھنسا تھے۔

اس کے بعد بلوہر اپنی قیام گاہ پر واپس گیا اور وہ یوذاسف کے پاس چند دنوں تک بار بار آتا رہا یہاں تک کہ اس نے جان لیا کہ اس نے اس کے لیے دروازہ کھول دیا ہے اور وہ ثواب کی طرف اس کی رہنمائی کر دی ہے۔ اس کے بعد بلوہر ان شہروں کو چھوڑ کر دوسرے شہروں کی طرف چلا گیا۔ جس کی بناء پر یوذاسف کچھ عرصہ حزین و غمگین رہتا یہاں تک کہ وہ عابد اور ان لوگوں تک پہنچا تاکہ ان تک حق کی آواز پہنچائے اور اس کی طرف بلائے۔ خداوند عالم نے اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جو تنہائی میں اس پر ظاہر ہوا اور اس کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر اس فرشتہ نے یوذاسف سے کہا تمہارے لیے خیر اور سلامتی ہے تم جانور درندوں اور ظالموں کے درمیان ایک انسان ہو۔ میں حق کی طرف سے تمہارے پاس سلام لے کر آیا ہوں اور مخلوق کے معبود نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں تم کو بشارت دوں اور تمہارے دنیاوی و اخروی امور کو جو تمہاری نظر سے غائب ہیں یاد دلاؤں لہٰذا تم میری بشارت اور مشورہ کو قبول کرو اور میرے قول سے غفلت نہ برتو۔ تم دنیا سے ہٹ کر چھوڑ اور دنیاوی خواہشات کو ترک کر دو اور اس ناپائیدار ملک و سلطنت سے بے رغبتی اختیار کرو۔ یہ فانی سلطنت و عبید جس کو دوام نہیں اور جس کا انجام ندامت اور حسرت ہے چھوڑ دو اور اس سلطنت کو طلب کرو جو زائل نہیں ہو گی اور اس خوشی کو طلب کرو جو ختم نہیں ہو گی اور اس راحت کو طلب کرو جس میں تغیر نہیں ہو گا تم کو راست گفتار اور عادل ہونا چاہیے کیونکہ تم لوگوں کے پیشوا و رہنما ہو کہ جنہیں تم جنت کی طرف بلاتے ہو۔

جب فرشتے سے یوذاسف نے یہ سب کچھ سنا تو وہ بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گیا۔ اور کہنے لگا میں احکام الٰہی کا اطاعت گزار ہوں اور اس کا حکم اس کا احسان ہے پس تم مجھ کو اس امر کے بارے میں حکم کرو اس لئے کہ میں تمہارا اور اس ذات کا شکر گزار ہوں جس نے تم کو میرے پاس بھیجا کیونکہ اس نے مجھ پر رحم فرمایا اور وہ مجھ پر مہربان ہے اور اس نے مجھ کو دشمنوں میں نہیں چھوڑا میں اس ذات کی طرف کوشش کروں گا جس کی طرف سے تم بھیجے گئے ہو فرشتہ نے کہا میں چند دنوں کے بعد واپس آؤں گا پھر تم کو یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا تو تم تیار رہنا اور اس سے

حقیقت نہ بتاتا۔ پس یوذاسف نے نکلنے کا پکا ارادہ کر لیا اور اس نے اس بارے میں پوری ہمت سے کام لیا اور اس کی اطلاع کسی کو نہیں دی یہاں تک کہ جب اس کے نکلنے کا وقت آگیا تو فرشتہ نصف رات میں آیا جب کہ لوگ سو رہے تھے۔ اور یوذاسف سے کہا اٹھو اور چل پڑو اور تاخیر نہ کرو چنانچہ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لوگوں میں سے کسی کو بھی اس راز کا پتہ نہ چلا سوائے اس کے وزیر کے کہ جب وہ سوار ہونا چاہتا تھا تو اس کے پاس وہ جوان دکھائی دیا کہ جس کو اس نے شہروں کا مالک بنایا ہوا تھا۔ وہ ادب شاہی بجا لایا اور دریافت کیا اے شہزادے آپ کہاں جا رہے ہیں؟ اے مصلح اور حکیم کامل ہم اس وقت انتہائی دشواری میں مبتلا ہیں۔ کیا اس دشواری کی وجہ سے آپ ہم سے علیحدہ ہو رہے ہیں اور اپنے ملک اور اپنے شہروں کو چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ہمارے ساتھ رہیں۔ اس لئے کہ جب سے ہم پیدا ہوئے عیش و عشرت میں پلے بڑھے اور ہم پر کوئی دشواری اور ناپسندیدہ چیز نازل نہیں ہوئی۔ کچھ دیر یوذاسف خاموش رہا پھر کہا تم اپنے شہروں میں اپنے اہل مملکت کے گھروں میں قیام کرو کیونکہ مجھے جہاں بھیجا گیا ہے وہاں جانے والا ہوں اور اسی امر پر عمل پیرا ہوں۔ پس اگر تم میری مدد کرو گے تو میرے عمل میں بھی حصہ دار بن جاؤ گے۔ پھر وہ سوار ہو کر قصد الٰہی کے مطابق چلا۔

لیکن چلتے چلتے اسے گھوڑے سے اترنا پڑا کیونکہ اس کا وزیر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے تھا اور خوب رو رو کر بکا کر رہا تھا اور یوذاسف سے کہہ رہا تھا میں کس طرح آپ کے والدین کا سامنا کروں گا اور میں کس طرح آپ کے بارے میں ان کو جواب دہ ہوں گا۔ اور وہ دونوں کس عذاب سے مجھے قتل کریں گے۔ اور آپ کس طرح اس سختی اور تکلیف کو برداشت کر سکتے ہیں جس کی آپ کو عادت نہیں ہے۔ اور کس طرح آپ وحشت میں مبتلا نہیں ہوں گے حالانکہ آپ ایک دن بھی کبھی تنہا نہیں رہے کیا آپ کا جسم بھوک، پیاس اور زمین اور مٹی کے ماحول کی تبدیلی کو برداشت کر سکتا ہے؟ پس شہزادے نے اس کو خاموش کیا اور اس سے اظہار ہمدردی کیا اور اسے اپنا گھوڑا اور علاقہ بھی عطا کیا۔ پس اس نے یوذاسف کے قدموں کو بوسہ دیا اور کہا اے میرے سردار مجھے آپ اپنے پیچھے نہ چھوڑیں میں آپ کے ساتھ چلوں گا جہاں بھی آپ جائیں گے اس لئے کہ آپ کے بعد میرے لئے کوئی انعام و اکرام نہیں ہے اور اگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ نہیں لے گئے تو میں صحرا میں نکل جاؤں گا اور کسی انسان کے گھر میں کبھی داخل نہیں ہوں گا۔ یوذاسف نے پھر سے تسلی دی اور اظہار ہمدردی کیا اور کہا اے وزیر تم اپنے دل میں سوائے اچھائی کے کوئی خیال نہ کرو۔ کیونکہ میں تمہیں بادشاہ کے پاس بھیج رہا ہوں اور تمہارے بارے میں اسے وصیت کر رہا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ کرم کے ساتھ پیش آئے اور تم سے حسن سلوک کرے۔

پھر اس نے شاہی لباس اتار اور اس کو دیا کہ میرے لباس کو تم پہن لو اور اسے وہ یاقوت بھی دیا جسے وہ (تاج میں) سر پر رکھتا تھا۔ اور اس سے کہا تم اپنے ہمراہ اسے اور میرے گھوڑے کو لے جاؤ۔ اور جب بادشاہ کے پاس پہنچو تو

اس کی تعظیم کے بعد یہ یاقوت اسے دے دینا اور میرا سلام عرض کرنا اور کہنا کہ جب میں نے ہمیشہ رہنے والی اور فنا ہونے والی چیزوں میں غور کیا تو میں ہمیشہ رہنے والی چیزوں کی طرف راغب ہو گیا اور فانی چیزوں سے بے رغبتی اختیار کی اور جب مجھ پر اپنی اصلیت اور حسب کا اظہار ہوا تو میں نے ان کے درمیان اور دشمنوں اور عزیزوں کے درمیان جدائی اختیار کی پس میں نے دشمنوں اور عزیزوں کو چھوڑ دیا اور اپنی حقیقت اور حسب سے رشتہ منقطع کر لیا۔

جس دن میرے والد یاقوت کو دیکھیں گے تو ان کا دل خوش ہوگا اور جب میرا لباس تمہیں پہنے ہوئے دیکھیں گے تو مجھے یاد کریں گے اور میری اس محبت کا تذکرہ کریں گے جو مجھے تم سے ہے اس کے بعد میں تمہارے ہی ذریعے اپنے والد کو اس بات سے منع کرتا ہوں کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی ناپسندیدہ عمل کریں۔ پس اس کا وزیر واپس لوٹ گیا اور یوذاسف آگے بڑھ گیا۔ وہ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک وسیع جگہ پہنچا اس نے اپنا سر اٹھا کر دیکھا کہ ایک بہت بڑا درخت پانی کے چشمہ پر ہے۔ اور وہ بہت خوبصورت درخت تھا۔ اس کی متعدد شاخیں تھیں اور اس کا پھل انتہائی میٹھا تھا۔ اس پر اتنی تعداد میں پرندے تھے کہ جن کو گنا نہیں جا سکتا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر اسے خوشی اور مسرت محسوس ہوئی چنانچہ آگے بڑھ کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ اور وہ اپنے دل میں اس کی تاویل و تفسیر کر رہا تھا۔ اس نے اس درخت کو اس بشارت اور خوش خبری سے تشبیہ دی کہ جس کی طرف اسے بلایا گیا تھا۔ اور پانی کے چشمے کو حکمت اور علم سے تشبیہ دی اور پرندوں کی تشبیہ ان لوگوں سے دی کہ جو اس پر اکٹھا کریں گے اور اس سے دین کو قبول کریں گے۔

ابھی وہ کھڑا ہی تھا کہ چار فرشتے نظر آئے جو اس کے سامنے چل رہے تھے۔ وہ بھی ان کے پیچھے چلا یہاں تک کہ وہ فضائے آسمانی میں اسے اٹھا کر لے گئے اور اسے علم و حکمت میں سے وہ کچھ عطا کیا جو پہلے، درمیانی اور آخری چیزوں کے ذریعے سے معلوم ہوا تھا (یعنی بشارت، علم و حکمت اور دین کی طرف راغب لوگ) اور وہ علم بھی دیا گیا جو آخر میں ہونے والا ہے۔ پھر اس کو زمین پر اتارا اور چاروں فرشتے اس کے ہم نشین بن کر رہے وہ ایک مدت تک ان شہروں میں قیام پذیر رہا۔ پھر وہ سرزمین سولابط پہنچا تو اس کے والد کو اس کے آنے کی اطلاع ملی پس وہ اور تمام معزز ارکین سلطنت آئے اور اس کا کافی احترام کیا۔ اس کے شہر والے بھی اپنے قرابت داروں اور جاہ و حشم کے ساتھ اکٹھے ہو گئے اسے سلام کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گئے۔ اور یوذاسف نے ان کے لئے فرش بچھایا ان سے بہت سی باتیں کیں اور ان سے کہا کہ تم کان لگا کر میری باتیں سنو اور اپنے دلوں کو حکمت ہی کو غور سے سننے کے لئے قائم کرو کہ جو نفسوں کا نور ہے اور اس علم پر اعتماد کرو جو راہ راست کا راستہ ہے۔ اور اپنی عقلوں کو بیدار کرو اور حق و باطل اور گمراہی اور ہدایت کے درمیان جو فاصلہ ہے اس کو سمجھو۔ اور یہ بات بھی جان لو کہ یہ وہ دین حق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل علیہم السلام اور پہلی صدیوں والوں پر نازل کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں ہم کو پھر اس خصوصیت سے نوازا ہے اور ہم پر اس نے احسان کیا اور اسی میں جہنم کی آگ سے نجات ہے مگر یہ کہ انسان آسمانوں پر نہیں پہنچ سکتا اور کوئی

شخص وہاں داخل نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ وہ ایمان میں کامل ہو اور عمل خیر کرے۔ پس اس سلسلے میں کوشش کرو تاکہ رحمت دائمی اور وہ زندگی تمہیں مل جائے کہ جو تم سے کبھی جدا نہ ہوسکے۔ اور جو شخص تم میں سے دین پر ایمان رکھے تو اس کا ایمان دنیاوی زندگی کے لالچ اور زمین کے مالک ہونے کی امید اور دنیا کے عطیات کی طلب پر نہیں ہونا چاہیئے بلکہ تمہارا دین پر ایمان آسمانی سلطنت کی فتح و نجات کی امید اور گمراہی سے نجات کی طلب اور آخرت میں رحمت و خوشی کے حصول پر ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ زمینی سلطنت اور اس کی بادشاہت زائل ہونے والی ہے۔ اس کی لذتیں منقطع ہونے والی ہیں۔ پس جو اس کے دھوکے میں آیا وہ ہلاک ہوگیا اور رسوا ہوا۔ اگر تم دینداروں کے موقف سے واقف ہو جاؤ جن کا دین حق پر مبنی ہے تو تم سمجھ لو کہ موت تمہارے جسموں کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور وہ جسموں کے ساتھ تمہاری روحوں کو بھی کھینچ رہی ہے۔ اور یہ بھی جان لو کہ جس طرح پرندے اپنی زندگی اور دشمنوں سے نجات پر قادر نہیں ہیں مگر اپنی قوت بصارت اور بازوؤں اور پیروں کی مدد سے انہیں قدرت حاصل ہے اسی طرح انسان حیات اور نجات پر قادر نہیں ہے مگر یہ کہ علم، دین اور عمل صالح اور بہترین کامل افعال کے ذریعے سے قدرت رکھ سکتا ہے تو اے بادشاہ آپ اور آپ کے ارکان سلطنت جو کچھ اس بارے میں سن رہے ہیں وہ اس پر غور کریں اور سمجھیں اور عبرت حاصل کریں۔ اور اس سمندر کو عبور کریں کہ جس میں ہمیشہ سے کشتی موجود ہے اور ان بیابانوں کو طے کریں کہ جن میں ہمیشہ اپنی باربرداری کا سامان اور زادِ راہ مہیا رہتا ہے اور تم اپنے راستے پر چلتے رہو جب تک کہ چراغ تمہارے پاس رہے اور زاہدوں کے ساتھ نیکی کے خزانوں میں اضافہ کرو اور خیر اور عمل صالح میں ان کے شریک بن جاؤ۔ اور ان کی اچھی طرح اصلاح کرو۔ اور ان کے مددگار بن جاؤ اور تم اپنے اعمال کے ساتھ اس طرح چلو کہ وہ تمہارے ساتھ نوری سلطنت میں داخل ہوجائیں۔ اور نور کو قبول کرو اور اپنے فرائض کو یاد رکھو اور خیرِ دنیا کی آرزو، شراب نوشی اور عورتوں کی خواہش پر اعتبار نہ کرنا۔ اور ہر برائی سے کہ جو روح اور جسم کی ہلاکت کا سبب ہو بچنا۔ اور حسد، غضب، عداوت اور چغل خوری سے پرہیز کرنا۔ اور جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو کہ وہ تمہیں دی جائے تو وہ کسی دوسرے کو نہ دینا۔ تم اپنے قلوب کو پاک و صاف رکھو، نیتوں کو صاف رکھنا تاکہ جب تمہیں موت آئے تو تم صحیح راستے پر ہو۔

پھر وہ سرزمین سولابط سے چل کر بہت سے مختلف شہروں اور بستیوں میں تبلیغ دین کرتا ہوا سرزمین قشمیر میں پہنچا اور چل پھر کر اس نے وہاں کے مردہ دل باشندوں کو از سر نو حیات بخشی اور اس دوران میں اس کا انتقال ہوگیا اور جسمانی ہستی کو چھوڑ کر نور کی طرف پرواز کر گیا۔ اس نے اپنی موت سے پہلے اپنے شاگرد "یابد" نامی کو بلایا جو اس کی خدمت کرتا تھا اور نگہبانی کے فرائض انجام دیتا تھا اور تمام امور میں مرد کامل تھا۔ اس نے اس سے وصیت کی کہ میرا اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آگیا ہے تم سب اپنے فرائض بجا آوری کی پاسداری کرو۔ حق سے نہ پھرنا اور زہد و عبادت کو اختیار کئے رہنا۔ پھر اس نے یابد کو حکم دیا کہ وہ اس کے لئے ایک جگہ بنائے پھر اس نے اپنے دونوں پاؤں

پھیلائے اور اپنا سر مغرب کی سمت میں کیا اور اس کا چہرہ مشرق کی طرف تھا پھر اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور اسی جیسی معمرین کے بارے میں جو روایات وغیرہ ہیں وہ غیبت اور وقوع غیبت کے بارے میں قابل اعتماد نہیں ہیں کیونکہ غیبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام کی احادیث سے ثابت اور صحیح ہے جس طرح اسلام اور اس کے قواعد و احکام ان کی احادیث سے ثابت ہیں۔ لیکن میرے خیال میں بہت سے انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم ان کے بعد بہت سے ہادیان برحق علیہم السلام اور بہت سے نیک بادشاہوں کو اللہ کی طرف سے غیبت حاصل ہوئی اور ہمارے مخالفین بھی اس کے منکر نہیں اور سب روایتیں صحیح ہیں اس کے سوا جو صحیح روایات کثیرہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سے بارہویں امام حضرت قائم علیہ السلام کے بارے میں اور ان کی غیبت کے سلسلے میں ہیں یہاں تک کہ زمانہ طویل ہو جائے گا اور دل سخت ہو جائیں گے اور لوگ ان کے ظہور سے مایوس ہو جائیں گے پھر خدا ان کا دیدار کرائے گا اور زمین ان کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ ان کے عدل و انصاف سے ظلم و جور ختم ہو جائے گا تو کوئی اس کی تکذیب نہیں کرتا۔ جو دیکھا اس کی نظارہ کا اقرار کرتے ہیں مگر یہ کہ وہ نور الٰہی کے بجھانے کا قصد و ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے دین کو باطل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ کو پسند نہیں ہے مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو کامل کرے اور اپنے کلمہ کو بلند کرے اور حق کی حقیقت ظاہر کرے اور باطل کو باطل ثابت کرے اگرچہ مخالفین اور تکذیب کرنے والوں کو کتنا ہی ناگوار گزرے یہ اللہ کا صالحین سے بذریعہ زبان سید الانبیاء صلوات اللہ علیہ وآلہ کے وعدہ ہے۔

اس حدیث اور اس کتاب میں اس جیسی حدیث کے تذکرے سے کوئی دوسرے معنی مراد نہیں ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تمام موافقین و مخالفین ان جیسی احادیث کی طرف مائل و راغب ہیں پھر جب وہ اس کتاب کی وجہ سے اس سفر میں کامیاب ہو جائیں تو پورے مسئلہ سے اچھی طرح واقف ہونے کی تمنا کریں پھر وہ منکر و ناظر اور شک و اقرار کرنے والے سے واقف ہو جائیں۔ اقرار کرنے والا اس کے ذریعہ اپنی بصیرت میں اضافہ کرے اور جو منکر ہے تو اللہ کی طرف سے اس پر حجت قائم ہو۔ اور جو شک میں مبتلا ہیں کہ اقرار کریں یا انکار کریں تو ان کو امر غائب اور غیبت پر بحث اور تفتیش و جستجو کی طرف دعوت دے تو اس کے لئے ہدایت کی امید جا سکتی ہے کیونکہ صحیح امور میں بحث و تفتیش سے اضافہ نہیں ہوتا مگر تاکید و ثبوت سے۔ اس سونے کی طرح کہ جس کو آگ میں تپایا جاتا ہے تو اس کی صفائی اور خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے اسم اعظم کو قرآن کی سورتوں کی ابتداء میں پوشیدہ رکھا ہے کہ جس کے ذریعہ سے جب دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو عطا کیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے الم، المص، الر، المر، کھیعص، حمعسق، طسم، طس اور یس اور اس جیسے دوسرے حروف کو دو خبروں کی وجہ سے ارشاد فرمایا ایک سبب یہ تھا کہ کفار اور مشرکین کی آنکھوں پر ذکر خدا اور رسول سے پردہ پڑا ہوا تھا قول الٰہی

"قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولا" (الطلاق - آیت ۱۰-۱۱) "تمہارے پاس اللہ نے ذکر رسول کو نازل فرمایا ہے" اور کفار و مشرکین قرآن کے سننے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے تو اللہ عزوجل نے بعض سورتوں کی ابتداء میں الگ الگ حروف میں اسم اعظم کو نازل فرمایا جو ان کے کلام و لغت کے حروف تھے اور وہ ان حروف مقطعات کے ذکر کے عادی نہیں تھے۔ جب انہوں نے ان کلمات کو سنا تو حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم اس کے مابعد کو تعجب کے اعتبار سے سنیں گے پھر انہوں نے اس کے بعد کی آیتوں کو غور سے سنا تو بس منکرین پر حجت تمام ہو گئی اور اقرار کرنے والوں کی بصیرت میں اضافہ ہوا کچھ لوگ شک و شبہ میں مبتلا رہے جن میں صرف اتنی ہی ہمت و جرأت تھی کہ وہ ہر مشکوک میں بحث کریں اور بحث و تحقیق کے بعد حق تک پہنچ جائیں۔

اور دوسرا سبب ان سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات کے ساتھ نازل کرنے کا تھا کہ اس کی معرفت سے اہل عصمت و طہارت کو مخصوص کر دیا جائے جن کے ذریعہ سے وہ دلیلیں قائم کریں اور ان کے ذریعہ وہ معجزات ظاہر فرمائیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ ان حروف کی معرفت تمام لوگوں کے لئے عام کر دیتا تو یہ حکمت کے خلاف اور تدبیر کے فساد کا باعث ہوتا اور کوئی غیر معصوم میں سے مین نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ یہ مرض یا انہیں ہوئے مرض کے برخلاف ان حروف کے ذریعہ دعا کرے پھر یہ بات بھی روا نہیں ہو سکتی کہ حد کے وعدہ قبولیت کے باوجود اور اس کے وعدہ خلاف نہ کرنے کی صفت سے موصوف ہونے کی بنا پر وہ دعا کو قبول نہ کرتا اسی بنا پر اسکے لئے مناسب ہوا کہ وہ بعض حروف مقطعات کی معرفت اس شخص کو عطا کرے جو اس کی مخلوق کے لئے عبرت بن جائے کہ وہ اپنی حد سے آگے بڑھ جائے جیسے بلعم بن باعور۔ جبکہ اس نے چاہا کہ وہ موسیٰ کلیم اللہ کے خلاف دعا کرے تو وہ اسم اعظم کو بھول گیا اور اس نے راہ فرار اختیار کی۔ کلام مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "واتل علیھم نبا الذی اٰتینٰہ اٰیٰتنا فانسلخ منھا فاتبعہ الشیطٰن فکان من الغاوین" (سورۃ الاعراف آیت ۱۷۵) "اور اے رسول تم ان لوگوں کو اس شخص کی خبر سناؤ جس کو ہم نے آیات عطا کی تھیں پھر وہ ان آیتوں کو چھوڑ بھاگا تو شیطان نے اس کا پیچھا کیا تب وہ گمراہوں میں ہو گیا۔" اور اللہ عزوجل نے یہ کام اس لئے کیا تاکہ لوگ جان لیں کہ فضل کے لئے وہی مخصوص ہے کہ جس کو علم ہو کہ وہ فضل کا مستحق ہے اور اس کو اس نے عام نہیں کیا کہ عوام الناس سے بھی یہی واقعہ پذیر ہوتا جو بلعم بن باعور سے واقع ہوا۔ اور جب یہ مناسب ہے کہ اللہ عزوجل نے اسم اعظم کو حروف مقطعات کی شکل میں اپنی اس کتاب میں جو اسکی حجت اور اس کا کلام ہے پوشیدہ کر دے تو یہ بھی مناسب ہے کہ وہ اپنی حجت کو موسم ہدایت اور ان کے غیروں سے پوشیدہ رکھے کیونکہ اللہ عزوجل جانتا ہے کہ کب اس کو ظاہر کرے کہ جب تک لوگوں کی کثرت حدود الٰہی کی حفاظت روزی نہ کرنے لگے جس کی وجہ سے وہ قتل کے سزاوار ہوں گے۔ مگر ان کا قتل جائز نہیں ہوگا کہ ان کے صلبوں میں مومنین ہوں گے۔ اور اگر وہ حجت خود ان کو قتل نہ کرے تو یہ بھی مناسب و جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔

اس جیسی صورت حال میں غیبت کی حکمت ضروری ہے جب وہ متفرق و پراگندہ ہو جائیں گے اور ان کے اصلاب میں کوئی مومن باقی نہیں رہے گا تو اللہ اپنی حجت کو ظاہر کرے گا کہ وہ اس کے دشمنوں کو زمین روئے کر دیں گے اور ان کو ہلاک کر دیں گے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ کوئی شوہر دار عورت زنا کرے اور وہ حاملہ ہو تو اس کو سنگسار نہیں کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ بچہ کو جنے اور اس کو مدت تمام تک دودھ نہ پلائے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی مرد مسلمان اس کی کفالت اور اس رضاعت کرے اور یہی طریقہ اس شخص کے لئے ہے جس کے صلب میں مومن ہے کہ جب وہ واجب القتل ہو تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس مومن بچہ کو اس سے الگ نہ کر دیا جائے اور اس کا علم سوائے علام الغیوب کی طرف سے مقرر حجت کے کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور سوائے اس کے کوئی شخص امام قائم نہیں کر سکتا اور یہی وہ سبب تھا جس کی بناء پر امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے مخالفین سے جہاد کو بعد وفات رسولؐ پچیس سال تک چھوڑے رکھا۔

ہم سے جعفر بن محمد بن مسرور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے حسین بن محمد بن عامر نے بیان کیا، انہوں نے اپنے چچا عبد اللہ بن عامر سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے اس شخص سے جس نے ان کا ذکر ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کیا کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو کیا ہوا تھا کہ انہوں نے اپنے مخالفین سے دور اول میں مقاتلہ نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن کی ایک آیت کی وجہ سے ' **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذاباً الیماً** ' (سورہ فتح آیت ۲۵) "اگر ایماندار لوگ ان کافروں سے الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔" اس شخص نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ تزیل سے کیا مراد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس سے مراد وہ مومن امانتیں ہیں جو کافروں کے اصلاب میں ہیں۔

اسی طرح قائم علیہ السلام کا اس وقت تک ظہور نہیں ہوگا جب تک اللہ عزوجل کی امانتیں پیدا نہ ہو جائیں اور جب وہ امانتیں پیدا ہو جائیں گی تو وہ دشمنان خدا پر ظاہر ہو جائیں گے پھر ان کو قتل کریں گے۔

ہم سے مظفر بن جعفر بن مظفر علویؒ نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن مسعود نے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے علی بن محمد سے انہوں نے محمد بن احمد سے، انہوں نے حسن بن محبوب سے، انہوں نے ابراہیم کرخی سے انہوں نے کہا کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض کیا یا ان سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کیا حضرت علی علیہ السلام دین خدا میں مضبوط و قوی نہ تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ قوی تھے۔ اس نے کہا پھر قوم ان پر کس طرح غالب آ گئی اور انہوں نے اس کا دفاع نہیں کیا اور ان کو روکا۔ تو آپ نے فرمایا کتاب خدا میں ایک آیت ہے جس نے ان کو اس بات سے روکا۔ اس شخص نے کہا وہ کونسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا **لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذاباً الیماً** کیونکہ اللہ عزوجل کی مومن امانتیں کافروں اور منافقوں کی

صلبوں میں موجود تھیں تو علی علیہ السلام کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ ان کے آباء کو قتل کر دیں تاوقتیکہ امانتیں پیدا ہو جائیں اور جب امانتیں نکل آئیں تو علی علیہ السلام ان پر حملہ آور ہوئے اور ان سے مقاتلہ کیا اسی طرح ہمارے اہلبیت کے قائم علیہم السلام کا اس وقت تک ظہور نہ ہوگا جب تک کہ اللہ کی امانتیں پیدا نہ ہو جائیں پھر وہ اپنے مخالفین پر غلبہ حاصل کر کے ان کو قتل کریں گے۔

ہم سے مظفر بن جعفر بن مظفر سمرقندی علوی نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے جعفر بن محمد بن مسعود نے انہوں نے اپنے والد سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے جبرئیل بن احمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے بیان کیا انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے منصور بن حازم سے انہوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اللہ کے اس ارشاد **"لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما"** کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مومنین کے اصلاب میں سے کافروں کو نکال دے اور کافروں کے اصلاب میں سے مومنوں کو نکال دے گا تو وہ کافروں پر عذاب کرے گا۔

دراز عمر رسیدہ لوگوں کی روایت کو ہم سے ابو الحسن علی بن عبداللہ بن محمد فقیہ اسواری نے ایلاق میں بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے مکی بن احمد بردعی نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے اسحاق بن ابراہیم طرطوسی کو کہتے ہوئے سنا میں ستانوے سال کی عمر میں یحییٰ بن منصور کے گھر پہنچا تو میں نے قنوج کے ہندوستانی بادشاہ سرباتک کو دیکھا تو ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تمہاری عمر کتنی ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ اس کی عمر نو سو پچیس سال ہے اور وہ مسلمان ہے، اس نے بیان کیا جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دس افراد کو جس میں حذیفہ بن یمان، عمرو بن العاص، اسامہ بن زید، ابو موسیٰ اشعری، صہیب رومی اور سفینہ وغیرہ تھے میرے پاس بھیجا۔ انہوں نے مجھے دعوت اسلام دی تو میں اس دعوت کو قبول کر کے اسلام لے آیا اور مکتوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نے بوسہ دیا تو میں نے اس سے کہا تم کمزوری کے باوجود نماز کس طرح پڑھتے ہو؟ اس نے مجھے جواب دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے **"الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم"** آل عمران آیت (۱۹۱) "وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور کروٹ لیکر کرتے ہیں" میں نے اس بادشاہ سے دریافت کیا تمہاری غذا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا میں گوشت اور پیاز بہترین غذا میں استعمال کرتا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا تم کو اجابت ہوتی ہے؟ اس نے جواب میں کہا ہفتہ میں ایک مرتبہ تھوڑی سی اجابت ہوتی ہے۔ میں نے اسکے دانتوں کے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا بیس مرتبہ ان کو تبدیل کر چکا ہوں۔ میں نے اس کے اصطبل میں ہاتھی سے بڑا ایک جانور دیکھا جس کو زندفیل کہا جاتا ہے۔ میں نے اس سے کہا تم کیا کام لیتے ہو؟ اس نے کہا یہ غلاموں کے کپڑے لاد کر دھوبی تک لے جاتا ہے۔ اس کی سلطنت کی لمبائی اور چوڑائی کا فاصلہ چار سال کے برابر تھا۔ اور اس کا سلطنت ہر طرف سے پچاس فرسخ تھا۔ اور ہر دروازہ پر ایک لاکھ بیس

ہزار کا لشکر متعین تھا کہ اگر کسی دروازہ پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو یہ لوگ جنگ کریں اور کسی دوسرے کی مدد کے محتاج نہ ہوں۔ وہ بادشاہ خود دار السلطنت کے وسط میں رہتا تھا۔ میں نے اس کو کہتے ہوئے سنا کہ میں ایک مغربی ملک میں پہنچا وہ ایک ریگستان تھا جس میں روئیدگی نہیں تھی۔ چلتے چلتے میں موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں پہنچ گیا کہ جن کے گھروں کی چھتیں ایک دوسرے کے برابر تھیں اور غلہ وغیرہ کے خرمن و کھلیان شہر کے باہر تھے۔ کچھ اناج کھانے پینے کے لئے لے لیتے تھے اور باقی کو وہیں چھوڑ دیتے تھے۔ ان کی قبریں گھروں کے اندر تھیں اور ان کے باغات شہر سے دو فرسخ کے فاصلہ پر تھے۔ ان میں نہ کوئی بوڑھا تھا نہ بڑھیا تھی اور نہ میں نے ان میں کوئی بیماری دیکھی اور نہ کوئی جان بلب بیمار دیکھا۔ وہاں بازار بھی تھے جب کوئی شخص کسی شے کو خریدنا چاہتا تو وہ بازار جا کر خود ہی اس شے کا وزن کرتا اور جو چاہتا تھا لے لیتا تھا حالانکہ مالک دوکان موجود نہ ہوتا تھا اور جب وہ نماز پڑھنا چاہتے تو آکر نماز پڑھتے اور واپس چلے جاتے ان کے درمیان کبھی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا اور سوائے ذکر الٰہی و نماز اور تذکرہ موت کے بات چیت نہ کرتے۔

اس کتاب کے مولف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مخالفین اگر سراندیپ کے بادشاہ اور ہندوستان کی حالت کو جائز سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ وہ حجت خدا کی عمر میں کسی قسم کا شبہ پیدا نہ کریں اور سوائے خدا کے کسی میں قدرت و قوت نہیں ہے۔

باب (۵۵) ظہور امامؑ کے انتظار کا ثواب

۱۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندیؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرکی بن علی بوفکی نے ان سے حسن بن علی بن فضال نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے موسیٰ نمیری نے ان سے علاء بن سیابہ نے انہوں نے کہا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص امام قائمؑ کا انتظار کرتے ہوئے مرے گا اس کا مرتبہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص امام قائمؑ کے ساتھ خیمہ میں مقیم ہو۔

۲۔ یہی اسناد کے ساتھ ثعلبہ سے روایت ہے کہ ان سے عمر بن ابان نے بیان کیا ان سے عبدالحمید واسطی نے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دریافت کیا مولا خدا آپ کا بھلا کرے ہم لوگوں نے تو صاحب امرؑ کے انتظار میں بازار جانا چھوڑ دیا۔ آپؑ نے فرمایا اے عبدالحمید کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے ضبط نفس سے کام لے گا تو خدا اس کے لئے راستہ نہ کھولے گا؟ نہیں۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور راستہ پیدا کرے گا۔ اللہ رحم کرے اس شخص پر جو ہمارے خاطر ضبط نفس سے کام لے۔ اللہ رحم کرے اس شخص پر جو ہمارے امر کو زندہ کرے۔ میں نے عرض کیا مولا اگر میں امام قائمؑ کا زمانہ پانے سے پہلے مرگیا تو؟ آپؑ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی یہ

تو بہتر یہ ہے کہ گھر میں رہے اور اگر امام قائم کا زمانہ پاؤں گا تو ان کی نصرت کروں گا تو وہ اس شخص کے مانند ہے جو ان کی معیت میں تلوار چلاتا ہے بلکہ ان کے ہمراہ شہادت بھی پائے۔

۳۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن مسعود سے روایت ہے ان سے جعفر بن معروف نے بیان کیا ان سے محمد بن حسین نے ان سے جعفر بن بشیر نے ان سے موسیٰ بن بکر واسطی سے ان سے ابوالحسن نے اپنے آباء کرامؑ سے بیان کیا کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا میری امت کا بہترین عمل اللہ عزوجل کی جانب سے فرج (کشائش) کا انتظار ہے۔

۴۔ اسی اسناد سے محمد بن عبدالحمید نے بیان کیا ان سے محمد بن فضیل نے بیان کیا کہ میں نے امام رضاؑ سے ظہور قائم کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **فانتظروا انی معکم من المنتظرین** سو (سورۃ اعراف آیت ۷۱) "سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"۔

۵۔ اسی اسناد کے ساتھ بیان کیا محمد بن مسعود نے ان سے ابوصالح خلف بن حماد کشی نے ان سے سہل بن زیاد سے ان سے محمد بن حسین سے ان سے احمد بن محمد بن ابی نصر سے بیان کیا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ صبر و انتظار امام قائم کیا خوب بات ہے کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا **وارتقبوا انی معکم رقیب** (سورۂ ہود آیت ۹۳) "تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں" نیز فرمایا **فانتظروا انی معکم من المنتظرین** (سورۂ اعراف آیت ۷۱) "سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں"۔ پس صبر سے کام لو کیونکہ مایوسی کے بعد کشائش ہوتی ہے۔ اور تم سے پہلے کے لوگ تم سے زیادہ صابر تھے۔

۶۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے ان سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے قاسم بن یحییٰ نے ان سے ان کے جد حسن بن راشد نے ان سے ابی بصیر اور محمد بن مسلم نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے ان کے آباء کرامؑ نے ان سے حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ ہمارے صاحب امر کا انتظار کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرکے اپنے خون میں لوٹ رہا ہو۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے مظفر بن جعفر بن مظفر علوی سمرقندی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حیدر بن محمد اور جعفر بن محمد بن مسعود نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن مسعود نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن ہشام لؤلؤی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن محبوب نے ان سے ہشام بن سالم نے ان سے عمار ساباطی نے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آیا باطل حکومتوں کے دور میں امام قائم کے امر سے متمسک رہتے ہوئے چھپ چھپ کر عبادت کرنا افضل ہے یا ظہور امام کے بعد آپ کے عہد حکومت میں علانیہ عبادت کرنا؟ آپ نے فرمایا اے عمار (باطل حکومتوں میں) پوشیدہ حیثیت سے کی قسم خدا کی خیرات سے افضل ہے

امام قائم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا نہ وہ نہیں دیکھا جائے گا اور نہ ان کا نام لیا جائے گا۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ اور محمد بن حسنؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حنیل بن عبید نے ان سے اسماعیل بن ابان نے ان سے عمرو بن شمر نے ان سے جابر بن یزید جعفی نے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا وہ فرما رہے تھے کہ حضرت عمرؓ نے امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب سے حضرت مہدیؑ کے متعلق دریافت کیا اور کہا اے ابن ابی طالبؑ مجھے یہ بتائیں کہ مہدیؑ کا نام کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا میرے حبیب و خلیل رسول اللہؐ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں اس کا نام کسی کو نہیں بتاؤں یہاں تک کہ وہ ظہور کرے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو اللہ نے اپنے رسولؐ کے علم میں دی ہیں۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن احمد علوی نے ان سے ابو ہاشم جعفری نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرا جانشین میرا بیٹا حسن ہوگا۔ تم کیا سلوک کرو گے اس کے فرزند کے ساتھ؟ میں نے عرض کیا خدا مجھے آپ پر فدا کرے آپ نے یہ کیوں فرمایا؟ آپ نے جواب دیا نہ تم اسے دیکھ سکو گے اور نہ ہی اس کا نام لینا جائز ہوگا۔ میں نے عرض کیا پھر ہم اس کا ذکر کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا حجت آل محمد صلوات اللہ علیہ وسلامہ کہا کرو۔

باب (۵۷) علامات ظہور امام قائمؑ

۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے ابراہیم بن مہزیار نے ان سے ان کے بھائی علی نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے صفوان بن یحییٰ نے ان سے محمد بن حکیم نے ان سے میمون البان نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ظہور امام قائمؑ سے پہلے پانچ علامتیں ظاہر ہوں گی۔ یمانی اور سفیانی کا خروج، آسمان سے منادی، زمین بیداء کا دھنس جانا، نفس زکیہ کا قتل۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے ان سے عباس بن معروف نے ان سے علی بن مہزیار نے ان سے عبداللہ بن محمد حجال نے ان سے ثعلبہ بن میمون نے ان سے شعیب حذاء نے ان سے صالح نے جو بنی عذرہ کا غلام تھا بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ظہور قائمؑ اور قتل نفس زکیہ کے درمیان پندرہ راتیں ہوں گی۔

۳۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے ان سے احمد بن ہلال نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے ابو ایوب خزاز اور علا بن رزین نے ان سے محمد بن مسلم نے انہوں

سے [illegible] میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ظہور امام قائم سے پہلے خدا مومنین کے لئے نشانیاں مقرر [illegible] میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان وہ کون سی نشانیاں ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ وہ نشانیاں ہیں جو قرآن میں ہیں **ولنبلونکم** اور ہم تمہیں آزمائیں گے یعنی مومنین کو قائم علیہ السلام کے خروج سے قبل **بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین** (سورہ بقرہ آیت ۱۵۵) [illegible] خوف سے اور بھوک سے اور نقصان سے مال کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری دے ان صبر کرنے والوں کو پھر فرمایا مومنین کو بنو فلاں کے حکمرانوں کے خوف سے آزمایا جائے گا **الجوع** سے [illegible] بھوک و فاقہ کے ذریعہ **ونقص من الاموال** سے مراد [illegible] برکت [illegible] ہے **ونقص من الانفس** سے مراد [illegible] اور **نقص من الثمرات** سے مراد [illegible] "**وبشر الصابرین**" یعنی صبر کرنے والوں کو تعجیل [illegible] کی خوشخبری دو۔

پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے محمد یہی تاویل ہے اس آیت کی [illegible] اور خدا فرماتا ہے **وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم** [illegible] علم والوں کے۔

۴۔ [illegible] محمد بن حسن [illegible] حسین بن حسن [illegible] معیرہ [illegible] حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ [illegible] ظہور کے وقت [illegible] صدا لگائے گا [illegible] حضور [illegible] کی۔

۵۔ [illegible] حسین بن سعید [illegible] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے [illegible] ہو گا۔

۶۔ [illegible] حسین بن سعید [illegible] حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے [illegible] وجلد ہو گی۔

۷۔ اسی اسناد کے ساتھ روایت ہے حسین بن سعید سے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عمر بن حنظلہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ظہور امام سے پہلے پانچ علامات حتمی ہیں۔ یمانی، سفیانی کا خروج، منادی کا ندا دینا، نفس زکیہ کا قتل اور بیداء کی زمین کا دھنس جانا۔

۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے ان سے جعفر بن بشیر سے ان سے ہشام بن سالم سے ان سے زرارہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک منادی امام قائم کا نام لے کر ندا دے گا۔ میں نے عرض کیا کیا یہ ندا خواص کے لیے ہوگی یا عوام کے لیے؟ آپ نے فرمایا عوام کے لیے اور ہر قوم اس آواز کو اپنی اپنی زبانوں میں سنے گی۔ میں نے عرض کیا کیا وہ لوگ جو حضرت قائم کے مخالف ہوں گے ان کے لیے بھی نام لے کر ندا دی جائے گی؟ فرمایا نہیں ان کے لیے شیطان آخرشب میں صدا دے گا اور لوگوں کے دل میں شک پیدا کرے گا۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے ان سے محمد بن علی کوفی سے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عمر بن اذینہ سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا میرے والد نے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ ظہور امام قائم سے پہلے جگر خوارہ کا بیٹا وادی یابس سے خروج کرے گا وہ درمیانہ قد کا ہوگا۔ اس کے چہرے سے وحشت ٹپکتی ہوگی جسم موٹا ہوگا۔ اس کے چہرے پر چیچک کے نشانات ہوں گے۔ ایک آنکھ کا ہوگا۔ اس کا نام عثمان اور اس کے باپ کا نام عنبسہ ہوگا۔ ابو سفیان کی نسل سے ہوگا۔ شہروں کو تباہ و برباد کرتا ہوا کوفہ میں قیام کرے گا۔ وہاں اس کے منبر پر جا بیٹھے گا۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے احمد بن زیاد بن جعفر ہمدانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم بن ہاشم نے ان سے ان کے والد ابراہیم بن ہاشم نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے حماد بن عثمان نے ان سے عمر بن یزید نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر تم نے سفیانی کو دیکھا تو گویا انسانوں میں سب سے خبیث شخص کو دیکھ لیا جو زرد، سرخ و نیلی آنکھوں والا ہوگا وہ کہے گا اے رب مجھے بدلہ چاہیے مومنوں سے چاہے اس کے عوض مجھے جہنم ہی میں کیوں نہ ڈال دیا جائے۔ اس کی خباثت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنی ام ولد باندی کو زندہ دفن کرے گا تاکہ وہ اس کے سبب کو نہ بتائے۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن ابو القاسم ماجیلویہ نے ان سے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن سفیان نے ان سے قتیبہ بن محمد نے ان سے عبداللہ بن ابی منصور بجلی نے انہوں نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سفیانی کے

میں نے ان کے بارے میں عرض کیا کہ آپ سے مراد حسینی کے نام سے کیا کام ہے۔ پس جب رجب ہو اور وہ شام کے پانچ علاقے دمشق، حمص، فلسطین، اردن اور قنسرین کو فتح کرے تو اس وقت ظہور امام قائم کی توقع کرنا۔ میں نے عرض کیا کیا وہ نو ماہ حکومت کرے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ آٹھ ماہ اور اس سے ایک دن بھی زیادہ نہیں۔

۱۲۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن علی انصاری نے ابو الصلت ہروی نے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے قائم جب خروج کریں گے تو ان کی کیا پہچان ہوگی؟ آپ نے فرمایا ان کی عمر تو معمر بزرگ کی ہوگی مگر جوان نظر آئیں گے جو دیکھے گا وہ کہے گا کہ چالیس یا اس سے کم کے ہیں۔ ان پر گردش ایام و سحر اثر نہیں کرتی یہاں تک کہ اجل آ جائے۔

۱۳۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے اپنے چچا محمد بن ابی القاسم نے انہوں نے محمد بن علی کوفی سے انہوں نے ان کے والد نے انہوں نے ابی المغراء سے انہوں نے معلی بن خنیس سے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیل کی آواز آسمان سے آئے گی اور ابلیس کی آواز زمین سے پس تم پہلی آواز کا اتباع کرنا اور دوسری آواز سے دور رہنا کیونکہ وہ فتنہ پھیلانے والی ہوگی۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبداللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسن بن محبوب سے انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا مولا کیا سفیانی کا خروج حتمی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور عباسیوں کا اختلاف بھی حتمی ہے۔ نفس زکیہ کا قتل بھی حتمی ہے اور امام قائم کا خروج بھی لازمی ہے۔ میں نے عرض کیا اس وقت کس قسم کی ندا آئے گی؟ فرمایا ایک منادی دن کے شروع میں آسمان سے ندا دے گا جان لو کہ حق علی اور ان کے شیعوں کے ساتھ ہے۔ پھر دن کے آخر میں ابلیس زمین سے ندا دے گا جان لو کہ حق سفیانی اور اس کے شیعوں کے ساتھ ہے۔ اس وقت باطل پرست حق کے بارے میں شک کا شکار ہو جائیں گے۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے صفوان بن یحییٰ سے ان سے عیسیٰ بن اعین نے انہوں نے معلی بن خنیس سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ سفیانی کا معاملہ ضرور حتمی ہے اور وہ رجب کے ماہ میں خروج کرے گا۔

۱۶۔ اسی اسناد سے حسین بن سعید سے روایت ہے انہوں نے حماد بن عیسیٰ سے بیان کیا انہوں نے ابراہیم بن عمر سے انہوں نے ابو ایوب سے انہوں نے حارث بن مغیرہ سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ صدائے غیبی ماہ رمضان کی ۲۳ ویں تاریخ شب جمعہ کو بلند ہوگی۔

۱۷۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن موسیٰ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے

جواب سے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن اسماعیل برمکی نے جواب سے کہا کہ بیان کیا مجھ سے اسماعیل بن مالک نے ان سے محمد بن سنان نے انہوں نے ابو الجارود زیاد بن منذر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے جد سے کہا کہ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ میری اولاد میں سے آخر زمانہ میں ایک مرد ظاہر ہوگا اس کی رنگت سفید و سرخ مونچھیں سرخ ہوں گی اس کا شکم چوڑا رانیں بڑی جوڑ مضبوط ہوں گے راستے سے منحرف لوگوں کے سروں پر عظمت پانے والا ہوگا اس کی پشت پر دو تل ہوں گے ایک تل آپ کی جلد کی رنگت کا اور ایک تل نبی صلی اللہ علیہ و آلہ کے تل کے مشابہ اس کے دو نام ہوں گے ایک مخفی اور دوسرا علانیہ۔ مخفی نام احمد اور علانیہ محمد ہوگا۔ اس کے علم کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہوں گے۔ وہ اپنا ہاتھ لوگوں کے سروں پر رکھے گا تو مومن کا دل لوہے سے زیادہ مضبوط ہو جائے گا اور ایک مومن کو اللہ تعالیٰ چالیس مردوں کی طاقت و قوت عطا فرمائے گا۔ اور جو مومن مر گئے ہیں ان کی قبروں میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو ظہور امام سے فرحت بخشے گا۔ اور وہ اپنی قبروں میں ہی امام قائم کی زیارت کریں گے اور باہم ایک دوسرے کو قیام امام قائم کی مبارک باد دیں گے۔

۱۸۔ اسی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے انہوں نے عمرو بن شمر سے انہوں نے جابر سے انہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی کہ اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت کا علم ہمارے مہدی کے دل میں اس طرح اگتا ہے جس طرح بہترین نباتات اگتے ہیں۔ پس تم میں سے جو بھی زندہ رہے اور انہیں دیکھے تو اس طرح سلام کرے **السّلام علیکم یا اہل بیت الرّحمة والنّبوّة ومعدن العلم وموضع الرّسالة**

ایک روایت کے تحت امام قائم کو اس طرح سلام کرنے کا حکم ہے **السّلامُ علیک یا بقیّة اللّٰہ فی ارضه**

۱۹۔ بیان کیا مجھ سے حسین بن احمد بن ادریس نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے انہوں نے حسین بن سعید سے انہوں نے علی بن ابی حمزہ سے انہوں نے ابو بصیر سے بیان کیا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام قائم عاشور کے روز جس روز امام حسین قتل ہوئے خروج کریں گے

۲۰۔ اسی اسناد سے روایت ہے حسین بن سعید سے انہوں نے روایت کی ابن ابی عمیر سے انہوں نے ابو ایوب سے انہوں نے ابو بصیر سے انہوں نے کہا کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ امام قائم کتنے اصحاب کے ساتھ خروج کریں گے لوگ کہتے ہیں کہ اہل بدر کی تعداد کے برابر یعنی تین سو تیرہ افراد ہوں گے تو آپ نے فرمایا امام قائم اس وقت خروج کریں گے جب ان کو صاحبان قوت کے مردوں کی تعداد حاصل ہو جائے گی اور وہ دس ہزار کی تعداد ہے جس سے کم نہیں ہو سکتی۔

۲۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن محمد بن یحیی عطار نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے ابو خالد قماط نے ان سے ضریس نے ان سے ابو خالد کابلی نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ امام کے پاس تین سو تیرہ اصحاب اہل بدر کی تعداد کے برابر جمع ہوں گے۔ وہ جہاں سے بھی چلیں گے صبح مکہ میں ہوں گے اور یہی تاویل ہے اس آیت کی **اینما تکونوا یأت بکم اللہ جمیعاً** (بقرہ آیت ۱۴۸) جہاں کہیں تم ہوگے تم کو اللہ ایک جگہ کردے گا۔ اور یہی لوگ اصحاب قائم ہیں۔

۲۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی عطار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی الخطاب نے ان سے صفوان بن یحیی نے ان سے منصور نے ان سے عمار بن ابی بکر نے ان سے عبداللہ بن عجلان نے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی محفل میں خروج امام قائم کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا ہمیں امام قائم کے خروج کا کیسے علم ہوگا؟ آپ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک جب صبح کرے گا تو اس کے سرہانے ایک پرچی لکھی ہوئی ملے گی جس پر تحریر ہوگا "**طاعة معروفة**"۔

ایک روایت میں ہے کہ امام مہدی کے پرچم پر تحریر ہوگا "**البیعة للہ عزّوجلّ**"۔

۲۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن ابراہیم نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے عمرو بن ابی مقدام نے ان سے ان کے والد نے ان سے [illegible] نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہم اہل بیت کے لئے ایک علم ہے جو اس سے آگے نکل گیا وہ دین سے خارج ہو گیا جو پیچھے رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا اور جو اس علم کے ساتھ رہا (یعنی اتباع کی) وہ کامیاب ہوا۔

۲۳۔ بیان کیا مجھ سے علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن ابی عبداللہ برقی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے ان کے جد احمد بن ابی عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد محمد بن خالد نے ان سے ابراہیم بن عقبہ نے ان سے زکریا نے ان سے ان کے والد نے ان سے عمرو بن ابی مقدام نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا آل عباس کا ایک بادشاہ خفیہ طور پر ہلاک کیا جائے گا۔ اس کی موت کا سبب یہ ہوگا کہ وہ ایک ہیجڑے سے نکاح کرے گا۔ وہ ہیجڑا اس کو موقع سے ہی ذبح کرکے فرار ہو جائے گا۔ اس کی موت چالیس دن تک پوشیدہ رہے گی پھر جب ارکان حکومت کے علم میں آئے گی تو وہ اس ہیجڑے کی تلاش میں نکلیں گے مگر واپس چلے آئیں گے یہاں تک کہ ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔

۲۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے ان سے

حسین بن سعید سے ان سے نضر بن سوید سے ان سے یحییٰ حلبی سے ان سے [illegible] حماد سے ان سے محمد بن ہمام سے ان سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ظہور امام قائم سے پہلے دو علامتیں ظاہر ہوں گی۔ پانچ دن تک چاند گرہن اور پندرہ دن تک سورج گرہن رہے گا۔ جیسا حضرت آدم کے زمانے سے لے کر اس وقت تک کبھی نہیں ہوا۔ اس وقت نجومیوں کا علم ساقط ہو جائے گا۔

۲۶۔ اسی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے روایت ہے کہ ان سے عمر بن سوید سے ان سے یحییٰ حلبی سے ان سے منذر بن عیثمی سے ان سے ابو خالد کابلی نے ان سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ عباس فرات کے کنارے ایک شہر آباد کریں گے۔ اس شہر کی تکمیل کے بعد ایک سال تک ان کی حکومت رہے گی۔

۲۷۔ اسی اسناد کے ساتھ حسین بن سعید سے مروی ہے ان سے صفوان بن یحییٰ نے بیان کیا ان سے عبد الرحمن بن حجاج سے ان سے سلیمان بن خالد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا امام قائم کے ظہور سے پہلے دو طرح کی موتیں ظاہر ہوں گی۔ سرخ موت اور سفید موت۔ یہاں تک کہ ہر سات میں سے پانچ مرد اس موت کا شکار ہوں گے۔ سرخ موت سے مراد تلوار اور سفید موت سے مراد طاعون ہے۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے ان سے احمد بن محمد بن خالد نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابی ایوب نے ان سے ابی بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ امام قائم کے ظہور سے قبل رمضان کی پانچویں تاریخ کو سورج گرہن ہوگا۔

۲۹۔ اسی اسناد کے ساتھ ابو ایوب سے روایت ہے کہ مجھ سے ابو بصیر اور محمد بن مسلم نے بیان کیا کہ ہم دونوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ امر ظہور امام قائم اس وقت تک واقع نہیں ہوگا جب تک کہ تہائی انسان ختم نہ ہو جائیں۔ پس آپ سے عرض کیا گیا کہ مولا جب تہائی انسان ختم ہو جائیں گے تو پھر باقی کیا بچے گا؟ فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تہائی بھی باقی بچیں۔

اس کتاب کے مصنف ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہؒ نے فرمایا کہ میں نے علامات ظہور حضرت قائمؑ اور آپ کی سیرت اور جو کچھ آپ کے دور میں وقوع پذیر ہوگا ان سب کو کتاب "السر المکتوم الی الوقت المعلوم" میں تحریر کیا ہے

ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

باب ۵۸ نوادر

۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ہارون قاضی، جعفر بن محمد بن مسرورؒ اور علی بن حسین بن شاذویہ مؤدبؒ نے ان سب نے کہا کہ بیان کیا ہم سے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن جامع حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب زیات نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے انہوں نے کہا میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت "والعصر ان الانسان لفی خسر" (ترجمہ: قسم ہے عصر کی انسان خسارہ میں ہے) کے بارے میں سوال کیا۔ آپؑ نے فرمایا "العصر" سے مراد قائم کے خروج کا زمانہ ہے۔ "ان الانسان لفی خسر" سے مراد ہمارے دشمن "الا الذین امنوا" سے مراد ہماری نشانیاں "وعملوا الصالحات" سے مراد بھائیوں کے درمیان مواسات "وتواصوا بالحق" سے مراد امامت "وتواصوا بالصبر" سے مراد زمانہ فترت ہے۔

اس کتاب کے مصنف فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اس حدیث میں لفظ فترت کے ذریعہ ہمارے خلاف دلیل قائم کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ امامت اس زمانے میں منقطع ہو گی جیسے کہ نبوت اور رسالت ایک نبی سے دوسرے نبی کے بیچ تک منقطع ہو گئی تھی۔

میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عرض کروں گا کہ یہ قول ان کثیر روایات کے خلاف ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ زمین قیامت تک حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ اور یہ بھی دائم ہے کہ اس وقت تک خالی رہی ہے۔ یہ وہ معروف روایات و احادیث ہیں جن کا اس کتاب میں تذکرہ ہوا اور جو شیعہ اور دوسرے فرقوں کے مختلف طبقات میں مشہور ہیں اور کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔ کوئی جھٹلانے والا اسے جھوٹا سمجھتا ہے اور نہ تاویل کرنے والا اس کی کوئی دوسری تاویل کر سکتا ہے۔ سب کا اتفاق ہے کہ زمین کسی وقت امام سے خالی نہیں رہ سکتی چاہے وہ ظاہر ہو یا غائب یعنی امامت تو منقطع ہو ہی نہیں سکتی اس کا منقطع ہونا جائز نہیں بلکہ اس طرح متصل ہے جیسے رات اور دن ایک دوسرے سے متصل ہیں۔

۲۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن عیسیٰ بن عبید نے ان سے علی بن حکم اور علی بن حسن نے ان سے نافع وراق سے اور ان سے ہارون بن خارجہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہارون بن سعد عجلی نے کہ اسماعیل کا انتقال ہو گیا جن کے بارے میں تم لوگوں کی رائے تھی کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد امام وہ ہوں گے۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام بوڑھے ہو گئے ہیں۔ کل میں ان کا انتقال بھی ہو جائے گا۔ پھر تم لوگ بغیر امام کے رہ جاؤ گے میں اس کی بات کا کوئی

ابو ... سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی کی امامت عرض کی۔ آپ نے فرمایا اس شخص پر تعجب ہے۔ خدا کی قسم امامت اگر منقطع ہو گئی تو زمین اور دین منقطع ہو جائیں گے۔ آپ جب اس شخص کو نہیں دیکھے تو اس سے کہنا کہ موسیٰ ابن جعفر میرے بعد امام ہوگا۔ اس کے بعد اس کا فرزند اس کا جانشین ہوگا ان شاء اللہ۔

اس روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ امر امامت منقطع نہیں ہو سکتی جب تک کہ دنیا اور دین منقطع ہو جائیں۔ پس رسولوں علیہم السلام کے درمیان زمانہ فترت تو جائز ہے۔ کیونکہ رسول کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ وہ قوم کے لئے شریعت لاتے ہیں، سابقہ شریعت کی تجدید کرتے ہیں اور بعض احکام کے ذریعے بعض کو منسوخ کرتے ہیں۔ لیکن نبی اور ائمہ کے لئے زمانہ فترت جائز نہیں کیونکہ نہ تو وہ شریعت لے کر آتے ہیں نہ منسوخ کرتے ہیں یا تجدید کرنے کی ذمہ داری ان کی ہوتی ہے اور ہم یہ جانتے ہیں کہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے درمیانی زمانے میں، حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے درمیانی زمانے میں، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے درمیانی زمانے میں، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمدؐ کے درمیانی زمانے میں بے شمار نبی اور وصی مبعوث ہوئے اور ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ اللہ کے احکام لوگوں کو یاد دلائیں اور وہ سب کچھ جو ان تک رسولوں سے وصیتیں، کتابیں اور علوم پہنچے ہیں ان کی حفاظت کریں اور سب میں سے تمام رسولوں نے اپنی امتوں کو ان امور کی تبلیغ کی جو اللہ عزوجل نے ان تک پہنچے اور انبیاء کے اوصیاء نے ان علوم اور وصایا کی حفاظت کی جب اللہ تعالیٰ نے رسالت کو محمدؐ پر ختم کیا تو ضروری تھا کہ کوئی ہادی اور وصی ہو جو دین حق کی حفاظت اور تبلیغ کرے کیونکہ زمین بغیر حجت خدا کے نہیں رہ سکتی۔ یہی وہ سبب ہے اللہ نے ان کے بعد سلسلہ امامت کو جاری فرمایا۔ جو باترتیب منظم اور متصل ہے کیونکہ یہ جائز نہیں کہ انبیاء اور اوصیاء اور اعلام محمدؐ ان کی ملت اور ان کی شریعت، ان کے فرائض اور ان کی سنتیں اور ان کے احکام ضائع ہو جائیں یا منسوخ ہو جائیں جب کہ حضور اکرمؐ کے بعد کسی رسول یا نبی کو نہیں آنا ہے۔

اور امام رسول یا نبی کی طرح نہیں ہوتا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور ملت کے سوا کسی اور شریعت اور ملت کا داعی ہوتا ہے۔ اسی لئے دو اماموں کے درمیان فترت کے زمانے کا واقع ہونا جائز نہیں۔ فترت صرف رسولوں کے درمیان جائز ہوتی ہے اماموں کے درمیان نہیں۔ چونکہ اس لئے واجب ہو کہ ایک ایسا امام ضروری ہے کہ جسے دلیل کے ساتھ متصل کیا گیا ہو۔

اسی طرح لازم ہے کہ دو رسولوں کے درمیان اگر زمانہ فترت ہے تو اس زمانے میں امام اور وصی کا خلق پر حجت ہونا لازم ہے تاکہ لوگوں کو اس رسول کی تعلیم کی طرف بلائیں جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آئی ہے اور اس کے بعد ان کو غفلت سے جگائیں۔ اور وہ چیزیں بیان کریں جسے وہ نہیں جانتے تاکہ ... اللہ عزوجل نے انہیں بیکار نہیں

چھوڑا اور اس کے ذکر کو سچا رہیں سے نہیں مٹایا اور ان کو دین کے بیان کے بارے میں کسی شبہ میں نہیں چھوڑا اور جن فرائض کی تبلیغ کے لئے ان کو مقرر کیا گیا ہے تو دین میں ان کو مقام حیرت میں نہیں چھوڑا۔ نبوت اور رسالت سنت ہی ہے اور امامت فرض۔ پس سنت تو بعض حالات میں منقطع اور ترک ہو سکتی ہے مگر فرض صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ پس امامت ہی وہ فرض عظیم ہے جس کے ذریعہ سنت و فرائض تمام ہوتے ہیں۔ دین کامل اور نعمت تمام ہوتی ہے۔ کیونکہ حضور اکرمؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہی ہے اب طاہرین ہی وہ ہستیاں ہیں جو بندگان خدا کو صحت دین کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اور ان کے لئے نجات کا راستہ لازم کرتے ہیں اور انہیں ہلاکت کے مواقع سے بچاتے ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ عزوجل کے فرائض بیان کرتے ہیں جو ان کے افہام سے ناپید ہو گئے ہیں۔ اور انہیں کتاب خدا کے ذریعے ہدایت یافتہ ہونے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ انہی کے باعث دین محفوظ اور شک سے بالا رہتا ہے۔ اور اللہ عزوجل کے جو فرائض ہیں ان کی ادائیگی میں باطل داخل نہیں ہوتا اور اللہ کے احکام جاری رہیں گے کہ جن میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی اور نہ تغیر ہوتا ہے۔

رسالت و نبوت سنت ہے اور امامت فرض اور اللہ تعالیٰ کے فرائض حضور اکرم کے ذریعہ ہمارے لئے جاری ہوئے جو ہمارے لئے لازم ہیں اور قیامت تک نہ منقطع ہونگے نہ بدلیں گے۔ ہاں ہم اس روایت کا بھی انکار نہیں کرتے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد کے درمیان جو زمانہ فترت تھا اس میں کوئی نبی یا وصی نہیں تھا۔ ہم اس سے انکار نہیں کرتے اور کہتے ہیں یہ روایت صحیح ہے مگر ہمارے مخالفین انبیاء و رسولوں علیہم السلام کے انقطاع کے بارے میں جو تاویل کرتے ہیں اسے نہیں مانتے۔

فترت کے معنی ہیں ایسا زمانہ جس میں کوئی رسول یا نبی یا وصی ظاہر و مشہور نہ ہو جس طرح آپ سے قبل تھا۔ اور یہی چیز نازل شدہ کتاب کی دلیل ہے کہ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسولوں کی فترت کے وقت پر مبعوث کیا تاکہ انبیاء و اوصیاء کی فترت کے وقت۔ حضور اکرمؐ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیان کئی انبیاء اور ائمہ آئے جو لوگوں کے خوف سے پوشیدہ رہے۔ انہی میں خالد بن سنان عبسی نبی بھی ہے جن کا انکار کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ ان کے بارے میں روایات خاص و عام میں مشہور ہیں۔ اور ان کی صاحبزادی (۱) نے حضور کا زمانہ پایا اور آپ سے ملاقات کرنے آئیں تو آپ نے فرمایا یہ اس نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے برباد کر دیا اور وہ خالد بن سنان تھے۔ ان کے اور حضور اکرم کی بعثت کے درمیان پچاس سال کا فاصلہ تھا۔ ان کا پورا نام خالد بن سنان بن بعیث بن مریطہ بن مخزوم بن مالک بن غالب بن قطیعہ بن عبس تھا۔ یہ بات مجھ سے اہل علم و فقہ کی ایک جماعت نے بیان کی۔

---

(۱) معارف میں ابن قتیبہ نے تحریر کیا ہے کہ اس کی بیٹی رسول اللہؐ کے پاس آئی تو انہوں نے آنجنابؐ کو قل ھو اللہ احد کی قرأت کرتے ہوئے سنا اس پر انہوں نے کہا میرے والد بھی یہی کہا کرتے تھے

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن ولید خزاز اور سندی بن محمد بزاز نے ان دونوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے ابان بن عثمان احمر سے انہوں نے بشیر نبال سے ان سے حضرت امام محمد باقر اور حضرت امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا کہ خالد بن سنان عبسی کی بیٹی رسول خدا کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا مرحبا اے میرے بھائی کی بیٹی اور آپ نے اس کو پاس بلایا اس کے لیے ردا بچھائی اور اس کو اپنے پاس بٹھایا پھر فرمایا یہ اس نبی کی بیٹی ہے جس کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا اور وہ خالد بن سنان عبسی تھے۔

ان کا نام محیاۃ بنت خالد بن سنان تھا۔

اور معنی یہ ہے کہ اگر کتاب منزل نہ ہوتی اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں خبر دی کہ جس پر امت قائم ہے جو آنحضرت سے نقل کیا گیا ہے نیز روایات کتاب خدا کے موافق ہے کہ کتاب کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ [illegible] کہ بندگان خدا کو ڈرانے والے رسول کے بغیر رکھا جائے نہیں جب تک تکلیف شرعی ان پر باقی ہے۔ [illegible] رسول ان پر متواتر آتے رہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے **ثم ارسلنا رسلنا تترا کلما جاء امة رسولها کذبوه فاتبعنا بعضهم بعضا** سورۃ مومنون آیت ۴۴۔ پھر ہم نے اپنے رسول لگاتار بھیجے۔ جب کسی امت کا رسول ان کے پاس آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا پھر ہم نے بھی ایک کو دوسرے کے قدم بقدم کر دیا۔

نیز ارشاد ہے **لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل** سورہ نساء آیت ۱۶۵ تاکہ لوگوں کو خدا پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد باقی نہ رہے۔ کیونکہ لوگوں کی حجت اسی وقت ساقط ہوتی ہے جب اللہ رسول بھیجے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے **لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایتک من قبل ان نذل و نخزی** سورۃ طہ آیت نمبر ۱۳۴ تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پہلے پہلے تیری نشانیوں کی پیروی کرتے۔

پس لوگوں کی حجت کو ساقط کرنے کے لئے اللہ نے رسول بھیجے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **قل قد جاءکم رسل من قبلی بالبینت و بالذی قلتم فلم قتلتموهم ان کنتم صدقین** سورۃ آل عمران آیت ۱۸۳ تم کہہ دو کہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول تمہارے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے تھے اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی لائے تھے پھر اگر تم سچے ہو تو تم نے ان کو قتل کیوں کیا تھا۔

پس بندوں پر تکلیف شرعی اس وقت لازم ہوتی ہے۔ جب ان کے پاس کوئی ڈرانے والا رسول آئے جو انہیں امور دین و دنیا کی مصلحتیں سمجھائے [illegible] ان کے ظالموں کے مقابلے میں مظلوموں سے انصاف کرے اور قوی سے کمزور کا حق

پس اسے بھی اللہ کی حجت کی طرح تمام تر مستحق ہے۔

اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خبر دے دی ہے کہ حضرت محمدؐ پر سلسلہ رسالت و نبوت ختم ہوگیا اور ہم نے اس بات کو مان لیا اور یقین کرلیا کہ آپؐ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا۔ پس اب کسی ایسے سلسلہ کی ضرورت ہے جو سلسلہ رسالت و نبوت کی جگہ قائم ہو اور جس کے بعد اللہ کی حجت قائم ہو جس کے ذریعے سے ہمارے امراض دور ہوسکیں۔ اور اللہ نے یہی بات قرآن میں فرمایا **انما انت منذر ولکل قوم ھاد** (سورۃ رعد آیت ۷) تیرا کام تو ڈرانا ہے اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔ پس اس سلسلہ ہدایت کی ضرورت اس وقت تک رہے گی جب تک یہ دنیا باقی ہے اور تکلیف شرعی اور مرد و زن باقی ہیں۔ اور لازمی ہے کہ یہ ہادی ہماری طرح کا ہو جس کو خود سیدھا ہونے کی، ادب سیکھنے کی اور حق کی طرف ہدایت پانے کی ضرورت ہو اور وہ علم شریعت اور مصالح دین میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ بلکہ وہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا ہو اور اللہ کی جانب سے الہام کے ذریعے ہدایت یافتہ ہو جیسے کہ امِّ موسیٰ کی طرف الہام کیا گیا تھا جس میں ان کی اور موسیٰ کی فرعون اور اس کی قوم کی جانب سے نجات تھی۔

پس امام کا سارا علم اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ کتاب خدا کا عالم ہوتا ہے اور اس کی تنزیل و تفسیر و تاویل و معانی و ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، حلال و حرام، اوامر و نواہی، وعدہ و وعید، امثال و قصص کو جانتا ہے اور یہ علم اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی رائے یا قیاس سے کام نہیں لیتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ** (سورۃ نساء آیت ۸۳) اور اگر وہ اسے رسول تک اور ان میں جو اللہ کے امر والے ہیں ان تک پہنچاتے۔ تو بات کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں۔"

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں نے رسول اکرمؐ کی اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ **انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ عزّوجل و عترتی اھل بیتی و انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** "میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ اگر ان سے متمسک رہے تو گمراہ نہ ہوگے۔ ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت اہل بیت یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ مجھ سے حوض کوثر پر ملیں گے۔"

اور آپ نے فرمایا **الائمۃ من اہل بیتی لا تعلّموھم فانھم اعلم منکم** میرے ائمہ اہل بیت کو نہ پڑھاؤ۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔" پس رسول اللہ نے فرمایا ہم نے ان کو علم دیا ہے اور یہ بھی فرمایا وہ ہمارا قائم مقام ہماری امت ہے وہ علم کتاب کی معرفت کے لئے ہم ہیں چھوڑ رہے ہیں لیکن اب بہت سے لوگ ان دونوں سے مفارقت اختیار کرے گی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ جن کو محفوظ رکھے اور ان کو وہ ضروری سمجھیں اور ان کے اتباع سے گریز

اور ہلاکت سے بچ سکیں اور یہی صحیح صلاحیت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے دی جائے گی جب کہ کسی مجبوری کی وجہ سے خدا نہ ہو۔ اور اس چیز کا اتباع نہ کیا جائے جس کی طرف وحی کی گئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو ان دونوں سے تمسک رکھے گا وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوگا اور یہ کہ دونوں جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ وہ حوضِ کوثر پر وارد ہوں۔

آپ کا ارشاد ہے کہ آپ کی امت فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔ ان میں ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی سب ناری۔ پس آپ کے دونوں قول کو سامنے رکھیں تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو فرقہ کتاب و عترت سے تمسک رکھے گا وہ ہلاکت سے دور رہے گا۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ ان دونوں سے تمسک رکھنے والا گمراہ نہ ہوگا۔

اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میری امت میں وہ شخص دین سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے جس نے کتاب و عترت میں فاصلہ ڈال دیا۔ اس بات نے ہمیں آگاہ کیا کہ جو چیز ہمارے سے چھوڑ دی گئی ہے یہ ہمارے عذر اور حجت کے لئے یقینی چیز ہے اور اللہ عزوجل ہماری طرف رسولوں کے بھیجنے سے بے نیاز ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت میں قرآن، تنزیل، معرفہ و آیات، قرأت، معانی و تفسیر اور تاویل کے بارے میں کثرت سے اختلاف ہیں اور ہر کوئی اپنی بات ثابت کرنے کے لئے آیات قرآنی کا سہارا لیتا ہے۔ پس ہم نے جان لیا کہ جو شخص قرآن کا علم رکھتا ہے جس کا یہ محتاج ہے تو وہ ایک شخص ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے اس کتاب سے قریب کیا ہے جو قیامت تک اس سے جدا نہیں ہوگی۔

اس کے علاوہ یہ ضروری ہے کہ اس کتاب کے ہم نشین ہادی کے ساتھ دلیل ہو اور یہی رہنمائی موجود و شاہد سے ہادی ہوگی مخلوق اور ان کی طرف احتیاج رکھے۔ دوسروں کے سامنے ان امور کو ظاہر کرتی ہو اور ان امور کے ذریعے اس کے اندر صفات پیدا ہوں جا سکیں اور عالم ہونا چاہیئے اور اس ہادی کی ثابت قدمی ہو کہ ان صفات سے الگ ہو اور وہ ان کی ہر چیز سے بے نیاز ہو۔ تو اس طرح ان کی معرفت مخلوق کے اوپر معجزات و دلالت اور حجت لازمہ کے ساتھ ثابت ہوگی کہ دلیل سے بارسا ہوئے لوگ۔ ان کی امت کے اکثر کی طرف زیادہ بے چین ہوں گے تاکہ اس ذریعے سے سچے موسیٰ جھوٹے کافر کے مقابلے میں ظاہر ہو جائے کہ جو انتہائی عناد رکھنے والا اور لوگوں کو دھوکے میں رکھنے والا، اپنے جھوٹے اقوال اور غلط خیالات اور مختلف کتب و اخبار کی تاویلات کرنے والا ہے ان سے کہ عناد رکھنے والا ہدایت کو قبول نہیں کرتا۔

اب اہلِ عناد و عناد یہ دلیل دیتے ہیں کہ کیونکہ کتاب خدا میں ہر شے کا بیان موجود ہے اس لئے اس کے ہوتے ہوئے ہم دوسرے ہادی کے محتاج نہیں رہتے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ** (سورۃ انعام آیت ۳۸) "ہم نے کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں کی۔"

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ بے شک کتاب خدا میں ہر شے کا بیان ہے جس میں واضح نصوص ہیں مگر ہم

جیسے وہاں کہ بعض مقامات میں اختلاف بھی نظر آتا ہے حالانکہ قرآن مجید میں اختلاف جائز نہیں ہے۔ جیسے کہ ارشاد رب العزت ہے **ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا** سورۃ النساء آیت ۸۲ "اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوائے اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت اختلاف۔" پس مکلفین کے لئے لازم ہے کہ کوئی ایسا فرد ہو جو قرآن کے بیان کو دلیل و حجت سے صحیح کرے جیسے کہ ہم سابقہ امتوں میں دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی وفات کے بعد کتاب خدا میں اختلاف کا شکار ہو گئیں اور اہل تورات تورات کے باعث اہل زبور زبور کے باعث اور اہل انجیل انجیل کے باعث کسی ہادی سے مستغنی نہیں ہوئے حالانکہ ان کتابوں کے بارے میں خدا نے فرمایا کہ ان میں ہدایت اور نور ہے جس کے ذریعے انبیاء حکم دیتے تھے۔ پس وہ امتیں اس حکم کو ان کتابوں سے حاصل کرنے میں ایک ہادی کی محتاج رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں میں موجود علم کو لوگوں کو بیان نہیں کیا بلکہ اس مقصد کے لئے ان کی طرف رسول بھیجے اور رسولوں کے بعد ایک وصی قرار دیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اگلے نبی کی مدت تک وہ اس وصی کی اطاعت کریں تاکہ ان پر حجت تمام رہے اور وہ اوصیا کتب خدا سے فیصلے کرتے تھے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے **یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ہادوا والربانیون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللہ وکانوا علیہ شہداء** سورۃ مائدہ آیت ۴۴ "وہ نبی جو مطیع خدا تھے یہودیوں کے فیصلے اسی کے مطابق کرتے تھے اسی طرح اللہ والے لوگ اور علماء جن کو اللہ کی کتاب کی حفاظت سپرد کی گئی تھی اور وہ اس کے گواہ تھے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبیؐ کے بعد رسالت کا سلسلہ بند کر دیا اور ان کے اہل بیت اور عترت میں سے ہمارے لئے ہادی مقرر کئے جو حق کی طرف ہماری رہنمائی کریں۔ ہم نے [illegible] اور امت کو اختلاف و تفرقہ سے دور رکھیں اور خطا و گناہ سے معصوم اور کتاب خدا سے متصل ہیں اور ہمیں حکم دیا کہ ہم کتاب و عترت سے متمسک رہیں اور جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے معلوم ہوا کہ ہم گمراہ نہیں ہوں گے اگر ان دونوں سے ہم متمسک رہیں۔ اگر یہ سلسلہ امامت جاری نہیں کیا جاتا تو بعثت رسول کی غرض باطل قرار پاتی اور ہم سے تکلیف ساقط ہو جاتی اور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو بیان کیا ہے اس طرح کہ **انما انت منذر ولکل قوم ہاد** سورۃ رعد آیت ۷ "تم تو صرف ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔" پس اس طرح ہم پر اللہ کی حجت باقی ہے۔

رسول خدا اور اوصیا صلوات اللہ علیہم سے ہمیں کسی بھی حال نہیں رہی۔ ایسے اشخاص کے خوف کے پیش نظر بعض نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہیں کیا اور اپنی تبلیغ کو صرف مومنوں تک محدود رکھا یہاں تک کہ حضرت محمدؐ مبعوث

ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے آخری وصی کا نام ابی تھا جس کو کچھ میں مانتا تھا۔

۴۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے رحمہ اللہ نے کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ، محمد بن حسین بن ابی خطاب، یعقوب بن یزید کاتب اور محمد بن حسن بن علی بن فضال سے ان سے محمد بن جمیع سے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کے آخری وصی کا نام ابی تھا۔

۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے رحمہ اللہ نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار اور سعد بن عبداللہ ان دونوں نے یعقوب بن یزید کاتب سے ان سے محمد بن ابی عمیر سے ان سے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت سے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ کے آخری وصی کا نام بالط تھا

۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسنؒ نے ان دونوں کا بیان ہے کہ کہا ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ہیثم بن ابی مسروق نہدی اور محمد بن عبدالجبار نے ان سے اسماعیل بن سہل سے ان سے محمد بن ابی عمیر سے ان سے درست بن ابی منصور واسطی وغیرہ سے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب سلمان فارسیؓ کئی علماء کے پاس تلاش حق کے لئے گئے آخر میں آپ ابی کے پاس گئے اور اس وقت تک اس کے پاس رہے جب تک اللہ نے چاہا یہاں تک کہ حضور اکرم کا ظہور ہوا تو آپ نے کہا اے سلمان وہ شخص جس کی تم کو تلاش ہے وہ مکہ میں ظاہر ہو گئے ہیں پس حضرت سلمان مکہ تشریف لے آئے۔

۷۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن نے ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے کوفہ کے رہنے والے اصحاب کی ایک جماعت نے ان سے محمد بن اسماعیل بن بزیع سے ان سے صالح بن علی قیسی سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے درست بن ابی منصور واسطی نے انہوں نے کہا کہ ابوالحسن یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ ابی حجت تھے۔ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ حضور ہی ان کے ذریعہ وصیت انبیاء پہنچی اور آپ نے اسے قبول فرمایا۔ میں نے عرض کیا کیا حضورؐ ابی پر حجت تھے فرمایا اگر حضور حجت ہوتے تو ان تک اپنی وصیت نہیں پہنچاتے۔ میں نے عرض کیا پھر ابی کا کیا حال تھا۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے حضور کی رسالت اور جو آپ پر نازل ہوا اس کا اقرار کیا۔ آپ تک وصیت پہنچائی اور اسی روز فوت ہو گئے۔

یہاں فترت کا مطلب ہے کسی امر پوشیدہ و ظہور اسباب و وقت کی موافقت اور اس کا مطلب ترجمہ سے کسی شخص یا کسی ذات کا غائب ہو جانا ہے جیسے کہ ملائکہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے یسبحون الیل و النھار لا یفترون۔ رات دن تسبیح کرتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے۔ پس اگر اس بحث میں فترت کے مطلب

کسی ذات کا صاحب ادراک ہونا ثابت ہو جائے تو اس سے مراد صفت قرار پاتی ہے کیونکہ اگر ساجد سوتے ہیں تو سونے والا ذکر سے غائب ہو جاتا ہے اور سونے والا تسبیح نہیں کرتا کیونکہ جب سو جاتا ہے تو تسبیح سے رک جاتا ہے۔ اور نیند بمنزلہ موت موقت کے ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا (سورۃ زمر آیت ۴۲) اللہ کھینچ لیتا ہے جانوں کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں۔

اور ارشاد خداوندی ہے۔ وھو الذی یتوفکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنھار (سورۃ انعام آیت ۶۰) اور وہی ہے کہ قبض میں لیتا ہے تم کو رات میں اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں۔ نائم بمنزلہ میت ہے اور وہ ذات جسے نیند نہیں آتی ہے وہ نگہبان ہوتا ہے اور قادر ہوتا ہے وہ اللہ کی ذات ہے جس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور یہ روایت اس پر دلیل ہے

۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے انہوں نے عباس بن معروف زرارق سے انہوں نے یونس بن عبدالرحمٰن سے انہوں نے داؤد بن فرقد عطار سے انہوں نے کہا کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ مجھے بتائیں کہ کیا ملائکہ سوتے ہیں میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ تو اس نے کہا اللہ عزوجل کا ارشاد ہے یسبحون اللیل والنھار لا یفترون (سورۃ الانبیاء آیت ۲۰) رات دن اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کاہلی نہیں کرتے۔ پھر کہا کیا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ارشادات میں سے کچھ اس سوال کے متعلق تمہیں بطور ہدیہ پیش کروں میں نے جواب دیا کیوں نہیں ضرور۔ تو انہوں نے کہا امام سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا جو بھی زندہ ہے وہ سوتا ہے سوائے خدائے واحد و عزوجل کے اور ملائکہ سوتے ہیں۔

میں نے عرض کیا اللہ عزوجل کا فرمان ہے یسبحون اللیل والنھار لا یفترون فرمایا ان کا سانس لینا تسبیح ہے

یعنی حضرت کا مطلب ہے کہ ان کا سانس لینا ہی ان کی تسبیح ہے۔

اور لغت بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔ جیسے کہ کہا جاتا ہے فتر فلان عن طلب فلان اور فتر عن مطلبہ اور فتر عن حاجتہ یعنی مطلب سے مطالبہ اور حاجت سے باز رہا حالانکہ مرنے سے کسی شخص کا اپنی حاجت سے غائب ہو جانا ہے۔

بعض لوگ دین کے خلاف قرآن کی وہ آیت پیش کرتے ہیں اور جب لوگ ان کو سمجھانے کی کوشش میں ہیں جو تعالیٰ فرماتا ہے لتنذر قوما ما اتٰھم من نذیر من قبلک تاکہ تم ان لوگوں کو ڈراؤ جن کے پاس کوئی

ڈرانے والا تم سے پہلے نہیں آیا۔ اور دوسری سورۃ سبا کی آیت ۴۴ ہے **"وما آتیناھم من کتب یدرسو نھا وما ارسلنا الیھم قبلک من نذیر"** اور ہم نے ان کو کتابیں تو دی نہیں تھیں جنہیں وہ پڑھتے اور نہ ہم نے تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا تھا۔" ان دو آیات کو بعض لوگ اس بات کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضور اکرم کے درمیان نہ تو کوئی نبی یا وارث کوئی رسول اور نہ کوئی حجت خدا۔ درحقیقت ان بات کی تاویل ہی غلط کرتے ہیں۔ یہاں تذکرہ نذیر کا ہے اور نذیر صرف رسول ہوتے ہیں۔ جبکہ انبیاء اور ان کے اوصیاء کے لیے ہادی کا لفظ استعمال ہوتا ہے جیسے حضور اکرم سے اللہ نے ارشاد فرمایا **"انما انت منذر ولکل قوم ھاد"** سورۃ رعد آیت ۷ "تیرا کام تو ڈرانا ہے اور ہر قوم کے لیے ہادی ہوا کرتا ہے۔" پس نذیر رسول ہی ہوتے ہیں اور انبیاء و اوصیاء ہادی کہلاتے ہیں اور اللہ عزوجل کا قول " **ولکل قوم ھاد** " خود اس بات کی دلیل ہے کہ زمین حجت خدا سے کسی وقت بھی خالی نہیں رہی۔ تمام قوموں اور تمام زمانوں میں بندوں کے لیے اللہ عزوجل کی جانب سے انبیاء اور اوصیاء میں حجت کا ہونا لازم ہے۔

پس اللہ عزوجل کی جانب سے لازم کر دیا گیا ہے کہ جب تک تکلیف شرعی باقی ہے، انبیاء اور اوصیاء کے ذریعے خبر منقطع ہو جانا محال ہے اس لئے کہ وہ ڈرانے کے کام کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہاں جائز ہے کہ ڈرانے کا سلسلہ منقطع ہو جائے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد منقطع ہوا اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آیا۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد اور محمد بن حسن ان دونوں نے کہا کہ بیان کیا ہم سے سعد بن عبداللہ نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور یعقوب بن یزید نے ان دونوں سے حماد بن عیسیٰ نے ان سے حریز بن عبداللہ نے ان سے محمد بن مسلم نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے آیت **"انما انت منذر ولکل قوم ھاد"** کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا ہر امام اپنی قوم کے لیے ان کے زمانے میں ہادی ہوتا ہے۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے میرے والد نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان سے ان کے والد نے ان سے ابن ابی عمیر نے ان سے عمر بن اذینہ نے ان سے برید بن معاویہ عجلی نے ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت **"انما انت منذر ولکل قوم ھاد"** کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا **منذر** سے مراد رسول اللہ ہیں اور ھاد سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔ اور ہر وقت اور ہر زمانے میں ہم میں سے ایک امام ہوگا جو لوگوں کو رسول اللہ کی تعلیمات کی طرف بلائے گا۔

اس مطلب کی کثرت سے روایت وارد ہوئی ہیں اور خدا تعالیٰ نے حضور اکرم سے جو یہ فرمایا کہ **لتنذر**

قوم ما اتاھم من نذیر من قبلک " تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ سے پہلے ان کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا جس نے شریعت میں تبدیلی کی ہو اور ملت میں تغیر کیا ہو۔ اور نہ ان سے اوصیاء کی ہدایت اور دعوت کی نفی کی گئی ہے۔ اور اس بات کی نفی اللہ تعالیٰ کیسے کر سکتا ہے جبکہ اس نے ارشاد فرمایا **واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم فلما جاءھم نذیر ما زادھم الا نفورا** سورۃ فاطر آیت ٤٢ " اور انہوں نے بڑی قوت بھر خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا آئے گا تو ہم ہر ایک امت سے زیادہ راہ راست پر آجائیں گے مگر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو ان کی نفرت اور زیادہ ہوگئی۔"

اور اسی قسم کی دوسری روایات بھی ہم نے اس کتاب میں ذکر کی ہیں۔ **ولا قوۃ الا باللہ**

۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبد اللہ بن جعفر حمیری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسن بن ظریف نے ان سے صالح بن ابی حماد نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے حضرت امام ابوالحسن الرضا علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مر جائے اس حالت میں کہ اس کا کوئی امام نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے۔ میں نے عرض کیا کیا ہر وہ شخص جو بغیر امام کے مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں اور واقف (رک جانے والے) کافر ہیں اور ناصبی مشرک ہیں۔

۔ علی بن حاتم نے مجھے خط کے ذریعے خبر دی انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حمید بن زیاد نے ان سے حسن بن علی بن سماعہ نے ان سے محمد بن حسن میثمی نے ان سے سماعہ وغیرہ نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت امام قائمؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ **ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون** سورۃ حدید آیت ١٦ " اور ان لوگوں کی مانند نہ ہوجائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک زمانہ گزر گیا پس ان کے دل سخت ہوگئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں۔

١٣ ۔ نبی سناد کے ساتھ بیان کیا مجھ سے احمد بن حسن قطی نے ان سے حسن بن محبوب نے ان سے مومن طاق نے ان سے سلام بن مستنیر نے ان کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت **اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا** سورۃ حدید آیت ١٧ " جان رکھو کہ اللہ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مرجانے کے بعد " کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ امام قائمؑ کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کرے گا۔ یہاں موت سے مراد زمین کے بسنے والوں کا کفر ہے کیونکہ کافر میت ہوتا ہے۔

۱۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن اسحاق نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی بصری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن زکریا جوہری نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن جعفر بن عمارہ نے ان سے ان کے والد نے ان سے سعد بن طریف نے ان سے اصبغ بن نباتہ نے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ افضل کلام "لا الہ الا اللہ" ہے اور افضل خلق وہ شخص ہے جس نے سب سے پہلے "لا الہ الا اللہ" کہا۔ کسی نے پوچھا کہ حضور وہ شخص کون تھا جس نے سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کہا؟ آپؐ نے فرمایا وہ میں تھا۔ میں بصورت نور اللہ کے حضور موجود تھا اور اس کی تحمید و تسبیح و تکبیر و تقدیس و تمجید کرتا تھا۔ پھر میرے نور سے ایک شاہد کا نور پیدا کیا گیا۔ پوچھا گیا حضور آپ کا شاہد کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا علی ابن ابی طالبؑ جو میرا بھائی، میرا ساتھی، میرا وزیر، میرا خلیفہ، میرا وصی، میری امت کا امام، میرے کوثر کا ساقی اور میرے لواء حمد کا اٹھانے والا ہے۔ پھر عرض کیا گیا حضور ان کے نور سے کون خلق ہوا؟ فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جو جوانان جنت کے سردار ہیں۔ اور ان کے بعد حسینؑ کی نسل سے قیامت تک آنے والے ائمہ۔

۱۵۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن حسن بن ابان نے ان سے حسین بن سعید نے ان سے محمد بن حسن کنانی نے ان سے ان کے جد نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ پر ان کی موت سے پہلے ایک کتاب نازل کی اور فرمایا اے محمدؐ یہ کتاب دراصل تمہاری وصیت ہے جو تم اپنے خاندان میں نجیب کو دے دو۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ میرے خاندان میں نجیب کون ہے؟ جبرئیلؑ نے عرض کیا علی بن ابی طالبؑ۔ اس کتاب پر سونے کی کئی مہریں لگی تھیں۔ پس حضور نے وہ کتاب حضرت علی بن ابی طالبؑ کو دی اور تاکید کی کہ ان مہروں میں سے ایک کو وہ توڑیں اور جو اس کتاب کے حصہ میں لکھا ہے اس پر عمل کریں۔ پس حضورؐ کے انتقال کے بعد حضرت علی ابن ابی طالبؑ نے ایک مہر توڑی اور کتاب میں تحریر ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ پھر وہ کتاب اپنے فرزند حسنؑ کو دی انہوں نے بھی ایک مہر توڑی اور اس میں تحریر ہدایت کے مطابق عمل کیا۔ پھر وہ کتاب امام حسینؑ کے پاس آئی۔ آپؑ نے بھی اپنے حصہ کی مہر توڑی تو دیکھا کہ اس میں تحریر تھا کہ شہادت کے لئے خروج کریں اور جو آپ کی معیت میں لڑے گا وہ بھی یہ مرتبہ پائے گا اور اپنا نفس اللہ کے حوالے کر دیں۔ پس اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر حضرت علی بن حسینؑ امام زین العابدینؑ نے اپنے وقت میں اس کی ایک مہر توڑی تو اپنے لئے ہدایت درج تھی کہ خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کریں۔ اور عبادت ہی کریں یہاں تک کہ یقین (موت) آجائے۔ پس آپ نے بھی اس کے مطابق عمل کیا۔ پھر وہ کتاب حضرت امام محمد باقرؑ کے پاس پہنچی آپ نے مہر توڑی تو اس میں تحریر تھا کہ لوگوں کو احادیث بیان کریں۔ احکام شرعی بتائیں اور صرف

اللہ سے ڈریں اور کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا پھر وہ کتاب میرے امام جعفر صادق ؑ کے پاس آئی۔ میں نے مہر توڑی تو میرے لئے یہ ہدایت درج تھی کہ میں لوگوں میں حدیث بیان کروں احکام شرعی بتاؤں اور علوم اہل بیت کی نشر و اشاعت اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کروں اور صرف اللہ سے ڈروں اور میں حرز و امان میں ہوں۔ پس میں نے اس کے مطابق عمل کیا اب یہ کتاب میں موسیٰ بن جعفر کو دوں گا اور وہ اپنے بعد کے امام کو۔ اس طرح یہ کتاب امام مہدی تک پہنچ گئی۔

۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے علی بن حسین سعد آبادی نے ان سے احمد بن ابو عبداللہ برقی نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے علی بن ابی حمزہ نے ان سے ابو بصیر نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت **ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون** سورۃ توبہ آیت ۳۳ اس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے گو مشرکوں کو برا لگے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم اس آیت کی تاویل ابھی تک نازل نہیں ہوئی۔ اور نہ اس وقت تک ہوگی جب تک کہ امام قائم خروج کریں۔ پھر کوئی کافر اور کوئی مشرک باقی نہ رہے گا یہاں تک کہ اگر کوئی کافر یا مشرک پہاڑ کے اندر بھی چھپا ہوگا تو وہ پہاڑ آواز دے گا کہ اے مومن میرے بطن میں کافر چھپا ہے اس کو باہر نکال کر قتل کر دو۔

۱۰۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحییٰ عطار نے ان سے محمد بن حسین بن ابی خطاب اور احمد بن محمد بن عیسیٰ نے ان دونوں نے محمد بن سنان سے ان سے ابی جارود زیاد بن منذر سے انہوں نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امام قائم مکہ سے خروج کریں گے تو ایک منادی ندا دے گا کہ کوئی شخص اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لے کر نہ چلے۔ آپ کے ساتھ وہ پتھر ہوگا جو موسیٰ بن عمران کے ساتھ تھا اس میں سے چشمہ جاری ہوگا۔ پس جو بھوکا ہوگا اس کا پانی پی کر اس کی بھوک ختم ہو جائے گی اور پیاسے کی پیاس بجھے گی یہاں تک کہ آپ کوفہ کے قریب نجف پہنچیں گے۔

۱۱۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن بن احمد بن ولید نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن حسن صفار نے ان سے یعقوب بن یزید نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابان بن عثمان نے ان سے ابان بن تغلب نے انہوں نے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ امام قائم کی بیعت سب سے پہلے جبرئیل کریں گے۔ وہ سفید پرندہ کی صورت میں نازل ہوں گے اور بیعت کریں گے پھر ایک قدم کو بیت اللہ الحرام پر اور ایک کو بیت المقدس پر رکھ کر بلند آواز سے فصیح زبان میں ندا دی جائے گی جسے تمام خلائق سنے گی **اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ** سورۃ نحل

مت ۔ آپہنچا حکم اللہ کا سو اس کی جلدی مت کرو ۔

۱۹ ۔ اسی اسناد کے ساتھ ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ ان سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جلد ہی تمہاری مسجد یعنی مکہ کی مسجد میں تین سو تیرہ افراد آئیں گے ۔ اہل مکہ سمجھیں گے کہ ان لوگوں کو ان کے باپ دادا سے نہیں جنا ہے (وہ مقامی نہیں ہیں) ۔ وہ سب تلواریں سجائے ہوئے ہوں گے جن میں ہر تلوار پر کلمہ لکھا ہوگا جس سے ہزار کلمے نکلتے ہوں گے ۔ پس اللہ ایک ہوا بھیجے گا جو ہر وادی میں ندا دے گی "یہ مہدیؑ ہے جو داؤد اور سلیمانؑ کی طرح فیصلہ کرے گا اور اسے کسی گواہی کی ضرورت نہ ہوگی ۔"

۲۰ ۔ اسی اسناد کے ساتھ ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جب امام قائمؑ خروج کریں گے تو ہر فرد کے لیے ایک نشانی ہوگی جس سے وہ پہچانا جائے گا کہ وہ صالح ہے یا بدکار ۔ اس لیے کہ اس میں عقلمندوں کی پہچان ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے ۔

۲۱ ۔ اسی اسناد کے ساتھ ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ دو خون اللہ عزوجل کی جانب سے حلال ہیں کہ کوئی ان کے بارے میں فیصلہ نہیں دے سکتا یہاں تک کہ اللہ عزوجل اہل بیت میں سے قائم کو مبعوث کرے گا اور وہ حکم خدا کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے ۔ پس اس وقت گواہی کی ضرورت نہیں ہوگی ۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے گا اور مانع زکوٰۃ کی گردن زدنی ہوگی ۔

۲۲ ۔ اسی اسناد کے ساتھ ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ امام قائمؑ نجف کے قریب سیاہ ، چتکبرے گھوڑے پر سوار ہیں جس کی آنکھوں کے درمیان سفید نشان ہوگا ۔ جب ان کا گھوڑا حرکت کرے گا تو کسی بھی شہر میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہے گا جو یہ گمان نہ کرے کہ وہ ان کے شہر میں موجود ہیں ۔ پس جب آپ رسول اکرمؐ کے علم کو لہرائیں گے ۔ تو آپ کے پاس تیرہ ہزار ملائکہ نازل ہوں گے ۔ (ان میں تیرہ فرشتے امام قائمؑ کے منتظر ہوں گے) یہ وہ فرشتے ہیں جو جناب نوحؑ کے ساتھ سفینے میں تھے ، حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ اس وقت تھے جب وہ آگ میں ڈالے جارہے تھے اور حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ اس وقت تھے جب وہ آسمان پر اٹھائے جارہے تھے ۔ اور چار ہزار نشان لگائے ہوئے پیچھے پیچھے چل رہے ہوں گے ۔ تین سو تیرہ فرشتے وہ ہیں جو جنگ بدر میں تھے اور چار ہزار ، فرشتے وہ ہیں جو جنگ بدر میں تھے اور چار ہزار ، فرشتے وہ ہیں جو زمین پر حضرت امام حسینؑ کی معیت میں قتال کے لیے نازل ہوئے تھے مگر جب اجازت نہیں ملی تو واپس چلے گئے تاکہ وہ اللہ سے اجازت طلب کریں اور پھر نازل ہوئے تو امام قتل ہوچکے تھے چنانچہ وہ اب بال بکھرائے ہوئے خاک آلود حالت میں قبر حسینؑ پر قیامت تک گریہ کریں گے اور امام حسینؑ کی قبر اور آسمان کے درمیان ملائکہ کی آمدورفت رہتی ہے ۔

۲۳ ۔ اسی اسناد کے ساتھ ابان بن تغلب سے مروی ہے ان سے ابو حمزہ ثمالی نے کہا کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے

فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ امام قائمؑ نجف میں ظاہر ہوں گے تو رسول اللہ کا علم ہر تیں گے اور اس کا عمود عرش کے عمود کے مساوی ہوگا اور اس جھنڈے کے ساتھ چلنے والا شخص اللہ عزوجل کی مدد کرے گا جو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوگا۔ خدا اس کو ہلاک کرے گا۔ میں نے عرض کیا یہ علم ان کے ساتھ ہوگا یا لایا جائے گا؟ آپؑ نے فرمایا جبرئیل امام قائم کے لئے لائیں گے۔

۲۴۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے میرے چچا محمد بن ابی القاسم نے ان سے محمد بن ابی عبداللہ کوفی نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن سنان نے ان سے مفضل بن عمر نے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ یہ آیت **اینَ ما تکونوا یاتِ بکم اللہ جمیعاً** (سورۃ بقرہ آیت ۱۴۸) "جہاں بھی تم ہوگے اللہ تم کو اکٹھا کرلے گا"۔ امام قائمؑ کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی وہ لوگ رات کو اپنے بستر پر سوئیں گے اور صبح کو اپنے آپ کو مکہ میں پائیں گے۔ ان میں سے بعض بادلوں پر سفر کریں گے امامؑ ان کو ان کے ناموں ان کی ولدیت ان کے حلیے اور نسب سے پہچانیں گے۔ میں نے عرض کیا مولا میں آپؑ پر قربان ان میں سب سے زیادہ صاحب ایمان کون ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا جو دن میں بادلوں میں سفر کرے گا۔

۲۵۔ اسی اسناد کے ساتھ مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ امام قائمؑ منبر کوفہ پر تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد ان کے تین سو تیرہ اصحاب جمع ہیں جن کی تعداد اصحاب بدر کے برابر ہے۔ یہی اصحاب ولایت ہوں گے اور یہی زمین میں خلق پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکام ہوں گے۔ یہاں تک کہ آپ اپنی قبا سے ایک کتاب نکالیں گے جس پر سونے کی مہر ہوگی اس میں وہ عہد ہوگا جو رسول اکرمؐ سے امام قائمؑ تک پہنچا۔ پس وہ سب آپ کے پاس سے منتشر ہو جائیں گے اور صرف آپ کا ایک وزیر اور گیارہ نقیب رہ جائیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰؑ کے پاس رہ گئے تھے پھر (آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ) زمین پر سفر کریں گے اور سب لوگ ایک مذہب میں داخل ہو جائیں گے خدا کی قسم میں اس کلام کو جانتا ہوں جو امام قائمؑ لوگوں سے کریں گے اور لوگ اس کو جھٹلائیں گے۔

۲۶۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے سعد بن عبداللہ نے ان سے احمد بن حسین بن سعید نے ان سے محمد بن جمہور نے ان سے احمد بن ابی مہران نے ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نے ان سے عبداللہ بن حماد انصاری سے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے عمرو بن شمر نے ان سے جابر بن یزید نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اصحاب قائمؑ مشرق و مغرب کو گھیرے ہوئے ہیں وہ ہر شے یہاں تک کہ چرند و پرند بھی ان کے مطیع ہیں۔ وہ ہر شے ان کی خوشنودی کی خواستگار ہے حتیٰ کہ (ان میں سے اگر کوئی ایک کسی راستے سے گزرتا ہے تو وہاں کی زمین یہ کہہ کر دوسری زمین پر فخر کرتی ہے کہ مجھ پر سے امام

قائمؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص گزرا ہے۔

۲۷۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے ان کے چچا عبداللہ بن عامر نے ان سے عبداللہ نے ان سے محمد بن ابی عمیر نے ان سے ابان بن ابی عمرہ نے ان سے ابو بصیر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت لوطؑ کا اپنی قوم سے فرمانا کہ **لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید** (سورۃ ہود آیت ۸۰) "کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا میں جاتا کسی مستحکم پناہ میں" درحقیقت اس خواہش کا اظہار ہے کہ انہیں وہ قوت حاصل ہو جاتی جو حضرت امام قائمؑ کو حاصل ہوگی اور اس میں اس شدت کا اظہار ہے جو امام قائمؑ کے اصحاب کے لئے ہے۔ امام کے اصحاب میں ہر شخص کو چالیس مردوں کے برابر قوت جسمانی حاصل ہوگی اور ان کے دل لوہے سے زیادہ مضبوط ہوں گے۔ طاقت کا یہ عالم ہوگا کہ وہ لوہے کے پہاڑ کو اکھاڑ پھینکیں گے اور اس وقت تک اپنی تلواریں نہیں روکیں گے جب تک اللہ راضی نہ ہو جائے۔

۲۸۔ بیان کیا مجھ سے میرے والدؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی نے ان سے سلمہ بن خطاب نے ان سے عبداللہ بن محمد نے ان سے منیع بن حجاج بصری نے ان سے مجاشع نے ان سے معلی نے ان سے محمد بن فیض نے ان سے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا حضرت موسیٰؑ کا عصا اور اصل حضرت آدمؑ کا تھا جو حضرت شعیبؑ کو ملا تھا اور شعیب سے جناب موسیٰ بن عمران کے پاس پہنچا اور اب ہمارے پاس ہے۔ اور اب بھی میں اسے دیکھتا ہوں تو وہ اسی طرح سبز ہے جیسا کہ اس روز تھا جب کہ درخت سے الگ کیا گیا تھا۔ اس سے گفتگو کرو گے تو جواب دے گا۔ وہ قائم آل محمدؑ کے لئے رکھا گیا ہے۔ وہ اس سے وہی کام لیں گے جو موسیٰ بن عمران لیا کرتے تھے ہم جب چاہتے ہیں وہ حرکت کرتا ہے اور جو اس کے پاس موجود ہوتا ہے اس کو اپنی زبان سے نگل لیتا ہے۔

۲۹۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن علی ماجیلویہؒ نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یحیی نے ان سے محمد بن حسین نے ان سے محمد بن اسماعیل نے ان سے ابی اسماعیل سراج نے ان سے بشیر بن جعفر نے ان سے مفضل بن عمر نے ان سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جناب یوسفؑ کی قمیص کا حال جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرئیلؑ ان کے لئے ایک جامہ بہشت لائے اور ان کو پہنایا۔ اس پر گرمی سردی کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی وفات کا زمانہ قریب آیا تو انہوں نے اس کو تعویذ میں بند کر کے حضرت اسحاقؑ کے گلے میں لٹکا دیا۔ (اسحاق نے یعقوب کے گلے میں) لٹکا دیا اور جب حضرت یوسفؑ پیدا ہوئے تو یعقوب نے ان کے گلے میں لٹکا دیا اور وہ ان کے گلے میں ان حالات میں بھی تھا جو ان پر گزر گئے۔ جب حضرت یوسفؑ نے پیرہن کو تعویذ کے درمیان سے مصر میں نکالا تو یعقوب نے اس کی بو سونگھی اور یہی مطلب باری تعالیٰ ہے۔ **انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون** (سورۃ یوسف آیت ۹۴) "اگر تم مجھے ناقص

حقیقی ۔ مادر تو مجھے یوسف کی خوشبو آتی ہے ۔ وہ وہی پیرہن تھا جو بہشت سے لایا گیا تھا ۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ۔ پھر وہ پیرہن کس کے پاس پہنچا ۔ آپ نے فرمایا اپنے اہل کے پاس ہے اور جب ہمارا قائمؑ خروج کرے گا تو وہ اس کے ساتھ ہوگا پھر فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر سے کوئی علم یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز جو میراث چھوڑی سب رسول اللہؐ کو ملی ۔

۲۰ ۔ انہی اسناد کے ساتھ مفضل بن عمر سے روایت ہے اس نے ابو بصیر سے بیان کیا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب صاحب الامر قیام کریں گے (یعنی ان کی حکومت قائم ہو جائے گی) تو اللہ تعالیٰ ہر پست کو بلند اور ہر بلند کو پست کرے گا ۔ یہاں تک کہ دنیا سراسر رحمت بن جائے گی ۔ پس تم میں سے کون اس دور کے لئے ہے کہ میں ہوں گا تو وہ خالی نہیں رہتا ۔

۲۱ ۔ بیان کیا مجھ سے جعفر بن محمد بن مسرور نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے حسین بن محمد بن عامر نے ان سے معلی بن محمد بصری نے ان سے حسن بن علی وشاء نے ان سے مثنیٰ حناط نے ان سے قتیبہ اعشی نے ان سے ابن ابی یعفور نے ان سے بنی شیبان کے ایک غلام نے کہا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارا قائم ظہور کرے گا تو اپنے ہاتھ لوگوں کے سر پر رکھے گا جس کے باعث اللہ تعالیٰ ان کے شعور و فکر و تدبر کو زیادہ کر دے گا ۔

۲۲ ۔ بیان کیا مجھ سے محمد بن موسیٰ بن متوکل نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے محمد بن یعقوب نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو محمد قاسم بن علاء نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن مسلم نے ان سے ان کے بھائی عبدالعزیز بن مسلم نے یہ بیان کیا ہم سے ابو العباس محمد بن ابراہیم بن اسحاق طالقانی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو احمد قاسم بن محمد بن علی مروزی نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے ابو حامد عمران بن موسیٰ بن ابراہیم نے ان سے حسن بن قاسم رقام نے انہوں نے کہا کہ بیان کیا مجھ سے قاسم بن مسلم نے انہوں نے اس کے بھائی عبدالعزیز بن مسلم نے کہا کہ ہم ایک زمانے میں مقام مرو میں حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے ساتھ تھے ۔ ہم جمعہ کے روز جامع مسجد میں جمع ہوئے ہمارے درمیان امامت کے موضوع پر بات چیت ہو رہی تھی اور اس بارے میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا ۔ میں حضرت امام کی خدمت میں آیا اور امامت کے بارے میں لوگوں کے خیالات بیان کئے ۔ آپ مسکرائے اور فرمایا اے عبدالعزیز بن مسلم یہ قوم جہالت کا شکار ہے اور ان کے ادیان نے ان کو دھوکا دیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں کیا جب تک دین کو کامل نہیں کیا اور قرآن کو نازل کیا جس میں ہر شئے کا بیان ہے اور اس میں حلال اور حرام حدود اور احکام کو بتایا گیا ہے اور وہ تمام باتیں بھی جن کی طرف لوگ محتاج ہیں اور فرمایا ما فرطنا فی الکتاب من شیء (سورہ انعام آیت ۳۸) "ہم نے کتاب میں

کسی چیز کو نہیں چھوڑا ہے اور حضور کرمؐ کی آخر عمر میں حجۃ الوداع میں یہ آیت نازل کی۔ **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً** سورۃ مائدہ آیت ۳ آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے تمہارا دین۔ اور پوری کیں تم پر میں نے اپنی نعمتیں اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین کی حیثیت سے۔ اور امر امامت تمام دین سے ہے۔ اور آپؐ نے رحلت فرمائی یہاں تک کہ اپنی امت پر دین کے احکام کو ظاہر کر دیا۔ اور ان کا راستہ واضح کر دیا اور ان کو حق کی راہ پر لگا کر چھوڑ دیا اور حضرت علیؑ کو ان کے لئے قائد امامت اور امام بنایا اور کسی ایسے امر کو نہیں چھوڑا جس کی طرف امت محتاج ہو مگر یہ کہ اس کو بیان کر دیا۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ خدا نے اپنے دین کو مکمل کئے بغیر چھوڑ دیا تو اس نے کتاب خدا کو رد کیا اور جس نے ایسا کیا اس نے اس سے کفر کیا۔ کیا لوگ قدر امامت اور محل امامت کو پہچانتے ہیں؟ کیا ان کو اس کے متعلق اختیار دے دیا گیا ہے؟

امامت از روئے قدر و منزلت بہت اجل و ارفع ہے اور از روئے شان بہت عظیم ہے۔ اور محل و مقام کے اعتبار سے بہت بلند ہے اور اپنی طرف جانے سے مانع ہے۔ اور اس کا مفہوم بہت گہرا ہے لوگوں کی عقلیں اس تک نہیں پہنچ سکتیں اور ان کی رائیں اس کو پا نہیں سکتیں۔ وہ اپنے اختیار سے امام کو مقرر نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو امامت سے مخصوص کیا۔ نبوت اور خلت کے بعد امامت کا تیسرا درجہ ہے۔ پروردگار عالم نے حضرت ابراہیم کو اس کا شرف بخشا اور اس کا اس طرح ذکر کیا۔ **انی جاعلک للناس اماماً** سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴ میں نے تجھ کو انسانوں کا امام بنایا۔ خلیل خدا نے خوش ہو کر کہا اور میری اولاد کو امام بنائے گا؟ فرمایا کہ ظالم میرے عہد کو نہ پا سکیں گے۔ اس آیت نے قیامت تک کے لئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا۔ اور اس کو اپنے برگزیدہ لوگوں میں قرار دیا اور پھر ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا اس طرح کہ ان کی اولاد میں پاکیزہ اور طاہر لوگ پیدا کئے اور فرمایا۔ **و وھبنا لہ اسحق و یعقوب نافلۃ و کلا جعلنا صالحین ۝ و جعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا و اوحینا الیھم فعل الخیرات و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و کانوا لنا عٰبدین** سورۃ الانبیاء آیت ۷۲-۷۳ اور ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ عطا کئے جیسے کہ انہوں نے طلب کیا اور ان سب کو صالح بنایا اور امام بنایا کہ وہ ہمارے امر کی ہدایت کرتے اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کی، نماز قائم کرنے کی، اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔

پس عہدہ امامت ان کی نسل میں بطور میراث ایک دوسرے کی طرف چلا یہ سلسلہ صدیوں تک چلتا رہا یہاں تک کہ اس کے وارث حضور کرمؐ ہوئے جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے **ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ و ھذا النبی والذین اٰمنوا واللّٰہ ولی المومنین** سورۃ آل عمران آیت ۶۸ لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیمؑ سے ان کو تھی جو ان کے تابع تھے اور اس نبی کو بھی جو ایمان لائے اس نبی پر اور اللہ تعالیٰ ان کا

مومنوں کا۔ پس یہ چیز حضور کرمؐ کے لیے مخصوص ہو گئی۔ پھر یہ عہدہ حضرت علیؑ سے مخصوص ہوا خدا کے حکم سے اس رسم کی بناء پر جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی۔ پس ان کی اولاد میں وہ اصفیاء ہوئے جن کو اللہ نے علم و ایمان دیا۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے **وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتٰب اللّٰہ الی یوم البعث فھذا یوم البعث ولٰکنکم کنتم لا تعلمون** (سورۃ روم آیت ۵۶) "اور وہ لوگ جن کو علم اور ایمان دیا گیا تھا یہ کہیں گے کہ تم تو خدا کے نوشتے کے بموجب قیامت تک رہے تو آج تو یہ قیامت کا دن ہے لیکن تم کو (اس کا) علم و یقین ہی نہ تھا۔" پس یہ امامت اولاد علی علیہ السلام میں قیامت تک رہے گی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تو ان جاہلوں کو (امام بنانے کا) یہ اختیار کہاں سے حاصل ہو گیا؟

امامت بمنزلہ نبوت اور میراث اوصیاء ہے۔ امامت اللہ کی خلافت اور رسول اللہؐ کی جانشینی ہے یہ مقام امیرالمومنین علی بن ابی طالب اور میراث حسنؑ اور حسینؑ ہے۔

امامت دین کی لگام اور نظام مسلمین ہے۔ اس سے امور دنیا کی درستی ہے اور مومنین کی عزت ہے۔ امامت اسلام کا سر اور اس کی بلند شاخ ہے۔ امام ہی سے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد کا تعلق ہے۔ امام ہی مال غنیمت کا مالک ہے صدقات کا وارث ہے۔ وہی حدود اور احکام کا جاری کرنے والا ہے۔ وہی سرحدوں اور اطراف کی حفاظت کرنے والا ہے۔

امام حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام کرتا ہے۔ حدود اللہ کو قائم کرتا ہے۔ دشمنوں کو دین خدا سے دور کرتا ہے۔ اور لوگوں کو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دین خدا کی طرف بلاتا ہے۔ وہ خدا کی حجت بالغہ ہے۔

امام چڑھتا سورج ہے جو اپنی روشنی سے عالم کو جگمگا دیتا ہے۔ وہ ایسے مقام بلند پر ہے کہ لوگوں کے ہاتھ اور نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں۔

امام روشن چاند اور فیضیاب چراغ ہے۔ جگمگاتا نور ہے۔ ہدایت کرنے والا ستارہ ہے۔ اور ضلالت کی تاریکیوں میں شہروں، جنگلوں اور سمندر کی گہرائیوں میں راہ بتاتا ہے۔

امام پیاسے کے لئے چشمہ آب شیریں ہے۔ ہدایت کا نازل ہے۔ ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔ وہ اس آگ کے مانند ہے جو کسی بلندی پر لوگوں کو راستہ دکھانے کے لیے روشن کی جائے۔ اس کے وجود کی گرمی سے تخ بستہ موسم میں سکون ملتا ہے وہ ہلاکت خیزیوں میں صحیح راستہ بتانے والا ہے۔ جو اس سے الگ رہا ہلاک ہوا۔

امام برسنے والا بادل ہے وہ موسلا دھار بارش ہے۔ وہ آفتاب درخشاں ہے وہ سایہ فگن آسمان ہے۔ وہ ہموار کشادہ زمین ہے وہ ابلنے والا چشمہ ہے۔ وہ تالاب ہے۔ وہ باغ ہے

امام امانت دار ساتھی ہے شفیق باپ اور سگا بھائی ہے۔ اور سخت مصیبت میں بندوں کا جائے پناہ ہے۔

امام اللہ عزوجل کا اس کی مخلوق میں امین ہے۔ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہے۔ امام شہروں میں خدا کا خلیفہ

ہے ۔ اللہ کی طرف دعوت دینے والا ہے ۔ اور حرم خدا سے دشمنوں کو دور رکھنے والا ہے ۔

امام خطاؤں سے پاک ہوتا ہے ۔ وہ تمام عیوب سے بری ، علم سے مخصوص اور حلم سے موسوم ہوتا ہے ۔ وہ دین کے نظام کو درست کرنے والا ، مسلمانوں کی عزت ، منافقوں کے لئے غیظ و غضب اور کافروں کے لئے ہلاکت ہے ۔

امام اپنے زمانے میں یکتا ہوتا ہے ۔ کوئی فضل و کمال میں اس کے قریب بھی نہیں ہوتا ۔ نہ کوئی عالم اس کے مقابلہ کا ہوتا ہے نہ اس کا کوئی بدل پایا جاتا ہے نہ اس کا کوئی مثل و نظیر ہوتا ہے ۔ وہ بغیر اکتساب خدا کی مہربانی سے ہر قسم کی فضیلت سے مخصوص ہے یہ اختصاص اس کے لئے بہت فضل کرنے والے اور بہت عطا کرنے والے خدا کی طرف سے ہوتا ہے ۔ پس کون ہے جو معرفت امام حاصل کرسکے یا امام بنانا اس کے اختیار میں ہو ۔ افسوس صد افسوس لوگوں کی عقلیں گمراہ ہوگئی ہیں ۔ عقول پریشان ہیں ۔ بردباریاں سرگشتہ ہیں ۔ فہم و ادراک متحیر ہیں ۔ آنکھیں تھک گئی ہیں ۔ عظیم المرتبت لوگ حقیر ہوگئے ۔ حکماء حیران ہوگئے ۔ خطیبوں کی زبانیں بند ہوگئیں ۔ صاحبانِ علم کمزور ہوگئے ۔ عقلوں پر جہالت کا پردہ پڑ گیا ، شعراء تھک گئے ، اہل ادب عاجز ہوگئے اور صاحبانِ بلاغت ایسے عاجز آئے کہ امام کی کسی شان کو بیان نہ کرسکے ۔ اور اس کی کسی ایک فضیلت کی تعریف نہ کرسکے ۔ انہوں نے اپنے عجز کا اقرار کیا اور اپنی کوتاہی کے قائل ہوئے ۔ پس کیسے اس کی حقیقت کا وصف بیان ہوسکتا ہے یا اس کی تعریف ہوسکتی ہے یا اس امر امامت کے متعلق کچھ سمجھا جاسکتا ہے ۔ یا کوئی اس کی جگہ کھڑا ہوسکتا ہے ۔ یا اس سے مستغنی کرسکتا ہے ۔ نہیں اور کیسے ، کیونکہ وہ سخاوت کے باعث اور توصیف کرنے والوں کے وصف سے اوج ثریا کی مانند بلند ہے ۔ ایسی صورت میں امام مقرر کرنے میں بندوں کا اختیار کیسا ۔ اور عقلوں کی رسائی کہاں ؟ امامت جیسی چیز اور کونسی ہے ؟ وہ خیال کرتے ہیں کہ امامت آل محمدؐ کے غیر میں پائی جاتی ہے ۔ خدا کی قسم لوگوں کے نفسوں نے ان کو جھٹلایا ہے ۔ اور ان کو باطل خیالات میں مبتلا کر دیا ہے ۔ وہ صعوبت سے چڑھائی پر چڑھے تو ان کے قدم پستی کی طرف پھسل گئے ۔ انہوں نے امام بنانے کا ارادہ اپنی ناقص اور تباہ کن عقلوں اور گمراہ کن آراء سے کیا ۔ لیکن حقیقی امام سے ان کا فاصلہ بڑھتا ہی گیا ۔ خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بھٹکے جارہے ہیں ۔

انہوں نے ناممکن کام کا ارادہ کیا ، جھوٹ کہا اور خوفناک گمراہی میں پڑ گئے اور حیرت کے بھنور میں پھنس گئے ۔ انہوں نے امام کو بصیرت سے جاننا چھوڑ دیا ، شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں زینت دے دی اور ان کو صحیح راستہ سے ہٹا دیا انہوں نے خدا اور رسول کے انتخاب سے نفرت کی اور اپنے انتخاب کو پسند کیا ۔ حالانکہ قرآن ان سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے : **وربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لھم الخیرۃ سبحان اللہ وتعلی عما یشرکون** (سورہ قصص آیت ۶۸) " تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے ۔ لوگوں کی اس میں دخل اندازی نہیں ۔ اللہ پاک و برتر ہے شرک سے پاک ہے ۔" نیز فرماتا ہے : **وما**

کان لمومن ولامومنة اذا قضی اللہ و رسول امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم (سورۂ احزاب آیت ۳۶) "جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی امر کو طے فرمادیں تو کسی مومن اور مومنہ کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔" اور اللہ نے فرمایا: مالکم کیف تحکمون ○ ام لکم کتاب فیہ تدرسون ○ ان لکم فیہ لما تخیرون ○ ام لکم ایمان علینا بالغة الی یوم القیامة ان لکم لما تحکمون ○ سلھم ایھم بذلک زعیم ○ ام لھم شرکاء فلیاتوا بشرکآئھم ان کانوا صادقین (سورہ قلم آیات ۳۶ تا ۴۱) "تمہیں کیا ہو گیا ہے تم خود کیسا حکم لگاتے ہو۔ آیا تمہارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب ہے جس کا تم درس لیتے ہو۔ کہ جو کچھ تم پسند کرو گے وہ تم کو اس میں ضرور ملے گا یا تمہارا ہم سے روز قیامت تک کے لئے کوئی معاہدہ ہے کہ تم اس کے متعلق حکم کرتے ہو۔ اے رسولؐ تم ان سے پوچھو کہ کون ان عہدوں کا ضامن ہے۔ کیا ان کے لئے خدا کے شریک ہیں۔ پس اگر تم سچے ہو تو اپنے ان شریکوں کو بلاؤ۔" نیز فرماتا ہے: افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا (سورہ محمدؐ آیت ۲۴) "کیا یہ لوگ آیات قرآنی میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے قلوب پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔" یا طبع اللہ علی قلوبھم فھم لایعلمون (سورہ توبہ آیت ۹۳) "ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے" یا: قالوا سمعنا وھم لا یسمعون ○ ان شر الدوآب عند اللہ الصم البکم الذین لایعقلون ○ ولو علم اللہ فیھم خیراً لاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا وھم معرضون (سورہ انفال آیات ۲۱ تا ۲۳) "کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ خدا کے نزدیک روئے زمین پر بدترین چلنے والے گونگے بہرے ہیں جو کچھ بھی نہیں۔ اگر اللہ جانتا کہ ان میں کوئی بہتری ہے تو ضرور ان کو سناتا لیکن اگر وہ سنتے تو روگردانی کرکے بھاگ جاتے۔" یا: قالوا سمعنا وعصینا (سورہ بقرہ آیت ۹۳) "انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔" بلکہ یہ تو خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

پس اس صورت میں امام کے متعلق ان کا کیا اختیار ہے۔ امام عالم ہوتا ہے۔ (کسی چیز سے) جاہل نہیں ہوتا۔ امام امت کا محافظ ہوتا ہے۔ معدن قدس و طہارت و عبادت و زہد ہوتا ہے۔ اس کے علم و عبادت دعوت رسولؐ سے مخصوص ہوتے ہیں۔ وہ نسل مطہرہ بتولؑ سے ہوتا ہے۔ اس کے نسب میں کوئی عیب نہیں ہوتا ہے۔ نہ کوئی حسب میں اس کے قریب ہوتا ہے۔ قریش سے ہوتا ہے۔ خاندان بنو ہاشم میں سب سے بلند مرتبہ پر ہوتا ہے۔ عترت رسولؐ سے ہوتا ہے۔ رضائے الٰہی کا طلبگار ہوتا ہے۔ تمام اشراف کا شرف ہوتا ہے۔ عبد مناف کی نسل سے ہوتا ہے۔ علم کو عروج دینے والا ہوتا ہے۔ حلم سے پُر ہوتا ہے۔ شرائط امامت کا جامع ہوتا ہے۔ سیاست الٰہیہ کا عالم ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہوتی ہے۔ امر الٰہی کا قائم کرنے والا ہوتا ہے۔ بندگان خدا کو نصیحت کرنے والا ہوتا ہے۔ دین

خدا کا نگہبان ہوتا ہے۔

انبیاء اور ائمہ طاہرینؑ کو اللہ کی جانب سے توفیق ہوتی ہے اور اس کے علم و حکمت کے خزانوں سے جو چیزیں ان کو دی جاتی ہے ان کے غیر کو نہیں دی جاتی۔ ان کا علم تمام زمانے کے علم سے زیادہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے: **افمن یهدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یهدی الا ان یهدی فمالکم کیف تحکمون** (سورہ یونس آیت ۳۵) "تو اب جو کوئی صحیح راہ بتائے اس کی بات ماننی چاہیے یا اس کی جو آپ راہ نہ پائے مگر جب کوئی اور اس کو راہ بتلائے۔ سو کیا ہو گیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو۔" نیز ارشاد خداوندی ہے: **ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیراً وما یذکر الا اولوا الالباب** (سورۃ بقرہ آیت ۲۶۹) "اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔" حضرت طالوتؑ کے قصہ میں ارشاد خداوندی ہے: **ان اللہ اصطفه علیکم وزادہ بسطة فی العلم والجسم واللہ یوتی ملکه من یشاء ط واللہ واسع علیم** (سورۃ بقرہ آیت ۲۴۷) "بے شک اللہ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہے دیتا ہے اور اللہ ہی فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔" اور حضور اکرمؐ سے ارشاد ہوتا ہے۔ **وکان فضل اللہ علیک عظیماً** (سورۃ نساء آیت ۱۱۳) "اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔"

اللہ نے ائمہ اہل بیت کے بارے میں ارشاد فرمایا: **ام یحسدون الناس علیٰ ما اتھم اللہ من فضله فقد اتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمة واتینھم ملکاً عظیماً○ فمنھم من امن به و منھم من صدعنه و کفیٰ بجھنم سعیرا** (سورۃ النساء آیت ۵۴ تا ۵۵) یا لوگوں پر اس کا حسد کرتے ہیں جو کچھ اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ بے شک ہم نے آل ابراہیم کو کتاب و حکمت عطا فرمائی اور ان کو بہت بڑی سلطنت دی۔ پھر عام لوگوں میں سے کچھ تو اس پر ایمان لے آئے اور کچھ اس سے رک گئے۔ اور (ان رکنے والوں کے لئے) بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔

جب خدا کسی بندے کو اپنے بندوں کے امور کی اصلاح کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ تو اس کام کے لئے اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے۔ اور حکمت کے چشمے اس کے قلب میں ودیعت فرماتا ہے۔ اور علم کا الہام کرتا ہے۔ پس وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا اور نہ وہ راہ صواب میں حیران ہوتا ہے۔ وہ معصوم، تائید یافتہ، با توفیق، سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرنے والا، خطاؤں، ذلالتوں اور مکروہات سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ خدا اسے ان امور سے مخصوص کرتا ہے۔ تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت بالغہ ہو اور اس کی مخلوق پر اس کا گواہ ہو۔ **ذلک فضل اللہ یوتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم** (سورۃ حدید آیت ۲۱) "یہ اللہ کا فضل ہے۔ اس کو دے

جسے چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

پس کیا لوگ ایسا امام بنانے پر قادر ہیں کہ وہ اس کو انتخاب کرلیں اور ان صفات والے پر وہ کسی اور کو مقدم کردیں۔ خانہ کعبہ کی قسم! انہوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا گویا وہ نہیں جانتے۔ حالانکہ کتاب خدا میں ہدایت اور شفاء ہے انہوں نے اسے پس پشت ڈال کر اپنی خواہشات کا اتباع کیا۔ خدا نے ان کی مذمت کی ان کو دشمن رکھا اور ان کے لئے ہلاکت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ومن اضل ممن اتبع هوىه بغير هدى من الله ان الله لايهدى القوم الظلمين** (سورۃ قصص آیت ۵۰) "اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ نافرمان لوگوں کی رہبری نہیں فرماتا۔" نیز ارشاد خداوندی ہے **فتعساً لهم واضل اعمالهم** (سورۃ محمدؐ آیت ۸) "گرے منہ کے بل اور ضائع ہوگئے۔" نیز پروردگار عالم کا ارشاد ہے **كبر مقتاً عندالله وعند الذين امنوا كذلك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار** (سورۃ مومن آیت ۳۵) "اللہ کے نزدیک اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے نزدیک (یہ رویہ) بہت ہی ناپسند ہے۔ اسی طرح اللہ ہر متکبر سرکش کے دل پر چھاپا لگا دیتا ہے۔"

الحمد لله کتاب کمال الدین و تمام النعمت کی جلد دوم کا ترجمہ اختتام کو پہنچا۔ **وصلى الله على محمد وآله الطيبين الطاہرين المعصومين وسلم تسليماً كثيراً۔**

۱۳ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

۲۹ جون ۱۹۹۹ء